inches 1 2 3 4 5 6 7 8
cm 1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19
Kodak Color Control Patches
© Kodak, 2007 TM: Kodak
Blue
Cyan
Green
Yellow
Red
Magenta
White
3/Color
Black

(۲۹) عکاس کلکته - جلد ا نمبر ۵ سے جلد ۵ نمبر ۳ تک

Shola Warsi
Lucknow

عکاس

ماہوار

کلکتہ

پہاڑی سانیال
نیو تھیٹرز کے
مشہور اداکار

قیمت فی کاپی ۱ر

انڈیا فلم بورو لاہور

ڈائرکٹر: مسٹر پرفلو رائے
مکالمہ نگار: بسمل عشرقی
کیمرہ مین: یوسف مولجی
ساؤنڈ ریکارڈنگ بانی دت

پُجارن

کائنات فلم میں ہلچل پیدا کرنیوالا عدیم النظیر شاہکار ہے جو ہندوستان کے مایۂ ناز نگارخانہ نیو تھیٹرز میں تیار ہوا

جسمیں

سہگل - راجکماری - چندراوتی - نواب کاشمیری - پہاڑی سانیال بابولال - ترلوک - کپور - جگدیش - کیلاش - کدار - وید - دینی نے حسین اداکاری کی ہے

بکنگ کا پتہ :-

ٹیلیگرام
انڈیا فلم بورو پوسٹ بکس نمبر ۱۰۴ دہلی
انڈیا فلم بورو پوسٹ بکس نمبر ۵ لاہور
قاضی فلم

Rajkumari
A New Theatres' Star.

شذرات

ملکی کسادبازاری روزافزون ترقی پر ہے اور یہ کسی سے پوشیدہ نہین ہے کہ عزتمکن ہندا کثر وبیشتر ایک وقت کے کھانیوالوںکی تعداد اپنی آغوش مین
ہوئے ہے ہر طرف افلاس، تنگدستی اور پریشانی نمایان ہے. فلم بین طبقہ بھی ان اقتصادی اثرات سے متاثر ہوتا جارہا ہے، اور سینماؤن کی
پکار پکار کر کہ رہی ہے کہ اب ہم وہ نہین رہے جو آج سے دو تین سال پہلے تھے۔

فلم بنانیوالے، تقسیم کرنیوالے اور دکھانیوالے بخوبی ان حالات سے آگاہ ہین اور ہر ممکن طریقہ سے خرچ کو کم اور آمدنی کو زائد کرنے کی فکر
ہین مگر طریقہ کار غلط ہے۔

کچھ اپنے اسٹاف کی تنخواہین کم کر رہے ہین، کچھ دیتے ہی نہین، کچھ پبلسٹی پر کمی کرتے ہین، کچھ نگار خانون کے اخراجات مین کفایت کرتے ہین
مختلف دل و دماغ ہین، مختلف اصول کار ہین، اور یہی ہر جگہ ہو رہا ہے. مگر اصل چیز پر ابھی تک کسی کی نظر نہین گئی ہے۔ آج وقت کا سب سے ا
مسئلہ ہندوستان کی اقتصادی حالت ہے جس کے درست کرنے مین فلمساز بھی کچھ کار آمد ثابت ہو سکتے ہین بشرطیکہ کرنا چاہین مگر چونکہ
ہندوستانی فلمسازی کو صرف ایک تماشہ سمجھا گیا ہے اس لئے اِس سے کوئی مفید کام لیا ہی نہین جاتا۔

قطع نظر اس کے کہ کوئی توجہ کرے یا نکرے ہم فلمسازون کو مخاطب کر کے ایک مرتبہ یہ ضرور کہین گے کہ وہ اگر اپنے فرائض کو بھول
گئے ہین تو اپنے فوائد نظر انداز نہ کرین، فلمون کی رپورٹ روزانہ سامنے آتی رہتی ہے، خالی ماتھے پر ہاتھ رکھکر افسوس کرنا ہی ا
تلافی کا باعث نہ ہوگا، اگر کل روپے پر چار آنے منافع ہو رہا تھا تو آئندہ اسکی بھی امید نہ رکھنا چاہیئے، کیونکہ دو تین سال پہلے جبکہ
کی آمدنی خرچ سے دس بارہ حصہ زیادہ تھی اس وقت یہ وہم بھی نہ تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آئیگا کہ فلمی کاروبار کی حالت اسقدر پستی مین آ جا

مگر موجودہ وقت مین اگر اپنی تجارت کے مستقبل کا بندوبست نہین کیا گیا تو وہ وقت بھی دور نہین ہے کہ روپیہ لگا کر سوا رو
آئے بلکہ روپیہ لگا کر بارہ آنے ہی آئین گے، اور وہ بھی تین قسطون مین، ممکن ہے تیسری قسط آتے آتے دیوالے کی نوبت آ ج

لہذا قومی فرائض نہین بلکہ ذاتی فوائد کو سامنے رکھتے ہوئے فلم بین طبقہ کو صرف کھیل اور تفریح مین مصروف نہ رکھو، بلکہ ا
تفریح کیساتھ ساتھ انکو دلچسپ قاعدے سے روپیہ پیدا کرنیکے طریقے بھی بتلاؤ، اگر ہر فلم مین مفلس ہندوستان کو صرف ایک
چھوٹا سا طریقہ کار بتلایا جائے تو پچاس مختلف طریقے لاکھون آدمیون کو سالانہ آسانی سے معلوم ہو سکتے ہین، اور وہ طر
پبلک کو روپیہ حاصل کرنے مین معاون بن سکتے ہین۔

ہونا یہ چاہیئے ہے کہ جہان اسٹوری مین چند ادھر ادھر کی باتین اس لئے کھپائی جاتی ہین کہ فلم دلچسپ ہو، وہان
ایک بات سنجیدگی سے پیسہ پیدا کرنے کے متعلق بھی بتلائی جائے تو لاکھون دیکھنے والون مین ہزار دو ہزار اسپر عمل کرنے کی جرأت

کرین گے اور اس طرح ملکی اقتصادی حالت کچھ نہ کچھ درست ہو جائے گی۔

مصیبت یہ ہے کہ ہمارے فلمساز ہیرو ہیروئن کو دولت مند دکھانے کے عادی ہین ورنہ ہیرو غریب سے امیر کیونکر ہوتا ہے پردۂ فلم پر وہ طریقہ پبلک کو دکھائین تو بہت سی مفید باتین سامنے آسکتی ہین۔

غرض ہماری اچھے فلمسازون سے صرف یہی ایک گذارش ہے کہ ہر فلم مین کم از کم ایک نئی بات ہندوستانی پبلک کو پیسہ پیدا کرنے کے لئے بھی بتلانا چاہیئے تاکہ اس سے سیکھ کر سینما بین پبلک اپنی اقتصادی حالت درست کر سکے۔ ایسی حالت مین فلمسازون کو بھی فائدہ پہنچنا یقینی ہے۔

پردۂ فلم پر متحرک تصویرین دیکھنے والے عام طور پر اس بات سے ناواقف ہین کہ کسی فلم کے عظیم الشان منظر کی تصویرکشی مین اداکارون کو کسقدر دشواریان اور صبر آزما تکلیفین اُٹھانا پڑتی ہین۔ نیو تھیٹرز کے آنیوالے مایۂ ناز فلم "منزل" مین اداکارون نے آٹھ آٹھ گھنٹے روزانہ کام کیا ہے، اور ایک موقع پر مسلسل چار روز تک پانی مین کھڑا رہنا پڑا، ایسی حالت مین اداکارون کیحالت قابل رحم ضرور ہوجاتی تھی بروا اور جمنا کو اس موقع پر بہت سخت دشواری سے دوچار ہونا پڑا اور یہ واقعہ ہے کہ ان دونون اداکارون نے انتہائی تکلیف برداشت کی۔ مسٹر بروا نے اگرچہ یہ دشواری اپنے پکچر کو مکمل کرنے کے لئے اٹھائی تھی لیکن غریب اور نازک اندام جمنا بلا کسی خیال کے اپنے فرائض کو ادا کرتے ہوئے بروا کی شریک کار رہی، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اداکارون نے اپنے اپنے کام کو بہت خوبصورتی سے ادا کیا، انکے پاس کم ہمتی نہین آسکی اور منزل کا یہ سین انتہائی کامیاب اور جاذب نظر بن گیا۔

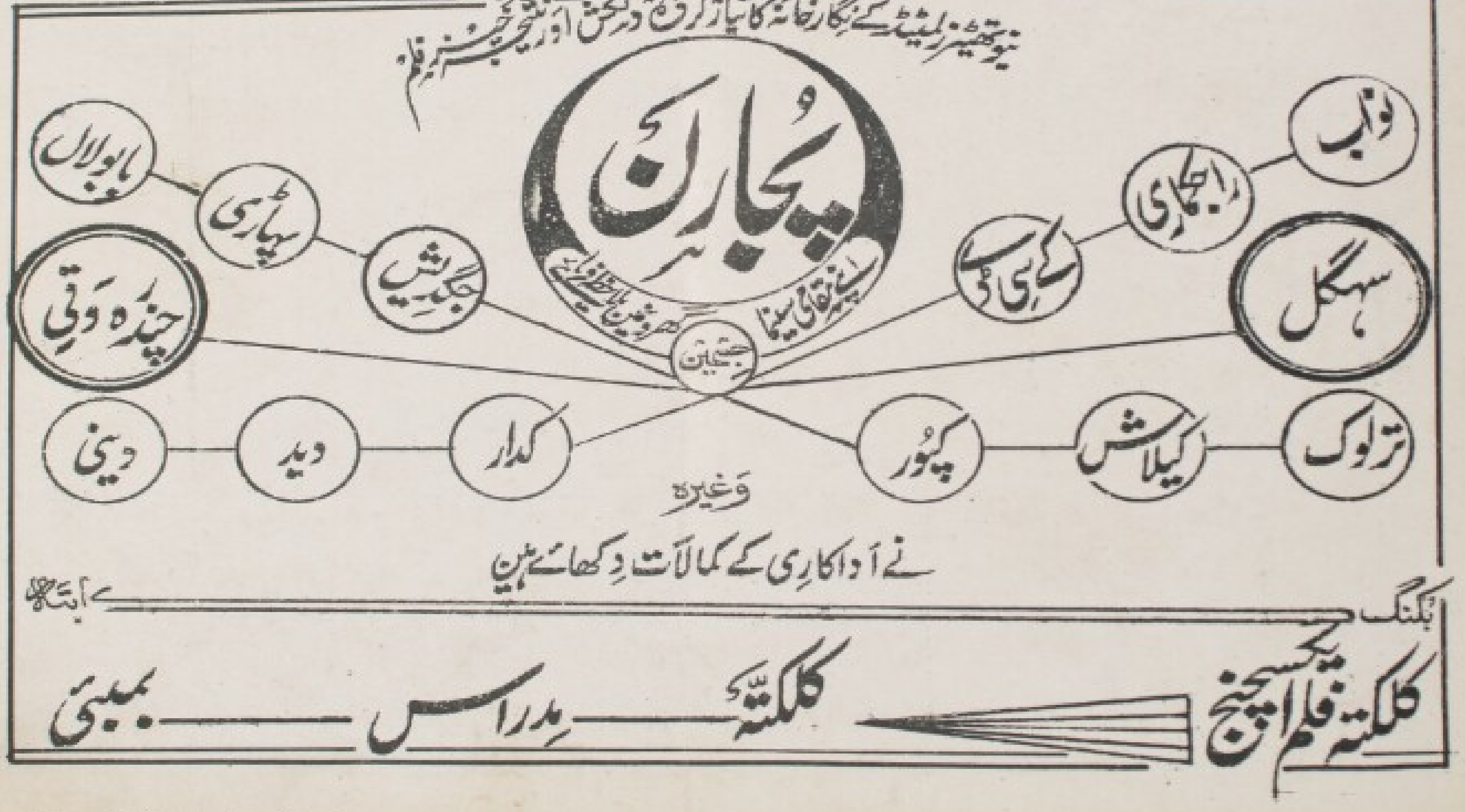

نگار خانون کی خبرین

نیو تھیٹرز لمیٹڈ مسٹر نتن بوس ایک نئی اسٹوری کا فلم بنا رہے ہین، اسٹوری نہایت دلکش اور لاجواب ہے، افسانہ مین درد محبت حسن و عشق کے پہلو خاص طور پر نمایان ہین، افسانہ نگار نے اصلاحی مقصد سامنے رکھکر اسٹوری کو دلچسپ اور جاذب توجہ کر دیا ہے، اس فلم کے لئے ہیروئن کا انتخاب بڑی جد وجہد کے بعد کیا گیا ہے اور کئی مہینون کی مسلسل کوششون کے بعد لکھنو کی پر فضا سرزمین سے دو ہستیان منتخب کی گئی ہین، ایمن "وکام لیش کماری" ہیروئن کا کردار ادا کر رہی ہین۔ اور "دوسری کو چھوٹی ہیروئن کا کردار دیا گیا ہے۔ دونون اداکار پاکیزہ زبان کی مالک اور موسیقی کی ماہر ہین۔ ہیرو کا پارٹ مسٹر سہگل ادا کر رہے ہین، علاوہ ہیرو ہیروئن کے معاونین کردار جگدیش، نیمو، وید، کپور، وہاب، نواب ادا کر رہے ہین، یہ فلم ٹکنک اور سٹنگ کے اعتبار سے بہت بلند ہوگا اس فلم کے لئے بڑے بڑے عمدہ اور لاجواب سٹ تیار کئے گئے ہین جو آجتک ہندوستانی اسکرین پیش نہین کر سکا۔

مسٹر پی۔ سی۔ بروا۔ آج کل "مایا" کی شوٹنگ مین مصروف ہین، دیو داس، منزل، کے بعد مایا کیلئے مسٹر بروا نئی چیزون کی تلاش مین ہین۔ اور کامیاب ڈائرکٹر کو اپنے ریکارڈ کو محفوظ رکھنے کیلئے جن دشواریون کا سامنا ہوتا ہے مسٹر بروا کو بھی آج کل بڑی دور کی سوجھ رہی ہے اور وہ نئے فلم کو اپنے پہلے فلم سے بہت بلند طریقہ پر پیش کرنیکی کوشش کر رہے ہین، مایا کا افسانہ بہت سے پُر حسرت مناظر کا دلکش مجموعہ ہے، غریبون کی بستیان اور انکی غمزدہ زندگی پردہ سیمین پر جس وقت آئیگی سخت سے سخت دل بھی موم ہو جائین گے۔ مایا کے اداکارون مین مس جمنا ہیروئن پہاڑی سانیال ہیرو مس آزوری مس ہری متی، کے۔ سی۔ ڈے، جگدیش، پرتھوی راج، نیمو، شور، وید اور نواب ہین۔

مسٹر ہیم چندر۔ کروڑپتی کے ڈائرکٹر اپنے نئے فلم کے لئے سینریو مکمل کر رہے ہین۔ آپ نے سماج کے ایسے موضوع کو اپنی اسٹوری مین پیش کیا ہے جو بالکل اچھوتا ہے جسکو آجتک کسی نے ہاتھ نہین لگایا ہے۔ اور نہ اس طرف کسی کی نظر گئی، مسٹر ہیم چندر جولائی کے دوسرے ہفتہ سے اپنے فلم کی شوٹنگ شروع کر دین گے۔

منزل ہر حیثیت سے مکمل ہو گیا اور بہت جلد لاہور، دہلی، کراچی وغیرہ مین اسکی نمائش ہونے والی ہے۔

ایسٹ انڈیا فلم کمپنی مسٹر ڈی۔ کے۔ بوس نے سنہری سنسار مکمل کر لیا ہے۔ بعض مناظر باقی رہ گئے ہین وہ بھی عنقریب لے لئے جائین گے۔ کہا جاتا ہے کہ شمالی ہند کے لئے رائٹ فروخت ہو گئے ہین۔ فلم کی خصوصیات کے لئے مسٹر بوس کا نام کافی ہے۔ سیتا، انقلاب، جیون ناٹک کے بعد "سنہری سنسار" پر ملک کی نظرین لگی ہوئی ہین۔ اس مین ہیرو گل حمید وجے کمار ہین، ہیروئن کا کردار "مینکا" نے ادا کیا ہے، مسٹر مظہر خان اور رام پیاری کا نمایان کیرکٹر ہے "سنہری سنسار" بنگلہ اور ہندوستانی دونون زبانون مین تیار ہوا ہے۔ اور مسٹر ڈی۔ کے۔ بوس اپنے اس پیشکش سے بہت مطمئن ہین۔

مسٹر کاردار نے "باغی سپاہی" کو ابھی تک ختم نہین کیا ہے اگرچہ کام انہماک سے ہو رہا ہے اور امید کیجاتی ہے کہ بہت جلد

پکچر مکمل ہو جائے گا۔ اسٹوری اور مکالمے خود مسٹر کاردار کی اپنی قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔ گل حمید، مظہر خان، ماسٹر اسحاق، کوپڑ کامرن کماری بملا، للیتا دیوی وغیرہ ممتاز اداکار ہیں۔

کالی فلمز نے اپنا آشیانہ بنا لیا ہے اس کے بعض مناظر کی شوٹنگ باقی رہ گئی ہے جس کی تکمیل ہو رہی ہے۔ آشیانہ کے ڈائرکٹر سوکمار داس گپتا اپنے کام کو ختم کر چکے ہیں اور فلم ایڈیٹنگ روم میں ہے۔ "آشیانہ" کے اداکاروں کی صف میں درج ذیل اداکار قابل تذکرہ ہیں۔ منی لال مرحوم، جیون کمار، مبیو لاہری، سیتا ناتھ، عبد العزیز، نور محمد، مس عشرت، دیوبالا، مس ستارہ پاروتی، راجکماری، رانی بالا وغیرہ۔

میڈن تھیٹرز لمیٹڈ مسٹر فریدون ایرانی "عورت کی زندگی" مکمل کر چکے ہیں، افسانہ اور مکالمے خود مسٹر ایرانی کے تحریر کردہ ہیں، ہیرو جال مرچنٹ، ہیروئن زبیدہ ویلن اختر نواز اور سجاد اداکاروں میں آغا جانی، منظر، مصطفے قابل تذکرہ ہیں۔

مسٹر نانو بھائی وکیل "مسٹر اور مسز بمبئی" کے بعد "مس کلکتہ" بنا چکے ہیں جس میں مس کجن نے "مس کلکتہ" کا پارٹ ادا کیا ہے اور ہیرو جال مرچنٹ مصطفے ہیں۔ یہ فلم بھی میڈن کے سابقہ فلموں کی طرح سے ایک ایسا فلم ہوگا جو عرصہ تک پبلک کو منتظر رکھے گا۔

بھارت لکشمی اسٹڈیو۔ آج کل یہاں دو فلم بنائے جا رہے ہیں۔ اول نیشنل تھیٹرز کا "جان باز ملکہ" جو ایڈیٹنگ روم میں ہے "جان باز ملکہ" کے افسانہ نگار پنڈت گلاب جی اودھ کے قابل افسانہ نگاروں میں سے ہیں اور ڈائرکٹر مسٹر بوبچندانی ہیں جو "آہ مظلوماں" اور "ڈرتی کا شکار" ڈائرکٹ کر چکے ہیں، اداکاروں کی صف میں پورن بھگت والی الوزی، رام پیاری اور کپور کے نام خاص طور سے قابل تذکرہ ہیں۔

دوسرا فلم آورش چترا لمیٹڈ کا تیار ہو رہا ہے جسکا نام "ننگ قوم" ہے۔ ننگ قوم کے کاسٹ میں زرینہ، آفتاب، اختر نواز، وجے شکل اور رابندر چودھری ہیں۔ ننگ قوم کے ڈائرکٹر مسٹر ایم۔ ایل۔ ٹنڈن۔ اور اسسٹنٹ مسٹر خواجہ غلام قدوائی ہیں۔ "ننگ قوم" کی شوٹنگ بہت زور شور سے جاری ہے

رادھا فلم کمپنی "کنٹھ ہار" مشہور بنگلہ فلم کو اردو زبان میں تیار کیا جا رہا ہے۔ مس کانن بالا ہیروئن کا چیف پارٹ ادا کر رہی ہیں۔ کنٹھ ہار کا پلاٹ بہت ہی خوفناک جرائم سے پرُ ہے یہ فلم بنگلہ زبان میں بہت مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ اسی نگارخانہ میں دوسرا فلم "راج نٹی" بھی تیار کیا جا رہا ہے اس میں "مس مینا" ہیروئن ہیں۔ راج نٹی کے افسانہ کا تعلق ایک درباری رقاصہ کے عشق و محبت اور حالات زندگی سے ہے جس کو مصنف نے بہت اچھے انداز سے پینٹ کیا ہے۔

دونوں فلموں کے مکالمہ نگار جناب نشتر لکھنوی ہیں۔

ٹالی ووڈ اسٹڈیو مسٹر راج ہنس (میڈن کے پرانے ڈائرکٹر) بمبئی سے واپس آ گئے ہیں اور ایک نیا پکچر ۵ اجولائی سے شروع کر رہے ہیں اداکاروں کا انتخاب کر لیا گیا ہے۔ مسٹر تجمل حسین بی۔ اے (آف بمبئی ٹاکیز لمیٹڈ) کو مسٹر ہنس نے اپنی پکچر کے لئے ہیرو منتخب کیا ہے، ہیروئن مس شمشاد ہونگی، دوسرے نمایاں اداکاروں میں محمد نذیر۔ بی۔ اے اور مس سردار کا انتخاب ہوا ہے ہمارے خیال میں مسٹر ہنس نے ہیروئن کے انتخاب میں غلطی کی ہے انکو اپنی پکچر کیلئے مسٹر تجمل حسین کے مقابلہ کی کسی مشہور معروف ایکٹرس کا انتخاب کرنا لازمی تھا اور مسٹر تجمل حسین کا انتخاب بحیثیت ہیرو بہت خوب ہے امید ہے کہ مسٹر تجمل کلکتہ میں ہکر اپنی روایات سابقہ کو قائم رکھیں گے

تنقید

ڈاکٹر مدھوریکا

از جناب کدار بی۔ اے

یقیناً بمبئی کی اکثر تصویرون سے بدرجہا بہتر ہے، کہانی کا مضمون خوب ہے۔ لیکن چونکہ کہانی چھوٹی ہے اِسلئے اسمین بہت سی اِدھر اُدھر کی باتین ٹھونس دی گئی ہین۔ جو اکثر جگہ تو تفریح کا کام دیتی ہین اور اکثر مقام پر غیر ضروری ہین اور بدمذاقی کا ثبوت دیتی ہین۔ مکالمے اچھے ہین، اور گانے بھی برے نہین خاصکر سیتا دیوی کے گانے نہایت عقلمندی سے تیار کیے گئے ہین، اور خوبصورت سیتا نے بہت کوشش کی ہے کہ انہین کامیاب بنایا جائے، اداکارون مین مسٹر موتی لال کا کام خوب ہے، ان کی جذبات نگاری پکچر کی جان ہے، سیتا دیوی کا کام برا نہین، ہان آپکی خوبصورتی بھی دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کررہی ہے ہر جگہ انکا کلوزاپ دیکر ڈائریکٹر نے تماشائیون کو یہ مصرعہ پڑھنے پر مجبور کردیا ہے ”ترقی اور ہو دنیا مین یارب حسن والون کی“

سیتا دیوی نے ڈاکٹر گوریش کے حال پر ہمیشہ ترس کھایا ہے ہمین بھی انکے حال پر ترس کھانا چاہیے۔ انکی بیوی اور بچے اس سلوک کی مستحق ہین جو ان سے کیا جارہا ہے، آنددیچا کی اچھا گاتی ہے اگر گانے کے الفاظ نہ سمجھے جائین تو یہ اسکا قصور نہین کام بھی اچھا کیا ہے انکے بچون نے بھی اچھا کام کیا ہے، انکے خاوند کو تو خوش نصیب سمجھنا چاہیے، دوسرے اداکارون کا کام بھی غنیمت ہے، ڈائریکشن کے لحاظ سے بھی تصویر بری نہین، سیٹنگ مین جدت طرازیان موجود ہین، ایک مشکل مضمون کو ڈائرکٹر نے نہایت کوشش سے کامیاب بنایا ہے لیکن ایک اعلیٰ درجہ کی کہانی مین پرانی ”اندرسبھا“ والی باتین داخل کرنا اور پھر اسکو مغربی ہندستانی روایات کے مطابق ختم کرنا یہ دونون باتین قابل اعتراض ہین

سیتا دیوی اور مسٹر موتی لال (ڈاکٹر مدھوریکا کے ایک سین مین)

ایک کٹھن رات

از علامہ حضرت آرزو لکھنوی

تم جیتے ہو جسکے ہاتھوں مرنے کے سہارے جیتے ہیں
کھاتے ہیں کلیجے پرچر کے اور گھونٹ لہو کے پیتے ہیں

دکھوں کی ماری کامنی جو اپنے بچھڑے ہوئے راج سہاگ کے دھیان میں آٹھوں پہر منھ پیٹے کونے میں پڑی رہتی تھی - آج ایک چھٹی ہاتھ سے تھامے کلیجے سے لگائے جی کو ڈھارس دیتی ہوئی پہاڑسی رات ٹل ٹل کر اور تارے گن گن کر کاٹ رہی ہے - آنے والا دن جو اس کے آسروں کا اُجالا ہے مگر چاندنی کا روپ بھر بھر کر سامنے آتا ہے اور پلک مارتے اوجھل ہو جاتا ہے، یہی گورکھ دھندا ہے جو اک بھولی بھالی چاہت کی متوالی لڑکی کو سہارا دیتا ہوا رات کے اگلے پہر سے پچھلے پہر تک کھینچ لایا ہے جگمگاتے سورج کا دھیان رہے سہے دھندھلکے کو بھی پیچھے ڈھکیلتا چلا جاتا ہے - گھر کے بسنے والے پڑوس کے بسنے والے اپنے اپنے بچھونوں پر گہری نیند میں خراٹے لے رہے ہیں اور کامنی ہے کہ چپ چاپ ساری انگنائی میں ادھر سے اُدھر آہر جاہر لگائے ہوئے ہے اسکی آنکھیں نیچے تو دیکھتی ہی نہیں - وہ کبھی گھر کے کیواڑ کو دیکھتی ہے کبھی جگمگاتے ہوئے تاروں کو گھور گھور کے کھائے جاتی ہے یہ وہی ہے جو اب سے پہلے انہیں تاروں کو بڑے پیار سے دیکھ دیکھ کر ہنسا کرتی تھی - آج یہ تارے اس کیلئے دہکتے ہوئے انگارے بن گئے ہیں جو کلیجہ جلائے دیتے ہیں اس کا بس نہیں کہ انہیں توڑ توڑ کر پھینک دے، چاند تک ہاتھ نہیں پہنچتا کہ اسے کھینچ لائے - رات کسی جتن سے کاٹے نہیں کٹتی - نیند ہے کہ آنکھوں سے کوسوں بھاگی ہوئی ہے، ٹہلتے ٹہلتے جی اوب گیا - الجھن ہونے لگی ایک لمبی سی سانس کھینچی جس کے ساتھ ہی ٹپ ٹپ دونوں آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے - گھبرا کے کھلتے ہوئے بھید کو ساری کے آنچل میں چھپا دیا - مڑ مڑ کے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی کہ کسی نے دیکھ تو نہیں لیا کہ اچانک تارا ٹوٹا اور اسکی چھوٹ دھندھلکے کو پھاڑتی ہوئی کوٹھے کی چھت پر پڑی کامنی آنسو پونچھ چکی تھی کہ ایکا ایکی اس کی آنکھوں میں بجلی کی چکاچوندسی ہوئی - دن کی دھوپ پھیلتی دکھائی دی، ڈھارس بندھی، دھڑکن رکی، آنسو تھمے، کلیجے میں سانس، ہاتھ پاؤں میں سکت آئی، پھر پلک مارتے ہی اس کے آسروں کا اُجالا اندھیرے سے بدل گیا، پل بھر میں سہانا سماں دھوکے میں ڈال کر آنکھوں سے اوجھل ہوگیا، اس دوسرے دھچکے نے کامنی کو نڈھال کر دیا، کلیجے میں اچھلنے کی سکت بھی نہ رہی جی بیٹھنے لگا، ڈیل بھر میں تھرتھری پڑ گئی، پسینے چھوٹنے لگے، اس کٹھن گھڑی میں ساتھ کی سہیلی جلاپے کی ساتھی کنول کی لہراتی ہوئی بتی بھی پکاری کہ مجھے دیکھ میں بھی چلی، میں بھی چلی کہتی ہوئی جہان سب کو جانا ہے چلی گئی، کامنی نے اچکے اور گہری سانس لی، اوپر دیکھا اور بگڑی کے سنوارنے والے سے لو لگائی، ایسی کٹھن گھڑی میں تو اسے بھی ترس آجاتا ہے، دیکھا کہ تارے ڈوب رہے ہیں

سورج کی پھوٹتی ہوئی کرن سُنہری سُتھرائی سے تاروں کے بکھرے ہوئے کھیان کو بہار بہار کر پچھم کے گڑھے میں پھینک رہی ہے کہ رات کی اکھڑی ہوئی سانس کے پچھلے تھپیڑے نے ساری جلتی ہوئی بتیاں بجھا دیں، اب کامنی کے مرجھائے ہوئے گالوں پر بھی رونق آ گئی۔ ہونٹوں کو ہلکی مسکراہٹ نے چھیڑا، سورج دیوتا کو پانی چڑھانے چلی ہی تھی کہ گھر کے کواڑ کھلنے کا دھڑکا ہوا۔ اور جس دیوتا پر آپ بھینٹ چڑھ جاتے کے لئے مہینوں سے بیکل تھی وہ آتا ہوا دکھائی دیا۔ درشن ہوئے پاؤں چھونے کو دوڑی، پاس پہونچی ہی تھی کہ لہرا کے گر پڑی۔

"آرزو"

غزل

خموش اے شمع پھر کہنے لگی، سوزِ نہان میرا — زبان پر جب نہ ہو قابو، بنے کیون رازدان میرا
اِک آئینہ ہے جسکی پشت اِدھر ہے، رخ سوئے دنیا — یہی اُترا ہوا چہرہ کہ جو ہے رازدان میرا
اٹھو اے دل "ہو کون" لب تک آؤ، لفظ بنجاؤ — کہ ہے اِک ناشناس دردِ مشتاقِ بیان میرا
جہان میں منظرِ حسرت ہون، عبرت کا فسانہ ہون — کیا ہے مٹ کے قائم میری ہستی نے نشان میرا
کشش گل سے نہین کچھ کم چمن کے پتّہ پتّہ مین — اب ایک اِک شاخ پر سو سو جگہ ہے آشیان میرا
زبان بیکار، نازک وقت، قصہ زندگی بھر کا — کہین گی حال دل کھُل کھُل کے کیونکر ہچکیان، میرا
اب اس بیگانہ خو کو آرزو اپنا کہون کیونکر — جو کہنے مین نہین میرے وہ دل ہی ہے کہان میرا

(علامہ آرزو لکھنوی)

تلاشِ حق

سنگیت فلم کمپنی کا مشہور و معروف فلم۔ جس نے فلمی دنیا میں ہلچل ڈالدی ہے اور جسکو دیکھکر آدمی دوسری مرتبہ پھر دیکھنے کے لئے مجبور ہے۔ روح پرور گانے۔ ہنگامہ خیز اداکاری وجد آفرین رقص حیرت انگیز مناظر۔ دلکش صدابندی۔ تلاش حق کی خصوصیات ہیں۔ اداکاران خصوصی:۔ ملکہ موسیقی بائی جدن بائی۔ بے بی رانی۔ قمر جہاں۔ احمد حسین۔ یعقوب پانڈے۔ مہدی رضا۔ قائم علی۔ پی۔ سی۔ پٹیل۔ منشی اختر وغیرہ +

کلکتہ فلم ایکسچنج ۲۲، امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ — کلکتہ فلم ایکسچنج ترجھونی روڈ بمبئی ۴ — کلکتہ فلم ایکسچنج ۵۰، آرمینین اسٹریٹ مدراس

حضرت علامہ آرزو لکھنوی کی ایک تازہ ترین غزل

تھے دل کے خرابے میں، کتنے یہ نہاں خانے
اک جام شکستہ کے سو بن گئے پیمانے

اس چھیڑ میں بنتے ہیں، ہشیار بھی دیوانے
لہرایا جہاں شعلہ، اندھے ہوئے پروانے

اس گیسوئے پیچاں کی زنجیر ہے کیا دلکش
خود شوق اسیری میں دوڑ آتے ہیں دیوانے

اک آہ دکھے دل کی، فہرست مصیبت تھی
دو حرف میں کہہ گذرا، میں سیکڑوں افسانے

پامال ستم کرنا، شیوہ ہی زمانے کا!
یکساں ہیں مرے حق میں اپنے ہوں کہ بیگانے

ہلکا تھا ندامت سے، سرمایۂ عبادت کا
اک قطرہ میں بہہ نکلے تسبیح کے سو دانے

تھا حسن مجازی بھی آئینہ حقیقت کا
فانوس کے شیشوں سے ٹکرا گئے پروانے

تخریب پہ قائم ہیں تعمیر کی بنیادیں
ویرانی دل ہی سے آباد ہیں ویرانے

ہر ٹوٹے ہوئے دل کی ڈھارس ہے ترا وعدہ
جڑتے ہیں اسی مے سے ڈر کے ہوئے پیمانے

رسوائی عصیاں کا پردہ ہی رکھے گا
خود چاک گریباں کا سیتے نہیں دیوانے

اے آرزو اب تک ہے موجود خمار ان کا
جاگی ہوئی آنکھوں میں جو شب کے ہیں افسانے

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا لاجواب پکچر

دھوپ چھاؤں

بیمثل افسانہ حیرت انگیز ڈائرکشن عام فہم مکالمے بلند معیار فوٹوگرافی فلم کی خصوصیات ہیں

نواب کاشمیری ، کے-سی-ڈے ، پہاڑی سانیال ، اوما دیوی وغیرہ کی فطری اداکاری قابلِ دید ہے

امپیریل فلم کمپنی کا تاریخی شاہکار

انارکلی

دل کو بیچین کر دینے والا قصہ حسن و عشق کے رنگین واقعات کا

جس میں ملکہ حسن مس سلوچنا - ڈی - بلیموریا اور زلّو نے بہترین کام کئے ہیں

سول ایجنٹ :- بنگال - بہار - اڑیسہ - آسام - برما -

تار کا پتہ :- ولدل

دوسانی فلم کارپوریشن

فون نمبر ۲-۵۰۲ بڑا بازار

نمبر ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

برانچ :- بمبئی - سنگاپور - ایجنٹ مری شس

تمثیل اور اُسکی ماہیت

از مسٹر ایم - اے بیگ سرور تیموری حیدرآباد دکن

انسان کی بصارتی اور سماعتی قوتیں فطری حالات وواقعات سے مانوس ہوتی ہیں اوران ہی فطری مشاہدات کے تیزوتبدل سے وہ کبھی اپنے دل ودماغ میں ایک عارضی فرحت محسوس کرتا ہے اورکبھی اُن سے ایسا متاثر ہوتا ہے جس سے اُس کے تخیلات کی دنیا میں ایک انقلاب ہوجاتا ہے اوراُس کی زندگی کی کایا پلٹ جاتی ہے۔

انسانی عقل کسی دقیق نظریہ کا مفہوم سمجھنے سے اُس وقت تک قاصر رہتی ہے جب تک کہ اُس کی تائید میں مثالیں نہ پیش کی جائیں۔ زندگی کی دشوار گذار گھاٹیوں سے گذرنے والا مسافر جس کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا ہو جکی حسرتیں فلک تفرقہ پرداز کے ہاتھوں پامال ہوگئی ہوں اور جسے آگے بڑھنے کی کوئی صورت نہ نظر آتی ہو صرف اپنے کسی ہمجنس کی شجاعت استقلال اور عزم مصمم کی مثال کو پیش نظر رکھ کر منزل مقصود تک پہونچنے کے قابل ہوجاتا ہے اوراس طرح زندگی کے ہر مشکل پہلو کو بہ آسانی سلجھا سکتا ہے - اس انسانی جذبے کی اہمیت کے تحت لٹریچر میں تمثیل" کی ضرورت پیش آئی اور کسی ترقی یافتہ قوم کے علم ادب میں جہاں دوسری چیزیں ضروری سمجھی جاتی ہیں' وہاں ڈرامہ کا وجود بھی ایک خاص اہمیت کا مالک ہوا

تمثیل کا صحیح مفہوم ان الفاظ میں ادا کیا جاسکتا کہ تمثیل نام ہے ایک وسیع تخیل کا جو چند حادثات اور سانحات پر مشتمل ہو۔ تخیل ہے ایک خاص جذبہ کی جس کو اندازِ بیان سے وسعت دیدی گئی ہو۔ تصویر ہے مختلف کرداروں کی جس میں انسانی سیرت کا مسئلہ خاص طور پر پیش نظر ہو۔ حامل ہے باریک ولطیف خاکہ کی جس سے کوئی نتیجہ مقصود ہو اور دوسری شکل ہے ایک نفیس طریقہ سے اظہار بیان کی جو توجہات انسانی کا مرکز ہو۔ جیسا کہ میں نے اُوپر بیان کیا ہے کہ انسان فطری ماحول سے خوب آشنا رہتا ہے اور کوئی مافوق الفطرت بات اس کو حیرت واستعجاب کی گہرائیوں تک پہونچا دیتی ہے مگر آپ دیکھیں گے کہ مشہور ڈرامہ نویس ہستیاں جن کے نہ مٹنے والے کارنامے ابتک ہمارے دلوں میں اُن کی خوشگوار یاد تازہ رکھتے ہیں - اپنی تصنیف شدہ تمثیلوں میں خاص لطف اور سُرور محسوس کرتے ہیں اور مصنوعیت حقیقت کی حد تک بڑھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ نفس معاملہ پر تھوڑی دیر غور کرنے سے ہر صاحب فہم اس کا جواب دے سکتا ہے کہ اس کی وجہ فن کار کی قابلیت اور کہنہ مشقی ہے جو تمثیل نگار مافوق الفطرت قصص پر اپنی فن کاری کی بنیاد رکھتا ہے اُسے کئی عملی قوتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے اُس کو مافوق العادت واقعات اور ناظرین کے مشاہدات

وتجربات کی درمیانی وسیع اور عمیق خلیج پر پل بنانا پڑتا ہے جس پر سے ناظرین بہ آسانی گذر سکیں۔

اس پُل سازی کی تکمیل میں حسب ذیل اُمور کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے:—

(۱) روزمرہ کے مشاہدات سے بہت سی چیزوں کو خارج کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ مافوق العادت واقعات کے لئے جگہ نکل آئے۔

(۲) مافوق الفطرت میں موزونیت پیدا کرنی پڑتی ہے تاکہ اس میں اور روزمرہ کی زندگی میں ایک قسم کا لگاؤ اور تعلق پیدا ہوجائے۔

(۳) دنیائے مشاہدات سے قریبی اجزا ان میں شامل کرنا پڑتے ہیں تاکہ اجنبیت میں کمی ہوجائے۔

صحافتی حلقہ کے لئے مغرب کے مشہور ناولسٹ اور ڈرامسٹ ولیم شکسپیر کی ہستی محتاج تعارف نہیں۔ اسکی اکثر تمثیلوں میں مافوق الفطرت واقعات کے شاہبے ضرور نظر آتے ہیں اگر آپ شکسپیر کے شاہکار "طوفان" کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جادو فریبی اس کی معروف مثال ہے جس کا افتتاحی منظر ایک ایسا واقعہ ہے جو ہماری اس کائنات سے مطلق علاقہ نہیں رکھتا۔

شکسپیر کی تقلید اکثر ڈرامہ نویسوں نے کی ہے مگر عدم قابلیت کے باعث مافوق العادت حالات......

اور روزمرہ کے مشاہدات کی فطری وابستگی میں دہوکا کھا گئے ہیں۔ جس کو لازمی طور پر عقل سلیم تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔ تمثیل کا نفس واقعہ دو قسم کا ہوسکتا ہے۔

(۱) واقعہ طربیہ (Comedy) (۲) حزنیہ (Tragedy) انفرادی حیثیت سے دونوں اقسام کو تمثیل میں پیش کرنے سے تمثیل کی کامیابی اور ہردلعزیزی پر کوئی خاطر خواہ اچھا اثر نہیں پڑتا کیونکہ طبائع مختلف ہوتے ہیں اور خیالات وجذبات میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے کوئی ناکامی کو پسند کرتا ہے تو کوئی شادمانی اور کامرانی کو معیار تصور کرتا ہے ایسی صورت میں تمثیل نگار کو دونوں کی دلجوئی کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

قدیم لاطینی اور یونانی تمثیلوں میں حزنیہ میں ظرافت کا پہلو یا طربیہ میں حزن کا جزو ایک بے جوڑ پیوند تصور کیا جاتا تھا۔ خصوصاً سنجیدہ حزنیہ تمثیلوں میں ظرافت کا پہلو ایک بے تکی سی بات سمجھی جاتی تھی۔ مگر جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا اس خیال نے کچھ اہمیت نہیں پائی اور شکسپیر نے تو اس کی علی الاعلان مخالفت کی اور اپنے ڈراموں میں ان دونوں مختلف النوع عناصر کو ملا دیا۔ اسی لئے اس کی حزنیہ تمثیلیں ظرافت سے خالی نہیں پائی جاتیں۔ یہ اضافہ صرف ٹھوس اصول ہی کی خاطر بے ڈھنگے طور پر نہیں کیا گیا بلکہ سلیقہ اور تمیز سے انہیں نزاکت سے کام لیا گیا ہے۔ اور کوئی چیز بغیر اسباب وعلل کے نہیں داخل کی گئی۔ میکبتھ macbeth مین میکڈف (mac daff) کی بیوی اور معصوم بچے کے سوال وجواب ایک سنجیدہ غم حزنیہ میں حُسن پیدا کرتے ہیں۔ اگر بنظر غائر قانون فطرت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس دار فانی میں کوئی چیز صرف غم والم ہی کی تفسیر نہیں اور نہ کوئی شے صرف عیش وطرب ہی کی مورت ہے بلکہ یہ دونوں اجزائے غم ومسرت ہر جگہ

دوش بدوش پائے جاتے ہیں۔ اور لازم و ملزوم ہیں ع

"خوشی کے ساتھ یاں رونا ہے مثل قلقل مینا"

ایسی صورت میں اسلوب فطرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے بہتر یہی ہے کہ تمثیل میں دونوں اجزا کو پہلو بہ پہلو جگہ دی جائے۔

حزنیہ اور طربیہ کے مسئلہ کے بعد یہ نظریہ پیش ہوتا ہے کہ واقعات کن کن خصوصیات اور نوعیت کے حامل ہوں۔ بالعموم اس قبیل کے واقعات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

(۱) معاشرتی (۲) رومانوی (۳) شجاعتی (۴) تاریخی۔

ان اقسام میں رومانوی عنصر کو خاص اہمیت دیجاتی ہے اور معاشرتی شجاعتی اور تاریخی افسانوں میں اس کا جز ضرور مشترک رہتا ہے۔ اس کی وجہ فطرت انسانی کا تقاضہ ہے۔ ہر انسان اپنے اندر ایک حساس دل رکھتا ہے۔ رحم و کرم اس کی امتیازی خصوصیات ہیں اور چونکہ ڈرامہ کی معنوی اور زیادہ تر صوری لحاظ سے کامیابی ناظرین کی پسندیدگی پر موقوف ہوتی ہے اس لئے ڈرامہ نویس اپنے کارنامے میں لطافت اور رنگینی پیدا کرنے کے لئے کچھ حسن و عشق کی چاشنی بھی دینے پر مجبور رہتا ہے۔

اس کے بعد تمثیل کا اصل الاصول اور لب لباب "پلاٹ" یا خاکہ ہوا کرتا ہے اور یہی وہ اوّلین شے ہے جو تمثیل کے جسم میں بمنزلہ ریڑھ کی ہڈی یا قلب کے سمجھی جا سکتی ہے۔ اور خاکہ ہی کے صحیح ذوق، حقیقی تصور اور نفیس تخیل پر تمثیل کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔

بعد ازاں غایت اور موضوع کا درجہ آتا ہے جو لازمی طور پر تمثیل کی آرائش اور تزئین کا نفس ناطقہ ہے مگر قاعدہ ہے کہ جب تک کوئی چیز اپنے جادہ اعتدال سے متجاوز نہیں ہوتی اس وقت تک مقبول خاص و عام ہوتی ہے مگر جب کثرت کی جانب مائل ہوتی ہے تو نہیں وہ دلکشی اور جاذبیت باقی نہیں رہتی جو اعتدال کی آخری حد تک اُس کا ساتھ دیتی رہی۔ اگر صرف "غایت اور موضوع" کے مسئلہ پر زور دیکر تمثیل کو نصیحت آمیز مکالموں سے اچھا خاصہ مولوی صاحب کا وعظ بنا دیا جائے اور دیگر ڈرامائی خصوصیات کو نظر انداز کر دیا جائے تو تمثیل کا اصلی مقصد فوت ہو جائے گا۔

غرض میں نے ایک محدود دائرے میں تمثیل کی اصلیت پر روشنی ڈالی ہے۔ ہمارے فلموں کے لئے جس قسم کی تمثیلوں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ ان میں اگر پیش کردہ ڈرامائی نکات کو پیش نظر رکھا جائے تو میں اُس حد تک سودیشی فلموں کی کامیابی کا یقین دلا سکتا ہوں کہ ان کا افسانوی معیار بہت ترقی کر جائے گا۔ رہی دوسرے نقائص اور معائب کی اصلاح تو اس کا راز ہمارے وابستگان فلم کی سرگرمیٔ عمل اور دور اندیشی میں مضمر ہے۔ (سرور)

عکّاس میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو کامیاب بنائیے نرخ نامہ دفتر سے طلب کیجئے۔

مینجر رسالہ عکاس نمبر ۲۲، مڈل روڈ انٹالی کلکتہ

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا غیر معمولی شاہکار
کروڑپتی
ڈائرکشن ہیم چندر
میوزک :- رائے چاند بورال
خصوصی
اداکاران
سہگل
کروڑپتی اور کدار بابو
نواب
پہاڑی
راجکماری
ملینا
ان کے علاوہ - نیمو - جگدیش - کدار - امر ملک - درگا داس - ترلوک - بوکا - شور - بابولال کپور - راج لکھی -
وید - رام کماری - سردار اختر - وینی - دیو بالا - وغیرہ نے قابل دید کام کیا ہے
کروڑپتی :- ملک کے سامنے پیش کر دیا گیا - یہ انتہائی دلچسپ فلم ہے - نیو تھیٹرز کے تمام چھوٹے بڑے آرٹسٹ شریک کار ہیں
دلچسپ مکالمے اور دلکش نغمے فطری اداکاری - حسین لڑکیوں کے ناچ گانے شائستہ اور سنجیدہ پیرائے میں ہنسانے والی باتیں -
شمالی ہند میں بکنگ کا پتہ :- دہلی ٹاکیز بورو چاندنی چوک دہلی

ہندوستانی فلم سازی کا حال و مستقبل

مسٹر محمد ابراہیم صاحب عارف میرٹھی

بہی خواہ اور نقادان فن کی اصلاحی تجاویز اور مشوروں سے جو بے اعتنائی برتی جارہی ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور تجارتی نقطۂ نگاہ سے سینما نے جو ترقی کی ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ نگارخانے اور تھیٹروں کی تعداد اس کا بین ثبوت ہے مگر ماتم اس پر ہے کہ ہم نے اس صنعت کو اختیار کرنے کے بعد اسے صنعتی اور فنی معیار ترقی پر کیوں نہ پہونچایا جس کا بدیہی نتیجہ ہم آجتک اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے اور کانوں سے سُن رہے ہیں۔ یہ حقیقت مسلّمہ ہے کہ سائنس نے اس صنعت میں ہمہ گیر خوبیاں پیدا کردی ہیں۔ مگر دیسی فلم سازوں نے اُس کی ان خوبیوں سے ملک کو کوئی فائدہ نہ پہونچانیکا عہد سا کرلیا ہے جن کی بدولت دیگر اقوام اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کررہی ہیں۔ انہیں محاسن سے اپنوں کو فائدہ پہونچانے کے لئے یہاں گریز کیا جاتا ہے ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

جیسا کہ اپنے پہلے مضامین میں ہندوستانی صنعت فلم سازی کے عیوب و نقائص اور محاسن بالفصاحت بیان کرچکا ہوں جن کے باعث ہندوستانی فلمیں تحت ذلت میں پڑی ہوئی ہیں کہ ہمکو خود انکو دیکھکر شرم آتی ہے۔ فلم کے لئے فلمی افسانے مناظر مکالمے، عکاسی، صدا بندی، تدوین، سٹینگ ایڈیٹنگ اور ماہر تجربہ کار ڈائرکٹروں کی ضرورت پر بھی کافی روشنی ڈالی جاچکی ہے اور ان جملہ ضروریات و لوازمات فلم کی اہمیت پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اگرچہ نمائش گاہوں کی تعمیر، تصاویر کی تیاری، نئی کمپنیوں کا قائم ہونا برابر جاری ہے اور ہر نئی کمپنی بیانگ دہل یہ اعلان کرتی ہے کہ ہمارا مقصد اخباری، تعلیمی، تمدنی، معاشرتی، تاریخی وغیرہ وغیرہ فلم تیار کرنا ہے۔ اور جب ان کا موعودہ شاہکار مارکیٹ میں آتا ہے تو یہ دیکھکر انتہائی حیرت ہوتی ہے کہ اپنے اعلان اور مقاصد کو پس پشت ڈال کر انہوں نے بھی دوسروں کی کورانہ تقلید کی۔

فلم میں اسٹیج ایکٹنگ دیکھکر ڈائرکٹروں کی ناتجربہ کاری پر بے اختیار فاتحہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے باوجودیکہ ہر ڈائرکٹر اس بات سے بوجہ احسن واقف ہے کہ وہ کسی تھیٹریکل کمپنی کے ایکٹروں کو نہیں بلکہ ایک فلم ساز کمپنی کے آرٹسٹوں کو ڈائرکیٹ کررہا ہے لیکن وہ اپنے گذشتہ تھیٹریکل ڈائرکیشن کے تجربہ کو اتنا وسیع اور مکمّل سمجھے ہوئے ہے کہ اُسے فلم ایکٹنگ اور اسٹیج ایکٹنگ میں ذرا بھی تمیز نہیں۔ بعض سینما جانے والے حضرات جو سینما دیکھتے دیکھتے بزعم خود اپنے آپ کو ایک اچھا نقاد تصور کرنے لگے ہیں عموماً

یہ کہتے ہوئے سُنے گئے اور اُن کی تنقیدوں کے مطالعہ کا بھی موقع ملا کہ فلاں ایکٹر و ایکٹریس کی ایکٹنگ میں یہ خرابی تھی وہ خامی تھی وہ (Over acting) اور ایکٹنگ کر رہا تھا اور اُس کی جذبات نگاری کچھ متاثر نہیں کر سکی ہے انہیں یہ معلوم نہیں کہ اچھی بری کردار نگاری کا ذمہ دار ڈائریکٹر ہے نہ کہ ممثلین۔ میں ممثلین سے بھی عرض کروں گا کہ اپنے کیریکٹر کی جذبات نگاری میں وہ خود بھی قوتِ متخیلہ سے کام لیں اور اپنے پارٹ کے مطالعہ کے وقت ایک ایک لفظ کی گہرائیوں میں پہونچ جائیں۔ ہندوستان میں ایسے آرٹسٹوں کی اکثریت ہے جو ”ایکٹنگ“ کی تعریف بھی نہیں کر سکتے سے واقف ہوں اور جنہیں صنعت سینما کے متعلق عشر عشیر بھی معلوم نہیں لیکن ان کو ”ماسٹر“ اور ”اسٹار“ بنا دیا گیا ہے ممثلین اس وجہ سے بھی قابل معافی سمجھے جاتے ہیں کہ انہیں ریہرسل میں جیسی تعلیم دیجاتی ہے وہی کیمرے کے سامنے ادا کرتے ہیں۔ الغرض فلم کے عیوب و محاسن کی ذمہ داری تمام تر ڈائرکٹر پر عاید ہوتی ہے۔ اولاً تو ہمارے یہاں صنعت فلم سازی کے مجوزہ اصولوں کی پابندی نہیں کی جاتی اور اگر کچھ پابندی کی بھی تو رات دن ریہرسل میں ایک کرکے جلدی جلدی ڈرامہ کی فلم بندی شروع کر دی گئی۔ جس کا نتیجہ وہی ”آدھا تیتر آدھا بٹیر“ والا مضمون رہا۔ چنانچہ بعض نگارخانے تو اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ انہوں نے پورا فلم دو ڈھائی ہفتے میں تیار کرکے مارکیٹ میں پیش کر دیا۔ اس ضمن میں نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ کا حوالہ دوں گا جس کی طرف سے سال بھر میں دو بہت اچھے فلم کی پیشکش ہوتی ہے۔ حقیقتاً ان کا یہ طرز عمل دوسری فلم ساز کمپنیوں کے لئے میدان فلمسازی میں قابل تقلید اور شمع ہدایت ہے اگرچہ ایک سال فلم کے لئے بہت کافی اور کافی سے زیادہ ہے مگر دوسری فلم ساز کمپنیاں دو، دو ہفتے کے بجائے اگر دو ماہ یا زیادہ سے زیادہ چار ماہ میں بھی ایک ڈراما تیار کریں تو یقیناً اُن کے فلم پہلے سے اچھے ہوں گے۔

ان محولہ فوق نقائص اور خامیوں کو دور کرکے ہندوستانی صنعت فلم سازی کو بلند اور قابل افتخار معیار پر لانے کے لئے سرمایہ کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے۔ اگرچہ ہمارے فلم سازوں کے پاس سرمایہ کے بہت محدود ذرائع ہیں اور جب غیر ممالک کے فلم سازوں کے ذرائع اور سرمایہ سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو بالکل ہی محدود معلوم ہوتے ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ ہر چیز کے لئے پیسہ کی ضرورت ہے اور بغیر پیسہ کے ہندوستانی صنعت فلم میں نمایاں ترقی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ ہمارے دیسی فلم ساز اُتنے قیمتی کیمرے اور آلات صدابندی اور دیگر سامان مہیا نہیں کر سکتے جن کا استعمال بیرونی فلمساز کے نگارخانوں میں ایک معمولی بات ہے یہاں تو ہر ڈھا... شاٹ کے دونوں سروں پر کسی قدر زاید اور فاضل فلم لینے سے بھی گریز کیا جاتا ہے حالانکہ یہ فلم ایڈیٹر کے لئے بے انتہا ضروری چیز ہے اس لئے کہ وہ فلم کو کاٹ چھانٹ کر انہیں تناسب پیدا کرتا ہے الغرض اچھے فلمی افسانے اچھے آرٹسٹوں ماہر اور تربیت یافتہ ڈائریکٹروں مکمل اور بہترین مشنری قابل العزم نگارخانے کیلئے روپیہ کی ضرورت ہے۔

امپیریل فلم کمپنی کے

بہترین اور شاندار کارنامے

چلتا پتلا

جیمس مس دلاری۔ غزنوی
مکٹ۔ سید احمد۔ عبدل۔ غلام
رسول۔ داتار۔ وغیرہ نے
کام کیا ہے

غلام ڈاکو

جیمس مس روزی۔ غلام محمد
غزنوی۔ زلو۔ سید احمد وغیرہ نے
بہترین کام کیا ہے

بہت جلد
آپ کے شہر کے مشہور سینماؤں میں
آرہے ہیں

شان ہندوستان

جیمس مس روزی۔ اور کمار
وغیرہ نے بہترین کام کئے ہیں

ڈائرکٹر:۔ چودھری

انارکلی

جیمس مس سلوچنا۔ ڈی۔ بلیموریا
زلو وغیرہ نے کام کیا ہے

ڈائرکٹر:۔ چودھری

بکنگ کا پتہ:۔ جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

معیار

از۔ جناب محمد صادق صاحب ضیا سیمابی (بی-اے)

آجکل میرا دماغ معیاروں کا فانوس خیال بنا ہوا ہے اور میں مختلف معیار مختلف ذہنی قوتوں سے پرکھ رہا ہوں، تنقیدی معیار، تفریحی معیار، تعلیمی معیار، ازدواجی معیار، معیار زندگی، اخلاقی معیار وغیرہ وغیرہ۔ اسی معیار گردی میں کل اڈیٹر صاحب عکاس کا خط ملا۔ میرے لئے حکم تھا کہ مجھے عکاس کے لئے مضمون لکھنا پڑے گا۔

اس حکم کے سنتے ہی ذہن میں فلمی معیار بھی گھومنے لگا اور میں اسی کے متعلق صحبت امروز میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ فلموں کی قبولیت اور رواج نے پبلک اور خود فلم سازوں کو یہ سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا کہ آرٹ کے دوسرے شعبوں کی طرح فلم سازی، فلم ایکٹنگ اور فلمی مضامین کا بھی کوئی معیار قائم ہونا چاہیئے۔ فلموں کے رواج اور قبولیت کے بعد یہ ناممکن تھا کہ ہندوستان میں فلمی لٹریچر کی پیداوار نہ ہو لیکن جس طرح مختصر افسانہ نویسی کا رجحان مغرب سے مشرق میں آتے ہی خط مبحث کا شکار ہو گیا اسی طرح تمام متعلقات فلم میں افراط و تفریط سے ایک قسم کی ناہمواری اور کم معیاری پیدا ہو گئی۔

فلم سازی کا معیار اس فن کے صناع اور ماہر زیادہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں اسی طرح فلم ایکٹنگ اور فلم سے متعلق دوسری اداکاریاں بھی فن تمثیل و اداکاری کے جاننے والوں سے زیادہ کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن جب فلم اپنی مجموعی صورت میں مکمل ہو کر پردۂ سیمین پر نمودار ہو جاتا ہے تو اب اس پر تنقید کرنا ان لوگوں کے لئے لازم آتا ہے جو اسے مختلف نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور مختلف معیاروں پر جانچتے ہیں اور ادب میں تنقید کی بہت کمی ہے اس کی شکایت عام ہے لیکن فلم آرٹ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس پر جتنے مضامین لکھے جاتے ہیں وہ سب کسی نہ کسی صورت سے تنقیدی ہی ہوتے ہیں۔ یوں سمجھنا چاہیئے کہ تنقید صرف آرٹ کے لئے مخصوص ہو کر رہ گئی ہے۔ فن تنقید فی الحقیقت ایک بہت مشکل فن ہے جو تصنیف سے الگ ایک مستقل چیز ہے۔ لیکن فلم آرٹ میں صورت پذیر ہو کر اس فن کی جتنی مٹی پلید ہوئی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔

ان تنقیدوں کا نہ تو کوئی معیار ہوتا ہے اور نہ ان کا کوئی اساس۔ اکثر فلمی مضمون لکھنے والے فلمی رسائل کے صفحات مصور سے بہت زیادہ متاثر ہو کر شخصیات کی تنقید پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی صرف دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو مخالفت یا موافقت اور دوسری "تدبیر کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے"۔ یہی سبب ہے کہ کوئی مضمون ذاتیات اور شخصی تعارف اور تعریف یا تنقیص اور توہین سے خالی نہیں ہوتا۔ فلم آرٹ کا تعلق بیشتر خواتین سے ہے اور خواتین ہندوستانی معاشرت کا ایک اہم

"جزو لذیذ" بن گئی ہیں کہ ــ

جب ان کا ذکر آتا ہے کلیجہ تھام لیتے ہیں

رحجانِ معاشقہ اور جذبۂ تخریب یہ دو ہی چیزیں مرد ہندی کی فطرت میں ایسی ہیں جو اسے ادیب، شاعر، فلاسفر مصور، غرضکہ ہر لباس اور ہر پردے میں غیر شاعر، غیر ادیب اور غیر مصور بنا دیتی ہیں۔ ہم نے اپنے جذبات نفسانی کو اپنے ادب میں شریک کرکے ادب کو بہت زیادہ نقصان پہونچایا ہے ایک وہ ادیب جو سمندر کے کنارے ایک پُرفضا کوٹھی میں مسندِ مکلف پر بیٹھ کر فرزندانِ ہند کی اخلاقی تعمیر بہ آسانی کرسکتا ہے جب فلمی ڈرامہ لکھنے پر آمادہ ہوتا ہے تو اسکی تمام قوتیں اس مرکز پر مرتکز ہوجاتی ہیں کہ ہندوستانی نوجوانوں کے جذبات کو فلمی ڈرامے کے لفظوں اور کیرکٹروں میں سمیٹ کر کس طرح ان کی تخریب کا سامان کیا جائے ؟ اس کا ڈرامہ جب اسٹیج یا پردۂ فلم پر آتا ہے تو عوام کے ساتھ وہ لوگ بھی اس کے جلوہ ہائے رنگا رنگ سے متاثر ہوجاتے ہیں۔ جن کا فرض یہ تھا کہ وہ متانت اور سنجیدگی کے ساتھ تنقیدی نگاہ ڈال کر دودھ اور پانی کو الگ کردیں۔

اختلافِ خیال کا حال یہ ہے کہ جب دو نوجوان ایک ہی سینما ہال میں بیٹھ کر ایک ہی فلم دیکھتے ہیں تو ان میں سے ایک ایکٹر کی تعریف یا تذلیل میں منہمک نظر آتا ہے اور دوسرا مناظر کی نظر نشینی میں کھو جاتا ہے ہال سے باہر نکل کر جب بحیثیت مجموعی فلم پر تنقید کا خیال پیدا ہوتا ہے تو وہی مناظر اور وہی تصویریں سامنے آجاتی ہیں اور آرٹ کی لطافت بدستور آنکھوں سے نہاں رہتی ہیں۔

اب ان لوگوں کو لیجئے جو فلم کا تماشہ فلمی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ حقیقتاً تنقیدی نقطۂ نظر سے کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ لوگ تنقید کا ایک معیار قائم کرکے عوام کی رائے سے الگ ہوکر فلموں پر تنقید کریں تو بہت سے تاریک پردے اٹھائے جاسکتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ رسائل اور اخبارات میں جتنے مضامین فلم سے متعلق شائع ہوتے ہیں ان سب کا موضوع فلمی ڈراما ہوتا ہے۔ کیرکٹر نے کیا کام کیا؟ ڈائرکٹر نے کیسا بنایا؟ مصور نے منظر کشی میں کیا کمال دکھایا؟ ڈرامہ لکھنے والے نے کس کیرکٹر کو کامیاب بنانے کی کوشش کی اور کس کی دانستہ مٹی پلید کی؟

میں پوچھتا ہوں کہ کیا ان لوگوں کے سامنے فلم کے متعلق علمی اور فنی معلومات نہیں ہیں۔ باور فرمائیے کہ کسی چیز کی نفسیات پر تنقید کرنا ہوا میں تیر چلانے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اگر میرا یہ نظریہ غلط ہے تو میں ناقدین فلم کو چیلنج کرتا ہوں وہ مجھے بتائیں کہ دس سال میں انہوں نے جتنی تنقیدیں فلم ایکٹروں فلم ایکٹرسیوں اور فلمی ڈرامہ نویسوں پر کی ہیں ان کا کیا نتیجہ ہوا؟ کیا سینما کے پردوں سے ہوسناک بوسوں کے نشان مٹ گئے ہیں کیا کسی تاریخی فلم سے شاہان ہند کی توہین کا پہلو علیحدہ کردیا گیا ہے۔ کیا موجودہ فلموں کے ذریعہ بداخلاقی کے جراثیم نہیں پھیلائے جارہے ہیں۔ اور کیا کسی فلم پر تنقید کرنے والے یا فلمی دنیا میں اصلاح کے کسی حامی نے اس کی نگرانی کی زحمت اٹھائی ؟

جب تیر کمان سے نکل جاتا ہے تو آپ اپنے دل پر ایک زخم محسوس کرتے ہیں لیکن جب تک تیر ترکش میں

رہتا ہے کسی خدا کے بندے کی زبان سے یہ نہیں نکلتا کہ

کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو

جب ناکارہ تنقید اور کم معیار مضامین کا ماحصل یہ ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ناقد اپنا وقت اور صاحب رسالہ کاغذ، کتابت اور چھپائی وغیرہ میں متاع کثیر کیوں ضائع کرتا ہے؟

فلم سازی کا پہلا مرکز یورپ ہے۔ گو وہاں فلمی رواج کو ابھی ایک صدی بھی نہیں گذری لیکن ہر شو لائبریری میں فلم آرٹ کے متعلق بہترین مستند کتابیں پائی جاتی ہیں۔ اس کے برخلاف ہمارا ہندوستان اس وقت تک اس قابل نہ ہو سکا کہ فلم آرٹ کی کوئی ایک کتاب بھی ویسی پیش کر سکتا جو مغربی ناقدین و ماہرین فلم کے سامنے افتخار کے ساتھ رکھی جا سکے فلم کے متعلق علمی نظریہ کا یہ فقدان ہمارے ناقدین فلم کی لاپرواہی اور ناشنوائی کا ایک خطرناک نتیجہ ہے۔ فلمی رسالے آج ہر صوبے کے اکثر شہروں سے شائع ہو رہے ہیں لیکن سب کا معیار ایک ہے۔ وہی تصویریں وہی ذاتی تعارف، وہی پھُس پھُسے مضامین وہی غیر متعلق مباحث اور وہی تو تو میں میں ہر رسالے میں ایک ہی تصویر مدتوں گھومتی رہتی ہے ہر ایکٹرس اپنے زنگار رنگ لب سوں اور دل نشین نشستوں کے ساتھ کبھی کشادہ گیسو اور کبھی تبسم کبھی کرسی پر افتادہ اور کبھی پھولوں میں آلودہ، نوجوانانِ وطن کے لئے دراصل تخریب کا ایک درپردہ پیغام رنگیں ہوتی ہے۔ جو آج تصویر دیکھتا ہے وہ کل صورت دیکھنے کا آرزومند بھی ہو جاتا ہے لیکن یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ ایک ہی تصویر کی بار بار نمائش سے صاحب رسالہ کا مقصد کیا ہے؟ اور

وہ ہمارے جذبات سے کیوں کھیلنا چاہتا ہے

یہ دیکھنے کی چیز دکھانے کے لئے ہے

لیکن اس کے برعکس انگریزی رسائل میں فلم کے متعلق کافی علمی مواد موجود ہوتا ہے اگر ہمارے ناقدین فلم مضمون لکھنے سے پہلے ان ہی مضامین کا مطالعہ کر لیا کریں تو ان کی تنقید و توضیح کا معیار قائم ہو سکتا ہے۔

ایک سال سے کم عرصہ ہوتا ہے کہ میں نے فلمی رسائل میں مطلق ایکٹرسیوں کی تصویریں شائع کرنے کے خلاف آواز بلند کی تھی اور مدیرانِ رسائل کو اپنے ذاتی خطوط میں اس کے متعلق توجہ دلائی تھی۔ میں خوش ہوں کہ میری آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہوئی اور اب نگارخانۂ نسائیت کے ساتھ ساتھ مردوں کی تصویریں بھی شائع ہونے لگی ہیں۔ مجھے بڑی مسرت ہوگی اگر میرے اس مضمون کے بعد فلمی رسائل میں علمی مسائل کا بھی آغاز ہو جائے۔ میں اپنے آخری امتحان سے فارغ ہونے کے بعد اپنی پوری قوتوں کے ساتھ فلمی نقائص کے ازالۂ و انسداد کی طرف متوجہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں جیسا کہ میرے بعض احباب نے مجھے آمادہ کیا ہے

نگار رہا ہوں مضامین نو کے! سنبار
خبر کرو مرے گلشن کے خوشہ چینوں کو

ضیا

زندان کی عرق ریزی صحرا سے نہ کچھ کم تھی
ماتھے کے پسینے کو خون کف پا جانا

آرزو لکھنوی

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کے مایۂ ناز شاہکار کا خلاصہ

منزل

دُنیا مین محبت سب کرتے ہین، مگر عورت واقعی محبت کرتی ہے کیونکہ وہ محبت کرنا جانتی ہے جس سے اسکو محبت ہوتی ہے اسپر سب کچھ قربان کر دیتی ہے، مان باپ کی مخالفت، دولت کا لالچ، آنیوالے وقت کی تکلیفین، اسکی محبت کی دنیا مین حائل ہوتی ہین مگر عورت کسی کی پرواہ کئے بغیر اپنے "مرکز محبت" پر پروانہ وار نثار ہو جاتی ہے، ہر زمانہ نے ایسے واقعات دیکھے ہین۔

اَچلا کدار بابو کی تعلیم یافتہ لڑکی تھی کدار بابو کسی وقت بڑے آدمی تھے، دنیا اور دنیا والے ان کی بڑی عزت کرتے تھے، وہ معزز تھے اور زمانہ کے سرد و گرم سے آگاہ بھی، وقت کے ساتھ ساتھ دولت بھی ڈھلتی گئی۔ اور اب کدار بابو مقروض ہو گئے تھے مگر ایک ایڈوانس سوسائٹی کے فرد ہونیکے باعث انکی عزت مین کمی نہین آئی تھی، اچلا کی تعلیم اچھی ہوئی تھی، وہ شوخیون کی ملکہ تھی، تھم ایک دیہات کا باشندہ مگر گریجویٹ ہونے کے باعث بہت زیادہ روشن خیال تھا، وہ اکثر فلسفیانہ خیالات مین غرق رہتا تھا۔ لوگ اسکو فلاسفر کہتے تھے۔ لیکن تھم غریب ہونیکے باوجود محبت کے بارے مین بڑا خوش نصیب تھا۔ وہ اچلا سے اور اچلا اس سے محبت کرتے تھے، دونون آزاد خیال تھے۔ دونون کے دل مِل گئے تھے۔ محبت کی دیوی مہربان تھی، انکی زندگی ایک زندگی تھی۔ تھم کا ایک دوست

(منزل کا ایک سین)

''سرش''، جو تعلیمیافتہ تو ضرور تھا۔ مگر بڑا دقیانوسی خیالات کا مالک تھا۔ وہی رسم و رواج کی جکڑبندیان، وہی فرسودہ روایتین اسکو از بر تھین جو اکثر پرانے خیالات کے لوگ اپنے پیش نظر رکھتے ہین۔ سرش جانتا ہی نہ تھا کہ محبت کیا چیز ہے، اور یہ واقعہ بھی ہے کہ قدرت نے اُسے ایسے دل کا مالک بنایا تھا جو حسن و عشق کی داستان سمجھ ہی نہین سکتا تھا۔ وہ عورتون سے نفرت کرتا تھا اور اسی لئے آج تک اس نے کسی عورت کو اپنا مخاطب ہی بنایا۔ وہ اکثر اچلا کی تعریف مہم کی زبانی سنکر اچلا سے جلنے لگا تھا اور مہم کو تو وہ پاگل ہی سمجھتا تھا، کہ یہ عشق عاشقی کیا بلا ہے۔ مہم اچلا کا ذکر تعریف کے ساتھ کرتا تھا اور سرش مہم کا مذاق اڑاتا تھا۔ مہم کو وہ ہمیشہ محبت کرنے اور شادی کے خیال خام کو ترک کرنے کی ہدایات دیا کرتا تھا۔ مہم پر سرش کے بڑے احسانات تھے، اس لئے مہم خاموش رہتا تھا اور یہ واقعہ ہے کہ سرش مہم کا دوست تھا۔ اور صرف محبت کے جذبات نا آشنا ہونے کی بنا پر مہم کو اس شادی سے بچانا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مہم کی شادی اچلا کے ساتھ ہو جانے سے مہم پر مصیبت آجائے گی۔ اسکی آمدنی کم ہے۔ کہان سے خود کھائیگا کہان سے بیوی کو کھلائیگا۔ سرش برابر اسی فکر مین لگا رہتا تھا کہ مہم کی شادی نہ ہو، اور یہی اس کا منشا رہتا تھا۔ جب مہم کو سمجھانے بجھانے مین ناکامی ہوئی تو اس کے دماغ نے ایک نئی صورت پیدا کی کہ اچلا سے ملے اور کدار بابو کے ذریعہ شادی کی روک تھام کرے اسلئے کہ کدار بابو کو یہ نہین معلوم تھا کہ مہم ایک غریب گھر کا لڑکا ہے آخر کار ایک دن آہی گیا کہ محبت نا آشنا سرش اچلا کے یہان گیا، اس کا یہ ارادہ تھا کہ وہ مہم کی شادی اچلا سے نہ ہونے دے لیکن قطعی خیال تک نہ تھا کہ وہ اچلا سے ملنے کے بعد وہ خود اس کا گرویدہ بن جائیگا، وہی ہوا، جو ہونا چاہیئے تھا اور نا آشنا دل، خوگر محبت بن گیا، اس نے اچلا کی تصویر اپنے دل کے مندر میں رکھ لی۔ اچلا کی طرف سے نفرت اور حقارت

(منزل کا ایک سین)

کے جذبات فنا ہوگئے۔ آچلا کی خوش اخلاقی اور دلفریبی نے ہترش کو بندہ بنالیا۔ پیکرِ نسائیت آچلا ہر طرح سے ہترش کی قدر و منزلت کرتی تھی اِسلئے کہ وہ تھم کا دوست تھا۔ اسکی محبت تھم اور صرف تھم کے لئے تھی، ہترش حقیقت ناآشنا ہترش دلفریب دھوکہ مین مبتلا ہوگیا۔ کدار بابو ہترش کو خوش آمدید کہنے لگے۔ اِسلئے کہ انکو اپنی لڑکی کیلئے ایک دولتمند داماد کی ضرورت تھی۔ ہترش دولت کی گود مین پرورش پایا ہوا نوجوان تھا، وہ کدار بابو سے ملا اور ملتے ملتے ایک دن یہ کہہ گذرا کہ تھم غریب ہے، آپ اپنی لڑکی کو کہان دے رہے ہین؟

(منزل کا ایک سین)

وہ خود کیا کھائیگا؟ آچلا کو کیا کھلائیگا؟ کدار بابو کو تھم کی غریبانہ زندگی کا پہلی مرتبہ علم ہوا۔ اور اب وہ غریب تھم سے ناراض ہوگئے کدار بابو عجیب فطرت کے انسان ہین۔ انکو ذراسی بات پر غصہ آجاتا ہے اور ذراسی بات پر دھیمے ہوجاتے ہین، کدار بابو تھم کی طرف سے اپنے خیالات ہٹا لیتے ہین۔ انکو یہ اچھی طرح علم ہے کہ ہترش امیر ہے، اب انکی تمام کوشش ہے کہ ہترش کے ساتھ آچلا کی شادی ہوجائے، ایسی صورت مین دو فائدے ہون گے اول آچلا کی زندگی آسودگی سے گذرے گی۔ دوسرے خود انکی قرضداری بھی ختم ہوجائے گی۔ ایک روز کی بات ہے کہ کدار بابو اپنی قرضداری کا تذکرہ ہترش سے کر رہے تھے، لیکن روپیہ مانگتے نہین تھے۔ ہترش ان کا مطلب سمجھ جاتا ہے اور روپیہ دیدیتا ہے۔ اب کدار بابو کیلئے ہترش سے اچھا کوئی نہین ہے اور وہ ہترش سے بہت خوش ہین۔ ہترش برابر آتا جاتا ہے۔

آچلا کی محبت تھم کیلئے تھی۔ تھم کی زندگی آچلا کیلئے۔ واقعات اپنے اوراق جلد جلد پلٹتے ہین۔ اور ہترش کو ناامیدی ہوجاتی ہے۔ وہ اپنے روپے کا تقاضہ کدار بابو سے کر بیٹھتا ہے۔ کدار بابو خلاف امید اس حرکت کے باعث ہترش سے ناراض ہوجاتے ہین، تھم اور آچلا کو قسمت ملادیتی ہے، اور دونون صاف دِلی سے ہترش کو معاف کرتے ہوئے بھول جاتے ہیں، آچلا شہر کے ہنگامہ آرا زندگی کو چھوڑ کر اپنے پریمی کے چرنون مین "دیہاتی زندگی"

بسر کرنا پسند کرتی تھی، دولت مند باپ کی تعلیمیافتہ بیٹی، غریب شوہر کے دل کی حکمران ملکہ دیہات کی تکلیفین، پیسے کی کمی، باپ کی جدائی، سب کچھ برداشت کرلیتی ہے، مگر نہین برداشت کرتی ہے تو مرنال کو جو مہم کی ایک عزیز تھی۔ اسکی شادی ایک بوڑھے سے ہوئی تھی، اور مرنال اپنی سادگی، بھولے پن اور تہذیب جدید کی عدم واقفیت کی بنا پر تھم سے ہنسی مذاق کرتی رہتی تھی۔ آچلا مرنال سے جلنے لگی، اس کے دل مین مرنال ایک کانٹا بن کر کھٹک رہی تھی۔ اور مرنال کو وہ ایک ذرا بھی پسند نہین کرتی تھی۔ تھم کے فلسفیانہ طرز زندگی نے مہم کو خاموش رکھا۔ اسکو چاہیئے تھا کہ وہ مرنال کی سادگی اور دیہاتی معاشرت سے آچلا کو آگاہ کردے۔ مگر اس نے کچھ بھی نہ کیا۔ نہ آچلا کو تسکین دی، نہ غلط فہمی سے باہر نکلنے کیلئے کہا۔ اور نہ مرنال کی حقیقت حال بیان کی

آچلا کے دل مین چنگاری سلگتے سلگتے آتش فشان پہاڑ بن گئی، اور سُریش کے اتفاقاً پہنچ جانے سے طوفان برپا ہوگیا۔ آچلا نے سُریش کو اپنا ہمدرد پایا۔ ایک رات گھر کی چھت جو دن کو دھوپ اور رات کو اوس سے بچاتی تھی۔ آگ لگنے کے باعث گر گئی۔ مہم کے گھر آگ لگی ایسی آگ جسکا بجھنا مشکل تھا۔ آچلا نے تھم سے شہر چلنے کو کہا۔ تھم دیہات چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا۔ گھر کی بربادی کے ساتھ ساتھ دونون نے اپنا طرز عمل بدل دیا۔ آچلا تھم کو چھوڑ کر سُریش کے ہمراہ کدار بابو کے پاس چلی آئی۔ کدار بابو آچلا کے اس طرح آنے پر سخت ناراض ہوئے نہ صرف آچلا پر بلکہ سُریش پر بھی۔ کدار بابو کہتے ہین کہ تم نے یہ کیا حرکت کی؟ اور آچلا سے کہا کہ سُریش کے ساتھ کیون چلی آئین لوگ تم کو کیا کہین گے؟

تھم کی بیماری ایک مرتبہ اس افسانہ کو پھر دہراتی ہے۔ تھم بیمار ہو کر سُریش کے یہان رہتا ہے۔ کدار بابو بھی جاتے ہین اور آچلا پر اکثر ناراض ہوتے رہتے ہین کہ وقت سے دوا نہین دی ہو، بیمار کا خیال نہین رکھتی ہو۔ آخرکار پیہم کوششون کے بعد تھم اچھا ہوجاتا ہے اور تبدیل آب و ہوا کیلئے کدار بابو اور آچلا کسی پہاڑی مقام پر تھم کو لیجاتے ہین

سُریش آچلا کے بغیر زندگی گذارنا مشکل سمجھتا ہے۔ اور گھر سے خلاف امید یہ فیصلہ کرکے عین گاڑی کی روانگی کے وقت شریک سفر ہوتا ہے، سُریش کا آنا

منترل کا ایک سین

(منزل کا ایک سین)

سب کو ناگوار گذرتا ہے، خصوصًا کدار بابو بہت برافروختہ ہوتے ہین اور انکا اظہار ناراضگی عجیب و غریب ہے، اور سرتش یہ سمجھے ہوئے ہے کہ اچلا کو ضرور اس سے محبت ہے، وہ اپنے کو اچلا کا مستحق سمجھتا ہے وہ اچلا کو چھین لینا چاہتا ہے، اور اب اپنے لئے اچلا کو حاصل کرنا کوئی عیب بھی نہین خیال کرتا ہے۔ اس کے دل مین ایک طوفان برپا ہے، اضطراب کی موجین روان ہین، ریل جارہی ہے، آندھی، طوفان پانی، ہوا، پہاڑ، اور دریا گذرتے جاتے ہین۔ لیکن مہم کی بدقسمتی کا دور کسی طرح نہین گذرتا، مہم بہت آرام سے سفر کر رہا ہے، اسکو مسرت ہے کہ اسکی شریک حیات اچلا سفر مین ساتھ ساتھ ہے، اچلا بھی بہت خوش ہے کہ مہم تندرست ہوگیا، اور ریل کے سفر مین زندگی کے سفر کی طرح رہنمائی کرتا ہوا "منزل" تک ساتھ ہے، کدار بابو بھی خوش ہین کہ داماد اور بیٹی آرام سے ہین، لیکن سرتش کے سینہ مین لاوا ابل رہا ہے۔ وہ اپنے جذبات کو چھپانے سے قاصر ہے۔ اسکی طاقت ضبط چھن گئی ہے اور قوت امتیاز باقی نہین رہی۔

ایک درمیانی اسٹیشن پر سرتش گاڑی بدلنے کے بہانے اچلا کو لیکر اتر جاتا ہے اور مہم بے خبری کی حالت مین چلا جاتا ہے، وہ ناآشنا دوست دوستی کو قتل کر دیتا ہے، محبت ناآشنا دل اندھا بن جاتا ہے، درد ناآشنا سرتش مہم کے جذبات کو ہلاک کر دیتا مشرقی زندگی کا آفتاب گہن مین آجاتا ہے، تہذیب روتی ہے اخلاق ماتم کرتا ہے۔ کس لئے؟ ——

اس لئے کہ لڑکپن کا ساتھی، محسن دوست، آج وہ سب کچھ کر رہا ہے جس کی امید نہ تھی۔ اچلا نے جلد اپنی جگہ معلوم ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ کہان ہے۔ کدھر جارہی ہے، اس کے ضمیر نے آواز دی کہ وہ ایک گری ہوئی عورت ہے، آسمان کی بارش، ہوا کے جھوکے پکار پکار کر اس کے کانون مین آواز دے رہے تھے کہ اچلا تو منزل سے کس قدر دور جارہی ہے، تیرا راستہ غلط ہے، تو راہ بھٹک گئی، معصومیت کے دلکش مجسمہ نے اپنی روح مین انقلاب محسوس کیا، اور اسکو بجز خدا کے سامنے اپنی بے گناہی پیش کرنے کے اور کوئی طریقہ نظر نہ آیا، اچلا نے آنکھین آسمان کی طرف کرلین اور وہ اپنی صفائی دل کے ساتھ قدرت سے مخاطب ہوگئی —— سرتش کو بھی اپنی نامراد حرکت پر احساس ذمہ داری ہوا —— اور وہ شرمندگی و ندامت کے سمندر مین غرق ہوگیا ——

"مہم سفر مین ہے، مگر اچلا کی جدائی سے ناواقف"

''اچلا کی معصومیت اور ترش کی غداری سے ناآشنا'' وو زمانہ کی بیوفائی اور منزل کی دوری سے بے پرواہ'' ——— وقت کے ساتھ ساتھ منزلین طے ہوتی جارہی ہین، اچلا بھی آگے بڑھ رہی ہے اور تھم بھی ——— انسان اپنی زندگی کے سفر مین واپس نہین آتا، تھم کی واپسی بھی ناممکن ہے۔ اور اچلا کی واپسی بھی مشکل ——— مگر قسمت دونون راستون کو پھر ایک مرتبہ ملاتی ہے ———

غزل

دوست نے دل کو توڑ کر نقشِ وفا مٹا دیا
سمجھے تھے ہم جسے خلیل کعبہ اُسی نے ڈھا دیا

کیسی جفا، کہان کا رحم، انکو مزہ ہے چھیڑ کا
آپ ہی پوچھے اشکِ غم آپ ہی پھر رُلا دیا

نالے ہین دلستان تو پھر، آہین ہین برچھیان تو ہون
ہم تو خموش بیٹھے تھے آپ نے کیون ستا دیا

بس یہ ہے انکے سامنے ہستی و نیستی مری
جیسے زمین پر ایک خط کھینچ کے پھر مٹا دیا

سمجھا تھا جس شباب نے عشق کو لطفِ زندگی
عشق نے اس شباب کو خاک ہی مین ملا دیا

خوں شدہ دل اگر نہین پھر ہے یہ اشک سرخ کیا
اب بھی نہ تم یقین لاؤ آنکھ سے تو دکھا دیا

بزم سے اسکی آرزو آتے ہو تم جو شاد شاد
مژدہ ہمین بھی دیتے جاؤ دل جو لیا تو کیا دیا

(علامہ آرزو لکھنوی)

ہملٹ یا خون کا خون

اسٹیج فلم کمپنی کا عدیم النظیر شاہکار - جو اپنی نوعیت کا لاجواب فلم ہے - اس کا افسانہ انگلستان کے مشہور ڈرامہ نویس شکسپیر کی معرکتہ آلارا تصنیف ہے - سنسنی خیز واقعات - شاندار اداکاری - زرق برق لباس - دلکش سین سنیری - وجد آگین رقص - اور دلونکو مسحور کرنے والے گانے ———

بلند معیار فوٹوگرافی - صاف اور واضح صدابندی پاکیزہ زبان ——— اداکاران خصوصی :-
سہراب مودی - مس شمشاد - مس نسیم - فقر محمد - فضل کریم - رام پیاری - گوہر وغیرہ + بکنگ کیلئے پتہ:
بھاکت فلم ایکسچینج ۲۲، امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ - تربھون روڈ بمبئی - ۵ آرمینین اسٹریٹ مدراس

لطائف

باپ (اپنے نوجوان بیٹے سے) رات کو تم کہین موٹر سے گئے تھے ؟
بیٹا۔ ”جی ہان“ میرے کالج کے چند طالب علم دوست آگئے تھے ان کیساتھ گھومنے گیا تھا۔
باپ۔ ہان۔ آج صبح مجھے موٹر مین پوڈر کا ڈبہ اور ہونٹون پر لگانے کی سُرخی ملی تھی۔

پبلشر (ناک بھون چڑھاتے ہوئے) آپکا مسودہ دیکھا کلام بہت مہمل ہے اسلئے مین دیوان شائع کرنیسے قاصر ہون کاش آپ شاعری کی بجائے کوئی دوسرا پیشہ اختیار کرتے ؟
شاعر۔ اگر مین دنیا مین کوئی اور کام کرسکتا تو شاعری کیون کرتا۔

ایک لڑکے نے دوسرے سے پوچھا ”یہ تمہاری واسکٹ کی جیب مین کیا ہے ؟“

دوسرے لڑکے نے اس سے کہا ”کسی سے کہنا نہین میری واسکٹ کی جیب مین بارود ہے، جب کبھی موٹا حامد ملتا ہے وہ میرے سینہ پر گھونسہ مارتا ہے اب مین نے بھی جیب مین بارود رکھ لی ہے، گھونسہ مارین گے تو بچہ کا ہاتھ صاف اڑ جائیگا“

ایک صاحب کھوٹا روپیہ بھنانے چلے، اتفاق سے انکا کمسن لڑکا بھی ان کیساتھ ہوگیا، ایک بساطی کے ہان پہنچے اس سے کچھ سودا خریدنے کے بہانے روپیہ اسے دیا، بساطی نے یہ کہکر روپیہ واپس کردیا کہ یہ تو کھوٹا ہے۔
آگے چل کر ایک اور دکان سے سودا لیا اور اسے روپیہ دینے لگے دکاندار نے روپیہ واپس کرتے ہوئے کہا ”جناب آپ دیکھتے نہین روپیہ تو کھوٹا ہے“
شخص مذکور نے اظہار افسوس کے طور پر کہا ”او ہو خبر نہین یہ روپیہ میرے پاس کہان سے آگیا“
ان کا لڑکا بولا ”ابا جان یہ وہی تو روپیہ ہے جو ابھی ابھی آپ بساطی کو دے رہے تھے“

ایک قاضی صاحب نے بڑھاپے مین ایک کمسن لڑکی سے شادی کرلی، قاضی صاحب کی پہلی بیوی کے لڑکے اپنی سوتیلی مان کو ”مان“ نہین کہتے تھے، کمسن بیوی نے خلوت مین قاضی صاحب سے اس کی شکایت کی۔
”قاضی صاحب نے فرمایا“
”انکی کیا مجال کہ نہ کہین، انکے باپ کو تمہین ”مان“ کہنا ہوگا“

ایک جیل کا افسر اعلیٰ قیدیون کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے متعدد اصلاحین کر چکا تھا وہ کھیلون کا بھی بہت شوقین تھا اور قیدیون کے لئے متعدد کھیلون کا سامان مہیا کر رکھا تھا، مگر ان تمام کوششون کے باوجود بھی قیدی غیر مطمئن اور افسردہ نظر آتے تھے۔ ایک دن اس نے سب قیدیون کو ایک جگہ جمع کیا اور انکو خطاب کر کے کہنے لگا
”مین نے تمہین خوش اور بہتر حالت مین رکھنے کیلئے کتنی کوششین کی ہین مگر تم لوگ اسکے باوجود ناخوش نظر آتے ہو، آخر تم چاہتے کیا ہو؟
ایک قیدی نے کہا ”ہم سے تین میل لمبی دوڑ لگوائیے“

فلمی ڈراموں کے اثرات

(از جناب مصطفیٰ حسین صاحب تاباں دہلوی)

صنعت فلمسازی نے جو ترقی کی ہے وہ محتاج بیان نہیں، اور ہندوستانی فلم کمپنیاں جس قسم کے ڈرامے بنا رہی ہیں اُن کے متعلق سوال ہوتا ہے کہ یہ ڈرامے ہمارے ملک کیلئے کہاں تک مفید ہو سکتے ہیں، کیا ان ڈراموں کو صحیح معنوں میں اصلاحی اور اخلاقی کہا جا سکتا ہے۔ جب کوئی نئی کمپنی کھلتی ہے تو بہتر سے بہتر ڈرامہ بنانے کا ارادہ کرتی ہے ڈرامہ بناتی ہے لیکن جب اُسے اخلاق اور اصلاح کی کسوٹی پر کسا جاتا ہے تو اس کے برعکس ہوتا ہے، اس میں حسن و عشق کے بے سر و پا قصے، اخلاق سے گری ہوئی ظرافت، جنگ و جدال کے مناظر یا نوجوانوں کے جذبات کو مشتعل کر دینے والے نیم برہنہ ناچ۔ غرض اس قسم کی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ اس قسم کے ڈراموں کو تجارتی حیثیت سے کامیاب کہا جا سکتا ہے مگر یہ اصلاحی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے کامیاب نہیں ہیں۔

فلمی ڈراموں کے بہت سے نقائص سے قطع نظر کر کے صرف دو ڈراموں کے متعلق لکھتے ہیں جن سے معلوم ہو گا کہ فلم کمپنیاں کس قسم کے ڈرامے بنا رہی ہیں۔

حال ہی میں بمبئی ٹاکیز کے پہلے فلم "جوانی کی ہوا" کو دیکھکر ہمیں حیرت و تعجب ہوا، اس میں دکھایا گیا ہے کہ ایک سیٹھ صاحب ایک لڑکے کو پالتے، پرورش کرتے ہیں، ان کے ایک لڑکی بھی ہے یہ دونوں جوان ہیں دونوں میں محبت ہو جاتی ہے، دونوں یہ چاہتے ہیں کہ ہماری شادی ہو جائے۔ مگر سیٹھ صاحب اپنی لڑکی کی شادی اس لڑکے سے نہیں کرنا چاہتے، بوڑھا ملازم سیٹھ صاحب کو سمجھاتا ہے مگر وہ اسکی نہیں سنتے اور لڑکی کی شادی کسی دوسری جگہ کرنے کا تہیہ کرتے ہیں، شادی کا کل سامان ہو جاتا ہے، برات بھی آجاتی ہے مگر عاشق و معشوق بیقرار ہیں، یہ دونوں عین شادی کے وقت اس بوڑھے ملازم کی مدد سے بھاگ جاتے ہیں، کیا ایسے بوڑھے ملازم سے یہ اُمید کیجا سکتی ہے کہ جس نے اس گھر میں بال سفید کئے ہوں جس نے اس دستر خوان کے ٹکڑے کھائے ہوں، وہ ایسے آقا کیساتھ یہ کارروائی کر سکتا ہے، یہ بات قرین قیاس نہیں ہے، عقل سلیم اس کا اچھی طرح اندازہ لگا سکتی ہے، اب ذرا غور کیجئے، اس منظر کو مختلف لوگوں نے دیکھا، جنمیں ہمارے ملک کے بچے بھی شامل ہیں، مائیں بہنیں بھی شامل ہیں اور بہو بیٹیاں بھی شامل ہیں، اور ان لڑکیوں نے اس منظر کو دیکھا جنہیں اپنے مستقبل کو شاندار بنانا ہے اور ایک ایسے گھر میں جانا ہے جس کی نازبرداری انکا فرض ہے، بہو بیٹیوں نے دیکھا جو اس دور سے گذر رہی ہیں اور ان طالب علموں نے دیکھا جنہیں آگے چل کر اپنے گلشن زندگی کی بہار دیکھنی ہے اور اس دنیا میں رہ کر ابھی انہیں بہت سے کام کرنے ہیں، ان مناظر کو دیکھکر ان کی طبیعتوں اور دماغوں پر کیا اثر پڑا ہو گا؟

رنجیت فلم کمپنی کے کئی ڈرامے میں دکھایا گیا ہے کہ ہیرو کسی حادثہ سے متاثر ہوکر ہیروئن سے پوچھتا ہے کہ تمہارے کہاں چوٹ آئی، وہ اسی طرح متعدد بار پوچھتا ہے اور وہ جواب دیتی ہے کہ یہاں بھی چوٹ نہیں آئی، یہاں بھی چوٹ نہیں آئی، مگر آخر میں اپنے سینہ پر ہاتھ رکھکر بتاتی ہے کہ یہاں چوٹ لگی ہے، اب ذرا غور کیجئے یہاں کا ایکٹنگ اور مکالمہ کس قدر عریاں ہے اور کیا سبق دے رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں میں شرم وحجاب نہیں ہوتا حالانکہ عورت شرم وحجاب کی تصویر ہے، قدرت نے اس کی فطرت میں شرم وحجاب کا مادہ ودیعت فرمایا ہے، وہ اس طرح بیباکانہ اور اس بے ڈھنگے پن سے اظہار محبت نہیں کیا کرتی۔ اور اگر اسے تسلیم بھی کرلیا جائے تو بھی ایسا منظر نہیں دکھانا چاہئے جس سے بُرا اثر پڑے، کیا اظہار محبت، دل کی چوٹ اور اسکی کسک کو ظاہر کرنے کا کوئی اور طریقہ نہ تھا، اسی عجیب وغریب منظر سے کسی نے اثر قبول کیا ہو یا نہ کیا، مگر ان ناواقف لڑکیوں اور لڑکوں نے ضرور سبق لیا ہوگا جو حسن وعشق کے واقعات سے بالکل ناآشنا ہیں، یہ تیتی بات دیکھکر وہ ضرور متاثر ہوے ہوں گے، اور ان کے دماغوں میں یہ بات سما گئی ہوگی کہ اظہار الفت کا یہ اچھا طریقہ ہے۔ فلم کمپنیاں اس قسم کے مناظر دکھاتی رہتی ہیں ظاہر ہے اس سے دیکھنے والوں کے اخلاق پر اچھا اثر نہیں پڑسکتا۔

ہمیں یہ سنکر مسرت ہوئی کہ اسمبلی میں کوئی قانون پیش ہونے والا ہے جس کی رو سے طالب علم اور بچے فلم نہ دیکھ سکیں گے اگر ایسا قانون بن جائے تو بہت اچھا ہے۔ کم ازکم طالب علم تو اس قسم کے اخلاق سوز مناظر نہ دیکھ سکیں گے۔ ہاں فلم کمپنیوں کو چاہئے کہ طالب علموں اور بچوں کیلئے علٰحدہ اخلاقی، تعلیمی، اصلاحی، ڈرامے تیار کریں جس طرح کہ وہ چھوٹے چھوٹے اصلاحی سبق اپنی کتابوں میں پڑھتے ہیں، ایسے ہی چھوٹے چھوٹے اصلاحی ڈرامے ان کیلئے بنائے جائیں اور خاص طور سے انہیں دکھائے جائیں اس سے ان کے اخلاق پر اچھا اثر پڑے گا اور تماشہ کے ذریعہ تعلیم بھی حاصل کرسکیں گے، اسی طرح عورتوں کیلئے معاشرتی، تمدنی اخلاقی ڈرامے تیار کئے جائیں، اور وہ انہیں خاص طور سے دکھائے جائیں، جس سے وہ اپنی معاشرتی، تمدنی کمزوریوں کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں، اب دیکھنا ہے کہ ہندوستان کی کونسی کمپنی اس قسم کے ڈرامے تیار کرکے ملک سے خراج تحسین حاصل کرتی ہے۔

صرف ہماری دکان پر تشریف لایئے

علمی، ادبی، تاریخی، مذہبی، ہر قسم کی کتابیں کفایت کیساتھ ہم سے ملیں گی، مدرسہ، اسکول کیلئے درسی کتابیں، قلم، دوات، پنسل، روشنائی وغیرہ ہم فروخت کرتے ہیں۔
رسائل اور اخبارات کے بکثرت فروخت کرنیوالے کلکتہ میں واحد ایجنٹ ہیں۔
مبین نادر بکڈپو نمبر ۱۰ محمد علی روڈ کلکتہ

پہاڑی سانیال

کے مایۂ ناز اسٹار ۱۹۰۶ء مین دارجلنگ مین پیدا ہوئے
نیو تھیٹرز اِسی لئے نام پہاڑی رکھا گیا اور آپ کے نغمات بھی پہاڑی
مینا کی طرح ہین دس برس
کی عمر مین لکھنؤ والدین کے
ہمراہ گئے۔ آپ کے والد کا
نام "ہتندرو ناتھ سانیال" تھا
مسٹر سانیال چیف ملٹری
اکاؤنٹنٹ تھے اور ایک
معزز خاندان سے تعلق رکھتے
تھے، مسٹر پہاڑی کو سب سے
پہلے "لوری ٹو کانونٹ" مین
داخل کیا گیا۔ اس کے بعد
امریکن مشن کالج مین آپنے
اِنٹرمیڈیٹ کی تکمیل کی،
لکھنؤ سے آپ کو بنارس
بھیجدیا گیا جہان آپ انجنیرنگ
کالج مین داخل کئے گئے،

مسٹر پہاڑی سانیال
مس راجکماری کے ساتھ "پجارن" کے ایک سین مین

مسٹر پہاڑی کو انجنیرنگ سے کچھ فطری لگاوٹ نہ ہونیکے باعث بنارس
کی آمد اور انجنیرنگ کالج مین زبردستی کا داخلہ ناگوار گذرا۔ اور خلاف
مذاق ہونیکے باعث آپ کالج چھوڑکر بھاگ نکلے۔
گھر واپس ہوئے وہان آپ پر تنبیہ ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوکہ آپ گھر

سے بھی فرار ہوگئے۔ کانپور مین پکڑے گئے۔ اور واپس گھر لائے گ
آپ کے خاص عزیزون کی ملکیت مین۔ آر۔ این۔ سانیال اینڈ
کا مشہور فرم ہے (سانیا
لمیٹڈ لکھنؤ مین بہت بڑ
انجنیرنگ کمپنی ہے) اس
آپ الکٹرک ڈپارٹمنٹ
کے انچارج مقرر کردیے
گئے۔ اب آپ کے والد
انکی خانہ آبادی کی فکر ہو
آپ شادی کے لئے
وجہ سے راضی نہ ہوئے
والون نے دباؤ ڈالا۔ ا
اس موضوع پر مسلسل بحث
ہونے لگی۔ جب آپ
انتہائی زور ڈالا گیا، ا
آپ گھر سے بھاگ نکلے
اور اب مسٹر پہاڑی مستقل
سے باہر رہنے لگے۔
موسیقی انکو ازل سے ودیعت کی گئی تھی طبیعت کا میلا
کمسنی سے اسی جانب تھا۔ اِسی لئے والد نے گھر پر تعلیمی سلسلہ
ساتھ مشہور مسلمان استادون سے موسیقی کی اچھی تعلیم دلوائی

فنی حیثیت سے انکی شریک حیات بن گئی۔ اِسلئے کہ انکو گانے وغیرہ سے فطری لگاؤ تھا۔ مسٹر پہاڑی اب علم موسیقی کو توجہ سے سیکھنے لگے اس کے بعد آپ نے مارس میوزک کالج لکھنؤ مین نام لکھا لیا یہان سے آپ نے سنگیت بشارتھ کی ڈگری حاصل کی، اور آپکو کالج کی فلوشپ ملی۔ ایک برس تک آپ نے خاص خاص راگ راگنیون پر غور کیا۔

میوزک کالج کے اس تعلیمی سلسلہ کو ختم کرنے کے بعد راجہ صاحب وہرہ کے یہان بچون کے نگران مقرر ہوئے۔ کامل ایک برس تک وہرہ اسٹیٹ مین ملازمت کرنے کے بعد چھ سات ماہ تک مختلف جگھون پر ملازمت کرتے رہے۔ لیکن راجہ صاحب وہرہ نے زیادہ دنون تک آپ کی جدائی گوارا نہین کی اور مسٹر پہاڑی کو پھر واپس بلا لیا۔ اب وہرہ مین آپ بچون کے محافظ نہین بلکہ راجہ صاحب کے پرائیویٹ سکریٹری کی حیثیت سے تھے۔ اور یہ زندگی کا خوشنما دور تھا۔

لیکن مسٹر پہاڑی کی فطرت بھاگنے کی عادی تھی اور ایک جگہ سکون سے بسر کرنا انکی طاقت سے باہر تھا۔ "ہندوستانی اسکرین" کی رنگینیان انتہائی جاذبِ نظر ثابت ہوئین۔ اور پھر اس حالت مین جبکہ خاموشی کی قید و بند سے آزاد ہوکر گویائی کی دنیا مین آگئین۔ مسٹر پہاڑی کیونکر خاموش رہتے۔ انکی چنچل طبیعت نے جنبش لی۔ اور یہ آرزوئین پرورش پانے لگین کہ اسکرین پر نمودار ہوکر فلمی دنیا سے اپنے کمالات کی داد حاصل کرین، آپ کسی نگارخانہ مین شرکت کیلئے پر تول ہی رہے تھے کہ نیو تھیٹرز کے "پورن بھگت" کو دیکھنے کے بعد انکی تمام کوششین اسی نگارخانہ مین داخلہ کیلئے "وقف دربان" ہوگئین اور آپ کا شوق آمد اسکرین" نیو تھیٹرز کے فلمون کے ذریعہ مخصوص ہوگیا

مسٹر پہاڑی کا بیان ہے کہ آپ نے پورن بھگت دیکھنے کے بعد یہ فیصلہ کر لیا کہ اگر مین اسکرین پر آؤنگا تو صرف نیو تھیٹرز کے ذریعہ۔ اسی طلب صادق — عزم راسخ و کشش نے مئی ٣٣ئہ مین آپ کو نیو تھیٹرز کی آغوش مین پہنچا دیا۔

آپ نے سب سے پہلے راج رانی میرا ہندی مین ایک چھوٹا سا پارٹ "چاند بٹ" کا ادا کیا اور اسی کردار کو میرابائی بنگلہ مین بھی انجام دیا۔ اس کردار مین چند گانے تھے جن کے باعث مسٹر پہاڑی کا نام فلمی حلقہ مین نمایان ہوا اور سوال پیدا ہونے لگا کہ یہ کون ہے؟ یہودی کی لڑکی مین ربیح (یہودی مولوی) کا پارٹ ملا اس مین تین چار گاتے تھے۔ جو بیحد پسند کئے گئے اور مقبولیت عامہ حاصل ہوئی، آپ کو فصیح اردو، ہندی، بنگلہ جاننے کے باعث تینون زبانون کے فلمون مین شرکت کا موقع ملتا رہا۔ زبانون کے صحیح استعمال اور خوبصورت ہونے کی وجہ سے آپ کی فوراً ترقی ہوئی۔

روپ لیکھا بنگلہ اور ہندی مین آپ کو "اروپ" یعنی ہیرو کا کردار ملا۔ ہندی چنڈی داس مین "بیجو" کاروانِ حیات مین "راحت" ڈاکو منصور مین "ناظم" کے کیرکٹر ادا کرنے کے بعد پھر آپ کو بھاگیہ چکر بنگلہ اور دھوپ چھاؤن ہندی مین ہیرو (دیپک) کا نمایان پارٹ ملا۔ دھوپ چھاؤن کی مقبولیت سے ناظرین ناآشنا نہین ہین، یہان سے پہاڑی کی شہرت مین چار چاند لگ گئے اور بیسون تمغے، انعامات، تحفے پہاڑی کے پاس باہر سے آئے۔ اور خطون کی تو کوئی تعداد ہی نہین جن مین مبارکباد اور تعریفین بھری ہوئی تھین۔ غرض دھوپ چھاؤن کے باعث آپ کو بہت زائد شہرت حاصل ہوئی۔ ملک کے گوشہ گوشہ مین مشہور ہوگئے۔ اور اب آپ کا صف اول کے اداکارون مین

شمار ہونے لگا۔ اس کے بعد آپ کو نیو تھیٹرز کے مشہور مذاحیہ فلم کروڑپتی اور انڈیا فلم بورو کے شاہکار پجارن مین جو نیو تھیٹرز نے تیار کیا ہے دو چھوٹے چھوٹے پارٹ ملے جنکو آپ نے انتہائی خوبصورتی سے انجام دیا۔ یہانپر یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ نیو تھیٹرز مین ہیرو ہمیشہ ہیرو نہین رہتا ہے بلکہ ہر موقعہ محل سے کام لیا جاتا ہے۔ اگر کوئی مشہور اداکار کسی پکچر مین چھوٹے کیرکٹر کیلئے مناسب ہے تو وہ ضرور اس غیر اہم کیرکٹر کو شوق سے ادا کریگا۔ یا اگر کوئی کم مشہور اداکار کوئی نمایان کیرکٹر کیلئے مناسب ہے تو اس کو ضرور ممتاز کردار دیا جائیگا۔ اس کے یہ معنی نہین ہونگے کہ وہ ہمیشہ بڑا ہی پارٹ کرنے کے لئے رجسٹرڈ ہو گیا۔ نہین ایسا قطعی نہین، دوسری کمپنیون کی طرح نیو تھیٹرز مین ہیرو بلا وجہ نہین کھپایا جاتا ہے، یہان کا نظریہ جداگانہ ہے۔ اسٹوری ڈائرکیشن ریکارڈنگ، فوٹوگرافی اور سب سے زیادہ ٹکنک کو اہمیت حاصل ہے لیکن اداکارون کے آرٹ کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ مگر شخصیت کو ہمیشہ نظر انداز کر دیا جاتا ہے، ایسی صورت پیش آنیکے باوجود یہان کے تمام آرٹسٹ بخوشی پکچر کے حسن و قبح کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے کام انجام دیتے ہین اور انکو کبھی خیال بھی نہین آتا کہ ہمکو معمولی پارٹ ملا اور یہی سب سے بڑی کامیابی کا راز ہے۔

مسٹر پہاڑی اب آجکل مسٹر بروا کے ہنگامہ آرا پکچرز مایا مین مس جمنا کے ساتھ ہیرو کا کردار ادا کر رہے ہین، مسٹر بروا کے پہلے پکچر دیو داس مین سہگل ہیرو تھے، دوسرے آنے والے فلم منزل مین خود مسٹر بروا ہیرو ہین اور تیسرے فلم مایا مین پہاڑی ہیرو ہین، یہ ہین نیو تھیٹرز کے اصول ـــ

پہاڑی سانیال اردو، ہندی، بنگلہ، انگریزی خوب فصاحت سے بولتے ہین اور اب ٹامل ٹیلی گو بولنے کی کوشش کر رہے ہین، آپ کا جسم بہت خوبصورت، خط و خال حسین ہین، آجکل آپ "رنڈوے" ہین اور شادی کا مسئلہ زیر غور ہے۔

پہاڑی سانیال کا گانا ریڈیو مین برابر براڈکاسٹ ہوتا ہے اور آپکو ایک موسیقار کی حیثیت سے بہت زائد مقبولیت حاصل ہے آپکو براڈکاسٹنگ سروس سے بیسیون انعامات اور مڈل مل چکے ہین آپکی آواز مین کیا جادو ہے؟ یہ راستہ چلنے والے ہی بتا سکتے ہین جو ریڈیو کی آواز آتے ہی سڑک پر یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہین کہ "پہاڑی گا رہا ہے"

مسٹر پہاڑی کے ریکارڈون کو بھی ایک خاص مقبولیت حاصل ہے اور آپ کے گانون سے بھرے ہوئے ریکارڈ دوسرون کے مقابلہ مین بہت زائد پسند کئے جاتے اور فروخت ہوتے ہین۔

آپ کو موٹر چلانے کا بڑا ہی شوق ہے۔ اسٹوڈیو مین کسی کی گاڑی آئے پہاڑی صاحب اسے معائنہ ضرور کرین گے: صرف مشین بلکہ ہڈ سے لیکر ٹائر تک اسکی تاریخ بیان کر دین گے دنیا مین اب تک جسقدر گاڑیان بنی ہین سب کے نام اور میک آپ کو معلوم ہین جو موٹر بنانے والے فرم فیل ہو گئے اور جو موجود ہین انکا پتہ پہاڑی صاحب کو معلوم ہے۔ گاڑی خراب ہو گئی ہو تو پہاڑی کو آواز دیجئے آواز جانے سے پہلے حاضر ہین، "فری سروس" گاڑی مین آپ کی انجنیرنگ کرین گے۔ اگر ٹھیک نہ کر سکے تو خراب ضرور کر دین گے۔ ہر آنے والے موٹر کی قیمت بتلائین گے ایک گیلن مین کتنے میل چلتی ہے یہ بھی انکی زبانی سن لیجئے۔ کتنی پرانی ہے اور کسقدر اور ساتھ ہی گی سب کا اندازہ آپ کو ہے

اگر آپ نیو تھیٹرز اسٹوڈیو جائیے اور اتفاق سے آپ کے پاس موٹر بھی ہو تو مسٹر پہاڑی سے کم از کم بیس پچیس سوال کے جواب کیلئے تیار ہو کر جائیے۔

مایا

رینبک پروڈکشن

زیر ڈائرکشن پی۔سی بروا

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کے جدید پیشکش کا انتظار کیجئے

مایا تیار ہو رہا ہے۔ افسانہ غیر معمولی خوبیوں سے پُر ہے۔ تہذیب جدید میں نئے اضافے ہونے والے ہیں اور ہو رہے ہیں ”مایا“ میں خوبصورت طریقے سے پیش کئے جائیں گے مایا۔ اصلاحی فلم ہے۔ جسکو حُسن عشق کی رنگینیوں کے ساتھ پیش کیا جائیگا۔ اور جو ہندوستان کے مشہور نگار خانہ نیو تھیٹرز لمیٹڈ میں زیر تکمیل ہے

مِس جمنا — پہاڑی سانیال — کے۔سی۔ڈے

ممتاز اداکاران:۔ مِس آزوری۔ مِس ہری متی۔ مسٹر جگدیش۔ مسٹر پرتھوی راج۔ مسٹر نیمو۔ مسٹر شور۔ مسٹر نواب کاشمیری وغیرہ۔

مایا

بہت جلد آپ پردہ سیمن پر ملاحظہ کرینگے

REGD. No. C2356.

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا شاہکار

ادا کاران خصوصی

جمنا - بروا - ملینا - نیمو - کے - سی - ڈے - ہری متی - پرتھوی راج - ماسٹر بلتھو

ڈائرکٹر پی - سی - بروا

بہت جلد ملک کے سامنے پیش کیا جائے گا

Printed by H. H. Rahman at Excelsior Art Press,
Edited & Published by M. M. Begg, 22, Middle Road (Entally), Calcutta. (JUNE.—1936.)

۲۷

عکّاس

ماہوار

کلکتہ

بائی جدّن بائی
ہندوستان کی
مشہور مغنیہ

قیمت فی کاپی ۱ر

انڈیا فلم بیورو لاہور

ڈائرکٹر: مسٹر پرفلورائے
مکالمہ نگار: بسمل عشرقی
کیمرہ مین: یوسف مولجی
ساؤنڈ ریکارڈنگ: بانی دت

پجارن

کائنات فلم میں ہلچل پیدا کرنیوالا عدیم النظیر شاہکار ہے
جو ہندوستان کے مایۂ ناز نگار خانہ نیو تھیٹرز میں تیار ہوا

جسمیں

سہگل - راجکماری - چندر اوتی - نواب کاشمیری - پہاڑی سانیال
بابولال - ترلوک - کپور - جگدیش - کیلاش - کدار - وید - دینی نے حسین اداکاری کی ہے

بکنگ کا پتہ :-

ٹیلیگرام	انڈیا فلم بورو پوسٹ بکس نمبر ۱۴۰۱ دہلی انڈیا فلم بورو پوسٹ بکس نمبر ۵ لاہور	قاضی فلم

شذرات

آج کی صحبت مین ہمکو ایک ناگوار حقیقت حال کا تذکرہ کرنا ہے جس کو کسی حالت مین نظر انداز نہین کیا جا سکتا اور وہ ایکٹرون کی اقتصادی حالت ہے، اگرچہ معاشرتی اور اخلاقی پہلو کو ساتھ ساتھ لیا جائے تو موضوع وسیع ہو جائیگا۔ مگر فی الحال ہمکو انکی مالی مشکلات اور مستقبل مین پیش آنیوالے واقعات کی نقاب کشائی کرنا ہے اور ہم سچے جذبات کیساتھ تمام ہندوستانی اداکارون سے عرض کرین گے کہ وہ ٹھنڈے دل سے بیش قیمت زندگی کے چند لمحہ نکالکر واقعات پر غور کرین کہ وہ کدھر جا رہے ہین۔ انکی منزل مقصود کیا ہونا چاہیئے ہے۔ آیا وہ صحیح راستہ پر چل رہے ہین یا نہین۔ اور ان کو مستقبل بعید مین کن کن حالات سے دوچار ہونا ہے اور یہ بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ انکا مقصدِ حیات کیا ہے۔

ہم ہندوستانی صنعت فلمسازی کے اس گروہ کو زیر بحث لائے ہین جسکو دنیا ایکٹر کہتی ہے۔ ایکٹرسون کا مسئلہ ہم قطعی نظر انداز کر رہے ہین کیونکہ وہ نہ ہماری مخاطب ہین اور نہ ہم انکو تخاطب کا مستحق سمجھتے ہین۔ انکی زندگی کے آنیوالے واقعات خود انکی رہنمائی کر رہے ہین جو کچھ بھی ہو رہا ہے اور ہوگا اس کی وہ تنہا ذمہ دار ہین۔ اگر ہندوستانی پردہ فلم پر شریف اداکاریان شریک کار ہوتین تو یقیناً ہم انکو مخاطب کئے بغیر نہ رہتے مگر واقعات برعکس ہین۔ ہمکو معلوم ہے کہ فلمی دنیا مین پچانوے فیصدی ایسی عورتین حصہ لے رہی ہین جنکا کیرکٹر ملک کا شریف طبع طبقہ پسندیدہ نظرون سے نہین دیکھتا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ پانچ فیصدی ایسی خواتین بھی پائی جاتی ہین جو اس گروہ سے علٰحدہ ہین اور قابل اطمینان حالت مین بہرحال خاطر خواہ پس انداز کر کے اپنی مالی حالت اچھی بنا رہی ہین اور انکا مستقبل درخشان ہے۔ لیکن ایکٹرون کا گروہ اپنی پرانی رفتار پر ہے۔ جو قطعی اصلاح طلب ہے۔ انکو چاہیئے کہ اپنے آنیوالے دورِ زندگی کو خوش گوار بنائین اور اپنے مقصدِ حیات پر غور کرین۔

ملک مین فلم کمپنیون کی تعداد کے ساتھ ساتھ ایکٹرون یا بالفاظ دیگر مشینین مین اضافہ ہوا ہر شئے کی کثرت یا فراوانی زوال عزت اور عدم وقعت کا باعث بن جاتی ہے۔ اگرچہ زوال کا دور ابھی نہین آیا ہے مگر ایکٹرون کی بلا ضرورت کثرت نے انکی اس عظمت کو ضرور نقصان پہنچایا جو مالکان کی نگاہ مین فنی کمال اور اداکارون کی کمی کے باعث تھی عموماً فلمساز تجارتی نکتہ نظر سے واقعات کو دیکھنے کے عادی ہین وہ روپے کی کمی بیشی کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہین۔ فن اور آرٹ کو سمجھنے کی صلاحیت اور اسکی قدر کرنیکا جذبہ ہر فلمساز مین نہین مل سکتا۔ اسی لئے کالج سے نکلے ہوئے وہ طلبا جو دیکھنے مین خوبصورت اور کچھ کچھ علم موسیقی سے لگاؤ رکھتے تھے۔ نوکری نہ ملنے کے باعث فلم انڈسٹری مین حصہ لینے کے لئے آگے بڑھے۔ اور انکو مقابلۃً کم تنخواہ مین نوکریان مل گیئن۔ ورنہ ہندوستان کے پیشہ ور ایکٹرون کے مقابلہ مین انکو فنی حیثیت سے ابھی بہت کچھ حاصل کرنا ہے۔ اگرچہ یہ صورت بری نہین ہے۔ اور نگار خانون پر ملک کے تعلیمیافتہ طبقہ کو قبضہ کر لینا ہی بہتر ہے مگر مصیبت یہ ہے کہ فلمی دنیا مین ابھی تک وہ زہریلی ناگنین موجود ہین جو ایسے نوجوانون کو برباد کر ڈالنے کے لئے بہت کافی ہین۔ انکی موجودگی نگارخانہ کے ان تمام مقاصد کو ختم کر دیتی ہے جو تعلیمیافتہ لوگون کے سامنے ہوتے ہین، لہٰذا نہ وہ کوئی آرٹ پیش کر سکتے ہین اور نہ انکو کسی اصلاحی مشن کو پیش کرنیکے مواقع حاصل ہو سکتے ہین، یہ ممکن ہے کہ اس غیر پسندیدہ گروہ کو نکالنے کے لئے ملک سے کچھ تعلیمیافتہ، آزاد خیال اور

مضبوط کیرکٹر کی خواتین سبقت کرین ایسی حالت مین فلمی دنیا کی فضا کا تبدیل ہونا دشوار نہین اور پھر تعلیمیافتہ نوجوان فلم انڈسٹری کے لئے بہتر اور اس کے ذریعہ ملک کے لئے مفید ثابت ہو سکتے ہین۔

مگر یہ دور ابھی نہین آیا ہے اور ہر کام اپنے وقت پر ہوگا۔ موجودہ وقت کا اہم مسئلہ فلمی اداکارون کی زندگی اور اس کے مستقبل کا مسئلہ ہے۔ آج پانچ چھ برس بعد ان مشہور اور نامی گرامی ایکٹرونکی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مالی نقطہ نظر سے جہان تھے وہین ہین اور یہی حالت بدستور رہیگی۔ انکو فلمی دنیا سے ریٹائر ہونیکے بعد کیا کرتا ہوگا یہ ظاہر ہے کہ فلم انڈسٹری زندگی کی آخری سانس تک انکی سرپرستی نہین کریگی۔ اور نہ اب نوکری کا وہ معیار رہیگا جو پہلے تھا۔ موجودہ حالت مین روز بروز حالت گرتی جاری ہے اور تنخواہین بھی کم ہوتی جاری ہین لہذا ان تمام اداکارونکو ہوشیار ہوجانا چاہئے اور اپنے لئے کوئی نہ کوئی شاہراہ عمل سوچ رکھنا ضروری اور مصلحت وقت ہے کچھ ہو یا نہ ہو مگر سرمایہ کی محافظت اور تنخواہ مین سے کچھ حصہ پس انداز کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا لازمی ہے۔

لیکن ہمارے ہندوستانی اداکارونکی حالت عجیب غریب ہے نوے فیصدی ایسے لوگ آپکو ملین گے جو تنخواہ سے زائد یا مساوی خرچ کرنیکے عادی ہین مہینہ ختم ہوا اور خرچ کی ضرورت کا احساس بیچینی سے ہونے لگتا ہے۔ دس فیصدی ایسی حالت مین ہین جو کچھ بچا لیتے ہین اور اپنی پوزیشن بنائے ہوئے ہین ورنہ زیادہ تر آپ کو بدترین مشاغل مین آلودہ نظر آئین گے۔ دنیا کا ہر فعل قبیح انکے دامن سے وابستہ ہے اور وہ اس مین اپنی آنیوالے زندگی کے مصائب کو بھول گئے ہین ایسے لوگ مالی حیثیت کے علاوہ اخلاقی حیثیت سے بھی پست ہین اور بعض اوقات پبلک مقامات پر ایسے شرمناک واقعات ان سے سرزد ہوتے ہین جن کے باعث فلمی زندگی کو دوسرے لوگ انکے ذاتی کیرکٹر کے باعث ذلیل سمجھنے پر مجبور ہوجاتے ہین۔

وقت گذرتا جاتا ہے۔ نظام قدرت ایک معینہ اصول پر قائم ہے۔ دیکھنے والے دیکھ لین گے کہ وہ لوگ جو اپنے مستقبل کو سنوارنیکی کوشش نہین کر رہے ہین انکی کیا حالت ہوگی۔ لہذا آج بھی موقعہ ہے ہندوستانی اداکار اپنے کو دھوکے مین مبتلا نہ رکھین۔ کہ نوکری ہمیشہ ملیگی اسلئے کہ ہم دوسرون کے مقابلہ مین کام اچھا جانتے ہین۔ دوسرونکو اسٹیج اور اسکرین کے ذریعہ درس دینے کی بجائے خود اپنے دماغ سے دلکو سبق پڑھائین اور اپنی فرصت مین اپنی اصلاح کرلین، مثالین انکے سامنے موجود ہین تلاش کرنے کہین دور نہین جانا ہے۔ وہ اداکار جو انکے ساتھ ایک ہی منزل کے رفیق جادہ راہ تھے آج بیکاری اور عدم تندرستی کے باعث گرد کاروان بنکر الگ ہوگئے اور دوسرونکے دست نگر ہین۔ انکو کہین نوکری نہین ملتی۔ وہ دراصل مین فضول خرچ اور عیش پسند تھے، انکے اخراجات آمدنی سے زائد تھے۔ وہ پس انداز کرنیکی صلاحیت نہین رکھتے تھے اور ان سے اپنے اخراجات کم ہو ہی نہین سکتے تھے۔ مگر آج فاقہ کر رہے ہین۔ کوئی پوچھنے والا نہین ہے۔

ایسی حالت مین سبق حاصل کرنا چاہئے ہے۔ فضول اخراجات ترک کردینا چاہئے اور ایک سلامت روی کی چال اختیار کرنا چاہیے تاکہ نوکری سے الگ ہونیکے بعد اداکار خود اپنی امداد کرسکے اور جب فلمی دنیا مین حصہ لینے کے لائق صحت اور عمر نہ رہے تو دوسرونکا دست نگر نہ بنے۔ بلکہ پس انداز کی ہوئی رقم سے زندگی کے بقیہ لمحے شریف انسانونکی طرح گذار سکے۔ یہ واقعہ ہے کہ فلمی دنیا آخر وقت مین ہر اداکار کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ زمینداری خرید لے یا تجارت کرکے آرام سے زندگی بسر کرے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب اداکار ابتدا سے اِس بات کے لئے کوشش کرے۔ اور وہ آسانی سے کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ چاہے!!

نگارخانوں کی رفتار

نیوتھیٹرز لمیٹڈ مایا کی شوٹنگ بڑی ہنگامہ آرائی کے ساتھ ہو رہی ہے ہر شخص اپنے فرائض کی ادائیگی مین مصروف ہے۔ اور بہت جلد کام ختم کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ فلم ½ حصہ تیار ہو چکا ہے۔ "مسٹر بروا" مایا کو ملک کے سامنے نئی شان کے ساتھ پیش کر رہے ہین۔ اس کے ڈائرکشن مین دلچسپ جدتین پیدا کرنا چاہتے ہین۔ جنہا نئے روپ مین نظر آئین گی۔ انکی اداکاری کا معیار بلند ہو گیا ہے۔ پہاڑی نے اپنے کردار مین چار چاند لگا دیئے ہین۔ آزوری کا کلاسکل رقص اور اداکاری فلمی دنیا مین تہلکہ مچا دے گی۔ نواب کاشمیری ملک کے کیرکیٹر ایکٹر مایا مین ممتاز پارٹ ادا کر رہے ہین۔ کے۔ سی۔ ڈے کے روح پرور نغمے شائقین فلم کے دل و دماغ کی تازگی کا باعث ہون گے۔ جگدیش، کپور، بابولال، گردھاری لال اپنے اپنے خوشنما پارٹ خوبصورت طریقے سے ادا کر رہے ہین۔ مایا کے دلکش اور حسرت زا مناظر بہت سی خوبیان اپنے دامن مین لئے ہوئے ہین۔

نتن بوس ایک نئی اسٹوری کا فلم بنا رہے ہین۔ نام اس کا ابھی تک نہین رکھا گیا ہے۔ مسٹر نتن بوس کا خیال ہے کہ خوبصورت اور اچھا نام خود بخود فلم کے دوران تیاری مین نکل آئیگا اور وہ پکچر کی آخری شوٹنگ تک شاید نام کا انتظار کرین گے۔ یہ اسٹوری ملک کے سامنے بہت سی خصوصیات لئے ہوئے آ رہی ہے۔ مسٹر نتن بوس نے اس مین ڈائرکشن کے علاوہ ٹکنک کا ایک جدید معیار پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اس فلم مین بڑے بڑے قیمتی سٹ تیار کرائے گئے ہین۔ ایسے شاندار سٹ ہندوستانی پردہ فلم پر دیکھنے مین نہین آئے ہین۔ اس فلم مین ہیرو کا پارٹ سیگل ادا کر رہے ہین اور ہیروئن کا پارٹ کام لیش کماری ادا کر رہی ہین۔ سیگل کے دلکش نغمے اور اچھی اداکاری قابل دید ہین۔ کام لیش کماری کی سیدھی سادھی ایکٹنگ اور پاکیزہ زبان پہلی مرتبہ آپ پردہ سیمین پر ملاحظہ فرمائین گے۔ ممتاز اداکارون مین جگدیش، نیمو، وید، بابولال، وہاب اور نواب کے کام قابل تذکرہ ہین۔

ایک اور نئی پکچر زیر تکمیل ہے یہ مسٹر ہیم چندر بنا رہے ہین۔ ایک ہفتہ ہوا کہ انہون نے پارٹ تقسیم کر دیئے ہین۔ اور فلم کی مہورت بھی ہو گئی کئی ایک نام زیر غور ہین۔ اور بہت جلد اعلان ہونیوالا ہے۔ مسٹر ہیم چندر نے اپنے فلم کے لئے جس افسانہ کا انتخاب کیا ہے انکا بیان ہے آج تک فلمساز اس قسم کا یا اس سے ملتا جلتا پلاٹ پیش نہ کر سکے اور انکی یہ اسٹوری نئی اور اچھوتی تخیل ہے جو ہندوستانی پردہ فلم پر پہلی مرتبہ آئے گی۔ مسٹر ہیم چندر کے فلم مین چندی داس کے بعد مسٹر سیگل اور اوما دیوی ہیرو و ہیروئن کی حیثیت سے شریک کار ہوئے ہین۔ اور بہت عرصہ بعد ان لوگون کو ساتھ لیا گیا ہے تاکہ چندی داس جیسے دلکش نغمون، بلند معیار اداکاری سے ایک مرتبہ پبلک اور لطف اندوز ہو سکے۔ انکے علاوہ ممتاز اداکارون مین نیمو، جگدیش، کپور، بابولال، کدار، وید، دینی، نواب وغیرہ کے نام ہین اور یہ لوگ اپنے اپنے کمالات فن دکھا رہے ہین۔

کروڑپتی۔ کلکتہ کی پبلک کے لئے بالکل نئی کاپی پرنٹنگ روم مین تیار کی گئی ہے۔ اور اگست کے پہلے ہفتہ سے نیو سینما مین اسکی نمائش تیاریان ہو رہی ہین۔

انگلستان کے نامور ڈرامہ نگار شیکسپیئر کے شاہکار کنگ جان کا اردو فلم

صیدِ ہوس

دلچسپ مکالمے
دلکش بول

دلفریب مناظر
دلنواز گانے

منروا فلم کمپنی اپنے عظیم الشان جدید اسٹوڈیو میں
بہترین اور اعلیٰ سیٹنگز کے ساتھ
"خون کے خون" کے مشہور ڈائرکٹر اور کیرکٹر ایکٹر سہراب مودی کی
نگرانی میں نہایت اعلیٰ پیمانہ پر تیار کر رہی ہے،
جسمیں

سہراب مودی، ایس۔ جی انجم، شاما

نے

اپنی لاجواب اداکاری کے کمالات دکھائے ہیں اور ننھے سٹار چندر کمار و سرلا
نے بڑے غضب کا کام کیا ہے

"صیدِ ہوس"

کی

تیاری میں صوبہ سرحد اور افغانستان کے ایک سو ایک نوجوانوں نے شرکت کی ہے

ہنسنے ہنسانے والا کامک

ولایتی شیرنیوں کا رقص

صیدِ ہوس عنقریب (آپکے شہر کے سینما ہاؤس) میں دکھایا جائے گا۔

(تاریخ کا انتظار کیجئے)

کلکتہ فلم ایکسچینج
۲۲۔ امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ

نیو تھیٹرز کی منزل

پر ایک ایک نظر

(از جناب آنند کماری۔ اے۔ دہلوی)

آخرکار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوگئیں اور نیو تھیٹرز کی ہنگامہ خیز پکچر ''منزل'' دہلی آگئی، اور یکم اگست سے اسکی نمائش میجیک ٹاکیز مین کیجارہی ہے منزل کی پبلٹی بہت عرصہ سے کیجارہی تھی جسمین نیو تھیٹرز کا پبلٹی ڈپارٹمنٹ مصروف عمل تھا۔ اور اسکی کامیابی کے لئے شمالی ہند کے ڈسٹریبیوٹرس جگت ٹاکیز نے بھی خاص دلچسپی لی اور اسی اتحادِ عمل کا نتیجہ ہے کہ فلم کو بیحد مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل ہوئی ہے۔ منتظر پبلک ٹوٹی پڑرہی ہے اور بکس آفس کی ہنگامہ آرائی بتلارہی ہے کہ یہ فلم بھی رنگ لائیگا۔ منزل کی اسٹوری سرت چندر چٹرجی کی لکھی ہوئی ہے۔ آپ بنگال کے مشہور ناول نویس ہین۔ دیو داس بھی آپ ہی کی دماغی تخیل کا آئینہ دار تھا ــــــ منزل نیو تھیٹرز نے دو زبانون مین تیار کیا ہے۔ ''بنگلہ'' اور ''ہندوستانی''

بنگلہ فلم کا نام ''گرہیا داہو'' ہے اور یہی مُصنّف کی کتاب کا اصلی نام ہے اُردو فلم کا نام ''منزل'' رکھکر نیو تھیٹرز نے اپنی ادبیت اور شعریت کا ثبوت دیا ہے ــــــ منزل کا افسانہ نتیجہ خیز اور اصلاحی ہے جسکو حُسن و عشق کی رنگینیون سے منور کردیا گیا ہے۔ مصنف کا مقصد بہت بلند ہے وہ سماج اور سوسائٹی کی اصلاح چاہتا ہے نیو تھیٹرز فلمسازی کے اس مرکز پر ہے جو ہندوستانی فلمسازون کی اصلی جگہ ہونا چاہیے اور یہ واقعہ ہے کہ مالی آمدنی کے ساتھ ساتھ پبلک کو ریفارم کرتے رہنا ہی ہندوستانی فلمسازونکی زندگی کا باعث بن سکتا ہے ـــــ وہ خود غرض فلم کمپنیان جو پبلک کو بیوقوف بناکر پیسے لوٹ رہی ہین آج نہین توکل ڈوبین گی اور ہندوستانی پبلک جب خواب غفلت سے بیدار ہوگی۔ اور اس مین اچھے

منزل کا ایک سین

بڑے کے امتیاز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائیگی تو وہ اپنی سابقہ حماقتون پر افسوس کرنے کے ساتھ ساتھ ان فلمسازون سے بھی نفرت کریگی جو آج ہندوستانی پبلک کو بیوقوف بنا رہے ہین۔ ہندوستان آج نہین تو کچھ عرصہ بعد اپنے دامن تعلیم کے موتیون سے بھر یگا اور اس وقت پبلک کے جذبات سے ناجائز فائدہ حاصل کرنیوالے "ڈاکو فلمسازون" کا کہین ٹھکانا نہ رہیگا۔ کاش ہندوستانی پبلک اپنے بیوقوف بنانیوالون کو پہچان لے، وقت اور پیسون کی بربادی سے پہلے آنکھین کھولے اور برے فلمسازون کی سرپرستی سے پرہیز کرے، بمبئی ٹاکیز لمیٹڈ، پربھات فلم کمپنی پونہ، نیو تھیٹرز لمیٹڈ کے فلم اصلی معنون مین ملکی خدمات انجام دے رہے ہین اور وہ کسی اپیل کے بغیر کامیاب جا رہے ہین، ایسی حالت مین ہر سمجھدار کا فرض ہے کہ وہ صرف ان کمپنیون کے فلم دیکھے، کیونکہ یہان پیسے خرچ کر کے کچھ واپس بھی ملتا ہے ہان تو منزل افسانوی اعتبار سے نتیجہ خیز ہے۔ اور حضرت آرزو لکھنوی نے مکالمون اور گانون کی نگرانی فرما کر اسکو بہت زیادہ جاذب توجہ بنا دیا ہے۔ فوٹوگرافی نیو تھیٹرز کی مسلمہ ہے۔ تمام مناظر دلکش انداز مین دو ہروائے ہین۔ اور یہی کیمرہ مین کا کمال فن ہے ـــــ میوزک ڈائرکشن

نیو تھیٹرز کا ہندوستان کی تمام فلم کمپنیون سے بہتر ہوتا ہے۔ منشی [illegible] کی سارنگی بہت ہی دلکش انداز مین جادو کرتی رہتی ہے، ساؤنڈ ریکارڈنگ نیو تھیٹرز کی ایسی ہوتی ہے کہ ایک ایک لفظ آسانی سے سمجھ مین آتا ہے اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس کمپنی کا ساؤنڈ بھرنے والا کوئی ایسا [illegible] جو بڑے اطمینان کے ساتھ اپنے کام کو انجام دیا کرتا ہے ایڈیٹنگ بہت ہی شاندار طریقہ سے کی گئی ہے۔ اور اس مین پبلک کی ذہنی کیفیات کا خاص طور سے خیال رکھا گیا ہے۔ فلم کی دلچسپی کو کسی [illegible] مین کم نہین ہونے دیا گیا ہے۔ اور فلم ایڈیٹر نے دیوداس کی طرح منزل کو بھی [illegible] ہی زائد جاذب نظر بنا دیا۔ کوئی سین ضرورت سے زائد طویل نہین ہے جس سے طبیعت پر ناگوار اثر ہو اور دل گھبرا جائے۔ "ڈائرکشن" کے لئے مسٹر بروا کا نام کافی ہے [illegible] بروا آج ہندوستان کے مشہور ڈائرکٹرون مین سے ایک ہین [illegible] انکی مقبولیت دیوداس کے بعد سے بہت زائد بڑھ گئی ہے [illegible] مین بھی انہون نے اپنے کمالات کا شاندار مظاہرہ کیا ہے جو [illegible] دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے

"اداکاری" جمنا نے ایک پڑھی لکھی لڑکی کا ایسا پارٹ [illegible]

(منزل کا ایک سین)

جیسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالات خود اپنر گذرے ہین۔ اور وہ اپنی بیتی فلم کے ذریعہ پیش کر رہی ہین۔ انکا مسکرانا اور لڑائی جھگڑا کرنے کا انداز بالکل نیچرل ہے۔ تہم کو انگوٹھی پہنا کر کہنا کہ "اب میری سمجھ مین کچھ نہین آتا تم جاؤ اور تمھارا کام" بہت ہی دلکش سین ہے جس کی تعریف نہین ہو سکتی ہر

مسٹر بروا منزل مین ایک اداکار کی حیثیت سے نظر آئے ہین، انھون نے ہیرو کا پارٹ خود ہی کیا ہے جو بہت ہی سادگی اور حقیقت کا پہلو لیے ہوئے ہے۔ انکے چہرے اور جسم سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک غریب اور تعلیم یافتہ آدمی ہین، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ایک فلاسفر پیش نظر ہے۔ تہم کے کردار کو مسٹر بروا نے بہت ہی شاندار طریقہ پر ادا کیا ہے۔ اگرچہ انکی زبان اردو نہین ہے اور یہ آسام کے رہنے والے ہین بنگال مین رہتے ہین۔ اور یورپ بھی ہو آئے ہین۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ مین انھون نے کوشش کر کے یہ زبان پیش کی ہے جو دوسری خوبیون کے ساتھ ساتھ قابل تعریف ہے۔

مسٹر پرتھوی راج نے منزل مین ہنگامہ خیز اداکاری پیش کی ہے، انھون نے اپنے تمام سابقہ ریکارڈ شکست کر دیئے ہین۔ اور یہ اس قدر کامیاب ہوئے ہین کہ جس کی مثال انکے کسی پچھلے فلم مین نظر نہین آتی۔ انکی چال ڈھال، جوش خروش، گھبراہٹ بے چینی، ایک خاص خصوصیت رکھتی تھی، مسٹر پرتھوی راج نے مرنے کے وقت جن کیفیات کو پیش کیا ہے میرا خیال ہے کہ یہ سین انکی فلمی زندگی کا شاہکار ہے اسکے آگے مین کچھ نہین کہہ سکتا۔

(منزل کا ایک سین)

مسٹر نیمو دھرمداس کے بعد ایک رئیس کا پارٹ ادا کر رہے تھے جو وقت کے ساتھ اپنی دولت کھو چکا ہے۔ انکے کردار مین فطری جھلک نمایان تھی۔ مسٹر کدار کا وقت کے ساتھ ساتھ بدلنا۔ اور زمانہ کی بے ثباتی پر قانع اور شاکر رہنا بالکل اصلی حالت مین پیش کیا گیا

ہے۔ انکا آنچلا کو سمجھانا، سوسائٹی کے نشیب و فراز کو پیش نظر رکھنا۔ اچھے سین ہیں۔ ہم کے داماد ہو جانے کے بعد جبکہ آنچلا اسکو دیہات میں چھوڑ کر سرشتی کے ساتھ چلی آتی ہے۔ کدار بابو کا بگڑنے والا سین بہت ہی خوبی سے ادا ہوا ہے۔ مسٹر نیمو کی نیچرل اداکاری کے اس فلم میں متعدد جگہ شاندار مناظر ہیں۔ کے۔ سی۔ ڈی۔ کے گانے پُر از معنی اور سوز و گداز کی دنیا لئے ہوئے ہیں۔ مسٹر گدار بی۔ اے نے ریل کے سفر کا مذاحیہ سین بہت ہی خوبصورتی سے ادا کیا ہے جبکہ وہ اپنے کھوئے ہوئے بچہ میں کھو جاتے ہیں اور پھر آگے چل کر سرشتی سے لڑتے ہیں بہت ہی چھوٹا سا پارٹ ہے مگر بہت ہی دلچسپ

اور نیچرل ہے

سب کے آخر میں مجھ کو مس ملینا کے حسرت زا کردار مرتال کا تذکرہ کرنا ہے جو میرے خیال میں سارے فلم میں ایک ممتاز کیرکٹر ہے اور حسرت کے ساتھ دنیا اور دنیا والوں پر ہنستی ہوئی مرتال کے کام کو بہت ہی خوبیوں کے ساتھ ادا کیا گیا ہے۔ اور جو تمام فلم میں ایک ایسی جگہ پا جانے کے قابل ہے جو فی الحال میرے تصور سے باہر ہے اور ملینا کی سادہ اور دلکش اداکاری تعریفوں سے بالاتر ہے

آنند کمار بی۔ اے دہلوی

(منزل کا ایک سین)

اُردو عربی کی بہترین و روشن کتابت و طباعت کیلئے محمد یونس نظامی (۱۰ املا بی وی اسٹریٹ کلکتہ)

(نیو تھیٹرز کا ہنگامہ خیز فلم)

دھوپ چھاؤں

(ڈائرکشن نتن بوس)

جس نے پورن بھگت، یہودی کی لڑکی، چندی داس اور دیو داس کے بعد ہندوستان میں
دھوم مچادی اور بمبئی میں کامل ۲۰ ہفتہ ایک ہی سینما میں دکھایا گیا

"اپنے اپنے شہروں میں دیکھئے اور لطف اندوز ہوئیے"

"دھوپ چھاؤں"

کا افسانہ سبق آموز اور نتیجہ خیز، مکالمہ سادہ اور سلیس، گانے بہترین دلکش اور دردانگیز،

اداکاران خصوصی پہاڑی سانیال، کے۔ سی۔ ڈے، اوما دیوی

بکنگ کیلئے پتہ

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
جنوبی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچنج ۵۰ آرمینین اسٹریٹ مدراس
مشرقی ہند ——— دوسانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ
مغربی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچنج ترنی بھون روڈ بمبئی ۴

نواب کاشمیری

سید محمد عسکری نام، نواب عرفیت، کاشمیری خاندان، محلہ وزیر گنج لکھنو مین ۱۸۹۵ء مین پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ بزرگوار کا اسم گرامی سید علی حسین تھا جو ایک خاندانی اور معزز ہستی تھے۔ نواب کاشمیری نے ابتدائی مذہبی تعلیم مکان پر حاصل کی۔ اسکے بعد انکو چرچ مشن ہائی اسکول مین داخل کر دیا گیا اس وقت آپ کی عمر گیارہ سال کی تھی۔ آپ نے سلسلہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ہاکی سے بھی دلچسپی لی۔

۱۹۱۲ء مین جبکہ آپ چھٹے درجہ مین تھے ہاکی کھیلتے ہوئے مجروح ہو گئے اور کلائی کے پاس سے ہاتھ ٹوٹ گیا۔ مجبوراً تعلیمی سلسلہ ترک کرنا پڑا اور آپ کو کلکتہ بغرض علاج بھیجدیا گیا۔ کلکتہ مین "حسین برادرز" ایک فرم تھا جس کے مالک لاڈلے صاحب مسٹر نواب کے بھائی تھے یہان مقیم ہوئے اور کرنل برڈ کا علاج کیا۔ علالت نے مسلسل چھ سال طول کھینچا۔ بیسون مرتبہ آپریشن ہوئے۔ انکو ٹوٹے ہوئے ہاتھ کے لئے بہت زحمتین اٹھانا پڑین۔ خدا خدا کر کے طویل مدت کے بعد صحت حاصل ہوئی۔

کلکتہ کے قیام اور دورانِ علالت مین اکثر تھیٹر دیکھا کرتے تھے اور دیکھتے دیکھتے آپکو عادت ہو گئی۔ اور شوق اپنی حدود سے متجاوز کر گیا جب انکے بھائی نے دیکھا کہ نواب خود بھی تھیٹر دیکھتا ہے اور ساتھ مین دوستون کو لیجا کر روپیہ بھی ضائع کرتا ہے۔ نواب کو تنبیہ کی اور تھیٹر جانے کی قطعی ممانعت کر دی۔ مگر شوق اور عادت

نواب کاشمیری

نے انکو مجبور کردیا تھا۔ اور جب روپے ملنا بند ہوگئے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ خود تھیٹر مین ملازمت کر کے کلکتہ مین رہین گے۔

نواب اپنے ارادون کی تکمیل کے لئے کاوس جی کے یہان بیٹھے ہوئے تھے کہ ہاشم بھام (کلکتہ کے ایک معزز کاروباری اور نواب کاشمیری کے بھائی کے بہترین دوست) نے دیکھ لیا اور لاڈلے صاحب سے کہدیا۔ لاڈلے صاحب نے "نواب" کو لکھنو واپس کردینے کا حتمی فیصلہ کر لیا۔ اور یہ لکھنو واپس کردیئے گئے۔ لکھنو جانے کے بعد بھی انھون نے اپنی خصلتون کو نہ چھوڑا تھیٹر روزانہ جانے لگے۔ کلکتہ کی پڑی ہوئی عادت لکھنو مین رنگ لائی۔ آپ نے ایک ڈرامٹک کلب کی بنیاد ڈالی اور گھر سے کچھ زیور چرا کر ساڑھے تین سو روپے مین فروخت کردیئے اور تمام رقم کلب کے کھیل اور ممبرون پر صرف ہوگئی۔

کچھ دنون بعد آپ نے پولیس مین ملازمت کرلی۔ پولیس کی نوکری کے بعد طبیعت مستحکم ہوگئی۔ اور والدین کا ڈر نکل گیا اور اب کلب کی شرکت اعلانیہ کرنے لگے۔ یہ سلسلہ مسلسل قائم رہا کلب کا پہلا کھیل "صید ہوس" اسٹیج ہوا۔ نواب کاشمیری نے نادر کا پارٹ کامیاب طریقہ سے ادا کیا۔ اس وقت کلب کے نمایان اور معزز ممبرون مین حضرت آرزو لکھنوی بھی تھے۔ کھیل کامیاب ہوا۔ آرڈیشر ٹھوٹی نے نواب کے کام کو دیکھ کر یہ پیشین گوئی کی کہ نواب ایک اچھا ایکٹر ثابت ہوگا۔

اب پولیس کی ملازمت کے ساتھ ساتھ کلب کی شرکت کا شوق دیوانگی کی حد تک پہنچ گیا۔ اور نوبت یہان تک پہنچی کہ جان اور محبت کرنے والی بہن کا انتقال ہوگیا تو ریہرسل چھوڑ کر اس کو دفن کرنے گئے اور قبرستان سے واپس آکر پھر ریہرسل شروع کردی۔ مرحومہ انکو بہت عزیز تھی مگر کلب عزیز تر ثابت ہوا۔ نواب کاشمیری اپنا پارٹ فرض سمجھ کر ادا کر رہے تھے اور ڈرامہ ہوتے وقت آنکھون سے آنسو جاری تھے۔ آخر کار ڈرامہ اسٹیج ہو کر کامیاب ہوا۔ لکھنو مین کام دیکھنے کے بعد آرڈیشر ٹھوٹی نے بہت خوشی سے نواب کاشمیری کو اپنی کمپنی مین جگہ دینے کی خواہش ظاہر کی۔ اور جب نواب انکے پاس گئے تو فوراً اگریمنٹ کرلیا۔ مگر اس اگریمنٹ کی خبر بجلی کی طرح پھیل کر گھر پہنچ گئی۔ نواب کے والد نے پولیس کے اثرات سے امداد لی اور اگریمنٹ کینسل (شکست) کرایا یہ بات نواب کو ناگوار ہوگئی اور جب کمپنی لکھنو سے باہر گئی تو آپ عزیزون کے سمجھانے کے باوجود بھاگ نکلے۔ اور جبلپور مین کمپنی کو جالیا۔ وہان کچھ دنون کام کرنے کے بعد کمپنی نے پھر لکھنو آنیکا فیصلہ کرلیا مگر نواب کاشمیری نے لکھنو جانے سے انکار کردیا اور بھنڈارہ کی ایک تھیٹریکل کمپنی مین نوکری کرلی۔ مگر وہان بھی جی نہین لگا اور بمبئی چلے گئے بمبئی مین جہانگیر جی کھٹاؤ کی کمپنی مین ملازمت کرلی اور اس کے ساتھ حیدرآباد گئے۔ حیدرآباد مین کمپنی نے "سرفروش" (ڈرامہ) اسٹیج کیا جس مین اجمل کا پارٹ نواب نے ادا کیا انکا کام بہت مقبول ہوا اور حیدرآباد مین انکو شہرت حاصل ہوئی اور خبرین لکھنو تک آئین۔ نواب صاحب کے والد کو عرصہ سے انکی جستجو تھی جب انکو اطلاع ملی انہون نے حیدرآباد اپنے ملنے والون کو لکھا۔ آدمی بااثر تھے۔ آغا جانی کوتوال شہر، قادر نواز جنگ، سر علی امام، امین جنگ سے دوستانہ مراسم تھے۔ نواب کاشمیری کے والد کی خواہش کے مطابق مذکورہ بالا حضرات نے نواب کو سمجھایا کہ شریف آدمی کے لڑکے ہو! اس لائن سے علحدہ ہوجاؤ!! نہ صرف سمجھایا بلکہ حیدرآباد مین ملازمت دینے پر بھی آمادہ ہوگئے۔ مگر انکا جنون دور نہ ہوا اور بظاہر ان لوگون کو خوش رکھنے کے لئے کمپنی سے نوکری چھوڑ کر بمبئی واپس چلے گئے۔ حیدرآباد مین انکو خاطر خواہ مقبولیت حاصل

ہوگئی تھی۔ یہان تک کہ مہاراجہ بہادر سر کشن پرشاد نے ایک سونے کا مڈل بھی دیا تھا۔

بمبئی مین اسٹیشن سے سیدھے امپیریل تھیٹریکل کمپنی آئے ٹکسی پر سامان رکھا ہوا تھا۔ نوکری کی خواہش ظاہر کی۔ ڈائلاگ سُنے گئے اور اگریمنٹ کر لیا گیا۔ اس کمپنی کے مالک سیٹھ جمناداس اور ڈائرکٹر ”جوزف ڈیوڈ“ تھا۔ جوزف ڈیوڈ اپنر خاص طور سے مہربان ہوگیا۔ اس وقت دہان رتن شاہ، سیوز، عبدالرحمن کابلی، دوراب جی میوے والا، اور انکے علاوہ بہت سے پرانے اور مشہور ایکٹر موجود تھے۔ نواب نے جب دیکھا کہ یہ لوگ ہین تو بہت ہچکچائے۔ مگر جب نوکری کر لی تھی تو کام کرنا ہی پڑا۔ آپ کو ایک چھوٹا سا کیریکٹر ملا۔ جو آپ نے اس کے معیار کے مطابق ادا کیا اور ویسی ہی کامیابی ہوئی۔ نواب کا بیان ہے کہ مین ان لوگون کے کام کو بہت غور اور گہری نگاہون سے دیکھا کرتا تھا۔ مگر ان سبھون مین دوسابھائی ہاتھی رام کا کام مجکو بہت ہی پسند تھا اور مین اس کا ہمزاد بن گیا۔ اگرچہ دوسابھائی ہاتھی رام کو نہین علم تھا مگر اسکی برابر نقل کرتا رہا۔ اور اس سلسلہ مین مین نے بڑی محنت کی یہان تک کہ مین نے عبور حاصل کیا۔ اس کی تمام حرکات وسکنات سیکھ لین اور اب مین دوسرون کے مقابلہ پر آگیا۔

دوسابھائی ہاتھی رام کی اداکاری مین یہ ایک خصوصیت تھی کہ وہ اسٹیج کی ایکٹنگ مین بہت زیادہ انتہا پسند نہ تھے۔ بلکہ انکا طریقہ کار ہمیشہ اعتدال پر رہا کرتا تھا۔

امپیریل کمپنی بمبئی سے دہلی آئی اور یہان پبلک مڈل ملا جو اس زمانہ مین بہت بڑی چیز سمجھی جاتی تھی۔ کچھ عرصہ بعد امپیریل کو میڈن نے خرید لیا اور اب نواب کاشمیری میڈن کی ملازمت مین آگئے اور کام کرتے رہے۔

کچھ زمانہ بعد کلکتہ بلائے گئے۔ بلوامنگل مین انکی ضرورت تھی حالانکہ کورنتھین مین اس وقت بہت کافی ایکٹر موجود تھے۔ اور امپیریل کے ایکٹرون کو ملا دیا جائے تو دو سو سے زائد اداکار ہون گے۔ جن مین بلوامنگل کے پارٹ کے لئے نواب کو انتخاب کیا گیا۔ ”مالکان“ نواب کی ایکٹنگ کو اس لئے پسند کرتے تھے کہ سیدھی سادی ہوتی ہے اور انکا طرز سب سے علیحدہ ہے۔ بلوامنگل فلم مین انکا پارٹ بہت پسند کیا گیا۔ اور کمپنی نے خوش ہو کر تنخواہ مین اضافہ کر دیا۔ بلوامنگل کے بعد میڈن مین آپ نے ہرشچندر، شکنتلا، علی بابا، وشوامتر، فلمون مین چیف پارٹ ادا کئے اور اسکے بعد سارے ہندوستان مین انکی شہرت پھیل گئی۔

اس دور مین نیو تھیٹرز ”پورن بھگت“ بنا چکا تھا اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ مین اسکو مقبولیت حاصل ہوگئی تھی۔ اور مشہور اداکارون کو نیو تھیٹرز مین کام کرنے کا شوق پیدا ہوگیا تھا۔ نیو تھیٹرز نے ”یہودی کی لڑکی“ فلم بنانیکا ارادہ کیا۔ نواب کاشمیری کو اسکی خبر ہوئی۔ انکو بھی نیو تھیٹرز مین کام کرنے کا شوق تھا اور خاص کر یہودی کا پارٹ ادا کرنے کے لئے نیو تھیٹرز مین انہون نے جیسے ہی خواہش ظاہر کی ویسے ہی نیو تھیٹرز نے (جو اچھے اداکارون کی قدر کرتا ہے) فوراً رکھ لیا۔ نیو تھیٹرز مین یہودی کی لڑکی کو جو کچھ مقبولیت حاصل ہوئی ہے وہ پبلک کی یادداشت سے فراموش نہین ہوسکتی۔ نواب نے یہودی کا پارٹ ادا کر کے ملک سے خراج تحسین حاصل کیا۔ یہودی کی لڑکی کے بعد چندی داس، کاروان حیات، انقلاب، دھوپ چھاؤن، کروڑپتی اور پجارن مین بڑے بڑے کردار ادا کئے اور اب ہمارے فلم مین ایک نئے رنگ و روپ مین آرہے ہین۔

اخلاق آپ بہت خلیق اور ملنسار ہین طبیعت مین نیکی کوٹ کوٹ کر بھری

مادہ موجود ہے۔ کسی کی برائی نہین کرتے ہین۔ بلکہ جو انکو بُرا کہے وہ مسکرا کر خاموش ہو جاتے ہین۔ ہر ایک سے تپاک کیساتھ ملتے ہین جو ان سے ملتا ہے اچھا اثر قبول کرتا ہے۔

ایثار اور قربانی کرنے کی عادت ہے محنت کرکے مالی امداد دیکر، اور جسمانی قربانی کرتے ہوئے بھی ایثار کرتے ہین۔ کلکتہ مین اسلامیہ کالج، سینٹ زیورز کالج اور چترنجن ہسپتال کے ڈرامٹک شعبون کے اعزازی ڈائرکٹر ہین۔ ہر سال ان ادارون کی امداد مین چیریٹی تماشہ اسٹیج ہوتے ہین نواب صاحب وہان لڑکون کو روزانہ جاکر ٹریننگ کرتے ہین اور مسلسل شب بیداریان اگرچہ صحت کے لئے مایوس کن ہوتی ہین مگر مسٹر نواب اسکی مطلق پرواہ نہین کرتے اور مہینون یہ سلسلہ قائم رہتا ہے آخر کار باری باری سے تمام ڈرامے اسٹیج ہو جاتے ہین۔ یہ اس قدر اہم کام ہے جسکی ذمہ داریون اور دشواریون کو واقفکار نظرین سمجھ سکتی ہین۔ اور یہ نواب صاحب کا ایک بے نظیر ایثار ہے جو ہر سال باوجود نیو تھیٹرز کے ملازم ہونے کے کرتے رہتے ہین۔

تعصب آپ مین برائے نام نہین ہے۔ آپ نے ایک برہمن بچے کی پرورش بھی کی تھی۔ وہ بچہ بہت چھوٹی عمر مین نواب صاحب کے زیر سرپرستی آگیا تھا جس کے لئے نواب صاحب نے باوجود مسلمان ہونے کے ایک برہمن رسوئی کرنے اور اسکی سیر و تفریح کے لئے نوکر رکھا وہی اس بچہ کو پوجا پاٹ بھی کرانے لے جاتا تھا۔ اور مسٹر نواب نے اسکو تعلیم بھی اچھی دلائی اور پھر اسکی شادی بھی ایک اچھے اونچے ہندو خاندان مین کرادی۔ آج وہ لڑکا جوان ہے اور اپنے گھر بار کو سنبھالے ہوئے ہے۔

وفاداری جس مالک کے نوکر رہتے ہین۔ اس کے ہمیشہ کے لئے وفادار ثابت ہوتے ہین۔ علٰحدہ ہونے کے بعد بھی اچھے الفاظ مین اسکا تذکرہ کرتے ہین۔ اور کام کو نوکری سمجھ کر نہین بلکہ اپنا کام سمجھ کر انجام دیتے ہین۔ اور یہی انکی سب سے بڑی خوبی ہے۔

قناعت نیو تھیٹرز مین آنے کے بعد اور یہودی کی لڑکی مین بام شہرت پر پہنچنے کے باعث دوسرے لوگون کی طرح نواب کو بھی مغربی ہند سے زیادہ تنخواہ کی نوکریان ملتی تھین مگر مسٹر نواب نے ان کو شکریہ کے ساتھ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور نیو تھیٹرز کو نہین چھوڑا

شادی آپ کرنے والے ہین اور یہ غالباً آپ کی دوسری شادی ہوگی۔

ریس کا شوق

آپ کو ریس کھیلنے کا بڑا شوق ہے۔ سنیچر کا دن آیا اور آپ پر سنیچر سوار ہوا۔ کبھی پیٹ مین درد ہو رہا ہے تو کبھی سر مین درد ہے تو کبھی دل دھڑکنے کی بیماری شروع ہو جاتی ہے تو کبھی کان مین درد ہے غرض کسی نہ کسی بہانے ریس کورس پہنچنا چاہئے۔ سٹ لگا ہوا ہو، شوٹنگ ہو رہی ہو، نواب صاحب غائب۔ ٹالی گنج بھر ڈھونڈ ڈالئے ریس کورس مین آپ کو ملین گے۔ آپ جب کبھی پر یا اتوار کو ملاقات کیجئے موضوع بحث ریس کا گھوڑا ہوگا کہ شارٹ ہڈ سے معاملہ رہ گیا ورنہ تین ہزار مار لئے تھے۔ سنیچر کی صبح گھر سے نکلتے ہوئے اگر بلی راستہ کاٹ جائے تو بس مصیبت ہے۔ یا کوئی غریب ایک آنکھ والا سامنے آجائے تو اینٹ ہی کھینچ کر مارین گے۔ ریس کورس مین ٹکٹ خریدتے وقت کوئی خوبصورت عورت جا رہی ہو اپنا ارادہ بدل کر جو ٹکٹ وہ خریدے گی آپ بھی اسی کھڑکی سے ٹکٹ لین گے۔ سنیچر کے دن یہودیون کی طرح بات کم کرین گے۔ اور غالباً یہ عادت اس وقت سے ہے جب یہ یہودی کا پارٹ ادا کر رہے تھے۔

اس زمانہ مین نواب یہودیون کے محلہ مین جاکر گھنٹون کھڑے رہتے تھے۔ انکی چال ڈھال اور طرزِ گفتگو دیکھا کرتے تھے۔ نواب سے اگر کوئی قرضہ کابل وصول کرنے سنیچر کے دن جائے تو اسکی شامت آجاتی ہے۔ اگر بہت شرافت سے سلوک کیا تو خود اپنے آپ کہدینگے کہ نواب گھر مین نہین ہین۔ ریس مین اگر جیت بھی گئے تو ٹرام پر واپس آئین گے۔ خواہ کوئی جیب سے روپے ہی کیون نہ نکال لے مگر ٹیکسی پر نہین آنے کے۔ جس ہفتہ جیت جاتے ہین اکثر خیرات کرتے ہین اور اخبارات کے چندے بھی فیاضی کے ساتھ وی۔پی وصول کرکے ادا کرتے ہین۔ اگر کسی اخبار یا رسالہ کا وی۔پی واپس جائے تو ہمیشہ یہ سمجھنا چاہیے ہے کہ نواب کاشمیری کا یہ ہفتہ برا رہا۔

ریس کے والہانہ شوق سے مجبور ہوکر نیو تھیٹر نے ریس کے دن انکا کام ہی ملتوی کردیا۔ اور اب اتوار کی بجائے ان کو سنیچر کے دن چھٹی ملجایا کرتی ہے۔ آپ کو اگر نواب سے ملاقات کرنا ہو اور اتفاق سے سنیچر کا دن ہو تو بس ریس کے میدان جایئے وہان کتاب لئے ٹہلتے ہوئے ملین گے۔ گھوڑے چھوٹے اور نواب صاحب نے کچھ پڑھنا شروع کیا۔

”دیکھئے اس موقعہ پر کچھ نہ بولئے گا“

”یہ ہمارا ایک نیک مشورہ ہے“

”باقی آپکو اختیار ہے“

غــــــزل

بڑا قصور یہ ہے آپ پر فدا ہون مین
جو آج اپنے نصیبون کو رو رہا ہون مین

اَداشناس محبت نے کردیا مجھ کو
مزاجِ حُسن کو پہچاننے لگا ہون مین

یقین کی وجہ یہی ہے کہ تیرے وعدون مین
فریبِ شوق کے انداز دیکھتا ہون مین

کہان ہے منزل مقصد مجھے یہ ہوش نہین
حدودِ راہ طلب سے نکل گیا ہون مین

نشان ملتے ہین ہر ہر قدم پہ منزل کے
قریب منزل مقصُود آگیا ہون مین

یہین تھے پھولون کے خرمن یہین نشیمن تھا
خزان مین دیکھ کے گلشن کو رو رہا ہون مین

مری امیدون کا اُمیدنا حصّل یہ ہے
وفائین کرکے بھی شرمندۂ وفا ہون مین

[illegible]

لطائف

شوہر:- (بیوی پر شک کرتے ہوئے) بتاؤ گھر مین کون آیا تھا؟
بیوی:- تم بڑے وہمی ہو، میری خالہ امان تو آئی تھین
شوہر:- اچھا تو وہ اپنی ٹوپی اور چھڑی کیون چھوڑ گیئن

اب اختر زبیدہ سے شادی کرنا نہین چاہتا۔
"مین تو سمجھا تھا وہ پہلی ہی نظر مین عاشق ہو گیا تھا"
ہان مگر اس نے دوسری نظر بھی ڈالی تھی۔

بیوی:- تم سمجھے تھے اب مین میکے سے واپس ہی نہین آؤنگی۔
شوہر:- آہ مین ایسا خوش نصیب نہین ہون۔

ایک شخص نے اپنے ایک دوست سے اپنے شہر کے قریب گذرنے والے دریا کا حال بیان کرتے ہوئے کہا:-
"ہمارے دریا مین مچھلیان اس کثرت سے ہین کہ اگر تم کوئی برتن پانی مین ڈالو اور پھر اسے نکالو تو وہ مچھلیون سے لبریز ہوگا"
دوسرے شخص نے کہا:-
"اور مجھے تمہین ہمارے شہر کے دریا کا تو حال معلوم ہی نہین، اگر آدمی پانی لینے جائے اور اس غرض سے برتن دریا مین ڈالنا چاہے تو پہلے اسے دونون ہاتھون سے مچھلیان ہٹانی پڑتی ہین"

شوہر:- اچھا اب مین نے تمھارے سامنے شیر کی خوفناک طاقت اسکی ہیبتناک جرارت اور اسکی شجاعت کا ذکر پوری طرح کر دیا ہے، کیا تم ایسی ہستی کا نام بتا سکتی ہو جس سے شیر بھی ڈرتا ہو؟
بیوی:- کیون نہین
شوہر:- ذرا بتاؤ تو سہی
بیوی:- شیر اپنی بیوی شیرنی سے ضرور ڈرتا ہوگا۔

باپ:- وہ تین لفظ کونسے ہین جو لڑکے لڑکیان اسکولون مین زیادہ تر استعمال کرتے ہین؟
لڑکا:- "مین نہین جانتا"
باپ:- (خوش ہو کر) شاباش بالکل صحیح جواب دیا

میم صاحب:- پیارے معاف فرمایئے مین اس درجہ غصہ مین تھی کہ ایک گھنٹہ تک خاموش رہی
صاحب:- معافی کی کیا بات ہے، سچ پوچھو تو یہ میری زندگی کا بہترین وقت تھا۔

جج:- (مفروضہ مجرم سے مخاطب ہو کر) تم رہا کئے جاتے ہو، کیونکہ تم مجرم ثابت نہین ہو سکے۔
مجرم:- (جج کی طرف خوش آئند نظرون سے دیکھتے ہوئے) حضور عالی مجھے دو ہفتے تک حراست مین رکھا گیا ہے تو کیا اس کے بدلے مین مین بغیر سزا پائے کوئی چھوٹا موٹا جرم کر سکتا ہون؟

امپیریل فلم کمپنی

کے

بہترین اور شاندار کارنامے

چلتا پتلا جس مین مس دلاری، غزنوی مکٹ، سید احمد، عبدل، غلام رسول، واتار، وغیرہ نے قابل دید کام کیا ہے۔

غلام ڈاکو جس مین مس روزی، غلام محمد، غزنوی، زلّو، سید احمد وغیرہ نے بہترین کام کئے ہین۔

شان ہندوستان جس مین مس روزی اور کمار وغیرہ نے بہترین اداکاری کی ہے، ڈائرکٹر:- چودھری

انارکلی جس مین مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ، زلّو وغیرہ نے لاجواب کام کیا ہے ——— ڈائرکٹر:- چودھری

بمبئی کی بلّی جس مین مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ، غلام احمد، عبدل، زلو، سید احمد، للتا وغیرہ نے کام کیا ہے، ڈائرکٹر:- نندلال

وطن کی بیٹیان نسوانی طبقہ کی حقیقی تصویر، جس مین مس روزی، کمار، مبارک نے کام کیا ہے، ڈائرکٹر:- چودھری

فانک ڈو فطوری اپنی نوعیت کی عجیب و غریب تصویر، عبرت انگیز افسانہ بہترین کاسٹ کیا تھا جلد پیش کیجائیگی، ڈائرکٹر:-

لیل و نہار انسانی زندگی کا مرقع جس مین مس دلاری، غزنوی، عبدل اور کمپنی کے تمام مشہور اداکارون نے کام کیا ہے، ڈائرکٹر:-

خوبصورت بیوی چار جوانی جیسی دلکش اور کامیاب تصویر جس مین کمپنی کے تمام اداکارون نے کام کیا ہے، ڈائرکٹر:-

بکنگ کا پتہ: **جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز، فورسٹ روڈ، دہلی**

حضرت آرزو لکھنوی کی

ایک خاص غزل پر شاعرۂ پردہ نشین حجاب صاحبہ شاہجہانپوری کی تضمین

کوئی حسرت کا مارا، یا خدنگ غم کا گھائل ہون
کوئی کشتہ ستم کا، یا ستم پیشہ کا بسمل ہون
وہ کچھ ہون درد اپنا صاف کہدینے کے قابل ہون
کوئی چٹکا ہوا شیشہ ہون یا ٹوٹا ہوا دل ہون
بہرصورت مین اک آئینۂ بیداد قاتل ہون

جو بجلی کو خجل کر دے وہ بیتابی بھرا دل ہون
جو باتون سے لہو عالم کو رلوا دے وہ گھائل ہون
مین اب ناقص نہین اس فن مین وہ استاد کامل ہون
بتا دون محو حیرت اک زمانے کو جو بسمل ہون
مین خود وارفتہ ہون لیکن ادب آموز محفل ہون

اگر دلبر ہمطبع پر آنا ضروری ہے
ادا کی شان طرز عشق مین پانا ضروری ہے
تو پھر وجہ تعلق کچھ تو دکھلانا ضروری ہے
محبت مین مزاج اتنا تو مل جانا ضروری ہے
کہ شوخی ہو تری چتون سے پیدا، اور مین بسمل ہون

وہ کیا جانے کہ کیا ہے بھید میدان محبت کا
یہ اک ٹکڑا ہے پردہ لاکھ دنیاؤن کی وسعت کا
سبق لے مجھ سے میرا خضر پہلے واقفیت کا
جہان تو ہے ہر ذرہ مرے صحرائے وحشت کا
بتا دون راستہ رہبر کو وہ گم کردہ منزل ہون

سنا تھا گو محبت مین محب کا مسخ ہو جانا
شنیدہ کے بود دیدہ یقین ہرگز نہ آتا تھا
ہوا جب عشق بدلے رنگ پھر تو کہ پھر اہر جا
امید و بیم الفت نے کیا قائل تناسخ کا
کبھی ہنستا ہوا غنچہ، کبھی روتا ہوا دل ہون

یہ رعب حسن کا ہے، یا کمال آداب الفت کا
کہ کہنا ہے نہ کہنا اور نہ کہنا مدعا کہتا
جہان سب رک گئے تھرا کے دیکھا بارہا ایسا
زبان سے راز الفت جب بیان کرتے نہین دیکھا
تو خود لکنت یہ کہتی ہے، مین شرح مطلب دل ہون

محبت کا مآل انجام سودا کھولے دیتے ہین — دوئی جس مین رہتی وہ درجا کھولے دیتے ہین
مرے پرجوش فقرے حال میرا کھولے دیتے ہین — انا لیلیٰ کے دعوے بھید اسکا کھولے دیتے ہین
مین پشت ناقہ وحشت پہ اک بے پردہ محمل ہون

رہے چاہے تعلق سب سے چاہے ترک ہو جائے — مگر کشتی تو ہے دھارے پہ طوفان حوادث کے
یہی غم پھر بھی پہونچیگے، یہی دُکھ جھیلنا ہونگے — مفر ممکن نہین ہو کر کنارہ کش بھی دنیا سے
کہ موجین جس سے ٹکراتی ہین آ آکر وہ ساحل ہون

کیا زخمی بھی اکثر، داد جانبازی بھی اکثر دی — اب آخر طاق غفلت پر کتاب جور کیون دھر دی
نیاز عشق کم دیکھا کہ جوش ہمت مردی — نگاہ ناز نے تیر افگنی مین کیون کمی کر دی
ابھی ہے جان کچھ باقی ابھی مرنے کے قابل ہون

یہ غم کیا کم ہین کیا تھوڑی یہ تکلیفین گذرتی ہین — کہ مین پابند ضبط اور حسرتین بے لوث مرتی ہین
پھر اسپر بھی تڑپنے سے جو مجھ کو منع کرتی ہین — مری بے چینیان الزام بے صبری سے ڈرتی ہین
بندھے ہین دست و پا جس کے مین وہ مجبور بسمل ہون

جو عاشق ہے وہی معشوق ظاہر خلق پر یون ہے — مگر شیوہ نہین یکسان دوئی باہمد گر یون ہے
ے اب سن عشق اس راز وفا کا پردہ در یون ہے — تری خوئے جفا مجھ مین بھی ہے ظالم مگر یون ہے
کہ تو اورون کا قاتل ہے مین اپنا آپ قاتل ہون

گذرتے ہی مری درخواست اس کے دلنشین ہوگی — ثبوت اچھا نشان ظاہر ہے ڈگری بالیقین ہوگی
نہین ہوگی پھر اس مین کوئی ضد مانع نہین ہوگی — ہوا ہے جذب جس جا خون، تربت بھی وہین ہوگی
بڑے دعوے سے حقدار زمین کوئے قاتل ہون

جناب اچھا! تو تم اب آرزو صاحب سے یہ پوچھو — کہ اس مقطع مین دی ہے گوشمالی آپ نے کس کو
مگر اورون سے کیا مطلب، تم اپنا حال یون کہدو — جہان ہو مدعی علم، لیکن آرزو مین تو
نہ سمجھا آج تک اپنی حقیقت بھی وہ جاہل ہون

نایاب فلمی تحفے

اسٹیج فلم کمپنی بمبئی

ہندوستانی اسٹیج کی گذشتہ شان و عظمت کو پردۂ فلم کے ذریعہ دوبارہ زندہ کیا ہے

شکسپیر کا زندہ جاوید ڈراما

ہملٹ

کو فنکارانہ کمال اور رنگین مناظر کیساتھ ہندوستانی زبان مین منتقل کر کے

جس کا اردو نام

خون کا خون

ہے

اداکارون مین مشہور و ممتاز تربیت یافتہ ڈرامائی تمثیل نگار "سہراب مودی" سرگرم اداکار شمشاد بائی عرف چھمیان دہلی والی، اور انکی لڑکی نیم کی دلکش اداکاری آپ کو محو حیرت بنا دیگی۔

یہ وہ شاہکار ہے جو مؤثر وجد آفرین اور ولولہ انگیز مکالمون سے بھرا ہوا ہے اور اس کے اسٹیج، سین اور ڈرامائی مناظر صحیح معنون مین اصلی اور حقیقی ہین، فلمسازی کی تاریخ مین یہ انتہائی حیرت انگیز اور تعجب خیز کارنامہ ہے جس کی تیاری کا سہرا اسٹیج فلم کمپنی کے سر ہے۔

بھونانی پروڈکشن کے سنسنی خیز فلم،

شادی کی رات

اور

جنگ بہادر

لاجواب سٹنٹ پکچر

جس مین پربھا، نرگس، شیام پلی، قیمتی پرشاد، پراشر، شورانی وغیرہ نے قابل دید اور نمایان کام کئے ہین۔ ڈائرکٹر موہن بھونانی

یہ دونون فلم شمالی ہند کے شائقین فلم کی پسند کو پیش نظر رکھتے ہوئے تیار کئے گئے ہین۔ مار دھاڑ کے غیر معمولی "سٹنٹ" اب تک پردۂ سیمین پر اس شان سے نہین دکھائے گئے ہین۔

دلاور

جسمین نوین یجنیک اور سوشیل کی حیرت انگیز اداکاری اور کمالات فن نمایان ہین

شمالی ہند مین بکنگ کا پتہ

انڈیا فلم بورو پوسٹ بکس نمبر ۵۰ لاہور

تار کا پتہ "قاضی فلم"

برانچ

انڈیا فلم بورو ——— پوسٹ بکس نمبر ۱۴۰ دہلی
انڈیا فلم بورو ——— بندر روڈ کراچی

مُلکی زبان

از علامہ محمد حسین صاحب اشرف لکھنوی

بہی خواہان ملک میں عرصے سے یہ خیال عام ہوگیا ہے کہ ملک کے واسطے ایک مشترکہ اور متحدہ زبان ہونا چاہئے۔ خیال بہت مبارک ہے کیونکہ جب تک اہل ملک کو مبادلۂ خیالات کے لئے آسانی نہ ہو نہ ملک ترقی کرسکتا ہے نہ دوسروں کی نظر میں اس کا وقار قائم ہوسکتا ہے اب رہا یہ فیصلہ کہ کوئی نئی زبان بنانا چاہئے، یا رائج الوقت زبانوں میں سے کسی ایک کو عام کردینا چاہئے۔ تو نئی زبان بنائیگا کون اور اسے رائج کون کریگا، زبان ضروریات کے ماتحت بنتی ہے اور ضروریات ہی کے ماتحت رائج ہوتی ہے۔ لہٰذا ضروریات نے جس زبان کو خلق کیا اور مقتضائے وقت نے جس زبان کو رائج کردیا وہی زبان ملکی زبان ہوگئی

یوں تو ہندوستان کے مختلف صوبوں میں متعدد زبانیں رائج تھیں مگر جو زبان عام تھی جس میں مقامی تمام زبانوں کی لفظیں ملی جلی موجود تھیں وہ ہندی زبان کہلاتی تھی، اسی زبان نے انقلابات کا اثر قبول کیا، اہل ملک کے مذاق کو بدلا، ضروریات نے نئی اور بدیسی لفظوں کے شامل کرلینے کی طرف راغب کیا اور مذاق کی تبدیلی نے پرانی لفظوں میں سے بہت کچھ ترک کردیا غرضکہ جس طرح دنیا بھر کی زبانوں میں تبدیلی ہوئی اسی طرح ہندی زبان بھی تھوڑی بہت بدلی اور ترقی کے زینے طے کرگئی، پرانی ہندی صرف دیہاتوں میں رہ گئی اور نئی ہندی شہروں میں پھیل گئی اور اس پر ملک کی کاروباری زندگی اٹھی، اب جن چیزوں نے مغالطہ میں ڈال رکھا ہے، وہ نئی ہندی کا نیا نام اُردو اور نیا رسم الخط فارسی حروف ہے

برادران وطن کو اگر اس کا "اُردو" نام پسند نہیں تو وہ اسے ہندی ہی کہیں جو اس کا قدیم نام ہے اور عرصہ تک یہی نام رائج رہا "اُردو" تو چند دن سے رائج ہوگیا ہے "ہندوستانی" کہتے ہیں تو پھر "ستانی" فارسی کا جزو شامل رہتا ہے اور اب تک اسے اہل ملک میں عام مقبولیت بھی حاصل نہ ہوسکی۔

رہا رسم الخط کا معاملہ، تو میری رائے میں دونوں رسم الخط ضروری ہیں۔ ہندی حروف عوام کی آسانی کے لئے اور فارسی حروف علمی دنیا کے واسطے کہ بغیر اس کے لفظوں کی صحیح کتابت ہندی حروف سے محال ہے۔ مثلاً "ز" "ذ" "ض" "ظ" ایک ہی آواز کے چار حرف ہیں جو رائج الوقت زبان کے مختلف الفاظ میں برابر آتے رہتے ہیں اور انہیں کی شناخت سے معنی کا فرق ظاہر ہوتا ہے مثلاً "فرق" اگر "ز" سے لکھا جائے تو زیادتی کے معنی دیگا اور "فضا" "ض" سے لکھا جائے تو بہار اور خلوئے بسیط کے معنی دیگا، یہ تمام فرق فارسی حروف دور کرنے سے مٹ جائیں گے اور اچھے اچھے پڑھے لکھے معنوی غلط فہمی میں مبتلا ہوجائیں گے۔ رسم الخط کا اس طرح بدل دینا کہ فارسی حروف مطلقاً ترک کردیئے جائیں اور ہندی حروف اختیار کرلئے جائیں ایسی مصیبتوں میں پھنسا دیگا جس کا کوئی چارہ کار نہ رہیگا، اور سینکڑوں برس اس کی اصلاح میں لگ جائیں گے، وقت کا تقاضا یہ ہے کہ جلد سے جلد اس جھگڑے کو ختم کرکے دوسرے تعمیری کاموں کو انجام دیا جائے ورنہ یہ یاد رہے کہ اس اختلاف میں فضول اتنا

ضائع ہوگا۔ اور اگر اپنی اپنی جگہ کچھ تعمیری کام کئے بھی تو وہ اجتماعی نہ ہونے سے بے وقعت، بے اثر ہوں گے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ پرانی ہندی کو ٹھیٹھ ہندی کہا جائے اور اس کا تعلق دیہات سے رہنے دیا جائے اور شہری ہندی اس ہندی کو کہا جائے جس کا نام اُردو ہوگیا ہے اور رسم الخط دونوں جاری رہیں کہ کاروبار میں، اور نیز مبادلۂ خیالات میں آسانی ہو، اور متفقہ طور پر اس نئی اور ترقی یافتہ ہندی کی بے اعتدالی کو دور کردیا جائے نہ ایسے غیر ہندی لفظیں آئیں جن کے سمجھنے میں دشواری ہو نہ ایسی ٹھیٹھ ہندی لفظیں اس نئی ہندی میں شامل کی جائیں جن سے باہمی امتیاز جاتا رہے، اور زبان کی لطافتیں جو بڑی کاوشوں کے بعد پیدا ہوئی ہیں، فنا ہوجائیں، اس جدید ہندی (اُردو) کو جو کچھ جہاں سے لینا تھا لے چکی۔ اور جو کچھ چھوڑنا تھا چھوڑ چکی۔ اور یہ سب ذوق اہل زبان کے ماتحت ہوا ہے آخر پاؤں اور پیر کیوں مستعمل ہیں، اور چرن اور گوڑ کیوں مستعمل نہیں، اسی طرح "جواب" کس قدر مستعمل لفظ ہے اور "پاسخ" کبھی نہیں بولا جاتا حالانکہ معنی بھی ایک ہیں اور زبان بھی ایک ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ باہمی میل میل سے اہل ملک کے مذاق میں قدرتی طور پر اتنی تبدیلی ہوگئی ہے کہ جن لفظوں کے بولنے کی عادت تھی وہ ترک ہوگئیں اور اب بھی اچھی نہیں معلوم ہوتیں آخر دھرتی اکاش پریم پاتی تو زبان پر چڑھی ہوئی لفظیں ہیں مگر ابھی جگہ زمین آسمان محبت خط مکتوب وغیرہ بولا جاتا ہے، اور سمجھا بھی جاتا ہے۔

آخر میں اتنا اور کہدینا چاہتا ہوں کہ جب تک اہل ملک اپنے دلوں کو صاف کرکے انصاف کے راستہ پر قدم نہ رکھیں گے اس وقت تک کامیابی کی منزل پر پہنچنا دشوار ہے۔

"آرزو"

غزل

میہمان تیر نگاہ ناز قاتل ہوگیا
اب تو میرا دل بھی دِل کہنے کے قابل ہوگیا

روز محشر دعوئے خون میرا باطل ہوگیا
لو یہاں بھی آکے قاتل کی طرف دِل ہوگیا

اللہ اللہ آمد تیر نظر کی یہ خوشی
مجھکو پیچھے چھوڑ کر آگے مرا دل ہوگیا

گل ہوئی شمع شبستان بجھ گیا عاشق کا دل
آپ کے جاتے ہی پھیکا رنگ محفل ہوگیا

کی قیامت آپ نے آوازدیکر نزع میں
مجھکو جینے کی طرح مرنا بھی مشکل ہوگیا

صبح شام ہجر آخر کھینچکر اک آہ سرد
رات کا جاگا ہوا بیمار غافل ہوگیا

ہائے کیا تقدیر تھی اس قطرۂ خوں کی قدیرؔ
نام جسکا اصطلاحِ عشق میں دل ہوگیا

حضرت قدیر لکھنوی

کلکتہ فلم ایکسچنج

پجارن

کائنات فلم مین ہلچل پیدا کرنے والا عدیم النظیر شاہکار جو ہندوستان کے مایۂ ناز نگارخانہ نیو تھیٹرز مین تیار ہوا جس مین سہگل، راج کماری، چندراوتی، نواب کاشمیری، پہاڑی سانیال، بابولال، ترلوک، کپور، جگدیش اور ا... کدار، وید، دیبی وغیرہ نے حسن اداکاری کے جوہر دکھائے ہین،

ڈائرکٹر:- مسٹر پرفلورائے، مکالمہ نگار:- سہیل عشرتی، کیمرہ مین:- یوسف موجی، ساؤنڈ ریکارڈنگ، بانی دت

ہملٹ یا خون کا خون

اسٹیج فلم کمپنی کا عدیم النظیر شاہکار جو اپنی نوعیت کا لاجواب فلم ہے، اس کا افسانہ انگلستان کے مشہور ڈرامانویس شکسپیر کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے، سنسنی خیز واقعات شاندار اداکاری، زرق برق لباس، دلکش سین سینیری، وجد آفرین رقص اور دلون کو مسحور کرنے والے لاجواب گانے "خون کا خون" فلم مین آپ ملاحظہ فرما سکتے ہین، بلند معیار فوٹوگرافی صاف اور واضح صدابندی، پاکیزہ زبان اس فلم کا حصہ ہے۔

اداکاران خصوصی:- سہراب مودی- مس شمشاد، مس نسیم، فقیر محمد، فضل کریم، رام پیاری، گوہر وغیرہ

تلاش حق

سنگیت فلم کمپنی کا مشہور و معروف فلم، جس نے فلمی دنیا مین ہلچل ڈالدی ہے، اور جس کو دیکھ کر آدمی پھر دوسری مرتبہ دیکھنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے، روح پرور گانے، ہنگامہ خیز اداکاری، وجد آفرین رقص، حیرت انگیز مناظر، دلکش صدابندی تلاش حق کی خصوصیات ہین۔

اداکاران خصوصی:- ملکۂ موسیقی بائی جدن بائی، بے بی رانی، قمر جہان، احمد حسین، یعقوب خان، پانڈے، مہدی رضا، قائم علی، پی- سی- پٹیل، منشی اختر وغیرہ

کلکتہ فلم ایکسچنج	کلکتہ فلم ایکسچنج	کلکتہ فلم ایکسچنج
۲۲، امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ	تری بھون روڈ بمبئی ۴	۵۰، آرمینین اسٹریٹ مدراس

ہندوستانی فلم کمپنیاں

از جناب مصطفیٰ حسین صاحب عرفان دہلوی

ہندوستان میں بہت کم ایسی فلم کمپنیاں ہیں جو اصلاحی، اخلاقی، تعلیمی، تمدنی، معاشرتی ڈرامے بناتی ہوں، ہر فلم کمپنی بہتر سے بہتر ڈرامہ بنانے کا ارادہ کرتی ہے لیکن ناکامیاب رہتی ہے، ہندوستان میں صرف چند ایسی فلم کمپنیاں ہیں جو اصلاحی اور اخلاقی پہلو کو پیش نظر رکھکر ڈرامہ بناتی ہوں، اس مختصر مضمون میں ہم ان کمپنیوں کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو ڈرامہ بناتے وقت ان باتوں کا خیال رکھتی ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہندوستان کی مایۂ ناز کمپنی نیو تھیٹرز لیمٹڈ کا تذکرہ کرنا ضروری ہے۔ اس کمپنی نے "پورن بھگت" "یہودی کی لڑکی" "چنڈی داس" "دیوداس" "دھوپ چھاؤں" "کاروانِ حیات" "کروڑپتی" وغیرہ اصلاحی، اخلاقی ڈرامے بناکر ملک سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ ان ڈراموں میں حسن و عشق کے واقعات بھی ہیں، ناچ و رنگ بھی ہے، ظرافت بھی ہے، سنجیدگی بھی ہے غرض ہر وہ چیز شامل کی ہے جو شائقین کی دلچسپی کا باعث ہو سکتی ہے، لیکن ہر چیز موقعہ محل اور ضرورت کے لحاظ سے پیش کی ہے۔

ان ڈراموں کو ملک کے ہر طبقہ نے پسند کیا ہے، حالانکہ یہ چیزیں مختلف کمپنیاں بھی پیش کرتی ہیں لیکن بے ڈھنگے طریقے سے، منتظمان نیو تھیٹرز اس کامیابی پر مبارکباد کے مستحق ہیں، اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ آئندہ اس سے بہتر ڈرامے ملک کے سامنے پیش کریں گے۔

پربھات فلم کمپنی کے ڈرامے بھی اچھے ہوتے ہیں اور سٹنگ تو پربھات کا حصہ ہے۔ اس کمپنی نے "مایہ مچھندر" "امرت منتھن" "چندرسینا" وغیرہ ڈرامے بناکر ملک سے خراج تحسین حاصل کیا ہے، لیکن ہمیں تعجب ہے کہ اس کمپنی نے اب تک کوئی اصلاحی، معاشرتی ڈرامہ نہیں بنایا، تاہم دھارمک ڈرامے بنانے میں اسے کمال حاصل ہے اور ان ڈراموں میں پربھات نے اخلاق سے گری ہوئی کوئی چیز پیش نہیں کی۔

امپیریل فلم کمپنی کے ڈرامے بھی غنیمت ہیں اس کمپنی نے "سوبھاگیہ سندری" "بھارتی ماتا" "اندرا ایم۔ اے" وغیرہ ڈرامے بنائے ہیں جنہیں اصلاحی کہا جا سکتا ہے، یہ کمپنی بھی حتی الامکان بہتر سے بہتر ڈرامے بنانے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کے ڈراموں میں اخلاق سے گری ہوئی چیزیں بہت کم نظر آتی ہیں، جنہیں خوبیوں کے مقابلہ میں نظرانداز کیا جا سکتا ہے۔

بمبئی ٹاکیز نے حال میں ایک نیا فلم "جیون نیا" ملک کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس فلم کو دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس کمپنی نے بہتر ڈرامے بنانے کی کوشش کی ہے، اس ڈرامے کی کہانی، اسٹنگ ایکٹنگ وغیرہ سب چیزیں اچھی ہیں، اس ڈرامہ کو اخلاقی ڈرامہ کہا جا سکتا ہے، اس ڈرامے میں اخلاق سوز مناظر سے پرہیز کیا گیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر اس کمپنی نے اسی طرح اپنی اصلاح کی کوشش کی تو یہ کمپنی بھی بہتر سے بہتر ڈرامے بنائیگی، حالانکہ اس کمپنی نے اپنا

پہلا ڈرامہ "جوانی کی ہوا" بہت کمزور بنایا تھا۔
فلم کمپنیوں کو چاہیئے کہ وہ اخلاقی، تمدنی، تعلیمی، تجارتی، معاشرتی، اصلاحی ڈرامے بنائیں اور تماشہ کے ساتھ ساتھ اصلاح کو پیش نظر رکھیں تو کیا اچھا ہو، اور اس قسم کے ڈرامے تیار کیئے جائیں گے تو اس کا اثر دیکھنے والوں پر اچھا پڑیگا۔ لیکن اس سے ہمارا مطلب یہ نہیں کہ فلم میں عام دلچسپیاں نہ ہوں، ضرور ہوں ورنہ اسے کوئی نہ دیکھے گا، وقت موقعہ اور ضرورت کے لحاظ سے ہر چیز فلم میں شامل کی جاسکتی ہے، جب شائقین کے سامنے اس قسم کے ڈرامے پیش کیئے جائیں گے تو وہ انہیں دیکھنے کے لئے مجبور ہوں گے۔ ان کا مذاق بدل جائیگا۔ اس کی مثال نیو تھیٹرز کے ڈرامے ہیں، ملک میں ہر جگہ مقبول ہوئے ہیں، یہی نیو تھیٹرز کی کامیابی کا راز ہے، اس چیز نے نیو تھیٹرز کو بام عروج پر پہنچا دیا ہے۔

غزل

دیکھا جو پست ہوتے اوروں کے حوصلے کو
یونہی دبائے رکھا اس دل کے ولولے کو

بدعہد نے دیئے ہین نقصان کیسے کیسے
جانے دو ساتھ جی اب اس معاملے کو

چہرہ سے برہمی مین پردہ ہٹانے والا
منسوخ کر رہا ہے آپ اپنے فیصلے کو

اے جذب کھینچ انکو، اے شوق مجھکو لیچل
آسان ہے گھٹانا کوسوں کے فاصلے کو

ناکام حسرتوں کو جوشِ خوشی نے مارا
منزل پہ آکے لوٹا رہزن نے قافلے کو

یہ آگ مین ہے گویا اور آگ اِک لگانا
رہ رہ کے چھیڑتے ہو کیون ایک دل جلے کو

اے آرزو نہ روکو بڑھتی امنگِ دِل کی
اچھا نہین دبانا اس خام آبلے کو

علامہ آرزو لکھنوی

نیو تھیٹرز کا شاہکار

دیوداس

ادا کاران

جمنا، سہگل، پہاڑی، نیمو، راجکماری
ستارہ، کے۔سی۔ڈے،
وشوناتھ، بھدری
شور وغیرہ

ڈائرکٹر — پی۔سی۔بروا

مکالمہ — کدار بی۔اے

بہت حسن وخوبی کیساتھ ملک کے سامنے پیش کر دیا گیا۔جس نے فلمی دنیا
میں تہلکہ مچادیا

بکنگ کے لئے پتہ

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
جنوبی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچنج ۵۰ آرمینین اسٹریٹ مدراس
مشرقی ہند ——— دوسانی فلم کارپوریشن ۷، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ
مغربی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچنج تری بھون روڈ بمبئی ۴

ادیب جلیل حضرت آغا حشر کاشمیری مرحوم

کے

غیر فانی شاہکار کا ایک سین

"حشر کی موت ہندوستانی ڈرامہ کی موت ہے"

ادیب جلیل حضرت آغا حشر مرحوم کو ہم سے جدا ہوئے آج پندرہ مہینے ہوگئے، ہندوستان شاہد ہے کہ اس مدت مین جسقدر ڈرامہ اسٹیج یا ہال کی شکل مین نظر آئے وہ سب نقوش فانی ثابت ہوئے، ضرورت کا اقتضا یہ تھا کہ حشر مرحوم نے اس ادب لطیف کو جس منزل پر پہنچایا ہے ہندوستان کے ڈرامہ نگار اس سے آگے بڑھنے کی کوشش فرماتے، لیکن افسوس کیساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ ایسا نہین ہوا بلکہ حشر کی موت کے بعد ڈرامہ نگاری کی دنیا مین اتنا ماتم باشان اضافہ ہوا کہ آج فلم اور اسٹیج سے متعلق ہر تعلیم یافتہ اور جاہل کم از کم ایک اسٹوری کا مصنف ہے۔ آغا حشر نے صنف ڈرامہ کو جس منزل پر چھوڑا ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل سطور سے کیا جا سکتا ہے، ادبائے ہند سے درخواست کیجاتی ہے کہ ڈرامہ نگاری کی دنیا مین اس منزل سے آگے بڑھنے کی کوشش فرمائین

(تورانی سرحد ایک سرسبز و شاداب پہاڑی مقام آسمان مین صبح کا آفتاب اور گھوڑے کی پیٹھ پر رستم دکھائی دیتا ہے۔)

رستم — دنیا کے لئے روشنی، پھولون کے لئے مسکراہٹ، پرندون کے لئے زمزمے، دریاؤن کے لئے ترنم ریز روانی، سوئے ہوئے قوائے عمل کے لئے بیداری کا پیغام لانیوالا آفتاب افق مشرق کی پیشانی پر تاج زرافشان کی طرح چمک رہا ہے۔ کتنا پر جلال نظارہ! یہ معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب نہین، ایک نورانی کتاب ہے جس مین دنیا جاگنے کے بعد اپنے ماضی کے خواب کی تعبیر پڑھ رہی ہے، ستارون کے ملک سے آیا ہوا ایک نورانی فرشتہ ہے جس سے کائنات کی ہر شئی زندگی کی برکتین مانگ رہی ہے آسمان کی مانند اس زمین پر بھی ہر روز اسی طرح طلوع و غروب کے نظارے دکھائی دیتے ہین انسانون کی قسمت کا ستارہ اور قومون کے اقبال کا آفتاب بھی یونہی گمنامی کی رات کا سیاہ پردہ ہٹا کر شہرت کی فضا مین چمکتا کامیابی کے سنہرے دنون پر حکومت کرتا اور آخر دنیا کی یادداشت یا تاریخ کے صفحون پر اپنے دھندھلے یا روشن نشان چھوڑ کر شام فنا کی تاریکی مین غائب ہو جاتا ہے ؎

دنیائے بے ثبات مین ہر شئے ہے تیز گام
ہر دن کے ساتھ رات ہے ہر صبح کی ہے شام
رنگ زوال سے ہین رنگے گل بھی خار بھی
دھوکا ہے اس چمن کی خزان بھی بہار بھی

(گھوڑے کی پیٹھ سے اترتا ہے)

آفتاب کی سنہری کرنون کے ساتھ چارون طرف خوبصورتی اور رنگینی بکھری ہوئی ہے۔ پرندون کے ترانون پر ہوائین رقص کر رہی ہین، زمین پر صبح کی روشنی، پھولون کی خوشبو اور بیلون کے نغمون کا سیلاب بہہ رہا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگل

کا بنایا ہوا ایک شعر، یہ بلند پہاڑ اس شعر کا مضمون، یہ بہتے ہوئے چشمے اس شعر کی روانی اور یہ سرخ سبز زرد پھول اس شعر کے حسین استعارے ہیں۔

(پیارے گھوڑے کی گردن تھپتھپاتا ہے)

میرے بچپن کے رفیق، جوانی کے دوست، میدان جنگ کے وفادار ساتھی وہ دیکھو ہرے بھرے درختوں کی ٹھنڈی چھاؤن مین تمھارے لئے دور تک سبز مخمل کا دسترخوان بچھا ہوا ہے، خوشبو مین نہائے ہوئے ہوا کے جھونکے بار بار تمھین بلانے آ رہے ہین جاؤ انکی دعوت قبول کرو۔

(گھوڑے کو چرنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے)

سردی، گرمی، بھوک، پیاس کی تکلیفون سے بے پروا ہوکر آسمان سے ٹوٹے ہوئے تارے کی طرح جو فضا مین راستہ بھول گیا ہو، دو مہینے سے شکار کے پیچھے جنگلون اور پہاڑون مین بھٹکتا پھر رہا ہون ——— بس! شکار اور سفر دونون ختم ہوئے ——— تھکے ہوئے جسم کو تھوڑا آرام دینے کے بعد آج ہی ایران روانہ ہو جاؤنگا۔

(ڈھال کا تکیہ بنا کر زمین پر لیٹتا ہے)

نیند، پیاری نیند، تم فطرت کی لاڈلی بیٹی ہو، برکتون کے ملک کی ملکہ ہو۔ آرام کی سلطنت کی شہزادی ہو ؎

راہ مین بکھرے ہوئے کانٹون کو ٹھکراتی ہوئی
آؤ آؤ مسکراتی پھول برساتی ہوئی
روح کو تسکین دو، اور جسم کو آرام دو
زندگانی کو خدا کا بہترین انعام دو

(دھیرے دھیرے سو جاتا ہے۔ چند تورانی سردار جو ایران کی سیاحت سے واپس ہوکر اپنے وطن سمرقند کی طرف جا رہے ہین، داخل ہوتے ہین)

سردار ۱: دنیا کے عجائبات مین تم بھی ایک عجیب چیز ہو! بہشت کو دیکھنے کے بعد بھی کہتے ہو کہ بہشت خوبصورت نہین!!

سردار ۲: ہان!

سردار ۱: تب یقیناً تم ایران کے سفر مین آنکھین ساتھ لیکر نہین گئے تھے۔ مجھے تو یہ محسوس ہوتا تھا، کہ جمشید اور فریدون کی سرزمین مین نہین، کسی شاعر کے خیال کی رنگین دنیا مین سیر کر رہا ہون۔

سردار ۲: جس طرح موت اور زندگی، ظلمت اور نور، اہرمن اور یزدان مین ازل سے جنگ ہو رہی ہے اسی طرح قدیم سے ایران اور توران بھی ایک دوسرے کی دشمنی کو اپنی زندگی کا واجب الادا قرض سمجھتے ہین۔ ہم تورانی ہین تورانی کے گلے پر خنجر رکھدو تب بھی ایران کی تعریف نہین کریگا۔

سردار ۱: تعریف نہ کریگا! کیون؟

سردار ۲: کیونکہ وہ ہمارے وطن کے دشمنون کا ملک ہے۔

سردار ۱: ایرانی قوم، تورانی قوم کی دشمن ہے، لیکن ایران کے پرعظمت پہاڑ، خوبصورت شہر، شاداب جنگل، پریون کی زلفون کی طرح لہراتے، بل کھاتے ہوئے دریا ہمارے دشمن نہین ہین کیا اس سفر مین تورانی سمجھکر ایران کے آسمان نے تمھین اپنے سورج چاند کی روشنی نہین دی، ایران کے چشمون نے تمھاری پیاس نہین بجھائی، ایران کی زمین نے تمھین بیٹھنے سونے کی جگہ دینے سے انکار کیا ——— تم دشمنی سے، اپنے ہونٹون کو سچ بولنے کی اجازت نہ دو، لیکن مین توران کے شہنشاہ افراسیاب کے سامنے بھی بے خوف ہوکر کہدونگا کہ دنیا کا بہشت ایشیا ہے اور ایشیا کا بہشت ایران ہے۔

سوار ۲ بس، بس، مین ایران کی تعریف مین قصیدہ سننا نہین چاہتا!
تم شاعر نہین، سپاہی ہو!!

سوار ۱ مین تمھارے جیسا چھوٹا دل، تنگ نظر، پست خیال لیکر اس دنیا مین نہین آیا ہون۔ اچھے کو اچھا کہنا شاعری نہین انصاف ہے تم جتنے ایران کے دشمن ہو اس سے زیادہ انصاف اور عقل کے دشمن ہو۔

سوار ۲ تمھارے لفظ زہر کی طرح کڑوے اور چھری کی نوک کی طرح تیز ہین۔

(میان سے تلوار نکالکر)

واپس لو، معافی مانگ کر ان لفظون کو ورنہ مجھے اس کا جواب تلوار سے دینا ہوگا۔

سوار ۱ تو اس جواب کا جواب بھی تلوار ہی کی زبان سے سننا ہوگا۔

(دونون ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہین)

سوار ۳ (روک کر) یہ کیا؟ تلوار اور طاقت کا ایسا ذلیل استعمال! کیا دنیا مین اب ہمارا کوئی دشمن نہین رہا جو تلوار کو زنگ سے بچانے کے لئے ہم نے آپس ہی مین جنگ شروع کر دی!! تورانیون کے پاس حربہ، لشکر، دولت، طاقت، ہمت سب کچھ ہے صرف ایک چیز اتفاق نہین ہے اسی لئے دشمنون کے مقابلے مین ان کی ہر فتح شکست بن جاتی ہے ـــــ تلوارین پھینکدو ـــــ ٹوٹی ہوئی محبت کو جوڑنے کے لئے ہاتھ ملاؤ ـــــ جو قوم، ہمدردی اور اتفاق کے ساتھ، ایک دل ایک خیال ہو کر دنیا مین زندگی بسر کرنا نہین جانتی، یاد رکھو، اس کی قسمت کے نوشتہ پر دائمی ذلت کی مہر ہو چکی، وہ آزاد دنیا مین غلامی کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ اور آخری سانس تک غیر قوم کی غلام رہیگی ـــ

گر دلون مین اتفاق اور خواہشون مین میل ہو
زندگی کی راحتون کو فتح کرنا کھیل ہے
کامیابی کے لئے احساس ذلت چاہیئے،
ایک ہو جاؤ اگر دنیا مین عزت چاہیئے

(دونون تلوارین میان مین رکھکر ہاتھ ملاتے ہین)

سوار ۱ دوست ندامت کیساتھ مین اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہون۔

سوار ۲ یہ لڑائی نہ تھی، ہماری دوستی نے ایک لحظہ کے لئے تلوارون کی جنگ کا خواب دیکھا تھا۔

سوار ۳ ہمین شام ہونے سے پہلے سمنگان پہونچ جانا چاہئے، تلوارین تیز کر چکے اب قدمون کو تیز کرو۔

(آگے بڑھتے ہین سوتے ہوئے رستم پر نظر پڑتی ہے)

سوار ۱ کون! انسان ہے یا قدرت کے جلال، پہاڑ کی مضبوطی، شیر کی ہیبت نے انسان کا جسم اختیار کر لیا ہے۔

سوار ۳ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گوشت اور ہڈی سے گھرا ہوا طاقت کا سمندر نیند مین چھاتی پھیلا کر دھیرے دھیرے سانس لے رہا ہے

سوار ۱ اس کے چہرے کی طرف جتنا دیکھو اتنا ہی تعجب بڑھتا ہے۔ قدرت بھی پیدا کرنے کے بعد مدتون اسے حیرت زدہ نگاہون سے دیکھتی رہی ہوگی (گھوڑے کو دیکھکر) وہ دیکھو ہرن کی آنکھین، مور کی گردن، گینڈے کی چھاتی، چیتے کی کمر، ہنس کی چال، تمام خوبصورتیون کو ایک آئینہ مین دیکھنا ہو تو اسے دیکھو۔

سوار ۳ کیسا شاندار گھوڑا، گویا ہری ہری گھانس پر جنگل کا بادشاہ گھوم رہا ہے۔

سوار ۲ اسے باندھکر سمنگان لے چلو، بادشاہ کو نذر کرین گے۔

سوار ۱ لیکن یہ چوری ہے۔

سوار ۲ یہ چوری نہین ہے کیونکہ چور کو سزا ملتی ہے، اور ہمین بادشاہ

سے انعام ملے گا۔

(سب جاتے ہین، رستم آہستہ آہستہ بیدار ہوتا ہے)

رستم جس طرح گرمی کی گود مین دم توڑتے ہوئے کھیت بارش ہونے کے بعد زندہ ہو جاتے ہین اسی طرح جاگنے کے بعد سونا اور محنت کے بعد آرام انسان کے جسم مین نئی زندگی اور نئی طاقت پیدا کر دیتا ہے۔

(اُٹھ کر)

آفتاب شہنشاہ کیکاوس کے اقبال کی طرح جگمگا رہا ہے، اور دھوپ اس کی ہمت کی طرح بڑھتی جا رہی ہے۔

(گھوڑے کو پکارتا ہے)

رخش! رخش!! آؤ میدان جنگ کے ساتھی، سخت سے سخت منزلون کے رفیق آؤ۔ ایران کا راستہ ہماری واپسی کا انتظار کر رہا ہے۔ نہین سنتا! کہان ہو!! کیا دور نکل گئے!!! دیکھون۔

(گھوڑے کی تلاش مین جاتا ہے دو دیہاتی داخل ہوتے ہین)

دیہاتی ۱ گھوڑا تھا، یا خوبصورت طوفان! اس کی نسون مین لہو کی جگہ بجلی بھری ہوئی تھی۔

دیہاتی ۲ اس کے جسم کے ہر جھٹکے کے ساتھ دو چار زمین پر گیند کی طرح لڑھکتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔

دیہاتی ۱ اور ہر لات پر دو چار پسلیون کے ٹوٹنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

دیہاتی ۲ جب گھوڑا اتنا بہادر ہے، تو اس کا مالک کتنا بہادر ہوگا۔

یہ کون آ رہا ہے؟ ماتھے پر شکن، بھنوؤن مین کھنچاؤ، آنکھون مین سرخی، چہرہ پر غصہ کی تمتماہٹ، کیا اس جنگل کو اس کے کسی جرم کی سزا دینا چاہتا ہے۔

(رستم واپس آتا ہے)

رستم کہین دکھائی نہین دیا۔ کہین پتہ نہین ملا، کیا مین یہ یقین کرون کہ جس طرح انسان کو بڑھاپے مین تندرستی چھوڑ دیتی ہے، دوسری جگہ لیاقت سے زیادہ تنخواہ مل جانے پر آقا کو نمک حرام نوکر چھوڑ دیتا ہے، مصیبت آنے پر خوشامدی مصاحب اور جھوٹے دوست چھوڑ دیتے ہین اسی طرح دنیا سے دغابازی سیکھ کر آج میرے رخش نے بھی مجھے چھوڑ دیا! نہین نہین یہ ناممکن ہے پھر کہان ڈھونڈھون؟ کس سے پوچھون؟ آسمان سے پوچھا، زمین سے پوچھا، چشمے کی لہرون، ہوا کے جھونکون، جنگل کے درختون سے پوچھا، لیکن کوئی جواب نہین دیتا، سب چپ ہین، سنو، سنو، درختو سنو تمھارے ہی سبز سایہ کے نیچے میری زندگی کا سایہ غائب ہوا ہے اسے پیدا کرو ورنہ اس جنگل مین آگ لگا کر تمھین دھوئین اور بربادی مین دفن کر دونگا ـــ

زمین کنیز ہے میری فلک غلام مرا
اجل کی طرح ہے بے رحم انتقام مرا
زمانہ جس سے لرزتا ہے مین وہ رستم ہون
نہین سنا ہو تو اب سُن لو مجھ سے نام مرا

دیہاتی ۱ یہان سے نکل چلو، یہ آدمی بھوکے شیر کی طرح خوفناک ہو رہا ہے۔

(بھاگنا چاہتے ہین رستم انھین روکتا ہی)

رستم ٹھہرو۔

دیہاتی ۲ آپ آگ بگولے کی طرح گرم ہو رہے ہین ذرا ٹھنڈے ہو جیئے ہم لوٹ کر آتے ہین۔

رستم (زمین پر لات مار کر) مین حکم دیتا ہون ٹھہرو

(دونون خوف سے کانپتے ہیں)

تمھین موت کا حکم نہین سنایا گیا پھر کانپ کیون رہے ہو؟

دیہاتی نمبر ۱ جناب کا پتا کون ہے! ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے اسلئے ٹانگون کو ذرا سردی معلوم ہوتی ہے۔

رستم (ڈانٹ کر) تم کون ہو؟

دیہاتی نمبر ۲ (گھبرا کر) ہم ـــــ ہم ـــــ آدمی ہین۔

رستم (زمین پر دوبارہ لات مار کر) مین کب کہتا ہون کہ تم گھاس پھتر ہو۔

(دونون خوف سے گر پڑتے ہین)

دیہاتی نمبر ۱ گھر سے نکلتے وقت آج ضرور کسی منحوس کا منھ دیکھا تھا

رستم بزدلو، اٹھو، کھڑے ہو، اور جو پوچھون اس کا جواب دو، اٹھتے ہو یا ـــــــــ (گھونسہ تانتا ہے)

دیہاتی نمبر ۲ اٹھو بابا، ہم زمین سے نہ اٹھے تو یہ ہمین دنیا ہی سے اٹھا دیگا۔

رستم تم دونون کہان رہتے ہو؟

دیہاتی نمبر ۱ اس جنگل سے تھوڑی دور پر ایک گاؤن ہے۔

رستم تم قریب کے گاؤن مین رہتے ہو؟

دیہاتی نمبر ۲ جناب ہم دونون غریب کسان ہین، بادشاہ کے محل مین پیدا نہین ہوئے، جنت کے لائق نہین، جہنم مین جانا نہین چاہتے پھر گاؤن مین نہ رہین گے تو کہان رہین گے۔

رستم تم یہین کے رہنے والے ہو تو ضرور دیکھا ہوگا۔

دیہاتی نمبر ۱ کسے دیکھا ہوگا؟

رستم خبردار میرے سامنے جھوٹ بولنے کی جرات نہ کرنا۔ (گلا پکڑ کر) اقرار کرو کہ ــــــــــــ

دیہاتی نمبر ۲ مگر گردن توڑنے سے پہلے یہ تو بتا دیجیے کہ کس بات کا اقرار کرین؟

رستم کہ تم نے میرے وفادار گھوڑے کو دیکھا ہے۔

دیہاتی نمبر ۱ ارے ہان تو کیا وہ شیرنی کے دودھ سے پلا ہوا گھوڑا آپ ہی کا تھا؟

رستم ہان۔ وہ کہان ہے؟

دیہاتی نمبر ۲ تورانی سردارون کے قبضہ مین۔

دیہاتی نمبر ۱ وہ اسے گرفتار کر کے اپنے بادشاہ کو نذر دینے کیلئے سمنگان لیگئے ہین۔

رستم تو بکتا ہے، جھوٹا ہے، پاگل ہے، ناممکن کو ممکن نہین بنایا جاسکتا طوفان زنجیرون مین نہین جکڑا جاسکتا، بجلی رسیون مین نہین باندھی جاسکتی، اس دنیا مین کسی مان نے ایسا جری و بیخوف لڑکا پیدا نہین کیا، جو رستم کے رخش نامی گھوڑے کی پیٹھ پر اپنی سواری کا زین کس سکے، تیری آنکھون نے تجھے دھوکا دیا اور تو مجھے دھوکا دے رہا ہے۔

دیہاتی نمبر ۲ مین نہین۔ سچ بات کا یقین نہ کر کے آپ خود اپنے کو دھوکا دے رہے ہین

رستم تیری سچائی کا ثبوت؟

دیہاتی نمبر ۱ ثبوت اور گھوڑا دونون آپ کو سمنگان مین ملین گے۔

(چلے جاتے ہین)

رستم سمنگان! کون سمنگان!! توران کی ایک چھوٹی سی ریاست، دنیا کے نقشے مین ایک دھندلا سا نشان، دنیا کے جغرافیہ مین ایک حقیر نقطہ۔ (ڈھال اور گرز اٹھا کر) دیکھونگا، دیکھونگا، سمنگان! دیکھونگا کہ تیرے قلعہ کی دیوارین تیرے بادشاہ کے تخت کے پائے، تیرے بہادرون کے دل اور بازو کتنے مضبوط ہین؟ اپنے سپاہیون سے کہدے کہ اپنی کمانین چڑھا لین، اپنے ترکشون مین تیر بھر لین، اپنی تلوارون پر سان دے لین، تیرے آسمان کو لہو کی چھینٹون سے، اور تیری زمین کو لاشون سے ڈھانک دینے کے لئے رستم آندھی اور طوفان بنکر تیری طرف آرہا ہے، اب دنیا مین فنا کا تاریک سایہ تیری آخری جائے پناہ اور بربادی تیرا آخری ورثہ ہے۔

(جوش و خروش کے ساتھ سمنگان کی طرف روانہ ہوتا ہے)

(باقی آئندہ)

مایا

رینک پروڈکشن

زیر ڈائرکشن پی۔سی بروا

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کے جدید پیشکش کا انتظار کیجئے

مایا تیار ہو رہا ہے۔ افسانہ غیر معمولی خوبیوں سے پُر ہے۔ تہذیب جدید میں نئے اضافے ہونے والے ہیں اور ہو رہے ہیں "مایا" میں خوبصورت طریقے سے پیش کئے جائیں گے مایا۔ اصلاحی فلم ہے۔ جسکو حُسن عشق کی رنگینیوں کے ساتھ پیش کیا جائیگا۔ اور جو ہندوستان کے مشہور نگارخانہ نیو تھیٹرز لمیٹڈ میں زیر تکمیل ہے

مِس جمنا　　پہاڑی سانیال　　کے۔سی۔ڈے

ممتاز اداکاران:۔ مِس آزوری۔ مِس ہری متی۔ مسٹر جگدیش۔ مسٹر پرتھوی راج۔ مسٹر نیمو۔ مسٹر شور۔ مسٹر نواب کاشمیری

مایا

بہت جلد آپ پردہ سیمن پر ملاخطہ کرینگے

Regd. No. C. 2356.

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا شاہکار

ادا کاران خصوصی

جمنا - بروا - ملینا - نیمو - کے - سی - ڈے - ہری متی - پرتھوی راج - ماسٹر بٹھو

منزل

ڈائرکٹر پی - سی - بروا

بکنگ کے پتہ (شمالی ہند) - جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹر دہلی ——— (جنوبی ہند) - کلکتہ فلم ایکسچنج مدراس

Printed by H. H. Rahman at Excelsior Art Press,
Edited & Published by M. M. Begg, 22, Middle Road (Entally), Calcutta. JULY—1936.

عکاس

ماہوار

کلکتہ

KAMLESH KUMARI
(A New Theatre's Player)

قیمت فی کاپی ایک آنے
کلکتہ سے باہر چھ پیسے

انڈیا فلم بیورو لاہور

تخیل فلم مین پہلی بار تیار کیا گیا اعلیٰ بے نظیر شاہکار جو ہندوستان کے مایۂ ناز نگار خانہ نیو تھیٹرز مین تیار ہوا

پجارن

مکالمہ نگار
بسمل عشرتی

ڈائرکٹر
مسٹر پرفلورائے

جس مین

کیمرہ مین ـــــــ یوسف موجی

ساؤنڈ ریکارڈنگ ـــــــ بانی دت

مشہور اداکاران

سیگل

چندرہ وتی

کے علاوہ

راجکماری، نواب کاشمیری، پہاڑی سانیال، بابولال، ترلوک، جگدیش، کیلاش، ایاس، کدار، دید ریی
نے حسین اداکاری کی ہے ۔

بکنگ ـــــــ کا پتہ

شمالی ہند ـــــــ انڈیا فلم بیورو۔ لاہور۔ دہلی۔ کراچی۔ پشاور

مشرقی ہند ـــــــ کلکتہ فلم اکسچینج ۔ ۲۲ ۔ امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ

مغربی ہند ـــــــ آل انڈیا ڈسٹری بیوٹرز موجی ہاؤس رامپٹ روفورٹ بمبئی

جنوبی ہند ـــــــ کلکتہ فلم اکسچینج ۵۰ آرمینین اسٹریٹ مدراس

LEELA DESAI

(New Theatre's New Find.)

جگت ٹاکیز کے بہترین فلم

پیاری بٹیاں جبین مس روزا، مبارک، کمار وغیرہ کے بہترین کام ہیں۔
ڈائرکٹر چودھری

سرلا جبین رتن بائی، حافظ جی، کمار وغیرہ کی اداکاری قابل دید ہے ڈائرکٹر نارتھی

جنگل کی رانی جبین مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ انے عجیب وغریب اداکاری پیش کی ہے۔
ڈائرکٹر نند لال

جگت کیسری جبین خوبصورت سلوچنا، ڈی بلیموریہ نے لاجواب کام کئے ہیں۔
ڈائرکٹر ہومی ماسٹر

سرچ لائٹ جبین ہر دلعزیز سلوچنا اور ڈی بلیموریہ نے ایکٹنگ کا معیار قائم کیا ہے۔
ڈائرکٹر ہومی ماسٹر

ہر دے منتھن اداکاران اے حسین صدیقی، ارملا، بے بی رانی، یوسف
ڈائرکٹرس جدن بائی

بکنگ کا پتہ

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز۔ فورٹ روڈ دہلی

شذرات

عکاس کی زندگی مین ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔ موجودہ پرچہ جو اس وقت آپ کے زیر مطالعہ ہے، خود اپنی ظاہری اور معنوی خوبیون کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اب عکاس کے قلمی معاونین کی صف مین ملک کے بلند مرتبہ حضرات شریک ہین۔ اور عکاس ایک ہونہار پودے کی طرح مائل بہ ترقی ہے۔ امید کیجاتی ہے کہ بہت جلد اسکی ڈالیان پھل پھول لاکر اپنی معطر رنگ و بو سے ملک کی فضا کو معمور کر دین گی۔ ادیب جلیل حضرت آغا حشر کاشمیری کا ادبی شاہکار "رستم و سہراب" جو نیو تھیٹرز مین فلمی شکل مین تیار ہو رہا تھا اور آغا صاحب کے لاہور تشریف لیجانے کے بعد التوا مین پڑ گیا، فی الحال پردۂ فلم کی بجائے اوراق "عکاس" کی آغوش مین ناظرین کی خدمت مین پیش نظر ہے۔ حضرت آرزو صاحب لکھنوی بھی عکاس کی مسلسل قلمی اعانت کر رہے ہین موصوف کا عظیم المرتبت کلام اور بلند پایہ مضامین عکاس کو شائع کرنے کا فخر حاصل ہے۔

امید ہے کہ اب وہ ناظرین کرام عکاس کی سرپرستی کے لئے دست تعاون دراز کرنے مین عجلت سے کام لین گے جو آج چھ سات ماہ سے عکاس کی سالانہ قیمت دریافت کر رہے تھے۔ اب تک عکاس کی سالانہ قیمت مقرر نہین کی گئی تھی۔ اسلئے کہ کلکتہ کی فضا اردو رسائل کے لئے بہت ہی ناموافق ہے چھ سات ماہ تک کسی قیمت کا اعلان اسی لئے نہین کیا گیا کہ لوگ چندہ روانہ کر دین گے، رسالہ نہ چلا تو پھر تقاضون کا سلسلہ شروع ہوگا۔ اور غیر دیانتداری کا الزام عائد ہوگا۔ کامل آٹھ ماہ کے تجربہ کے بعد اب ادارۂ عکاس کو اطمینان حاصل ہو گیا کہ پرچہ قائم رہیگا۔ اور مستقل خریدار بنانے مین کوئی اندیشہ نہین لہٰذا جو حضرات عکاس کو پسند کرتے ہون، ۲ روپے منی آرڈر سے روانہ کر کے مستقل خریدار بن جائین۔ وی۔پی۔ کے ذریعہ طلب کرنے والون کو مبلغ ڈھائی روپے خرچ کرنا ہون گے۔

فلمی دنیا مین وقت کا اہم مسئلہ اداکارون کی تنخواہین ہین۔ ایکٹرسون کی تنخواہین تو خاطر خواہ ہین اور وہ جنس لطیف ہونے کے باعث آرام سے زندگی بسر کرتی ہین۔ مگر ایکٹرون کی تنخواہین مایوس کن ہین۔ یہ ضرور ہے کہ ایکٹرون مین جو اسٹار ہین وہ اچھی تنخواہ پا رہے ہین مگر ان کی تعداد کم ہے، زیادہ تعداد ایسے لوگون کی ہے جو عسرت کی زندگی بسر کرتے ہین اور ملی ہوئی نوکری پر قانع ہین۔ ایسے لوگون کو جو کام سپرد کئے جاتے ہین اور ساتھ ہی ساتھ ان سے بہترین اداکاری انجام پانیکی توقعات بھی رکھی جاتی ہین۔ کسقدر دلفریب دھوکہ ہے جس مین فلمساز مبتلا ہین۔ تعجب ہے کہ مالکان فلم کمپنی کسقدر غیر دور اندیش ہو گئے ہین۔ یہ مانا کہ ملک کی موجودہ کسادبازاری کا اثر فلم انڈسٹری پر بھی پڑا۔ مگر نہ اتنا کہ وہ اپنے زیر سایہ پرورش پانے والے بلکہ یون کہنا چاہئے کہ ان لوگون کے ساتھ جو ان کے کاروبار مین معاون اور ذریعہ آمدنی ہین۔ اس قسم کا سلوک روا رکھتے ہین۔

سب سے پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ ایسے اداکارون کو تنخواہین کم ملتی ہین، دوسرے وقت پر نہین ملتین اور وقت پر نہ ملنے کے باعث ان

لوگون کی حالت ایسی ناقابل بیان ہو جاتی ہے جس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہین جو اداکارون کی زندگی کا مشاہدہ کرتے رہے ہین۔ نفسیاتی پہلو سے اس چیز کا اثر اداکاری پر پڑتا ہے اور کام مین خرابی واقع ہوتی ہے۔ مگر مالکان اس قسم کی ذہنیت کے واقع ہوئے ہین کہ وہ کبھی خیال تک نہین کرتے اور واقعات کو اقتصادی نکتہ نظر سے دیکھنے کے قطعی عادی نہین، انکو اپنے کام سے کام ہے بمبئی کی حالت کا علم اگرچہ ہمکو نہین ہے مگر کلکتہ کے اکثر نگار خانون مین ایکٹرون کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے۔ مقررہ وقت پر تنخواہ دینے مین نیو تھیٹرز کا انتظام درست ہے۔ باقی دوسری کمپنیون مین کوئی اصول قائم نہین ہے۔ جنوری کی تنخواہ مارچ مین ملجائے تو غنیمت سمجھنا چاہیئے، کسقدر ستم ہے کہ اول تنخواہ کم، دوسرے وقت پر نملنا، تیسرے ایکٹرون کی بے اصول زندگی۔ سب ملکر ایک ایسی مصیبت بن جاتے ہین، جنکا تدارک دشوار ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت مین کسی فلم مین اداکاری کے فرائض انجام دینا آسان ہین یا دشوار اس کا اندازہ ہر اہل نظر کر سکتا ہے۔

ایکٹرون کی تنخواہون مین اضافہ کی بھی ضرورت ہے اس لئے کہ انہین کے تعاون سے فلم کامیاب ہوتے ہین پھر انکو مالی حیثیت سے نظر انداز کرنا زیادتی اور ناانصافی ہے۔ اگر فلمساز اپنی عیاشیان یا روپلے پس انداز کرنے کی فکر کم کر دین تو ایکٹرون کو اطمینان حاصل ہو سکتا ہے اور پھر ان لوگون سے کام بھی بہتر سے بہتر پیش کئے جائیگی اُمید ہے ایسی صورت مین فلم زیادہ کامیاب ہوگا اور آمدنی لامحالہ زیادہ ہوگی۔ مگر افسوس اس چیز کو سمجھنے کی کوشش نہین کیجاتی اور ہر طرف سے پیسے بچا کر فلم کفایت سے تیار کئے جاتے ہین۔ اور شمالی ہند کے ڈسٹری بیوٹرون کو بیوقوف بنایا جاتا ہے۔

کم تنخواہ پانے والے اداکار مجبور ہو کر نوکری بھی نہین چھوڑ سکتے، اس لئے کہ وقت کی ضرورتین انکو اچھے کھانے کی بجائے دال روٹی پر بسر کرنے کے لئے مجبور کر رہی ہین اور وہ قناعت کر لیتے ہین، مگر ان سے اگر کسی فلم مین ہنسنے کا کام لیا جائے تو وہ رو رہے ہین، سپاہی کا کام دیا جائے تو معلوم ہوتا ہے مرگھٹ سے مردہ کسی پولیس کے کپڑے پہن کر چلا آیا ہے۔ غرض جو چیز پردہ سیمین پر آنا چاہیئے اس کے برعکس آپ دیکھین گے۔ اور ہندوستان کی فلم انڈسٹری پر افسوس کرین گے۔ لیکن اسکی ذمہ داری تمام تر فلمساز پر ہے نہ کہ ان ایکٹرون پر جو تنخواہ کم ہونیکے باعث پیٹ بھر روٹی بھی نہین کھا سکتے۔

تعلیمیافتہ طبقہ کے اکثر و بیشتر افراد ہندوستانی فلمون کو دیکھنا بیکار سمجھتے ہین۔ وہ کہتے ہین کہ انڈین پکچر دیکھنا وقت اور پیسے کی بربادی ہے بڑی حد تک ہم بھی انکے اس خیال کے ہم نوا ہین۔ اس لئے کہ باوجود مسلسل جد و جہد کے پانچ سال کے عرصہ مین بھی ہماری صنعت اس منزل پر نہین پہنچ سکی جو اس کی حقیقی منزل ہے۔ اسکی ذمہ داری بظاہر فلمسازون پر عائد ہو سکتی ہے۔ مگر اچھے فلمون کی پیداوار نہ ہونیکی ذمہ دار پبلک بھی ہے اور پبلک کی موجودہ ذہنیت ہے جو فلمسازون کو اچھے فلم پیش کرنے مین مانع ہے اس کے لئے کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہین۔ کیونکہ جو فلمساز اچھے فلم پیش کر رہے ہین انکی آمدنی عامیانہ فلم بنانے والون کے مقابلہ مین کم ہے۔ یہان پر یہ اعتراض ممکن ہے کہ فلان اچھے فلم کی آمدنی اس قدر زائد ہوتی تھی۔ لہٰذا یہ پیش نظر رکھنا چاہیئے ہے کہ ہر کلیہ کے ساتھ استثنیٰ ہونا لازمی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ملک کے سامنے بعض فلم اچھے پیش کئے گئے اور وہ خاطر خواہ آمدنی کا باعث بھی ہوئے۔ مگر پبلک کا رجحان طبع ابھی تک تھرڈ کلاس کے پکچرون کی طرف غالب ہے اور اسی قسم کی لایعنی فلمون کی مانگ روز افزون دیکھی جا رہی ہے۔ ایسی حالت مین کلاسکل فلم بنانے والے کہانتک مقابلہ کر سکتے ہین؟ پبلک کی ذہنی کیفیت مین انقلاب پیدا کرنا پریس کا کام تھا، مگر پریس کی جو کچھ حالت ہے وہ بالکل علٰحدہ موضوع بحث کی طالب ہے۔ اغرض

یہی اسباب ہین کہ آج روشنخیال طبقہ ہندوستانی فلمون کے متعلق مذکورہ بالا رائے کا حامل ہے۔

غلامانہ ذہنیت کے واقعات مین ایک پرلطف واقعہ یہ بھی ہے کہ ہمارے اداکار نام خدا اس زبان سے نفرت کرتے ہین جسپر عدم صلاحیت کے باوجود انکی روزی کا دار مدار ہے۔ پنجاب کے بعض رسائل کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ ہندوستانی اداکار اردو و ہندی پرچون کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین، اور ہندوستانی فلمی رسائل کو کوئی وقعت نہین دیتے۔ پنجاب پریس کی یہ آواز بڑی حدتک درست بھی ہے اسلئے کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ انگریزی پرچے ان ایکٹرون کے ہاتھون مین نظر آئے جو انگریزی سے قطعی نا واقف ہین، بلکہ یہ سنکر آپ کے ہونٹون پر مسکراہٹ رقص کرنے لگے گی کہ بعض ایکٹر! اور ایکٹرسین انگریزی مین مضمون نگاری بھی کرتی ہین حالانکہ انگریزی پڑھنا لکھنا تو بڑی چیز ہے یہ لوگ صحیح اردو ہندی بھی لکھنا پڑھنا اور بولنا نہین جانتے۔ ہم ایسے تمام اداکارون کو مشورہ دین گے کہ وہ مضمون نگاری کے خبط کو ترک کرکے اداکاری کے کمالات صحیح طور سے پیش کرنیکی کوشش کرین۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ آرٹسٹ اکثر یہ بھی کہا کرتے ہین کہ ”ہم اردو رسائل کو اہمیت نہین دیتے“ ”ان مین بکواس ہوتی ہے۔“ اور ”یہ تھوڑی سی رقم دیکر خریدے جا سکتے ہین“ وغیرہ وغیرہ

بلاشبہ اردو پریس کے متعلق انکی یہ رائے ایک حدتک درست ہے مگر یہ لوگ اندھے نہین ہین۔ عقل تمیز کی صلاحیت رکھتے ہین۔ جہان دس اچھے ہوتے ہین دو برے بھی پائے جائین گے۔ ہر ملک ہر زمانہ ہر دور مین یہ بات رہی ہے اور رہیگی اسکا فیصلہ انسان کی عقل و تمیز پر منحصر ہے۔

فلمی ہندی اردو پرچے ملک مین بکثرت شائع ہو رہے ہین اور ہر ایک کا معیار جداگانہ ہے، ہر ایک کی اشاعت مختلف ہے اور یہی حال انگریزی فلمی رسائل کا بھی ہے۔ بلکہ ہم اپنی معلومات کی بنا پر زوردار الفاظ کے ساتھ کہہ سکتے ہین کہ آج بھی ہندی اردو کے بعض فلمی رسائل اس قدر بلند معیار اور کثیر اشاعت کے حامل ہین جو انگریزی فلمی پرچون کو بمشکل حاصل ہو سکتی ہے۔ اور انگریزی کے پرچے تو صرف مالکان سینما، ڈسٹری بیوٹرز اور بعض ایسے لوگون کے پاس جاتے ہین جو کاروباری معلومات حاصل کرنے کے لئے خرید کرتے ہین ورنہ ملک کے انگریزی کا جاننے والے ولائتی پرچے دیکھنے کے عادی ہین یہان کے انگریزی پرچون کو بھی کوئی وقعت نہین دیتے اس لئے کہ اس مین انکی دلچسپی کے لئے کچھ بھی نہین ہوتا۔ وہ اکثر و بیشتر امریکہ اور یورپ سے آئے ہوئے فلم میگزین دیکھتے ہین، کیونکہ ایسے لوگون کو نہ یہان کے فلمون سے غرض، نہ فلم جرنل سے سروکار،

اب اردو و ہندی رسائل کی طرف آیئے، ملک کی کثیر آبادی کے ہاتھون مین جاتے ہین، ایک اثر کے مالک ہین، اچھی اور بری رائے پیدا کرانا، کسی فلم کی جانب توجہ دلانا، کسی اداکار کی خوبیان بیان کرنا، کسی فلم کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کرنا انہین کے ہاتھون مین ہے۔ خواہ یہ اپنے فرائض کو دیانت داری سے انجام دین یا نہ دین، مگر تعصب کی عینک ہٹا کر دیکھا جائے تو یہ چیز صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستان مین ہندوستانی زبان کے رسائل کو بہت کچھ دخل ہے۔ ایسی صورت مین اداکارون کو اپنی مادری زبان کے پرچون سے نفرت کرنا عاقبت نااندیشی اور جہالت کی ایک مزید دلیل ہے۔

امرجوتی — پربھات فلم کمپنی کا مشہور فلم — عنقریب — **نیو سینما** — مین
دکھایا جائے گا — تاریخ کا انتظار کیجیے

مسعود صابری کی تین غزلین

آنکھ ہے بیتاب جلوہ اور دل بے ہوش ہے ایک پردہ در ہے ان مین ایک پردہ پوش ہے
کیف میرا فطرتِ ساقی سے ہم آغوش ہے جسکو جتنا ہوش ہے اتنا ہی وہ بے ہوش ہے
رفتہ رفتہ ایک دن بھلے گی آوازِ شکست شوق کی سنجیدگی بھی مایہ دارِ جوش ہے
چار تنکون کے لئے گرتی ہین پیہم بجلیان اور یہان ہر نخل پھر بھی آشیان بر دوش ہے
چپ رہو یہ شکوہ سنجی کا بھی ہے کوئی محل شرمگین نیچی نگاہین ہین کوئی خاموش ہے
بدگمان کیتے ہو رہنے دو زرا زانو پہ سر تم نے سمجھا ہے جسے ہشیار وہ بے ہوش ہے
داستانِ صابری یعنی صدائے دردِ دل
کتنی دلکش ہے کہ اک عالم سراپا گوش ہے

گل کو خندان دیکھئے شبنم کو گریان دیکھئے چشمِ حسرت سے دو رنگیِ گلستان دیکھئے
بال لاکھون شیشۂ دل مین نظر آنے لگے بس نہ آئینے مین اب زلفِ پریشان دیکھئے
حضرتِ دل عشق مین مرنا بھی ہے اک معرکہ اب قیامت تک بہارِ کوئے جانان دیکھئے
آسمان پر ڈوبنے کو ہے ستارہ صبح کا ہان زرا نبضِ مریضِ شامِ ہجران دیکھئے
میہمان جبدن سے ہے سینہ مین تیری آرزو عقل دل اسدن سے ہین دست و گریبان دیکھئے
جس طرح ملتے ہین دو بچھڑے ہوئے مدت کے بعد یون ملی دل سے نگاہِ نازِ جانان دیکھئے
جو حجابِ ناز مین رو پوش ہین اے صابری
جی مین آتا ہے انہین تا حدِ امکان دیکھئے

نگاہِ شوق سے پردے اٹھائے جاتے ہین تجلیات کے عالم دکھائے جاتے ہین
مگر فسانۂ غم ہم سنائے جاتے ہین وہ سنتے جاتے ہین اور مسکرائے جاتے ہین
حریمِ ناز مین اُس بت کی شوخیون کی قسم! گھروندے دل کے بنا کر مٹائے جاتے ہین
نہ زندگی مین وہ لذت نہ موت مین وہ مزہ جو لطف دردِ محبت مین پائے جاتے ہین
ہنسی سے انکی نمایان ہے طنز کا پہلو! وہ دل کو میرے ہمیشہ دکھائے جاتے ہین
مرے رقیب بنے ہین تمھارے گیسو بھی بکھر کے عارضِ رنگین پہ چھائے جاتے ہین
ہو گیا جواب کی اُمید صابری اُن سے
وہان خطوط کے پرزے اُڑائے جاتے ہین

گذشتہ فیصلہ میں تبدیلی

عکاس اگست نمبر صفحہ ۳ پر ضروری گذارش کے عنوان سے ایک اعلان شائع کیا گیا تھا۔ جس مین اضافہ قیمت اور دیگر اُمور کے متعلق تذکرہ تھا۔

مگر

عکاس کے معزز معاونین اور مشتہرین نے اس تجویز کو پسند نہین کیا۔ اور اب صورتِ حال اس طرح قائم کی گئی ہے۔ ناظرین کرام ذہن نشین فرمائین۔

(۱) عکاس کی سالانہ قیمت صرف ایک روپیہ (جو بذریعہ منی آرڈر آنا چاہئے۔ بذریعہ وی۔ پی ایک روپیہ چھ آنے ادا کرنا ہونگے)

(۲) قیمت فی کاپی کلکتہ مین ایک آنہ۔ کلکتہ سے باہر چھ پیسے

(۳) ایجنٹ حضرات بعد وضع کمیشن (۲۵ فیصدی) قیمت پیشگی منی آرڈر سے روانہ کرین۔ پرچے جس قدر فروخت کر سکین اسی قدر طلب کئے جائین۔ اس لئے کہ غیر فروخت شدہ پرچے واپس نہین لئے جائین گے۔

(۴) تمام جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ایک آنہ کا ٹکٹ آنا لازمی ہے۔

عکاس مین اشتہار دیجئے۔

اُجرت فی صفحہ	پچیس روپے	عـــ۲۵ـــر
اُجرت نصف صفحہ	پندرہ روپے	عـــ۱۵ـــر
اُجرت چوتھائی صفحہ	دس روپے	عـــ۱۰ـــر

اُجرت اشتہار مضمون اشتہار کے ساتھ آنا چاہئے

منیجر

عکاس ماہوار

۲۲ بڈل روڈ انٹالی کلکتہ ۱۴

ایسٹ انڈیا فلم کمپنی کا شاہکار

باغی سپاہی

مغربی فلمون کو ہندوستانی فلمسازی کیطرف سے پہلا جواب

ڈائرکٹر
اے. آر. کاردار

میوزک ڈائرکٹر
مشتاق بریلوی

فرض، انسانیت، حسن، محبت، خلوص، دیانت، جلال، ہیبت کی پرشکوہ داستان، باغی سپاہی کی زندگی مین پوشیدہ ہے جسکی ترجمانی صرف پردہ فلم کرسکتا ہے

افسانہ	مکالمے	مناظر
سٹنگ	لباس	اداکاری
نغمے	رقص	

باغی سپاہی مین ہر چیز نمایان خصوصیت اور رنگین جلوون کی مالک ہے

اداکاران

بملا کماری، للیتا دیوی، پیشنس کوپر، مس آزوری، گل حمید، اسحاق، کامران، مظہر خان، پہلوان، سکندر، اندوبالا شکیل احمد، نواب کاردار وی، امیر خاتون، حسن دین، گلزمان وغیرہ

باغی سپاہی آپ کے شہر مین بہت جلد آنے والا ہے. بے چینی سے انتظار کیجیے

بکنگ
منیجر

امپائر ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز
بھارت بھون چترنجن اوینو کلکتہ

نگارخانوں کی رفتار

نیو تھیٹرز لمیٹڈ مایا سنسر ہوکر باہر بھیجا گیا۔ بمبئی میں ۳۔ اکتوبر سے دکھایا جا رہا ہے۔ مایا ایک بہترین فلم ہے۔ لوگوں کو جیسی امید تھی اس سے بہت زائد کامیاب پکچر تیار ہوگئی۔

اناتھ آشرم۔ مسٹر ہیم چندر بنا رہے ہیں۔ شوٹنگ روزانہ ہو رہی ہے کام زور شور سے جاری ہے۔ اناتھ آشرم میں مسٹر نجمل ہیرو اور اوما دیوی ہیروئن ہیں۔

مسٹر نتن بوس کے فلم کی رفتار بھی شباب پر ہے۔ غالباً انکا فلم اناتھ آشرم سے پہلے تیار ہوگا۔ اس میں ہیرو سیگل ہیروئن کام لیش کاری اور دیگر اداکاروں میں مس کلیانی، نواب، جگدیش، تیمو، وید بابولال، وہاب وغیرہ قابل تذکرہ ہیں۔

مسٹر ہر فلودا ئے نے ابھی تک شوٹنگ شروع نہیں کی ہے۔ باقی تمام سامان مکمل ہوگئے ہیں۔ سنریو لکھ دیا گیا۔ کردار تقسیم کردیئے گئے مہورت ہونے والی ہے۔

دیوداس بنگلہ میں تیار ہوا اس کے بعد ہندوستانی زبان میں آکر ملک سے خراج تحسین حاصل کیا اب جنوبی ہند کی پبلک کے لئے ٹامل زبان میں بنایا گیا ہے۔ اس میں ٹامل زبان کے جاننے والے مشہور اداکاروں نے خوشنما طریقہ سے کام کئے ہیں۔ اور ٹامل دیوداس کی نمائش عنقریب جنوبی ہند میں ہونے والی ہے۔

مہاراجہ کمار درپے نے اپنے بھانجے کی خوشی میں ایک شاندار جلسہ دیا جس میں نیو تھیٹرز کے اسٹاف کے علاوہ باہر کے لوگ بھی شریک تھے۔

پربھات فلم کمپنی پونا کا امر جیوتی آگیا۔ نیو سینما میں ۲ اکتوبر سے دکھایا جا رہا ہے۔ امر جیوتی اپنی نوعیت کا پہلا فلم ہے جو بحری مناظر کے باعث دلکشی رکھتا ہے۔ چندرا موہن، شانتا آپٹے، درگا کھوٹے وسنتی وغیرہ کے گانے اور اداکاری خوب ہے۔

سنا جاتا ہے کہ یہ کمپنی پرائیوٹ لمیٹڈ کی شکل میں ہونیوالی ہے۔

سنگیت فلم کمپنی بمبئی کا "دل کی پکار" کلکتہ آگیا نیو سینما میں اسکا ٹرائل ہوا۔ اسکا افسانہ نتیجہ خیز اور اصلاحی ہے۔ جدن بائی کے گانے خوب اور بہت خوب ہیں۔ جدن بائی نے اس فلم کو اچھا ڈائرکٹ کیا ہے۔

ایسٹ انڈیا فلم کمپنی مسٹر ڈی۔ کے۔ بوس نے سنہرا ستارہ مکمل کرلیا ہے اور شمالی ہند میں اس کی نمائش ہونیوالی ہے بنگلہ کاپی ایڈیٹنگ روم میں ہے۔

مسٹر اے۔ آر کاردار کا باغی سپاہی اپنی ہنگامہ خیزیوں کے ساتھ تکمیل کی منزل کو پہنچ گیا۔ باغی سپاہی سے ایسٹ انڈیا کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ انکا یہ خیال ہے کہ کاردار نے ایک ایسا فلم بناڈالا ہے جو مغربی فلموں کے مقابلہ میں پیش کیا جاسکتا ہے، کاردار باغی سپاہی کے بعد میڈن تھیٹرز میں آرہے ہیں۔ باغی سپاہی کی نمائش سپر اڈائز میں ہونیوالی ہے۔

ایسٹ انڈیا فلم کمپنی کے مشہور فلم اسٹار مسٹر مظہر خان کی شادی ان کے والد مسٹر عارف اللہ خان وکیل بڑے تزک و احتشام سے کر رہے ہیں۔ شادی گوالیار میں مسٹر اکرام اللہ خان ایس۔ ڈی۔ او کی صاحبزادی سے ہو رہی ہے۔

کالی فلمز کا آشیانہ تیار ہوگیا۔ نام بڑا اچھا رکھا ہے۔ فلم کیسا ہے؟ دیکھنے سے معلوم ہوگا۔

آج کل پرانے فلمون کی تدوین مین مصروف ہے۔

میڈن تھیٹرز رائے بہادر سیٹھ سکھ لال کرنانی بہت سخت بیمار تھے۔ اب رو بصحت ہین

بھارت لکشمی ننگ قوم۔ جانباز ملکہ۔ مان (ہندی) تیار ہو گئے۔ پہلا آورش چترا لمیٹڈ کا، دوسرا نیشنل تھیٹرز کا، اور تیسرا پرفلو پکچرز کا فلم ہے۔ جو بھارت لکشمی کے نگار خانہ کو کرایہ پر لیکر بنائے گئے ہین۔

رادھا فلم کمپنی کا وامق عذرا بمبئی مین چار ہفتہ سے چل رہا ہے افسانہ اور مکالمہ نگار جناب نشتر لکھنوی کی بمبئی مین بڑی تعریفین ہو رہی ہین۔ نگار خانہ مین ایک نیا ہندی فلم "خونی کون" تیار ہو رہا ہے جو بنگالی فلم کنٹھاہار کا ترجمہ ہے۔ فلم تین حصہ مکمل ہو چکا ہے۔

رنجیت فلم کمپنی بمبئی دو فلمون کی تیاری مین مصروف ہے پہلے کا نام "چھوٹی سی بھول" اور دوسرے کا نام "پھول والی" ہے دونون فلم تیاری کے قریب ہین۔ گوہر، مادھوری اور رنجیت کے تمام اداکار دونون فلمون مین شریک ہین۔

منروا فلم کمپنی بمبئی الف لیلہ کے دلکش افسانہ چراغ علاؤالدین کی شوٹنگ کر رہی ہے۔ سہراب مودی ڈائرکٹر ہین۔ اداکارون مین فیروز دستور، سنگنت، رتن وغیرہ کے نام قابل تذکرہ ہین۔

مختار فلم کمپنی بمبئی پریم کی آگ تیار کر رہی ہے۔ ڈائرکٹر ایم ایل کپور ہین۔ افسانہ نگار آغا جبار کاشمیری، اداکارون مین نمایاں شخصیت مختار بیگم کی ہے جو اس فلم کی میوزک ڈائرکٹر بھی ہین۔

وادیا مووی ٹون بمبئی "جے بھارت" مکمل کر چکا ہے۔ فلم ایڈیٹنگ روم مین ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ فلم ہند کیسری جیسا ہوگا۔ ناسک اور دیگر پہاڑی مقامات کے خوشنما مناظر لئے جا رہے ہین۔ ہومی وادیہ، جے بھارت کے ڈائرکٹر ہین۔ اور حسن بانو۔ سردار منصور (اجمیر شریف کے مشہور قوال) عبدالعظیم اور عبدالحق کے بہترین کام ہین۔ مسٹر پی۔ سی۔ کرانی وادیہ مین آگئے ہین۔ اور ایک فلم کی شوٹنگ کرنے والے ہین۔

امپیریل فلم کمپنی نے اپنے سرکردہ اداکارون کے علاوہ بقایا اسٹاف مین سے بہت سے اداکارون کو اس ماہ مین نوٹس دیدیا ہے۔ کمپنی کا ارادہ ہے کہ وہ از سر نو اسٹاف مین اچھی تنظیم کرے اسی سلسلہ مین کمپنی نے مشہور اداکارہ مس پدما دیوی کی خدمات بصرت ایک پکچر کے لئے حاصل کر لی ہین۔

مسٹر چوہدری ڈارلنگ ڈاٹرز کو تقریباً پایۂ تکمیل تک پہنچا چکے ہین مسٹر گڈوانی جو ایک عرصہ تک دوسری عورت کی تلاش مین تھے اب حاصل کرنے مین کامیاب ہو گئے ہین۔ چنانچہ اب "دو عورتین" نامی فلم کی شوٹنگ زور شور سے شروع ہو گئی ہے۔

تاج پکچرز جب سے فلم سٹی نے اپنے نرخ کم کئے ہین۔ آزاد فلمساز بہت فائدہ اٹھا رہے ہین۔ چنانچہ تاج پکچرز والے جن کا کسی دوسری جگہ کنٹراکٹ تھا۔ انہون نے اپنی بقایا پکچر فلم سٹی مین صرف ایک ماہ مین مکمل کر دی۔

آل انڈیا اور سوپر فلم سرکٹ دونون کا کاروبار مشترکہ ہونیکی خبر ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ آل انڈیا ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز نے سوپر فلم سرکٹ کو دو لاکھ پچاس ہزار روپیہ دیکر مندرجۂ ذیل فلمین نارون سرکٹ کے لئے خرید لی ہین۔

مہامایا۔ کوین آف دی جنگل۔ سرلا۔ اچھوت کنیا۔ ولیج گرل

زبیدہ بمبئی مین زبیدہ بانو کلکتہ سے بمبئی واپس گئی ہین ابکی دفعہ نانو بھائی وکیل آپ کے ہمراہ نہین ہین۔ آپ نے یہان تین پکچرون مین کام کیا ہے۔ آپ کی آخری پکچر "بلو ڈارلنگ" ہے جو مسرز سن رائز نے تیار کی ہے۔ اس فلم مین جال مرچنٹ اور خلیل بھی کام کرتے ہین۔

نایاب فلمی تحفے

اسٹیج فلم کمپنی بمبئی
ہندوستانی اسٹیج کی گذشتہ شان و عظمت کو پردۂ فلم کے ذریعہ دوبارہ زندہ کیا گیا ہے
شکسپیر کا زندہ جاوید ڈرامہ

ہملٹ

کو فن کارانہ کمال، رنگین مناظر کے ساتھ ہندوستانی زبان میں نقل کر کے
جسکا اردو نام

خون کا خون

ہے

اداکارون مین مشہور و ممتاز تربیت یافتہ ڈرامائی تمثیل نگار سہراب مودی سرکردہ اداکار شمشاد بائی عرف چھیان دہلی والی اور انکی رنگی نسیم کی دلکش اداکاری آپ کو محو حیرت بنا دیگی۔

یہ وہ شاہکار ہے جو موثر وجد آفرین اور ولولہ انگیز مکالمون سے بھرا ہوا ہے اور اسکی اسٹیج سین اور ڈرامائی مناظر صحیح معنون مین اصلی اور حقیقی ہین۔ فلمسازی کی تاریخ مین یہ انتہائی حیرت انگیز اور تعجب خیز کارنامہ ہے جسکی تیاری کا سہرا اسٹیج فلم کمپنی کے سر ہے۔

بھونانی پروڈکشن کے سنسنی خیز فلم

شادی کی رات

اور

جنگ بہادر

لاجواب سسٹنٹ پکچر

جس مین پربھا، نرگس، نیام پلی، فیٹی پرشاد، پراشر، شورانی وغیرہ نے قابل دید اور نمایان کام کیے ہین۔ ڈائرکٹر ——— موہن بھونانی

یہ دونون فلم شمالی ہند کے شائقین فلم کی پسند کو پیش نظر رکھتے ہوئے تیار کیے گئے ہین۔ مار دھاڑ کے غیر معمولی "سسٹنٹ" اب تک پردۂ سیمین پر اس شان سے نہین دکھائے گئے ہین۔

دلاور

جس مین

نوین بجینک اور سوشیل کی حیرت انگیز اداکاریان، بہترین سین سینریان رقص و سرود وغیرہ قابل دید ہین۔

شمالی ہند مین بکنگ کا پتہ

انڈیا فلم بورو پوسٹ بکس نمبر ۵۰ لاہور
انڈیا فلم بورو ——— پشاور

تار کا پتہ
"فاضلی فلم"

انڈیا فلم بورو ——— پوسٹ بکس نمبر ۱۴۰ دہلی
انڈیا فلم بورو ——— بندر روڈ کراچی

نیو چترا

جس کی تعمیر جدید طرز پر از سر نو کی گئی ہے

جب سے ناطق فلمونکو ملک مین عروج حاصل ہوا ہے سینما آرٹ کے معیار مین نمایان ترقی ہو گئی ہے سینما کی تعمیر اس وقت اکثر ملکون مین انکے ماحول کی مناسبت سے ہو رہی ہے۔ جس سے عوام کے فنی رجحان طبع کا مظاہرہ ہوتا ہے اس ضمن مین جاپان خاص طور سے پیش پیش ہین۔ انکے سینما دنیا کے بہترین سینماؤن کے مقابلہ مین لائے جا سکتے ہین۔ ہندوستان مین ابتک سینماؤن کا درجہ گرا ہوا تھا۔ لیکن کلکتہ مین امریکن ڈزائن کے سینما نے ہندوستانی مالکان سینما ہاؤس کے لئے کافی تقویت کا سامان فراہم کر دیا ہے۔

نیو تھیٹرز لمیٹڈ ان پہلی فلم کمپنیون مین سے ایک ہے۔ جس نے ترقی کی آواز پر آواز دی ہے۔ اسکا **چترا سینما** پہلا سینما ہے جو ہندوستانی مالکان کی ملکیت مین شمالی کلکتہ مین کھولا گیا۔ اور بہت عرصہ سے کامیابی کی منزلین طے کرتا چلا گیا۔ اسکی عمارت کا دروازہ بالکل نئی صورت مین پھر کھلتا ہے۔ قدیم طرز تعمیر رخصت، اور انکی جگہ اندرونی اور بیرونی نظام تعمیر مین عظیم الشان انقلاب، تصویر کا رخ بالکل بدل گیا۔ تعمیر جدید دور حاضرہ کی ترجمان ہے۔ بیرونی حصہ مین جو حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے۔ اسکو دیکھ کر شائقین کو حیرت ہوگی۔ اب عمارت کی اونچائی بہت بلند کر دی گئی ہے اور محراب نما خدوخال کے ساتھ اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ناظرین کو یہ دیکھ کر مسرت ہوگی کہ ہال کے اندر داخل ہونیکا دروازہ جاذب نظر اور انتہائی خوشنما بنا دیا گیا ہے۔ روشنی کے معیار کو حیرت انگیز بلندی حاصل ہو گئی ہے۔ روشنی دیوارون پر پڑتی ہے اور تمام ہاؤس منور ہو جاتا ہے۔ المونیم کا استعمال بہت کیا گیا ہے تاکہ دروازون اور کھڑکیون کو ایک نئی زندگی حاصل ہو جائے۔ کلکتہ کے مشہور انجینیہ ملاڈی تھامسن اینڈ ماتھیوز ان تبدیلیون کے ذمہ دار ہین۔ انکا کام نمایان طریقہ پر ہے۔ اور بہت ہی خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ اندرونی حصہ مین اس قدر زائد تبدیلیان ہوئی ہین کہ یہ پہچان ہی نہین پڑتا کہ یہ پہلا چترا ہے۔ فلم بین حضرات جب اندرونی طرز تعمیر کو جدید حالت مین دیکھین گے جو سادگی مین جاپانی سینما گھرون کا مقابلہ کرتا ہے تو محو حیرت ہو جائین گے۔ روشنی بالکل نئی وضع پر مبنی ہے۔ روشنی کی ایک گھومتی ہوئی گول لائن چھت مین آویزان ہے۔ برقی دلکش شعاعین سامعین پر پڑتی ہین۔ اور ہال کو جگمگا دیتی ہین کنگورون کی پوشیدہ روشنی تیزی سے پھیل جاتی ہے۔ بجلی کی تدوین و ترتیب مسٹر پانو سنہا چیف الکٹریشن آف نیو تھیٹرز کے زیر اہتمام انجام پذیر ہوئی ہے۔ رنگ کا استعمال دل خوش کن اور جاذب نظر طریقہ پر کیا گیا ہے دیوارین گلابی ہین چھت پر رنگین نقش نگار بنائے گئے ہین جنمین چاندی کے پتر بھی لگے ہین۔ دیوارون پر طرح طرح کی تصویرین نقش ہین جو ہال کو زیادہ شاندار مبارکباد دیتی ہین۔ مسٹر ایس چودھری ہندوستان کے مشہور آرٹسٹ ان تصویرون کے بنانے والے ہین۔ ہوا دینے کے لئے نئی اسکیم قائم کی گئی ہے جسے گرمیون کے موسم مین لوگ بہت عزت کی نظر سے دیکھین گے۔ اس مشین کے ذریعہ ہوا ٹھنڈی کرنے کے بعد سامعین پر تقسیم کی جاتی ہے۔ عمارت کی خوبیون مین اضافہ کی جانب زیادہ توجہ کی گئی ہے اور ماہرین فن سے مشورہ لیا گیا۔ اور آواز کی گونج بنانے کا معیار اپنا ثانی نہین رکھتا۔ وہ بتیان جن سے فلم پردۂ اسکرین پر دکھایا جاتا ہے زبردست طاقت والی استعمال کئے گئے ہین جو کچھ کو زیادہ سے زیادہ خوشنما دکھانے کے لئے اور باریکیان ظاہر کرنے کے لئے موزون اور نمایان خصوصیات رکھتی ہین۔

نیو چترا مین ان تمام تبدیلیون کے لئے سارا کام نیو تھیٹرز لمیٹڈ کے مسٹر پی۔ این۔ رائے کی دانشمندانہ ہدایات کے ماتحت اور مسٹر بی این سرکار

کی زیر سرکردگی انجام پایا اور اب کلکتہ کے باشندون کو ایک ایسا سینما مل گیا جس پر وہ بجا طور سے فخر کر سکتے ہین۔

ہم مسٹر سرکار کو اس دانشمندی اور بلند ارادون کی تکمیل پر مبارکباد پیش کرتے ہین کہ انہون نے پبلک کے لیے سینما کی دلچسپی کا ایک اعلےٰ سامان مہیا کر دیا۔

سنگیت فلم کمپنی بمبئی کا تازہ ترین اصلاحی اور نتیجہ خیز فلم

ڈائرکٹرس: بائی جدن بائی

دل کی پکار یا ہردے منتھن

افسانہ نگار: جلودھر چٹرجی

بنارس کا ایک سچا واقعہ جسے موثر اور عبرت انگیز طریقہ پر حسن و خوبی پیش کیا گیا ہے

اداکاران خصوصی: بائی جدن بائی، اے حسین، ارملا دیوی، بے بی رانی، صدیقی، محمد علی، محمد یوسف، شہزادی وغیرہ

اداکاری، موسیقی، رقص، مناظر، دلچسپ اور قابل دید ہین

ہر شہر مین نمائش کیجائیگی

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

مشرقی ہند ——— دوسانی فلم کارپوریشن، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

دورِ حاضرہ کے بہترین فلم

انارکلی

امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا بہترین اور دلچسپ شاہکار
جس مین مشہور و معروف اداکاران مس سلوچنا،
ڈی بلیموریہ، زلو وغیرہ نے لاجواب کام کیا ہے
ڈائرکٹر ــــــ چودھری

شانِ ہند

امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا مایۂ ناز فلم
جس مین مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ، مس روز
اور کمار وغیرہ نے بہترین اداکاری کی ہے
ڈائرکٹر ــــــ چودھری

بمبئی کی بلّی

امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا تیار کردہ
جس مین مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ،
غلام محمد وغیرہ کے بہترین اداکاری
کے نمونے پیش کئے ہین۔

سانگ آف لائف یا بھکارن

کولہاپور سینی ٹون بمبئی کا ہنگامہ آرا فلم
جسمین رتن بائی نے تمثیل نگاری کے قابلدید زاویئے پیش کئے ہین

گھر جمائی

پریمیر فلم کمپنی بمبئی کا نہایت دلچسپ فلم
جس مین نظر فریب سین سینری، دلکش
گانے، حسین لڑکیون کا دلفریب رقص
اور نیچرل ایکٹنگ قابلدید ہے۔

شمشیرِ عرب

پرکاش پکچر بمبئی کا لاثانی فلم
بہادری کے حیرت انگیز کارنامے،
حسن و عشق کے رنگین واقعات اور
دلکش مناظر اس فلم کی خصوصیات ہین

تقدیر

جیانت پکچرز بمبئی کا انقلاب انگیز شاہکار
جس مین مس مہتاب، الکنندا، ماروتی
راؤ وغیرہ اپنی تمثیل نگاری کے قابلدید
جوہر دکھائے ہین۔

جیون ناٹک

دیکی بوس پروڈکشن کا پہلا شاہکار
جس مین درگا بائی کھوٹے ممتاز اداکار
کی حیثیت سے شریک ہو کر بہترین
اداکاری کا نمونہ پیش کیا ہے۔

سول ایجنٹ:۔ بنگال، برما، بہار، آسام، اڑیسہ

دوسانی فلم کارپریشن، ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ۔ کلکتہ

تار کا پتہ: ٹولدل

فون نمبر ۵۰۲ بڑابازار

برانچز: بمبئی، رنگون، سنگاپور، ایجنٹ مری سش

فلمون کے معیار قائم کرنے مین تھیٹرز کا حصہ

از قلم سری پی۔ آر۔ ناٹیسال (ہندی جرنلسٹ)

ایک دور تھا کہ جب بمبئی کی فضا مین خاموش فلمون نے نہایت کافی ہنگامہ آرائی مچائی تھی۔ ہندوستان کے ہر شہر مین ان فلمون کا استقبال کیا جاتا تھا۔ ان فلمون مین پیار و محبت اور عیاشانہ قصون کے علاوہ مارپیٹ کے سین اور گھوڑون کی بھاگ دوڑ کے مناظر کے سوا اور کچھ نہین ہوتا تھا۔ اس وقت کے فلم بنانے والون کا خیال تھا جیسی بھی وہ فلمین بناتے ہین۔ لوگ ہر حالت مین اسکو پسند کرتے ہین۔ شاہی ڈاکو۔ شاہی لیٹرا جیسے مہمل نام رکھے جاتے تھے۔ اور تمام کے تمام افسانے اسی قسم کے ملتے جلتے ہوئے سینما گھرون مین دکھائے جاتے تھے۔ بھولی بھالی پبلک کے سامنے چونکہ فلم انڈسٹری نئی چیز تھی۔ اس لئے وہ انہین برگزیدہ تھی اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ فلم اسی چیز کا نام ہے۔ اس سے بہتر پکچرون کا آنا ممکن ہے۔ اور نہ ان قصون کے علاوہ کوئی مفیدبات ہمارے سامنے آسکتی ہے یہی وجہ تھی کہ بھارت ورش کے اچھے خیال کے لوگ ان فلمون کے دیکھنے سے خود اپنے کو اور اپنے بچون کو بچاتے رہتے تھے ان لوگون کا خیال تھا کہ بچے اور نوجوان فلمون کے ذریعہ آئی ہوئی وبا مین مبتلا ہو جائیں گے۔ اور ان من گھڑت افسانون اور ادیبانہ قصون سے متاثر ہو کر اپنے مستقبل کو برباد کرین گے۔ یہ ہوا کچھ اس طریقہ پر چلی ہوئی تھی کہ پرانے خیال کے آدمی کسی قیمت پر بھی اپنے بچون کو سینما دیکھنے کی اجازت نہین دیتے تھے وہ کہتے تھے کہ اگر یہ بگڑ گئے تو انکا سنبھالنا نہ صرف مشکل بلکہ دشوار ہو جائیگا اور تو اور کوئی اچھا آدمی فلمون کے بیوپار مین توجہ بھی نہین دیتا تھا۔ غرضکہ فلمی کاروبار بہت بری حالت مین تھا۔ اور گری ہوئی نظرون سے دیکھا جاتا تھا۔

بمبئی کی ہوا کلکتہ مین آئی۔ اور یہان بھی خاموش فلم نکلنا شروع ہوئے مگر ان مین بھی کوئی خصوصیت نہ تھی۔ بنگال والون نے بھی بمبئی والون کی دیکھا دیکھی گندی گندی فلمین بنانا شروع کر دین اور یہ تو کچھ ایسے آگے بڑھے کہ شریف طبقہ کا ناک مین دم کر دیا۔ انہون نے بھی شرم اور بےحیائی کے مناظر پیش کرنے مین کمی نہین کی بلکہ بمبئی والون سے مقابلہ آرائی کرتے ہوئے یہ ہمیشہ اُن سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کرتے رہے یہان تک کہ طبقہ شرفا نے محسوس کر لیا کہ اس بڑھتی ہوئی بیماری کا علاج کرنا چاہئے ہے اور اس کے لئے انکو ایک اچھے رہنما کی ضرورت محسوس ہوئی جو ناکارہ فلمون کی روک تھام کرنے کے لئے آگے بڑھے اور اس کام کو اپنے ہاتھ مین لے۔ مگر کس طرح قدم بڑھایا جائے یہ مسئلہ غور طلب بن گیا۔ بنگال کے اونچے گھرانون مین اکثر اس کا تذکرہ ہونے لگا۔ اخبارات نے بھی بڑے فلمون کے خلاف لے دے کر شروع کی اور مالدار شریف خیال طبقہ کو توجہ دلائی۔

سرکار فیملی بھی بنگال کی ممتاز فیملی ہے۔ بہت سے معزز لوگون نے مسٹر بی۔ این۔ سرکار سے فلم انڈسٹری مین حصہ لینے کے لئے کہا۔ نہ صرف کہا بلکہ اپیل کی کہ وہ ملک کی فضا کو مکدر ہونے سے محفوظ کرنے کے لئے آگے بڑھین اور واہیات فلمون کی روک تھام اچھے فلمون کو

پیش کرتے ہوئے کرین اور اس طرح سودیشی فلمسازی کے وقار کو تباہ ہونے سے بچالین - نوجوان بگڑ رہے ہین کیونکر انکو بچایا جائے اس کا طریقہ کار سوچنے کے لئے مسٹر بی - این - سرکار نے فلم انڈسٹری مین حصّہ لینے کے لئے آخر کار فیصلہ کر لیا - اور اپنے دوستون اور مخلص رہنماؤن کی ایک کانفرنس کرنے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچے کہ انفرادی اصلاح ناممکن ہے - اچھے فلمون کو پیش کر کے پبلک کو بتایا جائے کہ تم غلطی پر ہو - اور اس طرح معیار پسندیدگی بدلا جائے - اور اعلیٰ فلمون کے بنانے کے لئے ایک ادارہ قائم کیا جائے جو کافی سرمایہ کا مالک ہو اور وہ ہمیشہ اچھے فلم پیش کرے - ایسے فلم جن کے نتائج بہتر ہون اور پبلک کی اصلاح ہو جائے - ساتھ ہی ساتھ دلچسپی اور آرٹ کا بہترین نمونہ ہون - انکے اثرات مفید اور دیرپا ثابت ہون - اور اس طرح فلم کے ذریعہ رہنمائی کیجائے

یہ گفتگو اس دور کی ہے جبکہ خاموش فلمون ہی کا زمانہ تھا - مسٹر بی این - سرکار نے **نیو تھیٹرز** قائم کیا - اور خاموش فلم پیش کرنا شروع کر دیئے - اگر ہماری یادداشت فراموش نہین ہوتی ہے تو ہمکو اچھی طرح یاد ہے کہ اس نگارخانہ کے فلم نسبتہً دوسری پکچرون کے بہترین تھے اور واقعی ان مین آرٹ پیش کیا جاتا تھا - انکو دیکھکر لوگ اچھل پڑتے تھے اور آنے والے فلمون کا بے چینی سے انتظار کیا جاتا تھا - غرض نیو تھیٹرز کا پبلک نے پر جوش خیر مقدم کیا -

اب زمانہ بولتی فلمون کا آگیا - عالم آرا - لیلیٰ مجنون - شیرین فرہاد - دولت کا نشہ - فلم نکلے - بات نئی ضرور تھی - تصویرین بولنے لگی تھین لوگ دوڑ دوڑ کر انکو دیکھ رہے تھے - ایک تہلکہ مچا ہوا تھا - مگر ان تمام فلمون مین بولنے والی بات کے سوا اور کچھ بھی جدّت نہ تھی اور نہ کوئی خاص خوبی تھی - وہی عاشق معشوق کے پرانے افسانے، وہی عقل مین نہ آنے والے قصّے، وہی رونا پیٹنا مارپیٹ کے مناظر اور آخر مین ہیرو ہیروئن کا ہاتھ ملایا جاتا -

نیو تھیٹرز کے دور اندیش اور سمجھدار کارپردازان نے بھی ناطق فلمون کی طرف توجہ دی - اور اس کے لئے راستہ نکالا - یہ کبھی بھی اس بات کو پسند نہین کرتے تھے کہ مہمل قصون سے لوگون کے دماغ خراب کئے جائین - اور ساتھ ہی ساتھ ناطق فلمسازی کے بھی مستقبل کو برباد کیا جائے - ان لوگون نے اپنے یہان **پورن بھگت** (ہندی) فلم پر توجہ اور محنت کی اور اس سلسلہ مین بہت کافی روپیہ خرچ کر کے اچھے ڈائرکٹر اور آرٹسٹ تلاش کئے - اس کے بعد فلم تیار ہو کر ملک کے سامنے آیا - جو آرٹ کا مکمل نمونہ اور افسانوی حیثیت سے بالکل نئی چیز تھا - پورن بھگت نے ہندوستان مین جو غیر فانی شہرت حاصل کی اس کا تذکرہ اگرچہ لاحاصل ہے لیکن یہ فلم کچھ ایسے دردانگیز جذبات کا مالک تھا جو آج بھی روح مین ارتعاش پیدا کرنے کے لئے کافی ہے اس مین تمام اداکارون نے ایسا کامیاب پارٹ کیا ہے کہ وہ دوسری فلم کمپنیون مین جا کر بھی اپنے نام کے ساتھ "پورن بھگت والی" لکھنے مین فخر سمجھتے ہین - پورن بھگت نکلنے کے بعد لوگون کی آنکھین کھل گئین اور وہ دوسری تمام پکچرون کی طرف سے منھ گھمانے لگے - انکا رخ پورن بھگت جیسی فلمون کی تلاش مین پھر گیا - اور یہ اچھی طرح سمجھ مین آگیا کہ ملک کے سامنے دو قسم کی پکچرین آتی ہین - اچھی اور بُری - نیو تھیٹرز کو ایسی افضلیت حاصل ہو گئی کہ لوگ بمبئی کی پکچرون کا کاٹ کرتے ہوئے کلکتہ کی پکچر کا انتظار کرتے تھے - اس لئے کہ بمبئی والون نے اب تک ترقی نہین کی اور پرانی نکو اس کے سوا کچھ بھی نہین بنایا - اسی لئے سمجھدار لوگ بمبئی سے نا اُمید ہو گئے - یہ ضرور ہے کہ کچھ نوجوان ناچ و گانے کے شوقین، مارپیٹ کے دلدادہ، حسن محبت کے پرستار بمبئی کی پکچرون کو بھی شوق سے دیکھتے تھے اور انہین کے دم سے بمبئی والون کی بازار کی رونق تھی - لیکن پورن بھگت نے ایسے لوگون کے دلون مین بھی اپنی جگہ بنالی تھی اور ان سے پوچھا جاتا تو صاف کہدیتے

تھے کہ ہاں "پورن بھگت" نے دلوں میں ایک میٹھا درد پیدا کر دیا ہے۔ مگر ایسی پکچر کم آتی ہیں۔ خالی وقت میں کیا کیا جائے؟ غرض مرض سب کی بدلتی گئی اور

"نیو تھیٹرز کا ایک اسٹینڈرڈ قائم ہو گیا"

پورن بھگت ایک تاریخی فلم تھا۔ مگر عاقبت نا اندیش فلمسازوں نے نقالی کرنا شروع کر دی اور اسکو دھارمک فلم سمجھ کر دھارمک فلم بنانا شروع کر دیئے اور اس کثرت سے بنائے کہ لوگ دیکھتے دیکھتے تنگ آ گئے ہر فلمساز اس قاعدہ سے اس کا اشتہار کرنے لگا کہ لوگ دھوکا کھاتے اور پورن بھگت جیسے فلم کی تلاش میں جاتے مگر واپس آکر دوسری مرتبہ دیکھنے کا خیال تک نہیں لاتے۔ حد یہاں تک ہو گئی کہ "رامائن" میں بھی پریوں کے ناچ ہونے لگے اور اِندر کے اکھاڑے کی طرح لوگ پریوں کو جا جا کر چرانے لگے۔

کچھ دنوں یہی ہنگامہ آرائی رہی مگر کسی فلمساز نے پورن بھگت کی اصلیت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ دھرم اور سماج کے نام فلمیں چلاتے اور گوری چھوکریوں کے ناچ، تلواروں کی بے سروپا لڑائی اور گھوڑوں کی نقلی دوڑ پیش کر کے فلم انڈسٹری کی فضا خراب کرتے رہے مگر نیو تھیٹرز لمیٹڈ جس مقصد کے لئے قائم ہوا تھا۔ اسنے ضرورت کو پھر محسوس کیا۔ اور چنڈی داس (دھارمک اور سماجک) فلم نکال کر لوگوں کے سامنے ایک نئی چیز پیش کر دی۔ چنڈی داس میں کیا تھا سماج کی برائیوں کا عریاں خاکہ۔ زمینداروں کے مظالم کی داستان خوشامدیوں کی دلالی کا نمونہ۔ اور اس کے ساتھ عورت کے دِل کا مضبوط ہونا دکھایا گیا ہے۔ عورت کے اِرادوں کو تباہ برباد کرنے کے مختلف طریقہ کار۔ مگر اسکی سچائی مضبوطی نے سب کو شکست دیدی۔ "چنڈی داس" بھی اپنی شان کی نئی پکچر تھی۔ جیسی شاندار چیز تھی ویسے ہی پبلک نے اسکا شاندار استقبال کیا۔ اَب "چنڈی داس" کے مقابلہ پر بھی فلم نکلنا شروع ہوئے اور دوسری فلم کمپنیوں نے جو چیزیں پیش کیں وہ

کامیاب ثابت نہ ہو سکیں۔ تجربہ کی کسوٹی پر آنیکے بعد دوسری پکچریں دل میں جگہ حاصل نہ کر سکیں اور نہ انکو دیکھ کر اطمینان ہوا بلکہ بڑی نا امیدی ہو گئی اور یہ سمجھ لیا گیا کہ بھارت کا فلمی بیوپار ایک عرصہ تک مجموعی ترقی نہ کر سکیگا پبلک نے اب بالکل فیصلہ کر لیا کہ دوسرے فلمساز دھارمک اور سماجک فلم کے نام پر اچھے فلمسازوں کو منہ چڑھا رہے ہیں اور کوئی نئی بات پیش نہیں کرتے۔ اور نہ انکے فلم تسکین کا باعث ہوتے ہیں۔

چنڈی داس کے بعد یہودی کی لڑکی نے اردو فلمی دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اور یہودی کی لڑکی دیکھنے والوں نے اس سے پیشتر اسقدر لاجواب سٹنگ، ایسے پاکیزہ مکالمے کبھی بھی دیکھے اور نہ سنے تھے۔ یہ ایک کلاسکل پکچر تھا۔ اب نیو تھیٹرز کے پکچروں کی مانگ بہت بڑھ گئی اور دو چار فلموں کے بعد نیو تھیٹرز نے ایک غیر فانی فلم "دیو داس" ملک کے سامنے پیش کر دیا "دیو داس" کو جس طرح لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا ہے ہندوستان کی فلمی تاریخ سنہرے حرفوں سے اسکا تذکرہ کریگی۔ اس کے بعد ہی دھوپ چھاؤں اور کروڑپتی فلم پیش کئے گئے اور ان آخری تینوں فلموں نے لوگوں کی نہ صرف پیاس بجھا دی بلکہ سیراب کر دیا۔ دیو داس، دھوپ چھاؤں دیکھ کر نرم دل روئے۔ کروڑپتی دیکھ کر لوگ ہنسے اور قہقہے لگائے۔

اسی اثنا میں پجارن نکل گیا اور اسکے بعد منزل دکھایا جا رہا ہے ملک نے نیو تھیٹرز کے آخری پانچوں فلموں کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ ایسا خیر مقدم ہندوستان کے موجودہ فلموں میں کسی کا نہیں ہوا۔ دیو داس، دھوپ چھاؤں، کروڑپتی پجارن، منزل آرٹ کا لاجواب نمونہ ہیں۔ انکے افسانے پر اثر اور اصلاحی اور نتیجہ خیز ہیں۔ یہ پکچر نیو تھیٹرز کے اسٹینڈرڈ کو اور بھی اونچا کرنیوالے ثابت ہوئے غرض نیو تھیٹرز لوگوں کے جذبات سمجھنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے اور اسکے مالکان اس فن میں ماہر ہیں اگر تعلیمی و اصلاحی فلموں کا نیو تھیٹرز نے بیڑا اٹھایا ہے تو ہندوستان کو یقیناً انسے فائدہ پہنچ رہا ہے اور آئندہ بھی اس نگارخانے سے ملک کی توقعات وابستہ ہیں۔ امید ہے کہ نیو تھیٹرز والے پبلک کی آشا کو نراش ہونے دینگے

نیو تھیٹرز کا شاہکار

دیوداس

ڈائرکٹر
پی۔سی۔بروا

مکالمہ
کدار بی اے
شور لکھنوی۔

اداکاران خصوصی

جمنا، سیگل، پہاڑی، نیمو، راج کماری، ستارہ، کے۔سی۔ڈی، وشوناتھ، شور بھدری وغیرہ

بہت حسن و خوبی کے ساتھ ملک کے سامنے پیش کردیا گیا

جسنے

فلمی دنیا مین تہلکہ مچادیا

بکنگ ——— کیلئے ——— پتہ

شمالی ھند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
جنوبی ھند ——— کلکتہ فلم ایکسچنج ۵۰ آرمینین اسٹریٹ مدراس
مشرقی ھند ——— دوسانی فلم کارپریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ
مغربی ھند ——— کلکتہ فلم ایکسچنج ترّی بھون روڈ بمبئی ۴

شانِ ہند

اداکار

مسز سنہا سروج ــــــ سلوچنا	وسنت ــــــ ڈی بلیموریہ
مسٹر سنہا کی بہن ــــــ جمنا	ٹھاکر رتن لال ــــــ غلام محمد
کمل ــــــ بیبی میسوری	کرنل سنہا ــــــ اسوجی

پیارے کل ٹھاکر رتن لال کے ہان پارٹی مین جانا ہے کیا مین ایک نئی ساری خرید لون؟ یہ بات نہایت میٹھی آواز مین ایک حسینہ نے اپنے شوہر کرنل سے پوچھی۔ یہ جملہ سنتے ہی کرنل کی بھوین تن گئین۔ اُسنے سخت لہجہ مین جواب دیا گیا؟ "کل ہی تو ایک نئی ساڑی خریدی تھی" تو کیا ایک ہی ساری بار بار پہنا کرو کرنل کی بیوی نے کہا۔ کرنل نے تعجب آمیز لہجے مین پوچھا "اس سے تمھارا مطلب؟ کل جب ٹھاکر رتن لال ملنے آئے تھے اسوقت مین نے یہی ساری پہنی تھی"۔ اب کرنل کا غصے سے برا حال تھا۔ وہ کچھ الفاظ منھ سے نکالنے والے تھے مگر خیریت گذری کہ کچھ نہین بولے۔ سروج کرنل کی بیوی مزاج اور دل کی اچھی تھی۔ مگر اسے اپنے حسن پر غرور تھا۔ اچھے اور بیش قیمت کپڑے پہننے کا اسے بیحد شوق تھا۔ اس کے حسن کی تعریف کرنے والون کی کمی نہ تھی پھول کی خوشبو سے مست ہو کر جس طرح بھنورا پھول پر رقص کرتا ہے اسی طرح سروج کی تعریف کرنے والے بھی اسکی تعریف سے باز نہ آتے تھے۔ سروج بھی انکی بیجا تعریف سے دھوکہ کھا گئی اور سچے سکھ کو چھوڑ کر محض خیالی آرام و چین کے حاصل کرنے کی درپے ہو گئی۔

سروج کی ایک بیٹی تھی۔ اسکا حسین چہرہ معصوم ہنسی۔ جذبات پرور اور بے خیال سروج کے دِل پر حکومت کیا کرتا تھا۔ عیش و عشرت کو زندگی کا واحد مقصد سمجھنے والی موجودہ تہذیب کا یہ نتیجہ ہے کہ سوسائٹی کے اندر ساہو کارون کا ایک طبقہ پیدا ہو گیا ہے۔ جو دولت کے پردے مین شرابی اور عیاش طبع لوگون کو اپنی گرفت مین لاتے ہین۔ ٹھاکر رتن لال ایک دولتمند شخص تھا۔ وہ سروج کے حسن پر فریفتہ تھا۔ اسنے سروج کو اپنے جال مین پھنسانے کا فیصلہ کیا تھا۔ بظاہر ٹھاکر رتن لال ایک شریف اور بھلا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ مگر اس کا باطن سیاہ تھا۔ گھوڑ دوڑ کے میدان مین امداد دے کر ٹھاکر نے سروج کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور اتفاق سے اسے اپنے پاپی ارادون کی تکمیل کا موقعہ بھی مل گیا۔

کمل بیمار پڑی اور ساتھ ہی مارواڑی نے اپنے روپیہ کا تقاضا بھی کیا کرنل کو دال مین کچھ کالا دکھائی دیا۔ "دیکھو سروج جب تک تمام پُرانے بل ادا نہ ہون تب تک نئی ساری کے لئے مین ایک پائی بھی نہ دون گا" "مگر آپ سے مانگتا ہی کون ہے؟ مین ساری کی قیمت دیدونگی"۔ "کیا کہا" "تم دیدو گی؟ کیسے دیدو گی؟ کیا تم کس کا روپیہ خرچ کر رہی ہو؟ بولو مجھے جواب دو؟" سروج چپ تھی وہ یہ کیسے بتا سکتی تھی کہ "اس نے گھوڑ دوڑ مین روپیہ جیتا ہے" بس گھوڑ دوڑ کی ایک بار کی جیت نے سروج کو ریس کا عادی بنا دیا۔ مارواڑی کے روپیہ ادا کئے بغیر اس کا پیچھا نہین چھوٹتا تھا۔ اپنی بات چھپانے کے لئے سروج نے ٹھاکر رتن لال سے مالی امداد چاہی۔ رتن لال نے اس موقع کو اپنے ناپاک مقصد

کے لئے مُفید سمجھ کر اسے اپنے گھر بلایا۔ وہ ایک دن گئی اور بتا کر رتن لال کے پرانے نوکر کے لڑکے وسنت کو بلایا۔ وسنت اور کمل دونوں بچپن کے ساتھی تھے۔ اور ایک دوسرے کے بغیر رہ نہین سکتے تھے۔ سروج رتن لال کے مکان مین گئی جو محل کی طرح عالیشان تھا۔ مکان کیا تھا عشرت کدہ تھا۔

چارون طرف قیمتی سامان لگا ہوا تھا۔ قیمتی تصاویر سے مکان کی دیوارین مزین تھین۔ سروج نے مختصر طور پر اپنی حالت بیان کر کے مالی امداد چاہی رتن لال نے کہا کہ ابھی دیتا ہون اور یہ کہکر اسے دوسرے کمرے مین لیگیا وہان نوکر سے شراب طلب کی اور سروج کے سامنے رکھی۔ سروج نے شراب چھونے سے انکار کر دیا اسپر رتن لال بولا ؎

تب لطف زندگی ہو جب ابر ہو چمن مین
پیش نظر ہو ساقی، پہلو مین گلبدن ہو

سروج نے اسے سمجھایا کہ ہندوستانی عورت شراب کو نہین چھو سکتی رتن لال نے سروج پر اپنا منشا ظاہر کیا اور کہا "سروج یہ محل اور اسکا سارا ساز و سامان سب تمھارا ہے۔ پیاری سروج مین تمھارے پریم کا طلبگار ہون" یہ کہکر وہ اسکی طرف بڑھا۔ سروج کو کپڑے اور زیورات کا اب بھی شوق تھا۔ مگر اس کا دل صاف تھا لیکن اس وقت سروج کی حالت شکاری کی گرفت مین پھنسے ہوئے ہرن کی سی تھی رتن لال نے نوکر کو حکم دیا تھا کہ کسی حالت مین بھی سروج کو گھر سے باہر نہ جانے دیا جائے سروج نکل کر بھاگنا چاہتی تھی کہ نوکر نے اسے روکا۔ اپنی حفاظت کے لئے سروج نے ایک گلدستہ اٹھا کر ملازم کے رسید کر دیا۔ نوکر اسی جگہ گر کر ہلاک ہو گیا۔ دوسرے دن سویرے سروج چپ چاپ اپنے گھر مین داخل ہونے لگی۔ کرنل سنہا اسکی راہ دیکھ رہا تھا اس نے سروج پر بدکاری کا الزام لگا کر کہا "بس میرے گھر سے نکل جا"

کمل اپنی ماں کی یاد مین سسک سسک کر رو رہی تھی اسے روتا ہوا دیکھ دکھے ہوئے دل سے سروج گھر ہسپتال جانے کے لیے نکلی۔ رتن لال نے اسے پکڑ لیا اور پولیس کے سپاہیون کے ساتھ ہسپتال پہنچا اور کہا "تمہارے سامنے دو ہی راستے ہین یا تو میرے گھر آجاؤ یا قتل کے الزام مین جیل چلی جاؤ۔" سروج نے جیل جانا ہی مناسب خیال کیا اسے بارہ سال قید با مشقت کی سزا ہوئی۔ کمل اور وسنت ایک دوسرے پر فریفتہ ہو گئے۔ کمل اپنی ماں پر پڑی تھی اس وجہ سے بہت ہی حسین تھی مگر وہ سروج کی توقع سے بہت زیادہ آزاد خیال تھی۔ رتن لال بھی فوج مین ملازم ہو گیا تھا۔ اسنے کمل کو دیکھا اور اسے دیکھتے ہی دل مین بدی کا خیال پیدا ہوا۔ وسنت اور کمل مین رتن لال کے متعلق جھگڑا ہونے لگا۔ کمل اور وسنت کی پرورش کرنل سنہا کی بہن کے ہان ہوئی تھی۔ انکی خواہش تھی کہ دونون کی شادی جلد ہو جائے تو اچھا ہے مگر وسنت اس مین تاخیر کر رہا تھا۔ وسنت چاہتا تھا کہ سروج کے جیل سے واپس آنیکے بعد شادی ہو تو وہ اپنی بیٹی کو خوشحال اور مطمئن دیکھ کر خوش ہو گی۔ سروج جیل سے رہا ہو کر واپس آئی۔ شادی کی تاریخ طے پائی۔ وسنت سروج کو اپنی شادی کے دن جلسۂ شادی مین لایا اور اسنے اپنی ماں کی حیثیت سے اسکا تعارف کرایا۔ شادی کی دعوت مین جو عورتین آئی تھین انہون نے سروج کیساتھ بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ اس بات سے کمل کو سخت غصہ آیا۔ کمل نے کہا "مین اسے یہان نہین دیکھنا چاہتی"، "کمل یہ تم کیا کر رہی ہو" وسنت نے کہا: "او بے شرم، بدمعاش۔ نکل یہان سے تو یہان کیسے آئی ہے" کمل نے سروج سے سخت غصے کیحالت مین یہ الفاظ کہے۔ سروج یہ جھڑکی سُن کر چپ چاپ چلی گئی۔ "دیکھو کمل جہان میری ماں جائیگی مین بھی وہین جاؤن گا" وسنت نے کہا "تو کیا اس بدمعاش عورت کی خاطر آپ مجھے چھوڑ دین گے ہان، تم انہین نہین جانتی ہو۔ وسنت کمل کو چھوڑ کر چلدیا۔ کمل شرم سے غمگین

ہو کر چلنے لگی۔ اتنے مین اسنے ٹھاکر رتن لال کی موٹر دیکھی کمل نے رتن لال سے کہا کہ اپنی موٹر مین بٹھا کر اسے اسکے والد کے گھر پہنچا دے۔ رتن لال اسے اپنے گھر لیگیا۔ وسنت نے کمل کو رتن لال کی موٹر مین جاتے دیکھا اور اسکی خبر کرنل سنہا کو دی سروج کو بھی اسکی اطلاع ملی سروج کمل کو بچانے کے لیے رتن لال کے گھر پہنچی۔ معصوم کمل کو پھانسنے کے لیے رتن لال نے مختلف قسم کی لالچ دیکر کہا کہ تم میرے ساتھ شادی کر لو۔ کمل نے کہا اگر میرے والد اجازت دین تو مین شادی کرونگی، اس اثنا مین اسنے سروج کو وہان دیکھا۔ کمل نے سروج کی باتونکا اعتبار نہین کیا۔ سروج نے مغموم دل سے بتایا کہ مین تمہاری ماں ہون۔ اسی عرصہ مین کرنل بھی آگئے۔ نوکر نے انکو اندر جانیسے روکا مگر کرنل جبراً اندر جا کر رتن لال سے ملے۔ دونون کی گفتگو سن کر اس کی آنکھین کھل گئین۔ سروج نے کمل کو وہان سے بھگا دیا۔ کرنل سروج کو وہان دیکھ کر بہت ناراض ہوئے۔ کرنل کو یہ شبہہ ہوا کہ سروج ہی رتن لال کے پاس کمل کو لے گئی۔ کرنل کو اس بات کا اتنا صدمہ ہوا کہ وہ پاگل سے ہو گئے۔ وسنت اپنی محبت مین مایوس ہو کر فوج مین ایک سپاہی کی حیثیت سے بھرتی ہوا اور سرحد پر چلا گیا۔ اس فوج کا کپتان رتن لال تھا۔ اس نے عہد کیا تھا کہ اگر کبھی وسنت ہاتھ آگیا تو مین اسے بلا مارے نہ چھوڑونگا۔ سروج نے وسنت کی حفاظت کا عہد کیا تھا۔ کمل اپنے باپ کے پاس گئی اور انہین بتایا کہ اسکی ماں نے اسے کس طرح بچایا۔ کرنل کو یہ سُن کر بہت ندامت ہوئی انہون نے سروج کو بہت ڈھونڈھا مگر اس کا کہین پتہ نہ چلا۔ کمل نے اس امید سے نرس کا پیشہ اختیار کیا کہ شاید اسی طرح وسنت سے اس کی ملاقات ہو جائے پٹھانون نے جنگ چھیڑ دی اور رتن لال کو سرحد کی جنگ پر جانے کا حکم ہوا خوش قسمتی یا بد قسمتی سے وسنت رتن لال ہی کی رجمنٹ مین تھا۔ جنگ مین ایک موقع پر کوئی نامعلوم سپاہی رتن لال کی جان بچاتا ہے۔ رتن لال وسنت اور اس غیر معروف سپاہی کے علاوہ سب لوگ مر چکے تھے۔ اسلحہ خانہ دشمن کے ہاتھ نہ پڑ جائے اس لئے اس مین آگ لگانا ضروری تھا۔ رتن لال

نے وسنت کو آگ لگانے کا حکم دیا۔ اس حکم کی تعمیل کا مطلب یہ تھا کہ اسلحہ خانے کی ساتھ ہی وسنت جلکر خاک ہو جائے۔ مگر اس غیر معروف سپاہی نے اس موقع پر اپنی خدمات پیش کین۔ اسپر رتن لال نے اس غیر معروف سپاہی کو حکم دیا کہ وہ اپنی اصلیت ظاہر کرے غیر معروف سپاہی نے حکم پاتے ہی اپنا صافہ اتار دیا۔ رتن لال نے دیکھا کہ سر سبہا اس کے سامنے کھڑی ہے۔ وہ وسنت کے ہاتھ سے مشعل لے لیتی ہے۔ اور آگ لگانے جاتی ہے۔ رتن لال کی جوانمردی جاگ اٹھتی ہے وہ سروج کے ہاتھ سے مشعل اپنے ہاتھ مین لے لیتا ہے۔ سروج وسنت کو تنہا سپاہیون سے لڑتا ہوا چھوڑ کر مینار پر چڑھی اور جھنڈے لہرانے لگی۔ ہوائی جہاز سے فوج کو امداد پہنچانیوالون کو ٹھیک جگہ کا تعین دشوار تھا۔ مگر انہون نے جھنڈا لہراتا ہوا دیکھا۔ پھر بمون کی بارش ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ ہونت کی قسمت کا ستارہ جگمگایا۔ سروج اور رتن لال نے مختلف طریقے سے قربانیان کین۔ کمل اور وسنت کے راستہ سے تمام مشکلات دُور ہو گئین۔

پرتوِ حسن

کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ گلاب کے شاداب پھولون نے ملاحت کہان سے حاصل کی؟ —— ہان ایک مرتبہ —— پہلے پہل جب —— "حسن کے دیوتا" نے نشاط آفرین وادیون مین قدم رکھا تو —— اس کے عارض نازک کا عکس کہین —— "جنگلی گلاب" کے پھولون پر پڑ گیا —— اسی وقت سے گلاب کے پھولون مین شگفتگی اور ملاحت پیدا ہو گئی؟؟؟ ——

کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ چاند اور تارون نے یہ دلفریب چمک کہان سے حاصل کی؟ —— ہان ایک مرتبہ —— چند حسن کی شہزادیان ایک باغ مین بیٹھی ہوئی —— سرخوشی و نشاط کے نغمے الاپ رہی تھین —— سامنے سرخ گلاب کی نازک شاخ پر ایک بلبل بیٹھا پھولون سے راز و نیاز کی باتون مین مصروف تھا —— ظالم ہوا کا ایک جھونکا آیا اور —— "پھول" ایک لچک کے ساتھ اس کی آغوش سے علٰحدہ ہو گیا —— "بلبل" دوسری شاخ پر جا بیٹھا —— کچھ لمحے اس نے دوسرے پھولون کی قربت مین گذارے اور —— اُڑ گیا؟؟ —— شہزادیان اس کی اس حماقت پر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑین —— ان کے تبسم کی لطیف لہرین فضا مین منتشر ہو گئین —— ساری کائنات تبسم ریز ہو گئی —— یہانتک کہ چاند تارون نے بھی —— ان کے تبسم کو چرا لیا؟؟؟ —— ؟؟؟ —— ؟!!

ترجمہ —— ثمر صدیقی رُودولوی

نیو تھیٹرز کا ہنگامہ خیز فلم

”دھوپ چھاؤن“

ڈائرکشن ——— نتن بوس

جس نے پورن بھگت، یہودی کی لڑکی، چنڈی داس اور دیوداس کے بعد ہندوستان مین دھوم مچادی

بمبئی مین کامل ۲۰ ہفتہ ایک ہی سینما مین دکھایا گیا

”اپنے — اپنے — شہرون — مین — دیکھئے — اور — لطف — اندوز — ہوئیے“

”دھوپ چھاؤن“

کا

افسانہ سبق آموز اور تحیر خیز، مکالمہ سادہ اور سلیس، گانے بہترین دلکش اور درد انگیز ہین۔

اداکاران خصوصی:۔ پہاڑی سانیال، کے۔ سی۔ ڈے۔ اومادیوی

بکنگ کے لئے پتہ

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

جنوبی ہند ——— کلکتہ فلم اکسچنج ۵۰ آرمینین اسٹریٹ مدراس

مشرقی ہند ——— دوسانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

مغربی ہند ——— کلکتہ فلم اکسچنج تری بھون روڈ بمبئی ۴

لطائف

مسافر نے ریلوے گارڈ سے پوچھا:-
"ٹرین چھوٹنے مین کتنی دیر ہے؟"
گارڈ نے جواب دیا "تھوڑی دیر ہے"
مسافر:- کیا اتنا وقت مل سکے گا کہ مین ریفرشمنٹ روم سے ایک پیالی چائے کی پی سکون؟
گارڈ: جی ہان
مسافر: کہین ایسا نہ ہو کہ ٹرین چھوٹ جائے
گارڈ: تو مزید اطمینان کے لئے آپ مجھے بھی ریفرشمنٹ روم مین لے چلئے

پہلا دوست: وہ سامنے بیٹھی ہوئی کون عورت گھنٹہ بھر سے بک بک کر رہی ہے؟
دوسرا دوست: وہ میری بیوی ہے
پہلا دوست: معاف فرمایئے گا مجھ سے غلطی ہوئی
دوسرا دوست: جی نہین غلطی تو مجھ سے ہوئی

باپ اپنے بیٹے سے ملنے کے لئے کالج گیا۔ بیٹے نے باپ کے ساتھ فوٹو کھچوانے کی خواہش ظاہر کی۔
دونون فوٹوگرافر کی دوکان پر گئے فوٹوگرافر نے مشورہ دیا کہ بیٹا باپ کے شانے پر ہاتھ رکھکر کھڑا ہو جائے
باپ نے کہا اگر میرا بیٹا میرے شانہ پر ہاتھ رکھنے کی بجائے میری جیبون مین ہاتھ ڈال کر کھڑا ہو جائے تو تصویر مین حقیقت کی جھلک پیدا ہو جائیگی

موکل:- ایک لڑکے نے پتھر مار کر میری کھڑکی کا شیشہ توڑ ڈالا ہے اس معاملہ مین مجھے کیا کرنا چاہئے؟
وکیل:- آپ اس کے باپ سے قانونی طور پر معاوضہ طلب کر سکتے ہین
موکل:- تو براہِ کرم مجھے پانچ روپیہ دیدیجئے۔ آپ ہی کے لڑکے نے میری کھڑکی کا شیشہ توڑا ہے۔
وکیل:- براہ کرم آپ بھی سیدھے ہاتھ سے میرے مشورہ کی فیس دس روپیہ رکھدیجئے۔ مین پانچ روپیہ آپ کو بخوشی ادا کر دونگا۔

ملازمہ:- افسوس ہے کہ مین اب آپ کی ملازمت نہین کر سکتی
بیگم:- کیون؟
ملازمہ:- آپ کو مجھ پر اعتماد نہین ہے
بیگم:- اعتماد نہین ہے! مین نے تو تمہین اپنے تمام صندوقچون اور بکسون کی چابیان دیدین۔
ملازمہ:- لیکن ان مین تو ایک چابی بھی نہین لگتی۔ مین رات بھر کوشش کرتی رہی۔

ٹرام کے کنڈکٹر نے پوچھا:- کہئے رات مین آپ اپنے مکان تک بخیریت تو پہنچ گئے تھے؟
مسافر نے متحیر ہو کر کہا:- ہان۔ لیکن تم نے سوال کیون کیا؟
ٹرام کنڈکٹر:- بات یہ ہے کہ رات مین جب ایک عورت ٹرام مین سوار ہوئی اور آپ نے اس کے لئے اٹھ کر اپنی جگہ خالی کر دی۔ اور تمام راستہ خود کھڑے رہے۔ اس وقت ٹرام مین سوائے آپ دونون کے کوئی تیسرا مسافر نہ تھا۔

شبستانِ حیات کے تین منظر

(۱) حسن و شباب کی رات

شبِ مہتاب مین اک نازنین خاموش سوتی ہے
کنارِ نکہت و انوار مین گلپوش سوتی ہے
فضا مین شعر و موسیقی کا اک ہنگامہ برپا ہے
شرابِ نور کی مستی مین وہ مدہوش سوتی ہے
ہوا مین چاندنی کے رقص سے جلووں کی بارش ہے
وہ مست خواب ہے میخانہ در آغوش سوتی ہے
ابھی ناآشنائے عشق ہے دوشیزگی اسکی
ابھی آپنے حسین خوابون سے ہم آغوش سوتی ہے
ابھی بیگانۂ اظہار ہین جذبات طوفانی
ابھی دل مین لئے اک محشرِ پرجوش سوتی ہے
حیا سے بن گیا ہے ساعدِ سیمین نقاب اسکا
ستارے جھانکتے ہین اور وہ رُوپوش سوتی ہے
شبستانِ جوانی سجدہ گاہِ حور ہے گویا
بہار و شعر کا گہوارۂ مستور ہے گویا

(۲) عشق و محبت کی رات

شبِ تاریک مین اِک نوجوان بیزارِ عشرت ہے
کہ اس کے سینۂ پرجوش مین دردِ محبت ہے
کنارِ حسرت و افسردگی مین جاگتا ہے وہ
یونہی بے تابیون مین جاگنے کی اسکو عادت ہے
دماغ اسکا پریشان ہے خلش افزا خیالون سے
نگاہین اسکی آوارہ ہین دل لبریزِ وحشت ہے
کسی بیدادگر کی یاد آتش کار ہے اسکو
لبون پر ایک زخمی راگ تصویرِ شکایت ہے
سراپا التہاب اس کے لیئے ہے محفلِ ہستی
کہ اِس کے دل مین آتش زن محبت کی حرارت ہے
سرود و عیش سے بیگانہ ہے سازِ حیات اسکا
سیہ تنہائیون مین اسکا دل محرومِ عشرت ہے
نوائین اور آنسو ہین شبستانِ محبت مین
دیارِ عاشقی آباد ہے دنیائے وحشت مین

(۳) ہوس و گناہ کی رات

مہیب و تیرہ خونین فضائے بزمِ امکان ہے
اِک آوارہ شباب انسان کے دلمین شرِ عصیان ہے
خدا جانے وہ کیون بیزار ہے اپنی جوانی سے
کہ حسن و عشق کے بازار کی جانب خرامان ہے
ہوائے شہر ہیبت ناک ویرانی کا گہوارہ
جوان اس معصیت آباد مین غولِ بیابان ہے
ہے اِک ناطورۂ عشوہ طراز اسکی نگاہون مین
وہ جس کے روئے غازہ پوش پر مستانہ لرزان ہے
نہین ہے اس کے دل مین نوریزدان ذکر نہ تقی
کہ اب وہ اہرمن کی عشرت افزائی کا سامان ہے
وہ جا پہنچا ہے اپنی معصیت کاری کی منزل پر
اک آوارہ نظر کے ساتھ ابتدست و گریبان ہے
یہ حسن و عشق کی توہین دیکھی جائے گی کس سے؟
محبت اتنی ارزان ہے محبت اتنی ارزان ہے
شبستان گنہ تاریکی و ظلمت کی بستی ہے
جہان پاکیزگی ذوق کو الفت ترستی ہے

نیو تھیٹرز کا مذاحیہ شاہکار

کروڑپتی

ملک کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ انتہائی دلچسپ فلم ہے۔ نیو تھیٹرز کے تمام چھوٹے بڑے اداکارون نے کروڑپتی مین کام کیا ہے، دلچسپ مکالمے، اور دلکش نغمے، فطری اداکاری، حسین لڑکیون کے دلفریب ناچ گانے شائستہ اور سنجیدہ پیرائے مین ہنسنے ہنسانے والی باتین، غرض آپ کی تمام تفریحات اس فلم مین یکجا کر دی گئی ہین

ڈائرکٹر:- ہیم چندر ـــــ میوزک:- رائے چاند بورال ـــــ مکالمہ:- کدار۔ بی۔ اے

اداکاران خصوصی

نواب کاشمیری، سیگل، پہاڑی، ملینا، راجکماری

انکے علاوہ

نیو، جگدیش، کدار، امر ملک، درگا داس، ترلوک، بوکا، شور، بابولال، کپور، راج لکھی، دید، رام کماری، سردار اختر، الیاس، دینا دیوبالا وغیرہ نے قابل دید کام کئے ہین

بکنگ کے لئے پتہ

شمالی ہند ـــــ دہلی ٹاکیز بورو چاندنی چوک دہلی
جنوبی ہند ـــــ کلکتہ فلم اکسچنج ۵۰ آرمینین اسٹریٹ مدراس
مشرقی ہند ـــــ ہندوستانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ
مغربی ہند ـــــ کلکتہ فلم اکسچنج ترنی بھون روڈ بمبئی ۴

وقت کی اہم ضرورت

نصف صدی سے زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ برطانیہ مین اسٹیج کو اچھی نظرون سے نہین دیکھا جاتا تھا، حتیٰ کہ متوسط درجہ کے لوگ (جو تمدن و معاشرت کے علمبردار اور برطانی روایات کی ریڑھ کی ہڈی مانے جاتے تھے) اور امراء بھی اس سے متنفر تھے، پیشہ ور ایکٹر یا ایکٹرس ہونا پستیٔ اخلاق کا نمایان پہلو تھا، عوام مین اداکارون کی نجی زندگی کے بارے مین برے خیالات پھیلے ہوئے تھے، انکی طرز رہائش، رفتار، گفتار سب بدنام۔ اسٹیج کے مخالفین کے دماغون پر پُرجوش مذہبی جذبہ اس شدت سے طاری تھا کہ ان کے نزدیک اسٹیج کی زندگی سے زیادہ تباہ کنِ اخلاق دوسری کوئی چیز نہ تھی ان لوگون کی تحریک اور جد وجہد تھی کہ دنیا قدامت پرستی کے "شاندار زمانہ" کی طرف لوٹ جائے، ان کے نزدیک تھیٹر مین جانا منہدم عمارت اخلاق کی آخری بچی ہوئی اینٹ پر کھڑا ہونیکے مترادف تھا، اس مین شک نہین کہ اداکارون کی زندگی کا معیار سوسائٹی کے نقطہ نگاہ سے گرا ہوا تھا۔ یہ لوگ اوقات تھیٹر کے علاوہ ملک کے عیاش طبع اور مالدار طبقہ کی تفریح کا موجب بنتے تھے، اور مالدار طبقہ انہین اپنی ہوس رانیون کا جائز شکار سمجھتا تھا درحالیکہ قدامت پرستون کے نقطہ نظر سے اداکارون سے علانیہ ربط ضبط، حتیٰ کہ معمولی مراسم بھی اس بات کی بین دلیل تھے کہ سوسائٹی مین ان کے لئے جگہ باقی نہین رہی، اور پیشہ اداکاری اختیار کرنا تو پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو سوسائٹی سے خارج کردینا اور مستقل طور پر مضحکہ بننا تھا۔

لیکن رفتہ رفتہ اس غیر منطقی نظریہ اور قدامت پرستونکی مفروضہ اور ناصحانہ نکتہ چینی کے خلاف ان روشنخیال افراد نے جو کہ شراب نوشی یا جوا یا اسی قسم کی اور برائیون کی طرف سے آنکھین بند کرلینے کے عادی اور سوسائٹی کو اعلیٰ معراج پر دیکھنے کے خواہشمند تھے اس حد تک اس نظریہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، جس حد تک کہ انکے اغراض نے مطابقت کی، کیونکہ اکثریت اس کے فوائد سمجھنے اور افادی پہلو پر غور کرنے سے قاصر تھی۔ بالآخر جنگ عظیم کے آغاز نے ان "اخلاق اور روایات کی زنجیرون" مین جکڑے ہوئے رجعت پسندون کے خیالات مین انقلاب پیدا کیا۔ اور اسٹیج نے نیا چولا بدلا۔ متوسط اور متمول طبقہ کی عورتون اور مردون نے سوسائٹی کی قیود و پابندیون سے آزاد ہو کر اس "خروج" کی رہنمائی اور کامیاب تکمیل کے لئے بحیثیت پیشہ ور اداکاری کی زندگی اختیار کرلی۔ ان دونون جماعتون کے اشتراک عمل "داخلہ اسٹیج" نے فن اداکاری، ڈرامائی افسانہ اور "سنگھار خانہ" ——— کے ماحول فضا مین اک خوشگوار تبدیلی پیدا کردی، اس رفتار ترقی کو دیکھتے ہوئے حکومت نے بھی پروانہ منظوری و سرپرستی سے نوزا۔ چنانچہ معاشرتی نقطہ نگاہ سے اسٹیج کے خلاف حکومت اور معاشرت کے حامیون کے بھی

اعتراضات ختم ہو گئے۔ اب اسٹیج نے پبلک زندگی میں وہ خصوصیت حاصل کر لی کہ اگر کسی شخص نے سر ہنری ارونگ ڈیم الائس ٹیری، سر جان مارٹن ہاروے، سائبل تھورن ڈائک اور گبرالڈ دومار یر کو اسٹیج پر نہین دیکھا ہے تو اس کی اس غفلت اور لاعلمی پر تعجب کیا جاتا تھا۔ اس لئے کہ یہ لوگ اپنے اپنے زمانہ مین ڈرامہ کے رہنمایان اعظم اور مصلح "تصور کئے جاتے تھے اور قوم انکی پرستش کرتی تھی، کسی شخص کا ان مین سے کسی ایک سے دوستانہ مراسم قائم کرنے مین کامیابی حاصل کر لینا، سوسائٹی اور حلقۂ احباب مین رشک وحسد کی نظرون سے دیکھا جاتا تھا۔ مذہبی جوش کے خلاف بغاوت کی کامیاب تکمیل واختتام کے وقت انگریزی سینما کا عالم وجود مین آنا اس کے لئے شگون نیک اور پروان چڑھنے کا باعث ہوا، اور ایسی خوشگوار فضا مین صنعت سینما کو اپنا وجود برقرار رکھنے کے لئے بہت معمولی مسائل ومشکلات کا مقابلہ اور جد وجہد کرنی پڑی، لیکن جہان تک امریکی باشندون کا اس سے تعلق تھا انکو اس قسم کی مخالفت کا مقابلہ یا اپنے فن کو برقرار رکھنے کی جدوجہد نہین کرنی پڑی، اس لئے کہ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک مین ہر ایماندارانہ پیشہ کو عزت کی نظرون سے دیکھا جاتا ہے۔ اور بالخصوص جب کسی پیشہ کا تعلق کسی حیثیت و پہلو سے آرٹ سے ہو۔ کیونکہ یہ قوم اپنی روائتی اور معاشرتی ترقی کے لئے ہاتھ پیر مار رہی تھی، اسکو سینما کا دلچسپ اور فائدہ مند ذریعہ عوام کی تعلیم وترقی کے لئے ہاتھ آگیا، اور اس نے اس فن سے خاطر خواہ نفع اُٹھایا۔

آج سے بیس برس پہلے ہندوستانی اسٹیج کی وہی حالت تھی جو انگریزی اسٹیج کی ایک صدی قبل تھی۔ یعنی اگر ہم ہندوستان اور انگریزی اسٹیج کا موازنہ کرین تو ہمارا اسٹیج بیس سال پہلے اس جگہ تھا جہان ایک صدی قبل انگریزی اسٹیج تھا، اور اس بارے میں عوام کی رائے بھی وہی تھی جو آج ہے، غیر مدلل، لایعنی اور انتہائی درجہ صبر آزما۔ اس مین شک نہین کہ عوام کی رائے اس قدر کورانہ تھی اور جوش وتعصب مین ڈوبی ہوئی کہ اچھے سے اچھا ہر دلعزیز رہنما اور باہمت مصلح بنظر اصلاح اس فن کی رہنمائی کرنے سے خوف کھاتا تھا، تاہم رہنمایان اسٹیج اس سے غافل نہین رہے اور مصلحین بھی اپنی جگہ جد وجہد کرتے رہے۔ لیکن ترقی کی رفتار بھی اپنی مناسبت سے تھی، اور یہ غیر اہم رفتار ترقی مصلحین کے لئے سوہان روح بنگئی۔ جنگ عظیم نے سائنس کی دنیا مین حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا تھا عجیب عجیب محیر العقول اختراعات نے دنیا والون کو حیران بنا دیا، چنانچہ ہندوستان پر بھی اس کا اثر پڑا اگرچہ بہت کم اس لئے کہ نئی ایجادات کو داخل اور رائج کرنے کے لئے بہت سی دشواریون کا سامنا کرنا پڑا، تاہم اکثریت کی مخالفت اور اقلیت کی حمایت کے باوجود وہ رائج ہو ہی گئین، سینما بھی کسی نہ کسی طرح ہماری روزانہ زندگی مین داخل ہو گیا، مگر برسون اسکو بری نگاہون سے دیکھا گیا، کیونکہ ابتداءً فلمسازون نے ہندوستان کے اساطیری واقعات کو توڑ مروڑ کر پردۂ سیمین پر پیش کیا، جس سے سمجھدار طبقہ نے کوئی دلچسپی نہین لی پھر بھی سینما کی آمد ہندوستانی اسٹیج کے لئے پیغام موت ثابت ہوئی اور ہندوستانی اسٹیج خاموشی کی گہری نیند سو گیا۔ اب اسٹیج کے اداکارون کا رجحان سینما کی طرف ہوا، اور فلم مین اسٹیج کی اداکاری کے مظاہرے ہونے لگے، اور سرمایہ دار کے لئے تو گویا اپنی نوعیت کا اک نرالا اور فائدہ مند جوا تھا کہ جس مین سرمایہ لگایا جا رہا تھا۔ لیکن کوئی شخص اس "کاروبار" کی حقیقت وماہیت اور افادہ سے آگاہ نہین تھا، سوائے اس کے کہ ایک کیمرا اور چند ہزار فٹ خام فلم خرید کیا، کچھ سیٹ —— کرایہ پر لے لئے، تھوڑے سے معاوضہ پر ملبوسات جمع کر لئے، قلیل مشاہرہ پر غیر تعلیم یافتہ اور فن وفلمی

اداکاری سے ناواقف لوگون کی خدمات حاصل کرین، ایک معمولی سا نگارخانہ کرایہ پرلے لیا، لیجئے فلم تیار ہوگیا، اور عوام کی گاڑھی کمائی پر ڈاکہ ڈالا جانے لگا۔

یہ دیکھ کر ہمین انتہائی مسرت ہوتی ہے کہ پانچ سال کی قلیل مدت مین کچھ ایسے سمجھدار فلمساز بھی میدان مین آئے جنہون نے اس فن سے ماہیت اور افادہ کا اندازہ کرکے ملک وقوم کے سامنے فائدہ مند چیزین پیش کین اور دوسرون کی تقلید سے احتراز کیا ناطق فلم کی آمد نے بہت سے مذکورۂ بالا قسم کے فلمسازون کو اس میدان سے ہٹ جانے پر مجبور کیا، پھر بھی ایک تعداد ایسے ذی فہم لوگون کی پامردی سے ڈٹی رہی کہ جس کا نصب العین اس فن کی خدمت اور اس فن کو ترقی کے معراج پر پہنچانا تھا۔ کچھ نئے لوگ بھی کثیر سرمایہ لیکر آئے جس سے انہون جدید ترین اور بہترین سامان فلمسازی خریدا، اعلیٰ پیمانہ پر نگارخانہ بنائے، گران قدر معاوضہ پر ماہرین صنعت کی خدمات حاصل کین، تعلیمیافتہ اور فن کو سمجھنے والے اداکارون کو جمع کیا، ہوشیار اور فن اشتہار سے واقف نشرو اشاعت ——— کی امداد سے اس صنعت مین جدت اور جاذبیت پیدا کردی۔ اور اس صورت سے عوام کے جذبۂ انتقاد کو بیدار کرکے صحیح تنقید کا موقع دیا اور قدامت پرستون کے تعصب کو بھی بہت حد تک کم کردیا۔ لیکن سمجھنے والے سمجھ رہے ہین اور دیکھ رہے ہین کہ وہ دن دور نہین جبکہ انہین عوام کی سخت نکتہ چینیون اور بائیکاٹ کا آماجگاہ بننا پڑیگا۔ جبکہ وہ عوام کے صحیح مذاق کے مطابق اچھے معیاری فلم بنانے سے قاصر رہین گے۔ ایسے ہی بہتر اور اعلیٰ معیاری فلم جسے کہ ملک کے ایک یا دو نگارخانون نے پیش کئے، جن مین بلند پایہ ڈرامائی نکات، تعلیمی فوائد اور فن کے بہترین پہلو نمایان تھے۔

موخرالذکر قسم کے فلمسازون نے اپنے شاہکارون سے ہندوستانی فلمسازی مین ایک انقلاب عظیم برپا کردیا۔ ایسا تعمیری انقلاب جس کے لئے ملک انکی مساعی جمیلہ کا ممنون احسان ہے۔ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود دنیا کا تمام سرمایہ، بہترین سامان فلمسازی، ماہرین صنعت، اچھی پبلسٹی کرنے والون کی مشترکہ جدوجہد بھی اچھے فلم بنانے سے قاصر ہین۔ سب سے اہم (اور سب سے زیادہ مشکل سے حاصل ہونیوالا جز) اداکار ہے۔ اس سے ہمارا یہ منشا نہین کہ ہندوستانی فلم مین اچھے اداکار نہین ہین، یقیناً ہین لیکن معدودے چند، کافی تعداد مین نہین۔ اگر ہمین پردۂ سیمین پر بہترین بلند پایہ ڈرامے اور اعلیٰ درجہ کی فطری اداکاری کے جوہر پیش کرنا ہین تو تعلیم یافتہ اداکارون کی خدمات حاصل کرنی چاہئین، فلم گویا ایک جسم ہے جس کے لئے فطری اداکار (صاف خون) اور فطری اداکاری (نئی روح) کی ضرورت ہے اور اس چیز کے لئے ملک کے تعلیمیافتہ طبقہ کو دعوت عمل اشتراک دینا چاہئے۔

ملک کے سمجھدار طبقہ نے مخالفین کے اندھے تعصب، غیر منطقی قدامت پسندی اور اندھادھند مذہبی جوش کے خلاف متفقہ جدوجہد اور پرزور احتجاج کیا، چنانچہ بنگال اور ہندوستان کے دیگر صوبون کے معزز خاندان کے تعلیمیافتہ افراد نے باوجود قدامت پرست بزرگون کی مخالفت کے اور اس مخرب اخلاق ماحول کے جو کچھ نگارخانون کے لئے مضر ثابت ہورہا ہے، فلمی دنیا کی طرف قدم بڑھایا لیکن افسوس ہے اور مقام مسرت بھی ہے کہ ملک کے ایک دو نگارخانے ہی ایسی سہولتین بہم پہنچارہے ہین جہان تعلیمیافتہ اور مہذب جماعت کے مرد اور خواتین اس مین شرکت کرسکین اور زیادہ سے زیادہ تعداد مین اس طرف آئین، ایسے نگارخانون کے ذمہ دار کارکنون نے اچھی طرح اس اہمیت کا اندازہ لگا لیا ہے کہ جب تک ہم اس مخصوص اور ہر لحاظ سے موزون جماعت

کی خدمات نہین حاصل کرین گے، اس وقت تک ایسے فلم نہین بنائے جاسکتے جو دیلا سے خراج تحسین وصول کرسکیں یہ طے شدہ امر ہے کہ فن اداکاری کو فنی اور تاریخی حیثیت سے سمجھنے والے اداکارون ہی کے ذریعہ سے ہندوستان کا قابل فخر تمدن، ادب، ڈرامہ اور سوسائٹی کی خوبیان پیش کیجاسکتی ہین جو قوم وملک کے امتیازی نشان ہین اسی صورت مین یہ امید بھی کیجاسکتی ہے کہ ہندوستان بھی اس فن کی خدمت مین کچھ حصہ لے سکتا ہے۔ اس لئے کہ تعلیمیافتہ مرد اور خواتین سے فلم مین کام لینے کا مقصد، بہ نگاہِ معاشرت وتمدن، ہندوستانی نگارخانون کے مخرب اخلاق ماحول کی صفائی، صنعت کی بہتر طریقہ سے ترقی اور اچھے میعار کا تفریحی سامان مہیا کرنا ہے۔

ہندوستان مین اس وقت سو سے زیادہ فلمساز کمپنیان کام کر رہی ہین، ظاہر ہے کہ ان مین سے ایک یا دو بھی اس میدان مین رہنمائی کی جرأت نہین کرسکتین اور تجارتی نقطہ نگاہ سے سب کا اشتراک عمل بھی محال ہے۔ اور پربھات فلم کمپنی یا نیو تھیٹرز کی طرح ایک دو فلمسازون کی رہنمائی بھی کوئی آسان کام نہین۔ نیو تھیٹرز یا اور ایک دو نگارخانون کی طرح ملک کے تمام فلمسازون کا فرض ہے کہ وہ تعلیمیافتہ جماعت کی خدمات سے فائدہ اٹھائین اور اس جماعت کے ایسے افراد کو موقع دین جنکا رجحان طبع فن کی طرف ہو، جن کی طبیعت کا لگاؤ اداکاری سے ہو، اور بالخصوص جنس لطیف کے تعلیمیافتہ طبقہ کو نہایت فراخ حوصلگی سے دعوتِ اشتراک عمل دینی چاہیئے۔ موجودہ وقت بہترین موقع پیش کر رہا ہے کہ فلم ساز قدامت پرستون کے تعصب پر غالب آجائے۔ جبکہ یہ ظاہر ہے کہ جنس لطیف نے وکالت، ڈاکٹری اور دایہ کا پیشہ اختیار کرلیا جو ملک کی نظرون مین اس جنس کے لئے مضر نہین ہے، تو یقیناً یہ بھی مضر نہین کہ تعلیمیافتہ خواتین ڈرامائی دنیا مین داخل ہوجائین اور اس فن کو بھی دیگر پیشون کی طرح اختیار کرلین، اس لئے کہ یہ فن دولت اور زندگی کے تمام لوازمات کے حصول کا راز اپنے اندر رکھتا ہے۔ مخالفین وموئدین کی یہ رائے کہ فلمی زندگی بُری یا اچھی ہے اپنی اپنی جگہ کتنی ہی وقیع کیون نہ ہوجائے اور کتنی ہی بلندی پر پہنچ جائے اسکا انحصار بہت حد تک معاشرتی مسائل مین اس کے رجحان طبع اور اس کی ذاتی جد وجہد پر ہے جبکہ ہر شخص یہ ماننے مین مائل کریگا کہ تعلیمیافتہ اور ذی فہم مرد وخواتین اپنے کیرکٹر کو محفوظ ومضبوط رکھنے کی سمجھ بہتر رکھتے

لیکن اس کے ساتھ ساتھ فلمسازون کے پیش نظر یہ چیز ہو کہ اس جماعت کے اشتراک عمل سے صنعت فلم اور فلمی اداکاری ترقی کر کے معراج کمال تک پہنچ جائے۔ ہمین یقین واثق ہے کہ اس صنعت مین عملی حصہ لینے کے لئے ایسے لوگون کی کمی نہین ہوگی جو یہ نصب العین لیکر آئین کہ فن کی خدمت کے ساتھ ہی زندگی کا مستقبل بھی خوشگوار بنایا جائے۔ جنس لطیف کا وہ مخصوص طبقہ جو اپنی تعلیم ختم کرچکا ہے جس کا رجحان طبع اداکاری کی طرف ہو۔ جو اپنے آپ کو کسی اور پیشہ کے لئے غیر موزون سمجھتا ہو، یا تحصیل علم کے بعد بیکار رہو اور جس کا مقصد کوئی پیشہ یا فنون لطیفہ اختیار کرنا ہو اس سے ہماری اپیل ہے کہ "سینما کو بھی اپنی خدمات سے مستفید ہونیکا موقع دو۔ اس فن کو بھی آزماؤ اور ملک کی اس قومی صنعت کو فروغ دینے مین معاون ثابت ہو" اس کے نتائج مین نقصان کے پہلو بہت کم اور فوائد بیشمار صنعت فلمسازی کی ترقی ہوگی، فلمسازون کی مشکلات بڑی حد تک ختم ہوجائین گی، اداکارون کی زندگی، شریفون کی شرکت کے بعد بلند ہوگی اور اچھی نظرون سے دیکھی جائیگی، مالی اعتبار سے زندگی مین تغیری اور خوشگوار انقلاب ہوگا اور دوسرے پیشون کی نسبت آمدنی بھی معقول اور زیادہ ہوگی، مہلک ومضر طوائف گردی کا خاتمہ ہوجائیگا جو صنعت فلم اور قوم کے نوجوانون کی بربادی کا باعث ہے۔"

مایا کی اسٹوری

تمھارا نصب العین کیا ہے، تمھاری منزل کہان ہے، تم کدھر جا رہے ہو

آج ہر شخص کی زبان پر یہ شرر افشان سوال ہین، جو سوسائٹی کو مخاطب کر کے پوچھ رہا ہے، نئی روشنی کے چوندھیا دینے والے جلوے موجودہ قوانین اور انکی پابندیون کی زنجیرون کو توڑ دینے کے ارادے آج دنیا پر حکومت کر رہے ہین،

جذبات جو انسانی ہستیون مین متلاطم ہین، زمانۂ حاضرہ کے حشر پرور ہنگامہ آرائیون کے خلاف کچھ کہتے ہوئے ڈر رہے ہین ———

مایا پرتاب اور شانتا نئی روشنی کے گہوارہ مین پروردہ زمانہ حال کے نونہال تھے مایا ایک غریب یتیم، جس کی وہ نئی روشنی کے شہید خاندان مین پرورش ہوئی تھی غریبی کی آہنی زنجیرون مین جکڑی ہوئی زندگی سے دست گریبان تھی اور وہ اپنی چچازاد بہن شانتا کی خیرات پر دن کاٹ رہی تھی ———

پرتاب - شانتا کی تمناؤن کا مرکز، اسکا ہونے والا شوہر، موجودہ سوسائٹی کا ایک معزز رکن، لیکن دل کی انتہائی گہرائیون مین ایک محبت کرنے والی بیوی اور بچے سے اپنے گھر کی دنیا آباد کرنے کی تخیل مین ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن یہ راز ارمانون کی شکل مین پرتاب کے سینہ مین پوشیدہ تھے شانتا زمانۂ حال کی آزاد خود مختار لڑکی کا نمونہ، جو کالج جاتی ہے، "لباس شب خوابی" پہنکر سونا پسند کرتی ہے، اداکار کی حیثیت سے کلب کے اسٹیج پر رقص کی بجلیان دیکھنے والون کے دلون پر گراتی ہے، پرتاب شانتا سے شادی کریگا یا یون کہئے کہ شانتا پرتاب سے شادی کریگی دونون دولت کی دیوی کے لاڈلے ہین، دونون امیر ہین۔ دونون زر و جواہر سے کھیلتے ہین، پرتاب کی مان نے بستر مرگ پر اسکی آخری خواہش کا اظہار کیا تھا کہ پرتاب، شانتا سے شادی کرلے، وہ اس کے دوست کی بیٹی ہے، دنیا نے یقین کرلیا کہ ایسا ہی ہوگا، پرتاب نے عالم شباب مین قدم رکھا اور شانتا بھی سرو کے درخت

کی طرح شباب کی منزل پر آگئی، پرتاب شمالی ہند کے ایک شہر مین پرورش پاکر جوان ہوا جہان اسکا باپ کالج مین پروفیسر تھا. شانتا کی جوانی کلکتہ کے کاشانۂ جمال مین انگڑائیان لیکر بیدار ہوئی. آرام، آسائش اور تہذیب جدید کی آزادیون کے درمیان ——— شانتا ایک انتہائی رنگین زندگی بسر کر رہی تھی. جلسہ، کلب، تفریح، ناچ، رقص، ترنم، نغمے، پھر رقص، پھر ناچ، پھر گانے ———

پرتاب کی نگاہین دہشت زدہ، رنگینین، دُنیا اس کے گرد رقص کرنے لگی اسکی سانس کانٹے بنکر حلق مین پھنس کر رہ گئی، حسن شباب کی پرشور رعنائیان اسکی تنہائی پسند اور سکون طلب روح کو ناپسند تھین، اسکی قوت فیصلہ ان محشر آرائیون مین کھوگئی، اور اسی "ہنگامہ زندہ" مین مایا سے مُلاقات ہوئی ———

مایا سمندر کی پُرسکون لہرون کی تصویر، ایک حسین عورت جس کے شباب نے ابھی ابھی آنکھین کھولی تھین، پرتاب دیوانہ وار اسکی طرف کھنچتا چلا گیا، اسکو مایا کی بیچارگی، مایا کی کس مپرسی، مایا کی خارش زندگی سے ہمدردی ہوگئی. وہ ایک پروانہ کی طرح بڑھا اور مایا کے کاشانۂ جمال مین محبت کا نذرانہ پیش کردیا مایا نے پرتاب کے آئینہ مین اپنے شریک حیات کی جھلک پائی، اور دونون نے خدا کے حضور مین محبت کا اقرار کرتے ہوئے میان بیوی کی زندگی مین قدم رکھا ———

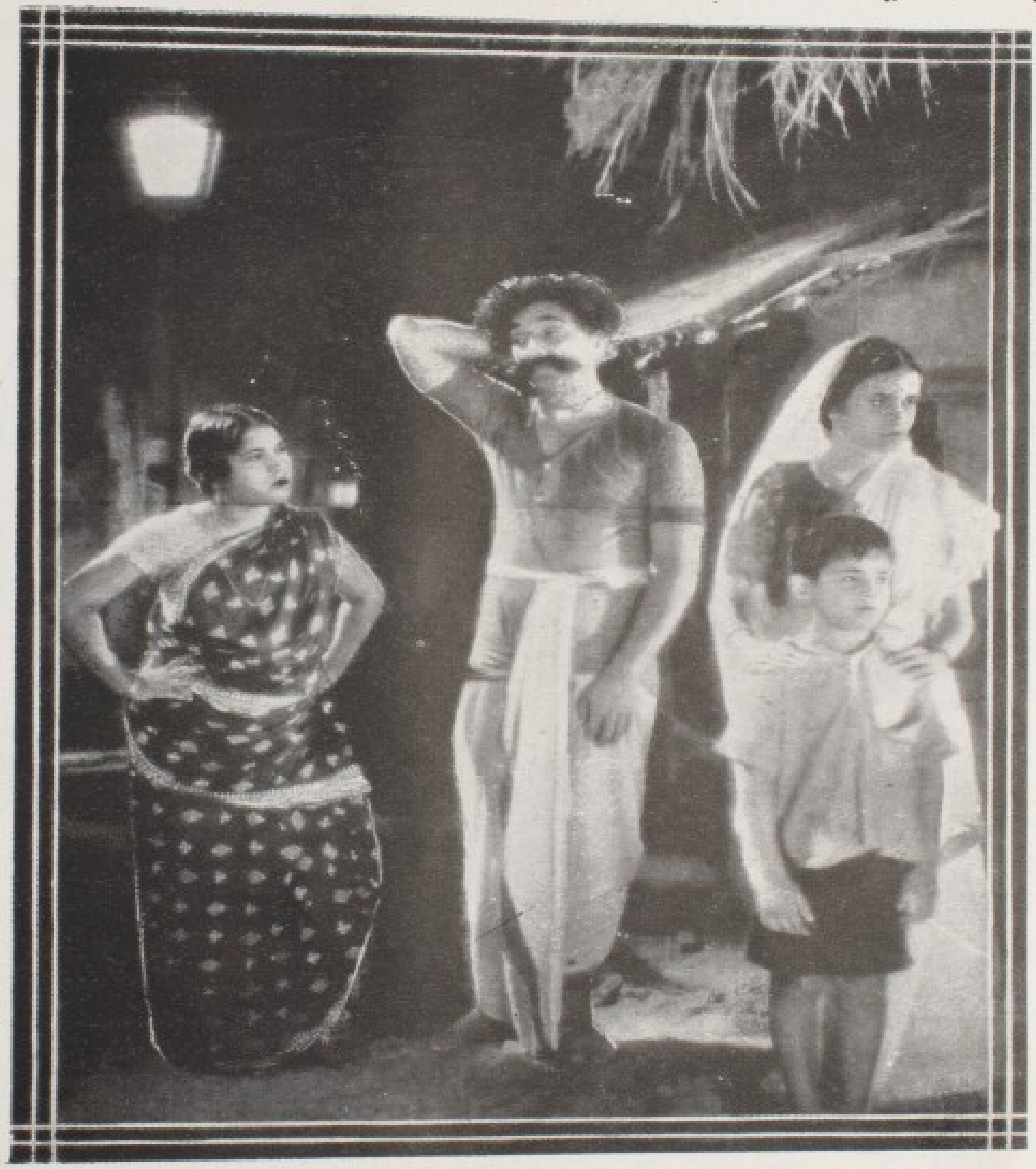

ٹیلیگرام، والد کی بیماری! اچانک آگئی پرتاب اور مایا ایک دوسرے سے جدا ہوگئے. دنیا ان کے ان پاک جذبات سے ناآشنا رہی، والد کی بیماری کے باعث پرتاب عرصہ تک مایا سے جدا رہا اور اپنے آتش بجا جذبات کا اظہار خطوط مین کرتا رہا، لیکن وہ مایا تک نہین پہنچ سکے، اور شانتا کی چالاکیون کے نذر ہوگئے مایا اب ایک بچے کی ماں بن گئی!

جس کا باپ لاپتہ تھا —

پرتاب دیوانہ وار انہین تلاش کرتا

تھا لیکن کامیاب نہ ہوا —

چھ انقلاب آفرین سال گذر گئے پرتاب کلکتہ مین مشہور معروف بیرسٹر بن گیا۔ مایا شہر کی تاریک گلیون مین ایک اندھے بوڑھے فقیر کے زیرنگرانی زندگی کے دن بسر کر رہی ہے، اسکا خوبصورت بچہ غربت کا شکار ہے اور وہ اسکی آسائش کا کوئی سامان بہم نہین پہنچا سکتی، لیکن وہ اپنے شوہر کے پاس بھی جانیکو تیار نہین، اسکے دل مین یہ یقین پرورش پا چکا ہے کہ وہ ایک رئیس کے وقتی جذبات کا شکار ہوگئی۔ اسے ایک خوبصورت کھلونا سمجھکر کھیلا گیا، وہ امیرون سے نہایت نفرت کرتی ہے

غریبوں کی بستی، غریبون کی بستی تھی جو بعض وقت جہنم کا نمونہ ثابت ہوتی ہے، اس بستی مین اکثر بدمعاش رہتے تھے۔ بدمعاش حقیقتہً بدمعاش تھے۔ جو رحم انصاف اور انسانیت کے جذبات سے وابستہ تھے، ان مین سے ایک مایا کو نفس پرستی کی آگ بجھانے کے لئے آسان ترکیب سمجھتا تھا۔ اس لئے زندگی بڑی کٹھن اور دشوار گذار تھی —

رات کی تاریکی مین پرتاب کی روح بیقرار تھی۔ وہ ایک باپ جسکے دل مین جذبات کا طوفان برپا تھا لیکن وہ بچے کے حالات سے بیخبر ہے۔

وہ اس کے نام سے بھی ناشناس ہے۔ اور وہ کہان ہے اس چیز سے ناآشنا

مایا غم کی تصویر پریشانیون کا پیکر بنی ہوئی مصیبت کے دن گذار رہی ہے۔ اس کے معصوم بچہ کو بستی کے تمام آوارہ و بدمعاش ظلم کا نشانہ بنائے ہوئے ہین اس لئے کہ اس کے پیٹ کے دوزخ کو بھرنے کے لئے روٹی کا ایک ٹکڑا چرا لیا —

مایا نے اپنی انتہائی نفرت حقارت کے باوجود اپنی خودداریون کی قربانی کرتے ہوئے اپنے بچہ کی خاطر پرتاب کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا۔

لیکن امیرون کے دروازہ پر نوکر و محافظ غرور و نخوت کی تصویر بنے ہوتے اِس لئے کھڑے رہتے ہین کہ وہ ہر آنے والے غریب شخص سے کہدین کہ انکے مالک گھر پر نہین ہین، اِس لئے مایا کو اپنے بچّہ کے ساتھ شوہر کے دروازے پر جانے کے باوجود ملاقات نصیب ہوئی اس نے کوشش بھی کی مگر ناکام رہی، آخرکار اس نے ہمّت ہار دی ——

مصیبت تنہا، نہین آتی۔ مایا کا بچّہ ایک رات کسی بدمعاش نے چرا لیا، اور ایک امیر آدمی کو جس کے پاس اولاد کی دولت کے سوا سب کچھ تھا بیٹا بنانے کے لئے دیدیا مایا کی نگاہون مین دنیا تاریک تھی، وہ دیوانی ہو گئی تھی، غم کے آنسوؤن نے آنکھون کی روشنی کو چھپا لیا تھا، اور دل کی خوشی، روح کا سکون مایوسی کے سمندر مین ڈوب چکا تھا ——

اس وقت بے رحم سنگدل قسمت ایک اور موقعہ سامنے لائی، ایک شراب خوار بدمعاش گناہ اور معصیت کی زندہ تصویر، انسان کے روپ مین حیوان جو اس راز کا مالک تھا۔ مایا کے پاس آیا، اسکی نگاہ مین بچّہ کے پتہ بتلانے کی قیمت ماں کی عصمت تھی ——

مایا ممتا کے باوجود گناہ کے اس گڑھے مین نہ گر سکی، وہ ظالم آتش بیجا جذبات سے پاگل ہو گیا معصومیّت نے معصیت کا مقابلہ کیا قدرت معصومیّت کی مدد کو آئی شرابی گرا اور ٹوٹی ہوئی بوتل اسکی موت کا سبب بن گئی ہنگامہ برپا ہو گیا لوگون نے، دنیا نے، قانون نے مایا کو قاتل سمجھکر عدالت کے سامنے پیش کیا ——

کمرہ عدالت۔ جہان لاکھون کی قسمت کو بنایا، بگاڑا، اور ہزارون کے اعمال کو پرکھا جاتا ہے مایا بھی ان مین سے ایک تھی ——

پرتاب مشہور معروف بیرسٹر نے قتل کی اس واردات کے متعلق سنا، لیکن یہ ان ہزاروں واقعات میں سے ایک تھا جو روزمرّہ ہوا کرتے ہیں اسی سبب سے یہ واقعہ پرتاب کے لئے کوئی دلچسپی کا سامان مہیا نہ کرسکا ——

لیکن قسمت بعض اوقات مہربان ہو کر رہنمائی بھی کرتی ہے، پرتاب کامیاب اور ہردلعزیز بیرسٹر نے اپنی غم نصیب بیوی کو پھانسی کی رسّی سے، زندگی کی ہولناک گہرائیوں سے، دنیا کی رحم ناآشنا نگاہوں سے بچا کر اپنے سینہ سے لگالیا، اور اپنے بچہ کو......؟

کیا یہ قسمت کی انتہائی ستم ظریفی نہیں ہے کہ وہ بچہ جس رئیس کی نگاہوں اور دل کا سکون بنا تھا۔ وہ پرتاب ہی تھا جسکو خود بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ بچہ کن ڈالیوں کا پھل ہے ——

خوشی کے سورج کی دلکش شعاعیں ایک مرتبہ پھر غم کی تاریک بدلیوں کو چاک کر کے، زندگی کے آسمان پر ضوفشاں ہوئیں اور مسکراتے ہوئے ایک مطمئن خاندان پر سکون.... کی بارش کرنے لگیں۔

نیو تھیٹرز کے اداکاروں نے اس دلکش افسانے میں کیا کام کیا ہے؟ ——.... صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

اُردو عربی اور بلاک کی بہترین و روشن کتابت و طباعت کیلئے محمد یونس نظامی (نمبر ۱ ملابی اسٹریٹ کلکتہ) سے ملئے

Megaphone Records میگافون

ہندوستان کے مایۂ ناز میوزک ڈائرکٹر مسٹر آر۔ سی۔ بڑال (نیو تھیٹرس لمیٹڈ) کے ڈائرکٹ کردہ ریکارڈس حسب ذیل ہیں

خرید کر سنیئے اور موسیقی کا انتہائی لطف حاصل کیجیے

مس کانن بالا (فلم اسٹار)

آپیا آپیا (رومبا اسٹائل) بلہاری جاؤں اے پیا (گیت آرکیسٹرا)	J. N. G. 877
گہری رے ندیا اور بھنور ہے (گیت آرکیسٹرا) بان نینوں کے تاک تاک کاہے موہے مارو (گیت آرکیسٹرا)	J. N. G. 830

بنیا دیوی

پیا پیا کی کوک کرت ہے (گیت آرکیسٹرا) "بنیا دیوی و ماسٹر دھومی خان" پریم ہی کی ہے یہ کیچن کایا (ڈویٹ آرکیسٹرا)	J. N. G. 841

مس کانن بالا و ماسٹر دھومی خان (فلم اسٹارس)

جاؤ جاؤ پیا ہٹو موہے نہ ستاؤ (ڈویٹ آرکیسٹرا) مس کانن بالا کوئی دیکھے تو میرے جوبن کا نکھار (گیت آرکیسٹرا)	J. N. G. 842

مس پربھا

ناچیں لہریں موجیں ناچیں (گیت آرکیسٹرا) مس پربھا و ماسٹر دھومی خان کیسی یہ پریت کی ریت سکھائی (ڈویٹ آرکیسٹرا)	J. N. G. 860

بنیا دیوی و ماسٹر دھومی خان (فلم اسٹارس)

باتیں نا بناؤ، جاؤ باتیں نا بناؤ (ڈویٹ آرکیسٹرا) بنیا دیوی سکھی پیا سے کہہ دے سندیسہ جائے (گیت آرکیسٹرا)	J. N. G. 863

مس پٹل "چینا" کلکتہ

چھوٹا سا دیورا سورے جو بنا پہ ڈاکہ مارے (گیت آرکیسٹرا) رسیلی ہوں نار سجن رہیو کہ جیہو (گیت آرکیسٹرا)	J. N. G. 890

میگافون کلکتہ

ملینا

دنیائے فلم کا یہ رقصان سیارہ اس وقت طلوع ہوا جبکہ دولت کی دیوی اس کے والدین پر اپنا رنگین سایہ کئے ہوئے تھی۔ آنکھ کھلتے ہی آرام و راحت کی دنیا ملی۔ مگر بہت جلد زمانہ کے ساتھ ساتھ والد کی دولت بھی چلی گئی اور عسرت و تنگدستی کا دور شروع ہو گیا۔ زندگی کی سات منزلین گذر گئین والدین امیرانہ طرز زندگی کو خیرباد کہکے ایک مصیبت کی دنیا مین آگئے اور دور ماضی کی یاد نقطہ آہ مین منتقل ہو گئی۔ اب روزانہ کھانے کپڑے کی فکر رہنے لگی۔ ملینا اور اسکی چھوٹی بہن جو دولت کی آغوش مین پیدا ہوئی تھین غربت کے گہوارے مین پرورش پانے لگین زمانہ کے ساتھ ساتھ مصیبتون کا بار لئے ہوئے انتہائی تکلیف دہ حالت مین زندگی گذارنے لگین۔ ایسی تکلیفین اٹھائین کہ اس پاس والون نے "دکھی" کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔ حالات جب بہت ہی ناقابل برداشت ہو گئے تو بعض لوگون نے مشورہ کہ ملینا کو تھیٹر مین ناچنے کے لئے نوکر رکھا دو۔ تاکہ تم لوگون کی مصیبتون مین کچھ کمی ہو جائے۔ ملینا کی ماں نے اس رائے کو پسند کیا لیکن ملینا کے باپ جو ایک وقت خوشحال تھے۔ اس تجویز کو قبول نکرتے تھے۔ آخر مان کی ضد نے انکو مجبور کر دیا۔ اور ملینا تھیٹر مین نوکر ہو گئی

صرف سات روپے ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی۔ ملینا سہیلیون کے جھرمٹ مین اسٹیج پر آتی اور اپنی فطری نمایان خصوصیات کے باعث پبلک سے خراج تحسین وصول کرتی۔ تین برس گذر گئے۔ اس عرصہ مین ملینا فنی حیثیت سے کافی ترقی کر گئی۔ اور اب ایک آدھ پارٹ بھی ملنے لگا۔ سات روپے ماہوار مین اس کی بہن کی پرورش شریک حال تھی۔ گیارہ برس کی عمر مین اس کی تنخواہ مین اضافہ ہوا۔ اور تیدرہ روپے ماہوار ملنے لگا تاکی فلمون کی بہار دیکھ کر فلمی زندگی مین آنے کی آرزو پیدا ہوئی۔ اور نیو تھیٹرز مین آنیکی کوشش کی اور کامیابی ہوئی اور نوکری بھی مل گئی۔ اس وقت نیو تھیٹرز مین بنگلہ "دینا پاونا" کی رہرسل چل رہی تھی۔ ملینا کو اس مین پارٹ ملا۔ اور یہ شوٹنگ مین شریک ہونیوالی ہی تھی کہ تھیٹر والون نے مختلف پہلو بچا کے اور تین سال تک کے لئے ملینا کو روک دیا۔ یہ زمانہ بیکاری مین گذرا۔ اب ملینا شباب کی منزل پر آگئی اور کلی نوشگفتہ بن کر اپنی پوری شگفتگی کا انتظار کرنے لگی۔ اسی عرصہ مین نیو تھیٹرز نے بہتیرے فلم بنائے۔ اگر ملینا کو نہ روکا جاتا تو اس کی مالی حالت بھی سنبھل جاتی۔ اور وہ بہت پہلے فلمی دنیا مین نمایان ہو جاتی۔ ملینا کا سب سے پہلا فلم "چیرو کمار" ہے جس

مین اس کو نمایان کردار ملا۔ اور کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد "کپال کنڈلا" مین ایک ممتاز کیرکٹر ملا۔ اور یہ اس قدر پسند کیا گیا کہ کارکنان نیو تھیٹرز نے "پورن بھگت" فلم کے لئے اس کو منتخب کر لیا۔ اور اس کے کردار کو خاص طور سے اضافہ کر کے نمایان کیا گیا پھر نیو تھیٹرز کے فلمون مین کسی نہ کسی روپ مین "پردہ سیمین" پر آتی رہی کاروان حیات کے دلکش ناچ ملینا کا شاہکار ہین۔ کروڑپتی مین ہیروئن کا کردار بھی مقبولیت کا باعث ہوا۔ اور ملینا نیو تھیٹرز کی مشہور آرٹسٹ تسلیم کر لی گئی۔ تنخواہ، عزت، شہرت ہر چیز مین اضافہ ہو گیا۔

ہز ایکسلنسی لارڈ ولنگڈن اور ہر ایکسلنسی لیڈی ولنگڈن ہز ایکسلنسی کمانڈر انچیف اور گورنر بنگال جب نیو تھیٹرز کے نگار خانہ مین تشریف لائے اور ان کے ہمراہ ملک کے اکثر و بیشتر سربرآوردہ حضرات بھی تھے۔ اس وقت ملینا نے ایک کلاسکل رقص پیش کیا۔ یہ واقعہ ہے کہ ملینا کی زندگی مین یہ پہلا موقعہ تھا۔ مگر ملینا کا رقص سب نے پسند کیا اور بہترین الفاظ مین اس کی تعریف کی گئی۔

کچھ عرصہ بعد پروفیسر نگوچی جاپان کے مشہور ادیب اور شاعر کلکتہ تشریف لائے۔ موصوف جس وقت نیو تھیٹرز کی شوٹنگ دیکھ رہے تھے۔ اتفاق سے ملینا کے ناچ کا سین لیا جا رہا تھا۔ پروفیسر صاحب نے اگرچہ اسٹڈیو کے دیگر حالات پر اچھے الفاظ مین تبصرہ کیا۔ مگر ملینا کے ناچ کی تعریف بہترین الفاظ مین کی۔ اور خاص طور سے پسندیدگی کا اظہار کیا۔

ملینا کی مادری زبان بنگلہ ہے۔ ہندوستانی بولنا بھی جانتی ہین رابندرناتھ ٹیگور کے افسانے اور غزلین بہت پسند ہین۔ سرت چندر چیٹرجی کے افسانے بھی پسندیدہ ہین۔ اور یہی دونون انکے بہترین مصنف ہین۔

ولائتی فلم دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ اچھے فلم قریب قریب سب دیکھتی ہین۔ اور اولین فرصت مین دیکھتی ہین۔ آپ کے پسندیدہ آرٹسٹ مارلن ڈیٹرخ اور فریڈ... ہین۔

فاضل وقت مین نہتا آپ کا محبوب شغل ہے۔ آپ کپڑون پر خوشنما بیلین، رومال اور تکیہ کے استر پر پھول اور دیگر خوشنما چیزین بنایا کرتی ہین۔

گانے اور ناچنے کا بڑا شوق ہے۔ مشرقی رقص کلاسکل جانتی ہین اور آپ کو اس فن مین پوری دستگاہ ہے۔

بچون سے بڑی دلچسپی ہے۔ ہر بچہ کو اس پیار و محبت سے دیکھتی ہین جیسے وہ انہین کا بچہ ہے۔

چاکلٹ پر آپ کی بہت رحمت ہے۔ جب اسٹڈیو جائین گی پہلے چاکلٹ خریدین گی۔ اور پھر ٹالی گنج کی طرف روانہ ہون گی۔ وہان پہنچکر اسٹڈیو کے تمام بچون کو چاکلٹ تقسیم کرین گی اور انہین کیساتھ خود بھی کھاتی رہین گی۔

محبت کی ٹیس!

اے دنیا! مین نے تجھ مین سے ایک پھول توڑا ـــــ اُسے اپنے قلب سے لگا لیا ـــــ مگر اسکا کانٹا چبھ گیا ـــــ جب دن کی روشنی رفتہ رفتہ مدھم ہو کر تاریکی چھا گئی تو مین نے دیکھا کہ پھول تو مرجھا گیا تھا ـــــ مگر درد کی کسک ابتک باقی تھی ـــــ اے دنیا! تجھ مین بہت سے نئے نئے نکہت بار پھول پیدا ہونگے ـــــ اور تو اپنے فخر کریگی ـــــ مگر میرے گلچینی کا زمانہ ختم ہو گیا ـــــ میرا گلاب میرے پاس نہین ہے ـــــ تاریک رات کے لئے صرف دل کی کسک اور محبت کی ٹیس ہے!" ـــــ

"ٹیگور"

سینما ہاؤس کی آمدنی بڑھانے والے
ہردلعزیز فلم

تلاشِ حق
سنگیت فلم کمپنی کا مشہور و معروف فلم ڈائرکٹرس بائی جدن بائی
اداکاران خصوصاً بائی جدن بائی، بے بی رانی، قمر حیات، یعقوب خان، احمد حسین، پٹیل پانڈے، مہدی رضا، قائم علی اختر وغیرہ

ستی مہانندا
گندھروا سینی ٹون کا مشہور فلم ڈائرکٹر بابوراؤ پٹیل
اداکاران خصوصاً پدما دیوی، کملا دتی، مدھوکار گپتا، ایم مرچنٹ، راجہ پنڈت، شانتارام وغیرہ

خون کا خون
اسٹیج فلم کمپنی کا عدیم النظیر شاہکار ڈائرکٹر سہراب مودی
اداکاران خصوصاً سہراب مودی، مس شمشاد، مس نسیم، مس رام پیاری، مس گوہر، فقیر محمد، فضل کریم وغیرہ

بالا جوبن
گندھروا سینی ٹون کا دلکش فلم ڈائرکٹر بابوراؤ پٹیل
اداکاران خصوصاً پدما دیوی، مس گلاب، شیریں بانو، مبارک، مدھوکار گپتا، راجہ پنڈت، ماروتی پہلوان، نندو کھوٹے، بابوراؤ سنسار، غلام حسین، بدری پرشاد وغیرہ

بکنگ کا پتہ

کلکتہ فلم ایکسچینج ۳۲-ا دھرم تلا اسٹریٹ کلکتہ ۱۳	کلکتہ فلم ایکسچینج تری بھون روڈ بمبئی ۴	کلکتہ فلم ایکسچینج ۱۵۰ آرمینین اسٹریٹ مدراس

ادیبِ جلیل حضرت آغا حشر کاشمیری مرحوم

کے

ادبی اور لافانی شاہکار کا ایک اور سین

ریاست سمنگان کا شاہی محل

(شاہ سمنگان، تہمینہ، کنیزیں اور افراسیاب کے سفیر ہومان و بارمان موجود ہیں)

شاہِ سمنگان۔ بادلوں کی کمان سے نکل کر زمین کی طرف آتا ہوا بجلی کا تیر اور سہراب کے ارادوں میں پیدا شدہ طوفان کا بہاؤ، ہماری منتوں سے اپنا رخ اور راستہ نہیں بدل سکتا۔ اسکے حوصلے آندھی کی طرح پرشور، اس کی آرزوئے جنگ، شکار پر جست کرتے ہوئے شیر کی مانند یقین فتح کے نشہ سے مخمور اور اس کا جوش مبارزت، خشک جنگل میں لگی ہوئی آگ کے شعلوں کی طرح روبہ ترقی ہے۔ وہ ابھی سے محسوس کر رہا ہے کہ اقبال اسکی پیشانی کو، فتح اسکی تلوار کے قبضہ کو، ایران کے قلعہ کی کنجیاں اس کی انگلیوں کو، تاج کیانی کے جواہرات اس کے قدموں کو بوسہ دے رہے ہیں۔ اس کے گرز کی ضرب سے ایرانیوں کی روحیں، اور اس کے گھوڑے کی ٹاپوں کی دھمک سے کیکاؤس کے محل کی دیواریں کانپ رہی ہیں۔

اس لئے بیٹی، اپنی ممتا کو اس کی سرکش مرضی کے ساتھ صلح کرنے کے لئے مجبور نہ کرو، کیونکہ وہ اس سفر کو خیر مقدم کے نعروں کی طرف سے پیغام دعوت، اور اپنی بیداری کے خواب کی امید افروز تعبیر سمجھ رہا ہے۔

تہمینہ۔ اولاد کی محبت، ماں کی روح کا تبسم ہے۔ آج یہ تبسم فریاد بنکر آنسوؤں کی زبان سے سہراب کی ضد کی منتیں کر رہا ہے۔ لیکن اس کی ضد، کسی منت، کسی دلیل، کسی التجا سے رحم پر مائل نہیں ہوتی۔ ابا جان، اس کے ارادہ کو مادرانہ اطاعت سے بغاوت پر آمادہ دیکھکر، میری زبان نے گو مجبوری سے ایران جانے کی اجازت دیدی ہے لیکن ممتا کی آگ سے جلتا ہوا دل، ابھی تک خوشی سے اجازت دینے کے لئے تیار نہیں ؎

ادھر اصرار اس کا ہے کہ قسمت آزمانے دو۔
اِدھر کہتا ہے دل میرا، نہ جانے دو، نہ جانے دو۔
نہ وہ مانے نہ یہ مانے، کروں کیا سخت مشکل ہے
ادھر بپھرا ہوا سہراب، ادھر بگڑا ہوا دل ہے

ہومان۔ محترم بانو، توران کے شہنشاہ افراسیاب نے، اپنی شفقت و نوازش کے ثبوت میں محبت کے تحفوں اور شاہی گرامی نامہ کے ساتھ تورانی فوج کے بارہ ہزار ایسے منتخب اور جنگ آزمودہ بہادر بھیجے ہیں کہ ان میں کا ہر جری، بارہ ہزار دلیروں کی طاقت

وتجربہ کا مالک ہے۔ ان بارہ ہزار تورانی شیرون کے ساتھ آپکا نامور فرزند زمین کے جس حصہ پر قدم رکھے گا، اس حصہ زمین کے آستان عظمت پر آسمان بھی سجدۂ نیاز ادا کرنے پر مجبور ہو جائیگا

بارمان۔

سر جھکا دیگا زمانہ جبہہ سائی کے لئے
آئے گی خود فتح بڑھ کر پیشوائی کے لئے
غم نہ کیجئے آپ اس کے نیک وبد کیواسطے
قسمت واقبال حاضر ہین مدد کیواسطے

(سہراب کا جوش مین داخلہ)

سہراب۔ رستم کا فرزند، اپنے بازو اور تلوار کے سوا کسی سے مدد کا طلبگار نہین (ہومان وبارمان سے) مین نے صرف ناشکرگذاری اور غرور کے الزام سے بچنے کے لئے تاجدار توران کی فوجی امداد قبول کرلی ہے۔ لیکن بہادر آئینہ کی طرح صاف گو ہوتا ہے، اسلئے میری صاف بیانی سے رنجیدہ نہ ہونا، مین نے اس اعانت کی پذیرائی کرکے اپنے عزم وشجاعت کی سخت دلشکنی کی ہے، سہراب تورانی لشکر کے اعتماد پر نہین، اپنی جرات وطاقت، کے بھروسہ پر ایران کی نخوت کو للکارنے جارہا ہے، خدا میرا محافظ، ہمت میری سپر، تلوار میری رہنما، میدان جنگ میرا راستہ، یقین کامیابی میرا توشہ، حوصلے میرے رفیق، اور کیکاؤس کا تخت میرے سفر کی آخری منزل ہے، اس سفر کے آغاز کا نام ہے استقلال، اور اس سفر کے خاتمہ کا نام ہے فتح

ہومان۔ ہمین کامل یقین ہے کہ آپ اپنے زوربازو سے دنیا کی تاریخ مین شاندار اضافہ کرین گے۔

سہراب۔ (تہمینہ سے) جس رستم کی آفرینش پر آسمان، زمین کو مبارکباد دیتا ہے، جس رستم کا نام سنکر شجاعت، غرور کے نشہ سے جھوم اٹھتی ہے جس رستم کی ذات پر طاقت فخر اور تلوار ناز کرتی ہے، رستم وہ شریف ترین انسان، اس فاتح اعظم کا فرزند ہونا، میرے لئے موجب ندامت نہین، باعث افتخار تھا، پھر مخفی کرنا، نسائیت کی کمزوری، شباب کے گناہ، زندگی کے شرمناک جرم کی طرح میری حقیقت کو پردہ مین رکھنے کی کیا وجہ تھی

دل مین رکھا راز دنیا کو خبر ہونے نہ دی
شام گمنامی کی تم نے کیون سحر ہونے نہ دی

تہمینہ۔ اس سوال کا جواب مجھ سے نہین، ماں کی ممتا سے پوچھو، اگر ایک غریب چور ہوجانیکے خوف سے اپنی زندگی کا آخری سرمایہ دنیا کی نظرون سے پوشیدہ رکھتا ہے، تو یہ غلطی یا جرم نہین بلکہ مجبوری ہے، یہ اندیشہ میری روح پر مسلط تھا کہ تیری پیدائش کا راز ظاہر ہوجانے سے تیرا باپ تجھے میری گود سے اپنے بازو مین کھینچکر میری دولت، تسکین ومتاع حیات مجھ سے چھین لیگا، اور مجھ بدنصیب کی آنکھین شوہر کے چہرے کی طرح بیٹے کی صورت دیکھنے کے لئے بھی بے رحم قسمت کے سامنے ہمیشہ فریاد کرتی رہین گی۔

نہ زہر گھولدے تقدیر میرے جینے مین
چھپا رکھا تھا اسی سے یہ راز سینے مین

سہراب۔ سہراب جیسا بیٹا، اور رستم جیسا باپ، ان دو آفتاب وماہتاب کی موجودگی مین، دنیا کو حقیر تارون کی ضرورت نہین۔ مین خدا اور مخلوق کے سامنے، کیکاؤس کو تخت سے اتارکر اپنے عالی مرتبہ باپ کو ایران کا بادشاہ اور تمھین ایران کی شہنشاہ بیگم بنانے کا عہد کرچکا ہون، اس عہد کو پورا کرنے کے لئے مین آخری مرتبہ اجازت مانگنے آیا ہون۔

یہ کیا، ماں، روتی ہو؟ روؤ نہین۔ مائین لائق کے لئے نہین، نالائق اولاد کے لئے روتی ہین، تمھارا بیٹا عزت کی دنیا فتح

کرنے جارہا ہے۔ اسلئے یہ رونیکا نہین۔ خوش ہونیکا وقت ہے ہنستے ہوئے ہونٹون سے اجازت دیکر مجھے میدان جنگ کی طرف رخصت کرو۔ سمنگان کے قلعہ کے دروازہ پر فوج اور ایران کی زمین پر شہرت، تمھارے سہراب کا انتظار کررہی ہے۔

تہمینہ۔ سہراب! مجھے خوف ہے کہ یہان سے جانے کے بعد، اپنے باپ کی طرح کہین تو بھی غریب تہمینہ کو فراموش نہ کردے کیونکہ ایران کی زمین، جادو کی زمین ہے، اس طلسم خاموشی مین پہنچتے ہی انسان سحرزدہ ہوکر اپنے جان نثارون کی یاد کو محبت کے ہاتھ کی بدخط اور طفلانہ تحریر سمجھ کر حافظے سے مٹادیتا ہے ؂

تری صورت، تری باتین مرے دو ہی سہارے ہین
تجھی کو دیکھ کر دنیا مین اتنے دن گذارے ہین
کلیجے سے لگا لینے کو پاؤن گی کہان تجھ کو،
کرے گا کون ضد مجھ سے کہیگا کون ماں مجھ کو

سہراب۔ مان! کیا کہہ رہی ہو، مین تمھین کس طرح بھول سکتا ہون تم میرے جسم و جان کا شیرازہ، میری نجات کا وسیلہ، میری زندگی کی برکت ہو۔ میری ہستی تمھاری ہستی کا عکس، اور میری روح تمھاری روح کا سایہ ہے۔

تہمینہ۔ طلوع مسرت و بازگشت ماضی کی امید و اشتیاق مین آنسوؤن سے بھیگی ہوئی زندگی کے سولہ برس گذر گئے، لیکن میری شبِ انتظار کی صبح نہ ہوئی یا خدا!!!

عورت کا دل اتنا کمزور، و مجبور محبت، اور مرد کا دل اتنا بے رحم و وفا نا آشنا ہوتا ہے!!! آہ، عورت محبت کا ایک جام، ہونٹون سے لگا کر تمام عمر ہوش مین نہین آتی۔ اور مرد۔ پیالہ ہونٹون سے جدا ہوتے ہی، اس شراب کی لذت و سرور کو فراموش کردیتا ہے۔

سہراب۔ مان، تم بے آواز لفظون مین اپنے دل سے کیا مشورہ کررہی ہو؟

تہمینہ۔
دِل کی فضا مین برق سی چمکی، نکل گئی
انکی نظر بدلتے ہی دنیا بدل گئی
نوروزِ آرزو تھا، خوشی کا شباب تھا
شادی نہ تھی وہ میری جوانی کا خواب تھا

خدا کی مرضی پوری ہوئی (مہرہ نکالکر) لو یہ تمھارے باپ کی دی ہوئی نشانی ہے۔ سمنگان سے رخصت ہوتے وقت، اس نے تاکید کی تھی کہ اگر میری گود کی زینت لڑکی ہو تو یہ مہرہ اس کے سر کے بالون مین، اور اگر لڑکا ہو تو اسکے بازو پر باندھ دینا۔ سولہ برس سے آج ہی کے دن کے لئے اس محبت کی یادگار کی حفاظت کر رہی تھی، اس مہرہ اور نظر مین شناسائی ہوتے ہی، باپ بیٹے کو اور خون خون کو شناخت کرلیگا۔

(سہراب کے بازو پر مہرہ باندھتی ہے)

سہراب! قوم کا ہر بچہ، ملک و ملت کی امانت ہوتا ہے، اسلئے جسمانی پرورش کے ساتھ، بچہ کی روحانی تربیت اور دماغی و اخلاقی نشو و نما کی بھی ماں ذمہ دار ہے۔ مین نے تیرے جسم کی حوصلہ انگیز، اور قوت آفرین ورزشون سے، دماغ کی ضیائے علم سے، دل کی شریف ترین جذبات سے اور روح کی فضائل انسانیت سے تعمیر کی ہے۔ خدا کی سپاس گذار ہون کہ میری سولہ برس کی محنت برباد نہین ہوئی، آج مین، اپنے سامنے، سعید، فیاض، دلیر، بلند فطرت،

نوجوان کی شکل مین اپنی سولہ سال کی تمناؤن، اور مادرانہ دعاؤن کو دیکھ رہی ہون۔

بیٹا۔ مجھے تیرے دل کی رفعت اور خیالات واحساسات کی عظمت آبی پر اعتماد ہے۔ اس لئے تجھے حقیقی فاتح اور سچے سپاہی کا فرض سکھانیکی ضرورت نہین۔ لیکن صرف اس خیال سے کہ زندگی کی غفلت اور مصروفیتون مین میری آواز تیرے دل کی خوبیون کو بیدار کرتی رہے، رخصت کرنے سے پیشتر تجھے نصیحت کرتی ہون کہ خدا کی بخشی ہوئی طاقت کو اعتدال، رحم اور انصاف کے ساتھ استعمال کرنا۔ تلوار کو بیکسون اور کمزورون کا محافظ و پشت پناہ سمجھنا، اور ظلم، خواہ کتنی ہی حلیم اور کیسی ہی شریفانہ صورت مین سامنے آئے، ہمیشہ اُسے ذلیل جاننا ؎

دیکھنا جرأت و طاقت پہ نہ الزام آئے
لب پہ شاباش ہو سہراب کا جب نام آئے

سہراب۔ پیاری ماں! مین لوہے کے ہتھیارون سے آراستہ ہو کر میدان جنگ کی طرف ناموری کی تلاش مین جا رہا ہون۔ یہ فولادی حربے دشمنون کی ہمتون کو، جسمون کو، فوجون کو، قلعون کو فتح کر سکتے ہین۔ لیکن عزت و شہرت پر فتح پانے کے لئے مجھے ایک اور حربہ کی ضرورت ہے۔

تہمینہ۔ میرے بچے۔ وہ کونسا حربہ؟

(سہراب قدمون مین بیٹھ جاتا ہی)

سہراب۔ ماں کی دعا ؎

ہو نہ یہ حربہ تو پھر بیکار میرے ہاتھ ہین
ساتھ ہے دنیا اگر ماں کی دعائین ساتھ ہین

تہمینہ۔ (سہراب کے سر پہ ہاتھ رکھکر) ؎

دعا دیتی ہون تجھ کو، وقت خادم، بخت یاور ہو
زمانہ پاؤن کے نیچے، خدا کا ہاتھ سر پر ہو

غزل

آہ خالی جائے گی بیکار نالے جائیں گے — جائیں لیکن حوصلے دل کے نکالے جائیں گے
ہم قفس سے اے اسیرو یون نکالے جائیں گے — بال و پر وقتِ رہائی نوچ ڈالے جائیں گے
زندگی کا کیا بھروسہ موت کا کیا اعتبار — ہم کہان تک وعدۂ فردا پہ ٹالے جائیں گے
ہائے تربت پر نہ آنے والے کیا معلوم تھا — زندگی کے عہد و پیمان توڑ ڈالے جائیں گے
شوق سے پردہ اٹھا دو تم حریم ناز کا — دل جہان تک ہم سے سنبھلیگا سنبھالے جائیں گے
ناخدائے عشق بیڑا دل جگر کا پار ہو، — یہ سفینے حسن کے دریا مین ڈالے جائیں گے
اٹھو دیوانو کہ سر پر آگئی پھر فصلِ گل — کب تک آخر پاؤن کے کانٹے نکالے جائیں گے
برق سے محفل سنواری جا رہی ہے طور کی — آج موسیٰ نور کے سانچے مین ڈالے جائیں گے

دشمنون سے بھی کرو نیکی جہانتک ہو قدیر
اہلِ دنیا ساتھ کیا لائے ہین کیا لے جائیں گے

جناب قدیر لکھنوی

انگلستان کے نامور ڈرامہ نگار شیکسپیر کے شاہکار کنگ جان کا اردو زبان میں نہایت شاندار فلم

صیدِ ہوس

منروا فلم کمپنی اپنے عظیم الشان جدید اسٹوڈیو
مین
بہترین اور اعلیٰ سیٹنگز کے ساتھ
"خون کے خون" کے مشہور ڈائرکٹر اور کیرکٹر ایکٹر سہراب مودی
کی
نگرانی مین نہایت اعلیٰ پیمانہ پر تیار کر رہی ہے
جسمین
سہراب مودی، ایس۔ جی انجم، شاما
نے
اپنی لاجواب اداکاری کے کمالات دکھائے ہین، اور ننھے اسٹار چند کمار سولانے غضب کا کام کیا ہے

صیدِ ہوس

کی
تیاری مین صوبہ سرحد اور افغانستان کے ایک سو ایک نوجوانون نے شرکت کی ہے
صیدِ ہوس عنقریب آپ کے شہر کے سینما ہاؤس مین دکھایا جائیگا
تاریخ کا انتظار کیجیے

میکپ کے دلکش ناچ

ہنسنے ہنسانے والا کامک

دلفریب مناظر دلنواز گانے

ولایتی شیرنیون کا رقص

کلکتہ فلم ایکسچنج ۲۲-امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ

نیو تھیئٹرز کا شاہکار

منزل

ڈائرکٹر
پی سی بروا

مکالمے حضرت آرزو لکھنوی
اور
گانے حضرت شور لکھنوی

خصوصی اداکاران

جمنا — بروا — نیمو

پرتھوی راج — ہری متی — شور

کدار — کے سی ڈے — کپور

منزل
منزل
منزل

مکمل ہو کر ملک کے سامنے پیش کر دیا گیا
کا ہر جگہ خیر مقدم کیا جا رہا ہے
اپنے شہر کے سینما ہاؤس میں اولین فرصت میں دیکھئے۔

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند ———— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

مغربی ہند ———— آل انڈیا ڈسٹری بیوٹرز موبجی ہاوس راسپٹ روڈ فورٹ بمبئی

مشرقی ہند ———— دوسانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

رمینگ پروڈکشن

مایا

زیر ڈائرکشن

پی سی بروا

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کے نگارخانہ مین تیار ہو رہا ہے

مایا

افسانہ غیر معمولی

خوبیون سے پرے، تہذیب جدید مین جو
نئے اضافے ہونے والے ہین اور ہو رہے ہین مایا مین نہایت
خوبصورت طریقے سے پیش کئے جائین گے۔ مایا ایک اصلاحی فلم ہے جسکو حسن و عشق کی
رنگینیون کے ساتھ پیش کیا جائیگا۔ فطری اداکاری، دلکش نغمے، حیرت انگیز
رقص، پاکیزہ مکالمے، جاذب نظر فوٹوگرافی مایا کی خصوصیات
ہین

جس مین

مشہور اداکاران

جمنا

پہاڑی سانال

کے سی ڈے

مس آزوری، مس ہری متی، مسٹر جگدیش، مسٹر پرتھوی راج، مسٹر نیمو، مسٹر شور، مسٹر نواب کاشمیری، مسٹر وید، مسٹر
الیاس، مسٹر جواد وغیرہ نے قابل دید کام کیا ہے

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند	انڈیا فلم بورو۔ لاہور۔ دہلی۔ کراچی۔ پشاور
جنوبی ہند	کلکتہ فلم اکسچنج ۵۰ آرمینین اسٹریٹ مدراس
مشرقی ہند	کلکتہ فلم اکسچنج ۲۲ امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ
مغربی ہند	کلکتہ فلم اکسچنج تری بھون روڈ بمبئی ۴

Printed by H. H. Rahman at Excelsior Art Press.
Edited & Published by M. M. Begg, 22, Middle Road (Entally), CALCUTTA. OCTOBER—1936.

عکاس

ماہوار

کلکتہ

KAMLESH KUMARI
A NEW THEATRE'S PLAYER
In The Title Role
of
"THE PRESIDENT"

قیمت فی کاپی ایک آنہ
کلکتہ سے باہر چھ پیسے

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا بہترین شاہکار

منزل

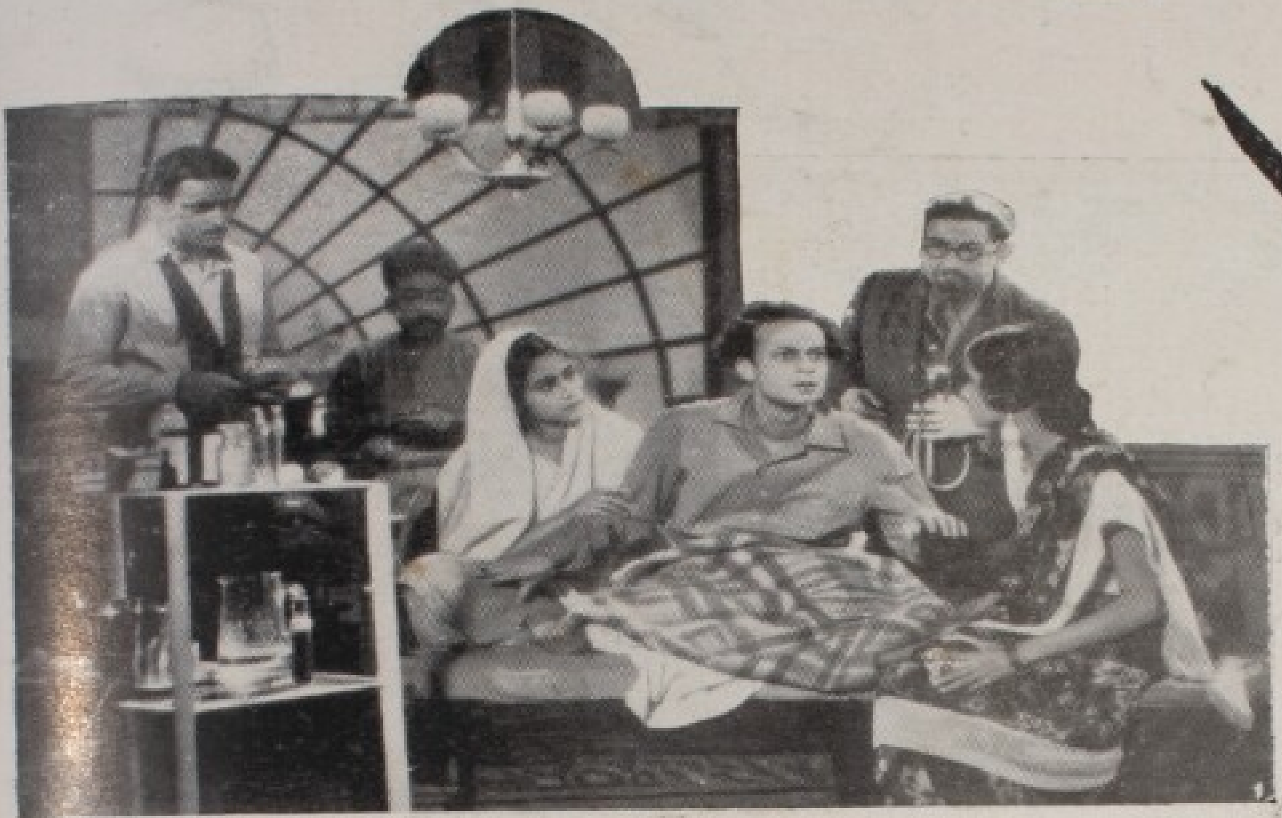

مکالمے اور گانے

حضرت آرزو لکھنوی

حضرت شور لکھنوی

ڈائرکٹر

پی سی بروا

اداکاران خصوصی

جمنا — بروا — نیمو

پرتھوی راج — ہری متی — شور — کدار — کے سی ڈے — کپور

منزل

شمالی اور جنوبی ہند میں دکھایا جا رہا ہے

کامیاب فلم ہے، ہر جگہ پسند کیا جا رہا ہے

آپنے شہر کے سینما ہاؤس میں اولین فرصت میں دیکھئے

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند — جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

مغربی ہند — آل انڈیا ڈسٹری بیوٹرز موبجی ہاؤس رامپٹ رو فورٹ بمبئی

مشرقی ہند — دوسانی فلم کارپوریشن، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

ملینا — نیو تھیٹرز کی مشہور اداکار

عید مبارک
کے موقع پر ہمارے بہترین جوتے
اپنے اور اپنے عزیزوں
کیلئے خرید فرمائیے
باٹا کمپنی کے تیار کردہ
Bata

شذرات

آج جبکہ ہماری بعض فلم کمپنیاں مائل بہ ترقی ہیں ہمیں یہ کہنے کی جرات ہورہی ہے کہ اگر پرواز رفتار نے کوئی مخالفت جھونکا قبول نہ کیا تو مستقبل
قریب میں ملک ایسے فلم پیش کریگا جو کسی طرح بھی ولائتی فلموں سے کم ثابت نہ ہوں گے اور اس چیز سے ناامید ہونیکی کوئی وجہ نہیں ہے۔
ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ ہماری فلمی دنیا کے زوال کے اسباب میں سب سے بڑی کمزوری ہماری غلامانہ ذہنیت، ہماری جہالت اور ہماری تقلید کرنے کی
عادت ہے۔ ہمارے فلمساز کوئی چیز بہتر پیش بھی کرتے ہیں تو پبلک بجائے پرجوش خیر مقدم کرنے کے اپنی احمقانہ خواہشات کا مطالبہ کرتی ہے۔ اور
پبلک کے نام نہاد نمائندے اس غنیمت پیشکش کو "کامیاب نقالی" کا نام خطاب مرحمت کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں فلمسازوں سے آئندہ کیا توقعات
وابستہ کیجا سکتی ہیں؟

باغی سپاہی کی دہلی کے دو سینما گھروں میں نمائش ہورہی تھی۔ بلاشبہ باغی سپاہی ایسٹ انڈیا کا شاہکار ہے اور ایک اچھا پکچر ہے۔ مگر افسوس یہ
ہے کہ دہلی کا ایک ہفتہ وار پرچہ (جسکا معیار کچھ بھی نہیں، جس کی مخالفت کوئی وزن نہیں رکھتی، جس کا اصول اشتہاروں سے متعدد بار خریدا گیا
ہے) اس اچھے فلم کے لئے لکھتا ہے کہ "کامیاب نقالی کی گئی ہے"۔

ایڈیٹر مذکور کو یہ بھی بتانا چاہئے تھا کہ اگر باغی سپاہی میں یہ بات اس طرح پر ہوتی تو چیز اپنی ہو جاتی؟ —— مگر ہم یہ بخوبی جانتے ہیں کہ شاید
زندگی بھر یہ نہیں بتلایا جا سکتا" اس لئے کہ مدیر موصوف کی فلمی دنیا سے متعلق معلومات بہت ہی کم ہیں۔ اور انکی پست ذہنیت کا ماتم عرصہ سے
فلمسازوں کے ساتھ ساتھ فلمی پریس کو بھی کرنا پڑتا ہے۔ حالت یہ ہے کہ آپ انکے فلمی صفحہ کو پڑھ جایئے شروع سے اخیر تک ایک لایعنی بکواس
ہوگی۔ اور زندگی کی آخری سانس تک یہ پرچہ کسی فلم اسٹوری کی تعریف نہیں کریگا۔ خواہ اسٹوری کتنی ہی بہتر کیوں نہ ہو مگر اس پرچہ کا ایڈیٹر کبھی
بھی اسکی خوبیوں کا اعتراف نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ ماشاء خدا آپ افسانہ نویس بھی ہیں ——

ایسی صورت میں کیا امید کیجائے کہ فلمساز اچھے فلم پیش کریں۔ عام پبلک اچھل کود کے پکچر آج بھی مانگتی ہے جن میں احمقانہ باتیں ہوں۔
پریس کی ذہنیت کا مشاہدہ آپ کر چکے ہیں وہ اچھی پکچروں کی مذمت کرنے سے باز نہیں رہ سکتا تاوقتیکہ اسکو اس کے منشاء کے مطابق رشوت نہ دیجائے
دوسرے ملک میں تعلیمیافتہ طبقہ کم اور بہت کم ہے، غیر تعلیمیافتہ لوگوں کی اکثریت ہے۔ اور اکثریت بھی کیسی؟ ناقابل اظہار اچھائی برائی کا فیصلہ
کرے کون؟ اگر آپ میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت اور قوت فیصلہ موجود ہے تو نتیجہ پر پہنچنا کچھ زیادہ دشوار نہیں کہ ایسی صورت میں فلمساز جو صرف
کاروباری ذہنیتوں کے مالک ہیں اور کیا کر سکتے ہیں:— معیاری فلم ملک کے سامنے آئے بلاشبہ ملک نے انکا استقبال کیا مگر جب دلخواہ نہیں
"اس لئے نہیں" کہ ان فلموں میں کوئی خامی تھی؟—— بلکہ اس لئے کہ یہ فلم انکی دلچسپی کے عامیانہ اسباب سے یکسر خالی تھے —— یہ
پبلک میں بلند ترین خیالات پیدا کرنے والے فلم تھے جو لوگوں کی ذہنیتوں کو تبدیل کرنے کے لئے بنائے گئے اور مذاق سلیم پیدا کرنے کے جوہر لئے

ہونے بازار میں آئے۔ سنجیدگی ان کے دامن میں پوشیدہ تھی۔ واقعات واقعات معلوم ہوتے تھے۔ ان فلموں کے ذریعہ پبلک کو بیوقوف بنانے اور دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کی گئی لیکن انجام یہ ہوا کہ ملک کا وہ فلمین طبقہ (جس پر بکس آفس کی زندگی کا دارمدار ہے) ان فلموں سے مطمئن نہ ہوسکا اور یہ اس قدر کامیاب نہیں ہوسکے۔ بس قدر ان کو ہونا چاہیے ——————

ہمارے پیش نظر ملک کی ممتاز فلم کمپنیوں کے وہ میعاری فلم ہیں جو آج ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں دکھائے جارہے ہیں اور عام طور پر خیال کیا جارہا ہے کہ وہ کامیاب ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ میعاری حیثیت سے کامیاب ہوں مگر ہماری واقفکاری بتاتی ہے کہ یہ فلم پبلک کے دل کی گہرائیوں میں پہنچکر اس نتیجہ پر آئیں کہ یہ میعاری فلم اپنے عام ناظرین کی دلی تمناؤں کو پورا نہ کرسکے —— آپ تعجب کریں گے اور کہیں گے کہ یہ کیسی مہمل بات ہے؟ مگر نہیں ہم اس وقت واقعات سے بحث کررہے ہیں اور ہم جو کچھ کہرہے ہیں اسپر ہمکو کامل اعتماد ہے۔ آج قصور فلمسازوں کا نہیں، ان کمپنیوں نے اپنی بہترین کاوشیں ملک کے سامنے پیش کردیں مگر ہماری ناواقف اور غیر تعلیمیافتہ پبلک اپنا میعار بلند کرنے پر آمادہ نہیں۔ ضرورت ذہنی انقلاب کی ہے اور یہ پریس کا کام ہے۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ دور حاضرہ کے بہترین میعاری فلم ملک کے ذلیل اور لغو فلموں سے بہت زائد کامیاب ثابت ہوں، ہم پبلک میں یہ جوہر پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ وہ عامیانہ فلموں کے دیکھنے سے باز رہے۔ اور ملک میں ایسی فضا پیدا ہوجائے کہ وہ ایسے فلموں کو قطعی ناپسند کرے جس میں ایک آدمی پچاس آدمی سے تنہا مقابلہ کرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے اور جس میں ایک جاذب نظر ایکٹریس اپنی رعنائیاں اور عریانیاں پیش کرتے ہوئے پبلک کے جذبات کو بداخلاقی کی دعوت دے رہی ہو۔ ایسے فلم اسی وقت بند ہوں گے جب فلم بین اپنے میں احساس خودداری پیدا کریں۔ دوسروں کے لئے نہیں۔ ملک کے لئے نہیں۔ بلکہ اپنے مستقبل کے لئے!! اصلاح اسی وقت ممکن ہے جبکہ ہر فرد اپنی اصلاح کی جانب توجہ کرے اور اپنے فرائض کو پیش نظر رکھتے ہوئے دوسروں کا انتظار کئے بغیر خود عملی زندگی میں قدم رکھے۔ موجودہ حالت میں ضرورت اصلاح کی نہیں بلکہ انقلاب کی ہے۔ وقت آگیا ہے کہ لوگ اچھے فلمسازوں کو آگے بڑھنے کے لئے غیر میعاری اور اخلاق سوز فلموں کا بائیکاٹ کردیں ——————

پریس کی غلامانہ ذہنیتیں بھی ماتم کرنے کے قابل ہیں۔ آج پریس ہر اس فلم کا قصیدہ خوان ہے جسکا اشتہار اس پرچے کے لئے باعث زینت ہے۔ فلم خواہ ذلیل ترین ہو مگر تبصرہ اس فلم کا ایک قصیدہ ہوگا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک پرچہ کی سفارش سے کم ازکم دس آدمی فلم دیکھتے ہیں اور فلمسازوں کا بھلا ہوجاتا ہے۔ شاید آپ کو اس امر کا علم نہ ہو کہ یہ غیر میعاری پکچر بنانے والے فلمساز پبلک کی حماقتوں پر ہنستے ہیں۔ اور علانیہ کہتے ہیں کہ ہم تو پبلک کو بیوقوف بنارہے ہیں۔ ہمارا مطمح نظر روپیہ ہے۔ آرٹ پیش کرنا ہمارا کام نہیں، ملک میں اگر اخلاقیات کا دور دورہ ہوگیا تو ہماری ذات کو کیا فائدہ پہنچے گا۔؟ ——————

ایسی صورت میں پبلک کو بھی اپنی خودداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے —————— اور ایسے فلموں کو جو عقل کی کسوٹی پر پورے نہ اتریں نظرانداز کردینا چاہئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ملک میں اچھی فضا پیدا ہوجائے گی اور بہترین فلم آنے لگیں گے۔

اردو و عربی اور بلاک کی بہترین و روشن کتابت و طباعت کیلئے محمد یونس مظہری نمبر ابلاغی اسٹریٹ کلکتہ سے ملیئے

فلمی باتین

نیو تھیٹرز اسٹڈیو مین اس وقت نتن بوس پکچر کی شوٹنگ بہت زور شور سے جاری ہے کام دو حصہ ختم ہوگیا صرف ایک حصہ باقی رہ گیا ہے۔ یہ فلم اپنی خصوصیات کے اعتبار سے بہت بلند ہے اس فلم کی بنگلہ کاپی کا نام "دہی دی" ہے۔ اس مین ہیرو کا کردار سہگل ادا کر رہے ہین، کاملیش کماری، لیلا دیسائی، نواب، جگدیش، کپور، پرتھوی راج، نیمو اپاس، وید اور دیگر خاص خاص اداکارون مین ہین۔ پکچر کے اوائل سنہ ۴۳ء مین ریلیز ہونیکی امید ہے، اس فلم کا ابھی تک ہندوستانی نام نہین رکھا گیا ہے۔ مسٹر ہیم چندر کا فلم بھی ساتھ ساتھ تیار ہو رہا ہے۔ انکے فلم کا نام بھی ابھی تک طے نہین ہو سکا ہے۔ اس فلم کا افسانہ اناتھ آشرم ناول سے لیا گیا ہے۔ اوما دیوی اس فلم مین ہیروئن اور نجم الحسین ہیرو ہین۔ انکے علاوہ پرتھوی راج، نواب، جگدیش، نیمو، مس کلیانی، کدار، کپور، وید وغیرہ ممتاز اور نمایان کردار ادا کر رہے ہین۔

کالی فلمز کلکتہ کی دو پکچرون "آشیانہ" اور "ترونی" کے حقوق نمائش مسرز انڈیا فلم بورو نے شمالی ہند کے لئے حاصل کر لئے ہین آشیانہ مکمل ہوگیا ہے۔ ترونی بھی قریب التکمیل ہے۔

بمبئی ٹاکیز لمیٹڈ کا پانچوان پیش کش "جنم بھومی" مکمل ہوگیا ہے، لاہور اور بمبئی مین اس کی نمائش کی جا رہی ہے۔

پربھات فلم کمپنی پونہ کا بحری پیش کش "امر جیوتی" ملک مین خاطر خواہ مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ نیو سینما کلکتہ مین ساتوان ہفتہ کرشنا ٹاکیز بمبئی مین بیسوان ہفتہ اور لاہور مین آٹھوان ہفتہ جا رہا ہے۔

مختار فلم کمپنی کا پہلا پیش کش "پریم کی آگ" مکمل ہوگیا ہے۔ قبلہ ایڈیٹنگ روم مین ہے۔ اس مین مختار بائی کے گانے اچھے آئے ہین

ساگر فلم کمپنی کا "دیہاتی لڑکی" مکمل ہوگیا۔ اس مین سبیتا دیوی اور موتی لال کے نمایان کام ہین۔ فلم اصلاحی پہلو سے ممتاز ہے۔

آورش چترا لمیٹڈ نے "ننگ قوم" تیار کر لیا۔ اس مین زرینہ خاتون کی اداکاری قابلدید اور موسیقی قابل سماعت ہے۔

باغی پہاری شمالی ہند مین بہت ہی کامیاب جا رہا ہے۔ فلم بلند مرتبہ اور معیاری ہے۔ اسحاق نے اس مین بہترین اور لاجواب کام کیا ہے۔ کامران کی اداکاری خوب ہے۔ انیس بانو کو صرف گانو نکی وجہ سے "اسٹار ویلو" حاصل ہوگئی۔ گل زمان کے گانے خوب اور بہت خوب ہین۔

پریم مورتی اور تصویر وفا (دریانی پروڈکشنز) کے حقوق نمائش شمالی ہند کے لئے مسرز جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز نے حاصل کرے ہین، پریم مورتی مکمل ہوگیا اور نمائش کے لئے تیار ہے۔ تصویر وفا کی شوٹنگ ہو رہی ہے۔

مایا اور منزل نیو تھیٹرز کے دو شاہکار بمبئی مین دکھائے جا رہے ہین "مایا" منروا ٹاکیز مین آٹھوان ہفتہ جا رہا ہے اور منزل کی نمائش ۱۱ نومبر سے راکسی ٹاکیز مین شروع کی گئی ہے۔

کلکتہ مین عید کے موقعہ پر نیو سینما مین "دل کی پکار" دکھائے جانیکی کوشش ہو رہی ہے۔ بہت سے لوگون کا خیال ہے کہ مایا کی یا منزل کی نمائش کی جائے۔

جگت ٹاکیز کے بہترین فلم

پیاری بیٹیان جس مین مس روز، مبارک، اکمار وغیرہ کے بہترین کام ہین ——— ڈائرکٹر چودھری

سرلا جس مین رتن بائی، حافظ جی، اکمار وغیرہ کی اداکاری قابل دید ہے ——— ڈائرکٹر اٹاربھی

جنگل کی رانی جس مین مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ، نے عجیب وغریب اداکاری پیش کی ہے ڈائرکٹر نندلال

جگت کیسری جس مین خوبصورت سلوچنا، ڈی بلیموریہ نے لاجواب کام کئے ہین ——— ڈائرکٹر ہومی ماسٹر

سرچ لائٹ جس مین ہر دلعزیز سلوچنا اور ڈی بلیموریہ نے ایکٹنگ کا میعار قائم کیا ہے ڈائرکٹر ہومی ماسٹر

ہردے منتھن اداکاران اے حسین صدیقی، ارملا، بے بی رانی، یوسف ڈائرکٹرس بائی جدن بائی

بکنگ کا پتہ
جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

اداکار اور ڈرامہ نگار

اداکار ڈرامہ نگار کے قلم کا تابع ہوتا ہے۔ کسی طرح کا کردار ہو لکھنے والے نے جیسا لکھیا ہوگا اداکار کو اسی طرح ادا کرنا پڑے گا چونکہ ڈرامہ نگار اور اداکار کا چولی دامن کا ساتھ ہے اس لئے جب ایک طرح کا کردار ڈرامہ نگار کو بار بار لکھنا پڑتا ہے تو مشکل پیش آتی ہے، لہذا وہ جس طرح کا کردار لکھ چکا ہے اگر دوبارہ اسی انداز سے پھر لکھیا تو اسکی مثال یہ ہے کہ جیسے اپنی بنائی ہوئی تصویر کا دوسرا خاکہ تیار کرلیا یہ تو کوئی کام نہوا۔ اب اداکار کی باری آئی اگر اس نے بھی جس طرح ایک بار اس کردار کو ادا کیا تھا دوبارہ پھر اسی طرح ادا کردیا تو گویا یہ بھی بدلے ہوئے نام اور لباس کیساتھ دوبارہ ناظرین کے سامنے آگیا۔ ایسے ڈرامہ نگار اور اداکار فی الحقیقت اس قابل نہین کہ انہین کچھ بھی وقعت دیجا سکے۔

ڈرامہ نگار کا فرض یہ ہے کہ جب کردار کی نوعیت مین فرق نہ ہو اور واقعات بھی یکسان ہون تو اسے ایک سیرت کے مختلف لوگون کو تصور مین دیکھنا چاہیئے اس وقت اسے صاف نظر آجائیگا کہ نہ غصہ کا انداز سب کا یکسان ہوتا ہے نہ رحم کا، نہ ہنسنا سب کا ایک طرح کا ہوتا ہے نہ رونا۔ اور نہ ایک حالت کا بیان من وعن سب ایک طرح کرتے من۔ لہذا اس فرق گفتگو اور اختلاف انداز و ادا کو نظر مین رکھکر جس طرح کسی کردار کو ایک بار لکھیا ہے دوسری بار یہ لکھے، بیان کا انداز جملون کی ساخت کو بدلکر نیا ٹھاٹھ قائم کردے اور اگر ڈراما کا جسپر قادر نہ ہو اور (آرٹسٹ) اداکار کو کام کرنا ہی پڑے تو وہ خود اپنا انداز بدل دے۔ اگر ایک بار اس نے زید کی رحمدلی یا ہنسی کا نقشہ کھینچا ہے تو دوبارہ عمرو کی رحمدلی یا ہنسی کا چربہ اتارے ورنہ ڈراما نگار ہو یا اداکار دونون مین کسی کو بھی وقعت نہین دیجا سکتی۔

اداکار کو اپنا کردار سمجھ لینے کے بعد ایک ایک جملہ کو مختلف لہجون مین بولنے کی مشق کرنا چاہیئے کیونکہ جس طرح الفاظ اظہار مطلب کا ذریعہ ہوا کرتے ہین اسی طرح لہجہ کا فرق لطیف جذبات کے فرق کو ظاہر کرتا ہے مثلاً ایک "ہان" جس کے بہت سے معنی ہین اور ہر ایک کا فرق لہجہ بھی ظاہر کرتا ہے ورنہ لفظ تو ایک ہی ہے۔ اس جگہ مثال کے طور پر چند معنی ظاہر کرتا ہون ۱؎ ہان۔ تسلیم کرلینا یعنی ٹھیک ہے ۲؎ تعجب ظاہر کرنا یعنی اعتبار نہ کرنا ۳؎ ہان۔ تذبذب یعنی ہوسکتا ہے مگر یقین نہین۔ ۴؎ اجازت دینا کہ ایسا ہونا چاہیئے ۵؎ مجبوراً قبول کرلینا

لفظ اپنے محل پر یاد آکر اظہار معنی کے لئے لہجہ کی ضرورت کو محسوس کراتا ہے اس لئے ان پانچ مثالون پر حصر نہ سمجھئے۔ بہت ممکن ہے کہ اور بھی مواقع معانی مذکور کے علاوہ لہجہ بدلکر بولنے کی ترغیب دلائین سرسری طور پر خیال کرنے سے کسی لفظ کے تمام معنی اور تمام طریقہ استعمال ذہن مین نہیں آسکتے۔ یہ موضوع اتنا بسط ہے جسے توضیح و تشریح کے ساتھ بیان کرنے کیلئے نہ مجھے فرصت ہے نہ عکاس کے صفحون مین اسکے اندراج کی گنجائش۔ اسلئے مین تو اس بحث کو یہین تمام کرتا ہون مگر اس یقین کیساتھ کہ اتنا اشارہ پاکر لکھنے والے بہت کچھ لکھ ڈالین گے اور میرا مقصد دوسرون کے ہاتھ سے پورا ہو جائیگا۔

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا بہترین فلم

دیوداس

ڈائرکٹر
پی-سی-بروا

مکالمہ
کدار بی اے　　شور لکھنوی

اداکاران خصوصی

جمنا سیگل پہاڑی کے سی ڈے نیمو راجکماری ستارہ وشوناتھ بھدری کشور عظمت وغیرہ

بہت حسن و خوبی کے ساتھ

ملک کے سامنے پیش کردیا گیا

جسنے فلمی دنیا میں تہلکہ مچادیا

(بکنگ کا پتہ)

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
جنوبی ہند ——— کلکتہ فلم اکسچینج ۵۰ آرمینین اسٹریٹ مدراس
مشرقی ہند ——— دوسانی فلم کارپریشن ، کولوٹلہ اسٹریٹ کلکتہ
مغربی ہند ——— کلکتہ فلم اکسچینج تری بھون روڈ بمبئی ۴

مسعود صابری کی تین غزلین

عداوت دوستون سےٗ دوستی رکھتے ہو دشمن سے
مگر تم کیا کرو مجبور ہو اپنے لڑکپن سے

مراد وہ دیکھنا اور دیکھ کر بے ہوش ہو جانا
ہوا دینا وہ انکار کہہ کے سر زانو پہ دامن سے

حقیقت بس یہی ہے قصۂ یوسف زلیخا کی
کہ تر دامن نے بازی جیت لی اک پاکدامن سے

مین جب تنکے اٹھاتا ہون تڑپنے لگتی ہے بجلی
عداوت چرخ کو ہے کسقدر میرے نشیمن سے

بجز تحقیر ہر جور و ستم خوش ہو کے سہ لے گا
یہ دل شیشے سا نازک ہے مگر مضبوط آہن سے

طلب اور عزمِ راسخ راز تکمیل مقاصد ہے
زلیخا آخر اک دن بندھ گئی یوسف کے دامن سے

نہ کوئے یار چھوٹیگا کبھی اے صابری ہم سے
ہمین اس سے وہی نسبت ہو جو ہے رُوح کو تن سے

اوسراپا ناز دل کو شاد کر
جلد ویران خلوتین آباد کر،

چونک اٹھین ایدل وہ خواب ناز سے
ہان اسی صورت سے پھر فریاد کر،

نزع مین ہچکی ہنین آتی ہمین
بھولنے والے خدا را یاد کر،

توڑ کر سشرز نجیر قفس
قید ہستی سے ہمین آزاد کر،

فتنۂ ہستی ہے دل کی زندگی
تو رہے آباد اسے برباد کر،

خوگر بیداد ہے جدت پسند
پھر کوئی تازہ ستم ایجاد کر،

ہم اسی مین خوش ہین جو تیری خوشی
شاد کر سکتا ہنین ناشاد کر؛

صابری راضی ہے ہر اک حال مین
اے وفا نا آشنا بیداد کر،

ہے جو ادائے دلستان حسن کرشمہ ساز مین
نام اسی کا سحر ہے عشق جنون نواز مین

دل مین ہے میرے اضطراب انکی نگاہ مین حیا
آنکھ کھلی ہے عشق کی حسن ہے خواب ناز مین

تیری نگاہ دلفریب کاش ہو دل نواز بھی،
ناز و نیاز ایک ہون دینہٗ امتیاز مین

عشق کا وہ دل حزین حسن کا وہ رخ حسین
آئینۂ مجاز مین، دونون ہین سوز ساز مین

پیرہن مجاز ہے، دل کی یہ چھوٹی سی کلی
بوئے حقیقت جہان جھکے درون راز مین

عقل و خرد سے بے نیاز اپنی خودی سے دور دور
بے خود شوق محو ہے حسن کے خواب ناز مین

تیر اسراغ صابری اس سے سوائے لگا گیا
ایک کشش ازل سے ہے سلسلۂ دراز مین

آل انڈیا طوائف کانفرنس

ممکن ہے کہ مضمون کا عنوان دیکھکر بعض سنجیدہ طبیعتین مکدر ہو جائین لیکن کیا کیا جائے، حقیقتین کتنی ہی کڑوی کیون نہ ہون بہر حال حقیقت ہین صاحب مضمون نے ان چند صفحون مین طوائفون کو موضوع بحث بنا کر سوسائٹی پر طنز کیا ہے، افسوس ہے کہ ہمارے ملک مین اس قسم کے لٹریچر کی بہت کمی ہے، حالانکہ گری ہوئی سوسائٹی کو سنوارنے کے لئے طنزیہ لٹریچر سے بہتر کوئی نسخہ نہین، ان چند صفحون کو پڑھئے اور غور کیجئے کہ کل آپ کی سوسائٹی مین گناہ کس حد تک دلیر ہو جانے والا ہے ؎

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہین
محو حیرت ہون کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

"ایڈیٹر"

خدا ہی عالم الغیب ہے نہ معلوم خواب مین یا بیداری مین دیکھتا کیا ہون کہ ولنگٹن اسکوائر کے مشرقی حصہ مین ایک کانفرنسی پنڈال کھڑا ہے جس کے پھاٹک پر جلی حرفون مین تحریر ہے کہ:-

آل انڈیا طوائف کانفرنس

پبلک جوق در جوق امڈی آرہی ہے بڑی خوشی ہوئی کہ الحمد للہ ملک مین اب اس حد تک سیاسی بیداری پھیل گئی ہے کہ طوائفون مین بھی اپنے حقوق کا احساس پیدا ہو گیا۔ اور کیون نہ پیدا ہو کیا یہ بیچاریان اچھوتون سے بھی گئی گذری ہین۔ اگر ان کے لئے ایک مہاتما گاندھی پیدا ہو گیا تو کیا انکے لئے کوئی شریمتی مہا دیوی پیدا نہین ہو سکتی؟

یہ خیال آنا تھا کہ شوق دل مین چٹکیان لینے لگا، نیت باندھکر پھاٹک کے اندر گھسا تو اللہ اللہ دنیا ہی دوسری نظر آئی، پنڈال کا گوشہ گوشہ "دامان باغبان کف گلفروش" بنا ہوا غالب مرحوم کی روح پر فاتحہ خوانی کر رہا تھا ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین ست و ہمین ست

جلسے کی تمام رضا کارنیان سرخ ساری پہنے ادھر ادھر ٹہلتی پھر رہی تھین، سبحان اللہ کیا ہوشربا نظارہ تھا۔ کلکتہ کی تمام بہارین اس دنیائے رنگ و بو مین سمٹ آئی تھین۔ افسوس اس کا ہے کہ بندۂ درگاہ صرف دو آنکھون کا سرمایہ دار تھا۔ آخر دو آنکھون سے کس کس کو دیکھتا۔ دل کی دل مین تو ہمیشہ رہ ہی جاتی ہے۔ اس دن تو آنکھ کی آنکھ مین رہ گئی جب پلکین جھپکتین تو مجھے قطرت کی اس اہم غلطی پر سخت غصہ آتا کہ اسے انسان کی پلکون مین متواتر لرزش اور مسلسل حرکت پیدا کرنے کی کیا ایسی ضرورت لاحق تھی۔ (نعوذ باللہ) نظر پھیر کر دیکھنا دشوار ہو گیا۔ بہر کیف مین بھوکے بنگالی کی طرح کھڑا ان لقمہ ہائے رنگین کو گھور رہا تھا، دفعتہ جنابہ صدر کی آمد آمد کا غلغلہ بلند ہوا۔ پیچھے پھر کر دیکھا تو ایک تیس سال کی حسین عورت پیازی رنگ کی ہلکی ریشمی ساری پہنے لہراتی اٹھلاتی قدم قدم پر ؎

آہستہ خرام بلکہ مخرام
زیر قدمت ہزار دل ست

کی تفسیر کرتی ہوئی اسٹیج کی طرف بڑھ رہی ہین۔ جلو مین چند فلمی رسالون کے اڈیٹر صاحبان "دست بستہ، نگاہ روبرو" ان کے پیچھے خوبصورت نوجوانون کا ایک گروہ شمشیر ابرو تولے، چتون کی برچھیان سنبھالے قدم بقدم اس شان سے جنابہ صدر اسٹیج کے قریب پہونچین۔ انکا پہونچنا تھا کہ تمام حاضرین جلسہ نے سرو قد کھڑے ہو کر خیر مقدم کیا۔ ممدوحہ ادھیڑ عمر کی بانکی ترچھی عورت تھین۔ بھرے بھرے شانے ا گدرایا ہوا جسم کہہ رہا تھا کہ آپ بہت سے معرکے جھیل چکی ہین۔ گو شباب کی دوپہر ڈھل رہی تھی مگر انکا

رکھ رکھاؤ اس حقیقت کو ثابت کر رہا تھا کہ چڑھتے سورج سے ڈھلتی چھاؤن زیادہ دلکش ہوتی ہے

القصہ جلسہ شروع ہوا۔ ۵ کمسن لڑکیون نے ناچ ناچ کر اپنا قومی ترانہ الاپا۔ کیا ہی خوب تھا۔ پر مغز، معنی خیز، اور سامعہ نواز، چند اشعار جو حافظے مین محفوظ ہین، حاضر خدمت کرتا ہون، پڑھیے اور جھومیے

ترانہ

رنڈی ہین ہم ہر اک سے یارانہ ہے ہمارا
یعنی ہر آنکھ والا دیوانہ ہے ہمارا
دنیائے عشق پر ہم کرتے ہین حکمرانی،
سینون مین دل نہین ہے نذرانہ ہو ہمارا
دیکھو یہ زلف سرکش دیکھو یہ خال مشکین،
یہ دام ہے ہمارا، یہ دانہ ہے ہمارا
عالم نواز ہین ہم، شمس مجاز ہین ہم
پروانہ حقیقت، پروانہ ہے ہمارا
اس خانۂ خدا مین بت بن کے ہم بسے ہین
صوفی کا کعبۂ دل بتخانہ ہے ہمارا
ہر داستان مین ہم ہین عنوان داستان بھی
ہونٹون پہ شاعرون کے افسانہ ہے ہمارا
اعزاز و جاہ و ثروت، ایمان و عقل و دولت
دونون جہان کی عزت، بیعانہ ہے ہمارا

ترانہ ختم ہوا تو استقبالیہ کمیٹی کے صدر مسٹر چھنکار الملک اڈیٹر رسالہ پرستان نے اپنی چوٹی کھولتے ہوئے اپنا خطبۂ استقبالیہ یون شروع کیا۔

خُطبۂ اِستقبالیہ

جنابہ صدر اور محترم بہنو! متمدن دنیا کی تاریخ مین غالباً یہ سب سے پہلا موقعہ ہے کہ گلزار حسن کے رنگا رنگ پھولون کا ایک گلدستہ کانفرنس کی صورت مین تیار کیا گیا ہو۔ اور ہندوستان جنت نشان کی تمام چلتی پھرتی بہارین ایک مرکز رنگ و بو پر سمٹ آئی ہون (چیرز)

اس کانفرنس کے انعقاد کے اغراض کیا ہین؟ یہ نہ پوچھیے۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف
آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے

آپ لوگون نے سنا ہوگا کہ ملک کی چند میونسپلٹیون نے طوائفون کی جماعت کو اپنے شہرون سے خارج کرکے تمدن کے اس رعنائی کو تمدنی حدود سے جلاوطن کرنیکا ارادہ کرلیا ہے۔ سمجھ مین نہین آتا کہ مغربی تعلیم کے باوجود ہندوستانی مفکرین کے دماغ اس درجہ بدحواس کیون ہوگئے ہین کہ یہ موٹی سی حقیقت بھی انکی سمجھ مین نہین آتی کہ طوائفون کا وجود متمدن دنیا کی ایک ناگزیر برائی ہے۔ ایک ایسی ناگزیر برائی جس کی اگر بیخ کنی کردی گئی تو اس سے سوسائٹی مین سینکڑون برائیون کے بڑھنے اور پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ طوائف تہذیب کی پیشانی پر ایک خوشنما داغ ہے۔ معاشرت کے دامن پر ایک حسین شکن ہے۔ تمدن کے شفاف چہرے پر ایک خال سیاہ ہے۔ (چیرز)

لوگ مجھ سے پوچھتے ہین سوسائٹی مین اس جماعت کی علت غائی کیا ہے؟ یعنی یہ کس مرض کی دوا ہین۔ یہ ایک سوال ہے اور بہت ہی اہم سوال جس کا جواب کم از کم ان لوگون کے سطح فکر سے تو یقیناً بلند ہے جن کی پاکباز جوانی حجرون کی تنہائی مین گناہ شباب کو ترستے گذری ہو اور جنہین معاشرتی پابندیون کی بنا پر وہ عصمت نفس کا ثواب مفت حاصل ہوگیا ہو——— اس لئے پوچھئے مغرب کے ان آزاد دماغون سے جو حقیقت کو روایات کی تاریکی سے الگ کرکے دیکھنے کے عادی ہین۔ اور اگر آپ ان سے پوچھنا نہین چاہتے تو پھر پوچھئے اپنے ملک کے ان بدقسمت نوجوانون سے جن کی جوانی کا

فطری جوش تالاب کے محصور پانی کی طرح راہ نہ پاکر متغیر ہوگیا ہو جن کے قوائے فطرت، فطرت سے جہاد کرنے کی بنا پر قبل از وقت برباد ہوچکے ہون۔ انکا رندھا ہوا دل، ستا ہوا چہرہ، کمھلائی ہوئی جوانی آپ کو زبان حال سے بہت کچھ سمجھادیگی ——— مہذب یورپ کی معاشرتی فضا مین جہان فلسفہ جذبات کی عملی شرح کی جارہی ہے کسی ایسے مخصوص طبقے کی ضرورت نہین اس لئے کہ انکی سوسائٹی مین مردون اور عورتون کو باہمی تبادلہ جذبات کے موقعے حاصل ہین لیکن وہ ملک طوائفون کی ضرورت سے کیونکر انکار کرسکتا ہے جس کی سوسائٹی کی رعنائی پردے کی چار دیواریون مین نظر بند ہو۔ گستاخی معاف: یا تو چلمن کی تیلیان توڑ کر حسن مستور اور چشم شوق دونون کو مکمل آزادی دیجئے یا اس شمع بازار کو اپنے حال پر چھوڑ دیجئے۔ کیونکہ پروانون کی زندگی کے لئے تھوڑے سے سوز کی بہر حال ضرورت ہے۔ ورنہ ملک مین کم از کم شاعرون کی پیداوار تو ضرور ہی بند ہو جائے گی۔

یورپ سے آئی ہوئی تہذیب ہمارے جنسی ذوق کو زیادہ سے زیادہ حساس بنا رہی ہے اور ایشیا اس کے لئے تیار نہین ہوتا کہ اپنی "دختران مریم" کو کیوپڈ کی بہنون کی طرح سوسائٹی کی شاعرانہ فضا مین ذوق نظر کی پیاس بجھانے کے لئے آزاد چھوڑ دے۔ ہمارے ایسے ضرورتمندون کے لئے بجز اس کے دوسری کون سی صورت رہ گئی ہے کہ نشاط فکر کے لئے، تسکین جذبات کے لئے، اشتہائے نفس کی آسودگی کے لئے انہین بازاری کھلونون سے جی بہلائین جب گھر مین کھانا نہین مل سکتا تو ہوٹل مین کھانا کھانے مین کیا مضائقہ ہے؟ یہ اعتراض صحیح ہے کہ ہوٹل کے کھانے اپنی گندگیون کی بنا پر صحت کے لئے زہر قاتل ثابت ہوتے رہتے ہین لیکن اس مین کھانے والون کا کیا قصور؟ یہ تو سراسر میونسپلٹی کی غفلت کا نتیجہ ہے کہ وہ باشندون کے لئے خورد و نوش کا معقول بندوبست نہین کرتی۔

اور ستم ظریفی دیکھئے کہ ان ہوٹلون کا انتظام اپنے ہاتھون مین لینے کے بجائے ان ہوٹلون کی بنیاد ہی کو اکھیڑ دینا چاہتی ہے۔ یہ انتہائی دماغی افلاس، اور حد کی بیچارگی نہین تو اور کیا ہے؟

غور تو کیجئے کہ آج جبکہ آپ کے حرم مین کنیزین ہین، نہ سوسائٹی مین تعدد ازواج کا رواج۔ تو پھر تندرست جوانون کی معصوم ضرورتین کدھر جائین، فرض کیجئے کہ انکی بے چین طبیعتین کل اپنے لئے کوئی راہ نہ پاکر جوش شباب کی رو مین حدود فطرت سے باہر نکل جائین اور تمام ملک مین مشرق سے مغرب تک ایرانی شعرا کا مذہب پھیل جائے تو اس صورت مین سوسائٹی کا کیا حال ہوگا۔ آپ طوائفون کو اپنے شہرون سے نکالنا چاہتے ہین تو نکال دیجئے لیکن ان کے نکال پھینکنے سے سوسائٹی مین ایک ایسے مرض کے پھیل جانیکا اندیشہ ہے جسے ہم روح کی بیماری اور ضمیر کی موت کہتے ہین۔

پھر آپ اس تلخ حقیقت سے ناواقف نہ ہون گے عورتون مین آزادی کا جذبہ آئے دن زور پکڑتا جارہا ہے۔ موجودہ تہذیب کی نئی روشنی مین انکی بہت سی چھپی ہوئی قوتین بیدار ہورہی ہین، بیدار کی جارہی ہین۔ اگر ملک کے منچلے انشا پرداز ان کے جذبات کی پرورش اسی طرح کرتے رہے تو وہ دن دور نہین کہ یہ اپنے پہلوؤن مین دل کے وجود کو پوری طرح محسوس کرین گی۔ انکے جذباتی حقوق کا کوئی مساویانہ سمجھوتہ ممکن ہو یا نہ ہو لیکن کم از کم انہین انتخاب شوہر کا حق تو دینا ہی ہوگا۔ پس جب مستقبل قریب مین مہذب دنیا کی ہر عورت اپنی پسند سے اپنا شوہر ڈھونڈھ لیا کریگی تو ان بدقسمت مردون کا ٹھکانہ کہان ہوگا۔ جنہین عورتون کی نظرین ہمیشہ کے لئے ٹھکرا دین گی۔

یہی وہ خطرات ہین جن کے اندیشہ نے ہمین اس کانفرنس کے انعقاد پر مجبور کیا۔ پس ہم تمام اراکین کانفرنس ملک کی میونسپلٹیون سے ڈنکے کی چوٹ پکار کر یہ کہدینا چاہتے ہین کہ ہمارا یہ اندھا ارادہ

ملک کو تباہی کے گڑھے کی طرف لئے جارہا ہے۔ اگر تم طوائفون کو شہر سے نکال دوگے تو یاد رکھو کہ فطری ضرورتون کے ستائے ہوئے نوجوان شہری گھر کی بہو بیٹیون کو اپنی ہوس کا شکار بنائین گے اور پھر ہمارے نظام معاشرت کا شیرازہ درہم برہم ہو جائیگا۔ (چیرز)

انسان کا جنسی ذوق تشنہ رہنے کا عادی نہین ہے۔ یہ ضرورت کے وقت سراب سے بھی اپنی پیاس بجھا لیتا ہے۔ آج شہرون مین طوائفون کی کثرت کے باوجود ہوس کا پنجہ ہمیشہ عصمت ہی دامن کا متلاشی رہتا ہے۔ اور اغوا کی وارداتین آئے دن اخبار کے صفحون پر نمایان ہوتی رہتی ہین۔ اگر دور از جان حسن و عشق کی دکانین بند ہو گئین تو فرمایئے کہ نظر باز نوجوان کدھر جائین گے۔ اور اغوائیون کا یہ سیلاب اپنی حد سے گذر کر کیا کریگا۔

آخر مین اپنی سمع خراشی کی معافی مانگتا ہوا ان تمام حاضرین کا شکریہ ادا کرتا ہون جنہون نے اپنی شرکت سے اس کانفرنس کو رونق اور قوت بخشی ہے' اور اس فرض کی ادائیگی کے بعد مین تہ دل سے جنابہ صدر کا خیر مقدم کرتا ہون' آپکی ذات آج دنیائے حسن مین کسی تعارف کا محتاج نہین' آپ نے اس کانفرنس کی صدارت قبول فرمائی یہ ہملوگون کی انتہائی خوش نصیبی ہے۔ اب مجھے اجازت دیجئے کہ مین جنابہ صدر سے کرسی صدارت کو زینت بخشنے کی استدعا کرون۔

اس تقریر کے بعد جنابہ صدر مسکراتی ہوئی اپنی کرسی سے اٹھین اور ایک دلیرانہ ٹھسے کیساتھ کرسی صدارت پر جاکر متمکن ہو گئین' پر جوش تالیونکی آواز سے سارا پنڈال گونج اٹھا' قدردانون نے پھول برسائے۔ اور عقیدتمندون نے ٹوپیان اچھالین۔ اس مظاہرے کے بعد جنابہ صدر ایک تمکنت سے اٹھین اور ایک مصنوعی حیا کیساتھ اپنا خطبہ صدارت شروع کیا (خطبہ صدارت آئندہ نمبر مین)

اگر کہتا ہون کچھ ہر بات مین پہلو نکلتے ہین

از جناب مرزا فخر اللہ بیگ صاحب صابر لکھنوی

ہمین ہوتی ہے فرحت غم سے جب آنسو نکلتے ہین
ہمارے رنج مین راحت کے بھی پہلو نکلتے ہین

ہنسا کرتے ہین گل شبنم کے جب آنسو نکلتے ہین
انہین باتون سے باہم رنج کے پہلو نکلتے ہین

کمی ہوتی ہے سوز دل مین جب آنسو نکلتے ہین
ہمارے درد مین درمان کے بھی پہلو نکلتے ہین

کچھ ایسی ہو گئی عادت مجھے فریاد کرنے کی
نکلتے ہین جو نالے دل سے بے قابو نکلتے ہین

اثر اتنا ہوا ہے گرمی سوز محبت کا
کہ جب روتا ہون تو مشکل سے دو آنسو نکلتے ہین

نہ اب وہ جوش گریہ ہے نہ وہ طوفان اشکون کا
بہت جب دل بھر آتا ہے تو دو آنسو نکلتے ہین

بھڑک اٹھتے ہین جب شعلے تو دل بھی کچھ پگھلتا ہے
بہت بڑھتے ہین جب نالے تو دو آنسو نکلتے ہین

یہی باعث ہے جو رونے سے کچھ تسکین ہوتی ہے
مرے ارمان بنجاتے ہین جب آنسو نکلتے ہین

مجھے محفل مین صابر بات کرنا ہو گئی مشکل
اگر کہتا ہون کچھ ہر بات مین پہلو نکلتے ہین

نیو تھیٹرز کا ہنگامہ خیز شاہکار

دھوپ چھاؤں

ڈائرکشن:۔ نتن بوس   مکالمہ افسانہ پنڈت سدرشن جی

جس نے پورن بھگت، یہودی کی لڑکی، چنڈی داس اور دیوداس کے بعد ہندوستان مین دھوم مچادی اور کہ
بمبئی مین کامل بیس ہفتہ ایک ہی سینما مین دکھایا گیا

آپنے اپنے شہرون مین دیکھئے اور لطف اندوز ہوئیے

دھوپ چھاؤں

کا

افسانہ سبق آموز اور تحیر خیز، مکالمہ سادہ اور سلیس، گانے بہترین دلکش اور درد انگیز

اداکاران خصوصی ——— پہاڑی سانیال ——— کے سی ڈے ——— اوما دیوی

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
جنوبی ہند ——— کلکتہ فلم اکسچینج ۵۰ آرمینین اسٹریٹ مدراس
مشرقی ہند ——— دوسانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ
مغربی ہند ——— کلکتہ فلم اکسچینج تری بھون روڈ بمبئی ۴

حضرت آرزو کی شاعری

از جناب عمر رودولوی

گذشتہ سے پیوستہ

مارچ سنہ ۱۹۳۶ء کے رسالہ عکاس مین حضرت آرزو لکھنوی کے کلام کی خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے مین نے تمثیلاً موصوف کے کچھ اشعار پیش کیے تھے مضمون چونکہ نامکمل بھیجا گیا تھا اس لئے مسعود صاحب صابری کا آرڈر پہونچا کہ بقایا مضمون بھی جلد از جلد دفتر عکاس کو روانہ کردون، چنانچہ مین نے مکمل مضمون بجائے دفتر عکاس کے مسعود صاحب صابری کی خدمت مین روانہ کردیا لیکن نہ جانے وہ کس وجہ سے شائع نہ ہو سکا۔ صابری صاحب کے تقاضے مزید مضمون بھیجنے کے لئے بدستور جاری رہے مگر وقت نے مساعدت نہ کی کہ مین اس تبصرہ کو آگے سے لکھکر روانہ کرتا۔ چنانچہ آج موصوف کے گرسنہ تقاضون سے مجبور ہو کر قدیم مسودہ سے یہ مضمون سپرد قلم کرتا ہون۔ خدا کرے "عکاس" کے زرین صفحات اب اس کی اشاعت کے متحمل ہو سکین

عمر صدیقی رودولوی

مناظر کی دلکشی اور جذبات کی مصوری مین وہی شاعر کامیاب شاعر کہلانے کا مستحق ہے جو اپنے دماغی موئے قلم کی ایک لطیف جنبش سے ہو بہو اس منظر یا جذبہ کی تصویر کھینچدے جو اس کے پیش نظر ہو۔ موسم برشگال عموماً کیف آفرین ہوتا ہے۔ کالی کالی گھٹائین جھوم جھوم کر آتی ہین۔ سیاہ سیاہ بادل مین بجلی کی چمک دل مین ایک لطیف احساس پیدا کردیتی ہے۔ ایسے مین ایک غم کی ماری کوئل کی دردناک کوک تمام فضائے آسمانی کو غمناک بنا دیتی ہے۔ آواز کی بازگشت اور مناظر کی دلفریبی کو حضرت آرزو خالص اردو مین شعر کا جامہ یون پہناتے ہین ؎

کالی گھٹا مین کوندا لپکا رو کے جو کوئل کوک گئی
جتنی گہری سانس کھنچی تھی اتنی لمبی ہوک گئی

اسی غزل کا ایک شعر اور ملاحظہ ہو۔ ایسی سنگلاخ زمین مین ایسے ایسے شعر نکالنا جناب آرزو ہی کا حصہ ہے ؎

سانپ کے چھالے مین بس ہوگا انمین پر امرت ہی امرت
ہائے ری آنکھین دیکھ کے جنکو پیاس اڑی اور بھوک گئی

محاورہ بندی، جدت، ادا اور محاکات لطیف کی مصوری ملاحظہ ہو ؎

کس نے بھیگے ہوئے بالون سے یہ جھٹکا پانی
جھوم کر آئی گھٹا، ٹوٹ کے برسا پانی ،

ردیف کا صحیح استعمال بھی شاعر کے کلام کو زمین سے آسمان پر پہونچا دیتا ہے۔ دو شعر ملاحظہ ہون۔ تشبیہ اور لفظون کے الٹ پھیر نے جو کیفیت شعر مین پیدا کردی ہے وہ حضرت آرزو ہی کا حصہ ہے ؎

نہ دل ہے اب مرے کہنے مین یار کی صورت
نہ ان پہ بس، دلِ بے اختیار کی صورت

یہ دل ہے جذب تصور سے آئینہ خانہ   کہ ہر طرف نظر آتی ہے یار کی صورت

دوسرون کے جذبات کا احترام اور اپنے ظرف کا معیار کس دلکش پیرایہ مین پیش کیا ہے۔ بیباختگی قابل تعریف ہے ؎

لے تو لیتے ترے دامن سے گریبان کا عوض   کچھ برابر کے نہ ہو جائین گے بدلہ لیکر

شاعری مین "ادا اور ناز" معشوقون کے زبردست حربے مانے جاتے ہین۔ جن سے ایک عاشق نیمجان پناہ نہین حاصل کر سکتا چنانچہ اسی پامال جذبہ کی ترجمانی جناب آرزو کس انداز سے کرتے ہین کہ لطف بیان ہاتھ سے جانے نہین پاتا اور شعر کی دلکشی مین بھی فرق نہین آتا ؎

ناز و انداز و ادا کیا کچھ نہین قاتل کے پاس   اور فقط ہمت ہی ہمت نیمجان بسمل کے پاس

اسی غزل کا مقطع حضرت آرزو کی استادانہ شاعری کا بہترین نمونہ ہے۔ تخلص سے جو فائدہ اٹھایا ہے کچھ آپ ہی کا حصہ ہے ؎

آرزو! حرمان و حسرت! رنج و غم! امید و بیم   کچھ نہ ہونے پر بھی اتنا کچھ ہے مجھ بیدل کے پاس

ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ عاشق کو حسرت و مایوسی کی اہم کشمکش دشوار گذار راہون سے گذرنا پڑتا ہے اور وہ افراط غم و بیچارگی سے مجبور ہو کر اپنی عزیز جان تک قربان کرنیکو تیار ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک مرتبہ پھر وہ اس وارفتگی کے عالم سے عالم ہوش مین آجاتا ہے۔ ذوق کا ایک مشہور مطلع ہے ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہین کہ مر جائین گے   مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائین گے

حضرت آرزو نے بھی اس جذبہ کی ترجمانی کی ہے اور کس انداز سے۔ محاورہ کی بندش قابل داد ہے ؎

پھیر تو لین گے چھری زہر بھی کھائین گے ہم   یون نہ موت آئی تو پھر بے موت مر جائین گے ہم

اسی غزل کا ایک شعر ہے جو شوخی اور ظرافت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ مگر تہذیب و اخلاق کے حدود کے اندر ؎

ہین یہان پریان وہان حورون سے ہوگا سابقہ   آرزو اپنی جوانی ساتھ لے جائین گے ہم

آگ اور پانی کا مضمون حضرت آرزو کا خاص رنگ ہے۔ چنانچہ کچھ اشعار اسی موضوع کے لکھے جاتے ہین جنسے شاعر کی قدرت بیان کا اندازہ ہوتا ہے۔ آگ اور پانی مین جو نسبت تضاد ہے ذیل کے شعرون مین ملاحظہ فرمایئے ؎

دل سے لو کا جو اٹھا آنکھ سے ٹپکا پانی   آنکھ سے آنچ نکلتے ہوئے دیکھا پانی

ہاتھ جل جائیگا چھالا نہ کلیجہ کا چھوؤ   آگ مٹی مین دبی ہے نہ سمجھنا پانی

آرزو دل کے شرارے ہین یہ اشک   آگ پانی کے کٹورون مین لئے بیٹھا ہون

جو حسرت نزع مین رخ سے عیان ہے   یہ بجھتی آگ کا ٹھنڈا دھوان ہے

اب دل امنڈ رہا ہے تو آنسو کوئی نہین   سوکھا ہے خود بھی آنکھ کا پانی لگا کے آگ

بجلی سی دوڑنے لگی رگ رگ مین آرزو   اشکون نے اور لگا دی بجھا کے آگ

غالب کا ایک مشہور شعر ہے ؎

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت مین
نہ لائے تاب جو غم کی وہ میرا رازدان کیون ہو

حضرت آرزو نے بھی اسی مفہوم کو ادا کیا ہے اور کس لطیف پیرایہ مین ؎

خموش! اے شمع پھر کہنے لگی سوز نہان میرا
زبان پر جب نہ قابو ہو بنے کیون رازدان میرا

اسی غزل کے تین شعر اور ملاحظہ ہون ؎

نوشتہ بخت بد کا بن رہا ہے شکوۂ بیجا
بدلتی تیوریان سب لکھتی جاتی ہین بیان میرا

زبان بیکار! نازک وقت، قصہ زندگی بھر کا
کہین گی حال دل! کھل کھل کے کیتک ہچکیان میرا

اب اس بیگانہ خو کو آرزو اپنا کہون کیونکر
جو کہنے مین نہین میرے وہ دل ہی ہو کہان میرا

دوسرا شعر حسرت وبیچارگی کی مکمل تصویر ہے، نزع کا عالم ہے، زبان قابو مین نہین، وہ قصہ جو زندگی بھر بیان نہین کیا گیا۔ اب موت کی آخری ہچکیان اس مختصر ساعت مین کھل کھل کر بیان نہین کر سکتین۔ غرضیکہ قصہ ناتمام رہ گیا۔ اور مرنے والے کے ساتھ اس کی یہ حسرت بھی فنا ہو کر رہ گئی؟

برق اور نشیمن کا مضمون مشرقی شعراء کا مستقل موضوع رہا ہے۔ حضرت آرزو نے ایک شعر مین باغ کی ویرانگی اور تباہی کو اپنے ہی چار تنکون کی وجہ قرار دی ہے ؎

برق نے کی ہر طرف میرے نشیمن کی تلاش
چار تنکون کی بنا پر باغ سارا جل گیا

ایک غزل کے تین شعر ملاحظہ ہون جن مین تنوع کی دلکشی قابل داد ہے ؎

برق جب تڑپی فلک پر دل مین بھی اٹھی چمک
ایک بسمل جانتا ہے دوسرے بسمل کا حال

ڈوبنا بحر فنا مین پہلے ہی طے ہو چکا
اب تو جو دھارے کی حالت ہو وہی ساحل کا حال

جان سے مارا تھا جس کی غفلتون سے آرزو
حشر مین چونکے تو پھر پوچھا اسی قاتل کا حال

ناموس عشق اور عزت نفس کا مضمون ملاحظہ ہو ؎

ضبط نے پھونکا اندر اندر آہ نہ لب تک آنے دی
شکوہ کیسا شکر کی جا ہے! جان گئی تو بات رہی

بات کہنے کی ہو تو کہتے ہین
ورنہ پہرون خموش رہتے ہین

چپ رہا کوئی چیخ اٹھا کوئی
انہین ہے فرق دکھ جو سہتے ہین

رندی اور مستی، شراب اور سرشاری کا عنصر آپ کے کلام مین شاذ ہے۔ مگر جہان جہان لکھا ہے خوب لکھا ہے ؎

ترکِ مے کرتے ہی گھنگھور گھٹائین آئین
لیجئے پھر سر توبہ پہ بلائین آئین

پھر مرے زہد کے سامان پہ تباہی آئی
قصد توبہ کا کیا تھا کہ جماہی آئی

نظر اس چشم پہ ہے جام لئے بیٹھا ہون ہے نہ پینے کا یہ مطلب کہ پئے بیٹھا ہون

کونسا بد بین شریک بزم رندانہ ہوا شیشہ چھلکا بادہ ٹپکا چور پیمانہ ہوا

ساقیا! اللہ رے بے پروائیان کس طرح دیکھی گئین انگڑائیان

بے ثباتیِ عالم کی تصویر یون کھینچتے ہین ؎

پائی ہے باغ جہان مین ہم نے گل کی زندگی رنگ بنکر آئے تھے بو بنکے اڑ جائینگے ہم

شبنم کے آنسوؤن پہ کیا ہنس رہے ہین غنچے ان سے تو کوئی پوچھے کب تک ہنسا کرینگے

رواداری اور ایثار کی تلقین کس انداز سے کرتے ہین ؎

بزم ہستی مین جلانے سے ہے جلنا اچھا شمع بننے سے یہ بہتر ہے کہ پروانہ بنون

دل کی بے اختیاری کو کس پہلو سے ادا کیا ہے ؎

دو پھر کسی کو یون نہین ہوتی ہے اپنی چیز دل اس سے دیدیا کہ نہ تھا اختیار مین

معشوق کی شکل کسی وقت عاشق کی آنکھون سے جدا نہین ہوتی۔ پتلیون مین وہی جلوہ فرما رہتا ہے۔ اس دقیق نکتہ کو کچھ ایسے دلکش پیرایہ مین بیان کیا ہے کہ بیساختہ منھ سے تعریف نکل جاتی ہے۔ اس شعر کے اندر نہ جانے کتنے معنی و مطالب پوشیدہ ہین۔ دوسرے عالم مین معشوق سے اس نشان سے ڈھونڈھنے کی فہمائش ہوتی ہے ؎

آنکھین ہماری ہون گی اور پتلیان تمہاری محشر مین ڈھونڈھ لینا اپنے نشان سے ہم کو

کسی کا شعر ہے ؎

آئے نہ چین انکو بھی اے عشق تو سہی یہ کیا کہ اضطراب ادھر ہو اُدھر نہ ہو

کسی نے کہا ہے ع

دونون طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی؟

غرضیکہ شعراء نے اس مضمون کو کثرت استعمال سے اس درجہ پامال اور فرسودہ کردیا ہے کہ بظاہر کوئی گنجائش باقی نہین رہی۔ مگر جناب آرزو نے اس مضمون کو دوسرے طریقہ سے نظم فرمایا ہے۔ طرز استفہامیہ کی کتنی اچھی مثال پیش کی ہے ؎

آرزو ہم بھی پوچھ لیتے مزاج یہ ادھر کی تڑپ اُدھر نہ ہوئی

"وہ ہم بھی پوچھ لیتے" کا ٹکڑا اس شعر کی جان ہے۔

جناب آرزو کے کلام مین سوز و گداز کا عنصر فراوانی کے ساتھ موجود ہے۔ جو کچھ کہتے ہین جذبات سے متاثر ہوکر۔ یہی وجہ ہے کہ سننے والون کے لئے آپ کا کلام ایک مستقل سوز کی حیثیت رکھتا ہے۔ سوز و درد کی مثالین ذیل کے شعرون مین ملاحظہ فرمایئے ؎

کسی نے نہ ٹوکا ستانا برا ہے برے تم نہین ہو زمانہ برا ہے

بس اے جوش گریہ کہ جاتی ہین آنکھین یہ آنکھون مین لالی کا آنا برا ہے

نہ کہئے بُرا آپ تو آرزو کو — وہ ہے آپ ہی کا یہ مانا بُرا ہے

کیا غم کی خلش نے بڑھتے بڑھتے کام نشتر کا — جب آنسو آتے آتے رک گئے تو خون ناب آیا

گزرگاہِ محبت بن گئی اک مستقل بستی — لگا کر آگ آیا گھر مین جو خانہ خراب آیا

بھوے بنکر حال نہ پوچھو بہتے ہین اشک تو بہنے دو — جس سے بڑھے بےچینی دل کی ایسی تسلی رہنے دو

ضبط نے پھونکا اندر اندر آہ نہ لب تک آنے دی — شکوہ کیا شکر کی جا ہے جان گئی تو بات رہی

آرزو اگر دو ہی موسم عشق کی دنیا مین دیکھے — دل مین اڑا کی خاک ہمیشہ آنکھون مین برسات رہی

حضرت آرزو کا فلسفیانہ کلام عام اساتذہ سے علحدہ ہے۔ سہل ممتنع کی جھلک ہر جگہ نظر آتی ہے۔ تہذیب و اخلاق، حقائق اور عزت نفس، علوئے ہمت، ایثار غرضیکہ اس قسم کے مضامین جس سادگی اور بےتکلفی سے آپ کے بیان مین دوسرے شعراء کے یہان شاذ و نادر ہی ملین گے۔ لطف یہ ہے کہ ثقیل اور مشکل الفاظ کی ترکیب سے اس درجہ اجتناب کیا گیا ہے کہ انکی جھلک تک نظر نہین آتی ؎

وہ تھے پرسان حالِ سوزِ دل ہم نے زبان رکھدی — کہ جلتی شمع لے کر اپنے انکے درمیان رکھدی

پھٹے دامن مین شرح حال چشم خونفشان رکھدی — ورق تھا ایک جس پر لکھ کے ساری داستان رکھدی

قفس سے ٹھوکرین کھاتی نظر جس نخل تک پہنچی — اسی پر سے کے اک تنکا بنائے آشیان رکھدی

انتظار کی بےچینیان عاشق کے لئے ہمیشہ پریشان کن رہی ہین۔ اس مضمون کو مختلف انداز سے شعراء نے لکھا ہے اور خوب خوب لکھا ہے جناب آرزو نے بھی اس کیفیت کو نظم فرمایا ہے اور ہو بہو انتظار کی تصویر کھینچدی ہے ؎

اک منتظرِ وعدہ جا کر کہین کیا بیٹھے — گھبرایا جو دل گھر مین دروازہ پر آ بیٹھے

اسی غزل کا ایک شعر مشہور ہے ؎

اک اپنے فغان کش سے اللہ یہ بیدردی — سب کہتے رہے ہان ہان ناوک وہ لگا بیٹھے

مصرع ثانی مین "ہان ہان" کا ٹکڑا مستغنی عن التعریف ہے۔

علوئے ہمت کی ترغیب کس انداز سے کرتے ہین ؎

جو بچ گئے وہ ڈوبے جو ڈوبے وہ پار اترے — ساحل پہ یہان دھارا دھارے پہ کنارا ہے

بحرِ الفت ہے ادھر ساحل امید ادھر — آرزو پھاند پڑو نام خدا کا لے کر

دھارا ہے، کنارا ہے، کے قافیہ و ردیف مین ایک شعر قیامت کا لکھا ہے ؎

چونک اٹھی ہے اک دنیا چیخ اٹھا ہے اک عالم — گھبرا کے اکیلے مین جب تجھ کو پکارا ہے

اختلاف طبائع کا رنگ ذیل کے شعر مین ملاحظہ ہو ؎

زور سے بلبل کے پر صیاد نے جب کس دیئے — اپنا اپنا دل ہے شبنم روئی! غنچے ہنس دیئے

میر اور مومن کا رنگ جناب آرزو کے یہان کافی سے زیادہ موجود ہے۔ استدلال کی ضرورت نہین، چند شعر ملاحظہ ہون سہ

یون آگ لگاتے پھرتے ہو کیون جب گرم ہوا سے ڈرتے ہو دل پہلے جلا کر خاک کیا اب ٹھنڈی سانسین بھرتے ہو
تلوار اٹھائی پھر رکھدی ابرو پہ بل آیا لب پہ ہنسی بس دیکھ لی ٹھنڈی گرمی جلا دینے اور ڈرتے ہو؟

مریض غم کا اکھڑ چکا دم، ہچکیان آرہی ہین پیہم بجائے دیتے ہین ساز ماتم یہ تار ٹوٹے ہوئے نفس کے
ترس جو صیاد نے نہ کھایا خدا نے پھندے سے یون چھڑایا اک ایسا جھونکا ہوا کا آیا کہ بند در کھل گئے قفس کے

کلمہ پڑھتا ہے بت کا فدا کا آرزو ہوش مین آ! توبہ کر! بندے خدا کا نام لے

خالص اُردو کے چند نمونے ملاحظہ ہون۔ قدرت نے مخصوص آپ کو یہ قوت گویائی عطا فرمائی ہے سہ

پانی مین آگ دھیان سے تیرے بھڑک گئی آنسو مین کوندتی ہوئی بجلی جھلک گئی
کھلتا کبھی چھپا بھی ہے چاہت کے پھول کا لی گھر مین سانس اور گلی تک مہک گئی
ندی بھی آنسوؤن نے بہا دی تو کیا ہوا کھولن جو تھی لہو مین نہ وہ آج تک گئی
جس نے اڑا دی راتوں کی نیند اور دن کا چین جی سے نہ پھر بھی آرزو اس کی للک گئی

سہارا بندھتا جاتا ہے، لہو ارمان ہونے سے جوان پر مرٹا وہ بچ گیا ہلکان ہونے سے
نہ تھا جس مین کوئی اس آنکھ مین اب اک تم ہی تم ہو یہ گھر سنسان ہو کر بچ گیا سنسان ہونے سے
سنی کی ان سنی کر دی یہان کی الٹی سیدھی پر جناب آرزو بہرے ہوئے ہین کان ہونے سے،

ہو گئین کیا سان بری جیسے کہ رُت پلٹ چلی کون یہ مسکرا دیا ہنسنے لگی کلی کلی
دن کی بھی آس ہین یہان راتکی مگر چاندنی کتنی رُتین پلٹ گئین ڈال نہ یہ کبھی پھلی

مرنا کبھی ہے جی کے، جینا کبھی ہے مر کے پھاندا ہے چاہ مین جو ڈوبا اُبھر اُبھر کے
رونیکو رات دن کے آنسو کہان سے لائین دو ایک بوند گرا وہ بھی ٹھہر ٹھہر کے

سب کی متین پلٹ گئین سنگین بندھی ہوئی پڑی ہین جی ہی نہین اداس کرتا ہے بن بھی سائین سائین
کوس کڑے تھے چاہ کے؛ دھوپ مین تیور آگئے ہم یہی سوچتے رہے چھاؤن ملے تو بیٹھ جائین
مرنا تو دکھ اٹھا کے تھا، اب نہ مرون یہ بس کہان کاٹ رہا تھا مین گلا، کہتا تھا کوئی ہائین ہائین

لی آنکھ ماتھے سے ٹپکا پسینہ یہ چاہت کے ساون کی پہلی جھڑی ہے
جہان اپنے ہی بس کا ہو تنکا تنکا، کہین راج سے بڑھ کے وہ جھونپڑی ہے
اچانک تڑپ کیون بڑھی اب مین سمجھا اُلٹ کر میری آہ مجھ پر پڑی ہے،
بتا دیگی بھید آرزو نیند آکر کہ رات چھوٹی تھی اب کیون بڑی ہے

انداز بیان اور ندرت خیال بھی شاعری کی جان ہیں۔ اگر انداز بیان کے ساتھ زبان پر بھی شاعر قادر ہے تو اس کا کلام سحر کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں کچھ شعر لکھے جاتے ہیں جنمیں انداز بیان کے علاوہ ندرت خیال اور زبان کی لطافت بھی موجود ہے ؎

کیا نگاہوں پہ سحر کر آئے ۔۔۔ دل میں کس راہ سے اُتر آئے
وہ یہ کہتے ہوئے نظر آئے ۔۔۔ کیوں جی پھر تم ہمارے گھر آئے
ماسوگ کیا تری شرم رکھ لیں ۔۔۔ یہ چہرے پہ گیسو بکھر جانیوالے
دو تند ہواؤں پر بنیاد ہے طوفاں کی ۔۔۔ یا تم نہ حسین ہوتے یا میں نہ جوان ہوتا
آج وہ بام پر نہیں آتا ۔۔۔ نظر آ، نظر نہیں آتا
آپ کا انتظار کون کرے ۔۔۔ زیست کا اعتبار کون کرے
رات مرنے کی اور یہ غفلت ۔۔۔ ساری جوانی سوتے گذری
کچھ نہیں غم جو نظر پھیر لی بینائی نے ۔۔۔ رکھ لیا ہے تجھے آنکھوں میں تماشائی نے
ادا سے بل تیوریوں پہ لانا بجا بجا کہکے مسکرانا ۔۔۔ شکایت اس طرح سن رہے ہیں کہ جیسے انکو بھی کچھ گلا ہے

شان قناعت اور تسلیم و رضا کی تصویر اس طرح کھینچتے ہیں ؎

فقر میں شانِ کبریائی ہے ۔۔۔ کچھ نہیں ہے تو بادشاہی ہے

ایک غزل کے دو شعر اور ملاحظہ ہوں ؎

تا عہد جوانی تم نادان! بے وقت کمر کیوں کستا ہے ۔۔۔ ہستی سے عدم کے ڈانڈے تک اک رات بسے کا رستا ہے
رہرو جو عدم کا کوئی ملا یہ ٹوک کے اس سے پوچھیں گے ۔۔۔ سب جاتے ہیں آنکھیں بند کیے کیا جانا بوجھا رستا ہے

ابتک جتنے شعر میں نے انتخاب کئے ہیں، میرے سرسری مطالعہ کا نتیجہ ہیں۔ اس سے یہ اندازہ نہ لگانا چاہیئے کہ موصوف کے دیوان میں بس اتنے ہی شعر قابل انتخاب تھے۔ فقدان وقت کی وجہ سے موصوف کا دیوان زیادہ عمیق نظروں سے نہ دیکھ سکا۔
الغرض آرزو صاحب کے کلام میں سلاست بیان، جدت ادا، ندرت خیال، واقعہ نگاری، فلسفہ، تصوف، معاملہ بندی، پاکیزگی، ذوق کا رنگ کافی سے زیادہ موجود ہے، جہانتک مہارت شاعری کا تعلق ہے آپ کی ذات دنیائے سخن میں صفات امتیازی کی حیثیت رکھتی ہے، تبصرہ کرتے وقت یہ امر لازمی ہوتا ہے کہ شاعر کے محاسن کلام پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ہی ساتھ اس کی شاعری کے عیوب اور خامیوں کو بھی بے نقاب کیا جائے لیکن مجھے سارے کلام میں کہیں ڈھونڈے سے بھی خامیاں نظر نہیں آئیں۔ ممکن ہے موصوف کے کلام میں لغزشیں ہوں مگر مجھ ایسے بے ہنر کی نگاہوں میں وہ لغزشیں بھی صفات کا درجہ رکھتی ہیں، شاید یہ میرے دل کی سچی عقیدتمندی کا فریب ہو فقط

ارادتمند
"ثمر صدیقی رُدولوی"

دورِ حاضرہ کے بہترین فلم

انارکلی
امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا بہترین اور دلچسپ شاہکار
جس مین مشہور و معروف اداکاران مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ، زِلّو وغیرہ نے لاجواب کام کئے ہین۔
ڈائرکٹر ——— چودھری

شانِ ہند
امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا مایۂ ناز فلم
جس مین مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ، مس زِلّو اور کمار وغیرہ نے بہترین اداکاری کی ہے
ڈائرکٹر ——— چودھری

بمبئی کی بلّی
امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا تیار کردہ
جس مین سلوچنا، ڈی بلیموریہ اور غلام محمد وغیرہ نے بہترین اداکاری کے نمونے پیش کرکے فلم کی خوبیون کو دوبالا کر دیا ہے۔

بھکارن
کولھاپور سینی ٹون بمبئی کا ہنگامہ آرا فلم
جس مین رتن بائی نے تمثیل نگاری کے قابلِ دید زاویئے پیش کئے ہین۔
ڈائرکٹر ——— اٹاریتی

گھر جمائی
پریمیر فلم کمپنی بمبئی کا نہایت دلچسپ فلم
جس مین نظر فریب سین سینیری، دلکش گانے، حسین لڑکیون دلفریب رقص، اور نیچرل ایکٹنگ قابلِ دید ہین۔

شمشیرِ عرب
پرکاش پکچرز بمبئی کا لاثانی فلم
بہادری کے حیرت انگیز کارنامے، حسن و عشق کے رنگین واقعات اور دلکش مناظر اس فلم کی خصوصیات ہین

تقدیر
جیانت پکچرز بمبئی کا انقلاب انگیز شاہکار
جس مین مس حتاب، الکنندا، ماروتی راؤ وغیرہ نے اپنی تمثیل نگاری کے قابلِ داد اور قابلِ دید جوہر دکھائے ہین۔

جیون ناٹک
دیبکی بوس پروڈکشن کا پہلا شاہکار
جس مین درگا بائی کھوٹے ممتاز اداکار کی حیثیت سے شریک ہوکر بہترین اداکاری کا نمونہ پیش کیا ہے۔

(سول ایجنٹ :- بنگال، برما، بہار، آسام، اڑیسہ)

دوسانی فلم کارپوریشن ۷، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

برانچ :- بمبئی، رنگون، سنگاپور، ایجنٹ جری سیلش

فون نمبر :- ۵۰۲ بڑا بازار

تار کا پتہ :- [illegible]

ناقدینِ فلم کی دشواریاں

از:- محمد صادق ضیا۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ (فائینل)

ہندوستان کی ایک مشہور فلم اسٹار جو بقول خود متعدد ڈائرکٹرون کے ماتحت چالیس پچاس فلمون مین کام کر چکی ہے اپنے ایک مضمون مین ناقدین فلم پر یون برستی ہے:۔

"ایک فلم دیکھا۔ گھر آئے۔ قلم ہاتھ مین لیا اور غور کرنے لگے کہ مخالفت کرین یا معاونت، کبھی سوچا کہ کسی ایکٹرس کی خبر لینی چاہئے، کبھی دل مین خیال آیا۔ ہین۔ ایکٹر کا پارٹ اچھا نہ رہا۔ کبھی پلاٹ اور کبھی افسانہ کی خامیون پر نظر دوڑائی۔ لیکن فلم کے متعلقات پر حاوی نہ ہونیکی وجہ سے وہ کچھ نہ لکھ سکے جو لکھنا چاہتے تھے"۔

اس فلم اسٹار کا یہ پہلا خیال اور پہلی شکایت نہین ہے بلکہ وہ متعدد رسائل واخبارات مین بار بار یہی خیال ظاہر کرتی رہتی ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ناقدین فلم سے اس ناظورۂ فلم کو بہت تکلیف پہنچی ہے وہ بار بار یہ کہنا چاہتی ہے کہ پلاٹ اور ڈائرکشن کی خامیون کا الزام ایکٹر یا ایکٹرس کو دینا غلطی ہے۔

ممکن ہے کسی فلمی تنقید مین صرف ایکٹر اور ایکٹرسون پر خامہ فرسائی کی گئی ہو لیکن جہانتک میرا مطالعہ ہے مین جانتا ہون کہ اچھے فلم کی تنقید مین اس کے تمام متعلقات سے بحث کی جاتی ہے۔ صرف ایکٹر اور ایکٹرون پر تنقید کو محدود نہین کیا جاتا۔ وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہین جو کسی فلم پر صرف اس لئے تنقید کرتے ہین کہ کسی سے کوئی تقریب ملاقات پیدا ہو جائے یا ممدوحین کی مدح سرائی سے دو چار تر نوالے مل جائین۔ ورنہ مین جانتا ہون کہ اچھے ناقدین فی صدی ۹۵ کو ایکٹرون اور ایکٹرسون سے کوئی تعلق نہین ہوتا۔ صرف اتنی دلچسپی ہوتی ہے جتنی کہ ڈائرکٹر یا افسانہ نگار سے ناقد کی نگاہ فلم کی مرکزیت پر ہوتی ہے اجزا پر نہین ہوتی لیکن یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک ناقد ڈائرکشن، پلاٹ، مکالمہ، مصوری، موسیقی وغیرہ پر تنقید کرے اور ایکٹنگ کو نظر انداز کر دے جس چیز کو مندرجۂ بالا فلم اسٹار ایکٹرون اور ایکٹرسون پر تنقید سمجھتی ہے وہ دراصل ایکٹنگ پر تنقید پر ہوتی ہے۔ جس طرح کسی اداکار سے ادا نہین نکالی جاسکتی اور کسی رقاصہ سے اس کی گردشون کو جدا نہین کیا جاسکتا، بالکل اسی طرح فلم پر تنقید مین ایکٹنگ اور ایکٹر کو بھی علٰحدہ نہین کیا جاسکتا۔

یہ خاتون اعلیٰ ناقدین فلم کی دشواریان نہین سمجھتی۔ اسے صرف اپنی ہی مشکلات کا اندازہ ہے فلم انڈسٹری مین ناقدین فلم کی پوزیشن بہت اہم ہے۔ انہین بیک وقت ایک فلم کے تمام متعلقات (جنکا ذکر مین اوپر کر چکا ہون) مشاہدے کے بعد اپنے ذہن مین رکھنا پڑتے ہین۔ پھر وہ اپنے خیال مین انکا تجزیہ کرتے ہین اور جزواً جزواً انکے محاسن و معائب دکھاتے ہین۔ میرے خیال مین تو ایک ناقد فلم مجموعہ ہوتا ہے فسانہ نویس ڈائرکٹر، مصور، مغنی اور اداکار وغیرہ کا۔ ایک ناقد کی مشکلات فرداً فرداً وہ لوگ نہین سمجھ سکتے جنپر یہ تنقید کرتا ہے۔ پھر ان سب سے زیادہ اس کے لئے ضرورت ہے وسعت مطالعہ کی، ایک قوی دماغ

کی ایک کشادہ نظر کی اور ایک آزاد قلم کی۔ شکوہ سنج فلم اسٹار شاید یہ چاہتی ہے کہ ناقد فلم کے تمام متعلقات پر نظر غائر ڈالے لیکن اس کی ہستی کو فراموش کر دے، یہ کیونکر ممکن ہے؟ ایک باغ کا تجزیہ کرتے وقت پھولوں اور کلیوں کو کبھی نظرانداز نہین کیا جا سکتا

ناقد فلم کا دامن ایک طرف تو فلم سے وابستہ ہوتا ہے اور دوسری طرف تماشائیون سے۔ جو اپنی بینائی کے ساتھ پیسے بھی ادا کرتے ہین اسے اس عام اثر کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے، جسکا فلم کے ذریعہ عامۃ الناس پر طاری وساری ہونا ناگزیر ہے۔ ناقد تارک الدنیا ہو کر کسی فلم کا ملاحظہ نہین کرتا، دنیا اس سے ہر وقت وابستہ رہتی ہے اور اس کے تصور مین وہ فلم بھی محفوظ ہوتے ہین جو اس سے پہلے اسکرین پر پیش کئے جا چکے ہین۔

ان مراحل کو طے کرنیکے بعد ایک ناقد فلم پر تنقید کرتا ہے اب اس کی گرفت مین ڈائرکٹر آئے یا ایکٹر، مغنی یا ایکٹرس، اس کی اسے کچھ پرواہ نہین ہوتی، وہ جیسا دیکھتا ہے لکھتا ہے، جیسا سنتا ہے کہتا ہے، اور مجموعی طور پر اس کا منشا اس تنقید سے صرف یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح اس صنعت مین ترقی اور اصلاح ہو۔ وہ جانتا ہے کہ ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک مین کس قسم کے فلم دکھائے جاتے ہین اور انکا قوم پر اثر کیا مرتب ہوتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہندوستانی فلم انڈسٹری اندر سبھا بن کر نہ رہجائے بلکہ اس کا کوئی افادی پہلو بھی نمایان ہو۔

خاتون موصوف کو چاہئے کہ وہ بار بار ناقدین فلم کا شکوہ نہ کرے اور اپنی مشکلات کے ساتھ انکی مجبوریون کا بھی اندازہ کرتی رہیں میرے خیال مین وہ ناقدین فلم کسی طرح صحافت کی دنیا مین آنے کے قابل نہین جن کا مقصد تنقید صرف کسی کی تعریف یا مذمت کرنا ہوتا ہے ناقد کی نظر ہمہ گیر ہونی چاہئے، اور اسکی نکتہ گیری پر عاملین فلم کو ہمیشہ ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے۔

ناقد کی آواز پبلک کی آواز ہوتی ہے۔ وہ پبلک کا نمائندہ ہوتا ہے فلم کمپنیون پر یہ اس کا احسان ہے کہ وہ انہین اچھائی اور برائی سے آگاہ کرتا رہتا ہے۔ ورنہ یہ کام تو حقیقتاً انہین لوگون کا تھا جو فلمون مین عملاً حصہ لیتے ہین۔ مگر اب تو صرف انکا یہ کام رہ گیا ہے کہ وہ ناقدین فلم کی شکایت پر منھ بنائین، روٹھ جائین، خفا ہو جائین، چیخین چلائین اور بلطائف الحیل انکے قلم پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کرین۔

مس موصوفہ سے مجھے یہ شکایت ہے کہ اسنے تصویر کے صرف ایک رخ پر روشنی ڈالی ہے۔ اسے اداکارون کی تحسین و تعریف کا بھی احساس ہونا چاہئے تھا، کیا یہ مضمون نگار فلم اسٹار اپنے دل پر ہاتھ رکھکر بتا سکتی ہے کہ خود مین نے متعدد تنقیدون مین اس کی اداکاری اور نغمہ گری کی مناسب تعریف کتنی مرتبہ کی ہے، لیکن اظہار محاسن کے ساتھ اگر مجھے کوئی اختلاف ہوا ہے تو مین نے اسے بھی متانت کے ساتھ ظاہر کر دیا ہے اور میرے خیال مین یہی صحیح اصول تنقید ہے اگر وہ اختلاف کسی ایسی چیز سے وابستہ ہے جسکا تعلق ڈائرکٹر سے ہے تو اس کی شکایت ڈائرکٹر سے ہونی چاہئے۔ ایک ناقد کو اسکا مورد الزام بنانا کہانتک قرین انصاف ہے

سب سے پہلے مین نے لکھا تھا کہ مرتے وقت لیلیٰ کو گانا نہ چاہئے آج تمام ہندوستان میرا ہم نوا ہے لیکن میری اس رائے کی شکایت مجھی سے کیون کی جائے

مرے ہی سامنے دامن اٹھا کے ناز سے چلنا
مجھی سے الٹا شکوہ پھر مرے چاک گریبان کا

فرض کیجئے آج ہندوستان سے ناقدین فلم اپنی بساط اٹھا لیتے ہین ان کے قلمون کی سیاہی سوکھ جاتی ہے اور ان کے دماغ فلم کی طرف سے پھر جاتے ہین، تو کیا ایسی صورت مین ہندوستان کی فلم انڈسٹری اپنے صحیح نقطۂ عمل پر قائم رہ سکتی ہے؟

اس کا جواب دینے کے لئے فلم اسٹارون کو ابھی وقت چاہئے انکی پبلسٹی، انکا تعارف، انکی پذیرائی، ان کی ادبی نوازش اور انکی مقبولیت تمامتر ناقدین فلم پر منحصر ہے، تمثیلون مین بکثرت روپ بدلنے سے ان کا احساس ضمیر کمزور ہوگیا ہے، ورنہ یہ مخلوق ناقدین فلم سے مجتنب رہنے کی بجائے انہین اپنے کلیجے سے لگالیتی۔

"ضیا"

نگست فلم کمپنی بمبئی کا تازہ ترین اصلاحی اور نتیجہ خیز شاہکار

دِل کی پکار یا ہمارے مندھن

ڈائرکٹرس:- بائی جدّن بائی
افسانہ نگار:- جلو وھر چٹرجی

بنارس کا ایک سچّا واقعہ جسے مؤثّر اور عبرت انگیز طریقہ پر بحُسن و خُوبی پیش کیا گیا ہے

اداکاران خصُوصی

بائی جدن بائی، اے حسین، ارملا دیوی، بے بی رانی، صدیقی، محمد علی، محمد یُوسف، شہزادی وغیرہ

اداکاری، موسیقی، رقص، مناظر دلچسپ اور قابل دید ہین

ہر شہر مین نمائش کی جائیگی

(بکنگ کا پتہ)

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

جنوبی ہند ——— دوسانی فلم کارپریشن، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

BIMLA KUMARI.

Heroine of

East India Film Co's Masterpiece

Baghi-Sepahi

A Strong Story with Gorgeous Settings.

باغی سپاہی

پیش کش
ایسٹ انڈیا فلم کمپنی کلکتہ

ڈائرکٹر
اے۔ آر۔ کاردار

خلاصہ ہمارے قصہ کا آغاز اس زمانہ سے ہوتا ہے جبکہ سلطنت فردوس عیاشی، نااتفاقی، خودغرضی اور عاقبت نااندیشی کا شکار ہو کر صرف دارالسلطنت فردوس اور اس کے گرد و نواح تک محدود ہو چکی تھی۔ چاروں طرف روم، ایران، مصر اور اسیریا بھوکے شیر کی طرح منہ کھولے موقعہ کی تلاش میں پڑے تھے۔ کج فہم اور عیاش حکمران، شاہ ٹاور، زمانے کے انقلابات سے بے بہرہ شراب حسن کے نشہ میں سرشار حکومت کی باگ ڈور اپنے وزیر جنگ، اور پیشوائے دین خاقان کے سپرد کئے غفلت کی نیند سو رہا تھا۔

قوم اور دشمنوں کے پنجوں سے آزاد کرانے کے لئے خاقان سرمایہ داروں کی زائد از ضرورت جاگیریں چھین کر فوجی طاقت بڑھاتا ہے۔ ملکی مفاد کی خاطر عوام پر ٹیکس لگاتا ہے، جس سے سیاسی پیچیدگیوں سے بے بہرہ رعایا میں بے چینی پھیل جاتی ہے حاسد اراکین سلطنت خاقان کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو دیکھ کر جلتے ہیں، شاہ ٹاور اور خاقان کے خلاف باغی افسران کا ایک خفیہ جلسہ ہوتا ہے، بادشاہ کے سوتیلے بھائی پرویز کو سردار منتخب کر کے ایک منظم سازش کی بنیاد رکھی جاتی ہے، جس میں شاہ ٹاور کی سوتیلی ماں ملکہ عالیہ، فیروز ایک فوجی افسر، جلال ٹاور کا معتمد خاص لیکن درپردہ دشمن، اور شمہ ٹاور کی حسین بیوی بھی شریک ہیں۔ یہ لوگ خاقان کی حب الوطنی کو مطلب پرستی اور اس کی ہر خوبی کو عیب کا رنگ دیکر شاہ ٹاور کے کان بھرتے ہیں جس کے بعد ایک فرضی استعفیٰ خاقان کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن عین اس وقت جبکہ ٹاور اس پر دستخط کرنے کو ہے خاقان بلائے ناگہانی کی طرح ان کے سر پر آ دھمکتا ہے۔ بادشاہ اور وزیر میں گرما گرمی۔

خاقان کو سازش کا علم ہو جاتا ہے۔ اور وہ تمام باغیوں کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کرتا ہے جس میں، فیروز، جلال اور شاہ ٹاور کا سوتیلا بھائی پرویز بھی شامل ہیں۔

بغاوت کے اندیشے اور ملک کو خونریزی سے محفوظ رکھنے کے لئے خاقان ایک بدو حکمراں سلطان الصحرا سے دوستانہ تعلقات پیدا کرتا ہے، ایک معاہدہ ہوتا ہے جس کی رو سے تیس ہزار سپاہیوں کی فوج خاقان کے زیر حکم ہو جاتی ہے، خاقان کی اکلوتی لڑکی اپنے باپ کے جانی دشمن فیروز پر فریفتہ ہو جاتی ہے، عاشق و معشوق میں عہد و پیماں۔ ادھر فیروز کی گرفتاری کا حکم جاری ہوتا ہے، ادھر نادان لڑکی اپنے عشق کی داستان باپ کو سناتی ہے۔ خاقان بیٹی کی اس حرکت سے پریشان ہو جاتا ہے۔

اپنے حکمراں کی شوکت کو دوبالا کرنے کے لئے خاقان اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی سے بنایا ہوا محل شاہ ٹاور کی نذر کر چکا ہے جس کو

ٹاور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دیکھنے آتا ہے اور وہیں وہ فریدہ کو بھی دیکھ پاتا ہے، شوخ اور حسین فریدہ بادشاہ کے دل میں گھر کر لیتی ہے، ٹاور خاقان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فریدہ کی شادی اس کے ایک مصاحب سے کر دے، خاقان ٹاور کے حکم کو رد کر دیتا ہے جس سے دونوں میں تکرار ہو جاتی ہے، بادشاہ طیش کی حالت میں وہاں سے چلا جاتا ہے۔

ٹاور کی حسین بیوی شمسہ اور پرویز میں عشق و محبت، خود غرض پرویز شمسہ سے شادی کا وعدہ کر کے اسے ٹاور کے قتل پر آمادہ کرتا ہے، عشق میں اندھی شمسہ شوہر کا خون کرنے پر تیار ہو جاتی ہے۔

باغی افسران کی گرفتاری، فیروز خاقان کے سامنے لایا جاتا ہے جو اسے بغاوت کے جرم میں موت کی سزا دیتا ہے، اسی اثنا میں شاہی فرمان آتا ہے کہ فریدہ کو ہماری ملکہ بننے کیلئے حرم سرا میں بھیجدو، خاقان گھبراتا ہے، اپنی لڑکی کو ٹاور کی ناپاک خواہشات سے بچانے کیلئے لڑکی کی مرضی کے مطابق اس کی شادی فیروز سے کر دیتا ہے، فیروز اور فریدہ کی شادی کی خبر سنکر ٹاور آگ بگولہ ہو جاتا ہے اور فیروز کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈالدیتا ہے، اسے خاقان سے نفرت ہو جاتی ہے، جلال اور اس کے ساتھیوں کو موقعہ ملتا ہے وہ ٹاور اور رعایا کو اور بھی بھڑکاتے ہیں، ضدی ٹاور انکی باتوں میں آکر خاقان کی جائداد ضبط کر لیتا ہے اور اسے وزیر جنگ کے منصب سے برطرف کر کے جلاوطنی کا حکم دیتا ہے، خاقان کو ٹاور کی احسان فراموشی کا صدمہ ہوتا ہے لیکن قوم کو فساد اور کشت و خون سے بچانے کیلئے خاموشی سے احکام شاہی کی تعمیل کرتا ہے اور رات کی تاریکی میں روپوش ہو کر ایک ویران قلعہ میں پناہ لیتا ہے۔ باغی افسران اپنی پہلی فتح کی خوشیاں مناتے ہیں اور خاقان سے چھٹکارا پاکر ٹاور کی بربادی کے درپے ہوتے ہیں، چنانچہ جلال، پرویز اور دیگر افسران کی رائے سے طے پاتا ہے کہ ملکہ عالیہ اور شمسہ ایک عہدنامہ لیکر سلطان صحرا کے پاس جائیں اور اسے لالچ دیکر پرویز کیلئے مدد حاصل کریں، باغیوں کو ابھی تک یہ کھٹکا ہے کہ خاقان دوبارہ طاقت پاکر اپنی توہین کا بدلہ نہ لے۔ اس کا خاتمہ کرنے کیلئے وہ فیروز کو منتخب کرتے ہیں، جلال قید خانے میں فیروز کو یہ کہکر بہکاتا ہے کہ خاقان نے اس کی بیوی فریدہ کو شاہ کی ملکہ بنا دیا ہے، فیروز یہ خبر سنکر پیچ و تاب کھاتا ہے، جلال یہ دیکھ کر کہ تیر نشانے پر لگا ہے اسے خاقان سے انتقام لینے کی شرط پر قید خانے سے اپنی ضمانت پر رہا کراتا ہے، فیروز، جلال اور چند چیدہ سپاہیوں کو لیکر ویران قلعہ کا رخ کرتا ہے ادھر ملکہ عالیہ اور شمسہ عہدنامہ لیکر سلطان صحرا کیطرف روانہ ہو چکی ہیں۔ فیروز قلعہ کے محافظوں کی نظر بچاکر خاقان کو جا گھیرتا ہے، مگر فریدہ کو وہاں موجود پاکر سمجھ جاتا ہے کہ جلال نے اسے دھوکہ دیا ہے۔

جلال انتظار کے بعد قلعہ کے محافظوں پر حملہ کر دیتا ہے اور انہیں شکست دیکر فیروز اور خاقان کو ویران کمروں میں تلاش کرتا پھرتا ہے کہ فیروز پریشان حالت میں ایک پردے کے پیچھے سے نکل کر انہیں خاقان کی لاش دکھاتا ہے، جلال دشمن کے مردہ جسم کو حقارت سے ٹھکراتا ہے اور جوش مسرت میں فیروز کو رازداں سمجھ کر ملکۂ عالیہ کی سلطان صحرا کی طرف روانگی اور اس کے مقصد سے آگاہ کر دیتا ہے، جلال واپس آکر تمام سازشیوں اور بادشاہ کو خاقان کی موت کی خوشخبری سناتا ہے۔

جلال کے جانے کے بعد فیروز خاقان کو جو صرف دھوکہ دینے کے لئے مردہ بنا ہوا تھا، اس نئی سازش سے آگاہ کرتا ہے، دونوں تہیہ کرتے ہیں کہ قومی وقار کے قیام، ملکی آزادی، ذاتی عزت و ناموس کی برقراری اور غداروں کا سر کچلنے کے لئے اس عہدنامہ کو حاصل کیا جائے، ......عہدنامہ!

فریب کاری، غداری اور وطن فروشی کی سند کو دشمنوں کے پنجے سے چھیننے کے لئے دونوں کی دوڑ دھوپ   ملکہ کا تعاقب

وطن پرست خاقان وقت پر پہنچ کر کیا کچھ کرتا ہے۔   غداروں کا انجام   نیکی و بدی کی جنگ   پردۂ سیمیں پر ملاحظہ فرمائیے

نایاب فلمی تحفے

اسٹیج فلم کمپنی بمبئی کا بہترین فلم

ہندوستانی اسٹیج کی گذشتہ شان و عظمت کو پردۂ فلم کے ذریعہ دوبارہ زندہ کیا گیا ہے

شکسپیر کا زندۂ جاوید ڈرامہ

ہملٹ

کو فن کارانہ کمال، رنگین مناظر کے ساتھ ہندوستانی زبان مین نقل کر کے

جس کا اردو نام

خون کا خون

اداکارون مین

مشہور و ممتاز تربیت یافتہ ڈرامائی تمثیل نگار سہراب مودی، سرکردہ اداکار شمشاد بائی عرف چھمیان دہلی اور ان کی لڑکی نسیم کی دل کش آپ کو محو حیرت بنا دے گی۔ یہ وہ شاہکار ہے جو موثر وجد آفرین اور ولولہ انگیز مکالمون مین سے بھرا ہوا ہے اور اسکی اسٹیج سین اور ڈرامائی مناظر صحیح معنون مین اصلی اور حقیقی ہین فلمسازی کی تاریخ مین یہ انتہائی حیرت انگیز اور تعجب خیز کارنامہ ہے جسکی تیاری کا سہرا اسٹیج فلم کمپنی کے سر ہے۔

بھوناتی پروڈکشن کا سنسنی خیز اور دلچسپ فلم

شادی کی رات

اور

جنگ بہادر

لاجواب اسٹنٹ پکچر

جس مین پربھا، نرگس، نیام پلی، فیٹی پرشاد، پراشر، شورانی وغیرہ نے قابلدید اور نمایان کام کئے ہین ڈائرکٹر موہن بھوناتی

یہ دونون فلم شمالی ہند کے شائقین فلم کی پسند کو پیش نظر رکھتے ہوئے تیار کئے گئے ہین۔ ماردھاڑ کے غیر معمولی اسٹنٹ اب تک پردۂ سیمین پر اس شان سے نہین دکھائے گئے ہین۔

دلاور

جس مین نوین بجلینک اور سوشیل کی حیرت انگیز اداکاریان، بہترین سینریان، رقص و سرود وغیرہ قابلدید ہین۔

(شمالی ہند مین بکنگ کا پتہ)

انڈیا فلم بیورو پوسٹ بکس نمبر ۵۰ لاہور
انڈیا فلم بیورو ــــــ پشاور

تار کا پتہ
قاضی فلم

انڈیا فلم بیورو ــــــ پوسٹ بکس نمبر ۱۴۰ دہلی
انڈیا فلم بیورو ــــــ بندر روڈ ــــــ کراچی

لطائف

باپ (اسکول کی رپورٹ پڑھتے ہوئے) "بیٹا یہ بات تو بہت قابل افسوس ہے کہ تم بائیس لڑکون کی جماعت مین آخری لڑکے ہو"

بیٹا۔ مگر ابا جان! میری حالت گذشتہ سال سے تو بہت بہتر ہے اس وقت مین چالیس لڑکون کی جماعت مین آخری لڑکا تھا"

رات کو سوتے مین ایک شخص محبوبہ کا نام لیتا رہا، صبح کو بیوی نے پوچھا:- یہ زرینہ کون ہے جس کا نام تم نے رات کو کئی بار لیا تھا؟

شوہر نے کہا:- ہان یہ اس گھوڑی کا نام ہے جسپر مین نے شرط لگائی ہے اگر بازی جیت گیا تو تمھارے لئے بہت سے زیورات خریدون گا۔

شام کو جب وہ گھر پہنچا تو بیوی نے کہا:- تمھاری گھوڑی نے تمھین ٹیلیفون کیا تھا"

نوجوان گھٹنون کے بل جھکا ہوا تھا۔ اس نے اپنی محبوبہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر کہا:- مجھے تم سے محبت ہے، کیو تم میری ہو جاؤگی۔ اگرچہ سعید کی طرح مالدار نہین ہون۔ میرے پاس عمدہ موٹر یا بنگلہ نہین ہے مگر مین تم سے محبت کرتا ہون اور تمھارے بغیر زندہ نہین رہ سکتا

دو نرم نرم بازو اس کی گردن کے گرد حمائل ہو گئے اور دو یاقوتی ہونٹون نے اس کے کان مین کہا:- "پیارے مین بھی تم سے محبت کرتی ہون، مگر مجھے یہ تو بتاؤ یہ سعید صاحب کون ہین۔ اور کہان رہتے ہین؟

ڈاکٹر:- محترم خاتون مہربانی فرما کر اپنے وکیل کو بھی بلا لیجئے اگر آپکو وصیت نامہ وغیرہ تیار کرانا ہو

عورت:- تو کیا میری حالت اتنی نازک ہے؟

ڈاکٹر:- بالکل نہین۔ مگر مین چاہتا ہون کہ جس طرح اتنی رات گئے بلا کر آپ نے میرے آرام مین خلل ڈالا ہے اسی طرح کسی اور کے آرام مین بھی تو خلل پڑے۔

ایک ماں نے اپنے بیٹے کو ایک دردناک کہانی سنائی کہ "ایک یتیم لڑکا تھا جس کے پاس نہ پیسا تھا نہ کھلونے تھے" کہانی ختم کر کے اس نے اپنے بچے سے پوچھا کیا تم اپنی گڑیا اس لڑکے کو نہین دوگے بچے نے جواب دیا:- نہین۔ اچھی امان! اس کے لئے ایک ابا ڈھونڈھ دیجئے نا؟

"ابا جان! آج مین نے ایک بہت ہی اچھا کام کیا ہے

کیا کام ہے بیٹا؟

بہت ہی اچھا کام کیا ہے۔ ہمارے پڑوسی شیخ صاحب اسٹیشن جا رہے تھے اور انہین یہ خوف تھا کہ کہین ساڑھے سات کی ٹرین سے رہ نہ جائین۔ مین نے اپنے کتے کو اون کے پیچھے لپکا دیا۔ وہ بھاگے اور بہت جلد اسٹیشن پہنچ گئے۔

مین آپ کی انگوٹھی پر کیا نقش کردون؟

"اسلم کی طرف سے ریحانہ کے نام"

"اگر آپ میری بات مانین تو صرف یہ کھدوا دیئے کہ "اسلم کی طرف سے" ممکن ہے کل کو یہ کسی اور کو پیش کرنی پڑے"

نیو تھیٹرز کا مذاحیہ شاہکار

کروڑپتی

انتہائی دلچسپ فلم ہے، نیو تھیٹرز کے تمام چھوٹے بڑے اداکاروں نے کروڑپتی مین کام کیا ہے، دلچسپ مکالمے اور دلکش نغمے فطری اداکاری حسین لڑکیون کے دلفریب ناچ و گانے شائستہ اور سنجیدہ پیرائے مین ہنسنے ہنسانے والی باتین، غرضکہ آپ کی تمام تفریحات اس فلم مین یکجا کر دی گئی ہین۔

ڈائرکٹر — ہیم چندر
میوزک — رائے چاند بورال
مکالمہ — کدار نی اے

اداکاران خصوصی

نواب — سیگل — پہاڑی — ملینا — راجکماری

ان کے علاوہ

نیمو، جگدیش، کدار، امر ملک، درگا داس، ترلوک، بوکا، شور، بابو لال، کپور، راج لکھی، وید، ایاس، رام کماری، سردار اختر دیبی، دیو بالا وغیرہ نے قابلدید کام کیا ہے،

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند: دہلی ٹاکیز. بورالوچاندنی چوک دہلی
جنوبی ہند: کلکتہ فلم ایکسچنج ۵۰ آرمینین اسٹریٹ مدراس
مشرقی ہند: دوسانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ
مغربی ہند: کلکتہ فلم ایکسچنج تری بھون روڈ بمبئی ۴

اسٹوری بک گئی

از جناب مُفتی گوہر صاحب شاد دانی مُقیم کلکتہ

زرد رُو نوجوان نے جسے دعویٰ تھا کہ اس کا شعلہ ریز، ہنگامہ پرواز، انقلاب آفرین قلم ہندوستان کی فلمسازی کو معراج کمال پر پہنچا سکتا ہے اور جس کا اندازِ تحریر اس کے سخن فہم دوستون کے خیال مین تخیلات و تشبیہات کے لحاظ سے "وِسلیپ" زور بیان مین شکسپیر اور آزادی و بیباکی مین "برنارڈ شا" سے مشابہ تھا۔ لانبے چوڑے سیاہ بورڈ پر نگاہ ڈالی اور سرخ و سنہری حروف کو دوبارہ غور سے پڑھا۔

دی گریٹ انڈین نیشنل پکچرز کارپوریشن آف انڈیا

اس کے زرد ہونٹوں پر جو چار میل کی پیدل مسافت طے کرنیکی وجہ سے خشک اور گرد آلود ہو رہے تھے۔ ہلکی سکراہٹ نمودار ہوئی درحقیقت وہ متعجب تھا کہ ایسی فلم کمپنی کا نام جو ہندوستانی سرمایہ دار اور مزدورون کی محتاج تھی جس کی شہرت، ترقی، دولت کا دار و مدار ہندی فلمون ہندوستانی اداکارون افسانہ نویسون اور ڈائرکٹرون پر تھا اور جو محض "اردو ہندی" دان طبقہ کے لئے فلم تیار کرتی تھی آخر انگریزی الفاظ مین کیون تھا۔

کیا اتنا لمبا چوڑا انگریزی نام اس کمپنی کو کوئی خاص اہمیت بخشتا ہے، اور کیا یہ خاص اہمیت ہندوستانی لوگون کے نظرون مین ہے یا حکومت کی؟ وہ اس کا فیصلہ کئے بغیر آگے بڑھا اور کوشش کی کہ اس لمبے چوڑے نام والی فلم کمپنی کے "موٹے تازے" دربان کی توجہ اپنی طرف ملتفت کر سکے۔

ہندوستان کی اردو لغت مین خواہ وہ جدید ترین ہی کیون نہ ہو "دربان" کا لفظ آپ کو ملیگا اور اس کے معنی غالباً ہونگے "دروازے کا محافظ" لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ "فلم کمپنی کا دربان" معمولی لفظ دربان کے تحت مین نہین آتا۔

اس مخصوص دربان کی "شان" بے نیازی و نیازمندی سے بہرہ ور ہونیکا اتفاق جس بدنصیب کو ہو چکا ہے اسی عموماً دیکھا گیا ہے کہ بعد مین ہمارے شعرائے کرام کی سو فیصدی سنگدل معشوقون کے ایک سو پچاس فیصدی دربانون کی بے پرواہی کے افسانے سنکر ایک یتیمانہ ہنسی ہنستا ہے اور بیساختہ خواہش کرتا ہے کہ کاش ان شعرائے کرام کو فلم کمپنی کے دربانون سے دوچار ہونیکا فخر حاصل ہوتا۔

"یتیمانہ ہنسی" کا اسم تعریف ممکن ہے اردو علم ادب کے مقررہ قواعد کی رو سے غلط اور غیر فصیح ہو۔ اور ان لیا کہ یہ غیر معروف ضرور ہے لیکن مین بتا دینا چاہتا ہون کہ یہ مہمل ہرگز نہین۔

ہندوستان مین جب آیندہ اردو ہندی کی جدید الجدید لغت ترتیب دیجائے گی۔ اور جہان دربان کے ساتھ فلم کمپنی کا دربان بھی شامل کیا جائیگا وہان مجھے یقین کامل ہے کہ ہنسی کے ساتھ یتیمانہ ہنسی کا اسم تعریف بھی ضرور شامل ہوگا اور اسکی تعریف یون ہوگی۔

"یتیمانہ ہنسی" اس ہنسی کو کہتے ہین جو ایک سانپ کا کاٹا ہوا انسان ایک بچھو کے کاٹے ہوئے انسان کی چیخ و پکار سنکر بیساختہ ہنس دیتا

ہے یا وہ ہستی جو ایک بہترین تنخواہ دار افسانہ نویس "منشی" کے سوکھے ہوئے ہونٹوں پر کمپنی کے جاہل، "ان پڑھ مالک کی تنقید سنکر ظاہر ہوتی ہے یا وہ مخصوص ہنسی جو ایک قابل اور تعلیمیافتہ ڈائرکٹر اس مالک کی کسی منظور نظر ایکٹریس کی جھڑکی و گھرکی سنکر یہ ظاہر کرنے کے لیے ہنستا ہے کہ یہ گالیاں درحقیقت پھولوں کی ڈالیاں ہیں اس کے علاوہ یتیمانہ ہنسی اس ہنسی کو بھی کہتے ہیں جو ایک قابل افسانہ نویس کے ہونٹوں پر جو ہر فلم کمپنی میں اپنے افسانے کی فروخت کرنے کے لیے کوشش کر چکا ہو اور باوجود ہر قسم کی جائز و ناجائز خوشامد اور چاپلوسی کے کامیاب نہ ہوا ہو۔ اپنے کسی معتقد دوست کے منھ سے یہ سنکر کہ "آپ اپنا یہ لاجواب افسانہ کسی فلم کمپنی کو کیوں نہیں دیتے" نمودار ہوتی ہے۔ غالباً اب آپ پر یتیمانہ ہنسی کا مطلب بخوبی واضح ہو گیا ہوگا۔ زرد رو نوجوان اپنی ڈھلی ہوئی سفید پتلون کے پائنچوں کو سیاہ ادھیڑ عمر کے جوتے پر گرد صاف کرنے کی غرض سے پھیرتا ہوا آگے بڑھا اور ایسی آواز میں جو حلق سے باہر نکلنے میں اسی قسم کے پس وپیش سے کام لے رہی تھی جس قسم کا پس وپیش عموماً چوہے دان سے باہر نکلتے وقت گرفتار اجل چوہا لکڑی کی صورت دیکھ کر ظاہر کرتا ہے دربان سے کہنے لگا مسٹر شوم اندر تشریف رکھتے ہیں ؟

ہوں۔ کیا بولا۔ دربان نے انگڑائی اور جمائی لیتے ہوئے کہا

میں مسٹر شوم سے ....

نوجوان ابھی فقرہ ختم کرنے نہیں پایا تھا کہ موٹر ہارن کی آواز فضا میں گونجی دربان کے پورے جسم میں گویا بجلی دوڑ گئی۔ وہ تڑپ کر اٹھا۔ اور نوجوان کو جس پر یہ ثابت ہو چکا تھا کہ صور کی آواز کا اثر قیامت ہی پر موقوف نہیں۔ علٰحدہ ڈھکیل کر پھاٹک کھولنے میں مصروف ہو گیا

نوجوان نے گھوم کر اس مردوں کے زندہ کر دینے والے موٹر سوار فرشتے پر نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ موٹر میں صرف...... ایک حسین دلکش پرشباب و بیحجاب عورت بیٹھی ہے اور بس

پھاٹک کھلا۔ موٹر اندر داخل ہوا، پھاٹک پھر بند ہو گیا

کیا بولا تم دربان نے پھر اسٹول پر بیٹھتے ہوئے اور مونچھوں کو بل دیتے ہوئے کہا۔

"میں مسٹر شوم سے ملنا چاہتا ہوں"

مسٹر شوم بڑا صاحب؟

ہاں

بڑا صاحب اس وقت نہیں ملنے سکتا (ملسکتا) دربان نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا۔

مجھے ان سے بڑا ضروری کام ہے" نوجوان نے ملتجی آواز میں کہا۔

ہم بولدیا، وہ اس وقت نہیں ملنے سکتا۔ شام کو آؤ۔ ابکی دربان نے بگڑ کر کہا۔

بیچارہ نوجوان جو چار میل کی مسافت پیدل طے کر کے آیا تھا اور اس سے قبل چار پیسے ٹرام کے بھی دیچکا تھا ہمت ہارنے کی جرارت فضول نہیں کر سکتا تھا۔ گو اسکا دل اور آواز اسکا ساتھ دینے سے صاف انکار کر رہے تھے۔ اس لئے اُس نے انتہائی ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے پھر کہا۔

آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ........

وہ بمشکل تمام کہسکا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے آنسو آنکھوں میں ظاہر ہونیکی بجائے تحلیل ہو کر آواز میں شامل ہو گئے تھے کیونکہ دربان نے اسکو بغور دیکھا اور اسے اسکی حالت پر ترس آگیا گو اس قسم کا جذبہ فلم کمپنی کے دربانوں کی نظروں میں قطعی شرمناک اور غیر اصولی تصور کیا جاتا ہے

اچھا................ اس نے چیختے ہوئے کہا تم اپنا کارڈ ہمکو دو ہم اندر بھیجدیگا

کارڈ، نوجوان نے سہمی ہوئی آواز میں کہا، کارڈ تو میرے پاس نہیں ہے، گت، دربان نے کہا کارڈ تک نہیں ہے اور بڑا صاحب سے ملنے

ایا ہے تملوگ برٹیک آدمی ہے

وت۔ اور برٹیک کے معنی وہی حضرات جان سکتے ہین جو صوبہ بہا کے شہرون اور کلکتہ کی گلیون مین مقیم رہ چکے ہین۔ نوجوان "برٹیک" کے معنی بخوبی جانتا تھا مگر چونکہ وہ لفظ کسی قدر آہستہ سے استعمال کیا گیا تھا اِس لئے نوجوان نے سن لینے کے باوجود یہی فیصلہ کیا کہ یہ لفظ قطعی طور پر استعمال نہین کیا گیا،

اگر۔ اگر آپ اجازت دین تو مین اپنا نام کاغذ کے پرزے پر لکھدون اس نے ڈرتے ڈرتے کہا،

اچھی بات" دربان نے بیزار لہجہ مین جواب دیا، لکھو

نوجوان نے کانپتے ہوئے ہاتھون سے کاغذ نکالا اور کانپتے ہوئے جاپانی قلم سے کانپتی ہوئی تحریر مین اپنا نام لکھ کر کانپتے کانپتے دربان کے ہاتھ مین دیدیا۔

لے رگھبیروا، ہو۔ دربان نے چلا کر کسی کو پکارا، کاہے رے پھاٹک کے اندر سے آواز آئی۔

ہان دربان پھر چلایا اور "رگھبیروا" نے جو کمر مین اپنے لباس کے اوپر کمپنی کے نام والی پیٹی باندھے تھا، پھاٹک کے اندر سے گردن باہر نکالی۔

بڑے صاحب کو دے آؤ

بڑا صاحب کمرے مین نہین ہے "رگھبیروا نے فوراً جواب دیا جیسے وہ جواب دینے کا پہلے ہی سے فیصلہ کر چکا تھا۔

کہان ہین۔ دربان نمبر ایک نے پوچھا

سٹ پر کام کر رہے ہین۔ دربان نمبر ٢ نے جواب دیا اور پھر نوجوان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

صاحب آج نہین مل سکتے۔ کل آؤگے دس بجے یہ سنتے ہی دربان نمبر ایک بھی جو نوجوان کی متیمانہ ہیئتی بھنس رہا تھا اکڑا اور کہنے لگا۔

ہم تو پہلے ہی بولدیا رہا۔

نوجوان کچھ کہنا چاہتا تھا کہ موٹر ہارن کی آواز آئی۔

دربان نمبر ایک نے بھاگ کر پھاٹک کھولا اور موٹر سوار فرشتہ آنکھون مین چکا چوند مچاتا ہوا نمودار ہوا مگر اس کے پہلو مین ایک دیو صورت انسان بھی موجود تھا۔ جسکو دیکھتے ہی دربان نمبر ایک اور نمبر ٢ تن کر کھڑے ہوگئے۔ اور جب تک موٹر نظرون سے اوجھل نہ ہوگیا اسی حالت مین بدستور کھڑے رہے۔ بعد مین نوجوان کو بھی معلوم ہوگیا کہ اسی پرشکوہ ہستی کا نام مسٹر شوم ہے۔ جو دی گریٹ انڈین نیشنل فلم پکچرز کارپوریشن کے مالک اور ڈائرکٹر ہین اور اس وقت کمپنی کی مشہور عالم آرٹسٹ نگینہ کے ہمراہ جو ہر چھ مہینہ مین ایک مرتبہ شرعی اور ایک سال مین غالباً پچاس مرتبہ غیر شرعی نکاح کرنے پر بھی ابھی تک مس کہلاتی ہین۔ کہین تشریف لئے جا رہے ہین۔

کہین، کی حقیقت خواہ کچھ ہو۔ لیکن یہ امر ناقابل تردید و تنقید تھا کہ مسٹر شوم سے اس روز ہرگز ملقات نہین ہو سکتی تھی۔

دوسرے روز تو نہین البتہ چوتھے روز ٹھیک ١٠ بجے مسٹر شوم نے زرد رو نوجوان کا نام کاغذ کے پرزے پر لکھا پڑھا اور خالی نام پڑھکر یہ فیصلہ نہ کر سکنے کی مجبوری سے کہ اس شخص کو ان سے کیا کام ہو سکتا ہے، دربان نمبر ٣ سے کہا آنے بولو

فلم کمپنیون کے بڑے صاحب بھی عموماً اسی قسم کی اردو زبان اور الفاظ مین گفتگو کرتے ہین جو انکے دربانون کے لئے مخصوص ہے دربان نمبر ٣ وہ خاص دربان ہوتا ہے جو ہر وقت بڑے صاحب کے کمرے کے دروازے پر اس کے موٹر کی پچھلی سیٹ پر جب بڑا صاحب خود موٹر چلا رہا ہو۔ اور اگلی سیٹ پر جب ڈرائیور موٹر چلا رہا ہو۔ نظر آتا ہے دربان نمبر ٣ عموماً بڑے صاحب کا...... اردلی بھی ہوتا ہے، اور

ہے بھی چپراسی بھی ہوتا ہے۔ اور پرائیویٹ سکریٹری بھی اور ہر حالت مین نمبر ا پھاٹک والے دربان اور نمبر ۲ جنرل چپراسی سے سینیر سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بڑا صاحب بعض اوقات کسی عزیز سے عزیز دوست کی سفارش کی پرواہ نہین کرتا، مگر اپنے نمبر ۳ کے ہاتھ جوڑنے اور خوشامد کرنے پر وہ کام فوراً کر دیتا ہے۔

بڑے صاحب کا ارشاد ہوتے ہی نمبر ۳ نے نمبر ۲ سے اور نمبر ا نے نمبر ایک سے کہا کہ آنے دو، جسکو سنتے ہی زرد رو نوجوان نے جس کی پتلون چار روز کی متواتر آمد و رفت سے افسوسناک حد تک میلی ہو گئی تھی پانچون کو پھر جوتے پر رگڑا، ٹائی کو جو باوجود ہر دوسرے منٹ کی کوشش کے اپنی درست حالت پر نہ رہنے کی قسم کھا چکی تھی درست کیا اور دربان نمبر ۲ کے ہمراہ ہو لیا نمبر ۳ نے اسی افسردہ نگاہون ۔ جنمین رحم بھی تھا" اور ترس بھی" دیکھا اور کمرے کیطرف اشارہ کیا کیونکہ نوجوان کی ظاہری حالت اس قابل نہ تھی کہ وہ خود کمرے کا دروازہ کھول دیتا۔

یس مسٹر بڑے صاحب نے جلدی سے کاغذ کے پرزے پر دوبارہ نگاہ ڈالی کیونکہ وہ نوجوان کا نام بھول چکے تھے۔

مسٹر سروری! مین آپ کے لیے کیا کر سکتا ہون، انہون نے انگریزی مین کہا۔

جناب...... مسٹر سروری اپنی آواز سے بھرو ست و گریبان ہونے لگے

جناب....... مین نے ایک اسٹوری لکھی ہے، اور مین چاہتا ہون کہ آپ.........

"اوہ" اسٹوری، بڑے صاحب نے انتہائی افسردہ اور مایوس کن لہجہ مین انکی بات کاٹتے ہوئے کہا، معاف کیجئے گا، ہمین فی الحال اسٹوری کی ضرورت نہین، ہمارے ڈائرکٹرز کے پاس بہت کافی اسٹوریان موجود ہین۔

مسٹر سروری کا دل بیٹھ گیا۔

جناب! اگر آپ مجھے ایک مرتبہ اسے سنانیکی اجازت دین

بڑے صاحب نے تعجب و حیرت سے لبریز آواز مین کہا، کیا تم سمجھتے ہو کہ میرے پاس اتنا فالتو وقت ہے کہ تمھاری اسٹوری سن سکون ؟

بڑے صاحب نے یہ کہا اور دوسرے کمرے کا رخ کیا، مسٹر سروری جانتے تھے کہ اس کا مطلب کیا ہے گو وہ کوشش کر رہے تھے کہ نہ سمجھین کہ اسکا مطلب کیا ہے۔

جناب......... انہون نے پھر کہا، مگر اس اثنا مین "بڑا صاحب" کمرے سے باہر جا چکا تھا۔

مسٹر سروری گردن لٹکائے ہوئے کمرے سے باہر نکلے۔

نمبر ۳ نے پوچھا کام بنا؟

انہون نے گردن ہلا کر جواب دینے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوئے

واقعہ یہ ہے کہ مسٹر سروری واقعی ایک بہترین افسانہ نویس اور مضمون نگار نوجوان تھے، اخبارات مین نکے شوخی بیان اور بلند خیالی کی دھوم مچی ہوئی تھی، انہین یقین کامل تھا کہ "بڑا صاحب" انہین دیکھتے ہی اسٹوری سننے کی خواہش ظاہر کریگا۔ اور سنتے ہی لے فوراً خرید لیگا، بلکہ انہین تو یہان تک امید تھی کہ اسی وقت ایک معقول رقم کا چک بھی جو بیشک ایک ہزار سے کم ہو، مگر نصف ہزار سے ضرور اوپر ہو انکے حوالے کر دیگا، اور اس کے بعد فلم کے پبلک مین آتے ہی ایک دھوم مچ جائیگی، فلمی دنیا کا رنگ بدل جائیگا جس کا انجام یہ ہوگا کہ آئندہ اسٹوری کی قیمت مین موجودہ دو صفرون کے ساتھ ایک عدد صفر کا اور اضافہ ہو جائیگا، اُمید ون کی اس غیر متوقع تباہی

نے انہین انتہائی افسردہ کردیا تھا اور نمبر ۳ کا سوال سنکر سوائے ایک نئی قسم کی بیتیمانہ ہنسی ہنسنے کے اور کچھ نہ کرسکے۔

کیا کام تھا آپ کو، نمبر ۳ نے پھر پوچھا، اگر کوئی اور وقت ہوتا تو غیور مسٹر سروری نمبر ۳ سے بات کرنا بھی پسند نہ کرتے۔ مگر وائے قسمت یہ وقت وہ اور وقت نہین تھا اس لئے انہون نے بصد کوشش جوابدیا۔

مین، مین نے ایک اسٹوری لکھی تھی، اور مین مسٹر شوم کو سنانا چاہتا تھا۔

"پھر"

انہین، انہین فی الحال کسی اسٹوری کی ضرورت نہین۔

نمبر تین نے سر ہلایا جیسے وہ بڑے صاحب کا مطلب مسٹر سروری کی نسبت بہتر جانتا تھا۔

آپ کا نام کیا ہے، اسنے پوچھا

مسٹر سروری کی خودداری کو ایک اور ٹھیس لگی، غیرت نے جوش کیا لیکن ابلنے کی بجائے وہ جوش خود ٹھنڈا ہوگیا۔

"سروری"

آپ کہان کے رہنے والے ہین

پٹنہ کا

پٹنہ کے کونسے محلہ مین گھر ہے

بانکی پور بڑے پوسٹ آفس کے سامنے کی گلی مین

آپ کے والد کا نام

جعفر مرزا

"مختار تھے نہ وہ"

"ہان"

بیچھلے سال گذر گئے بچارے

ہان، مسٹر سروری کی آواز کمسن بچے کی آواز کے مشابہ تھی

خدا جنت نصیب کرے، مین انہین جانتا ہون، میری سسرال اسی محلہ مین ہے، میرے سسر کا نام ہے۔ "جانو داروغہ" آپ تو انہین جانتے ہونگے۔

جانتا ہون، برآمدے والا گھر ہے، انکا اور ان کے بڑے لڑکے کا نام ہے "ہدایت"

"ہان ہان" ہدایت اسد چودھوین جماعت مین پڑھتا ہے، آپ کا دوست ہے؟

"ہان" مسٹر سروری نے نحیف آواز مین کہا جس سے یہ تمیز نہین ہوسکتی کہ یہ جھوٹ کہہ رہے ہین یا سچ

میرے ساتھ آیئے آپ، آپ کی اسٹوری ضرور بک جائیگی۔

مسٹر سروری کے زخم خوردہ دل نے ایک ہچکی لی اور وہ "جانو داروغہ" کے داماد نمبر ۳ کے ہمراہ ہولئے جو انہین آفس کی پچھلی طرف لیچلا ابھی وہ زیادہ دور نہین گئے ہونگے کہ انہون نے دیکھا کہ دھوپ مین بجلیان چمک رہی تھین، آسٹریلیا کے سفید کھانڈ جیسے جلوون والا نگین فرشتہ موٹر کے پائدان پر بیٹھا کسی سے باتین کر رہا تھا اور ہنس رہا تھا مس نگینہ انہین اپنی طرف آتے دیکھکر گفتگو کا سلسلہ بند کردیا مسٹر سروری سے اس کی آنکھیں چار ہوئین، نمبر ۳ نے جھک کر سلام کیا

مسٹر سروری کے دل و دماغ کا یہ دعوی ہے کہ انہون نے فوراً ہی یہ فیصلہ کیا کہ مسٹر سروری کو اس موقعہ پر آداب کہنا چاہئے، مگر مسٹر موصوف کی زبان اور ہونٹون کی یہ ضد تھی کہ ایسا کوئی لفظ اس موقعہ پر ان کے منھ سے نہین نکلے۔ بہرحال مس نگینہ نے اس کی پرواہ کئے بغیر نمبر تین سے پوچھا،

کیا ہے حنیف؟

حجور! آپ سے ایک ٹھو کام ہے، نمبر ۳ نے مودبانہ جوابدیا

"ٹھو" کا لفظ بھی دت اور بڑبگ کی قسم کا لفظ ہے جو کسی لغت مین

نہین مل سکتا۔

کیا کام ہے؟ مس نگینہ نے پوچھا،

"سرکار" یہ صاحب میرے محلہ کے رہنے والے ہین، ان کے والد خدا انہین جنت نصیب کرے بڑے آدمی تھے۔ حجور! انہون نے ایک اسٹوری لکھا ہے، جو آپ کو سنانے مانگتے ہین۔

مجھے سنانا چاہتے ہین

جی ہان حجور، انہون نے ایک کٹھو کیریٹر (کیرکٹر) آپ کے لئے خاص طور پر لکھا ہے، چار پانچ روز سے آپ سے ملقات (ملاقات) کے لئے آرہے ہین،

"اچھا" مس نگینہ نے کہا، کچھ سوچا، مسٹر سروری کو گھور کر دیکھا جنکا رنگ گندمی سے زرد اور زرد سے سفید اور سفید سے سُرخ ہو رہا تھا

آپ کا اسم گرامی؟

"سروری"

خوب! مین آپ کے متعدد افسانے پڑھ چکی ہون، خوب لکھتے ہین، آپ،

شکریہ! مسٹر سروری کے چہرہ کا رنگ بدستور لحظہ بہ لحظہ بدل رہا تھا

آپ آج شام کو میرے مکان پر تشریف لائین اور اسٹوری بھی لیتے آئین

بہت خوب! مین آپ کا ممنون ہون

نہین، اس کی ضرورت نہین، آداب

آداب عرض....... مسٹر سروری کے چہرہ پر ایک اور بھی نئی قسم کی یتیمانہ ہنسی دکھائی دے رہی تھی، بس۔ ناظرین خود فیصلہ کرسکتے ہین کہ کیا ہو سکتے ہین اور کیا ہونے چاہئین۔

مسٹر سروری اس شام کو مس نگینہ کے یہان تشریف لے گئے مگر ملاقات نہ ہو سکی وہ اسٹوڈیو سے تشریف نہین لائی تھین

دوسری شام کو گئے تو وہ سینما جاچکی تھین۔

تیسری شام کو گئے، اطلاع کرائی، معلوم ہوا کہ بڑا صاحب موجود ہے اس سئے ملاقات نہین ہوسکتی۔

چوتھی شام کو گئے، ملاقات ہوئی مگر اسٹوری سے متعلق کوئی تذکرہ نہ ہوا

پانچوین شام کو گئے، تذکرہ ہوا مگر کوئی فیصلہ نہ ہوسکا

چھٹی شام کو گئے، اسٹوری سنی گئی مگر کوئی جواب نہین ملا۔

ساتوین، آٹھوین، نوین شام کو اسٹوری سے متعلق کسی قسم کی گفتگو نہ ہوئی۔

گیارھوین شام کو مس نگینہ نے تعجب کا اظہار کیا کہ نہ معلوم کیون اور کس طرح اسٹوری کا خیال انکے ذہن سے اتر گیا۔

پندرہوین شام کو مس نگینہ نے مسٹر سروری سے کہا کہ انکی اسٹوری بک جائے گی۔

اس کے بعد پورا ایک ہفتہ ہر شام کو مس نگینہ اپنے مختلف فلمونکی بابت گفتگو کرتی رہین، اور مسٹر سروری ہر شام کو ان کی ایکٹنگ کی داد دیتے رہے۔

آخر چوتھے ہفتہ کے آخری روز مسٹر سروری اسٹوڈیو بلائے گئے اور مسٹر شوم کے کمرہ مین تشریف لے گئے۔

مسٹر سروری: انہون نے دیکھتے ہی کہا، مس نگینہ آپ کی اسٹوری کی بڑی تعریف کرتی ہین، انکا خیال ہے کہ وہ ضرور خرید لیجائے، اگر آپ رضامند ہون تو مین اس کے پچاس روپے دینے کو تیار ہون۔

پچاس روپے، مسٹر سروری کے دل کی کیفیت تحریر نہین کیجاسکتی صرف اندازہ کیجاسکتی ہے۔

"ہان پچاس روپے" بڑے صاحب نے کہا، ایک نو آموز اسٹوری رائیٹر کی پہلی کوشش کی یہ معقول قیمت ہے۔

"پچاس"

"جی ہان پچاس" اور کیا چاہتے ہین آپ، کیا آپ کو منظور ہے۔

جی ہاں مجھے منظور ہے۔ مسٹر سروری نے یہ جواب محض اس لئے دیا کہ وہ اور کوئی جواب دینے کے قابل اپنے کو نہیں پاتے تھے۔

آپ کل اسٹوری لے آیئے آپ کو چک مل جائیگا۔

شوٹنگ کب شروع ہوگی

دیکھا جائیگا۔ فی الحال تمام ڈائرکٹر مصروف ہیں، بڑے صاحب نے کہا اور مسٹر سروری کی ہستی سے بیگانہ ہو گئے۔ وہ باہر نکلے تو نمبر تین نے مسکرا کر پوچھا۔ ''کہیئے''

''اسٹوری بک گئی'' مسٹر سروری نے جواب دیا

مبارک ہو نمبر تین نے کہا۔ اور بڑے صاحب کی گھنٹی کا جواب دینے کے لئے کمرے کی طرف لپکا۔

مسٹر سروری تھوڑی دور گئے ہونگے کہ مس نگینہ سے دوچار ہوئے

فیصلہ ہوگیا انہوں نے پوچھا

جی ہاں، اسٹوری بک گئی پچاس روپے کو

اس کا خیال نہ فرمایئے آپ، انہوں نے تسلی آمیز لہجہ میں کہا اگر آپ کی اسٹوری پبلک نے پسند کی تو آئندہ قیمت میں اضافہ ہو جائیگا۔

شکریہ، مسٹر سروری نے کہا اور ریتیانہ ہنسی ہنستے ہوئے اُردلی میں ہو لئے۔

چند دنوں کے بعد کلکتہ کے اردو پرچہ میں جو انکے دوست کی ملکیت تھا۔ ذیل کا نوٹ شائع ہوا۔

ہمیں یہ سنکر نہایت خوشی حاصل ہوئی کہ ملک کے ہونہار ادیب مسٹر سروری کی ہنگامہ پرور قلم اسٹوری بک گئی۔ دی گریٹ انڈین نیشنل پکچرز کارپوریشن کے کارکنان مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ علمی و ادبی کارنامہ آخر متعدد کوششوں کے بعد حاصل کرلیا اور اس سے اپنی خوش مذاقی اور علم دوستی ادب نوازی کا ثبوت دیا۔ ہمیں امید ہے کہ ملک کی دیگر فلم کمپنیاں اس سے سبق حاصل کرینگی اور افسانہ تیار کرنیکی بجائے ہندوستان کے ہونہار علم دوست ادیب نوجوان کی ہمت افزائی کرتے ہوئے اس قسم کی بہترین اسٹوریاں حاصل کرینگی

غزل

جاتے کہاں ہیں آپ ادھر دل سے موڑ کے
تصویر نکلی پڑتی ہے آئینہ توڑ کے

پردہ عبث ہے دید بے امتیاز سے
آیا ہوں جلوہ گاہ میں آنکھوں کو پھوڑ کے

طاقت کہاں نفس میں کہ روکے جنوں کا زور
دیوانہ بھاگا جاتا ہے زنجیر توڑ کے

اللہ رے زور ناز کہ نازک سی انگلیاں
دل مجھ سے چھین لے گئیں پنجہ مروڑ کے

نالاں خود اپنے دل سے ہوں درباں کو کیا کہوں
جیسے بٹھا گیا ہے کوئی پاؤں توڑ کے

حرص حصول جاہ کی شانِ جفا ہے اور کچھ
رکھدیں پھلے درخت کو جس طرح جھوڑ کے

کیا جانے ٹپکے آنکھ سے کس وقت خون دل
آنسو گرا رہا ہوں جگہ چھوڑ چھوڑ کے

شیشہ ہے دل کا چور تو کیا غم ہے آرزو
منہ انکا دیکھ لیتا ہوں ٹکڑوں کو جوڑ کے

حضرت آرزو لکھنوی

Megaphone Records میگافون

ہندوستان کے مایۂ ناز میوزک ڈائرکٹر مسٹر آرسی بڑال (نیو تھیٹرس لمیٹڈ)

کے

ڈائرکٹ کردہ ریکارڈس حسب ذیل ہیں

خرید کر سنئے اور موسیقی کا انتہائی لطف حاصل کیجئے

مس رام کماری (نیو تھیٹرس لمیٹڈ)

J.N.G. 898
- پیاری آؤ جوانی کی لوٹیں بہار (گیت آرکیسٹرا)
- مورے رنیا رسیلے ہیں شیام شیام (گیت آرکیسٹرا)

شریمتی کانن دیوی (نیو تھیٹرس)

J.N.G. 900
- کوئی چھوئے نہ جوبن کی ڈالیاں (گیت آرکیسٹرا)
- بھولی بھالی بانکی سندر پنہاری (گیت آرکیسٹرا)

J.N.G. 877
- آپیا آپیا (رمبا اسٹائل)
- بلمازی جاؤں اے پیا (گیت آرکیسٹرا)

J.N.G. 830
- گھری رے ندیا اور بھنور ہے (گیت آرکیسٹرا)
- بان نینوں کے تاک تاک کاہے موہے مارو (گیت آرکیسٹرا)

بینا دیوی

J.N.G. 841
- پیا پیا کی کوکت کرت ہے (گیت آرکیسٹرا)
- **بینا دیوی و ماسٹر دھومی خان** (نیو تھیٹرس)
- پریم ہی کی ہے یہ کچن کایا (ڈوئیٹ آرکیسٹرا)

شریمتی کانن دیوی و ماسٹر دھومی خان (نیو تھیٹرس)

J.N.G. 842
- جاؤ جاؤ پیا ہٹو موہے نہ ستاؤ (ڈوئیٹ آرکیسٹرا)
- **شریمتی کانن دیوی** (نیو تھیٹرز)
- کوئی دیکھے تو میرے جوبن کا نکھار (گیت آرکیسٹرا)

مس پربھا

J.N.G. 860
- ناچیں لہریں موجیں ناچیں (گیت آرکیسٹرا)
- **مس پربھا و ماسٹر دھومی خان** (نیو تھیٹرز فلم اسٹار)
- کیسی یہ پریت کی ریت سکھائی (ڈوئیٹ آرکیسٹرا)

بینا دیوی و ماسٹر دھومی خان (نیو تھیٹرس)

J.N.G. 863
- باتیں نہ بناؤ جاؤ باتیں نہ بناؤ (ڈوئیٹ آرکیسٹرا)
- **بینا دیوی**
- سکھی پیا سے کہدے سندیسہ جائے (گیت آرکیسٹرا)

مس پٹل "چینا" کلکتہ

J.N.G. 890
- چھوٹا سا دیورا مورے جوبنا پہ ڈاکہ مارے (گیت آرکیسٹرا)
- رسیلی ہوں نار سجن رہیو کہ جیہو (گیت آرکیسٹرا)

میگافون **کلکتہ**

جہاں آرا کجن

ان کی پیدائش مارچ ۱۹۱۷ء کو پٹنہ میں ہوئی۔ انکے تعلقات کچھ ایسے ایسے بڑے خاندانوں سے ہیں جنکا اظہار کیا جانا آپ پسند نہیں کرتیں، آپ اس وقت دنیا میں آئیں جبکہ آگ لگی ہوئی تھی۔ اور ایک سلطنت دوسری سلطنت پر قبضہ کرنا چاہتی تھی۔ دس ماہ کی عمر میں انکی والدہ "حسن آرا" جو کہ زیادہ تر نرگس بائی کے نام سے مشہور ہیں کلکتہ لیکر آگئیں کچھ دن بعد انکا سلسلۂ تعلیم شروع ہوا۔ اُردو آپ نے لکھنؤ کے ایک استاد سے سیکھی۔ فارسی کے لئے ایک مغل رکھا گیا اور ایک میم نے انگریزی پڑھائی۔ اسی نے کجن کو کروشیا کا کام بھی سکھایا۔ سینا پرونا ان کی نانی مجھو بی نے سکھایا۔ جو کھانا بھی بہترین پکانا جانتی ہیں ——— اب آپ کا کوئی بارہ برس کا سن ہوگا کہ آپ امپیریل سینما میں فلم دیکھنے گئیں۔ اس زمانہ میں خاموش فلموں کے ساتھ اسٹیج پر ڈانس ہوتا تھا۔ "امپیریل سینما" میں مس اقبال کا رقص تھا۔ اقبال کے ناچ پر پبلک نے بے حد مسرت کا اظہار کیا، اور تالیاں بجائیں۔ اقبال کی اس اقبالمندی کو دیکھکر مس کجن کو بھی اسٹیج پر ناچنے کا شوق ہوا۔ اور یہ خیال کہ میں بھی اسٹیج پر آؤں تو لوگ تالیاں بجاکر دوبارہ سہ بارہ بلائیں گے انکی خیالی خوشی کا باعث ہوا۔ تماشہ ختم ہونے کے بعد جب کہ یہ سیڑھیوں سے اتر رہی تھیں "گندھی لال بابو" نے (جو میڈن تھیٹرز لمیٹڈ کی جانب سے سینما گھروں کے انسپکٹر تھے) مس کجن

سے کہاکہ آپ بھی اسٹیج پر کام کیجئے جسکا جواب سگن بائی نے منظوری کی صورت مین دیا۔ دو روز بعد رستم جی (آنجہانی) کے پاس بابو کندن لال مس کجن کو لے گئے۔ معاملات طے ہو گئے دو سو روپے ہفتہ کی ملازمت مل گئی۔ اور یہ میڈن تھیٹرز کے تمام سینما گھرون مین رقص کرنے لگین جو ہندوستان مین پھیلے ہوئے تھے۔ اور دہلی، لکھنؤ آگرہ بنارس، الہ آباد، کانپور کے علاوہ برما بھی جانا پڑا۔ اور رنگون اور برما مین انکو خاص مقبولیت ہوگئی۔ وہان زیادہ عرصہ تک رہنا ہوا اور وہ زمانہ آگیا کہ میڈن مین بھی ٹاکی فلم تیار ہونا شروع ہوئے۔

مس کجن کو برما مین تار ملا کہ کلکتہ آؤ۔ یہ کلکتہ واپس آئین ادیب جلیل حضرت آغا حشر مرحوم تشریف فرما تھے۔ شیرین کے پارٹ کے لئے ہیروئن کی ضرورت تھی۔ آغا صاحب نے فرام جی کی موجودگی مین منشی کو اشارہ کیا کہ یہ کیسی رہے گی؟ منشی نے رضامندی ظاہر کی۔ آغا صاحب نے حکم دیدیا کہ شیرین اسکو بنا دیا جائے۔

مس کجن بغیر کسی اگریمنٹ کے فلم مین شریک کر لی گئین۔ شیرین فرہاد ایک ماہ مین مکمل ہوگیا۔ اس کے بعد یہ پٹنہ گئین۔ محرم کا زمانہ وہان ختم کرنے کے بعد واپس آئین تو پانچ سو روپے ماہوار پر ایک سال کے لئے اگریمنٹ ہوگیا۔ میڈن کے بہت سے فلمون مین یہ نمایان طور سے آئین اور قریب قریب تمام فلمون مین ہیروئن کا پارٹ ملتا رہا۔ آپ نے بیس فلمون مین کام کیا اور میڈن کے فلمون کی شہرت کے ساتھ ساتھ انکی شہرت بھی پھیل گئی یہانتک کہ تین چار سال گذر گئے۔ اب پبلک کا معیار بدلا [illegible] جہات اور نیو تھیٹرز کی پکچرون نے فلمی دنیا مین انقلاب پیدا کر دیا۔ اور پبلک میڈن کے فلمون مین بھی تبدیلیان دیکھنے کی متمنی ہوئی۔ مس کجن کی کوششون سے اس نگار خانہ مین بھی اچھے ڈائرکٹر بلائے گئے۔ انہین کی کوشش اور فرمائش سے فریدون ایرانی، عذرا میر وغیرہ آئے۔ مس کجن کے دور ثانی کے فلم حسب ذیل ہین:-

فریدون ایرانی	عذرا میر
جہان آرا	میرا پیارا
انوکھا پریم	رشیدہ
مس نورا	کشمکش
راج دلاری	شیطانی پانسہ
خطرناک عورت	ری جنریشن
نانو بھائی وکیل	جے۔ جے۔ میڈن
مس کلکتہ	دلفروش

دل کی پیاس، جگت موہنی، ابلا کی شکتی بھی دور ثانی مین بنائے گئے۔ مگر ری جنریشن پر مس کجن کو بہت ناز ہے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ ان کی سب سے اچھی پکچر ہے۔ باقی بہت سے فلم ابھی تک ریلیز نہین ہوئے۔ مس کلکتہ پرنٹ ہو رہا ہے۔ آپ ڈائرکٹر عذرا میر کی بہت معترف ہین۔ اور جتنے ڈائرکٹرون کے ساتھ کام کیا ہے ان مین عذرا میر کو سب سے اچھا ڈائرکٹر تسلیم کرتی ہین۔ انگریزی فلم دیکھنے کا بہت ہی شوق ہے۔ ایکٹرسون مین ''کلوڈٹ کولبرٹ'' کو پسند کرتی ہین۔ اور ایکٹرون مین ''وی لو اگین مین'' (فریڈرک مارچ) کے کام پر عاشق ہین۔ کیرم کھیلنے کا بہت شوق ہے۔ ذرا مین غصہ آجاتا ہے۔ مگر بہت تمیز دار ہین۔ مہمان نواز ہین لیکن ضدی ——— کسی بات پر اگر اڑ گئین تو بس اڑ گئین خلوت مین کبھی کبھی کالا چشمہ لگاتی ہین جس کے باعث حسن دوبالا ہو جاتا ہے ——— سرو قد ہے ——— وہ آنکھین جنکو غزالی کہتی ہین دنیا مین دو چیزون کا اور بھی شوق ہے۔ ساریون اور سینٹ کا ——— ''دیارام'' کو یہ حکم ہے کہ کوئی نیا ڈزائن آئے جسقدر بھی قیمت ہو کلکتہ مین پہلی ساری میری ہوگی۔ آپ کے یہان

بہترین ساڑیاں ہر ڈزائن کی موجود ہیں اور بکثرت ــــ جب الماریاں کھولی جاتی ہیں تو ساڑی کی دکان معلوم ہوتی ہے۔

سینٹ کا شوق بھی اپنی حدود سے آگے بڑھا ہوا ہے بہت قسموں کے سینٹ استعمال کرتی ہیں۔ کوئی سینٹ ایسا نہ ہوگا جو اُنہوں نے استعمال نہ کیا ہو۔ لیکن "سوادی پاری" "کوتی دی پاری" ان کے خاص سینٹ ہیں۔ اکثر آپ "سوادی پاری" میں ڈوبی رہتی ہیں۔ صابن، پوڈر، سینٹ سب سوادی پاری۔

شیر کے بچوں کا بہت شوق ہے۔ آپ ایک یا دو شیر کے بچے ضرور پالتی ہیں۔

انڈین امپائر سوسائٹی کی ممبر ہیں۔ اس سوسائٹی میں ابھی تک کوئی ہندوستانی ایکٹرس ممبر نہیں ہے۔

میڈن تھیٹرز سے اب انکا کوئی تعلق نہیں رہا۔ اور انکا مستقبل کیا ہے خود ان کو بھی نہیں معلوم ہے۔

ضروریِ گذارش

۱ــــ عکاؔس کی سالانہ قیمت صرف ایک روپیہ (جو بذریعہ منی آرڈر آنا چاہئے۔ بذریعہ وی۔ پی۔ ایک روپیہ چھ آنے ادا کرنا ہوگی)

۲ــــ قیمت فی کاپی کلکتہؔ میں ایک آنہ۔ کلکتہؔ سے باہر چھ پیسے۔

۳ــــ ایجنٹ حضرات بعد وضع کمیشن (پچیس فیصدی) قیمت پیشگی منی آرڈر سے روانہ کریں۔ پرچہ جس قدر فروخت کر سکیں، اسی قدر طلب کئے جائیں۔ اس لئے کہ غیر فروخت شدہ پرچے واپس نہیں لئے جائیں گے۔

۴ــــ تمام جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ایک آنہ کا ٹکٹ آنا لازمی ہے۔

۵ــــ تمام خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ اس طرح لکھنا چاہئے:۔ مینجر عکاس ماہوار پوسٹ دھر تلہ کلکتہؔ

۶ــــ عکاس ہندوستان کے تمام فلم تقسیم کرنیوالوں، فلم دکھانیوالوں اور فلم بنانیوالوں کے پاس مفت جاتا ہے۔

۷ــــ عکاس ملک کا ایک کثیر الاشاعت ماہانہ ہے۔ آپ اپنی تجارت کو ترقی دینا چاہتے ہیں تو عکاس میں اشتہار دیجئے۔

اُجرت فی صفحہ ــــــــ پچیس روپے

اُجرت نصف صفحہ ــــــــ پندرہ روپے

اُجرت چوتھائی صفحہ ــــــــ دس روپے

اجرت اشتہار مضمون اشتہار کے ساتھ آنا چاہئے

مینجر عکاؔس ماہوار

پوسٹ دھر تلہ کلکتہؔ

انڈیا فلم بیورو لاہور کی

کائنات فلم مین ہلچل پیدا کرنیوالا عدیم النظیر شاہکار جو ہندوستان کے مایۂ ناز نگارخانہ نیو تھیٹرز مین تیار ہوا

پجارن

ڈائرکٹر
مسٹر پرفلو رائے
مکالمہ نگار
بسمل عشرتی

(جنہمین)

سیگل، چندرہ وتی، راجکماری، نواب کاشمیری، پہاڑی سانیال، بابولال، ترلوک، جگدیش، کیلاش، ایاس، کپور، کدار، وید، دینی وغیرہ نے حسین اداکاری کی ہے

بکنگ کے لئے پتہ

شمالی ہند ——— انڈیا فلم بیورو لاہور دہلی کراچی پشاور
مشرقی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچنج ۲۲ امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ
مغربی ہند ——— آل انڈیا ڈسٹری بیوٹرز موبجی ہاؤس رامپٹ رو فورٹ بمبئی
جنوبی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچنج ۵۰ آرمینین اسٹریٹ مدراس

رمینک پروڈکشن

نیو تھیئٹرز لمیٹڈ کے نگارخانہ میں زیر ڈائرکشن پی سی بروا تیار ہوا

مایا

مایا کا افسانہ غیر معمولی خوبیوں سے پر ہے۔ تہذیب جدید میں جو نئے اضافے ہونے والے ہیں اور ہو رہے ہیں مایا میں نہایت خوبصورت طریقہ سے پیش کیے گئے ہیں مایا ایک اصلاحی فلم ہے جسکو حسن و عشق کی رنگینیوں کے ساتھ پردہ سیمین پر دکھایا گیا ہے فطری اداکاری، دلکش نغمے، حیرت انگیز رقص، پاکیزہ مکالمے، جاذب نظر فوٹوگرافی مایا کی خصوصیات ہیں

جسمیں مشہور اداکاران، مس جمنا، مسٹر پہاڑی سانیال، کے۔ سی۔ ڈے، مس آزوری، مس ہری متی، مسٹر جگدیش مسٹر پرتھوی راج، مسٹر نیمو، مسٹر شور، مسٹر نواب کاشمیری، مسٹر وید، مسٹر الیاس، مسٹر جوبادا اور مسٹر کپور کے قابل دید کام ہیں

بکنگ کے لئے پتہ:

شمالی ہند — انڈیا فلم بیورو۔ لاہور۔ دہلی۔ کراچی۔ پشاور کے
جنوبی ہند — کلکتہ فلم ایکسچینج ۵۰ آرمینین اسٹریٹ مدراس
مشرقی ہند — کلکتہ فلم ایکسچینج ۲۲ امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ
مغربی ہند — کلکتہ فلم ایکسچینج ترمی بھون روڈ بمبئی ۴

ایچ ایچ رحمان پرنٹر نے ایکسلسیئر آرٹ پریس نمبر ۱ مندرا اسٹریٹ میں چھاپا۔ ایم ایم بیگ ایڈیٹر و پبلشر نے نمبر ۲۲ مڈل روڈ انٹالی کلکتہ سے شائع کیا۔ نومبر ۱۹۳۲ء

قیمت فی کاپی
ایک آنہ
کلکتہ سے باہر
چھ پیسے

عکاس ماہوار کلکتہ

قیمت فی کاپی
ایک آنہ
کلکتہ سے باہر
چھ پیسے

سائیگل جو نیو تھئیٹرز کے زیر تکمیل فلم پریسیڈنٹ مین
ہیرو کا کردار ادا کر رہے ہین

انڈیا فلم بورڈ کے بہترین فلم

جنگ بہادر

بھونانی پروڈکشن

سنسنی خیز واقعات، بہادرانہ کارنامے، حیرت انگیز واقعات، دلکش مناظر، اور جنگ وجدال کی معرکہ آرائیاں فلم کی خصوصیات ہیں۔ پربھا، نیام پلی، فیٹی پرشاد، نرگس، پراشر، شورانی کے کام خوب ہیں۔

ڈائرکٹر:- ایم۔ بھونانی

خون کا خون

(اسٹیج فلم کمپنی کا شہرۂ آفاق فلم)

شکسپیر کے زندہ جاوید ڈرامہ کو فن کارانہ کمال اور رنگین مناظر کے ساتھ پردہ فلم پر پیش کیا گیا، اس فلم میں سہراب مودی، نسیم، شمشادبائی، کی اداکاری قابلدید ہے۔ اور گانے انتہائی دلکش ہیں۔

ڈائرکٹر:- سہراب مودی

آشیانہ

کالی فلمز کا پیش کش

اداکاران:- دیو بالا، نور محمد، راجکماری، پاروتی، منی لال،

ایک عظیم الشان فلم ہے۔ ڈرامہ بہت سی خوبیوں سے آراستہ ہے۔ اداکاری، موسیقی، مصوری اور رقص قابلدید ہیں۔

شادی کی رات

بھونانی پروڈکشن

اسسٹنٹ پکچر ہے۔ مار دھاڑ کے اسقدر شاندار سین پردہ سیمین پر دیکھنے میں نہیں آئے۔ پربھا، نرگس، نیام پلی، فیٹی پرشاد، پراشر، شورانی کے کام لائق تحسین، افسانہ سنسنی خیز، اور گانے وجد آگیں۔

ڈائرکٹر:- ایم۔ بھونانی

موڈرن لیڈی

کالی فلمز پروڈکشن

اداکاران

عباس، پدما، رام دلاری،

شہرۂ آفاق بنگلہ فلم اردو لباس میں۔ اس فلم نے بنگلہ فلموں کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ افسانہ۔ ڈائرکشن، اداکاری۔ مناظر قابلدید ہیں۔

دلاور

بھونانی پروڈکشن۔

جسمین۔ نوین۔ جیک اور سوشل کی حیرت انگیز اداکاری اور ناچ گانے لائق تعریف ہیں۔ دلکش مناظر، فطری کام اور عشق ومحبت کے رنگین واقعات فلم کے خصوصیات ہیں۔

ڈائرکٹر:- ایم بھونانی۔

انڈیا فلم بورڈ — لاہور — دہلی — پشاور — کراچی

پوسٹ بکس نمبر ۵ — پوسٹ بکس نمبر ۱۴۰ — کالی باڑی اسٹریٹ — پوسٹ بکس نمبر ۸۳۳

JAGDISH

A NEW THEATRE'S ARTIST

جینتی فلم کمپنی بمبئی کا تازہ ترین اصلاحی اور نتیجہ خیز

شاہکار

دلِ کی پکار

یا

ہمارے دیش بھگت

ڈائرکٹرس :- بائی جدّن بائی

افسانہ نگار :- جلو دھر چٹرجی

بنارس کا ایک سچا واقعہ جسے مؤثر اور عبرت انگیز طریقہ پر بحسن وخوبی پیش کیا گیا ہے۔

اداکاران خصوصی

بائی جدّن بائی، اے حسین، ارملا دیوی، بے بی رانی، صدیقی، محمد علی، محمد یوسف، شہزادی وغیرہ

اداکاری، موسیقی، رقص، مناظر دلچسپ اور قابل دید ہیں۔

ہر شہر میں نمائش کی جائیگی

(بکنگ کا پتہ)

شمالی ہند ــــــ جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

مشرقی ہند ــــــ دوسانی فلم کارپوریشن ۷، کولوٹولہ اسٹریٹ۔ کلکتہ

عکاس کی باتیں

از ایڈیٹر

ماہ دسمبر کا پرچہ ناظرین کے زیر مطالعہ ہے۔ عکاس نے اپنی زندگی کا ایک سال ختم کردیا۔ اس عرصہ میں عکاس نے کیا کیا خدمات انجام دی ہیں اس کا اندازہ ہر اہل نظر کرسکتا ہے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ آپ خود ہی خیال کیجیے کہ ایک سال کے اندر آپ کے خیالات میں کس قدر تبدیلی ہوئی؟ فلمی دنیا کے متعلق عکاس کے مطالعہ سے قبل آپ کے خیالات کیا تھے۔ اور اب کن حقائق کی جستجو آپ کے گرد پیش ہے۔ یقیناً آپ کے معیار پسندیدگی میں انقلاب ہوگیا۔ پہلے آپ ہر معمولی فلم کو دیکھ کر بغیر کسی رائے قائم کئے ہوئے۔ نظر انداز کر جاتے تھے۔ اب آپ کسی فلم کو دیکھ کر کوئی نہ کوئی رائے قائم کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں۔ کہ آیا یہ فلم کس معیار کا تھا؟ اس سے کوئی تفریح ہوگئی؟ ہمارا وقت ہمارے ٹکٹ کے دام بیکار گئے۔ یا وصول ہوگئے؟ فلم کارآمد تھا۔ یا بے نتیجہ؟ انڈسٹری نے کوئی جدید ترقی کی یا جہاں تھی وہیں ہے؟ فلم کا افسانہ کسی مفید موضوع کو پیش کرنے میں کامیاب رہا یا ناکام۔ افسانہ کا مقصد اصلاحی ہے۔ یا فضول بکواس کی گئی ہے فلم کے ذریعہ ہماری تفریح کیساتھ ساتھ ہماری اصلاح کا بھی پہلو ہے یا نہیں۔ غرض افسانہ مکالمہ۔ موسیقی رقص۔ ڈائرکشن۔ اداکاری۔ مناظر فوٹوگرافی ٹکنک اڈیٹنگ کسی کی بھی اچھی یا بری رائے قائم کرنے کا جوہر آپ میں پیدا ہوگیا۔ اور یہی "عکاس" کے اجرا کا مقصد ہے کہ وہ آپ کے سامنے ایسی چیزیں پیش کردے۔ کہ آپ اچھائی اور برائی کے امتیاز کرنے کی صلاحیت پیدا کریں جب صلاحیت پیدا ہوگی۔ آپ کے خیالات میں انقلاب ہوگا۔ اپنے وقت اور روپے کی آپ قدر کرینگے معمولی اور گرے ہوئے فلموں سے گریز کرتے ہوئے اچھے اور بلند معیار فلموں کی سرپرستی کرنے کیلئے آپ مجبور ہونگے ایسی صورت میں معمولی معیار کے پکچر تیار کرنیوالے فلمساز خود بخود اچھے فلم تیار کرینگے۔ اور آپ کی صنعت فلمسازی ترقی کی منزل پر پہنچ جائے گی۔ پریس کا دیانتدارانہ فرض ہے۔ کہ پبلک کے رجحانات میں ذہنی انقلاب پیدا کرے۔ پبلک کے خیالات تبدیل ہونے کیساتھ ساتھ فلمسازی میں تبدیلی ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ فلمساز ہمیشہ پبلک کی پسند کو پیش نظر رکھتے ہوئے فلم بازار میں لاتے ہیں۔ اور پبلک جیسی چیزیں چاہتی ہے۔ اس میں اپنی طرف سے کچھ زائد اضافہ کرکے مارکٹ پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہی اضافہ اکثر اخلاق کے دامن کی دھجیاں اڑا دیتا ہے۔ اور بعض اوقات فلم انتہائی ذلیل ہوکر خود اپنی موت آپ مرجاتا ہے۔ اس طرح پر پبلک کے پیسہ کیساتھ ساتھ فلمساز کو بھی نقصان ہوتا ہے۔ نقصان کسی حالت میں بھی گوارہ نہیں۔ خواہ کسی کا ہو۔ لہٰذا پریس کو چاہیئے ہے۔ کہ خاموشی اور

دیانتداری کیساتھ پبلک کو مخاطب کرتے ہوئے اچھائی اور برائی کا امتیاز سکھلانے کا فرض ادا کرتا رہے۔ جہاں پبلک کے دیگر شعبوں میں اصلاح حالات ہوتی جارہی ہیں۔ فلمسازی میں بھی رفتہ رفتہ اصلاح ہوتی جائیگی۔ "عکاس" انھیں اغراض و مقاصد کو لیکر منظرِ عام پر آیا تھا اور آج ہم مطمئن ہیں کہ ہم نے اپنے ذمہ جن فرائض کی تکمیل کا ارادہ کیا تھا۔ ایک حد تک پورا ہوتا جارہا ہے۔ —

ہمارے خیالات کو جن محترم ہستیوں نے بغور مطالعہ کیا ہے۔ اور ہماری آواز ان کے کانوں کے پردوں سے ٹکرا کر واپس نہیں آگئی۔ بلکہ دل کی گہرائیوں میں پہنچی اور دیانتدارانہ اپیل بن کر پہنچ چکی ہے۔ آج وہ مبارک شخصیتیں لازمی طور پر واقعات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ان کی نگاہوں میں کسی قیمت پر بھی ہمارے کامیاب مشن کے وجود کو غیر ضروری نہیں خیال کیا جاسکتا۔ بس یہی ہماری کامیابی ہے۔

آج کل بعض ایسے اخبارات جنکو اخبار کہنا دنیائے صحافت کی توہین ہے۔ اپنی غیر دانشمندانہ روش پر اسلام کے ایک تبلیغی مشن کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ مسلم کرداروں کیساتھ فلموں کی مخالفت میں تو ہندوستان کے اکثر مسلم اخبارات نے زمین و آسمان ایک کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فلم سازوں نے اسلامی فلم بنانا بند کر دیئے گر یہ صورت بہتر ہوئی۔ گو کہ اس سے زبان اردو کو نقصان پہنچ گیا۔ مگر اس لغویت کا ایک حد تک سدباب ہوگیا۔ کہ غلط تاریخی اور اسلامی فلم کا آنا بند ہو گئے۔ مگر موجودہ حالت میں کلام پاک کے ریکارڈ ہونے کی مخالفت ایک ایسی بنیادی غلطی ہے جس کے نتائج مسلمانوں کے لئے مفید ہونے کے بجائے مضر ہوں گے۔ کلام پاک ایک الہامی پیغام ہے۔ اس میں روحانیت اور فطری کشش موجود ہے۔ دورہ حاضرہ میں مسلمانوں کا تعلیمی رجحان مغربی علوم کی جانب زیادہ ہے اور ابتدائی تعلیم بھی ضروریات زمانہ کے مطابق ہو رہی ہے۔ ایسی صورت میں اگر خوش الحان قاری کلام پاک کی مقدس آیات ریکارڈ کے ذریعہ ملک کے سامنے پیش کر رہے ہیں تو کونسا ظلم ہو رہا ہے۔ کونسی توہین ہو رہی ہے۔ اور جو ریکارڈنگ کمپنیاں آیات پاک ریکارڈ کر رہی ہیں۔ وہ کیا تجارتی فائدہ کے ساتھ ساتھ اسلام کی ایک خاموش خدمت انجام نہیں دے رہی ہیں؟ خدا کیلئے عقل کی روشنی میں واقعات کو دیکھو۔ اور محض اشتہار نہ ملنے کے صلہ میں ایک "تبلیغی مشن" کو برباد نہ کرو۔ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ آج کلام پاک ہندو پریسوں میں طبع ہوتا ہے۔ ریلوے پارسلوں میں آتا ہے۔ دوکاندار بے وضو خریداروں کو دکھاتے ہیں۔ سب کچھ دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں ہوتا ہے۔ مگر پاکیزہ طریقہ ریکارڈ سے انکار ہو رہا ہے۔ اور توہین کے پہلو نکالے جارہے ہیں۔ کیا یہ اخبارات ایک مرتبہ بھی جمعیۃ العلماء سے دھلی اور علماء لکھنؤ سے اس باب میں دریافت کر چکے ہیں؟ اگر کر چکے ہیں تو ان کے احکام شائع کریں۔ اور اگر نہیں؛ تو یہ مفتی اعظم کب سے بن گئے ہیں۔

ہم عام مسلمانوں کی خدمت میں با ادب التجا کریں کہ وہ ان "جہلائے وقت" کے بہکانے میں نہ آئیں اور کلام پاک سننے "صحیح ادائیگی" کے تعلیمی اور روحانی ذریعہ کو ملتوی کرنیکا موقعہ سامنے نہ آنے دیں۔

ان اخبارات کا مسلک صرف حصول اشتہار ہے۔ اگر ریکارڈنگ کمپنیاں انکو اشتہارات دیدیں۔ تو یہ سب خاموش ہوجائیں گے۔ اور یہ دعویٰ ہمارا بلا دلیل نہیں ہے۔ جو اخبارات آج مخالفت کر رہے ہیں۔ انکے سابقہ فائل دیکھئے۔ جب بھی ریکارڈنگ کمپنی کے اشتہار ملے ہیں ان پرچوں میں مخالفت کے بجائے قصائد شائع ہوئے ہیں۔ گویا موجودہ حالت میں مذہب کے نام پر بلیک میلنگ ہو رہی ہیں۔

دورِ حاضرہ کے بہترین فلم

انارکلی

امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا بہترین اور دلچسپ شاہکار۔
جسمیں مشہور و معروف اداکاران مس سلوچنا،
ڈی بلیموریہ، زبّو وغیرہ نے لاجواب کام کئے ہیں۔

ڈائرکٹر
چودھری

بمبئی کی بلّی

امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا تیار کردہ
جسمیں سلوچنا، ڈی بلیموریہ اور غلام محمد
وغیرہ نے بہترین اداکاری کے نمونے پیش
کرکے فلم کی خوبیوں کو دوبالا کر دیا ہے۔

گھر جمائی

پریمیر فلم کمپنی بمبئی کا نہایت دلچسپ فلم
جسمیں نظر فریب سین سینری، دلکش گانے
حسین لڑکیوں کے دلفریب رقص اور
نیچرل ایکٹنگ قابلدید ہیں۔

تقدیر

جیانت پکچرز بمبئی کا انقلاب انگیز شاہکار
جسمیں مس مہتاب، الکنندا، مارو تی راؤ وغیرہ نے
اپنی تمثیل نگاری کے قابل داد اور قابلدید جوہر دکھائے ہیں۔

شانِ ہند

امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا مایۂ ناز فلم
جسمیں مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ، مس روز اور
کمار وغیرہ نے بہترین اداکاری کی ہے۔

ڈائرکٹر
چودھری

بھکارن

کولھاپور سینی ٹون بمبئی کا ہنگامہ آرا فلم
جسمیں رتن بائی نے تمثیل نگاری کے
قابلدید زاویے پیش کئے ہیں۔

ڈائرکٹر
اٹھارتھی

شمشیرِ عرب

پرکاش پکچرز بمبئی کا لاثانی فلم
بہادری کے حیرت انگیز کارنامے،
حسن وعشق کے رنگین واقعات اور
دلکش مناظر اس فلم کی خصوصیات ہیں۔

جیون ناٹک

دیوکی بوس پروڈکشن کا پہلا شاہکار
جسمیں درگا بائی کھوٹے نے ممتاز اداکار کی
حیثیت سے شریک ہو کر بہترین اداکاری کا نمونہ پیش کیا ہے۔

سول ایجنٹ:- بنگال، برما، بہار، آسام، اڑیسہ

تار کا پتہ:- چورلمل

دوسانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

فون نمبر ۱۰۲۰۵ بڑا بازار

برانچ:- بمبئی، رنگون، سنگاپور، ایجنٹ مری سیش

امر جیوتی میری نظر میں

از جہاں آرا کجن

کجن سے دریافت کیا گیا کہ نیو تھیٹرز کے دو شاہکار دیوداس اور دھوپ چھاؤں ملاحظہ کئے ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ میری انتہائی بدنصیبی ہے کہ ان دو فلموں کو نہ دیکھ سکی۔ (ایڈیٹر)

فلمی حلقہ میں غالباً یہ امر انتہائی تعجب کا باعث ہوگا۔ کہ میں نے ایک ہندوستانی فلم ایکٹرس ہونیکے باوجود آج تک ہندوستانی فلموں کو کبھی وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا مجھے اسکا بھی پورا احساس ہے۔ کہ میرا یہ بیان ایک طرف میرے چند ہم پیشہ آرٹسٹوں کی نگاہ سے مجھے "عذرا" کا خطاب دینے اور دوسری طرف ہندوستانی فلم انڈسٹری کے ناخداؤں اور خُداوندوں" کو غضب آلود کر دینے کے لئے کافی ہوگا۔ لیکن میں حقیقت حال کو دنیا سازی اور موقع شناسی کے سنہری اور روپہلی پردوں میں چھپا کر اپنے ضمیر اور دنیا کو دھوکہ دینا نہیں چاہتی۔ میرے خیال میں ہندوستانی فلموں کی حالت شرمناک حد تک پست ہے۔ (اور میرے اپنے فلم بھی اس سے مستثنیٰ نہیں) میں انگریزی فلم کثرت سے دیکھتی ہوں۔ کلاڈٹ کولبرٹ اور فریڈرک مارچ میرے پسندیدہ فلمی اسٹارس ہیں اور ڈائرکٹروں میں سیسل بی ڈی مل میرے دل و دماغ پر حکومت کرتے ہیں۔ ہندوستانی فلم میں نے نہ کبھی پسند کئے اور نہ مجھے امید تھی کہ میں اپنی زندگی میں اس بدنصیب ملک کی اس انڈسٹری کو کبھی عروج کی حالت پر دیکھونگی۔ لیکن آج اس سرزمین کے ایک فلم نے مجھے چونکا دیا ہے۔ اور میں انتہائی اطمینان و مسرت کیساتھ اس امر کا اعلان کرنا چاہتی ہوں۔ کہ "امرجیوتی" ان معجزات کا زندہ جاوید شاہکار اپنی تمام نازک خیالیوں۔ رنگینیوں۔ جذبات آرائیوں اور سحر طرازیوں کے ساتھ ایک ایسا دیدہ زیب اور بصیرت افروز کارنامہ ہے جسکو میری نظروں نے دیوانہ ہو کر اور میرے دل نے وارفتہ ہو کر قبول کیا۔ قبول ہی نہیں کیا۔ بلکہ تخیل کے پردے پر عہد جوانی کے اس سنہری خواب کی طرح نقش بھی کر لیا ہے جسکی کیفیت دل و دماغ اس خوبصورت دنیا کی انتہائی خوبصورت دلچسپیوں میں مبہوت ہو کر بھی فراموش نہیں کر سکتا۔

"پربھات" ہندوستان کی فلم ساز کمپنیوں میں ایک ممتاز درجہ کی مالک ہے۔ اور اس وقت تک جتنے فلم اس کمپنی نے تیار کئے ہیں۔ امتیازی خصوصیات کے حامل ہیں۔ لیکن "امرجیوتی" ہی ایک ایسا حسین و دلکش کارنامہ ہے جس نے بلاشک و شبہ یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ اس کمپنی کے پس پردہ جو دل و دماغ کام کر رہے ہیں وہ قابل ستائش اور لائق پرستش ہیں "امرجیوتی" کا افسانہ نفس مضمون کے لحاظ سے بہت بلند نفسیاتی پہلوؤں میں انتہا کا دلکش سبق آموز اور کیف آفریں ہے جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ عورت کو فطرت نے جو خصوصیات عطا کی ہیں انہیں دنیا کی کوئی طاقت۔ عقل و دماغ کی کوئی سازش۔ رفتار زمانہ کی کوئی انقلاب پسند کروٹ۔ موقع اور وقت کی کوئی حکمت عملی تبدیل نہیں کر سکتی۔ تعلیم نسواں کے بلند و بالا ارادے موجودہ مغربی تہذیب کی روشن خیالیاں۔ زمانہ حال کا

جنون آزادی اور مساوی حقوق کا سودا۔ آسے شوہر پرست بیوی اور ماںتا کی تصویر ماں بننے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ قدرت نے عورت کا دل موم کی طرح نرم اور آئینہ کی طرح نازک بنایا ہے۔ وہ کبھی حالات کے ماتحت پتھری کیطرح سخت اور فولاد کیطرح کڑا نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ "اُمرجوتی" ان سرگراں بہت کیلئے جو یہ سمجھے ہیں۔ کہ انسان چونکہ اپنی محدود زندگی اور مقید وقت میں نہ ایسی کوئی سیاسی اخلاقی یا مذہبی انقلاب پیدا نہیں کر سکتا۔ اس لئے اسکی کوشش فضول جو تجویز بیکار جاتی ہے۔ اور شوق بے حصول ہیں۔ انتہائی دلکش طریقے سے یہ ثابت کرتا ہے کہ کارخانۂ حیات کی تعمیر اس قانون پر ہوتی ہے۔ کہ ایک شخص اپنی محدود عمر میں مقصد زندگی کو ایک خاص منزل پر پہونچا کر (اور یہی اسکی آخر منزل ہوتی ہے) دوسرے کے سپرد کرتا ہے۔ اور دوسرا تیسرے کے سپرد۔ یہ زندگی۔ یہ دنیا۔ یہ حیات ایک سلسلہ ہے۔ ایک چکر ہے۔ جو کبھی نہیں ٹوٹتا۔ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ڈائرکٹر مس سٹر شانتارام نے جس موقعہ شناس۔ نکتہ فہمی اور لطافت تخیل سے کام لیا ہے۔ انھیں کا حصہ ہے۔ کشمکش حیات کیلئے سمندر کی جنون خیز لہروں کا چٹانوں سے دست و گریبان ہوتے ہوئے دکھاتا اور قانون قدرت کی متذکرہ بالا تفسیر کیلئے متعدد روشن چراغوں کو یکے بعد دیگرے پیش کرنا ندرتِ خیال اور نزاکتِ تخیل کی جان ہے۔

ورجے سنگھ کا لنگڑا اور اپاہج ہونیکے باوجود راجکماری کی نگاہوں سے حسین و شکیل ثابت ہونیکے لئے داڑھی کو پتھروں سے کاٹ کر چھوٹا کرنا۔ اور اس کا "سدامانی" کو محل میں آزادی دینے کے باوجود بیٹے کی نفرت و حقارت کا نشانہ بنایا۔ دو عجیب و غریب نفسیاتی تمثیلیں ہیں۔ چرواہے اور راجکماری کی محبت کو ایک پودے کی بتدریج نشوونما سے ظاہر کرنا۔ بعد فلک کج رفتار کی ستم ظریفیوں کو رحم ناآشنا آندھی کے جھونکوں سے تشبیہ دینا مصوری اور شاعری کی روح ہے۔ میں بتا بانگ کہنا چاہتی ہوں۔ کہ "اُمرجوتی" ایک محشر تخیل ہے تشبیہات اور ترکیبات سے لبریز غزلیات کا ایک رنگین دیوان ہے کیفیات اور کیفیات کا ایک متلاطم سمندر ہے۔ جو نگاہوں کو مجبور اور دلوں کو رشتہ جوڑ کر دیتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ قدرت کے سائنس داں نے مسٹر شانتارام کے بھیس میں دنیا پر آکر بہار کی ایک رنگین صبح رکھی۔ دل گرفتہ حسینہ کے آنسوؤں اور کسی غم نصیب ماں کی آہوں کو کس بجین طریقہ سے تحلیل کر کے فلم کے سادہ فیتہ پر "اُمرجوتی" کی تصویر کی ہے۔ گرفتاری کے بعد رانی کے محل میں سودرگا کھوٹے کی اداکاری جب وہ سودامنی کے لباس میں اپنے بیٹے سے ملتی ہے دلوں کو دیوانہ اور عقل و ہوش کو ضبط سے بیگانہ کر دیتی ہے۔ وہ ایک ہنگامہ زندہ ہے۔ جس کی طرز ادا سے جذبات پھوٹ پھوٹ کر نکل رہے ہیں آخری منظر میں تو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی بیباک مصور نے ماں کی ماںتا کی بے حجاب تصویر کھینچ دی ہے۔ ایثار و قربانی کا ایک بے نقاب بت تراش کر سامنے نصب کر دیا ہے۔ آہ میں اس منظر کی تعریف کرنے سے قاصر ہوں۔

"اُمرجوتی" میں خوبیاں اس قدر ہیں۔ کہ اس کی چند کمزوریوں کو نظر انداز کر دینے کو جی چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ "اُمرجوتی" ہی پہلا ہندوستانی فلم ہے۔ جس نے میری روح کو اپنا فریفتہ بنا لیا ہے۔ اور میں ہر طریقہ سے اسے مکمل اور بے عیب دیکھنا چاہتی ہوں۔ اس لئے میں اسکی کمزوریوں پر روشنی ڈالنا بھی ضروری سمجھتی ہوں۔ افسانہ نفس مضمون (اخلاقیات) کے لحاظ سے بہت بلند اور سبق آموز ہونے کے باوجود افسانوی حیثیت سے کسی قدر کمزور ہے۔ کہیں پر یہ نہیں دکھایا گیا۔ کہ آخر سودامنی کا لڑکا اس سے کیوں اور کن حالات میں چھین لیا گیا ورجے سنگھ کو کب اور کن وجوہات کی بنا پر سزا دی گئی۔

سودھیر چرواہا۔ راجکماری سے دوسری ملاقات پر کہتا ہے۔ کہ راجکماری کی صورت اس کے دل میں ماں کی یاد تازہ کرتی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ اس مکالمہ سے سودھیر کی سادہ دلی سادگی

اور سادہ مزاجی کا اظہار مقصود ہو۔ مگر نفسیاتی پہلو سے دیکھا جائے تو یہ غلط ہے۔ دوسری ملاقات تک سادہ مزاج "چرواہے" کے اندر جو "نوجوان جذبہ" پنہاں تھا۔ وہ ایک نوجوان عورت کی محبت کی ٹھیس سے بیدار ہوچکا تھا۔ اور اس کے دل میں اپنی ماں کیلئے جو محبت موجود ہوتی ہے۔ وہ راجکماری کے لئے کبھی نہیں ہوسکتی۔

فطرت کا ہوشیار معلم، "شہد" اور "شراب" خصوصی امتیاز سے اسے آگاہ کرچکا ہوتا ہے۔ اس لئے میرے خیال میں اس کا راجکماری کو دیکھکر یہ کہنا۔ کہ اس کی صورت اسے ماں کی یاد دلاتی ہے۔ مداح کا حامل ہو تو ہو فطری طور پر غیر محل ہے۔ راجکماری کا یہ جواب کہ تجھے دیکھ کر مجھے تو اپنے باپ کی یاد نہیں آتی ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس کا دل طبعی طور پر عاشق اور باپ کی جداگانہ محبتوں کی باریکیوں کا احساس رکھتا ہے۔ سمندر کی کشتی میں راجکماری کا صندوق سے نکلنے کے بعد بے فکری اور بے اعتنائی کا اظہار کرنا یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ ان حالات سے قطعی بے خبر تھی جن کے ماتحت اسے صندوق میں بند کیا گیا تھا۔ حالانکہ یہ ناممکن ہو ورجے سنگھ کے بتانے تک وہ کسی خوف یا ڈر کا اظہار نہیں کرتی۔ بلکہ۔ ظاہر کرتی ہے۔ کہ جیسے وہ صندوق کی بجائے اپنی خوابگاہ ناز سے نکلی ہے۔ یہ قطعی طور پر بے محل ہے۔ نڈر سے نڈر اور بے خوف سے بے خوف ہستی بھی اس بے اعتنائی کا اظہار نہیں کرسکتی۔ میں اسے ڈائرکشن کی ایک اہم غلطی تصور کرتی ہوں۔

سدھیر:۔ اپنی صورت و شکل سے کبھی نہیں معلوم ہوتا۔ کہ وہ سوداسی کا لڑکا ہے۔ اس کے چہرہ سے ذہانت اور رومان پسند کا اظہار نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں بحیثیت ایک ہیرو وہ ناکامیاب ہے

مکالمہ:۔ معنی اور مطالب کے لحاظ سے کسی قابل شخص کا لکھا ہوا ہو لیکن اسے اردو اور ہندی الفاظوں پر قابو نہیں۔ کیونکہ کئی جگہ مضمون کو صحیح لفظوں کا جامہ پہنا نہ سکا۔ جس کی وجہ سے ایک طرف اگر پبلک اس کا صحیح مفہوم سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔ تو دوسری طرف الفاظ کی غلط ترکیب سے اداکاری کو ادائے گی میں سخت دقت محسوس ہوتی ہے۔ جس کا المناک نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ تاثرات غارت ہوجاتے ہیں۔ اور کان کیف آشنا ہونے کے بجائے ایک غیر آہنگ کرختگی سے دوچار ہو جاتے ہیں۔

گانے:۔ زائد تر بے کیف اور بے لطف ہیں۔ موسیقی۔ رنگینی اور شاعرانہ نزاکت سے خالی تھی۔ زبان بے ربط اور غیر لطیف ہے۔ کہیں "آنند توش" اور "بجھ یا نگد" ایسے ثقیل ہندی اور سنسکرت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ تو کہیں فدا، عشق۔ محبت انقلاب اور نازک خیالی۔ ایسے فارسی لفظوں کی بھرمار ہے۔

"تلفظ سخت بیزار کن ہے۔ اور ناگوار خاطر۔ افسانہ اس قدر پر اثر۔ اداکاری اتنی سحر آفرین اور ڈائرکشن اتنا لاجواب نہ ہوتا تو یہ فلم اس غلط تلفظ کا کبھی متحمل نہ ہوسکتا۔ بہر حال" امر جوتی" اپنی ان چند کمزوریوں کے باوجود ایک کامیاب اور مقبول عام فلم ہے۔

جہاں آرا

ضروری اطلاع

دفتر میں "عکاس" کا نمونہ طلب کرنے کیلئے کثرت سے روزانہ خطوط آجاتے ہیں۔ عکاس کی لاگت فی کاپی پانچ آنے کے قریب ہے۔ اور قیمت صرف چھ پیسے۔ ایسی صورت میں دفتر نمونہ مفت روانہ کرنے سے قاصر ہے اور ایسے تمام خطوں کو ردی کی ٹوکری کے نذر کردیا جاتا ہے۔ لہذا جو لوگ "عکاس" کا نمونہ طلب کرنا چاہتے ہوں۔ انکو چھ پیسے کے ٹکٹ بھی روانہ کرنا چاہیے۔ ورنہ ایک آنہ یا تین پیسے ضائع کرکے ادارہ کو جواب نہ دینے اور نمونہ روانہ نہ کرنے کا الزام دینا غلطی ہے۔

منیجر عکاس۔ پوسٹ دھرمتلہ۔ کلکتہ

لطائف

"میری عورت بڑی مہذب ہے"

"وہ کس طرح؟"

"کل رات جب ہم ریڈیو سن رہے تھے اور ہمارے دو چار بزرگ بھی وہاں موجود تھے۔ ریڈیو میں سے کھانسی کی آواز آئی۔ میری عورت ریڈیو کے قریب ہی تھی اس نے فوراً ریڈیو کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا"

انفنٹری [illegible]۔ ایک رنگروٹ کو ایک سارجنٹ نے کئی دن سے پریشان کر رکھا تھا۔ آخر ایک موقعہ پر اس نے بھی بدلہ لیا۔ سارجنٹ نے پوچھا "ایک بہترین نظارہ کیسا ہوتا ہے؟"

رنگروٹ نے کہا "ایک بڑی ساری کشتی ہو، سارجنٹوں سے بھری ہو، وہ ساحل سے چار سو میل دور ہو، اور سمندر میں طوفان آیا ہو، یہ میری رائے [illegible] ایک بہترین نظارہ ہے"

ایک شخص اپنے ایک دوست کے سامنے تقاری کی تعریف کر رہا تھا، "اگر تم کہو کہ جھوٹ بولنا اچھا ہے اور صرف اتنا ہی کہکر رہ جاؤ تو کچھ بھی نہ ہوگا۔ لیکن اگر تم خوب زور سے چیخ کر کہو کہ جھوٹ بولنا اچھا ہے اور اس کے ساتھ زور سے میز پر گھونسہ مارو تو یہ تقاری ہوگی"

یہ کون صاحب تھے جن سے دروازے پر آپ بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے؟

یہ میرے دوست ——— تھے۔ ان کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ اندر آتے ———

عورت اپنے عاشق کے ساتھ دروازے میں کھڑی تھی۔ مرد نے کہا "میں تم سے کیسی محبت کرتا ہوں اے میرے دل کی روشنی؟"

عورت نے جواب دیا "اور میں بھی تو تم سے کتنی محبت کرتی ہوں اے میرے خیالوں کی روشنی، میرے دلوں کی روشنی، میری زندگی کی روشنی؟"

وہ ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ اس کی ماں نے دوسری منزل سے پکار کر کہا "دیکھو رامی یہ روشنی بجھا دو اور سو رہو"

ایک جگہ ایک دیہات میں ایک مولوی صاحب وعظ فرما رہے تھے۔ اختتام وعظ پر انہوں نے فرمایا "تم میں سے کون کون جنت میں جانے کے لیے تیار ہے؟"

سارا مجمع کھڑا ہو گیا۔ صرف ایک آدمی بیٹھا رہا۔

مولوی صاحب نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا "کیا تم جنت میں جانا نہیں چاہتے؟"

شخص مذکور نے جواب دیا "جانا تو چاہتا ہوں مگر ابھی نہیں"

ننھے حامد کے چچا حامد کے ہاں آ کر مقیم ہوئے۔ انہیں حامد کے کمرے میں ٹھیرایا گیا اور حامد کی چارپائی اور جگہ منتقل کر دی گئی۔ صبح جب حامد کے چچا ناشتے پر آئے تو انہوں نے کہا میں اس شخص کا بہت ممنون ہوں جس نے میرے سرہانے پانی کا گلاس رکھا۔ رات کو جب سوتے سے اٹھا تو بڑی پیاس معلوم ہوئی۔ پانی ملگیا بڑی تسکین ہوئی۔ حامد نے چلا کر کہا مگر چچا اس میں میرا مینڈک کا بچہ بھی تھا کیا آپ اسے بھی پی گئے؟

سینما ہوسس کی آمدنی بڑھانے والے

ہردلعزیز فلم

تلاشِ حق سنگیت فلم کمپنی کا مشہور و معروف فلم — ڈائرکٹرس بائی جدن بائی
اداکاران خصوصی بائی جدن بائی، بےبی رانی، قمر جہاں، یعقوب خان، احمد حسین، پٹیل، پانڈے، مہدی رضا وغیرہ

ستی مہانندا گندھروا سینی ٹون کا مشہور فلم — ڈائرکٹر بابوراو پٹیل
اداکاران خصوصی پدما دیوی، کملا وتی، مدھوکار گپتا، ایم مرچنٹ، راجہ پنڈت، شانتا رام وغیرہ

خون کا خون اسٹیج فلم کمپنی کا عدیم النظیر شاہکار — ڈائرکٹر سہراب مودی
اداکاران خصوصی سہراب مودی، مس شمشاد، مس نسیم، مس رام پیاری، مس گوہر، فقیر محمد، فضل کریم وغیرہ

بالا جوبن گندھروا سینی ٹون کا دلکش فلم — ڈائرکٹر بابوراو پٹیل
اداکاران خصوصی پدما دیوی، مس گلاب، شیریں بانو، مبارک، مدھوکار گپتا، راجہ پنڈت، ماروتی پہلوان، نندو کھوٹے، بابوراو سنار، غلام حسین، بدری پرشاد وغیرہ

بکنگ کا پتہ

کلکتہ فلم ایکسچنج ۲۱ امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ	کلکتہ فلم ایکسچنج (تری بھون روڈ بمبئی)	کلکتہ فلم ایکسچنج ۵۰۔ آرمینین اسٹریٹ مدراس

حضرت آرزو لکھنوی

آپ کی سوانح حیات میں کچھ حالات دیباچہ فغانِ آرزو سے اور کچھ دوسرے ذرایع سے حاصل کر کے بعد تحقیق و تصدیق درج کئے جاتے ہیں
"ایڈیٹر"

سالِ ولادت انور حسین نام۔ آرزو تخلص۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ ہجری میں بروز عید غدیر پیدا ہوئے۔ میر ذاکر حسین صاحب یاس کے یہ منجھلے صاحبزادے ہیں اس لئے منجھو صاحب عرفیت ہوگئی۔ بزرگ باپ نے تاریخ ولادت یہ کہی ع

بار دیگر شکر کردم از زبان

اسی مصرعہ کے اعداد کے شمار سے سنہ مذکور نکلتا ہے

نسب آپ کے مورث اعلیٰ سید جان علی صاحب عہد اورنگ زیب میں ہرات سے ہندوستان آئے اور مناصب جلیلہ پر فائز ہو کر نواب تہور خاں کے خطاب سے مشہور ہوئے سلسلۂ نسب اکیسویں پشت میں امام ہفتم حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام اور چھبیسویں پشت میں حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔ شجرہ مصدقہ موجود ہے

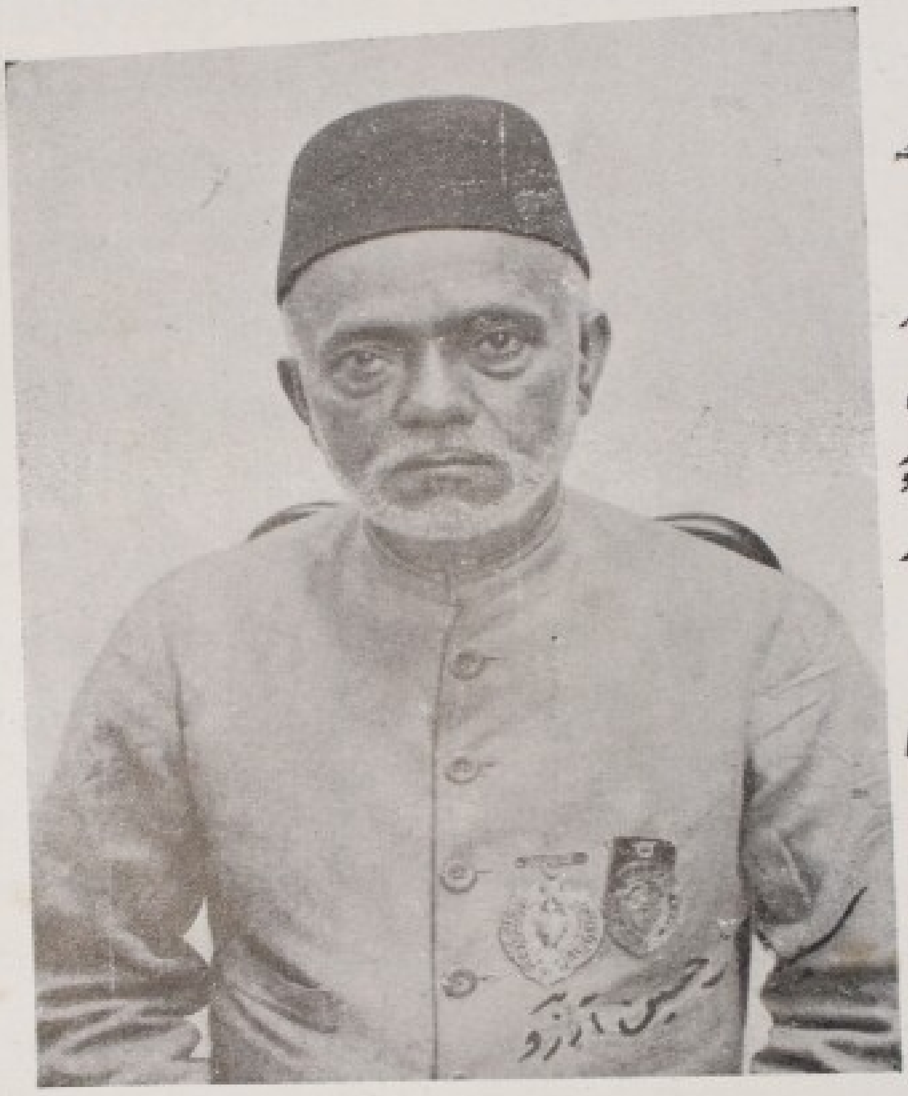

بچپن اور تعلیم اس وقت زمانہ موافق تھا اس لئے پانچ سال کی عمر میں بہت دھوم سے بسم اللہ ہوئی۔ پرانے طریقہ کے موافق مولوی مقرر ہو گئے جو پڑھانے کے لئے گھر پر آیا کرتے تھے۔ مگر نہیں معلوم کیا بات تھی کہ برسوں کی محنت برباد گئی اور کچھ نہ آیا۔ آخر عاجز آکر تعلیم روک دی گئی۔ پہلے تو اس آزادی سے بہت خوشی ہوئی مگر چند ہی دن میں کھیل کود سے جی بھر گیا اور بیکاری مشغلہ ڈھونڈھنے لگی۔ ایک روز تنہائی میں بہت جی گھبرایا اور اپنی حالت پر نہایت افسوس ہوا دل ہی دل میں خدا سے باتیں ہونے لگیں آخر تو نے مجھے ایسا کیوں پیدا کیا کہ مجھولی ذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں عیب اور بیوقوف خیال کرتے ہیں اگر یہ کسی گناہ کی سزا ہے تو سنا گیا ہے کہ نابالغ کے گناہ گناہ نہیں سمجھے جاتے پھر کیا بات ہے جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اپنے حال پر رونا آگیا۔ وقت گذر گیا خیال جاتا رہا ہے۔ دوسرے روز ایک مجھولی لڑکے نے غیرت دلائی اور بہت لعنت ملامت کر کے کہا کہ تم کیوں نہیں پڑھتے ہو ہم سے پڑھو دیکھیں کیونکر پڑھنا نہیں آتا ہے۔ یہ مجھولی آگے بڑھ کر مولوی میر قاسم صاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔ جو طبیب بھی تھے اور واعظ بھی۔ الحاصل

اور بدمعاشوں سے کہتی ہے (کہ اگر تمہیں ہ زیور چاہئے تو یہ لو اور مجھے جانے دو) بدمعاش زیور لیکر اس کی عصمت دری کرنا چاہتے ہیں، نرملا اپنی عصمت بچانے کے لئے دریا میں کود پڑتی ہے، پانی کا سیلاب اسے بہاکر بھولا نامی ایک بوڑھے کے جھونپڑے کے پاس لے آتا ہے، بھولا اُسے بچا لیتا ہے۔

کشیپ بابو ابھی بنارس ہی میں ہیں بیٹا (ایک بال بدھوا جسے نرملا نے ترس کھا کر بنارس میں اپنے پاس رکھ لیا تھا) ایک سال کی بچی شانتی کو جنکی اب ماں نہ بچی بہلاتی ہے، مگر دونوں دن رات ماں کے بغیر ماہی بے آب کی مانند تڑپتی ہیں، کشیپ بابو انکو دیکھتے ہیں اور خون جگر پیکر رہ جاتے ہیں، پنڈت رام روپ جنکو زیادہ دن ٹھہرنا بنارس میں فضول معلوم ہوتا ہے کشیپ بابو سے یہ کہکر (کہ اگر نرملا دیوی ایک مہینہ بعد ملیں بھی تو ہمارے کس کام کی) کلکتہ واپس چلنے پر آمادہ کر لیتے ہیں اور ساتھ ہی بینا کو بنارس میں چھوڑ دینے کے لئے کہتے ہیں، بینا مجبوراً شانتی کو کشیپ بابو کے حوالے کر دیتی ہے، کشیپ بابو کا موٹر اسٹیشن جانے کے لئے جب سڑک پر پہنچتا ہے تو بھولا نرملا کو لیکر آتا ہے اور کشیپ بابو سے کہتا ہے کہ (وہ اپنی استری نرملا کو اپنے ہمراہ لیجائیں) لیکن پنڈت رام روپ اسکی مخالفت کرتا ہے، کشیپ بابو جو رام روپ کے اشارے پر ناچتے ہیں نرملا کو ساتھ رکھنے سے انکار کر دیتے ہیں، نرملا کشیپ بابو کے انکار سے بدحواس ہو جاتی ہے، اسکی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا کرے اور یہی وہ کشیپ بابو سے پوچھتی ہے (کہ اب میں کیا کروں؟) کشیپ بابو اس سوال کے جواب میں اپنی جیب سے پستول نکال کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہو سکے تو اس سے اپنی اور میرے خاندان کی عزت بچاؤ۔ نرملا پستول لیکر التجا کرتی ہے کہ ایک مرتبہ مجھے اپنے چرن چھونے دیجئے لیکن رام روپ جنکی نظر میں نرملا بلا وجہ گنہگار ہو چکی تھی پتی کے چرن بھی نہیں چھونے دیتا اور کشیپ بابو کو لیکر روانہ ہو جاتا ہے، نرملا حسرت سے دیکھتی رہجاتی ہے گاڑی جانے کے بعد وہ پستول سے اپنی زندگی ختم کر دینا چاہتی ہے کہ

لیکن بھولا یہ کہکر (کہ سماج سے بدلہ لینے کیلئے جیو، پاپی کا ظلم خاموشی سے سہنا پاپ ہے) اسکو مرنے سے روکتا ہے، ادھر بینا جسکو شانتی کی جدائی شاق گذرتی ہے دیوانہ وار دوڑتی ہوئی اسٹیشن پر آتی ہے اور کشیپ بابو جو ٹکٹ لے رہے تھے التجا کرتی ہے کہ مجھے اپنے ساتھ کلکتہ لے چلئے، کشیپ بابو ترس کھا کر اسکو بھی اپنے ساتھ کلکتہ لیجاتے ہیں، بھولا نرملا کو گانے کی تعلیم دیتا ہے اور وہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک اچھی گانیوالی بنجاتی ہے اس کے ریکارڈ ہندوستان کے مشہور گویوں کے ریکارڈ بریک کرتے ہیں نرملا جو آپ کاننا بائی کے نام سے مشہور ہے جب شانتی کو دیکھنے کیلئے بہت بیقرار ہوتی ہے تو بھولا اسکو لیکر کلکتہ آتا ہے اتفاق سے یہ لوگ اسی محلے میں ٹھہرتے ہیں جسمیں کشیپ بابو رہتے تھے رام روپ کو جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ نرملا اسی محلے میں رہتی ہے تو وہ مالک مکان سے یہ کہکر کہ نرملا ویشیا ہے اس محلہ سے نکلوا دیتا ہے، بھولا کو جب کسی محلہ میں جگہ نہیں ملتی تو وہ ویشیا کے محلے (سوناگاچھی) میں مکان لے لیتا ہے، مدن بابو کے دوست دتے سے بھولا کی ملاقات ہو جاتی ہے، بھولا دتے کو روپیہ کا لالچ دیکر ہریش کو بلانیکی کوشش کرتا ہے، دتے کچھ دن بعد ہریش کو یہ کہکر کہ اس محلہ میں ایک بیکس عورت رہتی ہے اور اسکا کوئی نہیں، کاننا کے گھر پر لاتا ہے۔ ہریش کاننا کے گھر کو ویشیا کا گھر سمجھ کر بھاگنا چاہتا ہے، کاننا اسکا ہاتھ پکڑ لیتی ہے ہریش کو جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے باتیں کرنیوالی کاننا ویشیا نہیں بلکہ اسکی بھابھی نرملا ہے تو وہ غیرت سے پسینے پسینے ہو جاتا ہے اور اسکو دنیا میں رہنا بار معلوم ہونے لگتا ہے، کاننا اپنی سچی اور درد بھری باتوں سے اسکے دل کے شکوک رفع کر دیتی ہے، ہریش اسے گھر چلنے کے لئے کہتا ہے کاننا گھر جانے سے انکار کرتی ہے اور صرف شانتی کو دیکھنا چاہتی ہے، ہریش شانتی کو لانیکا وعدہ کرکے چلا جاتا ہے، اس کے جاتے وقت دروازے کے قریب مدن بابو ملجاتے ہیں جو شراب کے نشے میں چور ہوتے ہیں ہریش کے دل میں کاننا کی جانب سے پھر شک پیدا ہوتا ہے اور وہ کواڑ کی آڑ میں کھڑا ہو جاتا ہے، کاننا مدن

بابو کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو جاتی ہے اور مدن بابو کو پستول سے دھمکا کر باہر کر دیتی ہے ہریش کانتا کی شرافت اور پارسائی کو دیکھ کر کانتا سے اپنی غلط فہمی کی معافی چاہتا ہے اور پہلے سے زیادہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے

کلکتہ آنیکے بعد کشیپ بابو کے گھر کا تمام کام مینا ہی کے سپرد تھا، بن ماں کی بچی شانتا کی مینا ہی سب کچھ تھی، وہ صبح شام دن رات اسی کی خدمت میں لگی رہتی تھی۔ کشیپ بابو کا چھوٹا بھائی ہریش جو نوجوان اور خوبصورت تھا اس سے پریم کرتا تھا، مینا بھی جان و دل سے ہریش پر نثار ہوتی تھی پنڈت رام روپ نے دونوں کی محبت کو تاڑ لیا تھا اور مینا کو گھر سے نکالنے کیلئے کشیپ بابو کو ابھارنا شروع کیا، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رام روپ سو رہا تھا ہریش اور شانتی اس کے کمرے میں آئے اور مذاقاً اس کی چوٹی چارپائی سے باندھ کر اور اس کے منہ میں گرم گرم چائے ڈالکر بھاگ گئے، رام روپ نے شور مچانا شروع کیا، شور سنکر مینا اس کے کمرے میں آئی اور چوٹی کو چارپائی سے کھولکر پوچھنے لگی: پنڈت جی آپکی چوٹی کس نے باندھ دی؟ رام روپ جو اس حرکت سے آگ بگولہ ہو گیا تھا، مینا کو کشیپ بابو کے پاس لیجاتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ اس لڑکی کو فوراً مکان سے نکال دیجئے اس نے میری چوٹی چارپائی سے باندھ دی اور میرے منہ میں بھر کر پیالی سے گرم گرم چائے ڈالدی، کشیپ بابو اسکو گھر سے نکل جانیکا حکم دیتے ہیں، لیکن محبت کی ماری مینا ہریش کی وجہ سے نہیں جاتی کیونکہ وہ بیمار ہے، ایک دن جبکہ وہ ہریش کی تیمارداری میں مشغول تھی رام روپ اور کشیپ بابو آجاتے ہیں، رام روپ کشیپ بابو کے حکم سے مینا کے بال پکڑکر گھسیٹتا ہوا دروازے کے باہر لیجاتا ہے، ہریش جو بخار میں جل رہا تھا رام روپ کی اس حرکت کو دیکھ کر بدحواس ہو جاتا ہے اور اسی حالت میں دیوانہ وار دوڑتا ہوا راستے میں مینا کو پکڑ لیتا ہے اور مینا کو ایک ہسپتال میں پہنچا دیتا ہے جہاں وہ اعلیٰ نرس بنجاتی ہے۔ ہریش شانتی کو کانتا کے گھر لیکر آتا ہے، کانتا شانتی کو پھر ہریش کے ساتھ بھیجنا چاہتی ہے لیکن ہریش یہ کہکر کہ شانتی کو آپ ہی کے پاس رہنا چاہئے چھوڑ کر چلا جاتا ہے، کشیپ بابو اور رام روپ شانتی کو لینے آتے ہیں شانتی نہیں جاتی، مجبور ہو کر واپس چلے جاتے ہیں، کانتا جو شانتی کو چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی زینے سے اتر کر سڑک پر چلی جاتی ہے بھولا کانتا کے کمرے کے کواڑ کھلے پر شانتی کو چھوڑ کر کانتا کو دیکھنے جاتا ہے ادھر مدن بابو مکان میں آگ لگا دیتا ہے، تمام لوگ نکل نکل کر بھاگ گئے ہیں لیکن معصوم شانتی جسے آگ کے شعلے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں کہاں جائے؟ کمرے میں چاروں طرف ماں ماں پکارتی پھرتی ہے، ہریش آتا ہے اور اسکو نکال کر لیجاتا ہے، ہریش کے جانیکے بعد بھولا اور کانتا آتے ہیں۔ کانتا جلتے ہوئے مکان کے اندر جانا چاہتی ہے، چند لوگ اسکو پکڑ لیتے ہیں، بھولا اندر چلا جاتا ہے اور شانتی کو ڈھونڈتا پھرتا ہے جب شانتی نہیں ملتی اور آگ اُسے جلا دیتی ہے تو وہ جلی ہوئی حالت میں باہر آکر مرجاتا ہے، ہریش مینا کے ہاں شانتی کا علاج کرا رہا ہے، ایک دن وہ کسی کام سے دریا کنارے گیا تو اس نے دیکھا کہ کانتا شانتی کے غم میں دیوانی ہو گئی ہے وہ اسکو مینا کے گھر لے آتا ہے اور علاج کراتا ہے۔

کشیپ بابو شانتی کی موت کے غم کو بھلانے کیلئے شراب نوشی کرنے لگتے ہیں، اور یہاں تک شراب پیتے ہیں کہ چوبیس گھنٹے شراب کا دور چلتا رہتا ہے، ہریش جسکو کشیپ بابو نے مار کر گھر سے نکالدیا تھا جب کانتا کو بیماری سے افاقہ ہو جاتا ہے تو کہتا ہے کہ بھابھی! دادا بہت شراب پی رہے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شراب پیتے پیتے مرجائیں، کیا آپ ایک مرتبہ چلکر انہیں نہ بچائیے گا؟ کانتا یہ کہکر کہ ہاں! اب شرابی کے پاس ویشیا جا سکتی ہے، ہریش اور شانتی کے ساتھ کشیپ بابو کے پاس کانتا جاتی ہے۔

اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ یہ اسکرین پر ملاحظہ فرمائیے

فلمی دُنیا والوں کے ۱۰۰ فیصدی صحیح نظریئے

Penniless Producers	ایک فلم کا مالک	لہو لگا کے شہیدوں میں نام کرلینگے
Director	نگرانِ اعلیٰ	ہمچو من دیگرے نیست
Camera man	مصور	میں بگڑ جاؤں تو تصویر بگڑ جاتی ہے
Sound Recordist	صدا بند	بگڑا جو کوئی مجھ سے تو کردوں گا صدا بند
Art Director	مناظر آرا	فنِ تعمیر تو وابستہ مرے دم سے ہے۔
Make up Artist	غازہ کنندہ	لیلےٰ کو حور بنا دوں میں
Electrician	برق طراز	ہے فلم کی دُنیا میں مرے دم سے اُجالا
Editor	پیوستہ کنندہ	ہے دھاک زمانہ میں مری کاٹ چھانٹ کی
Story Writer	فسانہ نویس	اِک طِفلِ دبستاں ہے فلاطوں مرے آگے
Musical Director	نگرانِ موسیقی	شجرہ مرا ملتا ہے میاں تان سین سے
Hero	ممثلِ اعلیٰ	عاقبت کی خبر خدا جانے۔ اب تو آرام سے گذرتی ہے
Heroine	ممثلہ اعلےٰ	ہر فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا۔
Production-in-charge	منتظمِ اعلیٰ	ہینگ لگے نہ پھٹکری اور رنگ بھی چوکھا آئے۔
Extrn	فالتو کردار	ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں۔
Durwan	دربان	بغیر اجازت اندر جانا منع ہے۔
Recommended Artist	منہ لگا کردار	سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا
Publicity Manager	مشتہر کنندہ	آفس میں آکے مجھ سے ملاقات کیجئے۔

الراقم

فکر ہر کس بقدرِ ہمت اوست

ہندوستان کمپنی کے جاری کئے ہوئے نئے ریکارڈ

مسٹر سیگل
Mr. Saigal

H. 459.	کون بجھاوے تپت مورے من کی	بھجن
	پھر مجھے دیدہٴ تر یاد آیا	غزل

بنوے بھوشن گوسوامی او مینکا دیوی (فلم اسٹارس ایسٹ انڈیا کمپنی)
Sj Benoy Bhushan Goswami & Sm. Menka Devi

H. 446.	اُس ہر کو من بھول نہ جانا	سُنہرا سنسار

Sj. Benoy Bhushan Goswami

H. 446.	سُکھ آنند اور پریم کی	سُنہرا سنسار

پنڈت رام کرشن مصرا
Pt. Ram Krishna Misra

H. 11447	بوندن برسائین میگھ میہروا	خیال میگھ ملار
	سوہے ری مائی ری	خیال شدھ ٹوری

مس راجمنی بائی بنارس
Miss Rajmani Bai Benares

H. 433	ہری نام ہری نام مین رٹون من مین۔	بھجن
	من کی من مین رہی	"

مس سندر بائی و پارٹی
Miss. Sunder Bai & Party

H. 438	مدینے والے آقا پر درود و سلام	سلام
	مری بگڑی بات بنانا یا مولا	مناجات

SANGEET'S "CALL of the SOUL" हृदय मंथन

بہروپ کا فن

شیخ افتخار رسول صاحب بدر بیرسٹر ایٹ لا ملتان،

اسٹیج یا فلم کا "میک اپ" ایکٹنگ کی خوبی کو دوبالا کرنے مین خاص اہمیت رکھتا ہے۔ پھر بھی اس کی خوبیون اور نقائص کے ذمہ دار ایکٹر نہین ہوتے۔ یہ فن خاص ماہرون کے ماتحت ہوتا ہے جو آرٹسٹ کو بنا سنوار کر کیمرہ کے سامنے پیش کرتے ہین۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ معمولی میک اپ یا معمولی پارٹ کے "میک اپ" کے لئے ایکٹر خود ہی اپنا کام آپ کر لیتے ہین۔ لیکن یہ انکا لازمی فرض نہین، آرٹسٹ کو چاہئے کہ وہ کسی تجربہ کار ماہر فن سے بہروپ کا ہنر سیکھین کیونکہ اپنے چہرہ کے رنگ کے موافق غازہ سازی مین وہ ماہر فن کو خاطر خواہ مدد دے سکتے ہین ماہر ایکٹر مرکبات غازہ کی تیاری مین اپنے تجربات سے بہت زیادہ کام لیتے ہین۔

ہندوستان اور لندن مین بھی چند ہندوستانی فلمون کے مشاہدہ کے بعد مین نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہندوستان کے ماہران صنعت فلمسازی اس طرف سے مہلک غفلت شعاری برت رہے ہین۔

مین امریکہ اور فرانس کے متعدد فلمون مین پارٹ کر چکا ہون۔ اور انہین تجربات کی بنا پر مین کہتا ہون کہ ایکٹر کی کامیابی اور ہر دلعزیز مقبولیت کا نصف فیصدی تعلق "میک اپ" سے ہے اور واقعات شاہد ہین کہ عموماً ایکٹر اسی "میک اپ" کے ذریعہ انگلستان فلم کے درخشندہ ستارے بنے ہین۔

کسی فلم کی کامیابی کا پچاس فیصدی تعلق میک اپ سے چالیس فیصدی تعلق ڈائرکشن، فوٹوگرافی، اور مناظر سے، اور صرف دس فیصدی تعلق ایکٹر اور ایکٹرس کی ذاتی خوبی اور فطری جذبات نگاری سے ہے۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ ممکن ہے کہ بعض اصحاب کو اس مین مبالغہ معلوم ہو لیکن یقین مانئے۔ اس مین شائبہ بھر تصنع یا تکلف نہین، مین نے جو کچھ کہا واقعات کی تشکیل تھی۔ بارہا مین اس چیز کا مشاہدہ بھی کر چکا ہون کہ ایک بدنما کریہ صورت اچھے "میک اپ" کے بعد پردۂ نمائش پر بالکل متضاد تاثرات مین ظاہر ہوئی۔

نیچرل (فطری) "میک اپ" اور اچھی فوٹوگرافی سے خراب سے خراب اور تحقیر خیز صورت والا انسان بھی حسین وجمیل اور شکیل معلوم ہوتا ہے۔ عام لوگ خیال کرتے ہین کہ ایکٹرسین جمیل اور خوبصورت ہوتی ہین کیونکہ ان کے پیش نظر وہی پردۂ فلم کی جاذب نظر صورت رہتی ہے۔ حالانکہ شاید ہی دنیا مین ایک دو چن ایکٹرسین ایسی ہون گی جو واقعی حسین ہون اور نعمت حسن قدرت نے ودیعت کی ہو۔ اور جو پس پردہ بھی دلون کو متاثر کر سکتی ہین۔ یہی حالت لان چینی کی تھی وہ نہایت تکلیف دہ میک اپ کی طفیل اتنی عام مقبولیت اور شہرت کا حامل ہوا۔ اور حقیقت یہ کہ اس کی ذاتی قابلیت اور ہنر نوازی تھی، جو اسے فلم مین کام کرنے کا موقعہ ملا۔ ورنہ وہ حسین وجمیل نہین تھا۔ اور نہ اس نے کسی جذبات انگیز معاشقانہ فلم مین پارٹ کیا۔ پھر بھی اس نے سینکڑون حسین وجمیل ایکٹر و ایکٹرسون سے زیادہ مقبولیت حاصل کر لی۔

ایکٹنگ ایک نہایت ہی اذیت رسان اور وقت طلب

فن ہے۔ جو ہر ایک برداشت نہین کر سکتا۔ لان چینی نے ایک فلم مین خود کو لنگڑا ظاہر کرنے کے لئے اپنے دونون پیرون کو پیچھے کی طرف موڑ کر مضبوطی سے پشت پر باندھ دیا یہ کتنا تکلیف دہ کام ہے پیرون کو پچھلے حصے کی طرف تو خیر ہر شخص موڑ سکتا ہے لیکن مصیبت یہ تھی کہ اسے مدت مدید تک اسی حالت مین رہنا پڑا اور پردہ پر ظاہر ہی نہین ہونے دیا کہ یہ ایکٹر کے میک اپ کی خوبی ہے اور وہ واقعی لنگڑا نہین ہے۔

ذرا اس کی اذیت پر غور فرمایئے، نہ صرف جسمانی اعضا کی تبدیلی اور اپاہج کا بہروپ ہی اس کا کمال تھا۔ بلکہ اکثر مرتبہ اس نے بغیر میک اپ یا غازہ کی مدد کے اپنے چہرہ پر مستقل اور دیرپا تبدیلی پیدا کی ہے وہ آرٹ کی دنیا مین ہمیشہ زندہ رہیگا۔ مین اسکی تعریف نہین کر سکتا، ایکٹر سے انہین خوبیون کے متمنی رہتے ہین

بہتر ہے کہ یہاں مین متوفی "روڈلف ولینٹینو" کی کامیابی کے چند سربستہ راز کا بھی تذکرہ کر دون۔

جب وہ ہالی وڈ کی دنیا مین آیا۔ اس نے اپنے چہرہ کے زیتونی رنگ کے لئے کوئی غازہ موزون نہین پایا۔ ہالی وڈ ایکٹر سفید رنگ کے ہوتے ہین۔ اس کا رنگ اطالوی آب و ہوا مین پرورش پانیکی وجہ سے ان سے بالکل مختلف تھا میکس فیکٹر جو ماہر غازہ ساز ہین نے مدت تک جان توڑ کوششین کین پہلے پہل تو کامیابی کی جھلک دھندلی سی نظر آئی۔ لیکن ان تھک تحقیقات اور تجربات کے بعد ہلکا زرد رنگ اس کے چہرے کے رنگ کی آمیزش کے لئے موزون ثابت ہوا۔ یہی نسخہ ہلکا زرد رنگ مین نے اپنے لئے بھی حسب دلخواہ پایا ہے۔ ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے میرا رنگ بالکل سفید تو نہین زیتونی ہے چنانچہ مین نے امریکہ اور فرانس کی جتنی فلمون مین پارٹ ادا کیا

اسی غازہ سے میرا میک اپ ہوتا رہا۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہی غازہ ہندوستان کے تمام ایکٹرون اور ایکٹرسون کے لئے بہتر اور موزون ہوگا جس موسم اور آب و ہوا مین وہ پرورش پاتے ہین۔ ان کے لئے سفید غازہ چندان بہتر نہین۔ سفیدی کبھی بھی ان کے چہرے کو پردۂ فلم پر جاذب اور حسین نہین بنا سکتی۔ مجھے اتنا یقین ہے کہ اگر ولینٹینو ہندوستان مین ہوتا تو کبھی بھی کسی فلم مین کامیابی نصیب نہ ہوتی کامیابی اور اس عروج کمال پر پہونچنا تو در کنار جس کے ہزارون لوگ آج متمنی ہین۔ وہ اس فلمی زندگی کے ابتدائی مرحلون کو بھی طے نہین کر سکتا کیونکہ ہندوستان کے "خداوندان فلم" اس کے چہرے پر سفیدی مل دیتے ہین۔ اور اس کی تمام خوبیان فنا کر دی جاتین۔

آخر ش ہندوستانی فلم ممالک غیر مین مقبولیت کی نظر سے کیون نہین دیکھے جاتے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہندوستانی فلمساز میک اپ کو سدھارنے اور اس مین نیچرل تاثرات پیدا کرنیکی ادنی سی تکلیف بھی گوارا نہین کرتے۔ چونکہ ہندوستانی فلمون مین بیشمار خامیان مضمر ہوتی ہین اور یہی وجہ ہے کہ یہ ہندوستان کی حد کے باہر نفرت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین۔

ممالک غیر مین "میک اپ" بہروپ یا غازہ سازی نے وسیع ترین صورت اختیار کر لی ہے۔ یورپ کی معاشرتی سوسائٹیان "میک اپ" کو حسن کی افزائش کے لئے زینت اور آراستگی کا زیور قرار دیتی ہین۔ دوشیزگان کالج، متوسط العمر خاداتین، دوکانون کی ملازم عورتین، مائین، بہنین اور بیویان غرضیکہ ہر طبقہ، ہر جماعت ہر عمر کی عورتین اپنے حسن مین ملاحت تابش اور نظر فریبی پیدا کرنے کے لئے غازہ کا استعمال کرتی ہین اور وہ صرف نمائش یا بھڑک کے لئے ہی نہین بلکہ ضرورت اور صحت کے خیال سے۔

جیسا کہ شہرۂ آفاق لان چینی نے ایک بار کہا تھا کہ ایکٹنگ

میرے لئے ایک بہت ہی دشوار اور تکلیف دہ کام ہے ہر ایکٹر کا یہی نظریہ ہونا چاہئے ایکٹر وہی ہے جو کیرکٹر کے ادنیٰ ترین نکتہ کو بھی غور اور اہمیت کی نظر سے دیکھے اور خود کو اس کیرکٹر میں محو کردے اور جب تک کیمرہ کے سامنے رہے اپنے کو اس ایکٹ کا ایک زندہ مجسمہ کی حیثیت سے پیش کرے کامیابی کے لئے یہ لازمی اصول ہے کہ آرٹسٹ جب تک جذبات نگاری مین جذب ہو کر خود کو گم نہین کردے گا "نیچرل ایکٹنگ" زندگی بھر پیدا نہین ہو سکتی۔ انہی تمام نکات سے ہمارے ہندوستانی ایکٹر اور ڈائرکٹر نا واقف ہین۔ ان اصولون کی پابندی کرنا چاہئے اور انہین سیکھنا چاہئے کہ جذبات اور کیرکٹر نگاری مین فطری جھلک کیسے پیدا کی جا سکتی ہے۔

مجھے کامل اُمید ہے کہ اگر یہ تمام خامیان مفقود ہو گئیں تو ہندوستانی فلم ان ممالک غیر مین بھی مقبولیت حاصل کر لین گے جہان آج انکی کوئی قدر نہین کرتا۔

(بیگم)

خبر نہیں کہ یہ دیوانہ پن رہے نہ رہے
گھٹے نہ شانِ جنون پیرہن رہے نہ رہے

وہ مدعائے دلی ہے جسے فریب نظر
رہے بہار اُٹھی چمن رہے نہ رہے

حصول کچھ نہین دو دن کی پردہ پوشی سے
یہ خاک گور سلامت کفن رہے نہ رہے

نفس حیات کا ضامن سہی مگر کب تک
دراز دستی قید رسن رہے نہ رہے

پھر آئیگی کہ ہے اک چلتی پھرتی چھاؤن بہا
چمن کی خیر ہو رنگ چمن رہے نہ رہے

چہل پہل سے امیدوں کی ہو نہیں لطف اندوز
بھری پری یو نہین یہ انجمن رہے نہ رہے

بدل رہا ہے زمانہ تو آرزو کیا ٹھیک
وطن مین بھی یہ سوادِ وطن رہے نہ رہے

(حضرت آرزو لکھنوی)

تاج پروڈکشن

"سہاگ کا دان"

مایۂ ناز افسانہ نویس سید امتیاز علی تاج کا شاہکار

جسمین

مس بیو، انوری بائی، نندی کھنہ، ہیرالال، جگل کشور، بی۔ اے۔ گوسائین، دیوکی، نندن نے اپنے کمالات موسیقی و اداکاری پیش کئے ہین

سہاگ کا دان ایک قدیم قصہ جو ایک عورت کی قربانی اور بے غرضانہ محبت کا مرقع ہے جو ابھی ایک مرد سے محبت اور دیوتاؤن کی کشمکش کو حیرت انگیز طریقہ پر پیش کرتا ہے۔

بکنگ کا پتہ

انڈیا فلم بورو

لاہور	دہلی	کراچی	پشاور
پوسٹ بکس نمبر ۵۰	پوسٹ بکس نمبر ۱۴۱	پوسٹ بکس نمبر ۳۵۲	کابلی باری اسٹریٹ

نیو تھیٹرز کے فلم تقسیم کرنیوالے

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز	فورٹ روڈ	دہلی
دہلی ٹاکیز بورو	چاندنی چوک	دہلی
انڈیا فلم بورڈ	کالی باڑی	پشاور
انڈیا فلم بورڈ	پوسٹ بکس نمبر ۵۰	لاہور
انڈیا فلم بورڈ	پوسٹ بکس نمبر ۱۴	دہلی
انڈیا فلم بورڈ	پوسٹ بکس نمبر ۳۵۳	کراچی
دوسانی فلم کارپوریشن	نمبر ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ	کلکتہ
آل انڈیا ڈسٹری بیوٹرز	مونجی ہاؤس رامٹ رو فورٹ	بمبئی
کلکتہ فلم ایکسچینج	تری بھون روڈ	بمبئی ۴
کلکتہ فلم ایکسچینج	نمبر ۵۰ آرمینین اسٹریٹ	مدراس
کلکتہ فلم ایکسچینج	نمبر ۲۲ امرتلہ اسٹریٹ	کلکتہ

نیو تھیٹرز لمیٹیڈ کے تیار کردہ

شہرۂ آفاق پکچرز

نیو تھیٹرز کے فلموں کو کبھی نہ بھولئے

نیو تھیٹرز کے تمام فلم بلند معیار رکھتے ہیں

نیو تھیٹرز کے فلم بہترین تفریح ہیں

دیو داس	اداکار	جمنا، سیگل، پہاڑی، نیمو، راج کماری ستارہ، کے۔ سی۔ ڈی، وشواناتھ، شور، بدری، اور مشہور اداکار شریک کار ہیں،	مکالمہ نگار شور ــــ کدار	ڈائریکٹر	پی سی بروا
دھوپ چھاؤں	اداکار	اوما دیوی، پہاڑی، کے۔ سی۔ دے، نواب، عظمت، کدار، شور، وشواناتھ، بھدری، بابو لال، دیو بالا، کپور، دید وغیرہ	مکالمہ نگار پنڈت سدرشن جی	ڈائریکٹر	نتن بوس
کروڑپتی	اداکار	سیگل، پہاڑی، ملینا، نواب، راجکماری، نیمو، جگدیش، کدار، امر ملک، درگا داس، ترلوک، بوکا، شور، بابو لال، کپور، دید، راج لکھی، راج کماری وغیرہ	مکالمہ نگار کدار۔ بی۔ اے	ڈائریکٹر	ہیم چندر
منزل	اداکار	جمنا، بروا، نیمو، پرتھوی راج، اہری متی، شور، کدار، کپور، کے۔ سی۔ ڈے، ملینا، ستارہ وغیرہ نے اپنی اپنی اداکاری کے جوہر دکھائے ہیں	مکالمہ اور گانے شور ــــ آرزو	ڈائریکٹر	پی سی بروا
پجارن	اداکار	سیگل، چندرہ وتی، راجکماری، نواب، پہاڑی، بابو لال، ترلوک، جگدیش، کیلاش، ایاس، کدار، دید، دینی وغیرہ	مکالمہ نگار بسمل عشرتی	ڈائریکٹر	پرفلو رائے
مایا	اداکار	جمنا، پہاڑی، آزوری، اہری ستی، جگدیش، پرتھوی راج، نیمو، شور، نواب، دید، کپور، ایاس، جواد، وغیرہ وغیرہ	مکالمہ نگار شور لکھنوی	ڈائریکٹر	پی سی بروا

A SCENE FROM
THE PRESIDENT

A SCENE FROM
THE PRESIDENT

نگار خانے کی رفتار

موسم بہار کی رنگینوں کے ساتھ ساتھ کام کی رفتار بھی شباب پر ہے۔ اسٹڈیو میں سیزن کی دلچسپیاں رنگ لا رہی ہے روزانہ کسی نہ کسی مہمان کی میزبانی ہو رہی ہے۔ کلکتہ کا دسمبر اور جنوری باہر کے لوگوں کی وجہ سے سال کی نئی خصوصیات کا حامل بن جاتا ہے۔ شہر کی دیگر تفریحات میں نگارخانوں کی سیر بھی شامل ہے۔ اور چونکہ نیو تھیٹرز کا نگارخانہ ایک ممتاز درجہ کا مالک ہے اسلئے معززین آتے ہیں اور منتظمان کو انکی میزبانی کا اخلاقی فرض ادا کرنا ہوتا ہے۔

مسٹر نتن بوس نے اپنی پکچر کا نام رکھ ہی لیا۔ انکا پسندیدہ نام "پریسیڈنٹ" تسلیم کرلیا گیا۔ پریسیڈنٹ دو حصہ مکمل ہوگیا۔ اور اسکا ٹریلر شمالی ہند کی نمائش گاہوں کو روانہ کردیا ہے۔ "پریسیڈنٹ" کی اسٹوری آئندہ نمبر میں شائع "عکاس" کے ناظرین ملاحظہ کرسکیں۔ فلم کئی ایک خصوصیات کا مالک ہے۔ افسانوی حیثیت کے علاوہ اس کے ڈائرکشن اور ٹیکنگ کی خوبیاں آپکو تعریف کرنے پر مجبور کردینگی۔ بلاشبہ "نتن بوس" نے اس فلم پر بڑی محنت کی ہے۔ اور ان کا یہ خیال بڑی حد تک صحیح ہے۔ کہ ان کے سابقہ فلم دھوپ چھاؤں سے "پریسیڈنٹ" زیادہ تر کامیاب ثابت ہوگا۔

پریسیڈنٹ میں سائیگل ہیرو ہیں۔ ان کی اداکاری اور موسیقی کا استقبال کرنے کے لئے "شمالی ہند" بے چین ہے

کلیش کماری۔ لیلا دیسائی۔ مس کلیانی۔ نواب۔ نیمو۔ جگدیش۔ کپور۔ وید۔ پرتھوی راج۔ کے۔ سی۔ ڈے۔ دینی۔ بابولال وغیرہ اس فلم کے چمکتے ستارے ہیں۔ جنکی نیچرل اداکاری دلکش موسیقی اور ترجمانی جذبات قابل دید ہے۔

مسٹر بیم چندر نے اناتھ آشرم کیلئے بڑی سرگرمی سے کام جاری رکھا ہو۔ کوئلہ کی کانوں کے مناظر جا کر لائے ہیں۔ اوما دیوی ہیروئین اور نجم الحسن ہیرو کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ نواب۔ پرتھوی راج۔ وید۔ کپور۔ جگدیش۔ نیمو۔ مس کلیانی۔ کیدار۔ بابولال۔ کے۔ سی۔ ڈے وغیرہ ممتاز اداکار ہیں۔

مسٹر بروا۔ ایک نئی اسٹوری کا سنریو مکمل کر رہے ہیں۔ اور اسکے بعد کرداروں کا انتخاب عمل میں آئیگا۔ ان کے آنے والے فلم میں۔ جمنا پہاڑی۔ نواب۔ جگدیش۔ پرتھوی راج۔ وغیرہ شریک ہونگے۔ مسٹر بروا کی جدید اسٹوری رومانوی پہلو لئے ہوئے ہے۔ اور اصلاحی حیثیت سے بھی ممتاز ہے۔

نیو سینما: ۔ مایا کی نمائش ۱۶ر جنوری سے شروع ہوگئی ہے۔ **مایا** ہر جگہ مقبولیت حاصل کر رہا ہے!

محبت کی پیاس

مفتی گوہر شادانی کے جواہر نگار قلم سے

دنیا ہے محبت خالی اور دل ہے محبت کا جویا +
صحرا میں مسافر پیاسا ہی ملتا نہیں پانی کیا کہیئے +
(جمیل مظہری)

دو گانے والیاں۔ دو حسین و جمیل گانے والیاں اُڑ کر آسمان پر پہونچیں۔ اور زہرہ و مشتری بن گئیں۔ شبنم کا ایک لاوارث قطرہ آسمان سے سمندر کی آغوش میں ٹپکا اور موتی بن گیا۔
رقاصۂ فلک کا وصل اب انسان کی کد و کاوش سے باہر ہے۔ اور موتی صرف بادشاہ خرید سکتے ہیں۔
لیکن کوئی دیوانہ اگر اس کو بھی نہ سمجھے تو یہ کس کا قصور ہے۔

(۱)

"گھڑی نے دو بجائے اور میں نے جانے کی اجازت مانگی۔"

"نیلا بھی نہیں۔" تبسم کی چھیڑ سے۔ لگاوٹ کو قیامت بنانیوالی ماہ پارہ نے اپنی نشیلی آنکھوں سے میرے ہوش و حواس کو شراب بیخودی کا ایک اور جام پلاتے ہوئے کہا۔ اور میرا انکار شراب کے رنگین ساغر کے نازک ہونٹوں پر نقش کی ہوئی مینا کاری کی طرح لبو نپر منجمد ہوگیا۔

"پندرہ دن اور ٹھہریئے۔" اس نے ایکمرتبہ پھر ادا کو۔" التجا کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ اور اسکی لگاوٹوں کی دنیا میں کھوگیا۔

"اب آپ سے کب ملاقات ہوگی ـــ"

"آئندہ ہفتہ۔"

"ہائے۔ اتنی مدت بعد نہیں میں اتنے روز انتظار نہیں کر سکتی۔"

"پھر۔"

"پرسوں آیئے۔"

آؤنگا میں انکار کی تاب کھو چکا تھا۔ اور اس کے علاوہ ساحری پردہ وہ آنکھیں جانتی تھیں کہ مرد کے جذبہ حسن پرستی کو ابھار کر اسکے ہوش و حواس پر ہمیشہ کیلئے کسطرح قبضہ کر لیا کرتے ہیں۔

"بھولئے گا تو نہیں۔"

"نہیں۔"

"آپ کو میری جان کی قسم ضرور آیئگا۔"

"ضرور آؤنگا۔"

یہ میری اور اسکی اس زمانے کی گفتگو ہے جب وہ زمین پر رہنے والی ایک حسین و جمیل رقاصہ تھی۔ اور ابھی آسمان کی محفل انجم میں پہونچکر رقاصۂ فلک

نہیں بنی تھی۔ نزاکت کی جان۔ وفا و درد کی تصویر۔ شبنم کا لطیف و حسین قطرہ تھی اوج ثریا کو شرمانیوالا۔ تاج شاہی کا موتی نہیں تھی۔ حجاب تھی آفتاب نہیں تھی۔ سرور تھی غرور نہیں تھی۔ چاند کی چاندنی کیطرح امنگوں کی راتکو روشن کرتی تھی۔ مگر چاند کی مانند شوق کی کاوشوں سے باہر اور ناممکن الحصول نہیں تھی۔ وفا تھی۔ محبت تھی پرستش تھی۔ پیار تھی۔

لیکن آج! آہ آج وہ شفق شام کی پری بجائے حسین نگینوں کا نظارہ کرتی ہو۔ مگر دور۔ دولت کے قلعے میں سونے کی تخت پہ بیٹھکر کلیو پٹرا کی طرح محو مسرت ہو۔ لیکن جنبش ابرو کے گھائل عاشق سے قطعی بے نیاز۔ - - - - - محبت نے تغافل اور عشق نے حسن کی پوری بے پرواہی اختیار کر رکھی ہے - - - - - - - نہیں میں غلط کہہ رہا ہوں۔ غلط لکھ رہا ہوں۔ قطعی غلط۔

وہ کبھی باوفا نہ تھی۔ وہ ایک سنہری۔ روپہلی دلچسپ دلفریب دہوکہ تھی۔ اور کچھ نہ تھی۔ ایک رقاصۂ عیار۔ مکار۔ پرفن و پرفریب رقاصہ بخت گر غلاظت کے کیڑے کی طرح حقیر۔ چاند کی طرح معصوم صورت۔ لیکن گناہ کی آلودگی کیطرح ناپاک۔ جوانی کی امنگوں کی طرح تازہ مگر بوڑھے گنہگار کی تھکی ہوئی حسرتوں کی طرح ناکارہ۔ بجلی جو شعلہ طور کی طرح چمکتی ہے۔ لیکن آگ کی طرح جلاکر خاک کر دیتی ہے۔ ناگن جو حسن کی جادو سے تبسم اور محبت بنکر سامنے آتی ہے اور مرد کی امید و نکو بہلا اور پھسلا کر سمندر کی بے رحم پریوں کی مانند دیوانہ بنا کر۔ یاس اور ناکامی کے سمندروں کی انتہائی گہرائیوں میں لیجاکر تنہا چھوڑ دیتی ہے۔"

نوجوان نے قلم ہاتھ سے رکھ دیا۔ پریشان بالوں کو لرزتے ہوئے ہاتھوں سے سنوارا۔ اور گہری طویل سرد سانس کے ساتھ سر جھکا ڈال دیا۔ اور قید خانے کی ایک نیم روشن کوٹھری میں جو قبر کی مانند خاموش اور سرد تھی۔ لکڑی کے ٹوٹے ہوئے اسٹول پر بیٹھا تھا۔ پژمردہ اور پژمردہ چہرے پر مایوسی اور ناکامی کے آثار نمایاں تھے۔ البتہ آنکھیں دہکتے ہوئے انگاروں کی مانند سرخ اور بیقرار تھیں۔

معلوم ہوتا تھا۔ کہ کچھ کہنا چاہتی ہیں۔ مگر نہیں کہہ سکتیں۔

اب ایک لمحہ کی خاموشی کے بعد وہ پھر سنبھل بیٹھا۔ کاغذ جس پر وہ ٹوٹی ہوئی پنسل سے بدقت تمام لکھ رہا تھا۔ اس نے اٹھایا اور پڑھنے لگا۔ یکایک اس کے ہونٹ کانپنے لگے۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے جو تدریج بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ ٹوٹے ہوئے ساغر چھلکے اور دو قطرے اس کے زرد گالوں پر سے ڈھلکتے ہوئے خشک ہونٹوں پر گرے۔ معاً اسے اپنی کمزوری کا احساس ہوا۔ اور باقی ماندہ غیرت نے ایکمرتبہ پھر جوش مارا۔ کیونکہ دیکھتے ہی دیکھتے بزدل ہونٹ جو چولہا نے دل کی مایوسی و بے چارگی کی حقیقت آشکارا کر دی تھی۔ دانتوں کی گرفت میں مجبور ہوکر لہو کے قطرے خراج میں پیش کرنے لگے۔ آنسو جو برسات کے سیلاب کی طرح امڈے آرہے تھے۔ کم ہوتے ہوتے بالکل خشک ہوگئے۔ ماتھے پر شکنیں پڑگئیں۔ اور اس نے انتہائی نفرت اور حقارت سے کاغذ کے تختے کو مٹھی میں توڑ مروڑ کر پرزے پرزے کرکے کوٹھری کے ایک تاریک کونے میں اسطرح پھینکدیا جسطرح محرومی قسمت یا معشوق کی بیوفائی۔ نامراد عاشق کی بیقرار حسرتوں کو انتہائی بے رحمی کیساتھ توڑ مروڑ کر پھینکدیا کرتی ہے۔

(۲)

زاہد کے خیال میں اس کے دور شباب کی وہ حسین ترین رات تھی جس کی طلسمی گھڑیوں میں وہ نشاط کی آنکھوں میں جھانک کر اسکے دل کی دھڑکن کا راز معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس کے عطر بیز ریشمی بالوں کی خوبصورت الجھنیں اس کے شوق کو وارفتگی کی الجھنوں میں پھنسا رہی تھیں اور وہ مکمل دیوانہ ہوجانے کے باوجود یہ سمجھ رہا تھا۔ کہ اور زیادہ ہوشیار ہوگیا ہے۔

زاہد۔ ایک نوعمر ایڈیٹر تھا۔ جس کے دل میں ترقی و کامیابی کی امیدیں ابھی پرورش پا رہی تھیں۔ منزل مقصود تک پہونچنے کے لئے

شاہراہ زندگی کا ایک سرگرم و پُرجوش مسافر جسے اپنی کامرانی کا مکمل یقین تھا۔ ایک ہونہار پودا جسکی نشونما دیکھ کہتی تھی۔ کہ یہ ایک بابرگ و بار شجر نکلیگا۔ اس کے علمی و ادبی مضامین اسکی سرگرم کوششیں اس کی پرجوش کاوشیں اسکے اخبار کو عزت و شہرت کی لازوال دنیا میں بتدریج پہونچا رہی تھیں۔ وہ ایک غنچۂ نوشگفتہ تھا جسکی مہک کا چمن روزگار بیقراری کیساتھ انتظار کر رہا تھا۔ اور گلشن کا پتہ پتہ جس کے کھلنے اور پھول بننے کے لئے دست بدعا نظر آتا تھا۔

اس وقت قسمت نے 'اندھی' غیر دوراندیش قسمت نے جو کسی ستم ظریف کا ایک عجیب و غریب ارادہ ہو۔ اور جسکے متعلق انسان کو اظہار خیال کی اجازت نہیں دی گئی۔ اسے نشاط سے ملایا۔ نشاط بیباک۔ چلبلا الھڑ۔ شوخ۔ معصوم دلوں سے کھیلنے والی۔ باتوں سے موتی اور آنکھوں سے بجلیاں برسانے والی نشاط سے حسن کی اس دیوی سے جو ہر روز ایک نیا دل خریدنا۔ اور دل بھر جانے پر بیکار سمجھکر پھینکدینا۔ اپنا معمول سمجھتی تھی دلفریب رقاصہ جس کی رقص کی زنجیریں لوگوں کے دلوں کو دیوانہ بنا چکی تھیں۔ اندر کے اکھاڑے کی وہ سبز پری جس نے کسی گلفام پر عاشق ہونا سیکھا ہی نہیں تھا۔ اور بظاہر معصوم نگاہوں سے جادو کرنا اس طرح جانتی تھی جسطرح موسیٰؑ کے زمانہ کا خداوند سامری۔ زاہد نے اسے دیکھا اور اس کا ہو گیا۔

لیکن نامعلوم کیوپڈ کے بازو کمزور ہو گئے تھے۔ اسکی کمند میں سکت نہ رہی تھی۔ یا اس کے اندھے پن اور اندھی بیفکری کا یہ ایک افسوسناک ثبوت تھا۔ کہ اَبکے بھی اسکا تیر ایک ہی دل کو چھید کر رہ گیا اور دوسرے کے دل تک نہ پہونچا۔ زاہد یہ سمجھا۔ کہ اسے ایک ایسی پرستشگاہ نصیب ہو گئی ہے۔ جہاں وہ اپنے ذوق عبادت کی تشنگی کو پورا کر سکیگا۔ اور نشاط یہ سمجھی۔ کہ اسکے پرستاروں میں ایک اور کا اضافہ ہو گیا ہے۔

...... آسمان پر تارے منتظر عاشق کی بیقرار پتلیوں کی طرح بیقرار تھے۔ ابھی چاند نہیں نکلا تھا۔ ہوا معشوق کے بوسوں کی طرح گرم اور نشہ سے لبریز۔ نشاط بیدار تھی اور محفل نشاط خاموش ترنم سے معمور۔ اس ترنم سے جو صرف دلوں کے کان ہی سن سکتے ہیں۔ امیدیں آزاد ہرنیوں کیطرح دلوں میں اٹھکھیلیاں کر رہی تھیں جوش جوانی اور شوق وارفتہ نے انھیں قید و بند سے آزاد کر دیا تھا۔ کمرہ کی محدود جگہ لالہ و گلاب کی کشت ہو رہی تھی۔ برقی روشنی کی شعاعیں۔ گلدانوں میں رکھے ہوئے پھولوں کے عطر سے لبریز ہوکر سنہری ہوا کے نرم و نازک جھونکے بن گئی تھیں۔ در و دیوار اپنی محدود آغوش میں ارم کی لامحدود وسعتوں کو لئے ہوئے تھے۔ اور زندگی لازوال۔ لاثانی۔ لامحدود عشرت گاہ تھی۔

یہ زاہد کا نظریہ تھا۔ جو نشاط کی گود میں، نشاط کی محفل میں، عیش و نشاط کی شراب کے جام پی رہا تھا۔ اور بھول گیا تھا۔ کہ ہر شراب کا نشہ محض وقتی اور عارضی ہوتا ہے۔

"پیارے زاہد" نشاط نے شمپین کے سے ہلکے تبسم کیساتھ کہا "تمہارا پرچہ کل نکل رہا ہے نا؟"

زاہد نے جو خمار عیش سے نیم مدہوش ہو رہا تھا۔ سر ہلا کر اثبات میں جواب دیا۔ "میری تعریف میں بھی کوئی مضمون لکھا ہے"

"کوئی مضمون" زاہد سے نہ رہا گیا۔ اور اس نے بے اختیار ہوکر قہقہہ مارا۔ "ڈارلنگ تین مضمون ہیں تین" بیوقوف سمجھتا تھا۔ کہ وہ اپنے محبوب کی خدمت کر رہا ہو۔ او نادان اپنے ارادے میں خلوص سے کام لے رہا تھا۔

"خوب" نشاط نے اپنی نازک انگلیوں سے زاہد کے ہونٹوں کو چھیڑنا شروع کیا۔

"کمپنی والے" "نازنین کو میرے مقابلے میں پیش کرنا چاہتے ہیں میرے دشمن ہو گئے ہیں سب۔ کل کی چھوکری۔ بھلا وہ کیا جانے۔ کہ

رقص کرتی کا نام ہے۔ اور پھر وہ میری طرح کچھ خوبصورت بھی تو نہیں۔ پبلک آج کل اندھی ہو گئی ہے۔"

"ہاں" زاہد نے اسکی انگلیوں کو بار بار چومتے ہوئے جواب دیا۔ میں پبلک کی آنکھیں کھولنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تم مطمئن رہو۔"

"شکریہ" نشاط نے کہا۔ اور جھک کر اپنے ہونٹ زاہد کے بیتاب ہونٹوں پر رکھ دیئے۔

(۳)

طوائف اور طوائف کی محبت کے انجام پر دنیا کی مختلف زبانوں میں متعدد کتابیں موجود ہیں۔ اس افسانہ میں آپکو کوئی خوبی یا جدت نظر نہیں آئیگی۔ آپ بے اختیار ہو کر پوچھنا چاہیں گے۔ کہ آخر اس داستان پارینہ کو نئے نقطوں میں پیش کرنیکی ضرورت کیا تھی۔ میرا جواب یہ ہے۔ کہ اگر کسی عبرتناک واقعہ کو بار بار پڑھا اور لکھا جائے تو کوئی برائی نہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ نہ سمجھنے والا دل اور نہ ماننے والا دماغ کب اور کس وقت غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائے اور اس کے علاوہ اس افسانے کے پردے میں۔ ان خود فروش و ناعاقبت اندیش مدعیان صحافت کی خدمت میں جو حسن بازاری کی قیمت خواہ تو بازار کے کسی تاریک کمرے میں شمع نیم روشن بنکر چمک رہا ہو۔ یا اسٹیج واسکرین کے آسمان پر ستارہ صد جلوہ۔ غلط اشتہار خوبصورت الفاظ نازیبا و ناجائز تعریف و توصیف کے لمبے چوڑے قصیدوں میں ادا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ عرض کرنا ہے کہ موتیوں کو خاک کے ذروں کی طرح اسلیے نہ لٹاؤ کہ آج بازار میں کوئی جوہری یا کسی ملک کا جوہر شناس تاجدار موجود نہیں۔ صحافت کی قیمت دولت سے بہت بالا ہے۔ اور حسن بازاری صرف اس قابل ہے۔ کہ چاندی کے حقیر ٹکڑوں سے خریدا جائے۔ اور شوق گناہ بھی صرف ان لوگوں کی نظروں میں محبوب و مرغوب ہو سکتا ہے۔ جو مذہب کی پابندیوں سے آزاد اور فرض انسانیت کی بندشوں سے قطعی بے پرواہ ہیں۔

سوسائٹی نے اگر کسی چیز کو برا کہا ہو۔ تو یقیناً ایک طویل مشاہدے اور تجربے کے بعد۔ اس لئے کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ کہ آنکھیں رکھتے ہوئے دل اور دماغ رکھتے ہوئے۔ نار سے نور اور سانپ سے دودھ کی توقع رکھی جائے۔

زاہد اور نشاط کی محبت کا بھی انجام وہی ہوا۔ جو ہونا چاہیے تھا۔ اور اس افسانہ کو نصف تک پڑھنے کے بعد آپ سمجھ گئے ہونگے۔ کہ کیا ہوگا؟ زاہد کا ہفتہ وار پرچہ جو نشاط کی شان میں قصیدہ بنکر رہ گیا تھا آخر اسکی بے اتفاقی اور بےفکری کی نذر ہو گیا۔ جو کچھ تھوڑی بہت پونجی اس کے پاس تھی۔ وہ نشاط کی نگاہوں میں اپنا وقار قائم رکھنے کی ناکام کوشش کی بھینٹ چڑھ گئی۔ یہاں تک کہ جیسا کہ شاید قسمت میں پہلے سے تحریر کر دیا گیا تھا۔ مگر یہ نہیں معلوم ہو سکتا۔ کہ کیوں اور کس لئے پہننے کو کپڑا اور کھانے کو روٹی اس کے لئے دنیا میں نہ رہی۔ پرفریب نشاط نے جب دیکھا۔ کہ اشتہار بازی کا یہ راستہ مسدود ہو گیا ہے۔ تو اس نے دنیا کی ہر پرفریب طوائف کی طرح آخر نظریں پھیر لیں۔ اور زاہد کی صورت تک دیکھنے کی روادار نہ رہی۔

ایک رات ایک گناہ کی طرح تاریک اور گنہگار کے نامہ اعمال کیطرح خوفناک رات کو زاہد نے اس جرم کے ارتکاب کا فیصلہ کیا۔ جسکے ارتکاب پر دنیا کا مہذب سے مہذب انسان بھی، بھوک کی ڈائن کا مقابلہ کرنیکے لئے آخرکار مجبور ہو جاتا ہے۔ اور نشاط کے مکان کی بیرونی دیوار پھاندکر اندر داخل ہوا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ وہ اپنے زیورات کا صندوقچہ کہاں رکھتی ہے۔ بلی کی طرح آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا۔ سایہ کی سی خاموشی کیساتھ بڑھتا جھجکتا۔ رکتا۔ اور پھر بڑھتا ہوا۔ وہ اس کی خوابگاہ کے دروازہ تک پہونچا۔ خوش اتفاق سے کھلا تھا۔ اسنے قدم اندر رکھا۔ جھانک کر دیکھا اور منجمد ہو گیا۔ اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ سر کو چکر آ گیا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ مکمل اندھیرا۔ مگر اس کے باوجود وہ دیکھ رہا تھا۔ کہ نشاط

اس کی نشاط، اس کے ہونٹوں کو بوسوں کے ذریعہ غلط فہمیوں میں الجھانیوالی نشاط کسی کی آغوش میں برہنہ حسن کی شراب کے اَن گنت شیشے لنڈھا رہی ہے۔ اور کوئی اندھا رئیس تپتے ہوئے صحرا میں راستہ بھول جانیوالے پیاسے مسافر کیطرح اس شراب کو چشمہ کے میٹھے پانی کا سمندر سمجھکر دل کی پیاس بجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ دل کی پیاس جس کی حقیقت کو زمانہ شناس حشر نے پوری محشر سامانیوں کے ساتھ عبرت کی آنکھیں کھول دینے کے لئے، اسٹیج کی دنیا میں پیش کیا۔ مگر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ کیونکہ شکسپیر کی کوششیں بھی صرف آنکھوں کو بجھا سکیں دلوں کو سمجھا نہ سکیں۔

شاہد ایک دیوانے کی طرح زور سے ہنسا۔ اس کے وحشیانہ قہقہے نے در و دیوار کو لرزاں براندام کر دیا۔ ساتھ ہی نشاط کی چیخ فضا میں گونجی۔ اندھے رئیس نے گھبرا کر جسم اور آنکھوں پر چادر اوڑھ لی۔

زاہد کے ہاتھ کانپتے ہوئے لرزتے ہوئے تھرتھراتے ہوئے۔ لیکن فولاد کی طرح سخت۔ اور مرد کے ارادے کیطرح قوی۔ نشاط کی گردن کی طرف بڑھے۔ لیکن یکایک وہ رک گئے

اس کی ہنسی حقارت سے لبریز تبسم میں بدل گئی۔ اس کے جسم میں سنسنی پیدا ہوئی اور اس نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیے۔ شاید یہ بدقسمت بھی ایک گناہ آلود جسم کو چھو کر اپنے ہاتھ ناپاک کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ....

.... نوجوان قیدی نے کاغذ کا دوسرا تختہ اٹھایا پنسل کے اگلے حصہ کو دانتوں سے توڑ توڑ کر اسے لکھنے کے قابل بنایا۔ اور اسی وحشیانہ تیزی سے کچھ دوبارہ لکھنے لگا۔

یہ اس رات کا واقعہ ہے۔ جس رات کلکتہ کے ایک مشہور ہوٹل کے ایک کمرے میں جو اتفاق سے لب سڑک واقع ہوا تھا۔ اور ہر راہ گذر کی نظریں اس کے اندرونی مناظر کو دیکھ سکتی تھیں۔ کلکتہ کی ایک مشہور رقاصہ ایک اندھے نوجوان کو شراب پلا کر اسے اور زیادہ اندھا بنانے کا تجربہ کر رہی تھی۔ دیکھنے والوں کا متفقہ بیان ہے۔ کہ وہ اپنے تجربے میں سو فیصدی کامیاب ہوئی۔

(گوہر شادانی)

غزل

جو غم ملا اُسے سمجھا تری خوشی میں نے
بڑے مزے سے گذاری ہے زندگی میں نے

حجاب دل میں بھی جسکو نہ کوئی دیکھ سکا
ہر آئینے میں وہ تصویر دیکھ لی میں نے

جھلک امید کی ہلکی سی بھی قیامت تھی
تڑپ تڑپ کے گزاری ہے زندگی میں نے

سنی ہے شام سے تا صبح بیٹھ کر اکثر
زبانِ شمع سے تفسیر زندگی میں نے

جمالیات کی نیرنگیوں میں گم ہو کر
نگار خانۂ فطرت کی سیر کی میں نے

تمہارے غم کے لئے ایک دل بنایا ہے
شکستہ پھولوں سے لیکر فسردگی میں نے

اب ایک اشک کو آنکھیں مری ترستی ہیں
جلا دیا ہے لہو اتنا صابری میں نے

منزل

از جناب سید سعد اللہ صاحب قادری (حیدرآباد دکن)

نیو تھیٹرز کا مایہ شاہکار "منزل" ایک اصلاحی فلم ہے اسکے ڈائرکٹر مسٹر پی۔ سی بروا ہیں جنہوں نے دیوداس تیار کر کے قابل رشک شہرت حاصل کی، نیو تھیٹرز منزل سے قبل اصلاحی فلمیں تیار کر چکی ہے لیکن ان سب میں منزل کا پایہ بہت بلند ہے۔ منزل کی تخیل کہانی ان منتخب فلسفیانہ قصص سے ہے۔ جس سے ایک طرف کردار انسانی پر روشنی پڑتی ہے۔ تو دوسری جانب دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ دلکش پیرایہ میں کر دیا ہے قابل فسانہ نگار نے ایک نہایت اچھے پیرایہ میں فلسفۂ زندگی کے دقیق نکتے حل کر دیئے ہیں۔ یہ امر بھی واضح ہے کہ منزل کے فسانہ نگار مشہور بنگالی ادیب مسٹر سرت چندر چٹرجی ہیں جنکی مسلمہ قابلیت کا لوہا سارا ہندوستان مانتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے۔ کہ بروا کی سابقہ فلم دیوداس کی کل ہندوستان میں خاطر خواہ قدر ہوئی۔ مگر اسکے مقابلہ میں منزل اتنا مقبول نہ ہوا جتنی کہ توقع کیجاتی تھی۔ حالانکہ دیوداس میں عمومی زندگی پیش کیجئے ہے۔ برخلاف اسکے منزل صحیح معنوں میں منزل ہے۔ جسکی ہر منزل میں زندگی کی متعدد منزلیں پنہاں ہیں اور اس کے فلسفیانہ نکتے اتنے سہل نہیں ہیں۔ کہ ہر شخص انسے نتیجہ اخذ کر سکے۔ اسلئے یہ فلم ایک معمہ بنکر رہگئی ہے۔ اس کی سب سے زیادہ قابل ذکر خصوصیت باہمی مغالطہ ہے۔ موہیم اس شبہ میں رہا۔ کہ اچلا۔ سریش سے محبت کرتی ہے اور سریش کو یہ مغالطہ ہوگیا تھا کہ اچلا کو خود اس سے محبت ہے بروقت شکوک رفع نہوتے کے باعث سب مغالطہ میں مبتلا رہے اس میں ایرش

(جمنا اور بروا۔ منزل کے ہیرو۔ ہیروئین)

کا کریکٹر بعینہ "آئی گو" کا ہے۔ جو شکسپیر کے مشہور ڈرامہ "اوتھیلو" کا رقیب تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اس کا ڈائرکشن دیوداس سے بھی زوردار ہے۔ اور کسی وقت محسوس نہیں ہوتا کہ آیا فلم دیکھا جا رہا ہے۔ یا نظارہ کرنیوالے اسی دور سے گذر رہے ہیں۔ یہ ڈائرکٹر کا سب سے بڑا کمال ہے۔ رنج و الم اور مسرت و شادمانی ایک دوسرے کی ضد ہیں مگر اس مجموعہ اضداد میں کیرکٹر کی مضبوطی اور ہم آہنگی قابل تعریف ہے۔ مکالمہ با محاورہ، فوٹوگرافی بہتر، سین و سینریز مناسب حال، اداکاروں میں بروا، جمنا، پرتھوی راج، اور نیمو کا کام بہت اچھا رہا۔ اور مذاق بھی نہایت شستہ اور پاکیزہ ہے چونکہ ڈرامہ عام سطح سے بلند ہے اسلئے توقع نہیں کیجاسکتی کہ عوام بھی اس سے خاطر خواہ محظوظ ہونگے جبکہ ہندوستان کا مذاق ابھی اس معیار پر نہیں ہو نچا تو ایسے ڈراموں کا تیار کرنا چنداں منفعت بخش نہیں، بہتر ہوتا کہ کارکنان نیو تھیٹرز ایسے آسان ڈرامے تیار کرتے جس سے بڑے چھوٹے سب لطف اندوز ہوتے۔

Megaphone Records میگافون

دس انچ ڈبل سائڈ بلو لیبل ریکارڈ قیمت دو روپے چار آنے

جو ماہ جنوری ۱۹۳۷ء مین جاری کئے گئے

مس اختری فیض آباد فلم اسٹار

احدکی مرلیا سُنا دینے والے
پت راکھو نہ راکھو تمہار مرجی
J. N. G. 909

مس سارا (امپیریر)

پوچھو نہ حال ہمارا پپیہا
نینوا لگاکے مت جانا ہو
J. N. G. 907

پروفیسر بھیشم دیو چٹرجی (کلکتہ)

سیاں تو ایک بیری آجا
بادن دیوتا
J. N. G. 910

پنڈت رام پرشاد مصر (رامو) بنارس

مبتلائے غم دل ناکام ہے
پرایا دیس ہو
J. N. G 911

ماسٹر سورج لال (گوالیار)

پردہ داری کے عوض
مرے معشوق تم ہو
J. N. N. 911

مس پٹیل "چینا" (کلکتہ)

ڈائرکشن از مسٹر-آر-سی-بوڑال (نیو تھیٹرز)

سکھی لاگے پیا سنگ نینا
ہم ہون جوان اب ہوئیبے دھیرج
J N G 908

مس پربھا - اور ماسٹر دھومی خان (نیو تھیٹرز)

دکھ مین بھی سکھ کا سندیسہ پایا
J N G.

مس بروا

آس نہ توڑ نراس نہ کر
میگافون ڈرامٹک پارٹی
909

مصنف و ڈائرکٹر عزم بازید پوری
میوزک ڈائرکٹر ماسٹر دھومی خان (نیو تھیٹرز)

آپ ٹوڈیٹ جواری
آپ ٹوڈیٹ جواری
J. N. G. 413

شیخ منا خان (کلکتہ)

شہنائی
شہنائی
J. N. G. 386

Kamlesh Kumari
HEROINE OF
New Theatre's Next Release
THE PRESIDENT

انگلستان کے نامور ڈرامہ نگار شکسپیر کے شاہکار گنگ جان کا اردو میں فلم

صیدِ ہوس

منروا فلم کمپنی نے اپنے عظیم الشان اسٹوڈیو مین
بہترین اور اعلے سٹنگ کیساتھ
"خون کے خون" کے مشہور ڈائرکٹر اور کیرکٹر ایکٹر سہراب مودی
کی
نگرانی مین نہایت اعلی پیمانہ پر تیار کیا

جسمین

سہراب مودی، ایس بی۔ انجم ہشاما
نے
اپنی لاجواب اداکاری کے کمالات دکھائے ہین اور ننھے اسٹار چندا کمار دسرکا
نے بڑے غضب کا کام کیا ہے

صیدِ ہوس

کی
تیاری مین صوبہ سرحد اور افغانستان کے ایک سو ایک نوجوانون نے شرکت کی ہے

صیدِ ہوس

عنقریب آپکے شہر کے سینما ہاوس مین دکھایا جائیگا —— تاریخ کا انتظار کیجیے

دل فریب مناظر
دل نواز گانے

ولایتی رشیزیون کا رقص

دل کش پیچ کے

ہنسنے ہنسانے والا کامک

کلکتہ فلم ایکسچینج
۲۲۔ امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ

خاص — زبان — عکاس کیلئے

از ایس۔ کے۔ کلا۔ دہلوی

زبان گوشت کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کا ایک سرا منہ کے اندر آزادی سے حرکت کرتا ہے۔ اور دوسرا حلق میں جڑا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے فعل نہایت ضروری ہیں۔ یعنی کسی شئے کی لذت چٹپٹی کیسی۔ کھٹی۔ میٹھی پھیکی یا نمکین وغیرہ وغیرہ کا صحیح اندازہ کرنا۔ دوم اپنے متحرک ہونے کی وجہ سے زبان طرح طرح موڑ توڑ کر بولنے کا کام بھی کرتی ہے۔ شاید اسی واسطے قدرت نے اس کی حفاظت دانتوں کی دو قطاروں سے کی ہے۔ کیا انسان کو زبان کے استعمال میں اتنی ہی حفاظت سے کام نہ لینا چاہیے ہے۔

جب سے انسان بولنا سیکھ گیا۔ اس گوشت کے لوتھڑے کی قیمت زائد ہو گئی۔ کیونکہ زبان نے بے انتہا کام اپنے ذمہ لے لئے جب انسان خوشامد کرتا ہے۔ تو یہ چھوٹی اور میٹھی ہو جاتی ہے جب انسان غصہ کرتا ہے تو یہ تلخ اور دراز ہو جاتی ہے۔ جب انسان دو ٹوک ہوتا ہے۔ تو یہ تلوار کا کام کرتی ہے اور اور دیکھنے میں آیا ہے کہ تلوار کا زخم تو بھر جاتا ہے۔ لیکن جو گھاؤ کڑوی زبان سے لگتا ہے۔ وہ کبھی نہیں بھرتا۔ اس لئے زبان کے استعمال میں نہایت حفاظت کی ضرورت ہے۔ مذہبی آدمیوں کا یقین ہے۔ کہ جو لوگ زبان کا غلط استعمال کرینگے۔ ان کو خداوند کریم گونگا کر دے گا۔

اب زبان کی خودداری کا ملاحظہ ہو۔ دیکھئے کہ جو زبان سے بولا جاتا ہے۔ اس کو بھی زبان ہی کہتے ہیں۔ مثلاً ہند کے کچھ باشندوں کی زبان **اردو** ہے اور کچھ لوگوں کی ہندی۔ کچھ گجراتی۔ اور کچھ بنگالی وغیرہ وغیرہ اس لئے معلوم ہوا کہ مختلف لوگ مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ جو مختلف خطوں کی آب وہوا اور ان خطوں کے باشندوں کے طرز رہائش یعنی عادات رسومات سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً عربی کے اکثر الفاظ حلق سے ادا کئے جاتے ہیں۔ ہند کی زبانوں میں ایسا بہت ہی کم دیکھنے میں آتا ہے۔ اسی طرح انگریزی کا۔ طرز ادائیگی اور ہے۔ اور فارسی کا اور۔ اس لئے معلوم ہوا کہ ہر زبان کا لب ولہجہ الگ الگ ہے اور کسی زبان کی صحیح ادائیگی تب ہی ہو سکتی ہے۔ جب یا تو وہ زبان بولنے والے کی مادری زبان ہو۔ جہاں وہ زبان بولی جاتی ہے۔ وہاں بولنے والا جاکر اس کو سیکھنے کی کوشش کرے۔ یا کسی شخص کو جو اس زبان کا ماہر ہو اپنے پاس بلا کر اس سے سیکھے۔ تاکہ تلفظ اور لب لہجہ صحیح ہو اور بار بار بولنے اور سننے سے مختلف الفاظ کا ٹھیک ٹھیک استعمال کرنا آجائے

کچھ لوگوں کا خیال ہے۔ کہ زبان پر دو طرح کے حقوق ہوتے ہیں۔ ایک۔ مادری اور دوسرا ئزی۔ مادری جن کی تشریح کی ضرورت

معلوم نہیں ہوتی۔ اب رہا مجازی اس حق کی تشریح ہم ایک مثال دیکر کرتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ ایک ترک نے ایک ایرانی عورت سے شادی کی اور پھر وہ دونوں ہندوستان بیوپار کرنے کے لئے چلے آئے۔ ہند کی سرسبز زمین پر ان کے ایک نورچشم تولد ہوا۔ اور جب یہ نورچشم تین برس کا ہوا تو پدر بزرگوار نے ایک پڑھی لکھی "آیا" اس کی دیکھ بھال کے لئے ملازم رکھ لی۔ تین برس کی عمر سے اس بچّے نے انگریزی بولنے والی "آیا" کے پاس رہنا شروع کیا۔ اور سولہ برس کی عمر تک مسلسل اسی طرح رہا۔ دیکھا گیا ہے۔ کہ ملازم رکھنے کے بعد خوش حال گھرانوں میں والدین کا اپنے بچہ کی جانب عملی فرض صرف یہی رہ جاتا ہے۔ کہ وہ ایک یا دو بار بچے کو اپنے پاس بلا کر اس کے رخسار چوم لیں اور پھر "آیا" کے پاس بھیجدیں۔ ایسی حالت میں بچے نے انگریزی بولنا اور لکھنا صحیح طور سے سیکھا۔ اور اس زبان میں۔ اور زبانوں سے بہتر طور پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس بچے کی مادری زبان کیا ہے ؟ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ اس بچے کی مادری زبان کوئی نہیں لیکن "آیا" کے پاس صحیح تربیت کی وجہ سے اس کو انگریزی برمجاز ہے۔ اور یہ حق بالکل بجا معلوم ہوتا ہے۔

اوپر لکھے ہوئے حالات کی غیر موجودگی میں اگر کوئی شخص اس بات کا دعویٰ کرتا ہے۔ کہ وہ کسی دوسری زبان کو جو کہ اس کی مادری زبان نہیں ہے اتنی ہی اچھی طرح جانتا ہے۔ اور اپنے خیالات کو بدلکر اتنی ہی خوبی سے ادا کر سکتا ہے۔ جتنا کہ اپنی مادری زبان میں کرنا چاہیئے۔ تو یا تو وہ شخص جھوٹ بولتا ہے۔ یا اس کو اپنی قابلیت کے بارے میں غلط فہمی ہے۔ اور ایسے شخص کو اگر غدّار کہا جائے تو ناجائز نہ ہوگا۔ کیونکہ بلا وجہ وہ شخص دوسروں کے جذبات کا خون کرتا ہے۔ اور ایک بری مثال قائم کرتا ہے۔ جس سے ایک قائم کردہ اصول اور تہذیب کا صدیوں کا کام خاک میں مل جانیکا اندیشہ ہے ایسی غدّاری اکثر لالچی لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کو اپنے حلوے مانڈے کی قیمت کسی قسم کی صدیوں کی محبت سے زیادہ ہوتی ہے۔ یا یوں کہئے کہ وہ اس صدیوں کی محبت یعنی ادب (LITERATURE) کی قدر ہی نہیں جانتے۔ اور بعینہ اس خلّاصی (SAILOR) کی مانند ہیں۔ جو جگہ جگہ گھومنے کی وجہ سے چند الفاظ طوطے کی طرح رٹ لیتا ہے۔ اور اپنی اشد ضرورت پوری کر لیتا ہے۔ لیکن ان چند الفاظ کے پڑھ لینے کے بعد اپنے آپ کو زبان داں خیال کر لینا ایسا ہے جیسے کہ چوہے کو ہلدی کی گانٹھ مل جائے۔ اور وہ اپنے آپ کو پنساری سمجھ لے۔

کسی تہذیب کو برباد کرنا ہو تو اس کے ادب کو برباد کر دو۔ اور جب زبان مردہ ہو جاتی ہے۔ تو نہ تہذیب رہتی ہے۔ اور نہ قوم رہتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی زبان کا مختلف لوگوں میں بولا جانا اس تہذیب، تمدن کی ترقی کا باعث ہے جس کا اس زبان سے تعلق ہو زہے قسمت لیکن ایک بات رہ گئی۔ اور وہ ہے اخلاقی فرض جو کہ ان لوگوں پر عائد ہوتا ہے۔ جن لوگوں کی مادری زبان مختلف لوگ بولنا چاہتے ہیں کیونکہ اگر کوئی طالب علم غلط پڑھ گیا۔ تو زبان کا اصلی مطلب نہ سمجھ سکیگا۔ اور اس طرح نہ صرف اسکو نقصان ہوگا۔ بلکہ وہ غلط سلط معنے لگا کر اس تہذیب کو بدنام کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس لیے نہ صرف صحیح تلفظ اور لب لہجہ بلکہ الفاظ فقروں اور محاورات کا صحیح استعمال ہی کسی زبان کے جاننے کیلئے نہایت ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہر اہل زبان کا اخلاقی فرض ہے۔ کہ وہ اس زبان کا غلط استعمال کرنیوالوں کو آگاہ کرے۔ تاکہ

وہ غلطی کو درست کریں۔ ورنہ ان کو یاد دلا دے۔ کہ کچھ ان انھیں گونگا کر دے گا۔

اس خیال کو مدِ نظر رکھے ہوئے۔ ہم کلکتہ کی ایک مشہور فلم کمپنی کے کارکنان کی توجہ ان کے اس شاہکار (جو آج کل پیراڈائز کلکتہ میں چل رہا ہے) کی جانب دلاتے ہیں۔ اور یہ یاد دلانا چاہتے ہیں۔ کہ ناطق فلم دو خوبیوں کا مجموعہ ہیں۔ اول وہ خوبی جو آنکھ کو دکھتی جاتی ہے۔ دوسری وہ خوبی جو کان سنتے ہیں۔ یہ دونوں مل کر دل و دماغ کو لبھا لیتی ہیں۔ غلط زبان نہ صرف کانوں کو ہی بری معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ غلط زبان میں خیالات کا صحیح اظہار ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے خیالات منتشر رہتے ہیں۔ اور فلم ناکامیاب ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ فلم کی قدر آدھی رہ جاتی ہے۔ اس بات کا خیال رکھتے ہوئے یہ امر نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس زبان میں شاہکار تیار کیا جائے اس زبان کے جاننے والوں سے کام لینا چاہیئے۔ لیکن ایسا کرنا اس کمپنی کے کارکنان بھول گئے۔

جو زبان ان لوگوں نے اپنے شاہکار میں استعمال کی ہے۔ وہ اردو بولنے والوں کے جذبات کا خون کرتی ہے۔ وہ زبان اردو نہیں کہی جا سکتی۔ نہ بنگالی اور نہ گجراتی۔ کیا وہ زبان ان سب زبانوں کی کھچڑی ہے؟ وہ بھی نہیں کیونکہ جو الفاظ فلم پر بولے گئے ہیں۔ ان کے تلفظ غلط ہیں۔ سب و لہجہ غلط ہے۔ اور فقروں کی بناوٹ غلط ہے۔ لیکن شاہکار کہلاتا ہے۔ "اردو ورژن" کیا کوئی بیوپاری گیہوں کا سودا کر کے "جو" قبول کرتا ہے۔ اگر نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیوپاری وہی چیز خریدنی چاہتا ہے۔ جو گیہوں کے نام سے شناخت کی جاتی ہے اور یہی کھرا بیوپار بھی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری التجا بیکار نہ جائے گی۔ اور آئندہ نہ صرف اس کمپنی کے کارکنان بلکہ ہر ایک فلم کمپنی کے کارکنان اس بات کی کوشش کریں گے۔ ان کا شاہکار زبان کے نقائص سے بری ہو۔ اگر کمپنی کو کوئی مشکل درپیش ہو تو جس زبان میں فلم بنایا کرے اس زبان کے ادیب اور اہل قلم حضرات سے مشورہ حاصل کرے۔ لہذا خدا کے لئے زبان کا غلط استعمال نہ کریں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے کمپنی گونگی ہو جائیگی۔ (کلکتہ دہلوی)

ہے لب پہ آہ و نالہ۔ اور چشم خونفشاں ہے ؎ دیکھو تو کتنا رنگیں عنوان داستاں ہے
تصویر شادی و غم۔ گلشن کی ہے دو رنگی ؎ ہنسنے کو ہیں گلِ تر۔ جلنے کو آشیاں ہے
ممنون ہوں میں تیرا۔ اے مرگ ناگہانی ؎ دنیا کی ہیں زبانیں۔ اور میری داستاں ہے
اے موت تو نے آکر۔ دنیا میری بدل دی ؎ کل تک زمیں زمیں تھی۔ اور آج آسماں ہے
قصہ چھڑا ہوا ہے۔ محشر میں تیرے دل کا ؎ کچھ ذکر آ چکا ہے۔ کچھ میری داستاں ہے
دیکھوں تو بے نیازی کرتا ہے تو کہاں تک ؎ اب تو میری جبیں ہے۔ اور تیرا آستاں ہے
میں دل کی جستجو میں خود ہوں قدیر حیراں ؎ وہ مجھ سے پوچھتے ہیں ناوک مرا کہاں ہے

[illegible]

جگت ٹاکیز کے بہترین فلم

پیاری بیٹیاں جسمیں مس روز، مبارک، کمار وغیرہ کے بہترین کام ہیں ڈائرکٹر چودھری

سرلا جس میں رتن بائی، حافظ جی، کمار وغیرہ کی اداکاری قابل دید ہے ڈائرکٹر اٹارتھی

جنگل کی رانی جسمیں مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ نے عجیب و غریب اداکاری پیش کی ہے ڈائرکٹر نندلال

جگت کیسری جس میں خوبصورت سلوچنا، ڈی بلیموریہ نے لاجواب کام کئے ہیں ڈائرکٹر ہومی ماسٹر

سرچ لائٹ جس میں ہردلعزیز سلوچنا اور ڈی بلیموریہ نے ایکٹنگ کا معیار قائم کیا ہے ڈائرکٹر ہومی ماسٹر

انارکلی جس میں سلوچنا، ڈی بلیموریہ، زرتو کی اداکاری بہترین ہے ڈائرکٹر چودھری

بکنگ کا پتہ
جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ۔ دھ(

دل کی پکار

پیش کش ۓ
سنگیت فلم کمپنی بمبئی

ڈائرکٹرس
بائی جدن بائی

دعوتِ فکر ہر قوم کی ترقی و تنزلی کا دار و مدار مذہب کو صحیح سمجھنے اور اسپر صحیح عمل کرنے پر ہے جو قوم صحیح عمل نہیں کرتی وہ رفتہ رفتہ تنزل کی طرف ترقی کرتی ہے مذہب کو صحیح طور پر نہ سمجھنے والے لوگوں کے ہاتھوں ہماری سوسائٹی کی جڑیں کھوکھلی ہو رہی ہیں (ہماری ماؤں، بہنوں، بیٹیوں پر مردوں کے ہاتھوں جو ظلم ہو رہے ہیں کیا کوئی ایسا مرد ہے جو انکی مدد کرے، اور انکی جان بچانے کیلئے خود اپنی جان دیدے، مرد اپنی استریوں (عورتوں) سے پتی بھگتی کرنا جانتے ہیں مگر انکے دل و دماغ کو اس قابل بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتے کہ وہ موقع پڑنے پر اپنے ستر اور آتما کی حفاظت کرسکیں) انہیں واقعات سے متاثر ہو کر بنگال کے مشہور ڈرامہ نویس جلودھر چٹوپادھیہ نے (جو کہ خود ایک اونچی ذات کے برہمن ہیں) اپنی مشہور تصنیف "پراسروالی یا کال آف دی سول" کو ایک سچے واقعے سے (جو ۱۹۱۱ء میں شہر بنارس میں پیش آیا تھا) اخذ کر کے ڈرامہ کی شکل میں پیش کیا ہے۔ اس کے چیف کردار رائے صاحب کشیپ چندر رائے ابھی تک بقید حیات ہیں اور کلکتے میں اپنی زندگی کے انتہائی برے دن کاٹ رہے ہیں، شانتی کی شادی ہو چکی ہے بیچاری ہرش کی جدائی کے کچھ ہی دنوں بعد مرگئی، ہرش کا پتہ نہیں کہ وہ جنگل یا پہاڑ کے کس گوشے میں ایشور بھگتی میں اپنے دن گذار رہا ہے۔ افسانے کا خلاصہ پیش نظر ہے اسکو پڑھکر خود ہی انصاف کیجئے کہ رام روپ جیسے ساشتر کو صحیح نہ سمجھنے والے پنڈت کے ہاتھوں کسطرح ایک خوش و خرم گھرانا تباہ و برباد ہوا؟

خلاصہ کلکتے کے رئیس اعظم کشیپ بابو جنکو سرکار نے رائے بہادر کا خطاب دیا تھا اپنی استری نرملا دیوی اور ایک سال کی بچی شانتی اور اپنے چھوٹے بہنوئی پنڈت رام روپ کے ہمراہ (وشوانا تھ کے درشن) کے لئے گئے، جس وقت کشیپ اور نرملا مندر میں داخل ہو رہے تھے چند بدمعاش (جو اکثر ایسے مقدس مقامات پر رہتے ہیں) نرملا کے قیمتی زیورات کو دیکھ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کسی طرح اس عورت پر قبضہ جمانا چاہیئے، کشیپ بابو اور نرملا جب مندر کی سیڑھیوں تک پہنچتے ہیں تو کشیپ بابو کو انکے دوست مدن بابو ملجاتے ہیں، وہ کشیپ بابو کو کچھ باتیں کرنے کے لئے اپنے ساتھ کافی دور لیجاتے ہیں، نرملا کشیپ بابو کا انتظار نہ کر کے مندر کے اندر داخل ہوتی ہے، مدن بابو اپنی لڑکی کے متعلق (جسکی کشیپ بابو کے چھوٹے بھائی ہرش سے شادی کرنا چاہتے ہیں) کشیپ بابو سے گفتگو کرتے ہیں، اسی اثنا میں نرملا مندر سے پوجا کر کے واپس آتی ہے اور کشیپ بابو کو نہ پا کر متجسسانہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھتی ہے، بدمعاش اسے اکیلا دیکھ کر ایک بدمعاش کو بھیجتے ہیں وہ نرملا سے اسکی پریشانی کی وجہ پوچھتا ہے، نرملا اپنے شوہر کے گم ہو جانے کے متعلق اپنی پریشانی کا اظہار کرتی ہے، بدمعاش کو فوراً عیاری سوجھتی ہے اور نرملا سے یہ کہکر (آپ کے شوہر موٹر کے نیچے دب گئے) بہکا کر اپنے ساتھ لیجاتا ہے، کشیپ بابو مندر میں آتے ہیں اور نرملا کو وہاں نہ پا کر ہر ایک آدمی سے پوچھتے ہیں جب ہر شخص لاعلمی ظاہر کرتا ہے تو وہ مایوس ہو کر واپس چلے آتے ہیں، بدمعاش نرملا کو ایک سنسان گھاٹ کے قریب لیجاتے ہیں، نرملا انکی عیاری سمجھ جاتی ہے،

آرزو صاحب نے پڑھنا شروع کیا۔ تین مہینے کے اندر مجموعہ صرف عربی تمام ہوگیا۔ اور صرف صرف یا دتقاب امتحان مقابلہ میں سب سے اول مانے گئے۔ والد کو اس راز سے آگاہ ہونے کے بعد حیرت انگیز مسرت ہوئی۔ اپنے ہمراہ لیا اور مدرسہ عربی میں جس کو حضرت قدوۃ العلمار مولانا سید آقا حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بنا کیا تھا۔ داخل کردیا۔ اس مدرسہ کے طلبا میں جن سے زیادہ دوستی تھی اور وہ خود بھی کسی شہرت کے مالک ہوئے شمس العلمار مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ مجتہد العصر اور سید فرزند حسن صاحب ذاکر مرحوم۔ سید محمد کاظم محوت مرحوم۔ سید علی عابد صاحب قابل ذکر ہیں۔ آرزو صاحب نے جو کچھ پڑھا اس مدرسہ میں دو چار سال پڑھا اور جس طرح پہلے سب لڑکے ذلیل سمجھتے تھے اب عزت کرنے لگے بلکہ کوئی بھی کبھی ان کے مقابلہ میں بازی نہ لیجا سکا۔ آرزو صاحب کا تو اس قلب ماہیت کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ یہ جو کچھ ہوا اس عاجز نواز کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے اور مجھ میں آج بھی دونوں باتیں موجود ہیں۔ یعنی جن امور سے مجھے دلچسپی تھی ان میں آج بھی ویسا ہی ہوں جیسا پہلے تھا۔ وساوی معاملات میں معمولی سمجھ کے لوگ بھی مجھ سے بہتر ہیں مگر جن باتوں سے مجھے دلچسپی ہو جاتی ہے ان میں میرا ہر کام وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ ہم یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ سوا خدا کے فضل کے یہ تبدیلی ظہور میں آئی مگر دنیا عالم اسباب ہے خدا کوئی کام اپنے ہاتھ سے نہیں کرتا ہے۔ ہمارے خیال میں آرزو صاحب کا مقتضائے فطرت یہ تھا کہ ان پر جبر نہ کیا جائے یہی وجہ تھی کہ جب تک جبر ہوتا رہا کچھ نہ آیا اور جب اپنی خوشی سے پڑھنا شروع کیا تو ذرا سی توجہ میں سب کچھ آگیا۔

انگریزی تعلیم آرزو صاحب اس کے بعد رفاہ عام کے انگریزی اسکول میں بھی داخل کئے گئے۔ مگر اس وقت کا ماحول یہ تھا کہ انگریزی پڑھنا بھی گناہ عظیم تھا۔ طبیعت بھی فطرۃً ناکارہ تھی اور سامان تعلیم بھی مہیا نہ ہو سکا اس لئے صرف ایک کتاب پڑھنے پائے تھے کہ تعلیم ترک ہوگئی۔ اس اسکول کے احباب میں سے حکیم سید احمد صاحب ناطق ہیں جو اس وقت ایک مشہور طبیب اور اعلیٰ درجہ کے شاعر ہیں۔ قابل ذکر ہیں۔

شاعری کی ابتدا اصلاح کلام سے شاعری کی ابتدا ہوئی آرزو صاحب کے بڑے بھائی میر یوسف حسین صاحب قیاس جو آج ایک زبردست عروضی ہیں اور سلطان المدارس عربی میں داروغہ کتبخانہ ہیں نو برس کی عمر سے شعر کہتے تھے اور بارہ تیرہ برس کی عمر میں علم عروض و قافیہ حضرت جلال سے پڑھ چکے تھے۔ ایک روز کوئی پرچہ غزل کا جو والد اصلاح کے لئے دے گئے تھے اور یہ بیٹھے سوچ رہے تھے کہ کیا بناؤں آرزو صاحب اپنے بھائی سے ایک سال پانچ مہینے چھوٹے ہیں انکی عمر اس وقت بارہ برس کی تھی ابھی شعر کہنا نہیں شروع کیا تھا دفعۃً آ گئے آفتاب قریب غروب تھا یہ وقت تفریح کا تھا بھائی کا غزل میں محو ہونا بہت کھلا چلے تو ان سے کہا ہٹائیے اس جھگڑے کو جب انہوں نے کہا نہیں بہت جلدی درست کر کے اسے واپس دینا ہے والد تاکید کر گئے ہیں تو یہ بھی دیکھکر سوچنے لگے اور کچھ تبدیلی پیش کی قیاس صاحب نے اسے قبول کیا اور لکھنے لگے یہ دوسرے شعر پر غور کرنے لگے اور اس کی ترمیم پیش کی اسی طرح کھڑے کھڑے غزل بنادی۔

اس کے ایک سال بعد خود شعر کہنا شروع کیا۔ پہلی غزل روکہ پیام یار کے لئے کہی جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

ہوئی بدنام میری آہ ناحق
ہلا بھی عرش تو مجھ کو بلا کیا

والد خود ایک مشہور شاعر تھے زبان تو انکی مانی ہوئی تھی مگر جب آرزو صاحب نے غزل لکھکر پیش کی تو خود نہیں بتاتے بلکہ ساتھ

لیجا کر اپنے استاد حضرت جلال کے سپرد کر آئے۔ حضرت جلال کے فیضان تعلیم اور آرزو صاحب کی محنت و ذکاوت نے اٹھارہ برس کی عمر میں اس قابل بنا دیا کہ شفیق استاد نے بعض شاگردوں کی اصلاح ان کے متعلق کر دی۔

پہلا مشاعرہ آرزو صاحب کی مشق سخن کو جس کے ساتھ ساتھ تحصیل فن کا مشغلہ بھی جاری تھا ہنوز دو ہی سال گذرے تھے کہ لکھنو کے ایک مقتدر رئیس نواب منجھلے آغا صاحب المتخلص بہ حسین نے ایک بہت بڑا مشاعرہ کیا اور حضرت آرزو کے والد سے وعدہ لینے مکان پر آئے۔ یاس صاحب حیدرآباد گئے ہوئے تھے نواب صاحب نے آرزو صاحب کو مدعو کیا۔ یہ مشاعرہ میں گئے۔ مشاعرہ رات کے ۹ بجے شروع ہوا اور دوسرے روز دن کے دو بجے ختم ہوا۔ اس وقت کے مشاہیر شعرا میں سے قابل ذکر یہ نام ہیں۔ سید صاحب شفق، مولوی علی میاں صاحب کامل، مظہر آغا صاحب مظہر، نواب بنے صاحب مشتاق، میاں فصاحت، قاری یعقوب علیخاں صاحب نصرت، شبیر علی خانصاحب رسا، مولوی نور صاحب خورشید، سید بندہ کاظم جاوید اور بہت لوگ تھے جن کے نام اس وقت یاد نہیں۔ دو بجے شب کو آرزو صاحب کی باری آئی۔ انکا رنگ ان کے ذوق فطری کا پیدا کیا ہوا تھا اور جو رنگ گویائی اس وقت کے اہل لکھنو کا تھا اس سے بہت الگ تھا جس وقت یہ مطلع پڑھا ؎

ہمارا ذکر جو ظالم کی انجمن میں نہیں
جبھی تو درد کا پہلو کسی سخن میں نہیں

مشاعرہ چونکہ پڑا بانی مشاعرہ بیخود ہو کر اپنی جگہ سے بہت آگے بڑھ آئے۔ لوگ چرچا کرنے لگے کون لڑکا ہے مظہر آغا صاحب جانتے تھے کہا یاس کا بیٹا اور جلال کا شاگرد ہے۔ آخری شعر پہ ہنگامہ برپا ہو گیا۔ وہ شعر یہ تھا ؎

شہید ناز کی محشر میں دے گواہی کون
کوئی لہو کا بھی دھبہ مرے کفن میں نہیں

یہ اسی وقت سے نگاہوں پر چڑھ گئے اور پہلے ہی مشاعرہ میں جس نیک نامی کے ساتھ ادبی دنیا سے روشناس ہوئے اس کی مثالیں کم ملتی ہیں۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً ان کی کامیابیاں نمونہ کلام مشاعروں میں ہنگامے بار بار کی کامیابی کلام کی پختگی اور دلآویزی دیکھ دیکھ کر تمام اساتذۂ عصر نے مختلف اوقات میں پیش گوئیاں کر دی تھیں کہ یہ لڑکا ایک وقت زبردست شاعر بلکہ استاذ ہوگا۔ خود حضرت جلال نے بھی ایک تحریر بطور سند کے عنایت کی جس کا خاکہ کسی دوسری جگہ آپ کو نظر آئیگا۔ یہ تحریر بکس میں ملی تھی۔ آج آرزو صاحب کی ذات اس سے بہت بالا ہے۔

استاد کی جانشینی ۱۳۲۶ سنہ ہجری میں حضرت جلال نے انتقال فرمایا اور سال کے اندر ہی ان کے فرزند رشید جناب کمال بھی رحلت کر گئے جن لوگوں کو ضرورت باقی تھی ان میں چرچے ہونے لگے کہ شاگردوں میں استاد کا قائم مقام کس کو مانیں۔ نواب امراؤ بہادر صاحب دلبر الہ آباد سے لکھنو تشریف لائے اور تمام اساتذہ لکھنو سے ملے اور رائے طلب کی سب نے باتفاق آرزو صاحب کا نام لیا نواب صاحب موصوف نے ایک استشہاد تیار کیا دستخط کرائے اور اسے اودھ اخبار میں چھپوا دیا۔ آرزو صاحب کو یہ اخبار پر یا تو ان میں نواب احمد حسین خان صاحب نے دکھایا اور مبارکباد دی۔ جب آرزو صاحب لکھنو آئے تو نواب امراؤ بہادر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اس سے پہلے کبھی کی شناسائی نہ تھی۔

سندیلہ کا قیام منشی سید التفات رسول صاحب تعلقدار کے یہاں ان کے دادا حضرت واسطے کے عرس کے ساتھ ساتھ حسب وصیت ایک سالانہ مشاعرہ بھی ہوا کرتا تھا آرزو صاحب بھی بلائے گئے اور بہت کوشش در پردہ بھی کی گئی کیونکہ آرزو صاحب کو گوشہ تنہائی پسند تھا کہیں آتے جاتے نہ تھے مگر آپ ودانہ کی کشش کچھ اور ہی

چیدہ لوگوں کے حیرت سے گئے جن غزلوں پر اصلاحیں کی تھیں بہت کامیاب ہوئیں۔ آرزو صاحب خود بھی پڑھی اور تعلقدار صاحب نے اصلاح لینا شروع کر دی اور تاحیات اپنے سے جدا نہیں کیا۔

اس بارہ برس کے اندر آرزو صاحب کی شہرت بہت بڑھی کیونکہ ہندوستان کے اکثر شعرائے مشاہیر کا اجتماع سالانہ مشاعرہ میں ہوا کرتا تھا۔ ان ہنگاموں میں آرزو صاحب کے شاگردوں نے وہ وہ کامیابیاں حاصل کیں کہ دیکھنے اور سننے والے دنگ رہ رہ گئے۔

ڈراما نگاری آرزو صاحب نے اس ماحول میں پرورش پائی تھی کہ تھیٹر وغیرہ کا دیکھنا تو درکنار جس راستے پر کوئی کمپنی لکھنؤ میں اکر اسٹیج بناتی تھی یہ وہ راستہ ہی ترک کر دیتے تھے۔ مگر جب انگریزی داں اصحاب سے صحبت بڑھی اور ان میں سے اکثر نے فن ڈراما نگاری کی اہمیت بتا کر بہت زور دیا تو آرزو صاحب نے اس صنعت کی طرف توجہ کی اور پہلا ڈراما ”متوالی جوگن“ لکھا جو پہلے منصور نگر کلب نے اور پھر پارسی کمپنی نے کھیلا جس کی شہرت ہندوستان بھر میں ہوگئی اور اس شہرت کی بنا پر رستم جی سیٹھ نے اپنی کمپنی الفنسٹن کے لئے بلایا۔ پہلا ڈرامہ ”دل جلی بیراگن“ الفنسٹن میں اور دوسرا ”حسن کی چنگاری“ الفریڈ میں اور پھر تیسرا ڈرامہ ”چاند گہن“ الفنسٹن میں اسٹیج ہوا۔ تینوں ڈرامے مقبول ہوئے اسی دوران میں آغا حشر کاشمیری سے ملاقات ہوئی وہ مرحوم بھی آرزو صاحب کی بہت تعریف کرتے تھے اور آرزو صاحب تو اب تک ان کے لئے خون کے آنسو روتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اچھا ہوا کہ اسٹیج ختم ہوگیا اس لئے کہ اسٹیج کا مالک نہ رہا۔ ان خیالات سے دونوں کاملوں کی باہمی قدر شناسی محبت اور نیک نفسی کا پورا پتہ ملتا ہے۔

حکومت کی طرف سے اعزازی تمغہ اماں سبھا ہردوئی کی دعوت پر ایک نظم کہی جس میں ایسی سچی باتیں نظم کیں کہ حکومت و رعیت دونوں نے پسند کیا۔ دوسرے مشاہیر نے بھی نظمیں لکھ کر بھیجی تھیں کامیاب نظموں کے لئے تین مڈل رکھے گئے تھے۔ اماں سبھا نے سرمالکم ہیلی گورنر ممالک متحدہ کو پارٹی دی آرزو صاحب کے پاس بھی دعوتی کارڈ آیا۔ اور فرسٹ مڈل گورنر صاحب کے ہاتھ سے آرزو صاحب کو ملا۔

قوم کی طرف سے اعزازی تمغہ لکھنؤ کی فضا فرقہ وارانہ کشمکش میں مبتلا ہو رہی تھی اور قریب تھا کہ مسلمان آپس میں لڑ مریں آرزو صاحب نے ایک نظم تینتس بند کی لکھ کر ایک ہی تاریخ اخبار حقیقت و سرفراز میں شائع کرائی اس نظم نے سلگتی ہوئی آگ پر پانی کا کام کیا۔ فریقین کے معتدل اصحاب نے اس کی تائید کی اور شریر النفس بھی خاموش ہوگئے مسلمانان ڈالی گنج کی طرف سے فضل الرحمٰن صاحب حنفی نے ایک گولڈن مڈل ”اتحاد مڈل“ کے نام سے تیار کرا کے آرزو صاحب کے آگے پیش کیا۔ جسے موصوف نے فخر سے قبول کیا۔ تصویر میں یہی دونوں مڈل نظر آرہے ہیں۔ اس کے بعد متعدد نظمیں لکھیں اور عام سکون پیدا کر دیا۔

شاعرانہ وقار آرزو صاحب فنی واقفیت اور قوت گویائی دونوں میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں اور یہ ایسی دو صفتیں ہیں جو ایک ذات میں شاذ و نادر ہی جمع ہوتی ہیں۔ آپ نے جملہ اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے اور سب میں توازن قائم رکھا ہے جن میں سب سے نمایاں غزل ہے اور اس کے بعد مرثیے مگر ان کی اشاعت نہیں ہوئی ہے اس بنا پر لوگوں کو آگاہی کم ہے۔ ہم آخر میں تصنیفات کی ایک فہرست دینے والے ہیں جس سے ہمارے دعوی کا ثبوت سامنے آجائیگا۔ اس لئے اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں۔

اصلاح ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ آپ کی ابتدا اصلاح ہی سے ہوئی ہے اور وہی آج بھی نمایاں ہے۔ ایک مرتبہ کا قصہ ہے کہ آپ کے بعض احباب کو شک ہوا کہ آرزو صاحب شاگردوں کو شعر لکھ دیدیا کرتے ہیں اس لئے وہ لوگ اتنی چست غزلیں پڑھ جاتے ہیں جو ان کی حقیقت سے بالاتر ہوا

کرتی ہیں چنانچہ ان لوگوں نے آرزو ہی صاحب کے ایک مشہور شاگرد شفق لکھنوی سے صحبت مشاعرہ منعقد کرایا اور طرح خود ہی معین کی اور آرزو صاحب کو اس وقت اطلاع دی کہ جب وہ لکھنو آئے تو وہی مشاعرہ کا دن تھا شاگرد جمع ہوگئے غزلیں بن گئیں۔ مشاعرہ میں وہی ہنگامہ آرائی ہوئی غزلیں اس طرح چمکیں جس کے بعد علامہ بیخود موہانی اور مرزا یاس جو اب یگانہ ہوگئے ہیں آرزو صاحب کے بے تکلف احباب میں سے تھے کہنے لگے کہ ہمیں بھی شبہ تھا کہ آپ شعر لکھکر دیدیا کرتے ہیں مگر آج معلوم ہوگیا کہ آپ کی اصلاح بے پناہ ہے۔ خیر یہ تو ایک مقامی قصہ ہے کتاب اصلاح سخن مؤلفہ مولوی عبدالعلی صاحب شوق سندیلوی دنیا کی نگاہوں کے سامنے موجود ہے جس میں شوق صاحب کی ہر غزل پر ہندوستان کے چھتیس نادر استادوں کی اصلاح ہے ان میں آرزو صاحب بھی ہیں یہ ایک ایسا آئینہ ہے جو آرزو صاحب کی اصلاح کے جوہر ہمیشہ دکھاتا رہے گا۔

قادر الکلامی آرزو صاحب کے کلام کو جانچنے کے لئے ان کا وہ کلام جو خالص اردو میں شایع ہوتا رہتا ہے کافی ہے۔ خالص اردو کی صنعت موصوف ہی نے ایجاد کرکے اس کے حدود معین کئے اور ایک سو تیس غزل کا مجموعہ بہت تھوڑے زمانہ میں تیار کر دیا جسمیں رباعیاں، نظمیں، افسانے سبھی کچھ ہیں۔ اردو میں لفظوں کی کمی کا یونہی شور مچا ہوا ہے جب اردو سے فارسی و عربی الفاظ نکالکر کچھ کہنے کا ارادہ کیجئے تو اچھا بھلا آدمی گونگا ہوکے رہجاتا ہے چہ جائیکہ اس میں شعر کہنا نظم میں تسلسل قائم رکھنا انتہائی قادر الکلامی ہے یہ مجموعہ نظامی پریس میں زیر طبع ہے۔

آرزو صاحب کی شاعری کا موضوع ایسا نہیں جسپر ہم اس مختصر جگہ کچھ بحث کرسکیں یا ان کے کل حالات جو دلچسپ بھی ہیں اور سبق آموز بھی ان گنتی کے صفحات ہیں لاسکیں اس لئے اسکی دوسری اشاعت کے لئے محفوظ رکھکر گنجائش نہ ہونے سے اپنے بیان کو مجبوراً موصوف کی موجودہ حالت اور فہرست تصنیفات پر تمام کئے دیتے ہیں۔

موجودہ حالت آج کل آرزو صاحب مسٹر جے۔ ان سرکار کی قدر شناسی سے نیو تھیٹرز میں بلالئے گئے ہیں اور یہیں مقیم ہیں۔ "منزل" کے مکالموں میں زبان کی درستی آپ ہی نے کی ہے اور گانوں کے بول بھی آپ ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ اُمید ہے کہ بہت جلد آپ کے قلم کا کوئی مکمل نمونہ بھی نیو تھیٹرز پیش کرسکے گا۔

فہرستِ تصنیفات

حصۂ نظم

فغانِ آرزو۔ دیوان اول مطبوعہ۔ معہ

چھل چراغ۔ چالیس رباعیوں کا مجموعہ۔ اور

دل صد پارہ۔ سو بیتیں۔ اور

مجموعہ قطعات تاریخی

جہانِ آرزو۔ دوسرا دیوان جو حال میں طبع ہوا۔ اس میں غزلوں کے علاوہ۔ ایک محققانہ بحث۔ اور تین نظمیں مختلف عنوانوں پر شرح ہی میں ہیں۔ ۱ میں آدر میر اکرم ۱۰ مشاعرے ۳ غزل۔

سازبانِ آرزو۔ دیوان سوم جو خالص اُردو میں ہے جس کا دوسرا نام "سریلی بانسری" ہے۔ زیر طبع ہے۔

خیابانِ آرزو۔ یہ چوتھا دیوان ہے جو ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

عدل محمود۔ مثنوی۔ مطبوعہ۔ ایک اور غیر مطبوعہ مثنوی "صبح بنارس" تلف ہوگئی۔

صُبحِ اسلام۔ ذکر ولادت سرور کائنات میں ۴۴ بند کا مسدس ہے مطبوعہ۔

مکمل مراثی	سترہ	غیر مطبوعہ
نامکمل مراثی	اکیس	″
مجموعۂ سلام	تیس	″
مجموعہ رباعیات	ایک سو تین	″
مجموعہ قصائد		″

حصۂ نثر

نظامِ اُردو ۔ مطبوعہ موضوع کتاب ہے لفظوں کا صرف برمحل مگر پہلے حصہ میں فلسفۂ قواعد زبان مع شواہد موجود ہے ۔ اور دوسرے حصہ میں لفظوں کے اصول استعمال بیان کئے گئے ہیں اور نام ان اصول کا علم سبق کلمات رکھا ہے ۔

میزان الحروف ۔ غیر مطبوعہ ۔ اس رسالہ میں حروف ملفوظی کی بیاد صوت کے تمام مدارج بیان کئے ہیں اور علم عروض و قافیہ ان سے کیا کیا اثرات مترتب ہوتے ہیں سب ذکر کئے ہیں ۔

نام اس علم کا علم مقدار الحروف رکھا ہے ۔

علم تسبق کلمات علم بلاغت میں ایک نئے شعبہ کا اضافہ ہے اور علم مقدار الحروف علم عروض کا شعبہ جدید ہے ۔

تجدید القوافی

رموز اصلاح

عروض اُردو وغیرہ بھی غیر مطبوعہ ہیں

ڈرامے جو اسٹیج ہو چکے اور قبول عام ہوئے

متوالی جوگن

دل جلی بیراگن

حسن کی چنگاری چاند گہن

آٹھ اور ڈرامے ہیں جو ابھی اسٹیج نہیں ہوئے ہیں

"ایڈیٹر"

دریانی پروڈکشن کا بہترین سوشل فلمی کارنامہ

پریم مورتی

ڈائرکٹر رام دریانی

(اداکاران)

سردار اختر، پدما دیوی، اندو کماری، نذیر، پریم، گوپ، دیوا شنکر، کملا کر وغیرہ کی لاجواب اور نیچرل اداکاری کی ہے

(افسانہ)

اصلاحی خوبیوں سے آراستہ ہے حسن و عشق کی داستان نے اور بھی رنگینی پیدا کر دی ہے سازش، رقابت، رحم، مروت کے کارنامہ قابل دید ہیں ۔ گانے، ناچ، اداکاری اور مصوری "پریم مورتی" کی خاص خصوصیات ہیں ــــ اپنے شہر کے سینما گھروں میں "پریم مورتی" کا انتظار کیجئے

بکنگ کا پتہ ــــ جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

ریسٹ انڈیا فلم کمپنی کا شاہکار

باغی سپاہی

ڈائرکٹر
اے۔ آر۔ کاروار

میوزک ڈائرکٹر
مشتاق بریلوی

مغربی فلموںکو ہندوستانی فلمسازی کیطرف سے پہلا جواب

فرض، انسانیت، حسن و محبت، خلوص، دیانت، جلال، ہیبت کی پرشکوہ داستان، **باغی سپاہی** کی زندگی میں پوشیدہ ہے۔ جسکی ترجمانی صرف پردہ فلم کرسکتا ہے

افسانہ ــــ مکالمے ــــ مناظر ــــ سیٹنگ
لباس ــــ اداکاری ــــ نغمے ــــ رقص

باغی سپاہی میں ہر چیز نمایاں خصوصیت اور رنگین جلووں کی مالک ہے۔

بملاکماری، للیتا دیوی، ہیشین کوپر، مس آزوری، گل حمید، اسحاق، کامران، مظہر خاں، پہلوان، سکندر، اندو بالا، شکیل احمد، نواب کاروار وی، انیس خاتون، حسن دین، گلزمان وغیرہ۔

باغی سپاہی آپ کے شہر میں بہت جلد آنیوالا ہے بیچینی سے انتظار کیجیے

بکنگ کا پتہ:۔ امپائر ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز بھارت بھون چترنجن اوینو۔ کلکتہ

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا زیر تکمیل خاص اصلاحی فلم

اناتھ آشرم

ڈائرکٹر:- ہیم چندر

نگار خانہ نیو تھیٹرز میں مشہور ناول اناتھ آشرم کو پردہ سیمیں پر پیش کرنے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ افسانہ اصلاحی پہلو سے بہت بلند ہے۔ فلمی دنیا میں یہ پکچر ایسی ایسی نئی باتیں پیش کریگا۔ جو آجتک پردہ فلم پر نہیں آسکی ہیں۔ فلم میں سوسائٹی کے کمزور پہلو پر خوبصورت انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے، مناظر کشی، صدابندی، اداکاری، مکالمہ گوئی، اور موسیقی کی خصوصیات کے لئے نیو تھیٹرز کا نگار خانہ اور اسکے اداکاروں کے سابقہ کارنامے بہترین ضمانت ہیں۔

مشہور اداکار

نجم الحسن، اوما دیوی، مس کلیانی، نواب، جگدیش، پرتھوی راج، ترلوک کپور، بابو لال، نیمو، بکرم کپور، وید

شمالی ہند کیلئے

بکنگ کا پتہ

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا آنے والا بہترین فلم

پریسیڈنٹ

ڈائرکٹر اور کیمرہ مین
نتن بوس

ریکارڈنگ
موکل بوس

میوزک ڈائرکٹر
آر۔ سی۔ بورال

ممتاز اداکاران:۔ سائیگل، کملیش کماری، لیلا دیسائی، مس کلیانی، نواب، جگدیش، کپور، امر ملک، بکرم مہر، دیو بالا، نیمو، پرتھوی راج

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند کیلئے ـــــــ جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ۔ دہلی

ایچ ایچ رحمان پرنٹر نے اکسیلسیئر آرٹ پریس نمبر ۱ سندر اسٹریٹ میں چھاپا۔ ایم ایم بیگ ایڈیٹر و پبلشر نے نمبر ۲۲۔ مڈل روڈ انٹالی کلکتہ سے شائع کیا۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

عکاس
ماہوار
کلکتہ

قیمت فی کاپی
ایک آنہ
کلکتہ سے باہر
چھ پیسے

کملیش کماری نیو تھیٹرز کے زیر تکمیل فلم پریسیڈنٹ کی ہیروئین

Megaphone Records میگافون

دس انچ ڈبل سائڈ بلو لیبل ریکارڈ قیمت دو روپے چار آنے

مس کملا جھریا

J.N.G. 931
- وصل ممکن نہ سہی (غزل)
- وفا جواں سے جتا رہے ہیں (غزل)

مس اختری (فیض آبادی) (فلم اسٹار)

J.N.G. 932
- کاہے کو بجائے (ہولی)
- ہوری کھیلن کیسے جاؤں (ہولی پیلو)

مس انیس خاتون (کانپور) فلم اسٹار

J.N.G. 933
- کیا پوچھتے ہو مجھ سے (غزل)
- مسجدوں میں ہے خدا (غزل)

پروفیسر ضمیر الدین خاں

J.N.G. 934
- ہوری کھیلن موری آؤ گے (ہولی)
- کوئی عاشق ہے تیرا (غزل)

ماسٹر محمد قوال (پٹلنی پاڑہ)

J.N.G. 935
- صورت تمری موری چت سے نا اتری (نعتیہ)
- لڑ گئے ہیں مورے نین (قوالی)

ماسٹر رام مورت

J.N.G. 936
- پھر بجاؤ ری شیام (ٹھمری)
- اک بت نے میرے دل میں (غزل)

پروفیسر انوکل چرنداس

J.N.G. 5017
- پیانو — بھیم پلاسی
- پیانو — پھیرون

پروفیسر منا خاں

J.N.G. 5018
- شہنائی — ہولی کافی سندھو
- شہنائی — ہولی کافی

مسٹر وجے کمار بی۔اے (سینی آرٹسٹ)

J.N.G. 930
- آج آنا کل جانا — فلم کا گانا
- بندے کیوں ہوتا دلگیر — فلم کا گانا

مس کلیانی (نیو تھیٹرز) دہلوی

J.N.G. 807
- تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں — گیت ارکسٹر
- قصہ غم نہ چھیڑ یار کی بزم ناز میں — گیت ارکسٹر

مس اجکماری (نیو تھیٹرز اسٹار)

J.N.G. 898
- پیاری آؤ جوانی کی لوٹیں بہار — گیت آرکسٹرا
- مورے نیناں سیلے ہیں شیام شیام شیام — گیت ارکسٹرا

پروفیسر مشتاق حسین (بریلوی)

J.N.G. 902
- ٹھوکریں کھلوائی ہیں عشق بت بے پیر نے — غزل
- بعد مرنے کے بھی چھوڑی نہ رفاقت تیری — غزل

میگافون — کلکتہ

NAJAM & UMA
IN
New Theatre's latest
ANATH ASHRAM

نجم الحسن - جن کی سوانح حیات صفحہ ۴۱ پر شائع ہوئی ہے

شذرات

زیر نظر عکاس جلد ۲ نمبر ۱ ہے - ناظرین اس نمبر سے نئی جلد کا شمار کرین، عکاس چند وجوہات سے کسی کسی ماہ مین شائع نہین کیا جاسکا مستقل خریدارون کو ایسی صورت مین بارہ پرچون سے کم ملے اور اسی لئے بعض خطوط ہم کو وصول ہوئے ہین جنمین بقیہ نمبرون کا مطالبہ کیا گیا ہے - اور دریافت کیا گیا ہے کہ ہمارا سالانہ چندہ کیا انھین نمبرون پر ختم ہو جائیگا - ناظرین کرام کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس ماہ کا پرچہ نہین ملا ہے اُن کی قیمت آیندہ اشاعتون مین منہا کردیجائیگی اور اُن کو حساب سے بارہ پرچہ روانہ کئے جاینگے - دوسرے پرچون کی طرح سے ایسا نہین کیا جائیگا کہ پرچہ کے ساتھ ساتھ قیمت بھی غائب کردیجائے - جن محترم خریدارون کے پاس بارہ نمبر پہونچ جاین اُن کو عہ قیمت سالانہ بذریعہ منی آڈر بھیجنا چاہئے - یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ دفتر عکاس سے وی، پی کی روانگی کا قاعدہ بالکل متروک ہے - اکثر فرمایشین وی، پی کرنے کی آتی رہتی ہین - مگر یہان سے وی، پی نہین روانہ کیا جاتا - ایسے لوگون کی خدمت مین ایک کاپی بطور نمونہ روانہ کردی جاتی ہے - لہذا تمام عکاس نواز حضرات کا اخلاقی فرض ہے کہ قیمت منی آڈر سے بھیجین

"وقت کی اہم ضرورت" ہندوستان کی فلمی صحافت مین عرصہ سے مختلف موضوعات زیر بحث ہین، اور اپنے ڈھب کی اس مفید صنعت کو مفید تر بنانے کی کوشش اور حصول کامیابی کی منزلین طے کرنے مین سیاسی پریس سے کسی صورت مین پیچھے نہین رہی - مگر افسوس ہے کہ کامیابی کی دلکش شعاعین نظر نہ آنا تھین نہ آئین - وجوہات مین بہت سی چیزین پیش کی جاسکتی ہین - اور ان اسباب پر نظر رکھتے ہوئے اُس وقت کا انتظار کرنا ہوتا ہے جبکہ تاریکی اور جہالت کے بادل آزاد روہواؤن کے تیز اور تند جھونکون سے خود بخود دور ہو جاین - ہماری جہالت، غلامی، سرمایہ دارانہ ذہنیت اور ہمارے سرپرستون کی عدم توجہی ہندوستانی فلمی صنعت کو معراج کمال پر پہونچے اور عالمگیر مقبولیت حاصل کرنے مین حارج و مانع ہے -

---

آج یورپ و امریکہ سے آئے ہوئے فلمون کو دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ ایک سال پہلے کے آئے ہوئے فلمون سے اُن کے تازہ ترین فلم کسی نہ کسی حیثیت سے نمایان خصوصیت کے حامل ہین - مگر ہماری فلم سازی نے کتنی اور کس درجہ تک ترقی کی؟ اس کا جواب دینے کی ضرورت نہین - آپ خود فلم دیکھتے ہین - اچھائی برائی دیکھنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہین -

---

اسکا سبب دریافت کرنے کے کیلئے اگر آپ کا دماغ تلاش و جستجو مین سرگردان ہو تو حالات و واقعات پر نظر ڈالئے اور سنجیدگی

غور کیجیے، حالات خود بخود سامنے آجائینگے۔ ہماری فلم سازی نے کیون نہین ترقی کی؟۔ اسکا ایک سبب ہندوستانی پبلک کی "عامیانہ پسند" ذہنیت ہے جسکو ہندوستانی فلم سازون نے ذاتی منفعت اور طلب زر کیلئے اسی معیار پر قائم رکھا ہے۔ آج دو سال سے بمبئی کی تین چار کمپنیان ایک ہی قسم کے فلم بنا رہی ہین اور اداکار بھی قریب قریب ایک ہی ہین۔ واقعات کو کچھ الٹ پھیر کرکے پیش کر دیا جاتا ہے اور جسقدر بھی لغویتین ممکن ہو سکتی ہین سب یکجا کر دیجاتی ہین، غرض فلم ہر حیثیت سے سمجھ سے بالاتر چیز بنجاتا ہے اور ان تمام چیزون کے باوجود مالی اعتبار سے کامیاب ہتا ہے پبلک جاتی ہے، بغیر کسی نتیجہ کے ایک وقتی تفریح کرکے چلی آتی ہے۔ لیکن ان خرافات سے عوام کی ذہنیت بد سے بد تر ہوتی جاتی ہے، فلم ساز ہین کہ اپنی اس کامیابی پر پھولے نہین سماتے اور حد درجہ کی ذلیل حرکات کو پردۂ فلم پر پیش کرنیسے بھی نہین چوکتے بلکہ اور آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہین، انکو اپنی آمدنی مسلسل قائم رکھنے کیلئے ایسا کرنا بھی چاہئے۔ اگر فلم سازی کا مقصد صرف اسیقدر رہے کہ لوگ لایعنی اور غیر مفید چیزین دیکھ کر ڈھائی تین گھنٹے وقت کاٹ دین اور ذہنیتون کو اخلاقی، علمی، معاشرتی حیثیت سے برباد کر ڈالین تو یقیناً موجودہ فلم سازی بہت بڑا فرض انجام دے رہی ہے۔ ورنہ اسکی جانب اصلاح کی توجہ کرنا لازمی اور ضروری ہے۔

اصلاح کیونکر ممکن ہے؟ پبلک جبتک غیر تعلیم یافتہ ہے ایسے فلمون کی سرپرستی سے کبھی بھی گریز نہین کریگی، اگر پبلک کے نمایندے (ممبران اسمبلی) حکومت کو صنعت فلم سازی کیطرف توجہ دلائین اور اصلاح کی ضرورت اور افادیت واضح کرین اور فلم بینی کے پھیلنے والے جراثیم کی روک تھام کرین تو عامیانہ فلمون کی ساخت اور طلب زر کی تباہ کن ذہنیت کم ہو سکتی ہے۔ موجودہ دور مین ہندوستان کے تمام فلمی پریس کا فرض ہے کہ جدید اصلاحات کے زیر اثر فلمی اصلاحات کا بھی بیک زبان مطالبہ کرین۔ ایسی حالت مین ممبران اسمبلی کو توجہات کا مرکز دیگر قومی و ملکی مسائل کی طرح فلم انڈسٹری بھی ہو سکتی ہے۔

جبکہ ہمارے سامنے تعلیمی فلم، دیہات سدھار فلم، معاشرتی اور اخباری فلم کی ضروریات کا اہم مسئلہ ہے۔ اور بالخصوص تعلیمی اور دیہات سدھار فلم کا سوال تو وقت کی اہم ضرورت ہے تو پھر کوئی وجہ نہین کہ حکومت اسپر توجہ نہ کرے۔ اور ملک کی اخلاقی حالت کو درست کرنیمین اعانت نہ کرے۔ دیگر یہ کہ اخلاق کو پستی کیطرف لیجانے والے فلمون کی ساخت اور نمائش اگر قانوناً ممنوع قرار دیجائے تو یقیناً فلم سازون کو اپنی کامیابی کیلئے دوسرے راستے تلاش کرنے ہونگے اور اُن کی یہ جستجو ایسی تعمیری راہون پر لیجانے کیلئے مجبور کریگی جنکی منزل ہر حیثیت سے نفع رسان ہو۔

اِس سلسلہ مین مقابلہ آرائی بھی ہوگی اور وہی فلم ساز کامیاب ہونگے جو بہترین مفید باتین پردۂ فلم پر پیش کر سکین گے اور پبلک کا اخلاق پست کرنے والے فلم ساز یا تو خود اپنی اصلاح کرنے پر مجبور ہونگے۔ یا پھر اس کاروبار سے ہی کنارہ کش ہو جائینگے۔ ان کی یہ علیحدگی انفرادی حیثیت سے انکے لئے نقصان رسان ہو سکتی ہے۔ مگر اجتماعی حیثیت سے قوم و وطن کیلئے انتہائی سودمند ثابت ہوگی۔ ساتھ ہی ساتھ اچھے فلم سازون کے سامنے وسیع میدان ہوگا اور وہ فلم انڈسٹری کی تقویت کا باعث ہونگے۔ ان کی ترقی کی راہین نمایان طور پر کھل جائینگی اور غیر معیاری عامیانہ فلمون کے ذریعہ انکو شکست دینے والے حریف اُن کی راہ سے ہٹ جائینگے۔ پبلک کی اصلاح بھی ہوگی اور وہ اچھے، نتیجہ خیز، بلند معیار فلمون کی سرپرستی کرنیکی عادی ہو جائیگی اور جبکہ معمولی فلم کی ساخت بند ہو جائیگی تو پبلک کی ذہنیت مین انقلاب ہوگا

نگار خانہ کی رفتار

دفتر عکاس ۱۰- مارچ ۱۹۳۷ء

مسٹر تن بوس کا شاندار کارنامہ پریذیڈنٹ مکمل ہوگیا سنسر ہوتے ہی اس کی نمائش شمالی ہند اور بمبئی میں شروع ہوگی فلم کس حیثیت اور مرتبہ کا ہے۔ اس کا فیصلہ آپ خود بہت جلد فلم دیکھ کر کر سکیں گے نیو تھیٹرز نے جو فلم ملک کے سامنے پیش کیا۔ ہمیشہ کسی نہ کسی خصوصیت کا حامل رہا ہے۔ "پریذیڈنٹ" بہت سی خوبیوں۔ دلفریبوں اور رنگینیوں کا مجموعہ ہے۔ افسانوی حیثیت سے فلم بہت ہی بلند اور انوکھے واقعات پر مبنی ہے۔ ایسے واقعات جو ہندوستانی فلم سازوں کے دماغ میں اب تک نہیں آتے تھے۔ ڈائرکشن ٹیکنیکس صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے مسٹر تن بوس چنڈی داس۔ دھوپ چھاوں جیسے شہرہ آفاق فلم پیش کر کے اپنی عدیم النظیر فنی استعداد کا ثبوت دے چکے ہیں۔ اب "پریذیڈنٹ" مارکٹ میں آرہا ہے۔ اور یقین کامل ہے۔ کہ یہ فلم بھی پبلک کے لئے ہر دلعزیزی کا موجب ہوگا۔ اس میں سائیگل کے دلکش نغمے اور فطری اداکاری۔ کملیش کماری۔ لیلا دیسائی کی رعنائی خیال اور ترجمانی جذبات ایک ہنگامہ زندہ ہے۔

جو مرجھائے ہوئے دلوں کی شگفتگی کا باعث ہوگا۔ بجھے ہوئے دلوں میں امید کی چنگاریاں ایک نئی زندگی پیدا کر دینگی اور ایک بار آپ پربھاوتی اور شیلا کو یاد کر کے بے چین ہو جائیں گے۔ پریذیڈنٹ میں نواب کاشمیری۔ جگدیش۔ کپور۔ نیمو۔ پرتھوی راج۔ مس کلیانی۔ بکرم نہار۔ دیوبالا۔ امر ملک کی اداکاری آرٹ کا مکمل نمونہ ہے۔ مسٹر تن بوس ایک ماہ آرام کرنے کے بعد دو پکچروں کو ایک سال میں مکمل کرنیکا ذمہ لے چکے۔ دونوں فلم بنگلہ اور ہندی میں علحدہ علحدہ تیار ہوں گے۔ دونوں پکچروں کے افسانے سوشل (اصلاحی) ہیں۔

مسٹر ہیم چندر:۔ اناتھ آشرم کی شوٹنگ میں مصروف ہیں آپ کا پکچر نصف کے قریب آگیا ہے۔ آپ کوئٹہ کی کانوں کے مناظر لے آئے ہیں۔ جو پردہ فلم پر ایک چیز ہونگے۔ تجمل حسین کے دلکش نغمے اور فطری اداکاری۔ اوما دیوی کی جذباتی ایکٹنگ اور نغمے نواب۔ جگدیش۔ پرتھوی راج۔ ترلوک۔ کپور۔ گردھاری وید۔ کدار الیاس۔ ماسٹر ستور (کمسن اداکار) کے پر از جذبات کام اناتھ آشرم کی خصوصیات ہیں۔

مسٹر بروا اپنی یونٹ لیکر آسام گئے ہیں۔ آپکا جدید فلم "جنگل پکچر" ہوگا۔ آسام میں جنگلوں کے خوفناک مناظر لئے جائینگے جہاں شیروں ہاتھیوں اور دوسرے جنگلی جانوروں سے مقابلہ ہوگا۔ اور مسٹر بروا کی کوشش ہوگی۔ کہ ان تمام مناظر کو خوش اسلوبی سے فلم بند کیا جائے۔ آپ کے جدید فلم میں حسب ذیل اداکاروں کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ہیرو مسٹر بروا۔ ہیروئن۔ مس ملینا۔ اور دیگر نمایاں کردار۔ جگدیش۔ پہاڑی۔ وید۔ بکرم کپور۔ جمنا اور کانن بالا۔ وغیرہ مسٹر بروا کے ڈائرکشن میں پہلا

جنگل پکچر ہے۔ جو نیو تھیٹرز کی جانب سے ملک کے سامنے پیش کیا جائیگا۔

مسٹر وجے کمار۔ ایسٹ انڈیا فلم کے "سنہرا سنسار" میں کام کرنے کے بعد نیو تھیٹرز میں آ گئے ہیں۔ آپ ایک اچھے اور بلند معیار گانے والے اداکار ہیں۔ آپ کی موسیقی کی معلومات آپ کی شہرت کا باعث ہے۔ میگافون کمپنی میں مستقل طور سے آپ کے ریکارڈ لئے جاتے ہیں جن خاطرہٗ مقبولیت بھی حاصل ہے۔ آپکی آواز میں دلکشی پختگی اور درد ہے۔ آپ کی عرصہ سے خواہش تھی کہ نیو تھیٹرز میں کام کریں۔ اپنی کوششوں میں آپ کامیاب ہو گئے ہیں۔ یہ ابھی نہیں کہا جا سکتا ہے۔ کہ آپ کس فلم کے ذریعہ پردہ سیمیں پر آ رہے ہیں۔

مسٹر ڈی۔ کے۔ بوس۔ نیو تھیٹرز میں آ گئے ہیں اور ایک نئے فلم کی تیاری میں مصروف ہیں۔ آپ کی اسٹوری کا نام "بدیا پتی" ہے۔ یہ ایک کبت یعنی شاعر ہے۔ جس طرح "چنڈی داس" اور "پورن بھگت" ہر دلعزیزی اور مقبولیت میں ممتاز درجہ کی پکچریں ثابت ہوئیں ہیں۔ "بدیا پتی" بھی افسانوی حیثیت سے اسی مرتبہ کی پکچر ہوگی۔ مسٹر ڈی کے بوس "بدیا پتی" کو دو زبانوں میں فلم کر رہے ہیں۔ ہندی اور بنگلہ ہندی کے کرداروں میں نیو تھیٹرز کے حسب ذیل اداکاروں کو پارٹ دیئے گئے ہیں۔ اوما دیوی۔ پہاڑی سانیال۔ کے۔ سی۔ ڈی۔ نواب کاشمیری۔ پرتھوی راج۔ جگدیش سیٹھی۔ اور چھایا دیوی۔ موخر الذکر نئی آرٹسٹ جو "بدیا پتی" میں اپنی رنگینیوں اور جلوہ آرائیوں کا مظاہرہ کرینگی۔ "بدیا پتی" کی "مہورت" (رسم افتتاح) ۱۵ اپریل کو ہوگی۔ یہ فلم ایک کثیر سرمایہ سے مکمل ہوگا۔ اس کے لئے مسٹر بوس نے بلند ترین تخیلات یکجا کئے ہیں امید ہے۔ کہ "بدیا پتی" نیو تھیٹرز کے معیار کے مطابق ایک شاندار پکچر ثابت ہوگی۔

مسٹر "امر ملک" (سابق اسٹڈیو انچارج) بھی اپنے فلم کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اور پہلی مرتبہ ایک ڈائرکٹر کی حیثیت سے آ رہے ہیں۔ آپ بھی دو زبانوں (بنگلہ اور ہندی) میں فلم بندی کرینگے۔ آپ کی اسٹوری سوشل ہے۔ ابھی آپ نے کردار اداکاری کو تقسیم نہیں کئے ہیں۔ آپ کا سنریو مکمل ہو گیا ہے۔ صرف نگارخانہ کی فرصت کا انتظار ہے۔

مسٹر پرفلو رائے مسٹر بروا کے ہمراہ آسام گئے ہیں وہاں آپ اپنی پکچر کے لئے مناظر کا انتخاب کرینگے۔ اور امید ہے بعض مناظر اپنی پکچر کے لئے فلم بھی بند کریں۔

بقیہ حصہ شذرات صفحہ ۵

اور وہ قدرتاً اچھی چیز کا مطالبہ کریگی۔ موجودہ فلم سازی ملک کے اقتصادی، اخلاقی اور ذہنی حالت پر بُری طرح اثر پذیر ہے۔ اس کا انسداد لازمی ہے۔ لہذا فلمی پریس کو بہت جلد متحد ہو کر جدید اصلاحات سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے۔ اور حکومت اور نمایندگان قوم پر واضح کر دینا چاہئے کہ فلم کی اصلاح کا مسئلہ کتنا اہم اور ضروری ہے۔ بلاشبہ فلم سازوں سے کاروباری تعلقات کی بنا پر "اشتہاری نقصان" کا اندیشہ سامنے آئیگا۔ لیکن متحدہ مساعی کے سامنے اُن کا یہ حربہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ مین یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ انفرادی فائدہ سے قومی اور اجتماعی فائدہ کہین بہتر اور افضل ہے اور قوم کے دل و دماغ اصلاح کرنے کے سلسلہ مین اگر کچھ قربانیان کرنیکی ضرورت ہو تو اس سے فلمی صحافت کو گریز نہین کرنا چاہئے

(ایڈیٹر)

سینماہاؤسس کی آمدنی بڑھانے والے
ہردلعزیز فلم

تلاش حق سنگیت فلم کمپنی کا مشہور و معروف فلم — ڈائرکٹرس بائی جدن بائی
اداکاران خصوصی بائی جدن بائی، بے بی رانی، قمر جہان، یعقوب خان، احمد حسین، پٹیل، پانڈے، احمدی رضا وغیرہ

ستی مہانندا گندھروا سینی ٹون کا مشہور فلم — ڈائرکٹر بابوراؤ پٹیل
اداکاران خصوصی پدما دیوی، کملاوتی، مدھو کارگپتا، ایم مرچنٹ، راجہ پنڈت، شانتا رام وغیرہ

خون کا خون اسٹیج فلم کمپنی کا عدیم النظیر شاہکار — ڈائرکٹر سہراب مودی
اداکاران خصوصی سہراب مودی، مس شمشاد، مس نسیم، مس رام پیاری، مس گوہر، فقیر محمد، فضل کریم وغیرہ

بالا جوبن گندھروا سینی ٹون کا دلکش فلم — ڈائرکٹر بابوراؤ پٹیل
اداکاران خصوصی پدما دیوی، مس گلاب، شیریں بانو، مبارک، مدھو کارگپتا، راجہ پنڈت، ماروتی پہلوان، نندو کھوٹے، بابوراؤ سنار، غلام حسین، بدری پرشاد وغیرہ

بکنگ کا پتہ

کلکتہ فلم اکسچنج ۲۱ امرتلا اسٹریٹ کلکتہ	**کلکتہ فلم اکسچنج** (تری بھون روڈ بمبئی)	**کلکتہ فلم اکسچنج** ۵۰۔آرمینین اسٹریٹ مدراس

UMA DEVI
IN
ANATH ASHRAM.

JAGDISH & KAMLESH
IN
THE PRESIDENT

حسن کاری اور اداکاری

از جناب صادق ضیا۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

اس بساط رنگ و بو پر جس شخص کو بھی مذاق سلیم عطا کیا ہے میرا خیال ہے کہ اس زندگی کے کچھ لمحات "حسن کاری" کے متعلق غور کرنے میں ضرور صرف ہوئے ہوں گے۔ ہم اپنے ہوش و حواس کیساتھ اسکو نہ سمجھ سکیں۔ یہ دوسری بات ہے ورنہ ہمارے ذہن میں فطری طور پر حسن کاری کے متعلق ایک معیار قائم ہوتا ہے جس کا اظہار ہم اپنی روزانہ زندگی میں کرتے ہیں۔ حسن کاری اور ہماری خواہشات میں ایک ربط مسلسل قائم ہے۔ ہماری سوسائٹی ہماری خواہشات کا معیار قائم کرنے میں خاص طور پر اثر انداز ہوتی ہے اور زندگی کے دوسرے مسائل کا حل تلاش کرنے بھی معاون ہوتی ہے۔ کسی بڑے مصنف کا قول ہے کہ اگر تم کسی قوم کی حالت کا صحیح اندازہ کرنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے یہ معلوم کرو کہ حسن کاری کے متعلق اس کے خیالات کیا ہیں۔ دراصل حسن کاری کا معیار ہی ایک قوم کو دوسری قوم سے ممتاز کرتا ہے اور یہی وہ نقطہ ہے جہاں سے زندگی اپنی چنگاریاں حاصل کرتی ہیں۔

میں نے ہمیشہ محسوس کیا ہے کہ شریف النفسی کا ہماری زندگی میں بہت بڑا حصہ ہے۔ شریف النفسی ایک ایسا جذبہ ہے جو ہمیں فطرت کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے اس لئے لازمی طور پر ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو روزانہ زندگی کے واقعات سے وابستہ رکھیں۔ شباب اور شریف النفسی دو علیٰحدہ علیٰحدہ چیزیں نہیں، بعض حضرات کا خیال ہے کہ آرٹ کو آرٹ کی نظر سے دیکھنا چاہئے۔ میں نہیں کہتا کہ آرٹ کو آرٹ کی نظر سے نہ دیکھو۔ لیکن محض مجاز تک اس کی تخصیص کیوں ہو۔ کیا اس طرح خیالات محدود نہ ہو جائیں گے تم ایک محبوب کی فطرت کی نگارش کرتے ہو تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں تم آرٹ کو محبوب کی نظر سے دیکھتے ہو۔ محض محبوب ہی تو آرٹ نہیں۔

پیارے دوست! اگر فطرت کی نگارش ہی مقصود ہے تو انسانی فطرت کو موضوع خیال کیوں نہ بنایا جائے۔

حسن کاری کو دوسرے معیار پر بھی پرکھا جا سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ ہم بیرونی اشیاء کی طرف اپنے رجحان پر نگاہ رکھیں کہ ہماری ذہنیت کیا ہے ہم کس نقطہ نظر سے ایک چیز کو دیکھتے ہیں جب میں شعر کہتا ہوں تو یہ بات ضرور میرے پیش نظر ہوتی ہے۔ میں بالواسطہ کوئی بات کہنا پسند نہیں کرتا۔ میں کسی شے کی فطرت کا اظہار نہیں کرتا بلکہ اس مخصوص شے کو موضوع شعر بنا کر اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہوں۔ میں کیوپڈ ہوں اور مجھے حسن کی تلاش ہے مگر میرا ایمان ہے کہ حسن اور محبت کے بغیر کوئی رومان مکمل نہیں ہو سکتا۔

کیوپڈ اپنے مرکز پر تیر پھینکتا ہے۔ میں بھی اشعار کے تیر چلاتا ہوں۔ اس کے تیر مرکز پر جاکر پیوست ہو جاتے ہیں۔ مگر میرے تیر اس مرکز کے ارد گرد گھومتے ہیں، یہ ہے حسن کاری کے متعلق میرا نظریہ۔

شباب کی گوناگون کی کیفیات نظرکش ضرور ہوتی ہیں لیکن اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ عمر کے اس بہترین حصہ کو بزم رنگین کی نذر کر دینا چاہئے۔ عمر کے بہترین حصہ تو بہترین مقصد حیات میں صرف ہونے چاہئیں شمع محفل بنو محفل کی زینت بنو۔ اس کا دھواں نہ بنو جو فضا کو مکدر اور دماغ کو پراگندہ کرکے خود بھی فضا میں گم ہو جاتا ہے۔

قادر مطلق نے انسان کو جذبات اور احساسات سے بہرہ مند کیا ہے حسن کاری ہماری اندرونی قوتوں کو بروئے کار آنے پر مجبور کرتی ہے اور یہی سبب ہے کہ شاعر اپنی فطرت کی ترجمانی کرتا ہے جو شاعر اس سے بے بہرہ ہو وہ حقیقی شاعر نہیں۔ جب ایک عنوان میرے سامنے آتا ہے تو میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ جذبات اور احساسات سے اپنی فطرت کو نظم میں تحلیل کر دوں تاکہ نظم پڑھنے والے کو میری فطرت کی ذہنی کا تصویر کا

تاکہ معلوم ہو جائے۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ تصنع اور حسن کاری گویا ایک ہی چیز ہیں میں اکثر سوچا کرتا ہوں کہ لوگ اپنی خواہشات میں تصنع کیوں روا رکھتے ہیں جو حسن کارانہ ذہنیت سادگی کے ذریعہ سے ظاہر کیجا سکتی ہے۔ تصنع اس کی گرد کو بھی نہیں پہونچ سکتا۔ اس مرحلہ پر پہنچکر ایک اور دلچسپ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حسن کاری اور اداکاری میں کہاں تک تعلق ہے۔

اداکاری تو ہمارے لئے بقائے حیات کا ذریعہ ہے خیال کیجئے دنیا میں کوئی متنفس بھی ایسا ہے جس میں اداکاری نہ پائی جاتی ہو جب یہ دونوں اس قدر مربوط ہوں تو ایک کا خیال آتے ہی دوسرے کا فوراً ذہن میں آجانا یقینی امر ہے۔ ہمیں اپنی اداکاری میں بھی حسن کاری کو ملحوظ رکھنا چاہئے فرض کیجئے آپ گھر میں رفیقۂ حیات سے پانی مانگتے ہیں وہ جھلا کر اٹھتی ہے اور میلے کچیلے گلاس میں پانی بھر آپ کو دیتی ہے۔ چھوٹا بچہ سامنے آجاتا ہے وہ غصہ میں اسے ٹھوکر سے ہٹا دیتی ہے اگر آپ کو حسن کاری کا ذرا سا حصہ بھی ودیعت کیا گیا ہے تو کیا اس رفیقۂ حیات کی اداکاری کو آپ مستحسن قرار دیں گے اور کیا آپ کی روح کو اس منظر سے مسرت ہو گی۔ یقیناً نہیں۔ تو آپ کیوں نہیں ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی حسن کی چنگاریاں بھر دیتے۔

ہمارے ذرائع تفریح سے بھی ہمارے حسن کارانہ مذاق کا پتہ چلتا ہے ہم کھیلوں سے دلچسپی لیتے ہیں، ہم سینما اور تھیٹر جاتے ہیں، ہم ناول پڑھتے ہیں، غرض کہ آجکل ہزارہا ایسے ذرائع موجود ہیں جن سے ہماری دلچسپیوں میں تنوع پیدا ہوتا رہتا ہے اور ان میں بھی حسن اداکاری کے ذریعہ سے خوبی پیدا کیجا سکتی ہے۔ چنانچہ جب ارباب اصلاح نے دیکھا کہ ناول سوسائٹی کا جزو خاص بن چکے ہیں تو انہوں نے اصلاح کو ناول کے پیرایہ میں ڈھال دیا اور اس طرح زہر کو تریاق بنا کر افراد کے لئے بہم پہنچا دیا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ملک کی سیرت پر اس کا کتنا بڑا اثر پڑا ہو گا۔ اور آج ہم مولانا عبدالحلیم شرر اور ڈپٹی نذیر احمد کے کس قدر رہون منت ہیں۔

ہمارے ملک کے بعض مصور عریاں تصاویر منصہ شہود پر لانیکو حسن کاری سمجھتے ہیں کاش انہیں معلوم ہوتا کہ عریانی سے انکے دماغ کی محنت ہی ضائع نہیں ہوئی بلکہ ملک کے نوجوانوں کے جذبات کیلئے کتنا سامان تخریب جمع ہو گیا ان نتائج کے ذمہ وار وہی مصور ہیں جو اس طرح ہلاکت کا سامان مہیا کر رہے ہیں اور جو اپنے طرز عمل سے حقیقتاً حسن کاری کی توہین کر رہے ہیں۔

میں نے اکثر لوگوں کو یہ کہتے بھی سنا ہے کہ جب کسی قوم کے زوال کا وقت قریب آجاتا ہے تو اس میں بہت سے شاعر پیدا ہو جاتے ہیں اور اس طرح زوال پر مہر تصدیق ثبت ہو جاتی ہے۔ زوال کے وجوہ کو محض شعرا پر مبنی کر دینا کس قدر ناانصافی ہے۔ شاعر تو قوم و ملک کو بیدار کرتا ہے تاریخ عالم میں ہزارہا ایسے واقعات موجود ہیں جہاں شاعری نے آگ پر تیل کا کام دیا ہے۔ ہمیں یہ کہنا چاہئے کہ ہمارے حسن کارانہ نظریہ پر کوئی اچھا اثر مرتب نہیں ہوا۔ اس اسلوب نے ہمیں ترقی کی طرف چلنے سے روکا۔ آج بچے بچے کی زبان پر مرزا داغ کے اشعار ہیں مگر ان کی نوعیت مختلف ہوتی تو ہمارے خیال کا رجحان بھی دوسری طرف ہو جاتا اور ایسی حالت میں ہم کہیں سے کہیں جا پہنچتے۔ ہمارا لباس، ہماری گفتگو، ہماری چال چلن، ہمارا دوسروں کے ساتھ برتاؤ غرضیکہ ہماری ہر حرکت ہمارے حسن کارانہ نظریہ کی وضاحت کرتی ہے۔ اسٹیونسن (Stevenson) اپنی طرز تحریر میں حسن کاری کے جذبہ کو اس قدر نمایاں رکھتا تھا کہ ایک مرتبہ کچھ لکھنے کے بعد بھی اس میں کئی مرتبہ ترمیم کرتا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر تم واقعی اپنے ناظرین، سامعین، حاضرین اور قارئین پر اثر انداز ہونا چاہتے ہو تو اچھے الفاظ استعمال کرو۔ ہم زندگی کے کسی شعبہ سے متعلق کیوں نہ ہوں ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی حسن کارانہ ذہنیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور اس کا استعمال اس طرح کریں کہ ہماری روح اور ہمارا ضمیر مطمئن رہے۔ ——— "صادق ضیا"

اِنڈیا فلم بورڈ کے بہترین فلم

جنگ بہادر

بھونانی پروڈکشن

سنسنی خیز واقعات، بہادرانہ کارنامے، حیرت انگیز واقعات، دلکش مناظر، اور جنگ وجدال کی معرکہ آرائیاں فلم کی خصوصیات ہیں۔ پربھا، نیام پی، فیٹی پرشاد، نرگس، پراشر، شورانی کے کام خوب ہیں۔

ڈائرکٹر:۔ ایم بھونانی

خون کا خون

(اسٹیج فلم کمپنی کا شہرۂ آفاق فلم) شکسپیر کے زندہ جاوید ڈرامہ کو فنکارانہ کمال اور رنگین مناظر کے ساتھ پردہ فلم پر پیش کیا گیا، اس فلم میں سہراب مودی، نسیم، شمشاد بائی، کی اداکاری قابل دید ہے اور گانے انتہائی دلکش ہیں۔

ڈائرکٹر:۔ سہراب مودی

آشیانہ

کالی فلمز کا پیش کش

اداکاران:۔ دیو بالا، نور محمد، راجکماری، پاروتی، منی لال،

ایک عظیم الشان فلم ہے ڈرامہ بہت سی خوبیوں سے آراستہ ہے۔ اداکاری، موسیقی، مصوری اور رقص قابل دید ہیں۔

شادی کی رات

بھونانی پروڈکشن

اسٹنٹ پکچر ہے۔ مار دھاڑ کے اسقدر شاندار سین پردۂ سیمین پر دیکھنے میں نہیں آئے۔ پربھا، نرگس، نیام پی، فیٹی پرشاد، پراشر، شورانی کے کام لائق تحسین ہیں، افسانہ سنسنی خیز، اور گانے وجد آگیں۔

ڈائرکٹر:۔ ایم۔ بھونانی

موڈرن لیڈی

کالی فلمز پروڈکشن

اداکاران

عباس، پدما، رام دلاری، شہرۂ آفاق بنگلہ فلم اردو لباس میں۔ اس فلم نے بنگلہ فلموں کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ افسانہ۔ ڈائرکشن، اداکاری۔ مناظر قابل دید ہیں۔

دلاور

بھونانی پروڈکشن۔

جیمین۔ نوین۔ جیک اور سوشیل کی حیرت انگیز اداکاری اور ناچ گانے لائق تعریف ہیں۔ دلکش مناظر، فطری کام اور عشق ومحبت کے رنگین واقعات فلم کے خصوصیات ہیں۔

ڈائرکٹر:۔ ایم بھونانی۔

انڈیا فلم بورڈ ـــــ لاہور ـــــ دھلی ـــــ پشاور ـــــ کراچی

پوسٹ بکس نمبر ۵ ـــــ پوسٹ بکس نمبر ۱۴۰ ـــــ کالی باڑی اسٹریٹ ـــــ پوسٹ بکس نمبر ۸۳۳

فلموں میں موسیقی بطور پس منظر

رقص کی مانند نغمہ بھی اپنے وجود کے لئے انسان کے فطری جذبات کا مرہون منت ہے۔ اس کی تخلیق کو صاحب فن کے وجدان صحیح اور بلندی تاثیر پر مبنی سمجھنا چاہئے۔ ناقابل تعین زمانوں سے یہ دونوں فنون لطیفہ انسان کے غیر مرئی محسوسات کی ادائیگی کا حسین فرض انجام دیتے ہیں' ان فنون کی اسی خصوصیت نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ رکھا ہے اور اسی خصوصیت کی وجہ سے ہر مہذب سوسائٹی نے اپنا فرض سمجھا ہے کہ ان فنون کو مروج کرے اور ان میں کمال حاصل کر کے دکھائے۔

بالخصوص نغمہ روح انسانی کے لئے صدہا ایسے اثرات اپنے اندر رکھتا ہے جو اس کے لئے باعث تسکین ہیں۔ ہندوستان اور یونان کے قدیم کتب میں تو ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ نغمہ کی سحر کاریوں نے دیوتاؤں تک کو مسحور کر دیا۔ اول اول جب آلات موسیقی نہیں ایجاد ہوئے تھے نغمہ کی حیثیت صرف صوتی تھی۔ یہود اور عربوں کے زمانہ میں اولین بار اس امر کی طرف انسانی ذہن متوجہ ہوا کہ انسانی اصوات کی نقل میں آلات موسیقی بنائے جا سکتے ہیں۔ اپنے ابتدائی دور میں ساخت کے لحاظ سے یہ آلات بہت بھونڈے اور نامکمل تھے اور تکمیل ضروریات کے کفیل نہیں ہو سکتے تھے مگر جوں جوں انسانی دماغ کو اصوات کے زیر و بم پر عبور حاصل ہوتا گیا بہتر آلات موسیقی وجود میں آتے گئے۔ کہا گیا ہے کہ نغمہ روح کی غذا ہے، ایک اعتبار سے دیکھا جائے تو اس میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں معدودے چند کو چھوڑ کر باقی تمام مذاہب کی عبادات میں موسیقی شامل ہے' پھر تفریح گاہوں میں موسیقی کا عدم وجود ناقابل تصور ہے' جس طرح ایک تصویر کے لئے پس منظر لازمی شئے ہے اسی لئے عبادات اور تفریحی مشاغل میں نغمات کی اہمیت کو نظر انداز کرنا ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ فلموں میں تسکین بخش اور دلنواز فضا پیدا کرنے کے لئے موسیقی اتنی ضروری سمجھی گئی ہے۔ فلمی مناظر کو دلکش بنانا ناممکن ہے اگر ان کیساتھ موسیقی نہ ہو۔ اگر کوئی خاص منظر روحانیت لئے ہوئے ہو تو اس کی روحانیت کو زیادہ دلکش اور دلپذیر بنانے کے لئے موسیقی اور بھی زیادہ ضروری ہو جاتی ہے تاکہ وہ منظر جذبات و احساسات کو زیادہ کامیابی کے ساتھ اپیل کر سکے برخلاف اس کے اگر منظر حزنیہ ہے تو حزن انگیز نغمے کی ضرورت ہے۔ بہر صورت موسیقی کی ضرورت باقی رہی ممکن ہے بعض لوگ یہ اعتراض کریں کہ انگریزی فلموں میں موسیقی وغیرہ کو اتنا دخل نہیں ہوتا جتنا ہندوستانی فلموں میں' ہمیں اس امر کے تسلیم کر لینے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ انگریزی فلموں میں صوتی موسیقی قریب قریب بالکل نہیں ہوتی مگر معترضین شاید اس حقیقت کو بالکل فراموش کر جاتے ہیں کہ کوئی انگریزی فلم آلات سے پیدا کئے ہوئے نغمے سے خالی نہیں ہوتی۔ اگر یہ نغمات نہ ہوں تو فلم کی دلکشی آدھی رہ جائے۔ مناظر کے فضائی تاثرات کو واضح کرنے اور عمیق تر بنانے کے لئے بھی نغمہ کی حاجت ہوتی ہے بلکہ دیکھا تو یہ گیا ہے کہ انگریزی کے مذاقیہ اور خوش انجام فلم بھی نغمات سے قطعاً مبرا نہیں ہوتے۔ یہ درست ہے کہ ہندوستان میں اکثر موسیقی کو ضرورت سے زیادہ دخیل کر کے تصویر کی ڈرامائیت کو غیر دلکش بنا دیا جاتا ہے اور مغربی فلمساز موسیقی کو صرف اسی حد تک فلم میں شامل کرتے ہیں جس حد تک وہ تصویر کی جاذبیت میں اضافہ

کرے۔ تاہم اس سے انکار نا ممکن نہیں کہ فلمی تصویروں میں موسیقی کو بطور پس منظر استعمال کرنے سے ان کی دلکشی میں چار چاند لگ جاتے ہیں فلموں میں کام آنیوالی موسیقی کو اپنے اثرات کے لحاظ سے عالمگیر ہونا چاہئے تاکہ ہر شخص جو اسے سنے عام اس سے کہ وہ نغمہ کی زبان سے واقف ہو یا ناواقف، اس سے محظوظ ہو۔ موسیقی کی "صوبائیت" محصور کر دینا اس کے اثرات کو ذبح کر دینے کے مترادف ہے۔ بظاہر مشرق اور مغرب کی موسیقی میں بڑا فرق ہے۔ مگر شاید یہ بات تعجب کے ساتھ سنی جائیگی کہ مغرب کے بعض بہترین نغمات کی تشکیل مصر اور ہندوستان کی موسیقی کے اثرات سے انجام پذیر ہوئی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوشش کیجائے تو ہم موسیقی کو اس کے اثرات کے اعتبار سے عالمگیر بنا سکتے ہیں۔ اردو کے کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے
نالہ پابند نے نہیں ہے

جب اہل مغرب نے افریقہ میں اپنا عمل دخل کیا تو انہیں یہ معلوم کر کے بڑا تعجب ہوا کہ افریقہ کے وحشی اپنی زبان میں ایک نغمہ ادا کرتے ہیں جس میں غضب کے حزنیہ اثرات ہوتے ہیں ہر چند اہل مغرب کالے چمڑے والے افریقیوں کی وحشیانہ زبان کو نہیں سمجھتے تھے۔ مگر نغمے کے طرز و ادا میں جو حزن کارفرما تھا انہیں متاثر کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور انہوں نے اسے اپنے موسیقی میں منتقل کر لیا۔ آج جب وہ نغمہ یورپ کی مہذب محفلوں میں مغربی آلات موسیقی سے ادا کیا جاتا ہے تو سننے والوں کو دل پھٹتے اور جگر شق ہوتے ہوئے محسوس ہونے لگتے ہیں۔

بہرکیف موسیقی کو پس منظر استعمال کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مناظر کو زیادہ حسین بنایا جا سکے۔ اور اگر وہ خاص لے جس سے کام لیا گیا ہے، سننے والوں کے احساسات کو اپیل کرتی ہے تو ظاہر ہے کہ موسیقی اپنے مقصد میں کامیاب ہے۔ سوال یہ نہیں کہ فلاں لے ہندوستانی ہے یا یوروپین۔ سوال اثر کا ہے۔ سامعین کوئی ایسا نغمہ سننا چاہتے ہیں جو ان کے قلوب کے لئے باعث تسکین اور ان کے تھکے ہوئے دماغوں کے لئے راحت کا سبب ہو۔ فلموں کو پس منظر استعمال کرنے کا یہی مقصد ہے۔

رنجیت کا تازہ ترین عظیم الشان شاہکار

ڈائرکٹر ——— لہری لالہ ——— جینت دیسائی

جس میں مادھوری کے ساتھ ساتھ ——— رنجیت کے مشہور اداکار شریک کار ہیں

لہری لالہ طوفان میل کی یاد کو تازہ کردے گا ——— آپ اپنے اپنے شہر کے سینما گھروں میں ضرور دیکھئے

دہلی ٹاکیز بورو چاندنی چوک دہلی

"پریذیڈنٹ" کے دو منظر

فلمی تارے ستارے اور سیارے

از مسٹر مظہر خان فلم آرٹسٹ کلکتہ

مین دس سال سے زائد فلمی زندگی گذار رہا ہون، سینکڑون فلم میرے سامنے کامیاب ہوئے اور بھلا دیئے گئے ہزارون فلم اسٹار میری نظرون کے سامنے عروج کے بلند ترین مینارے پر روشن ہوئے اور ڈوب گئے بیسیون فلمی رسائل و اخبارات نکلے اور جلد یا بدیر آخری ہچکی لیکر ختم ہوگئے۔ مین نے خاموش تماشائی کی طرح یہ عروج و زوال دیکھے اور کئی بار اس بقا اور فنا کی وجوہات پر غور کیا۔

مین فلم مین اداکار کی حیثیت سے اور ماہر بہروپ کے انداز سے آتا ہون، خاموش اور ٹاکی دونون کا آرٹسٹ ہون۔ اس لئے اس مضمون مین صرف فلم آرٹسٹون کی ترقی اور تنزلی کے اسباب پر روشنی ڈالون گا۔

لیکن اسی سلسلہ مین فلمی رسائل کی ایک غلطی بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہون۔ یہ غلطی ایسی ہے جسے نہ اخبار نویسون نے ابھی تک اہمیت دی اور نہ اخبار بینون نے سمجھا۔ مین اس وقت ایک اخبار بین کی حیثیت سے گفتگو کرنا چاہتا ہون۔

دنیائے فلم کا یہ دستور اور نظام ہے کہ جب کوئی آرٹسٹ خواہ ایک ہی فلم کے ذریعہ یا مسلسل فلمی زندگی مین تمام فلم بینون کی نگاہین اور ناقدین کے فیصلہ مین غیر معمولی فن کے مظاہر کی حیثیت سے بلند ترین شخصیت کا مالک بنجاتا ہے تو اخبارات اور رسائل اسے "اسٹار" تسلیم کر لیتے ہین۔ اور اخبارات کے فیصلے کو صائب مانتے ہوئے فلم کمپنیان اسے اسٹارون کی فہرست مین شریک کر لیتی ہین کیونکہ وہ جانتی ہین کہ اخبارات کی رائے پبلک کی رائے ہے اور اخبارات اسوقت تک آرٹسٹ کو اس لقب کا مستحق نہین سمجھتے جب تک کثرت رائے اس کے موافق نہ ہو۔

قبل اس کے کہ آرٹسٹ (خواہ اس نے سینکڑون فلم مین کام کیا ہو) ممتاز اداکار کہلاتا ہے اور پبلسٹی مین بھی اسے اسی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے آپ کو یہ سنکر حیرت ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ امریکن فلمون کے وہ "اسٹار" جو اس لقب سے بھی اونچا درجہ رکھتے ہین بیشمار فلمون مین صرف ممتاز اداکار کی حیثیت سے آنیکے بعد اسٹار بنے ہین۔ روڈلف ولنٹنو جو موت کے بعد بھی زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہیگا۔ ایک درجن فلمون مین ایکٹر رہا۔ اور جب "شہسوار" مین اس نے حیرت انگیز فن کا مظاہرہ کیا تو فلم بینون نے بیک لفظ دیگر پریس نے اسے "اسٹار" کا لقب دیا۔ حالانکہ اس معمولی شخصیت کے زمانہ مین بھی اُس کے حسن کی سحر پاشی ہزارون کو دیوانہ بنا چکی تھی۔

اب ذرا ہمارے ملک کے اخبارات پر غور کیجئے۔ ان کی نگاہ مین ہر وہ شخص خواہ عورت ہو یا مرد۔ جو ایک بار کسی حیثیت سے فلم مین آگیا ہو "فلم اسٹار" ہے اگرچہ اس نے فالتو گروہ مین ہی کام کیا ہو۔ لیکن وہ سلوچنا، گوہر، مادھوری، گل حمید، خلیل، پرتھوی راج، سیگل اور بلیموریہ۔ کے شانہ بشانہ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔

اس کے بیشتر وجوہات یہی ہین (مین تمام نہین کہتا) کہ اخبارات آرٹسٹون سے ذاتی ملاقات، پھر دوستی پیدا کرتے ہین اور دوست نوازی

کے ثبوت مین انہین ہر جائز طریقہ سے آگے بڑھاتے ہین جو آخر مین خود آرٹسٹ کی ترقی اور کامیابی کے لئے مہلک ہوجاتا ہے۔ ایکٹر فلمی دنیا کی سب سے زیادہ بدنصیب مخلوق ہے۔ اس کا تو ذکر ہی بیکار ہے لیکن کسی ایکٹرس کا ایک ہی فلم (خواہ وہ فلم لغو محض اور اس کی ایکٹنگ ذلیل اور نفرت پرور ہو) "فلم اسٹار" اور اعلیٰ درجہ کی فلم اسٹار بن جانا نہایت آسان اور عام بات ہے۔ اس غلط روی کا وہی انجام اور آئے دن ظاہر ہوتا جا رہا ہے۔ اب فلمی دنیا اور فلمساز کی نگاہ مین اس لقب اور لقب دینے والے اخبارات کو کوئی وقعت نہین دیتین "فلم اسٹار" قصیدے کا عنوان سمجھا جاتا ہے۔ اور ایسے اخبارات سریع الاعتقاد تصور کئے جاتے ہین۔

اخبار بینون نے بھی اب محسوس کر لیا کہ اس لقب کے ہتھیار سے اخبارات ان کے اچھے اور برے مین تمیز کرنے والی قوت فیصلہ پر ڈاکہ ڈال رہے ہین۔ اس طرح دونون جماعتین اس قسم کے اخبار نویس طبقہ سے بدگمان ہوگئین۔ یہ ناممکن ہے کہ یہ اخبار نویس جماعت اتنے تحمل اور برداشت سے کام لے کہ جب تک پبلک کی رائے سے اطمینان نہ ہو جائے" اپنے فیصلہ پر کامل اعتماد نہ کرین اور کسی کو فلم اسٹار کا لقب نہ دین۔ ایسی حالت مین مین انہین ایک مشورہ دونگا۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ اسے پسند کرین گے۔

فلم اسٹارون کو فن کے اعتبار سے تین حصون مین تقسیم کیا جائے وہ آرٹسٹ جو فلمی دنیا مین تو وارد ہین لیکن کارنامون سے ہونہار معلوم ہوتے ہین انہین "فلمی تارون" کے لقب سے یاد کرنا چاہئے۔ لیکن آرٹسٹ جو پردۂ فلم پر فن کا مکمل نمونہ پیش کرکے کامیابی حاصل کر چکے ہین وہ "فلم اسٹار" کہلائین۔ ہندوستان مین بعض آرٹسٹ ایسے ہین جو عرصہ سے آسمان فلم پر روشن ہین۔ اور زمانہ کی تبدیلی فلم بینون کے نئے نئے مطالبات اور سائنس کے انقلاب پسند ردوبدل کے سیاہ بادل بھی انکی روشنی کم نہین کر سکتے۔ اور وہ اب تک بھولے نہین گئے ہین اور نہ بھولے جا سکتے ہین۔ ایسے آرٹسٹ بلاشبہ ان فلم اسٹارون سے بالاتر ہین۔ جن کا درجہ بیان مین نے قائم کیا ہے اور ان کا یہ جائز اور نہایت مناسب حق ہے کہ وہ "فلمی پیارے" کہلائین اگر اس طرح بہتر اور بہترین اداکارون کی تقسیم نہین ہوتی تو اچھے اور برے کام کرنے والون مین کوئی فرق نہین رہ سکتا۔

مجھے امید ہے کہ فلمی اخبارات و رسائل میری اس تجویز کی تائید کرین گے۔

(مظہر خان)

"ہنس پکچرز کا کبھی نہ بھولنے والا سوشل شاہ کار"

چھایا ڈائرکٹر ماسٹر وناٹک

پانچ پسندیدہ اسٹار

رتن پربھا ـــــ ماسٹر وناٹک ـــــ باورا ؤ پنڈھاکر ـــــ لیلا چٹنس ـــــ اندرا واڈکر

چھایا ایک کامیاب اصلاحی پکچر ہے۔ رتن پربھا کے گانے اور مشہور اداکارون کے فنی کمالات قابل دید ہین۔ یہ فلم ہماری روایات اور رسومات کی سختیون پر بہترین تبصرہ کرتا ہے ـــــ ہر جگہ نمائش کا انتظار کیجئے۔

بکنگ کا پتہ ـــــ جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا زیر تکمیل خاص اصلاحی فلم

اناتھ آشرم

ڈائرکٹر:- ہیم چندر

نگار خانہ نیو تھیٹرز میں مشہور ناول اناتھ آشرم کو پردہ سیمیں پر پیش کرنے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ فسانہ اصلاحی پہلو سے بہت بلند ہے۔ فلمی دنیا میں یہ پکچر ایسی ایسی نئی باتیں پیش کریگا۔ جو آجتک پردہ فلم پر نہیں آسکی ہیں۔ فلم میں سوسائٹی کے کمزور پہلو پر خوبصورت انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے، مناظر کشی، صدابندی، اداکاری، مکالمہ گوئی، اور موسیقی کی خصوصیات کے لئے نیو تھیٹرز کا نگار خانہ اور اسکے اداکاروں کے سابقہ کارنامے بہترین ضمانت ہیں۔

مشہور اداکار

نجم الحسن، اومادیوی، مس کلیانی، نواب، جگدیش، پرتھوی راج، ترلوک کپور، بابولال، نیمو، بکرم کپور، وید

بکنگ	شمالی ہند	انڈیا فلم بورڈ۔ لاہور۔ دہلی۔ کراچی۔ پشاور
کے	جنوبی ہند	کلکتہ فلم ایکسچینج ۵۰ آرمینین اسٹریٹ مدراس
لئے	مشرقی ہند	کلکتہ فلم ایکسچینج ۲۲ امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ
پتہ	مغربی ہند	کلکتہ فلم ایکسچینج تری بھون روڈ بمبئی ۴

جگت ٹاکیز کے بہترین فلم

پیاری بیٹیاں جسمیں مس روز، مبارک، کمار وغیرہ کے بہترین کام ہیں — ڈائرکٹر چودھری

سسرلا جس میں رتن بائی، حافظ جی، کمار وغیرہ کی اداکاری قابل دید ہے — ڈائرکٹر اٹار جعفی

جنگل کی رانی جسمیں مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ نے عجیب غریب اداکاری پیش کی ہے — ڈائرکٹر نندلال

جگت کیسری جس میں خوبصورت سلوچنا، ڈی بلیموریہ نے لاجواب کام کئے ہیں — ڈائرکٹر ہومی ماسٹر

سرچ لائٹ جس میں ہر دلعزیز سلوچنا اور ڈی بلیموریہ نے ایکٹنگ کا معیار قائم کیا ہے — ڈائرکٹر ہومی ماسٹر

انارکلی جس میں سلوچنا، ڈی بلیموریہ، زلّو کی اداکاری بہترین ہے — ڈائرکٹر چودھری

بکنگ کا پتہ
جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ۔ دھلی

دورِ حاضرہ کے بہترین فلم

انارکلی
امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا بہترین اور دلچسپ شاہکار۔
جسمیں مشہور و معروف اداکاران مس سلوچنا،
ڈی بلیموریہ، زلّو وغیرہ نے لاجواب کام کئے ہیں۔
ڈائرکٹر
چودھری

شانِ ہند
امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا مایۂ ناز فلم
جسمیں مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ، مس روز اور
کمار وغیرہ نے بہترین اداکاری کی ہے۔
ڈائرکٹر
چودھری

بمبئی کی بلّی
امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا تیار کردہ
جسمیں سلوچنا، ڈی بلیموریہ اور غلام محمد
وغیرہ نے بہترین اداکاری کے نمونے پیش
کرکے فلم کی خوبیوں کو دوبالا کر دیا ہے۔

بھکارن
کولھاپور سینی ٹون بمبئی کا ہنگامہ آرا فلم
جسمیں رتن بائی نے تمثیل نگاری کے
قابل دید زاویے پیش کئے ہیں۔
ڈائرکٹر
اٹھاریتھی

گھر جمائی
پریمیر فلم کمپنی بمبئی کا نہایت دلچسپ فلم
جسمیں نظر فریب سین سینری، دلکش گانے
حسین لڑکیوں کے دلفریب رقص اور
نیچرل ایکٹنگ قابل دید ہیں۔

شمشیر عرب
پرکاش پکچرز بمبئی کا لاثانی فلم
بہادری کے حیرت انگیز کارنامے
حسن و عشق کے رنگین واقعات اور
دلکش مناظر اس فلم کی خصوصیات ہیں۔

تقدیر
جیانت پکچرز بمبئی کا انقلاب انگیز شاہکار
جسمیں مس مہتاب، الکنندا، ماروتی راؤ وغیرہ نے
اپنی تمثیل نگاری کے قابل داد اور قابل دید جوہر دکھائے ہیں۔

جیون ناٹک
دیبکی بوس پروڈکشن کا پہلا شاہکار
جسمیں درگا بائی کھوٹے نے ممتاز اداکار کی
حیثیت سے شریک ہو کر بہترین اداکاری کا نمونہ پیش کیا ہے۔

سول ایجنٹ:- بنگال، برما، بہار، آسام، اڑیسہ

تار کا پتہ:- ورلڈ

دوسانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

فون نمبر ۲۰۰۲ بڑا بازار

برانچ:- بمبئی، رنگون، سنگاپور، ایجنسی مری سیش

فلمی افسانہ نویس

ہندوستان میں ناطقات کی جو گرم بازاری ہے وہ محتاج بیان نہیں پبلک نے اپنی بساط سے زیادہ ملکی فلمسازوں کی حوصلہ افزائی کی جس کا نتیجہ سینکڑوں کی تعداد میں فلم کمپنیاں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگئیں اور ہوتی جارہی ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ فلم کمپنیوں کی موجودہ کثرت سے اس صنعت کو فروغ نہیں ہو سکتا بلکہ دن بدن اس کا مستقبل فلمسازوں کی غفلت و لاپرواہی سے تاریک ہوتا جارہا ہے۔

فلم کی کامیابی کے لئے سب سے اہم اور ضروری امر افسانہ کا انتخاب ہے کیونکہ کسی فلم کی تا وقتیکہ وہ افسانہ کی دلفریبی اور زبان کی عمدگی سے آراستہ نہ ہو کامیابی اور ہر دلعزیزی محال ہے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ہمارے فلمساز حقیقی مضامین فلم کو کامیاب بنانے کی بجائے ہر جائز و ناجائز ذریعہ سے اقتصادی طور پر اس کو کامیاب بنانا اپنا فرض اولیں سمجھے بیٹھے ہیں۔ اور فلموں کے لئے ایسے افسانے انتخاب کرتے ہیں جو عوام کے جذبات وحیوانی خواہشات کو بھڑکانے کا باعث ہوتے ہیں۔ فلمسازوں کی اس ضرر رساں اور مہلک روش سے پبلک کا ذوق نظر اور اخلاقی نقطۂ نگاہ دن بدن پست ہوتا جارہا ہے۔

فلمی افسانہ نویسوں کی پہلی جماعت تو خود ڈائرکٹروں کی ہے۔ جو اپنے آپ کو "ہر فن مولا" سمجھے ہوئے ہیں۔ اور افسانہ نویسی کے خبط میں مبتلا ہو کر فلمی افسانوں کی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ اس وقت تک ہندوستان میں جس قدر فلم تیار ہوتے ان میں اکثریت پست اور بیہودہ فلموں کی ہے۔ فلم کی ظاہرہ عریانی سے کہیں زیادہ افسانہ کی باطنی عریانی مہلک اور خطرناک ہے۔ جس پر عوام غور نہیں کر سکتے لیکن وہ ناظرین کے دلوں میں اندر ہی اندر گھر کر جاتی ہے۔ فلموں میں بوس وکنار وغیرہ سے ناظرین فلم اس قدر متاثر نہیں ہو سکتے جتنا قصہ کی عریانی سے ہو سکتے ہیں

ہمارے افسانہ نویس آرٹ اور قصہ کی اہمیت کو نہ سمجھتے ہوئے افسانہ کی نفسیات کو پس پشت ڈالکر ایسے کردار پیش کرتے ہیں جو سرتاپا عریاں اور اخلاق سوز ہوتے ہیں۔ کسی شریف زادی کو بدمعاشوں کے پنجے سے چھڑانا اور خود اس کے عشق میں دربدر کی خاک چھاننا، محض ایک نظر میں دل کھو بیٹھنا، شریف خواتین سے راتوں کو پوشیدہ ملاقاتیں کرنا اور محبت جتانا، بازاری عورتوں کے فریب میں مبتلا ہونا غرض یہ ساری باتیں ہندوستانی فلموں میں کچھ اس طریقہ سے دکھلائی جاتی ہیں کہ تماشائیوں پر اس کا انتہائی برا اثر پڑتا ہے۔ خواہ فلم کا آخری انجام کتنا ہی عبرتناک کیوں نہ دکھلایا جائے۔ فلمی افسانوں میں جو کردار پیش کئے جاتے ہیں انکی نفسیات کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ نہایت مہلک اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی طوائف کا کیرکٹر اس طرح پیش کیا جائے کہ اس کی ساری زندگی عیش ونشاط میں گذرے اور انجام کار ناداری ومفلسی میں دم توڑے۔ تو اس سے ناظرین کے دل اس قدر متاثر نہیں ہو سکتے جتنا کہ اس کی نفسیات کو نمایاں کرنے سے ہو سکتے ہیں یعنی اگر طوائف کو عیش ونشاط کی زندگی بسر کرتے ہوئے نفس وضمیر کی جنگ میں مبتلا دکھلائیں، عصمت فروشی اور گناہ کا تصور اس کے سکون قلب کے فقدان کا باعث ہو۔ اور ساتھ ساتھ اس کا عبرتناک انجام دکھلایا جائے تو دیکھنے والوں کی طبیعتوں پر نہایت

گہرا اثر پڑیگا۔ مگر ہمارے ڈائرکٹر افسانہ نویسوں کو محض ایک قصہ لکھنے سے غرض نفسیات وادب سے کیا واسطہ۔ وہ خود تو بیچارے اردو سے واقف نہیں ہوتے اس لئے اِدھر اُدھر کسی تیسرے درجے منشی جی سے مکالمہ اور گانے لکھوا کر فلم تیار کردیتے ہیں خواہ زبان کی مٹی پلید ہوجائے۔ اور افسانہ کی نفسیات کا جنازہ نکل جائے۔ ان کو تو محض فلم تیار کرنا ہوتا ہے۔ مکالمہ منشی پریم چند لکھیں یا پنڈت سدرشن، مولانا آزاد لکھیں یا پنڈت بیتاب انکی نظروں میں تو سب برابر ہی ہیں۔ جو سستے داموں ملجائے وہی بہترین ادیب اور شاعر مانا جاتا ہے

ڈائرکٹروں کے علاوہ ہمارے فلمی افسانہ نگاروں کا ایک اور طبقہ بھی ہے جو خدا کے فضل سے تیسری یا چوتھی جماعت تک تعلیم پاکر ڈرامہ نسٹ بن گیا ہے اس میں کلام نہیں کہ یہ حضرات اردو بولتے بھی ہیں اور لکھتے بھی ہیں اور اپنے آپ کو شاعر وادیب، زباندان ومصنف سمجھکر زبان وادب کی مٹی پلید کرتے ہیں۔ آج کل اس قسم کے افسانہ نویس حشرات الارض کی طرح نکل پڑے ہیں جسے دیکھئے اپنے آپ کو ڈرامہ نسٹ کہتا اور سمجھتا ہے۔ کیونکہ ڈائرکٹر بیچارے تو زبان سے بالکل کورے ہوتے ہیں۔ قابل اور بہترین افسانہ نویس تو اسکو خرافات سمجھکر پیش قدمی نہیں کرتے اس لئے ایسے ہی لوگ فلمی افسانہ نویس بن بیٹھے ہیں۔ بھلا ان کو کیا خبر کہ نفسیات کس چڑیا کا نام ہے اور آرٹ کس بلا کو کہتے ہیں۔ وہ تو عشقیہ داستانوں کو مخرب اخلاق طریقہ سے ڈرامہ کی صورت میں منتقل کرنا غلط، رکیک اور حیا سوز الفاظ میں مکالمہ لکھدینا جانتے ہیں۔ ایسی صورت میں فلمی افسانوں کے ذریعہ قوم کی اصلاح کرنا اور اخلاق کا سبق دینا ایک مہمل خیال ہے۔

ذرا فلمسازوں کی اس لغو ذہنیت کو ملاحظہ فرمائیے کہ جہاں کسی فلم کو کسی وجہ سے کامیابی حاصل ہوئی کہ بس اس کا چربہ اڑا کر نام کے توازن سے ایک نیا فلم تیار کردیں گے۔ کسی فلم کمپنی نے ”طوفان میل“ تیار کیا تو کسی نے ”بمبئی میل“ بنایا۔ اور کسی نے ”پنجاب میل“ دوڑایا۔ اگر کسی نے ”اندرا۔ ایم۔ اے“ پرڈیوس کیا تو کوئی ”چندرا۔ بی۔ اے“ اور کوئی ”پندرہ ایف۔ اے“ بنانے لگا۔ فلمسازوں کو افسانہ کے معائب ومحاسن سے کوئی تعلق نہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ سلوچنا ”اندرا ایم۔ اے“ بنا کر پیش کی گئی ہے۔ تو مس فلاں ”چندرا۔ بی۔ اے“ کے روپ میں مظاہرہ حسن کرے۔ یہی معراج ترقی ہے۔ ان کی نظروں میں افسانہ کی کوئی وقعت نہیں۔ ان کا خیال بلکہ یقین ہے کہ صرف مسوں کے ظاہرہ حسن پر فلم کی کامیابی اور مقبولیت کا انحصار ہے تو پھر آپ ہی خیال فرمائیے کہ ہندوستانی فلم کس نوعیت کے ہوں گے۔

فلمی افسانہ نویسی کوئی بچوں کا کھیل نہیں، یہ ایک خاص فن ہے۔ اس میں وہی کامیاب ہوسکتا ہے جو زبان کا ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی فطرت کا وسیع مطالعہ کرسکا ہو۔ اور نفسیات پر کافی عبور رکھتا ہو تاکہ افسانہ کی رفتار اور واقعات کے تسلسل کو قابو میں رکھ کر کردار اس طرح پیش کرے کہ دیکھنے والوں کے دلوں پر افسانہ کا گہرا اثر ہوتا چلا جائے لیکن اس کے لئے بھی یہ لازمی ہے کہ افسانہ کسی ایسے ادیب کا لکھا ہوا ہو جو نہ صرف قصہ میں ندرت اور جدت پیدا کرے۔ بلکہ افسانہ کے ہر ایک کردار کے ذریعہ زندگی کا کوئی نیا پہلو پیش کرے۔ اور مکالمہ کو زبان وادب کی خامیوں سے بھی پاک وصاف رکھے۔ کیونکہ افسانہ کی زبان بھی بڑی حد تک فلم کی کامیابی اور ناکامی کی ذمہ دار ہے

ہندوستان میں بہترین ادیبوں اور افسانہ نویسوں کی کمی ہے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ فلمسازوں کی نظروں میں باکمال ادیبوں کی وقعت نہیں کیونکہ وہ خود اچھے اور برے میں امتیاز کرنے سے عاری ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے بہترین ادیب اس میدان میں قدم نہیں رکھتے۔

ہمارے فلمسازوں کو چاہئے کہ اب وہ اپنی موجودہ غفلت اور لاپرواہی سے باز آجائیں۔ فلموں کے لئے بہترین ادیبوں کی خدمات حاصل کریں اور ایسے ڈرامے انتخاب کریں جن سے ہندوستان کی آئندہ نسلوں میں بیداری پیدا ہوسکے۔ اور فلم ذریعہ تفریح ہی نہیں بلکہ اصلاح کا بہترین سبب بنجائے

(محمد حسام الدین خان غوری)
سکندرآباد - دکن

لطائف

تین بے وقوف چلتے چلتے کسی دریا کے کنارے آنکلے۔ ایکنے کہا۔ یارو! اگر دریا مین آگ لگ جائے تو اسکی مچھلیان کہان جائین گی ؟

دوسرا۔ جائین گی کہان ؟ سب آس پاس کے درختونپر چڑھ جائین گی۔

تیسرا۔ بھئی واہ ! کیا وہ گائے بھینسین ہین جو درختونپر چڑھ جائین گی۔

ایک مالدار کشتی مین بیٹھا دریا کی سیر کر رہا تھا۔ راستہ مین کشتی ہوا سے ڈگمگانے لگی اور نصف کے قریب پانی بھر آیا۔ رئیس آدمی نے ملاح سے دریافت کیا کہ کوئی خطرہ تو نہین ہے ملاح نے جواب دیا کہ حضور خطرہ کی کیا بات ہے میری کشتی بیمہ شدہ ہے۔

ایک سہیلی ۔ ملاقات کے پندرہ منٹ بعد ہی اُسنے میرا بوسہ لینے کی کوشش کی۔

دوسری سہیلی ۔ بزدل کہین کا ! اور چودہ منٹ تک کیا سوچتا رہا۔

شوہر ۔ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ گھر کا بادشاہ مین ہون لہذا ہر کام میری مرضی سے ہونا چاہیئے۔

بیوی ۔ مین آپکی بادشاہت تسلیم کرتی ہون۔ لیکن صرف وزیرِ داخلہ کے اختیارات چاہتی ہون۔

ایک دوست ۔ مین اسقدر باتونی ہون کہ باتون مین مجکو کوئی شکست نہین دے سکتا ہے۔

دوسرا دوست ۔ ذرا ٹھہرو! تمہاری شادی ہو جائے۔ پھر تم یہ دعوی کبھی نہ کر سکوگے۔

شوہر ۔ تمہاری زبان ہے یا قینچی ؟ جو ہر وقت چلتی رہتی ہے۔

بیوی ۔ تو کیا آپ چاہتے ہین کہ بند کر کے رکھون تاکہ اُس مین زنگ لگ جائے۔

مالک ۔ تم گستاخ نوکر تو نہین ثابت ہوگے ؟

خادم ۔ اگر گھر مین اس ہنر کی بھی ضرورت ہوگی تو سمجھ لیجیے کہ مین اس مین بھی ماہر ہون۔

باپ ۔ (غصہ مین) تمہارے سر مین بالکل مغز نہین ہے۔

بیٹا ۔ ابا جان ! آپ کہا کرتے ہین میری ہر چیز تجھے ملی ہے۔ لہذا اگر مغز میرے پاس نہین ہو تو آپکے پاس بھی نہ ہوگا۔ جو آپنے مجکو نہین دیا۔

بچہ ۔ (اپنی ماں سے بار بار ضد کرتے ہوئے) آئینہ دیدیجیے امان

ماں ۔ (تنگ آکر) مین تم سے کئی دفعہ کہہ چکی ہون کہ آئینہ نہین دونگی۔ تم برابر ضد کر رہے ہو۔ مین حکم دیتی ہون کہ چپ رہو۔

بچہ ۔ لیکن ابا جان جب حکم دیتے ہین تو آپ کیون نہین چپ ہو جاتی ہین؟ آپ تو برابر جواب دیتی ہین اور ضد کرتی ہین۔

ریسٹ انڈیا فلم کمپنی کا شاہکار

باغی سپاہی

ڈائرکٹر
اے۔آر۔کاروار

میوزک ڈائرکٹر
شتاق بریلوی

مغربی فلموں کو ہندوستانی فلمسازی کیطرف سے پہلا جواب

فرض، انسانیت، حسن و محبت، خلوص، دیانت، جلال، ہیبت کی پرشکوہ داستان، باغی سپاہی کی زندگی میں پوشیدہ ہے۔ جسکی ترجمانی صرف پردہ فلم کرسکتا ہے

افسانہ ـــ مکالمے ـــ مناظر ـــ سیٹنگ
لباس ـــ اداکاری ـــ نغمے ـــ رقص

باغی سپاہی میں ہر چیز نمایاں خصوصیت اور رنگین جلووں کی مالک ہے۔

کاسٹ
ادا کاران خصوصی

بملاکماری، للیتا دیوی، ہیشین کوپر، مس آزوری، گل حمید، اسحاق، کامران، مظہر خاں، پہلوان سکندر، اندو بالا، شکیل احمد، نواب کاروار وی، انیس خاتون، حسن دین، گلزمان وغیرہ۔

باغی سپاہی آپ کے شہر میں بہت جلد آنیوالا ہے بیچینی سے انتظار کیجیے

بکنگ کا پتہ :- امپائر ٹالیز ڈسٹری بیوٹرز بھارت بھون چترجن اوینیو۔ کلکتہ

تخیلی افسانہ

وفا نا آشنا

نام ومقام فرضی ہیں

(از جناب مفتی گوہر شادانی)

بربط ٹوٹ گیا
ترنم کی دنیا میں رنگینیوں کا محشر برپا کرنے والے نغمے خاموش ہو گئے
یہ تیرا قصور نہیں مطربہ
قسمت کی بے اعتنائیوں کو کوئی کیا کرے جو پھول کو مسل کر پامال کر دیتی ہیں اور ہنستی رہتی ہیں۔

(١)

وہ ہنس رہی تھی۔ ہنس رہی تھی اور ہنس رہی تھی۔ وہ جسے دیکھ کر شاعر اپنا تخیل بھول جاتا تھا۔ مصور اپنا شاہکار پھاڑ کر پھینک دیتا تھا اور اسے دیکھنے لگتا تھا یکایک وہ خاموش ہو گئی۔ اس رباب کی طرح جسے مطربہ کے دست حنائی کی طرح جنبش خواب سے بیدار نہیں کرتی۔ بیتاب نغموں کے جذبات کا ایک محشر اس کے مجروح دل میں پرورش پا رہا تھا۔ لیکن نچلے ہونٹ کی جنبش پیہم بتا رہی تھی کہ وہ ضبط وصبر کی دنیا میں ایک قیامت برپا کرنے کے لئے تخلیق کی گئی تھی۔ آج صبر وضبط کی اہمیت خود محسوس کر رہی ہے ——

——"ہاں تو کیا کہہ رہے تھے آپ" —————— اس نے آہستہ سے کہا ——————

——"کچھ نہیں" میں نے جواب دیا ——————

——"نہیں کہئے کہئے۔ رکئے نہیں۔ کیا آپ بھول گئے کہ آپ رات بھر کے لئے میری قیمت ادا کر چکے ہیں۔ میں، میرا جسم، روح اور دماغ آپ کی ملکیت ہے" ——————

——میں خوبصورت ہوں۔ پھولوں کی رنگینیاں اور لطافتیں میرے تبسم کی بلائیں لیتی ہیں۔ جوان ہوں۔ شباب کی لطافتیں اور ملاحتیں میرے ناز و ادا کی غلامی کر رہی ہیں۔ ہیرا سیر زیورات سے بھرے ہوئے صندوقچے میری امارت کی گواہی دے رہے ہیں —— اس لئے میں بہت مغرور ہوں یہی کہہ رہے تھے نا آپ —— "وفا نا آشنا" کتنا خوبصورت لقب آپ نے میرے لئے تجویز کیا ہے ——————

وہ پھر ہنسی۔ لیکن یہ ہنسی نہ تھی۔ زندگی کے ماتم کی مدھم آواز تھی یا مایوسیوں کی جگر سوز آہ۔ معلوم ہوتا تھا کہ آج ہنسی رو رہی ہے۔

آخر آپ کیوں نہیں یقین کرتے کہ سورج کی زریں شعاعیں رقص نہیں کرتیں بلکہ سکون کی تلاش میں سرگرداں پھر رہی ہیں اور سمندروں کی لہروں کا یہ مسلسل اضطراب ان کے بس کی بات نہیں۔

وہ پھر خاموش ہو گئی اور میں ساکت رہ گیا۔ میں ایک رند بیکش جسے گناہ اور ثواب میں تفریق کرنے کی قطعی فرصت نہ تھی۔ جو بہت سی اوباش امنگیں اور عیاش آرزوئیں لیکر اس کی بارگاہ حسن میں حاضر ہوا تھا۔ اور پھولوں کی قیمت ادا کرنے کے بعد اسے چومنے یا مسل کر پامال کر دینے کا پورا حق رکھتا تھا۔ مگر یہ میری زندگی میں پہلا موقعہ تھا کہ میرا عیش طلب اور راحت پسند دل رندانہ جراتوں کی پستیوں کو بھول کر آج گناہ اور جرم کی نیند سے بیدار ہونے کی کوشش کر رہا تھا اور اس نیند سے بیدار ہو چکی

وجہ یہ اور صرف یہ تھی کہ ایک ''مست شباب'' اور مجسم ''بادہ گلرنگ'' حسینہ کی نگاہوں میں برق آفریں ادا فروشیوں کی بجائے آنسو نظر آرہے تھے، اگر میں اس کی افسردہ آہوں کو جو اس کے یاقوتی لبوں سے اس وقت نکلیں جب میں انہیں چوس کر اپنی تمناؤں کی تصویروں کو رنگین بنانے کی کوشش کر رہا تھا کسی کیمیاوی ترکیب سے لفظوں کی صورت میں تبدیل کر دوں تو شاید غم کا یہ مختصر افسانہ سنکر دنیا والوں کی آنکھوں سے واقعی آنسوؤں کی جگہ خون کے قطرے ٹپکنے لگیں۔ حالانکہ یہ امر قطعی ناممکن اور غیر فطری سمجھا جاتا ہے۔

''اپنے ہر خریدار سے داستان الم کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ نہ تو ان کے پاس سننے کے لئے وقت ہوتا ہے اور نہ مجھے سنانیکا حق۔ وہ ایک وقتی تفریح کے لئے روپیہ صرف کرتے ہیں اور میرا فرض ہوتا ہے کہ انہیں روپیہ کی پوری قیمت ادا کروں لیکن نہ جانے مجھے آج کیا ہوگیا ہے۔ آپ کی صورت میں کوئی خاص کشش موجود ہے یا میرا دل ابھی تک پتھر کی پوری خاصیتیں حاصل نہیں کرسکا غالباً اس کی وجہ یہ ہے آپ نے میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر انہیں آنسو ہی سمجھا ہے، جنہیں آج تک لوگ پیمانوں سے چھلک جانے والی شراب کے قطرے تصور کرتے رہے ہیں...... خیر........ ان تذکروں سے کیا حاصل۔ میں آپ کا وقت ضائع کر رہی ہوں، نہ جانے آپ مجھے کس قدر فریبی اور مکار تصور فرما رہے ہوں گے۔ اور آپ کے شباب کی کتنی سرمستیاں آزاد ہونے کا مطالبہ کر رہی ہوں گی۔'' اس نے یہ کہا اور خاموشی کے ساتھ میرے پہلو میں لیٹ گئی۔ ایک عجیب کی سی کیفیت اس پر طاری ہوگئی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ پھول نے یہ سمجھ کر التجا بیکار ہے۔ گلچیں کے شوق کے سامنے سر خم کر دیا ہے میں چپ چاپ بیٹھا اس کی طرف دیکھتا رہا۔ میری نگاہیں اس کی آنکھوں کی کھڑکیوں سے جھانک کر اس کے دل کی گہرائیوں تک پہنچنے کی کوشش کر رہی تھیں اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے بلوریں جسم کی عریانی، ہونٹوں کی سرخی، آنکھوں کی افسردہ ہنسی ایک چھلکتا ہوا ساغر تھی۔ لیکن مجھے تعجب ہو رہا تھا کہ آج میری بلانوشی بالکل سرد پڑگئی تھی اور میں ہنسنے کی بجائے رونا چاہتا تھا۔

۲

میں تکیہ کے سہارے نیم دراز تھا اور اس کا سر میری آغوش میں زانو پر رکھا تھا۔ میری انگلیاں اس کے ریشمی عطر بیز بالوں میں کنگھی کر رہی تھیں۔ وہ سامنے کی دیوار پر آویزاں کلاک کی سوئیوں کو تک رہی تھی جو دو اور بارہ کے ہندسوں پر ایک لحظہ کے لئے رک گئی تھیں ایک خاص سکون آمیز کیفیت کمرے کے در و دیوار، سامان آرائش اور اس کے دلفریب غمگین چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی شاید اس کے لئے گلچیں نے پھول کو اپنی سرمستیوں کا شکار نہیں بنایا تھا وہ کچھ کہنا چاہتی تھی اور میں خاموشی کے ساتھ اس وقت کا انتظار کر رہا تھا جب اس کا حجاب اور حساس دل کی شرم و ندامت لبے افشائے راز پر آمادہ کر دے۔

''مرد کس قدر ظالم ہوتا ہے ـــــــ عورت اگر اپنا جسم فروخت کرتی ہے تو ضرور نہیں کہ وہ روح کو بھی ساتھ ہی ساتھ بیچ دے لیکن مرد ہمیشہ جسم کی آلودگی سے روح کی گندگی کا یقین کر لیتے ہیں حالانکہ یہ اگر سچ ہوتا تو شرابیوں کے جھرمٹ میں اللہ والے کبھی نہ ملتے۔ ایک پاکباز پاکیزگیوں اور نیکیوں کی گود میں پرورش پانیوالا زاہد اگر میری صورت دیکھ کر نفرت کرتا ہے اور میرے سایہ سے پرہیز کرتا ہے تو وہ کوئی نیکی نہیں کر رہا ہے۔ گندگی کے گڑھے میں گرا ہوا موتی اگر ہاتھ آلودہ کر کے نکالا نہ جائیگا تو یقیناً ضائع ہو جائے گا۔ میرے عزیز دوست میری بخشش محض اس بات پر ہو جائیگی کہ خدا کے نیک بندے مجھے پاؤں سے ٹھکرا دیتے ہیں اور نفرت سے منھ پھیر لیتے ہیں۔

''ایک دن'' اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا ''میں

بھی دلکش خواب کی آسودگیوں اور جنت کی سی پاک فضاؤں میں پرورش پا رہی تھی۔ زندگی میری نگاہوں میں خوشی کا ایک مسلسل قہقہہ تھی جو کبھی شکست نہیں ہوتی۔ میرے والدین اپنی اکلوتی بیٹی کے لئے روپیہ اس طرح صرف کرتے تھے جیسے پھونک مارنے سے ریت کے ذرّے ہوا میں اڑنے لگتے ہیں۔ مجھے دنیا کا ہوش اس وقت آیا جبکہ شباب میرے قدم چوم رہا تھا اور حسن مجھے سجدے کر رہا تھا میں یکایک بیدار ہوئی۔ حسن خوابیدہ کو عشق کی تیز ہوا نے چونکا دیا تھا اور میری ساری مسرتیں ایک "بے رحم" کا شوق دیدار بن گئیں

محبت بھی کیا چیز ہے۔ خدا جانے قدرت نے اسے پیدا کر کے بنی نوع انسان سے کن گناہوں کا انتقام لیا ہے۔ کیا یہ غضب نہیں کہ ایک ہنسنے اور مسکرانے والا شباب کا پھول دیکھتے ہی دیکھتے رجھا جائے۔ اور اسکی زندگی کا ماحصل اس کی آرزوں کی سجدہ گاہ اس کی خوشیوں اور مسرتوں کا مرکز ایک دوسرے بعض اوقات غیر معروف قطعی اجنبی انسان کا دیدار بن کر رہ جائے؟ میری بھی یہی حالت ہوئی کیوں ہوئی اور ایسی حالت کیوں ہو جاتی ہے اسکا جواب شاید اب قدرت کے پاس بھی موجود نہیں۔ قدرت زہر بنا چکی تو معلوم ہوا کہ تریاق کا نسخہ ضائع ہو گیا ہے اس لئے زہر موجود ہے اور تریاق مفقود۔ اور سچ پوچھئے تو زہر کے اس گھونٹ میں کچھ ایسا مزا ہوتا ہے کہ لوگ تریاق کی جستجو ہی نہیں کرتے —— خیر —— آپ پریشان تو نہیں ہو گئے۔ جب گھبرا جائیگا مجھے ٹوک دیجئے گا لوگ عموماً طوالتی داستان سے گھبرا اٹھتے ہیں اور پھر داستان بلاکشاں —— آپ ہی کا جگر ہے کہ آپ نے اپنی عشرت کی گھڑیوں کا خون کر دیا —— وہ انتہا کا حسین اور بلا کا خوبصورت نوجوان تھا ہمارے محلہ کے اخیری حصہ میں اس کا ذاتی مکان تھا۔ اور اسی شہر میں کچھ اور جائداد بھی تھی جس کی آمدنی اس کے گذارے کا واحد ذریعہ تھی۔ وہ ایک اوباش طبیعت لیکر دنیا میں آیا تھا جسے کالج کی آزادیوں نے اور بھی رنگین کر دیا تھا۔ اس کے والدین زندہ نہ تھے اس کی آوارگی اور بدچلنی کے چرچے محلہ کے ہر شخص کی زبان پر تھے عورتیں اسے دیکھ کر منہ پھیر لیتی تھیں اور مرد اس سے بات کرنا اپنی توہین سمجھتے تھے لیکن وہ لوگوں کے طعن و تشنیع نفرت و حقارت سے قطعی بے پرواہ، اپنے مخصوص دوستوں کے ہمراہ زندگی کو شراب سے گل بداماں اور حسینوں کی آغوش میں جوانی کو "لالہ زار" بنائے ہوئے تھا۔

میں نے بھی اس کے چرچے سنے۔ سہیلیوں میں عام طور پر اس کے تذکرے ہوا کرتے تھے اور اس کی رندانہ بے اعتنائیاں میرے لئے جاذب توجہ ثابت ہوئیں۔ یہاں تک کہ میں اسے قابل نفرت سمجھنے کی بجائے قابل رحم سمجھنے لگی اور میرے دل میں ایک نامعلوم جذبہ، ایک غیر مانوس سی دھڑکن اور میرے خیال میں ایک بے معنی انتشار پیدا ہو گیا۔ شاید قسمت بھی یہی چاہتی تھی اور آسمان بھی —— —— ایک دن میں اور میری ایک سہیلی کھڑکی سے جھانک رہی تھی ایک بلند قہقہہ کی آواز نے ہمیں اپنی طرف متوجہ کیا۔ ایک لمحہ بعد ایک حسین نوجوان اپنے ایک دوست کے ہمراہ ایک عجیب دلپسند لاابالی کیفیت کے ساتھ کھڑکی کے سامنے سے گذرا۔ یہی دلکشی ولاابالی اس کا حربہ تھی جو ہمیشہ کارگر ثابت ہوتا تھا۔ میں ہمہ تن شوق بنی اسے دیکھ رہی تھی۔ اتفاق وقت تھا یا قسمت کا لکھا۔ چار قدم جانے کے بعد وہ پلٹا۔ شاید کوئی چیز گر گئی تھی۔ اور اس کی نگاہیں میری نگاہوں میں اٹک گئیں۔ وہ مسکرا دیا اور میرا دل اپنے ساتھ لیتا گیا۔ میری سہیلی اسے پہچانتی تھی۔ وہ وہی تھا عورتوں کے دلوں سے کھیلنے والا نوجوان، جس کی صیادی کے چرچے زبان زد خلائق تھے میری ایک نوجوان خادمہ میری رازداں بن گئی۔ اس نے کئی ایک خطوط بھیجے

اور میں نے چند ایک جواب بھی دیئے۔ اس کا دیدار میری زندگی ہو کر رہ گیا اور اسکی آغوش میں فنا ہو جانے کی آرزو میری زندگی کا ماحصل ایک شریف خاندان کی نوجوان لڑکی کے لئے یہ خیالات دنیا کا بدترین گناہ تصور کیے جاتے ہیں لیکن محبت میں اگر یہ نہ ہوتا تو اقبال یہ کیوں کہتا ؂

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

کچھ روز بیتابیوں میں گذرے۔ یہاں تک کہ ایک روز اس نے لکھا کہ میری وسیع دنیا کی بیشمار رنگینیاں اور دلچسپیاں مجتمع ہو کر تم میں جذب ہو گئی ہیں محبت اگر نشہ نہ ہوتا تو شاید میں مخمور ہو کر تم سے ایسی حجاب سوز درخواست نہ کرتا۔ لیکن میرے شوق کی وارفتگی نے مجھ سے تمیز کا ہوش چھین لیا ہے۔ اگر مجھے زندہ دیکھنا چاہتی ہو تو آج رات کو دس بجے میرے پاس آجاؤ ورنہ میرا خون تاسف بنکر تمہاری زندگی کو آخر سانس تک بیچین رکھیگا ——— میں تڑپ اٹھی۔ دیوانی لیلیٰ اپنے قیس کو مرتے ہوئے کیونکر دیکھ سکتی تھی لیکن خاندانی غیرت، نسوانی حجاب، فطری شرم او حیا نے دامن پکڑ لیا۔ نو بجے تک حیا اور عشق میں جنگ ہوتی رہی۔ سوا نو بجے میں نے خط لکھا کہ تم میری روح ہو اور میں اپنے جسم کو آلودہ کر کے اپنی روح کی توہین کرنا نہیں چاہتی۔ تم بھی مرجاؤ اور میں بھی مرجاؤں گی۔ محبت کی دیوی قربانیوں سے خوش ہوتی ہے ——— خط لکھ کر میں نے اپنی نوجوان خادمہ کو دیا۔ اور خود بیدار ہونے کی کوشش میں بیچین ہو جانے والے ارمانوں کو تھپکیاں دیدیکر سلانے لگی۔ لیکن جوانی کو شوق اندھا کر دیتا ہے۔ شباب کا نشہ بعض اوقات عقل و دماغ کی تمام بندشوں کو توڑ دیتا ہے آدھ گھنٹہ کے انتظار نے مجھے پاگل بنا دیا اور میں تیار ہو گئی کہ محبت کے بجائے شباب کی دیوی کے قدم چوموںگی۔ زندگی لذت شباب ہے اور اس لذت سے ناآشنا مرجانا خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں کی تحقیر ہے۔ میں نے برقعہ اوڑھا اور نظر بچا کر نکلی اور اپنے مجازی خدا کی بارگاہ کا راستہ لیا۔ میں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دینے کا تہیہ کر لیا۔ اگر میرے شباب کا رس اسے زندگی بخش سکتا تھا تو میں اس رس کی بوتلیں آج لٹا دینے پر آمادہ تھی ———

میں اس کے دروازہ پر پہنچی۔ میرا خیال تھا کہ میری خادمہ مجھے راستہ میں مل جائیگی۔ لیکن ایسا نہ ہوا میرا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا اور دل دھڑک رہا تھا۔ لیکن ایک ناقابل بیان کشش مجھے کشاں کشاں لئے جاتی تھی میں نے دروازہ پر ہاتھ رکھا۔ دروازہ کھلا ضمیر اور جوش شباب میں آخری جنگ ہوئی۔ ضمیر ہارا اور میں اندر داخل ہوئی۔ سہمی ہوئی۔ کسی دیوتا کے حضور میں جیسے ایک ناچیز بندہ داخل ہونے کی جرأت کرتا ہے کمرہ تاریک تھا۔ لیکن سامنے کی دیوار میں ایک دوسرا دروازہ تھا جس کے شیشوں سے روشنی کی شعاعیں چھن چھنکر باہر نکل رہی تھیں۔ میں اسی مدھم روشنی کی مدد سے قریب پہنچی۔ پیہم قہقہوں کی آواز نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ میں نے شیشوں سے جھانک کر اندر دیکھنے کی کوشش کی بیخبری میں ہاتھ کا زور دروازہ پر پڑا اور وہ کھل گیا۔

اندر برقی روشنی کی چادر پر شباب کی بدمستیوں کا عریاں مظاہرہ ہو رہا تھا۔ میری زندگی کا تاجدار جس کی خدمت میں جوانی کا ہدیہ پیش کرنے آئی تھی میری نوجوان خادمہ کو آغوش میں لئے اس کے ہونٹوں پر بوسوں کی بارش کر رہا تھا اور وہ شراب کے نشہ میں چور پیاسی زمین کی طرح دل کھول کر سیراب ہو رہی تھی۔ دو تین نوجوان نشہ میں بدمست قہقہوں کے سرور سے شیطان کی دلچسپی کا سامان مہیا کر رہے تھے۔ میں پتھر کی طرح منجمد ہو گئی۔ خون میری رگوں میں یخ بستہ پانی سے بدل گیا لیکن میری یہ حالت دیر تک قائم نہ رہی۔ اُسنے مجھے دیکھا اور میری طرف بڑھا نشہ نے اسے جرأت رندانہ دیکر عقل و تمیز چھین لی تھی "تم آگئیں" اُس نے کہا اور مجھے کھینچکر اپنے آغوش میں لے لیا۔ میری خادمہ اس عرصہ میں اس کے دوستوں کا مرکز توجہ بن گئی تھی۔ "مجھے مجھے چھوڑ دو" میں نے

چیخ کر کہا لیکن اس کمرے میں معصومیت کا ساتھ دینے والا کوئی نہ تھا۔ صبح میری نیند کھلی۔ میں عریاں حالت میں کسی کے پہلو میں لیٹی ہوئی تھی۔ حواس باختہ پریشان میں گھبرا کر اٹھی۔ اور سب سے پہلے میری نظر جس پر پڑی وہ میرے خواب کا مجازی خدا تھا۔ جو میری نوجوان خادمہ کی آغوش میں اسکی بلوریں چھاتی پر سر رکھے بےخبر سو رہا تھا۔ میری دوسری نظر اپنے پہلو میں سونے والے نوجوان پر پڑی جس کی دراز دستیوں نے میری معصومیت کا دامن چاک کر دیا تھا۔ وہ میرے مجازی خدا کا ایک دوست تھا جو رات میری خادمہ کو نشانۂ نگاہ التفات بنائے ہوئے تھا ——— اس کے بعد میں گھر نہیں جا سکتی تھی اور دنیا میں میرے لئے ایک ہی جگہ تھی جہاں آج میں موجود ہوں۔

——— یہ ہے میری داستان زندگی، اس میں کوئی نئی بحث نہیں آپ کو پلاٹ کی ندرت یا تخیل کی کوئی جدت نظر نہیں آئیگی۔ اس کے سنانے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ لیکن میں نے سمجھا کہ جب آپ میرے جسم کی رنگینیوں کو جاذب توجہ نہیں سمجھتے تو میرا فرض ہے کہ میں کہانی کہکر آپ کا دل بہلاؤں ——— غالباً آپ کو نیند آرہی ہے اب سو جائیے آپ ——— میں اختر شماریوں کی عادی ہو چکی ہوں ——— وہ دیکھئے گھڑی چار بجا رہی ہے میری بدنصیب روح عام طور پر اس لمحہ کا بڑی بیتابی سے انتظار کرتی ہے۔ کیونکہ اس گھڑی کے بعد بارہ گھنٹوں کے لئے میرے مستقل عذاب کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے اور مجھے اس روحانی کشمکش سے فرصت مل جاتی ہے۔

(۳)

آپ نے مجھے ایک "غم اندوہ نغمہ" کہا ہے کس قدر پیارا نام ہے اور کیسا حسرتناک، میری جوانی پامال ہے، میرا شباب شیشہ کی رنگین صراحی کی طرح قابل رحم، جب تک رنگینیوں کی شراب چھلکتی رہیگی مستیوں کے پروانے میرے دیوانے نظر آئیں گے۔ لیکن اس لالہ فام سیال کے ختم ہوتے ہی میں طاق نسیاں پر کہانیوں کی کسی بوسیدہ کتاب کی طرح علحدہ رکھدی جاؤنگی ——— وہ خاموش ہو گئی اور سوچنے لگی۔

کیا آپ نہیں سمجھتے کہ یہ شباب کی رنگینیاں، غنچوں کی تبسم نوازیاں، حسن کی برق پاشیاں اور فتنہ سامانیاں ایک مسلسل دھوکہ ہیں۔ اور اگر یہ سچ نہیں تو ہر نورانی آنکھ حقیقتہً اندھی اور ہر نگاہ پرستش گم کردہ فریب ہے میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ دنیا اور زندگی کی بنیاد دھوکہ ہی پر رکھی گئی ہے ہر وہ شخص جو ترقی کی راہ پر گامزن نظر آتا ہے۔ ہر وہ سودائی جو ایک تخیلی منزل کی خاطر زندگی کی تمام قوتوں کو منفقہ طور پر صرف کر رہا ہے ایک خوبصورت دھوکہ میں مبتلا ہے۔ یہ ایک نشہ ہے شراب کا سا نشہ جس کے بغیر زندگی کی یہ کشمکش قائم نہیں رہ سکتی اور آپ جانتے ہیں یہ کشمکش ہی درحقیقت زندگی ہے ——— آپ مجھے کافر کہدیں گے لیکن میں تو یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتی کہ "مذہب بھی ہمیں آئندہ زندگی کی خوشگوار تصویریں دکھلا کر ایک دھوکہ میں مبتلا کر رہا ہے۔

آج وہ معمول سے زیادہ حسین اور معمول سے زیادہ غمگین نظر آتی تھی اس کی شراب اور نرگس کی مستیوں کو دعوت مبارزت دینے والی آنکھیں معلوم ہوتا تھا کہ "غم کی ساحری" سے دنیا کے دلوں کو مسخر کر لینے کا فیصلہ کر چکی ہیں اور اس کی ناگنوں کو بل کھلانے والی زلفیں نشہ برسات سے بدمست گھٹاؤں کو رشک سے جلانے اور پریشان کرنے پر آمادہ معلوم ہوتی تھیں۔ اس کی نگاہوں کی بیتابانہ کیفیت میرے دل کی دھڑکن سے ملتی جلتی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کا دل بھی دھڑک رہا ہے بےچین ہو رہا ہے، چاہتا ہے کہ تسکین کا کوئی سمندر آسمان سے اگر وہ آسمان پر کہیں موجود ہے تو زمین پر اس زمین پر جہاں ایسا کوئی سمندر موجود نہیں اتر آئے تاکہ یہ اس میں ڈوب کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائے پہلی ملاقات کی باہمی دلچسپی اس کی بےتکلفی اور میری ہمدردی نے ایک دوسرے پر گہرا اثر کیا تھا اور ہم ایک دوسرے کو ایک دوست کی نظر سے دیکھنے لگے تھے۔ ایک طوائف کا دوست بننا اور دیکھنے والوں کی نگاہ میں کوئی خاص وقعت نہیں رکھتا میرا یہ اعزاز میرے بہت سے دوست کہتے تھے کیونکہ انکا تجربہ انہیں یہ کہنے پر مجبور کرتا تھا کہ میرے لئے توہین اور شرمندگی کا باعث

ہے ان کے خیال میں وہ عورت جو ایک دفعہ گر گئی سنبھل نہیں سکتی اگر سنبھلنے کی کوشش بھی کرے تو سوسائٹی کے لئے بیکار ہے۔ ان کے خود ساختہ قانون مروجہ رسم و رواج اور اسپر خاندانی تعصب انہیں یہی سکھا رہا تھا اور سیکھنے پر مجبور تھے۔ ان کا یہ ایمان تھا کہ ایک طوائف اگر گناہ کی زندگی کو چھوڑ کر تائب بھی ہو جائے تو وہ اپنے "تجربوں" کو یاد سے نہیں بھلا سکتی اور اس عیاشانہ زندگی کے تاثرات اس کی نئی عملی زندگی پر ہمیشہ حاوی رہیں گے اس لئے شرفا کے ہاں انکا ملازمہ، دوست یا ہمسایہ یا سہیلی کی حیثیت سے گذر ناممکن ہے۔ وہ مذہب پر یقین رکھتے تھے لیکن مذہب کے انقلاب انگیز اثر کے قائل نہ تھے۔ وہ زاہد کی معصومانہ زندگی کا احترام کرتے تھے لیکن "رند سرشار" کی توبہ کی عزت نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ خدا کی نظروں میں رند بدمست کی توبہ شیخ کے زہد سے زیادہ درجہ رکھتی ہے۔ زاہد معصوم قابل احترام ہے لیکن گناہ کی لذت سے آشنا ہو کر گناہ سے توبہ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔

قفس میں اسیر چڑیا کو اگر کوئی محبت سے پکارتا ہے، ہاتھ بڑھا کر اس سے اظہار ہمدردی کرتا ہے اور دلاسا دیتا ہے تو اس کے ننھے سے دل میں جو احساس تشکر جوش مارتا ہے وہی اس مجبور گناہ صید روزگار مظلوم اسیر کی خاموش نگاہوں میں متلاطم نظر آتا تھا۔ میرے دل میں اس کے لئے رحم محبت اور ہمدردی کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ وہ یہ جانتی تھی اور بعض اوقات اس کی سوگوار آنکھوں میں "شکریہ کے آنسو" مجھے یقین دلاتے تھے کہ دنیا میں چند پانی کی بوندیں موتیوں سے بہت زیادہ قیمت پاتی ہیں، چند روز سے میری طبیعت ناساز تھی میں جا نہ سکا۔ آج میری صورت دیکھ کر وہ بالکل اس خشک پودے کی طرح مسکرا دی جو دن بھر کی سخت دھوپ کے بعد شام کے وقت باد صبا کے سرد جھونکے کا استقبال کرتا ہے اس وقت وہ قالین پر تکیہ کے سہارے نیم دراز چمچے سے چائے کی خالی پیالی کو کھنکھنا رہی تھی اور میں کچھ فاصلہ پر صوفہ کے ایک کونہ پر بیٹھا نیم باز آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ایک فرشتہ جو جنت کی پاکیزگیوں سے کھینچکر دنیا کی آلودگیوں میں پھینک دیا گیا تھا۔ روح کا اضطراب کشمکش اور بے بسی آنکھوں کی سوگوارانہ کیفیت بنکر رہ گئی تھی جو کسی وقت بھی غائب نہ ہوتی تھی۔

میں نے دل ہی دل میں ایک سرد آہ کھینچی اور آنکھیں بند کرلیں میں جانتا تھا کہ میری آہ کی آواز بھی اس کے حساس دل کو ٹھیس پہنچانے کے لئے کافی ہے۔ زمانہ جانتا ہے کہ دشمن اگر پتھر ماریں تو اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی دوست کے ایک پھول مار دینے سے۔

"دھوکہ کے لفظ سے مجھے اپنی زندگی کا ایک واقعہ یاد آگیا" وہ کہنے لگی "ایک ایسا واقعہ جسے میں "کامیاب دھوکہ" کی عکسی تصویر کہوں تو بیجا نہ ہوگا۔ آج ہفتہ کا روز ہے آپ سینما تو نہیں جا رہے ہیں۔ اگر ارادہ نہ ہو تو میں یہ قصہ سناؤں آپ کو سنکر فلم سے زیادہ لطف آئیگا اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہر چمکنے والا پتھر ہیرا جواہر نہیں ہوتا ——— پان منگواؤں آپ کے لئے۔ طوائف کے ہاں پان منگوایا جانا بھی ایک معنی رکھتا ہے۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ اس سے عروس کامیابی کی نقاب کشائی ہوتی ہے۔ خداوندا۔ میں نے بھی اس دنیا میں قدم رکھ کر کیا کچھ نہیں سیکھا لیکن میرے اللہ تو بہتر جانتا ہے کہ مجھے کچھ مزید سیکھنے کا نہ لالچ ہے اور نہ ضرورت۔ ہاں تو کیا کہہ رہی تھی میں، اگر آپ سینما نہیں جا رہے ہیں تو ———

——— شکریہ۔ میں تو اس قابل بھی نہیں کہ آپ کی مہربانیوں کا لفظوں میں شکریہ ادا کر سکوں ——— ہاں تو واقعہ یہ ہے کہ آج سے چند سال قبل جب میں نے گناہ کی زندگی میں قدم رکھا تھا اور میری ضروریات زندگی میرے چند مخصوص خریداروں کی نوازشات پیہم کی بدولت پوری ہو جاتی تھیں، میں ایسی آزاد اور نڈر نہ تھی شرم و ندامت کا احساس، رندانہ بے اعتنائیوں اور فاحشانہ بدمستیوں

کے سمندر میں پوری طرح غرق نہیں ہوا تھا۔ میں بعض اوقات شرم کی چٹکیوں کو بری طرح محسوس کرتی تھی اور دنیا سے نظر ملاتے وقت کانپ جاتی تھی اس لئے میں نے "بازار حسن" میں دوکان سجانے کی بجائے ایک سنسان گلی میں مکان لے رکھا تھا جہاں میرے مخصوص کرمفرما جو میرے "پہلے عاشق" کی بزم عشرت میں مجھ سے متعارف ہوئے تھے گاہے گاہے اپنے دام وصول کرنے آجایا کرتے تھے۔

میرے مکان کے بالکل سامنے ایک خوبصورت دو منزلہ عمارت تھی جو پروفیسر ــــــــــ کی ملکیت تھی ــــــــــ ہاں وہی بدنصیب پروفیسر جس کی خودکشی کا افسانہ آج تک لوگوں کو یاد ہے اور جس کی نوعمر بیوی کی مرحوم آرزوؤں کو مٹ ــــــــــ کی نگہ التفات نے خدا کا خوف کرتے ہوئے از سر نو زندگی بخشی۔ اس پراسرار خودکشی کا راز اور اس "خاموش" نگہ التفات کی اصلیت میں آج آپ پر ظاہر کرتی ہوں۔ اس حسرتناک ڈرامہ میں سب سے بڑا پارٹ میں نے ہی ادا کیا تھا گو دنیا آج تک اس سے ناواقف ہے۔

"پروفیسر ایک شریف الطبع، شرمیلا اور غیور انسان تھا۔ محلہ بھر اس کے شریفانہ برتاؤ کا معترف تھا۔ اور وہ غریب عورتیں جو اپنا پیٹ پالنے کے لئے کسی شریف خاتون کے ہاں نوکری کرنے اور ایک خود فروش طوائف کے ہاں برتن مانجھنے میں تمیز نہ کرنے پر مجبور ہیں، مجھے بتایا کرتی تھیں کہ وہ ایک رحیم انسان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شریف شوہر بھی تھا۔ اکثر ایسا ہوا کہ میں کھڑکی میں بے نقاب کھڑی ہوتی۔ وہ دروازہ سے نکلتا مجھے دیکھ کر نظریں نیچی کر لیتا اور مودبانہ خاموشی سے گردن جھکائے ہوئے گذر جاتا وہ نہایت سادہ کپڑے پہنتا تھا۔ لیکن مجھے معلوم تھا کہ اپنی بیوی کی آرائش و زیبائش کے لئے اپنی روزمرہ کی ضروریات زندگی تک قربان کر دیتا ہے۔ غرضیکہ وہ جتنا ہی نیک و پاکباز انسان تھا اتنا ہی اپنی حسین اور نازک اندام نوعمر بیوی کا عاشق"

(۴)

"ایک دن دوپہر کے وقت" اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "میں کھڑکی کے قریب بیٹھی چلمن سے سنسان گلی کی بے رونق دھوپ میں کھیلنے والے چند لڑکوں کو دیکھ رہی تھی کہ پروفیسر کے مکان کا دروازہ کھلا اور ایک برقعہ پوش سر نے جھانک کر گلی میں ادھر ادھر نظر دوڑائی فوراً ہی جھپٹ کر ایک خاتون باہر نکلی اور میرے مکان میں داخل ہوئی۔ میں متعجب ہو کر چونک اٹھی اور سیڑھیوں پر کسی کے چڑھنے کی آہٹ پا کر دروازے کی طرف لپکی ــــــــــ

ایک بڑی بڑی شوخ مگر اس وقت کسی قدر سہمی ہوئی آنکھوں والی نوعمر حسینہ جو کسی حالت میں بیس بائیس سال سے زیادہ کی نہ تھی میرے روبرو کھڑی تھی۔ اسکا نازک جسم سفید رنگ جس میں شہاب کی آمیزش کی گئی تھی، سرگیں آنکھیں، جو شوخی و شرارت اور ذہنی کے چشمے معلوم ہوتے تھے مجبور کر دیتے تھے کہ انسان نسوانیت کے اس لطیف ترین مجسمہ کو پہروں دیکھتا رہے۔ میں نے پہلی ہی نظر میں جان لیا کہ یہ پروفیسر کی نوجوان بیوی ہے۔

"معاف فرمائیے گا" اس نے رکتے رکتے کہا۔

"میں ــــــــــ میں ــــــــــ"

"تشریف رکھئے" میں نے کہا "آپ نے کیسے زحمت فرمائی" "میں آپ کے متعلق سن چکی ہوں کہ آپ ــــــــــ" "میں ایک طوائف ہوں۔ ایک حسن فروش عیاش عورت جس کے ہاں آپ کو ہرگز نہ آنا چاہئے تھا" میں نے اسے رکتے ہوئے دیکھ کر پھر کہا "میں اس کی پرواہ نہیں کرتی" اس نے کہا "ایک طوائف بھی اپنی برائی بھلائی سمجھنے کی تمیز رکھتی ہے اور کسی کو کوئی حق نہیں کہ خواہ مخواہ دوسرے کی زندگی کو ناصحانہ پندار کا نشانہ بنا کر اپنی بزرگی و برتری کا ثبوت دینے کی کوشش کرے میں اسے بھی ایک گناہ تصور کرتی ہوں۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ میرے گناہ آپ

سے زیادہ قابل تعزیر ہیں"۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"آپ کس غرض سے تشریف لائیں" میں نے پوچھا۔۔۔۔۔۔۔۔

"میں ایک ضروری کام سے حاضر ہوئی ہوں جسے سنکر آپ یقینی پریشان ہوجائیں گی۔ واقعہ یہ ہے کہ مجھے آپ کی مدد کی سخت ضرورت ہے"

"میری مدد کی" میں نے کسی قدر حیران ہوکر پوچھا۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔"جی ہاں۔ آپ کی مدد کی" اس نے انتہائی بے تکلفی سے ایسی بے تکلفی سے جو واقعی سخت تعجب انگیز تھی۔ لیکن جس سے اسکی بیباک طبیعت کا پورا اندازہ ہوتا تھا۔ رازدارانہ طریقہ سے کہا "میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ میرے شوہر کو اپنا گرویدہ بنالیں اور اسے مجھے طلاق دینے پر آمادہ کریں"۔۔۔۔۔۔۔۔

آپ میرے تعجب وحیرت کا اس سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ میں دم بخود اسکا منہ تکتی رہی اور باوجود کوشش کے بھی ایک لفظ منہ سے نکال نہ سکتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔"میں یہ سب کچھ اس لئے کہہ رہی ہوں" پروفیسر کی بیوی نے مجھے خاموش پاکر کہا "کہ مجھے آپ کی ذات پر بھروسہ ہے میں نے کئی مرتبہ کھڑکی کی آڑ سے آپ کو دیکھا ہے اور میرے دل نے ہر مرتبہ مجھے یقین دلادیا کہ میں آپ پر بھروسہ کرسکتی ہوں میرا شوہر جسکو آپ دیکھ چکی ہونگی۔ مجھ سے عمر میں پچیس برس بڑا ہے اور میں اس وقت انیسویں سال میں ہوں۔ میری حالت بالکل ایک نیم سیراب پودے کی سی ہے۔ میرا شوہر زندگی کے اس دور سے گذر چکا ہے جب امنگیں شباب کا نشہ پیکر زندگی کو کیفِ بہار سے سیراب کرتی ہیں اور جوانی کی راتیں چاندنی کے دست آرائش کی احسانمند ہونے کی پرواہ نہیں کرتیں۔ میں اعتراف کرتی ہوں کہ میرا شوہر انتہا کا فرمانبردار شریف اور اطاعت گذار ہے۔ میری ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش اس کی نگاہوں میں مذہب کے فرمان کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن اس کی فرمانبرداری مجھے خوش نہیں کرسکتی۔۔ وہ غلام کی طرح میرا تابعدار ہے اور میں ایک حاکم چاہتی ہوں۔ وہ مجھے میری مرضی کے خلاف چھونا جرم سمجھتا ہے اور میں اپنی مرضی کے خلاف چورچور ہوجانے کی تمنا میں بیتاب ہورہی ہوں میرے ہونٹ کسی بے رحم کے ہونٹوں کے آتش خیز سانس سے جل اٹھنا چاہتے ہیں اور وہ انہیں پھول سمجھ کر مس کرنا بھی ناقابل معافی جرم تصور کرکے میرے حیات کسی کے آغوش شوق میں آتش پا ہونے کے آرزومند ہیں اور وہ میرے جذبات کے احترام میں اپنے منہ سے اظہار مدعا کو بھی ایک اخلاقی گناہ تصور کرتا ہے۔ غرضکہ میں ایک کھلونا بننا چاہتی ہوں اور وہ مجھے تعویذ سمجھ رہا ہے۔ ایسی حالت میں آپ خود تصور کرسکتی ہیں کہ میں کہاں تک اور کب تک اس کا ساتھ دیتی رہوں۔ لوؤں کے جھونکوں سے تملایا ہوا پھول اگر شبنم کا منہ چوم لیتا ہے تو آپ اُسے کچھ نہیں کہتے، پیاس کی شدت سے تڑپتا ہوا مسافر اگر چشمہ کے کنارے بیٹھ کر منہ لگا کر پانی پینے لگتا ہے تو اسے قابل سرزنش نہیں سمجھتے ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ایک جوان عورت جو شباب کی بدمستیوں میں چور اور برق در آغوش امنگوں کے ہاتھوں مجبور ہو، اندھی ہوکر کسی جوان دیوتا کے قدموں پر جھک جائے تو آپ اسے برا کہیں؟ ۔ مذہب اگر اسکی اجازت نہیں دیتا تو مذہب اس کی اجازت کب دیتا ہے کہ وہ "جوانی" کو "بڑھاپے" کے دیو کے سپرد کردے اور توقع رکھے کہ وہ خوش رہیگی۔ اور پھر فطرت کی آزادیاں اگر پابندیوں کی اسیر ہوسکتیں تو آئے دن مذہب بدلتے نہ رہتے۔ ہاں حقیقت یہ ہے کہ میں اپنے شوہر کو دھوکہ دے رہی ہوں، وہ مجھے فرشتہ سمجھ رہا ہے اور میں سراپا معصیت ہوں، وہ مجھے حور تصور کررہا ہے اور۔۔۔۔۔۔۔ اور میں ایک کمزور عورت ہوں جو اندھی ہوکر اپنی عزت، شرافت، اخلاق اور فرض کو قربان کرچکی ہو جو ایک کی بیوی ہوکر دوسرے کو چاہتی ہے اور چاہنے پر مجبور ہے"

"آپ کیا کہہ رہی ہیں" میں نے پریشان ہوکر اس سے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔

"میں سچ عرض کر رہی ہوں۔ کوئی عورت اس قسم کا خوفناک جھوٹ بولکر اپنے وقار کا خون نہیں کریگی۔ میں یہ اسلئے کہ رہی ہوں کہ آپ مجھے اصلی حالت میں دیکھ لیں۔ میں دنیا کو دھوکہ دے رہی ہوں لیکن آپکو دھوکہ دینا نہیں چاہتی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ دنیا آپ کو پہلے ہی دھوکہ دے چکی ہے"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"آخر میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں" میں نے پوچھا۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔"میں تو پہلے ہی عرض کر چکی ہوں کہ آپ میرے شوہر کو اپنا گرویدہ بنا کر مجھے طلاق دیدینے پر آمادہ کر دیجئے تاکہ میں اپنے محبوب سے شادی کر سکوں"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔"معاف کیجئے گا میں آپ کے شوہر ایسے پاکباز شخص کو غارت کرنا نہیں چاہتی" میں نے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔"غارت" اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ آپ اس سے ایسا سلوک کریں گی جس کے لئے زندگی کے آخری دم تک اُسے آپکا احسانمند ہونا چاہئے۔ آپ اسے ایک بیوفا بے غیرت اور انتہائی عیار عورت کے پنجہ سے چھڑالیں گی اور مجھے گناہ کی زندگی بسر کرنے سے بچالیں گی اگر اسے معلوم ہوگیا کہ میں اس سے بیوفائی کر رہی ہوں تو وہ یقیناً خودکشی کر لیگا۔ وہ میری پرستش کرتا ہے اور میں نہیں چاہتی کہ مجھ ایسی ناکارہ عورت کے لئے وہ اپنی زندگی کا خاتمہ کرے"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔دیر تک بحث ہوتی رہی۔ آخر اس نے مجھے قائل کر دیا اور میں اس کی مدد پر آمادہ ہوگئی۔ کچھ روز کی ملاقات کے بعد مجھے یہ معلوم ہوگیا کہ وہ اپنے ایک نوجوان ہمسایہ پر عاشق تھی جو پروفیسر کی غیر موجودگی میں مکان کی اندرونی کھڑکی سے آیا کرتا تھا اور اسی پُراسرار طریقہ سے واپس چلا جایا کرتا تھا۔ پروفیسر سے دوستی کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ ایک فرشتہ کو آنکھ کے جادو سے مسحور کرنا "زہرہ" ہی کا کام تھا میں تو اسے قریب قریب ناممکن سمجھتی تھی۔ اتفاق کہئے یا اس کی بدقسمتی کہ اسے معلوم ہوگیا کہ اس کی بیوی چند مرتبہ میرے ہاں آئی ہے۔ ایک روز مجھ سے یہ کہنے کے لئے وہ آیا کہ اپنی بیوی سے میری دوستی وہ پسند نہیں کرتا۔ بس ایکے اس روز کے آنے نے میری کامیابی کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے اسے کیونکر رام کیا، کس طرح باتوں میں الجھا الجھا کر اپنا گرویدہ بنایا، مجھے کن کن غمزوں، اداؤں نخروں اور چالاکیوں سے مدد لینی پڑی۔ آپ کو سنانا بیکار ہے۔ قصہ بہت طویل ہو جائیگا اور آپ بھی گھبرا جائیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

خودکشی کے واقعہ سے قبل کی رات کو وہ میرے ہاں تھا اور اسی رات کو اس کا زہد و تقویٰ میرے حسن توبہ شکن کے سامنے سربسجود ہوا۔ اس کے ایمان کی شکست اور میرے "شباب" کی کامیابی اسی تاریک رات عمل میں آئی۔۔۔۔۔۔ صبح میرے پہلو سے اٹھکر گھر گیا اور اپنی زندگی بھر کی کمائی چند تاریک گھڑیوں میں لٹا کر ہمیشہ کے لئے نادار ہوگیا۔ گو طبیعتہً میں گناہ کی زندگی سے نفریں کرتی تھی اور میرا بدقسمت ضمیر بجھی ہوئی چنگاریوں کی طرح گاہے گاہے تڑپ کر مجھے اپنی زندگی کا ثبوت دیتا رہتا تھا۔ لیکن میں کسی قدر عادی ضرور ہو چکی تھی۔ اس لئے اپنے حسن بے پناہ کے اس کارنامہ کو دیکھکر کسی قدر مطمئن تھی۔ کیونکہ ایک شریف مرد کو تباہ کرنا جس طرح ایک مرد نے مجھے تباہ کیا تھا غیر شریفانہ فعل سہی، لیکن یہ خیال ضمیر اور احساس ندامت کو دھوکہ دینے کے لئے میں کافی سمجھتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پروفیسر کے چلے جانے کے بعد چائے پیکے نوکر کو ساتھ لیکر بازار چلی گئی۔ میں اس سے وعدہ لے چکی تھی کہ وہ شام کو پھر آئیگا اور دوسری رات جشن جمشیدی کی یادگار ہوگی۔ اس لئے کچھ ضروری سامان خریدنا تھا میں خوش تھی کہ چند ایسی ہی "دیوانہ گر" اور "نشہ پرور" راتیں اسے میرا غلام بنادیں گی اور اس کے بعد اس کی بیوی اپنے عاشق سے کبھی نہ جدا ہونے کے لئے مل جائیگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دوپہر کے وقت میں واپس لوٹی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ پروفیسر کے مکان کے سامنے خلقت کا ہجوم ہے۔ پولیس کے کئی ایک سپاہی موجود ہیں۔ ایک ہنگامہ برپا ہے۔ میں گھبرائی ہوئی اپنے مکان میں داخل ہوئی ——— ——— خادمہ سے معلوم ہوا کہ پروفیسر نے خودکشی کر لی ——— آپ چونک اُٹھے۔ میں نہ کہتی تھی کہ میرا یہ افسانہ فلم سے زیادہ دلچسپ اور پرلطف ثابت ہوگا ——— ہاں تو اس خودکشی کی وجہ بھی سن لیجئے:۔ ———

چند روز بعد اس کی بیوی سے ملاقات ہوئی تو اس نے مجھے ایک خط سنایا۔ یہ خط پروفیسر نے مرنے سے پہلے اپنی بیوی کے نام لکھا تھا۔ اور اس کا مضمون یہ تھا:۔ ———

"میری پیاری! اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے تجھ سے بیوفائی کی اور ایک غیر عورت کے پہلو میں سویا۔ ایک سراپا معصیت طوائف سے ہم آغوش ہونے کے بعد میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ تیری ایسی باعصمت معصوم بیوی کو چھونے کی جرأت کروں ——— اس لئے میں اپنے گناہ کی تلافی اپنی جان دیکر کرتا ہوں۔ الوداع" ———

پروفیسر کی بیوی اپنے عاشق سے شادی کر چکی ہے اور اپنی بیوفائی کی سزا بھی بھگت رہی ہے۔ لیکن میں آج تک یہ فیصلہ نہ کر سکی کہ پروفیسر کا خون میری گردن پر ہے یا اس کی بیوی کی گردن پر۔ بھلا آپ کسے مجرم تصور کرتے ہیں۔ مجھ کو یا اس کی بیوی کو؟" ———

"گوھر شادانی"

نیو تھیٹرز کے فلم تقسیم کرنیوالے

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز ——— فوہٹ روڈ ——— دہلی
دہلی ٹاکیز بورو ——— چاندنی چوک ——— دہلی
انڈیا فلم بورو ——— کالی باڑی ——— پشاور
انڈیا فلم بورو ——— پوسٹ بکس نمبر ۵۰ ——— لاهور
انڈیا فلم بورو ——— پوسٹ بکس نمبر ۱۴ ——— دہلی
انڈیا فلم بورو ——— پوسٹ بکس نمبر ۳۵۳ ——— کراچی
دوسانی فلم کارپریشن، کولوٹولہ اسٹریٹ ——— کلکتہ
کلکتہ فلم اکسچنج تری بھون روڈ ——— بمبئی ۴
کلکتہ فلم اکسچنج ——— ۵۰ آرمینین اسٹریٹ ——— مدراس
کلکتہ فلم اکسچنج ——— ۲۲ امرتلہ اسٹریٹ ——— کلکتہ
آل انڈیا ڈسٹری بیوٹرز۔ موبجی هاؤس ہمامپٹ روفونٹ بمبئی
آرورہ فلم کارپریشن ——— ۱۲۵ دھرمتلہ اسٹریٹ ——— کلکتہ

شہر آفاق پکچرز

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کے تیار کردہ

نیو تھیٹرز کے تمام فلم بلند معیار ہوتے ہیں

نیو تھیٹرز کے فلموں کو کبھی نہ بھولئے

نیو تھیٹرز کے فلم بہترین تفریح ہیں

فلم		اداکار	مکالمہ نگار		ڈائریکٹر
دیوداس	اداکار	جمنا، سیگل، پہاڑی، نیمو، راج کماری ستارہ، کے۔ سی۔ ڈی، وشوا ناتھ، شور، بدری، اور مشہور اداکار شریک کار ہیں	مکالمہ نگار شور — کدار	ڈائریکٹر	پی سی بروا
دھوپ چھاؤں	اداکار	اوما دیوی، پہاڑی، کے۔ سی۔ ڈے، نواب، عظمت، کدار، شور، وشوا ناتھ، بھدری، بابو لال، دیو بالا، کپور، دید وغیرہ	مکالمہ نگار پنڈت سدرشن جی	ڈائریکٹر	نتن بوس
کروڑپتی	اداکار	سیگل، پہاڑی، ملینا، نواب، راجکماری، نیمو، جگدیش، کدار، امر ملک، درگا داس، ترلوک، بوکا، شور، بابو لال، کپور، دید، راج لکھمی، راج کماری وغیرہ	مکالمہ نگار کدار۔ بی۔ اے	ڈائریکٹر	ہیم چندر
منزل	اداکار	جمنا، بروا، نیمو، پرتھوی راج، اہری ستی، شور، کدار، کپور، کے۔ سی۔ ڈے، ملینا، نبادہ وغیرہ نے اپنی اپنی اداکاری کے جوہر دکھائے ہیں	مکالمہ اور گانے شور — آرزو	ڈائریکٹر	پی سی بروا
پجارن	اداکار	سیگل، چندرہ وتی، راجکماری، نواب، پہاڑی، بابو لال، ترلوک، جگدیش، کیلاش، ایاس، کدار، دید، دیبی وغیرہ	مکالمہ نگار بسمل عشرتی	ڈائریکٹر	پرفلو رائے
مایا	اداکار	جمنا، پہاڑی، آزوری، اہری ستی، جگدیش، پرتھوی راج، نیمو، شور، نواب، دید، کپور، ایاس، جواد، وغیرہ وغیرہ	مکالمہ نگار شور لکھنوی	ڈائریکٹر	پی سی بروا

پھول والی

ازجناب ایم - ایم اسلم لاہور

ابھی جھٹ پٹا تھا اور کوہستانی ہوائین شام جان کو تازہ کر رہی تھین۔ سرمایہ دار تو ابھی لمبی تانے پڑے ہون گے۔ لیکن وہ لوگ جنہون نے محنت و مشقت سے اپنا اور اپنے بال بچون کا پیٹ پالنا تھا۔ سپیدہ سحر نمودار ہوتے ہی دنیا اور دنیا کے دھندون مین لگ گئے۔ صبح کا ستارہ سکان زمین کی اس تگ و دو پر مسکرا رہا تھا۔

سمندر پر سکوت طاری تھا اور موج طوفان خیز ابھی آسودۂ خواب تھی۔ لیکن ماہی گیرون کی گھاس پھوس کی جھونپڑیان ساحل سے لیکر دامن کوہسار تک پھیلی ہوئی تھین۔ جال کندھون پر ڈالے اپنی کشتیون کی جانب جا رہے تھے تاکہ مچھلیان پکڑ کر صبح ہی صبح منڈی مین پہنچ جائین ساحل سے کچھ فاصلہ پر ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا۔ اور ملاح اپنی چھوٹی چھوٹی کشتیون مین بیٹھے مزدورون کو شہر کی جانب لانے کے لیے جزیرہ کی طرف جا رہے تھے۔ اسی طرح ساحل سمندر کیساتھ ساتھ ملاح کے لڑکے کشتیون اور چھوٹے چھوٹے بجرون مین بیٹھے مسافرون کا انتظار کر رہے تھے۔ یہ لڑکے جب کسی مسافر کو ساحل کی طرف آتے دیکھتے تو بہت شور و غل کرتے۔ لیکن ان سے کچھ فاصلہ پر ایک بانکا ترچھا نوجوان ملاح اپنی کشتی مین بیٹھا خاموشی سے مسافرون کی راہ دیکھ رہا تھا۔

اتنے مین دور سے ایک بڑھیا آتی ہوئی نظر آئی۔ جب وہ ساحل کے نزدیک پہنچی تو "لے بڑی بی ادھر آجاؤ" ایک ہاتھ ہلا ہلا کر بولا "اماجان یہ کشتی کھڑی ہے" دوسرے نے آواز دی "بڑھیا اگر جلدی چلنا ہو تو مین تیار کھڑا ہون" ایک نے اور چلا کر کہا۔

لیکن یہ بڑھیا سیدھی اس سمت کو ہوئی جہان وہ نوجوان دوسرون سے الگ کشتی مین خاموش بیٹھا مسافرون کا انتظار کر رہا تھا۔

"بی حاجن جزیرے پر چلوگی؟ اس نے پوچھا۔

"ہان بیٹا! اسی لیے تو آئی ہون"

"تو آؤ بیٹھ جاؤ ——— ٹھہرو مین اُٹھا کر لے آتا ہون۔ ساحل سے کشتی تک آنے جانے کے لیے چند قدم پانی مین چلنا پڑتا تھا۔ نوجوان ملاح نے بی حاجن کو کندھون پر اٹھا کر کشتی مین لاکر بٹھلا دیا اور کہا۔

"اگر جلدی نہ ہو تو ایک آدھ مسافر کا اور انتظار کر لون"

"کر لو ضرور کر لو" بی حاجن نے کہا۔ اور پھر ملاح لڑکون کی طرف دیکھ کر یہ موئے تو جان کھا جاتے ہین۔ لیکن نوجوان نے کچھ جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر بعد بی حاجن نے پوچھا "بیٹا علاؤل (ملاح کا نام) تم شادی کیون نہین کر لیتے؟"

شادی! اے بی حاجن! مجھ نادار سے کون شادی کریگی۔

بی حاجن: "خیر سے جوان ہو، چار پیسے کما لیتے ہو"

علاؤل:- چار پیسون سے کیا بنتا ہے؟

بی حاجن:- وہ جو ریت کے ٹیلے کے پاس ایک بڑھیا اور اس کی لڑکی کیا بھلا سا نام ہے ——— وہی پھول بیچا کرتی ہے۔

علاول:- "کون شہلا"

بی حاجن:- ہان ہان وہی شہلا کی مان کو پیغام دو نا۔ اس کا باپ ——— بھی تو ماہی گیر تھا۔

علاول:- شہلا جیسی حسین لڑکی کب مجھ سے شادی کرنے لگی؟

"کیون نہین" "تم پوچھ تو دیکھو۔ بی حاجن نے کہا۔

"میرے کہنے سے کیا ہوگا" ملاح بولا۔ "ہان اگر تم دعا کرو تو شاید کام بن جائے"

بیٹا علاؤل! مین تمھارے لیے آج ضرور دعا کرونگی

اتنے مین پھر ایک بار کشتی والے شوروغل کرنے لگے۔ بی حاجن اور علاؤل بھی کنارے کی طرف دیکھنے لگے۔ اس وقت وہی شہلا جس کا یہ دونون ابھی ابھی ذکر کر رہے تھے پھولوں کی ٹوکری لئے ساحل کی طرف آرہی تھی۔

اری شہلا! ادھر آ! ادھر آ! مین تو دیر سے تیری راہ دیکھ رہا تھا" ایک بولا

اری او پھولون والی! ادھر ادھر" ایک اور نے چلا کر کہا" تیرے نے شہلا پکارتے ہوئے سیٹی بجائی۔ اب ہر طرف سے سیٹیان بجنے لگین۔ شہلا کنارے پر آکر کھڑی ہوگئی۔ اس کے ایک ہاتھ مین پھولونکی ٹوکری تھی۔ دوسرا اس کے کمر پر رکھا ہوا تھا۔ سر کے بال جو کمر سے بھی نیچے لٹکتے تھے ایک رومال سے بندھے ہوئے تھے۔ اسکا خوبصورت چہرہ شباب کی سرخی سے چمک رہا تھا۔ اور گھور گھور کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ اس کی نگاہ بی حاجن پر جو کچھ فاصلہ پر ایک کشتی مین بیٹھی تھی پڑی۔ وہ بھی ادھر ہی ہولی۔ شہلا کو آتے دیکھ کر علاؤل ساحل پر اٹھ کھڑا ہوگیا۔ اور بولا "میرے کندھون پر سوار ہوجاؤ۔ جوتے کیون اتارتی ہو"

"ہٹو ایک طرف" شہلا لبِ رخی سے بولی۔

تو لاؤ پھولون کی ٹوکری ہی مین اٹھالون' یہ کہکر علاؤل نے شہلا کے ہاتھ سے ٹوکری لے لی۔ اور کشتی مین جا بیٹھا۔ جب شہلا بھی سوار ہوچکی تو وہ چپو چلانے لگا۔ بی حاجن بولی۔

"بیٹی بڑھیا تو اچھی ہے"

"ہان اچھی ہے" شہلا بولی "لیکن تم نے تو ہمکو بھلا ہی دیا بی حاجن"

"نہین مین تم کو بھولی نہین" بی حاجن بولی۔ "دیکھتی ہو اب مین بہت بوڑھی ہوگئی ہون"

"کہان جاتی ہو" شہلا نے پوچھا۔

"میرے ایک ملنے جلنے والی کئی روز سے بیمار ہے۔ اس کی خبر کو جاتی ہون"

"بی حاجن کب لوٹو گی؟"

"ٹھیک کہہ نہین سکتی"

اس قسم کی باتین ہوتی ہوئی کشتی ساحل کے قریب جا پہنچی۔ یہان بھی خشکی پر جانے کے لئے کچھ دور پانی مین چلکر جانا پڑتا تھا۔ علاؤل نے بی حاجن کو کندھون پر سوار کرکے خشکی پر اتار دیا۔ لیکن شہلا ایک ہاتھ مین پھولون کی ٹوکری پکڑے اور دوسرے سے کپڑے سنبھالتی ہوئی چھلانگتی پھلانگتی کنارے پر پہنچکر بستی کی جانب روانہ ہوئی۔

علاؤل بھی کشتی ٹھکانے لگا کر ایک بوڑھے ماہی گیر کے پاس جا بیٹھا ان لوگون سے اس کی جان پہچان تھی۔ "کہو علاؤل! کاروبار کا کیا حال ہے؟ بوڑھے ماہی گیر نے پوچھا۔

"شکر ہے گذر ہوئی جاتی ہے"

"علاؤل! شادی بیاہ کیون نہین کر لیتے؟" ماہی گیر کی بیوی بولی

"جس کا جی چاہے کرے" علاؤل ہنس کر بولا۔ "کوئی اللہ کی بندی مل ہی جائے گی"

ماہی گیر اور اس کی بیوی ہنسنے لگے۔

"روٹی کھالو" ماہی گیر کی بیوی بولی۔

"مین تو کھا چکا"

"صبح ہی صبح"

"تو اور کیا رات کی ایک دو باسی چپاتیاں رکھی تھیں وہی کھا لیں" کچھ دیر اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر علاول ریت پر بوریا ڈال کر پڑ گیا۔

دوپہر کے قریب شہلا واپس آئی۔ اس وقت تمام کشتیاں واپس جا چکی تھیں۔ علاول شہلا کو دیکھ کر اٹھا اور پاس جا کر بولا "واپس چلو گی"

"اور آئی کس لئے ہوں" شہلا سر ہلا کر بولی۔

"پھول بک گئے؟"

"چلو گے یا باتیں کرو گے" شہلا ایک ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی۔

"تو آؤ میں اٹھا کر کشتی میں بٹھا دوں"

"اور میں کیا کوڑھی ہوں" شہلا تیوری چڑھا کر بولی۔

لیکن پیشتر اس سے کہ وہ پانی میں قدم رکھے۔ علاول نے اُسے اٹھا لیا اور کشتی میں جا کر بٹھا دیا۔ شہلا اس کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گئی۔ اور ٹوکری سے چپاتی نکال کر کھانے لگی۔

"روکھی کیوں کھاتی ہو؟ یہ ایک دو سنگترے رکھے ہیں لے لو۔ یہ کہکر اس نے سنگترے شہلا کی طرف سرکا دیئے۔

"نہیں مجھے نہیں چاہئیں" شہلا سر ہلا کر بولی۔

"شہلا! تم مجھ سے اس قدر کشیدہ کیوں رہتی ہو؟ علاول نے کشتی کھیتے ہوئے پوچھا "آخر میری تقصیر بھی"

"اپنا کام کرو۔ میں کیا جانوں کشیدگی و شیدگی کس بلا کا نام ہے"

اب کشتی ساحل سے کافی دور ہو چکی تھی۔ علاول چپو چھوڑ کر آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھا اور شہلا کے پاس جا کر اسکا ہاتھ پکڑ کر بولا:۔

"شہلا! تم اتنی سنگدل کیوں ہو؟"

"میرا ہاتھ چھوڑ دو" شہلا غصہ سے بولی۔

"نہیں میں نہیں چھوڑونگا" علاول نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں چھوڑو گے۔ اچھا" یہ کہکر شہلا نے زور سے اس کی کلائی پر کاٹ لیا۔ علاول نے گھبرا کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور ساتھ ہی شہلا سمندر میں کود پڑی۔ اور پوری طاقت کیساتھ ساحل کی جانب تیرنے لگی۔ علاول کی کلائی سے سیاہی مائل سرخ رنگ کا خون بہنے لگا۔ لیکن وہ فوراً چپو سنبھال کر بیٹھ گیا اور بڑی تیزی کیساتھ شہلا کے رخ پر کشتی لے گیا اور منت سے بولا۔

"مجھے معاف کر دو شہلا! میری خطا معاف کرو۔ لاؤ مجھے اپنا ہاتھ پکڑاؤ، خدا کے لئے بخشدو"

"دور ہو جاؤ۔ خبردار جو مجھے ہاتھ بھی لگایا تم نے" شہلا تیرتی ہوئی بولی۔

"خدا کے لئے بخشدو! شہلا! ساحل بہت دور ہے۔

"کچھ پرواہ نہیں"

"خدا کے لئے ضد مت کرو۔ شہلا! مجھے اپنا ہاتھ پکڑاؤ" کافر ہو جو تم سے بات بھی کرے"

"قسم کھاتے ہو"

"تمہارے سر کی قسم! لاؤ لاؤ مجھے اپنا ہاتھ پکڑاؤ" یہ کہتے ہوئے وہ کشتی شہلا کے قریب لے گیا اور جھک کر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ کر اسے سوار کر لیا۔ لیکن اس کشمکش میں وہ تھوڑی سی نقدی جو اسکی جیب میں تھی سمندر کی نذر ہو گئی۔

شہلا کشتی میں بیٹھ کر کپڑے نچوڑنے لگی۔ اور علاول چپو چلانے لگا لیکن جب شہلا نے کشتی پر خون کے تازے داغ دیکھے تو وہ حیران ہو کر علاول کی طرف دیکھنے لگی۔

اس کی کلائی سے خون بہ رہا تھا۔ اور ہاتھ کی طرح چپو پر بھی خون کے دھبے لگے ہوئے تھے۔ شہلا نے جلدی سے سر سے رومال کھولا اور علاول کے پاس جا کر اس کا زخمی ہاتھ پکڑ کر بولی

"ٹھہرو مجھے زخم صاف کر لینے دو"

"وہ ٹھہرو! معمولی سا تو زخم ہے۔ تم اتنی تکلیف کیوں کرتی ہو۔

"چپ رہو" شہلا بولی "کیا اپنا اقرار بھول گئے؟"

شہلا نے رومال پانی میں بھگو کر زخم دھو ڈالا۔ اور پھر رومال باندھا۔ اور پھر چپو پکڑ کر بولی:۔

"لاؤ مجھے چپو چلانے دو"

"تم چپو چلاؤ گی" شہلا کیوں؟ علاؤل نے حیران ہو کر پوچھا۔

"تمہارا ہاتھ زخمی ہے چپو چلاؤ گے تو خون پھر بہنے لگے گا۔"

"کچھ مضائقہ نہیں بہنے دو" یہ کہکر علاؤل نے چپو پر ہاتھ ڈالا لیکن شہلا چپو پانی میں ڈالکر بولی:۔

"خاموش بیٹھے رہو"

علاؤل نے سر جھکا لیا اور شہلا کشتی کھینے لگی۔ ساحل تک خاموش بیٹھے رہے جب کشتی پایاب پانی میں جاکر رکی تو شہلا ٹوکری اٹھا کر پانی میں چھلانگتی ہوئی خشکی پر چلی گئی۔ علاؤل خاموش بیٹھا اسکی طرف دیکھتا رہا

رات کا وقت تھا۔ پون چل رہی تھی۔ علاؤل کا ہاتھ سوج گیا تھا۔ آج رات اس نے کھایا بھی نہیں تھا۔ وہ کبھی کھاٹ پر پڑتا کبھی جھونپڑی سے باہر نکل کر ادھر ادھر گھومنے لگتا۔ شہلا کے رومال میں جو اسکی کلائی پر بندھا ہوا تھا خون کے داغ لگ گئے تھے۔ علاؤل نے آہستہ آہستہ رومال کھولا اور پانی میں بھگو کر مل کر صاف کر کے ہوا میں سوکھنے کے لئے ڈالدیا۔

پھر کھاٹ پر جاکر پڑ رہا۔ اس وقت چاندنی خوب چھٹکی ہوئی تھی۔ بزم عالم پر خاموشی طاری تھی۔ شعاع کی مہتابی فلک سے ہمکنار تھی۔ اور سورج آب آغوش ساحل میں آسودۂ خواب لیکن علاؤل ایک طرف درد فرقت سے اور دوسری طرف سوزش زخم سے سخت بیتاب تھا۔ اسے کسی پہلو کل نہ پڑتا تھا۔ وہ کچھ دیر کھاٹ پر پڑا کباب سیخ کی طرح پہلو بدلتا رہا۔ پھر جھونپڑی سے باہر نکل کر ادھر ادھر گھومنے لگا۔

اچانک اسکی نگاہ ایک سایہ پر پڑی جو درختوں کے ساتھ ساتھ اس کی جھونپڑی کی طرف بڑھا چلا آرہا تھا۔ وہ غور سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔ درختوں سے ہٹ کر جب یہ سایہ اس کی جھونپڑی کے قریب پہنچا تو اس نے پہچان لیا یہ شہلا تھی۔ اس وقت بھی اس کے ہاتھ میں وہی پھولوں والی ٹوکری تھی۔

"شہلا! علاؤل آگے بڑھکر بولا "تم اس وقت یہاں کہاں —— کہاں سے آرہی ہو؟"

"گھر سے" شہلا ایک ہاتھ کمر پر رکھ کر اور سر کو ایک معشوقانہ جنبش دیکر بولی "تم کیا سمجھتے تھے؟"

"میں —— کچھ بھی نہیں —— لیکن اس وقت ——"

"تو کیا اس وقت" اور پھر ایک بار سر ہلا کر "اور تم اس وقت یہاں کیا کرتے تھے؟ کیا کسی کی راہ دیکھتے تھے؟"

"میں —— میں —— مجھے درد نے بہت بیقرار کر رکھا ہے" علاؤل دکھتی ہوئی کلائی کو دبا کر بولا۔

"دیکھوں تو" یہ کہتے ہوئے شہلا نے ٹوکری ریت پر رکھدی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی "یہ تم نے کھول کیوں رکھا ہے؟ وہ رومال جو میں نے باندھا تھا کیا ہوا؟"

"تمہارا رومال —— وہ خون لگنے سے خراب ہو گیا تھا میں نے دھو کر سوکھنے کو ڈال رکھا ہے۔"

"اور دن بھر زخم پر کوئی مرہم بھی نہیں لگائی؟"

"کیا لگائی تھی" اور پھر مسکرا کر "اچھا ہے جو دیر تک یونہی رہے"

"وہ کیوں؟" شہلا نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"اندر پانی ہے"

"اندر مٹکا بھرا رکھا ہے"

شہلا جھونپڑی میں گئی اور ایک کٹورے میں پانی بھر لائی۔ پھر اس نے

ٹوکری مین سے کچھ سوکھی پتیان نکالین اور انہین پانی مین بھگو دیا۔ اور پھر نے اپنا وہی رومال جو علاؤل نے دھو کر ہوا مین ڈالدیا تھا ایکطرف سے پھاڑ کر پانی مین بھگو دیا۔ اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی "لاؤ مین ذرا زخم دھو ڈالون"۔

"تم" علاؤل حیران ہو کر بولا۔ اور پھر مسکرا کر "تم اتنی تکلیف کیون کرتی ہو"

"خاموش بیٹھے رہو تم" شہلا شوخی سے ذرا تیکھے چتونون سے بولی جب زخم صاف ہو چکا تو اس نے وہی پتیان کٹورے سے نکالکر زخم پر رکھدین اور اوپر سے اپنا پھٹا ہوا رومال باندھ دیا۔ پھر اس نے ٹوکری مین سے دو چپاتیان اور کچھ کاٹا ہوا پیاز نکالا اور علاؤل کے سامنے رکھکر کہا:۔ "لو کھاؤ"

علاؤل شہلا کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ وہ تنک کر بولی "میری طرف کیا دیکھ رہے ہو تم ــــــ کیا مجھے پہلے کبھی نہین دیکھا؟"

"شہلا" علاؤل اس کی طرف دیکھ کر بولا "تم نے بہت تکلیف کی لیکن اگر کوئی تمہین اسوقت یہان دیکھ لے تو کیا کہے؟"

"کیا کہے: تم ہی کہو"

"مین کیا کہون"

"تو چپ رہو" اور پھر "تم روٹی کیون نہین کھاتے؟"

علاؤل:۔ "شہلا!"

شہلا:۔ کچھ کہو بھی؟ اور پھر سر ہلا کر "صبح تو بہت بہادر بنے بیٹھے تھے اور اب کیا گونگے کا گڑ کھا لیا؟"

علاؤل:۔ تم صبح ہونے سے پیشتر یہان سے چلی جاؤ۔ مین تمھاری رسوائی کے خوف سے ڈرتا ہون۔

شہلا:۔ میری رسوائی کے خوف سے ڈرتے ہو۔ اور اگر صبح تمکو میرا ہاتھ کوئی پکڑے دیکھ لیتا تو پھر میری رسوائی نہ ہوتی۔ چلو روٹی کھاؤ اور پھر سونے کی فکر کرو۔

"اور تم" علاؤل نے پوچھا۔

"مین" شہلا مسکرا کر بولی "مین تمہارے ہاتھ پاؤن دباؤنگی"

دونون کی نظرین خود بخود جھک گیئن۔ اس وقت دونون کے دل دھڑک رہے تھے۔ شہلا ہاتھ کی انگلیون سے ادھر ادھر ریت مین لکیرین ڈال رہی تھی۔ اور علاؤل کے ہونٹ کسی وقت خفیف سی جنبش کرتے معلوم ہوتے تھے آخر علاؤل نے آہستہ آہستہ سر اٹھایا اور پھر اس سرکش حسینہ کا ہاتھ پکڑ کر بولا:۔

"شہلا! ایک بات پوچھون؟"

"پوچھو"

"سچ کہوگی"

شہلا نے ایک خاص انداز سے علاؤل کی طرف دیکھ کر آنکھیں جھکا لین

"شہلا! کیا تم میری بیوی ہوگی؟"

"علاؤل! مجھے معاف کرو ــــــ شہلا آج سے تمھاری ہے"

اس وقت مشرق کی جانب طشت افق پر ہلکی پھیکی روشنی پھیل رہی تھی۔ اور شب کی محفل کے آخری ستارے جو نیند کے ماتون کی طرح آنکھیں جھپک رہے تھے یہ نظارہ دیکھ کر مسکرائے اور پھر آنکھیں بند کر لین۔

شہلا اور علاؤل اسی طرح ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے خاموش بیٹھے تھے۔ الفت کے پہلے جذبات اور تاثرات سے کبھی کبھی انکا ہاتھ کانپنے لگتا تھا۔ لیکن جب تھوڑی دیر بعد گنبد فیروزہ فام سحر کے نور سے آئینہ پوش ہونے لگا تو دونون اٹھکر جھونپڑی مین چلے گئے ــــــ

بی حاجن کی دعا مستجاب ہو چکی تھی۔

ایم۔ ایم اسلم لاہور

"نجم الحسین"

(ازجناب کمال امروہوی)

کسی کی سوانح حیات کو مجمل یا مفصل بیان کرنا اور جملہ واقعات وادوار حیات کو قلمبند کرنا ایک اہم فرض ہے۔ اپنی مختصر سی معلومات کے سہارے مین جو کچھ بھی تحریر کرونگا وہ صرف اس لایق ہوگا کہ اسے ہندوستان کی اس مایۂ ناز ہستی کی زندگی کا دھندلا سا خاکہ کہا جائے۔

بہت کچھ یاد تھا - لیکن اب تو اتنا یاد رہگیا کہ بہت کچھ یاد تھا - اور بس -

جسکی زندگی سے متعلق کچھ لکھ رہا ہون وہ مجھ سے کافی دور ہے - اسلئے مزید جزائیات جو لایق تحریر ہوسکتی تھین نیز اور بہت سے واقعات جن پر زندگی کا معقول حصہ مشتمل تھا وہ فراموش کاری کی نذر ہو کر اب قلم انداز کرنے پڑ رہے ہین - اگر منظور خدا ہوا تو پھر کبھی ذرا بالتفصیل لکھ سکونگا۔ (کمال)

نام ہے نجم الحسین - کچھ لوگ نجمی اور کچھ نظامی بھی کہتے ہین - مؤخر الذکر دونون نجم نام کی بدلی ہوئی شکلین ہین - نظامی کالج کی زندگی کی یادگار ہے -

پیدایش ۵ - فروری سنہ ۱۹۱۱ء کی سہانی صبح نے ایک حسین نغمہ سنج کی آمد کا مژدہ سنایا اور مبارک صبح اس بے پناہ سرت کے شادیانون سے نوازی - فیروزپور (پنجاب) کے در و دیوار نے نووارد کی خوشی کے نغمے سنے - اور آفتاب کی پہلی کرن ایک معصوم کی پیشانی کو چوم کر فضاؤن مین ناچنے لگی - ایک نئی زندگی کی سحر ہوئی - مترنم، مسرور، اور بے پناہ خوشیون کے سایہ مین پھیلنے لگی -

خاندانی حالات پنجاب چیفس کے اُس معزز و مشہور خاندان کے رکن ہین جو اٹھاروین صدی کے نصف تک کشمیر اور دوآب کے علاقہ جات پر حکمرانی کرتا رہا ہے - سلسلۂ نسب راجپوتی شجرہ کی اُس شاخ سے وابستہ ہے جسے سورج بنسی کے نام سے منسوب کرتے ہین - اور جو اُصولاً ہندوستان کے مشہور راجہ پرتھوی راج سے متعلق و وابستہ ہے -

کشمیر آنے سے پہلے یہ خاندان جیسلمیر - راجپوتانہ مین متمکن تھا - تقریباً سو سال ہوے کہ سیاسی انقلابات کے باعث آپ کے جدامجد نے ہوشیارپور کی سکونت اختیار کی - اور آیندہ دَور کے لئے اس شہر کو مستقل مسکن قرار دیا - بنا برین ہوشیارپور ہی کو اب انکا وطن حقیقی کہا جاتا ہے -

پانچ پشتین گذرین کہ انکے مورث اعلیٰ نے اپنا آبائی مذہب ترک کر کے اسلام کو لبیک کہا اور اپنے متعلقین کو بھی اسلام

کے سایہ تلے لے آئے۔

ولدیت خان صاحب میان نجم الدین۔ جو پنجاب سول سروس کے ممتاز رکن تھے۔ اور پنجاب کے مشہور و معروف رئیسون مین شمار ہوتے تھے۔ یہ اعزاز پدری مسٹر نجم الحسین کے حصہ مین گو کُلّاً نہین آیا۔ لیکن شہرت۔ عزت۔ وقار۔ اور دولت واقبال مین انھین بھی اپنے صوبہ مین وہی درجہ حاصل ہے۔

ابتدائی تعلیم اور دورِ طفلی ہر سال۔ ہر مہینہ اور ہر دن اُن سے متعلقہ رسوم اور جشن مسرت سے مشرف کیا جاتا تھا۔ نہ جانے کتنی آرزؤن کے ساتھ عرصۂ شہود پر آئے تھے۔ اسلئے اُن کے لئے جو کچھ نہ کیا جاتا کم تھا۔ چھوٹی چھوٹی خوشیان بھی بڑی بڑی خوشیون کی طرح منائی جاتی تھین۔ گھر کی دولت۔ عزیزون کی الفت۔ بیگانون کی مروت مین پلتے رہے۔ گودون سے بڑھکر نظرون اور پلکون پر تلے اور پروان چڑھنے لگے۔ اِن حالات اور اِن بیشمار چونچلون مین طبیعت جسقدر آزاد۔ چنچل۔ ضدی۔ اور شرارت پسند ہو سکتی تھی۔ ہوئی۔ ضروری تھا کہ بسم اللہ کے بعد پڑھنے بٹھایا جائے۔ تاکہ مزاج مین شایستگی اور تہذیب پیدا ہو۔ چنانچہ ۶ سال کی عمر مین تعلیم کا آغاز ہوا۔ مدرسہ پہنچائے گئے۔ لیکن وہ مقید ماحول اور اُستاد کا کرخت وجود۔ آپ کو ایک آنکھ نہ بھایا۔ وہ آزاد مزاجی اس پابندی کی تاب نہ لا سکی اور اس سے پہلے کہ آپ کو وہان کی ہوا موافق آسکتی۔ آپکی شرارت پسند طبیعت نے ایک ہلکا سا جوش کھایا۔ اور آپ اُس جوش کے ساتھ ہی مکتب کے علاقہ سے نکال دیے گئے۔ دن بھر یونہی کھیل کود اور ڈنڈے بجانے اور شرارتین ایجاد کرنے مین کٹنے لگی۔ لیکن مدرسہ جانے کے لئے کسی طرح آمادہ نہو سکے۔ آخر گھر پر تعلیم دلانے کی تدبیرین کیگئین۔

ذہین تھے۔ پڑھنے سے بھی کوئی خاص نفرت نہ تھی۔ لیکن بات یہ تھی کہ شرارتون کا انسداد آپکے لئے حد سے زیادہ ناگوار حیثیت رکھتا تھا۔ یہ تخیل ہی آپ کو شاق گذرتا تھا کہ آپکی مرغوب شرارتین جو بڑی ذہانت اور غور و خوص کے بعد اختراع کی جاتی تھین وہ چھن جائینگی اور سلسلۂ تعلیم اُنکی آزادی کو جکڑ ڈالیگا۔ وہ اِن دونون مین کسی سے بھی بچھڑنے کیلئے تیار نہ تھے۔ چنانچہ ایک شرارت پر جب تادیب کیجاتی تھی تو دوسری پہلی سے زیادہ خروش اور جدّت لئے نمودار ہوتی۔ کسی مدرسہ کی بھولی بھالی فضا مین بھی اس چنچل وجود پر قابو پانے کی اہلیت ثابت نہوئی۔ چنانچہ یہ جب مدرسہ مین دھکیلے جاتے یا بالفاظ دیگر زبردستی ٹھونسے جاتے تو پہلے ہی دن اُن کی شرارتانہ قوتین اُسکی گرفت ڈھیلی کر دیتین اور پھر ——— پھر وہی ……… دھما چوکڑی۔

یونہی ہر صبح کو گھر بھی ایک نیا ماسٹر مقرر ہوتا۔ اور شام کو وہ ریٹائر کر دیا جاتا۔ آخر بچپن کے نظریہ کے ماتحت بدنصیبی ایک چھنٹے ہوے قصائی کو ماسٹر بنا کر لے آئی۔ اطوار کے بموجب آپنے اُسے بھی تنگ کرنے۔ جوئین۔ اور چھرّے دینے کی کوشش کی۔ ہرچند اسے اس خدمت سے سبکدوش کرنا چاہا۔ لیکن ہر حملہ مین ناکامی ہوئی۔ ہر محاذ پر شکست ہی قبول کرتے بنی۔ اور آخر ش آپکو اُسکے سامنے ہتیار ڈالنے پڑ گئے۔

اس شکست کا انتقام ضروری تھا۔ لیکن تجربہ نے اچھی طرح واضح کر دیا تھا کہ مقابل کی قوتین بے پناہ ہین اسلئے محض زبانی ہی انتقام پر اکتفا کرنی پڑی اور یہ اُسے ماسٹر ٹینی کہنے لگے۔

۹ سال کی عمر مین مشفق باپ کے سایہ سے محروم ہوئے۔ اور والدہ محترمہ کے ایما کے مطابق گورنمنٹ ہائی اسکول مین باقاعدہ طور پر داخل کرا دیے گئے۔ کھیل کود اور شرارتون مین جہان آپنے مدرسہ مین اپنا ریکارڈ قائم رکھا وہان تعلیم مین بھی ہمیشہ ممیز رہے۔ ہر جماعت مین اول نمبر رہنے کے اعزاز مین آپ کو انعام اور تمغون سے سرفراز کیا گیا۔ لیکن طفلانہ حرکات کے جرم مین جو جرمانہ آپ مدرسہ کو عنایت فرماتے تھے اسکی نظیر بھی ابتک برقرار ہے۔

اعلیٰ تعلیم ۱۹۲۵ء مین ہوشیارپور گورنمنٹ ہائی اسکول سے میٹرک پاس کرکے گورنمنٹ کالج لاہور کو قدوم میمنت لزوم سے عزت بخشی۔ اور بہت جلد ہی اپنی علمی لیاقت اور ذہانت کیوجہ سے ہردلعزیز بنگئے۔ سپورٹس مین امتیازانہ حصہ لینے کے ساتھ ہی کالج کی علمی اور ادبی سوسائٹیون مین شرکت کی۔

سکول کے زمانہ مین آپ کو محض درس کی کتابون سے علاقہ رہا۔ لیکن کالج مین پہنچکر آپکی علم نواز طبیعت علمی اور ادبی تحقیق کی بھی شایق ہوگئی۔ ہاکی اور فٹ بال کو چھوڑکر سپورٹس مین سے تیرنے اور بوکسنگ مین مہارت تامّہ حاصل کی۔ اور متعدد میڈلس لئے۔ تقریر و تحریر مین بھی اچھی قابلیت پیدا کی۔ نظمین۔ غزلین۔ اور افسانے بھی لکھے۔ اکثر تحقیقی مضامین انگریزی رسائل مین بھی شائع کرائے جو علمی طبقہ مین بہت پسند کئے گئے۔ لیکن تعلیمی مصروفیت نے یہ سلسلہ دیر تک جاری نہ رہنے دیا۔ فارسی اور اردو شاعری مین مسٹر نجم کو ہندوستان کے مشہور شاعر گرامی مدظلہ کے تلمذ کا فخر ہے۔ ذہانت اور شوق چاہتا تھا کہ اس شعبہ مین بھی حیرت انگیز ترقی کیجائے۔ لیکن پھر کچھ حالات نے رخ بدلا اور آپکو یہ تمام مشاغل چھوڑکر خشک تعلیم کیطرف متوجہ ہونا پڑا۔

ایف۔ اے تک فارسی اور فلسفہ کا مطالعہ کرکے۔ بی۔ اے۔ مین سائیکولوجی آنرز کو اختیار کیا۔ اور نمایان قابلیت پیدا کرکے انعامات لئے۔ نجم کی فطرت ہی یہ تھی کہ جن شعبۂ حیات کی طرف زمام توجہ پھیری جائے اسمین اُنھین مابہ الامتیاز حیثیت ملے اور ایسا ہوا بھی۔ کامیابی اُن کے لئے مقسوم ہوئی تھی۔ چنانچہ حالات کے بموجب ہر خواہش اور کوشش مین کامرانی نصیب ہوئی۔

خوش مذاقی اور علمی امتیاز کے شاندار مظاہرون کے باعث کالج مین اپنی کبھی نہ مٹنے والی یادگار چھوڑ آئے۔ اُس درس گاہ کی فضا مین ابتک اُنکے چرچے گونجتے ہین۔ اُنکے تذکرہ ہوتے ہین۔ وہانکا ذرہ ذرہ ان کا خیال ابتک دہراتا ہے۔

وہ طفلانہ شرارتین جو تربیت پاکر اعلیٰ مذاق ——— اور خیالات کے ساتھ کالج کے ماحول مین شائع کی جاتی تھین ابتک رسمی طور پر ادا کی جاتی ہین۔ کالج اور ہوسٹل کی در و دیوار اس جدت طراز شرارتی طالبعلم کو تا ہنوز ڈھونڈھتی ہین۔ وہان اُنکے دماغی عروج کو اب بھی مثال سمجھا جاتا ہے۔

جن پُرمذاق رسوم کی آپنے بنیاد رکھی تھی جس لطیف حرکات کو آپ وہان کی دنیا مین رائج کر آئے تھے وہ اُنھین پابندیون کے ساتھ ادا تو کیجاتی ہین۔ لیکن وہ مولوی مدن والی بات کوئی کہان سے لائے۔

زمانۂ جھول کالج چھوڑنے کے بعد ایک سال تک اپنی جائداد کے نظام مین گھرے رہے - تنہا نگران کار ہونیکی وجہ سے آپکی توجہ کسی دوسرے مشغلہ کیطرف متوجہ نہو سکی - حالات ہی کچھ ایسے پیچیدہ تھے جنہین کافی یکسوئی کے سلجھانے کی ضرورت تھی - بنا برین انھین اپنے مرغوب مشاغل کو اس دوران مین چھوڑنا ہی پڑا -

شگفتہ مزاجی کو اس خشک کاروبار سے علاقہ ہی آخر کیا تھا - چنانچہ ان طویل جائدادی قضیوں سے نمٹ کر سیر و سیاحت کیلئے آمادہ ہوئے

شوق سفر مزاج آرٹسٹک تو تھا ہی - ساتھ مین اُپج کو بھی کافی دخل تھا - چنانچہ سفر کئے - اور جب یون اس شوق کی آبیاری نہو سکی تو پا پیادہ جہان پیمائی کی ٹھانی - بلاؤن اور مصیبتون سے اُلجھنا پسند کیا - لیکن اس ارمان کا تشنہ تکمیل رکھنا گوارہ نہوا گھر سے نکلے - صرف نیکر اور قمیص پہنے ہوئے - ایسے متعدد سفرون مین سے ایک سفر تقریباً ۹۰۰ میل لمبا تھا - جو ہوشیارپور کے جنگل سے لیکر شمالی ہند کے تمام خطرناک ، بھیانک ، اور دشوار گذار پہاڑون - صحراؤن کی جملہ وسعتون اور بلندیون کو طے کرتا ہوا کشمیر کی آخر سرحد پر جا کر ختم ہوا - اس سلسلہ مین کیسی کیسی زہرہ گداز پریشانیون سے دوچار ہونا پڑا یہ ایک طویل داستان ہے -

نہ جانے یہ سلسلہ کبتک باقی رہتا - اگر آپ کشمیر کے ایک گاؤن مین عزیزون کی تلاش کا ثمرہ نہ بنجاتے - چنانچہ واپس لائے گئے اور یہ سیر و تفریح کا خیال دوسری صورت مین جلوہ گر ہوا -

سنہ ۱۹۳۰ء مین آئی - سی - ایس - کی خاطر ولایت جانے کی ٹھنی - سفر کے ابتدائی مراحل طے کر لئے گئے - اور رخصتی تاریخ ۱۹ - اپریل قرار پاگئی - مگر والدہ محترمہ کی بیماری کے باعث چار و ناچار سفر ملتوی کرنا پڑا اور بالآخر اُنکے احکام اور خوشنودی کو مدنظر رکھتے ہوئے سمندر پار جانے کا مصمم ارادہ منسوخ کر دیا -

موسیقی کی تعلیم شاعرانہ مزاجی نے پھر کروٹ لی اور گانے کا شوق پیدا ہوا - یون موسیقی سے لگاؤ تو بچپن ہی سے تھا - گانا سننے کا شوق خود گانے سے بدلا - اور آپ سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے ہی تان سین کی روایات قائم رکھنے اور اُس مرحوم کی روح کو ثواب پہنچانے کے لایق ہو گئے - کالج کی زندگی کے اختتام تک یہ فطری شوق اور اس شوق کی آبیاری چونکہ ناممکن ہو گئی تھی اسلئے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ضروری تھا کہ موسیقی کی تعلیم باقاعدہ طور پر لیجائے - چنانچہ دو سال تک خان صاحب ملنگ خان سے درس لیا اور کافی معلومات بہم پہنچا لین -

وکالت کا شوق جولانی طبع ملاحظہ ہو کہ اب کچھ شغل نہونے سے بہتر یہی سمجھا کہ "کپڑے ہی پھاڑ کر سیا کر" کے مصداق کچھ کیا جائے - لہذا سنہ ۱۹۳۲ء مین وکالت کی تعلیم پانے کیلئے دہلی آئے - اور یہان بھی اس تعلیم کے ساتھ موسیقی کے حصول کا سلسلہ جاری رکھا - چنانچہ خانصاحب نصیر خان آپ کے اُستادِ ثانی مقرر ہوئے -

لا (قانون) مین پہلے ہی سال اپنی لیاقت کا اتنا شاندار مظاہرہ کیا جو ابتک یونیورسٹی کا ریکارڈ بنا ہوا ہے - مشاغل ثانیہ مین کیرکٹ کے کپتان اور لا کالج سٹیج کے ہیرو رہے - دوسرے سال غیر حاضریون کی زیادتیون نے فائنل امتحان مین شریک ہونے سے محروم کر دیا - سنہ ۱۹۳۵ء مین دوبارہ تیاری کی - لیکن سوء اتفاق کہ امتحان مین شریک ہونے کی پھر بھی نوبت نہ آئی -

دنیائے فلم مین ڈائرکٹر مسٹر ہمنسو رائے اپنی پہلی پروڈکشن کیلئے سارے ہندوستان مین ہیرو کی تلاش کرتے کرتے دہلی آئے - قدرت کو نہ جانے کیا منظور تھا کہ اسباب و علل اُنکے ارادون کے خلاف ہی پیدا ہوئے -

مسٹر نجم الحسین کے ایک ہم جماعت خوش قسمتی سے شایقین فلم مین نمایان حیثیت رکھتے تھے - انھین فلم سے ایک والہانہ الفت تھی مسٹر ہمنسو رائے کے قیام کی خبر پاکر اُنکے اُس عزیز شوق نے انقلابانہ انگڑائی لی - ہزارون تمناؤن کو فاتحانہ انگڑائیان آئین اور وہ آرزؤن کا سیلاب لئے ہوئے مسٹر نجم الحسین کے گھر پہنچے - تاکہ اُنھین اپنے ساتھ لیجاکر اُنکی معیت سے فائدہ اُٹھائین -

نجم الحسین گئے - لیکن نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا - ہمنسو رائے کی ناقدانہ نظر نجم کے چہرے پر پڑی اور جم گئی - اور وہ چار ہزار نوجوان امیدوارون کی آرزؤن کے خلاف بمبئی ٹاکیز کے ہیرو تسلیم کر ہی لئے گئے - اور اس طرح بار ہا اصرار کے بعد اُنھون نے سکرین کی دعوت قبول کر لی - جوانی کی ہوا - ان کا پہلا فلم ہے - میان بیوی دوسرا -

لیکن دس ماہ کی ملازمت کے بعد ہی آپ نے کمپنی کے ناسازگار حالات کیوجہ سے بمبئی ٹاکیز کو چھوڑ دیا - کمپنی مسٹر موصوف کا استعفےٰ منظور کرنے کے لئے تیار نہ تھی لیکن جھگڑا بڑھنے سے پہلے ہی طے پا گیا اور چند ماہ کی ردو قدح کے بعد کمپنی کو مسٹر نجم کی مرضی تسلیم کرنی پڑی -

موجودہ حالات اکتوبر ۱۹۳۶ء مین آپ ہندوستان کی بلند پایہ کمپنی "نیو تھیٹرز کلکتہ" مین فائز ہوئے - اور ڈائرکٹر مسٹر ہیم چندر کی عنقریب آنیوالی فلم " اناتھ آشرم " مین آپ ہیرو کے لئے منتخب کئے گئے -

اُفتادِ طبع خوش مزاجی - خوش مذاقی اور نفاست وسلاست جزو فطرت ہین - ایکٹنگ اور موسیقی کا شوق فطرت ثانی کی حیثیت رکھتا ہے - شاعری سے کافی لگاؤ ہے -

انسانی ہمدردی اور مہمان نوازی کے جذبات کی فراوانی ہے - طرز معاشرت ملی جلی ہندوستانی اور انگریزیت کی آئینہ دار ہے - فطری مناظر سے والہانہ وابستگی -

خط فراموشی اور وعدہ خلافی آپ کا بہترین مشغلہ ہے - اور آپ کو اس فن مین معقول مہارت ہے - خط بھیجنے اور ایفاے وعدہ کے ضمن مین اگر کبھی اس کلیہ قائمہ کے خلاف ظاہر ہوتا بھی ہے تو اُسے مسٹر نجم کی کرامات تصور کیا جاتا ہے -

بیفکری ہر صورت مین آپ پر مسلط رہتی ہے - دُبلا ہونے کا شوق ہی نہیں جنون ہے -

لباس وہی جو ایک گریجویٹ کا ہوسکتا ہے - لیکن بناوٹ کا محتاج -

حلیہ ایوننگ نیوز کی تحریر کے مطابق آپ ہندوستان کے حسین ترین ہیرو مانے جاتے ہین - مؤقر روزنامہ کے طویل نوٹ کا ترجمہ ذیل مین مختصراً درج کرتا ہون :-

۱۶ - ستمبر ۱۹۳۵ء "نجم الحسین حسین ترین نوجوان ہے - جو کہ مین نے ابتک مشرق اور مغرب کی فلمون مین دیکھا"

الیسٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا - ٹائمز آف انڈیا - بمبئی کرانیکل وغیرہم مندرجۂ بالا رائے پر اپنی اپنی تحریرون سے صاد کر چکے ہین لیکن میرے اپنے خیال مین اُن کی یہ قبول صورتی جہان باعث مسرت ہے وہان اُن کے لئے وجہ وبال بھی ہے - انھین اکثر اوقات اپنی اس

صوری خصوصیت سے سخت نا معقول الجھنوں اور دقتوں کا سامنا کرنا پڑجاتا ہے۔

جن رومانوں سے وہ وابستہ نہیں بھی ہوتے وہ بھی اُنھیں سے منسوب کردیے جاتے ہیں۔ اور یوں اُنھیں دوسرے کی بلاؤں کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ مجھے اس معاملہ میں مسٹر نجم سے گہری ہمدردی ہے۔ اور التجا ہے اُن لوگوں سے جو اپنے وسیع تخیل کے زیر اثر ایسے معاملوں کو نجم صاحب سے متعلق کردیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ایسے ہر نا خوشگوار واقعہ میں اُنکی خوبصورتی کو دخل ہے۔ وہ معاف کردیں مسٹر نجم کے حُسن کو جس میں اُنکا ذاتی کوئی قصور نہیں۔ بلکہ قدرت کا قصور ہے۔

(کمال امروہوی)

غزل

گریباں چاک ہے، آنسو رواں ہیں، لب پہ نالا ہے — کسی سے صابری یہ دل لگانے کا نتیجا ہے
لہو اشکوں میں دل کا اسلئے مجھکو ملانا ہے — ابھی سادہ مرے دردِ محبت کا فسانا ہے
گھڑی بھر بیٹھکر سن لیجئے رودادِ غم میری — حقیقت کی حقیقت ہے فسانے کا فسانا ہے
شہادت دے رہے ہیں چارہ گر کی آنکھ کے آنسو — کہ اب نبضِ مریضِ غم سویرے کا ستارا ہے
نہ جانے حشر میں کیا حشر ہوگا دعویٰ خون کا — اکیلا میں ہوں قاتل کیطرف سارا زمانا ہے
غمِ جاناں، جہاں کی ذلتیں، دنیا کی رسوائی — نہ جانے اور ابھی کیا کیا مری قسمت میں لکھا ہے
نشانہ باندھکر دل کی طرف سے پھیر لیں آنکھیں — اسی کا نام اے ناوک فگن خونِ تمنا ہے
تری جھوٹی تسلی چارہ گر تسکین کیا دیگی — یہ ہے دردِ محبت - قبر میں بھی ساتھ جاتا ہے

ہے قیمت اشک حسرت کی بہت کچھ اور نہیں کچھ بھی
جو رک جائے تو موتی ہے - جو گر جائے تو قطرہ ہے

مسعود صابری

تاج پروڈکشن **سہاگ کا دان**
مایہ ناز افسانہ نویس سید امتیاز علی تاج کا شاہکار

جسمیں

مس بیبو، انوری بائی، نندی کھنہ، ہیرالال، جگل کشور بی۔ اے، گو سائیں، دیوکی، نندن نے اپنے کمالات موسیقی و اداکاری پیش کئے ہیں۔

سُہاگ کا دان ایک قدیم قصہ جو ایک عورت کی قربانی اور بے غرضانہ محبت کا مرقع ہے جو اسکی ایک مرد سے محبت اور دیوتاؤں کی کشمکش حیرت انگیز طریقہ پر پیش کرتا ہے۔

بکنگ کا پتہ

انڈیا فلم بورو
لاہور — پوسٹ بکس نمبر ۵۰
دہلی — پوسٹ بکس نمبر ۱۴۰
کراچی — پوسٹ بکس نمبر ۳۵۳
پشاور — کالی باری اسٹریٹ۔

ہندوستان کمپنی کے جاری کئے ہوئے دلکش ریکارڈ

ہندوستان ریکارڈ

مس راج ممی بائی (بنارس)

H. 455
- مار ڈالا مار ڈالا مار ڈالا ہو (غزل)
- چھاڑ گیو بالم چھوٹی سی موہے (مذاقیہ)

مسٹر سیگل واوما دیوی

H. 163
- پریم نگر میں بناؤنگی گھر میں (چنڈی داس فلم)
- تڑپت بیتے دن رین (چنڈی داس فلم)

مسٹر سیگل

H. 193
- لاکھ سہی اب پی کی بتیاں (یہودی کی لڑکی فلم)
- لگ گئی چوٹ (یہودی کی لڑکی فلم)

اوما۔ پہاڑی۔ سیگل

H. 264
- پریم کی ہو جئے جئے (چنڈی داس فلم)
- یہ کونج کے وقت کیسی آواز (کاروان حیات فلم)

مسٹر سیگل و مسٹر پہاڑی

H. 417
- جیون کا سکھ آج موہے پرکھو (دھوپ چھاؤں فلم)
- مورکھ من ہوت کیوں حیران (دھوپ چھاؤں فلم)

مسٹر سیگل و مسٹر پہاڑی

H. 11331
- پریم کی کہانی سکھی سنت سُہاوے (دھوپ چھاؤں فلم)
- پریم کی نیا چلی جل میں موری (دھوپ چھاؤں)

مسٹر شاہجہاں بی۔ اے (امیچر)

H. 457
- ہمیں ل بھول بٹھا اور ہم (غزل)
- نٹور گردھر موہنیاں (بھجن)

مسٹر پہاڑی واوما دیوی

H. 164
- مرونگی مرونگی سکھی نسچے مرونگی (چنڈی داس فلم)
- بسنت رت آئی آئی (چنڈی داس فلم)

مسٹر سیگل

H. 325
- بالم آئے بسو مورے من میں (دیوداس فلم)
- دکھ کے اب دن بیتت ناہیں (دیوداس فلم)

اوما۔ پہاڑی۔ سیگل

H. 11340
- پریم اپورب مایا جگت میں (دھوپ چھاؤں)
- اندھے کی لاٹھی تو ہی ہے (دھوپ چھاؤں)

راج کماری۔ پہاڑی سیگل

H. 11332
- او دلربا کہاں تک ظلم و ستم سہیں گے (کروڑپتی فلم)
- گھر کر آئی بدریا کاری (دیوداس فلم)

اوما دیوی۔ مسٹر پہاڑی

H. 265
- حیرت نظارہ آخر بن گئیں رعنائیاں (کاروان حیات فلم)
- کوئی پریت کی ریت بتائے ہمیں (کاروان حیات فلم)

Printed by H. H. Rahman at Excelsior Art Press,
Edited & Published by M. M. Begg, 22, Middle Road (Entally), CALCUTTA.

نیو تھیئٹرز لمیٹڈ کا آنے والا بہترین فلم

پریزیڈنٹ

ڈائرکٹر اور کیمرہ مین

نتن بوس

ریکارڈنگ

موکل بوس

میوزک ڈائرکٹر

آر-سی-بورال

مُمتاز اداکاران:- سائیگل، کملیش کماری، لیلا دیسائی، مس کلیانی، نواب، جگدیش، کپور، امر ملک، بکرم نہر، دیو بالا، نیمو، پرتھوی راج

بکنگ کے پتے

کلکتہ فلم ایکسچینج ——— بمبئی جگت ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

کلکتہ فلم ایکسچینج ——— مدراس دو وساٹی فلم کارپوریشن نمبر، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

عکاس

کلکتہ

ماہوار

PRITWIRAJ & UMADEVI
IN
"ANATH ASHRAM"

قیمت فی کاپی
ایک آنہ
کلکتہ سے باہر
چھ پیسے

جگت ٹاکیز کے بہترین فلم

پیاری بیٹیان جسمین مس روز، مبارک، اکمار وغیرہ کے بہترین کام ہین — ڈائرکٹر۔ چودھری

سرلا جسمین رتن بائی، حافظ جی، اکمار وغیرہ کی اداکاری قابل دید ہے — ڈائرکٹر۔ اٹار تھی

جنگل کی رانی جسمین مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ نے عجیب و غریب اداکاری پیش کی ہے — ڈائرکٹر۔ نند لال

جگت کیسری جسمین خوبصورت سلوچنا، ڈی بلیموریہ نے لاجواب کام کئے ہین — ڈائرکٹر۔ ہومی ماسٹر

سرچ لائٹ جسمین ہردلعزیز سلوچنا اور ڈی بلیموریہ نے ایکٹنگ کا معیار قائم کیا ہے — ڈائرکٹر۔ ہومی ماسٹر

انار کلی جسمین مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ اور زلو کی اداکاری بہترین ہے — ڈائرکٹر۔ چودھری

بکنگ کا پتہ

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ۔ دہلی

NAJAM & UMA
HERO & HEROINE
OF NEXT RELEASE
NEW THEATRES
"ANATH ASHRAM"

چار دلکش اور نتیجہ خیز پکچریں

اپنے شہر کے سینما گھروں میں دیکھئے

ساگر موویٹون کا شاہکار

من موہن

ڈائرکٹر "محبوب"

اداکار۔ مس ببّو۔ سریندر لال، ایم یعقوب، آشالتا، پانڈے، قیام علی، رامچندر، مہدی رضا،
نتیجہ خیز افسانہ۔ دلکش ناچ گانے۔ نیچرل اداکاری
اپنے شہر کے سینما گھر میں دیکھئے

ساگر موویٹون کا شہرۂ آفاق فلم

دو دیوانے

ڈائرکٹر:۔ چمن لال لوہارو

اداکار:۔ مسز شوبھانا، مس رونا دیوی، مس گلزار، مس کملا، موتی لال، یعقوب، مہدی رضا، بھوندو ایڈوانی،
رنگین افسانہ، دل آویز ناچ گانے، جذباتی اداکاری۔
اپنے شہر کے سینما گھر میں ملاحظہ فرمایئے۔

ساگر موویٹون کا شاندار پیش کش

جیون لتا

ڈائرکٹر:۔ سروتم بادامی

اداکار:۔ سبیتا دیوی، موتی لال، سوشیلا، پانڈے، گلزار، شکنتا، بھوندو ایڈوانی، مہدی رضا۔
دلکش افسانہ، روح پرور ناچ گانے، فطری اداکاری۔
اپنے شہر کے سینما گھر میں انتظار کیجئے۔

امپیریل فلم کمپنی کا حسین شاہکار

جگت کیسری

ڈائرکٹر:۔ ہومی ماسٹر

اداکار:۔ سلوچنا، جمنا، لکشمی، ڈی بلیموریہ، جمشید جی، غلام محمد، سید احمد، غلام رسول،
بلند معیار افسانہ، دل کو موہ لینے والے ناچ گانے۔ نیچرل ایکٹنگ۔
اپنے شہر کے سینما گھر میں اولین فرصت میں دیکھئے۔

(سول ایجنٹ:۔ بنگال، برما۔ بہار، آسام، اڑیسہ)

دوسانی فلم کارپوریشن، کولوٹولہ اسٹریٹ۔ کلکتہ

برانچ:۔ بمبئی، رنگون، سنگاپور، ایجنٹ مری سیش

فون نمبر:۔ ۵۰۲۰ بڑا بازار

تار کا پتہ:۔ [illegible]

شذرات

اگر لوگوں کو یہ کہکر بلایئے کہ آؤ ہمتیں نصیحت کریں گے، ہتیں ہتارا نیک و بد سمجھائیں گے، ہتیں روزی کمانا سکھائیں گے، ہتارے اخلاق درست کریں گے تو شاید ہی ہزاروں لاکھوں میں ایک دو اللہ کے بندے چلے آئیں تو چلے آئیں، اور اگر ان سے یہ بھی کہدیا کہ ہتیں نصیحت سننے سے پہلے کچھ چندہ بھی دینا ہوگا تو پھر کروڑوں کی گنتی کے بعد صفر ہی سے پالا پڑیگا، اور اگر اس بھولی مخلوق کو تماشے کا اشتہار دیکر بلاؤ تو اشتیاق کے مارے پہلے سے پیسہ صرف کرکے ٹکٹ خرید لیں گے، یہ ایسی باتیں ہیں جو روزانہ مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں، جن کا ثبوت نہ کوئی مانگے گا نہ پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

تماشے بھی دنیا میں ہزاروں طرح کے ہیں اور سبھی میں کشش موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگ اپنی گاڑھی کمائی کا پیسہ تھوڑی دیر کی تفریح کیلئے خوشی خوشی دوسروں کو سپرد کر آتے ہیں، اس موقع پر تماشوں کی فہرست پیش کرنا کہی ہوئی بات کا دہرانا ہے جس سے نہ سننے والے کو کوئی لطف آسکتا ہے نہ کہنے والے کو، ہمیں جو کچھ کہنا ہے وہ یہ ہے کہ تمام تماشوں میں آج جو اہمیت سینما کو حاصل ہے وہ کسی کو نہیں، جو روزانہ ہوا کرتا ہے اور ہر شہر بلکہ قصبات تک میں ہوتا رہتا ہے، جس کی کشش نے اپنی نمائش کو پبلک کی مشتاق آنکھوں کا سواد بنا دیا ہے، اور لاکھوں انسان بلاناغہ دلچسپی لیتے رہتے ہیں، جن میں غالب عنصر مزدور پیشہ جماعت کا ہے، اور عوام الناس بھی اس تفریح سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔

یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ فلم کمپنیوں کی زندگی اور ان کی ترقی اس غریب مخلوق کی کمائی سے وابستہ ہے، اب یہ دیکھنا چاہئے کہ فلم کمپنیوں کا سلوک اپنے ان غریب کمپنی نوازوں کے ساتھ کیسا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ درختوں کے میوے سے فائدہ اٹھاتے ہیں مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ اگر لو اور دھوپ کے زمانہ میں یہ پانی سے سینچے نہ گئے تو آئندہ پھل نہ دے سکیں گے یا خشک ہو جائیں گے، وہ خود بھی بھرے پرے نہیں رہ سکتے، اب ذرا خیال تو کیجئے کہ ہندوستان کی ہزاروں فلم کمپنیوں میں سے ایسی کے ہیں جو پبلک کے مفید حال تماشے پیش کرتی ہیں، ہم نام تو کسی کا نہ لیں گے کہ ہمارا شعار نہ کسی کی قصیدہ خوانی کرنا ہے نہ کسی کو الزام لگانا ہے، بلکہ اس فرض کی یاد دہانی ہے جو ہر فلم کمپنی پر عائد ہوتا ہے، اگر فلم کمپنیاں اپنی بقا چاہتی ہیں تو انہیں پبلک کی خوشحالی اپنا پہلا فرض سمجھنا چاہئے، جسپر خود ان کی بقا کا بھی انحصار ہے، اور وہ اسی طرح ممکن ہے کہ کسی فلم کا افسانہ ایسا نہ ہو جو کوئی مفید اور نیک نصیحت سے خالی ہو تاکہ فلم بیں اصحاب اپنا پیسہ دے کے آئیں تو کوئی اچھا سبق لیکے واپس جائیں جس سے کبھی وہ اپنے اخلاق کی درستی کی طرف متوجہ ہوں، کبھی معاش کی راہ معلوم کرکے خوش ہوں اور اسپر عمل پیرا ہو کر فائدہ حاصل کریں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ ایسے اصلاحی فلم نہیں بنائے گئے، مگر پوچھتے یہ ہیں کہ ایسے کے فلم بنے اور کتنی کمپنیوں نے بنائے، مشاہدہ خود بتا رہا ہے، اس لئے ہمیں نہ فلموں کے نام بتانے کی ضرورت ہے نہ ان فلم کمپنیوں کا حوالہ دینا لازمی ہے، جنہوں نے باحسن وجوہ اس خدمت کو انجام دیا مگر انکا اثر کتنا ہوا اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے گھڑا بھر پانی میں تولہ بھر ایلوا اور ماشہ بھر شکر ڈال دیجائے، خوشگوار شربت تو اسی وقت بن سکتا ہے

جب ایلوارتی بھر بھی نہ ہو، اور پانی مین شکر بھی گھلتی رہے، اگر تمام فلم کمپنیاں اصلاحی فلم بنانے پر توجہ کریں اور مخرب اخلاق یا بے سود افسانوں کے فلم بنانا ترک کردیں تو جو دنیا جہنم بنتی چلی جارہی ہے یہی جنت بن سکتی ہے، اد ہر ملک مین خوشحالی پیدا ہوگی ادُ ہر فلم کمپنیاں ہری بھری کھیتی کی طرح لہلہانے لگیں گی اور اس صنعت کو ترقی کرکے یورپ کے ہمدوش ہوجانے کا موقع ہاتھ آئے گا، ورنہ یہ صنعت اپنے عروج پر پہونچنے سے پہلے ہی فنا ہوجائیگی

سنگیت فلم کمپنی بمبئی کا تازہ ترین اصلاحی اور نتیجہ خیز شاہکار

ڈائرکٹرس
بائی جدن بائی

دِل کی پُکار

یا

ہردے منتھن

افسانہ نگار
جلودھر چٹرجی

بنارس کا ایک سچّا واقعہ جسے مؤثر اور عبرت انگیز طریقہ پر بخوبی پیش کیا گیا ہے

رن صفی
اداکار اِن خصو

بائی جدن بائی، اے حسین، ارملا دیوی، بے بی رانی، صدیقی، محمد علی، محمد یوسف، شہزادی وغیرہ

اداکاری، موسیقی، رقص، مناظر، دلچسپ اور قابل دید ہین

ہر جگہ نمائش کی جائیگی

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
مشرقی ہند ——— دوسائی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولا اسٹریٹ کلکتہ

سینما ہاؤس کی آمدنی بڑھانیوالے

ہر دلعزیز فلم

تلاش حق

سنگیت فلم کمپنی کا مشہور و معروف فلم — ڈائرکٹرس:۔ بائی جدن بائی

اداکاران خصوصی بائی جدن بائی، بے بی رانی، قمر جہان، یعقوب خان، احمد حسین، پٹیل، پانڈے، مہدی رضا وغیرہ وغیرہ نے بہترین اداکاری کے نمونے پیش کیے ہیں۔

ستی مہانندا

گندھروا سینی ٹون کا مشہور فلم — ڈائرکٹر:۔ بابوراؤ پٹیل

اداکاران خصوصی پدما دیوی، کملاوتی، مدھوکار گپتا، ایم مرچنٹ، راجہ پنڈت، شانتا رام وغیرہ

خون کا خون

اسٹیج فلم کمپنی کا عدیم النظیر شاہکار — ڈائرکٹر:۔ سہراب مودی

اداکاران خصوصی سہراب مودی، مس شمشاد، مس نسیم، مس رام پیاری، مس گوہر، فقیر محمد، فضلکریم وغیرہ

بالا جوبن

گندھروا سینی ٹون کا دلکش فلم — ڈائرکٹر:۔ بابوراؤ پٹیل

آداکاران خصوصی پدما دیوی، مس گلاب، شیریں بانو، مبارک، مدھوکار گپتا، راجہ پنڈت، ماروتی پہلوان، نندو کھوٹے، بابوراؤ سنار، غلام حسین، بدری پرشاد وغیرہ

بکنگ کا پتہ

کلکتہ فلم ایکسچینج

۲۲۔ امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ — تری بھون روڈ بمبئی ۴ — ۵۰۔ آرمینین اسٹریٹ مدراس

نگارخانہ کی نئی رفتار

نیو تھیٹرز: مسٹر ہیم چندر "آنا تھ آشرم" کی شوٹنگ مین مصروف ہین اس کا بڑا حصہ ختم ہوچکا ہے۔ آخری حصہ کی شوٹنگ ہو رہی ہے، اس پکچر کے ڈائلاگ مسٹر کدار ناتھ شرما نے لکھے ہین اور اداکاران خاص نجم الحسن، اوما دیوی، جگدیش، نواب، نیمو، وید، کلیانی، کدار وغیرہ وغیرہ ہین۔

مسٹر پی۔ سی۔ بروا۔ اپنی پکچر مکتی کی شوٹنگ کے لئے معہ اسٹاف گوری پور آسام گئے ہوئے ہین اور وہان کے پہاڑون جنگلون اور دریاؤن کے سین لے رہے ہین، اس پکچر کے اداکارون مین کانن بالا، مینکا، جگدیش، وید، وہ یاکار اور خود بروا ہین، یہ بھی سوز و گداز سے بھرا ہوا ایک اصلاحی ڈرامہ ہے۔

مسٹر نتن بوس۔ پریزیڈنٹ سے فرصت پاتے ہی نئے افسانے کی زمین تیار کرنے کے لئے معہ اسٹاف دوسرے پہاڑی علاقہ کی طرف گئے ہوئے ہین، سینکڑون کتابین بھی ساتھ لے گئے ہین،

مسٹر دیوکی بوس۔ بدھیاپتی کی تیاری مین مصروف ہین، یہ ایک ہزار سال پہلے کے ایک بنگالی شاعر کا نام ہے اور یہی پکچر کا نام بھی ہوگا، کیونکہ افسانہ اسی شاعر کے سوانح حیات سے لیا گیا ہے، اس کے خاص خاص آرٹسٹ پہاڑی سانیال، پرتھوی راج، نیمو، چھایا، کانن بالا، رام پیاری وغیرہ ہین۔

لالہ سام کشن کپور۔ اپنا فلم مندر تیار کرا رہے ہین جس کے ڈائرکٹر مسٹر کاردار اور اداکار آغا محمود شاہ کاشمیری، راج کماری، اور کپور ہین۔

امپیریل فلم کمپنی: ایک ایسے تاریخی فلم کی تیاری مین سرگرم ہے جس سے اسلامی دنیا مین بہت اشتیاق پیدا ہوگیا ہے، امید کی جارہی ہے کہ اپنے تمام سابقہ فلمون سے یہ فلم "سلطان صلاح الدین" بہت زیادہ دلچسپ پرجوش اور اس قابل ہوگا کہ اس مین اعتراض کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

ساگر موویٹون: کوکیلا بہت جلد تیار کیا جانیوالا ہے، جس مین موتی لال، صدیقی اور سبیتا وغیرہ کو اداکاری کے لئے نامزد کیا گیا ہے "کیپٹن کرتی کمار" کی تکمیل ہوچکی ہے، "زمیندار" کی تیاری مین مسٹر محبوب ہمہ تن مصروف ہین،

وادیا موویٹون: "ہری کین ہنسا" اور "طوفان ٹارزن" کی شوٹنگ بہت تیزی سے ہورہی ہے، چینی افسانے کا فلم "نوجوان" بہار لکشمی مین شاندار کامیابی سے چل رہا ہے۔

سنگیت فلم کمپنی: جدن بائی کی "آخری منزل" تیار ہوچکی ہے اس مین مس حتاب، مس شانتی، ماسٹر ماروتی راؤ، پہلوان اور لے حسین کام کرنے والے ہین، عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ فلم نہایت بہترین اور قابل تقلید ہوگا، نام کا تصور بہترین خیالات کا ضامن ہے۔

بمبئی ٹاکیز: "اچھوت کنیا" کئی ہفتون سے نہایت کامیابی کیساتھ پیراڈائز مین دکھائی جارہی ہے۔ "طوفانی" کی شوٹنگ ہورہی ہے،

سروج موویٹون: مشہور ڈرامہ نسٹ مسٹر ضیاء، مسٹر چودھری، جے راج کمار، روز، درگا کھوٹے، اور سریندر عنقریب یہ تمام لوگ ایک شاندار فلم تیار کرنے والے ہین۔

پریزیڈنٹ

پربھاوتی —— پربھاوتی کاٹن ملز لمیٹڈ کی پریزیڈنٹ —— اپنی شعریت جسمانی اور لطافت حسن وجمال کے باوجود ایک لطیف اور غیر حساس شخصیت تھی، سولہ برس کی عمر مین اس نے اپنے باپ سے کپڑے بننے کا ایک مختصر سا کاروبار ترکہ مین پایا تھا۔ اور اس وقت سے لیکر موسم گرما و سرما کی بارہ کیف آور بہارین اپنی پوری رعنائیون اور دل آویزیون

کے ساتھ جوانی کی امنگون کی بارشین برساتی اور شباب کے ولولون کی نسیم سحری سے امیدون کو جگاتی آئین، لیکن افسردہ خاطر ہوکر پریشان وپشیمان واپس چلی گیئن، کیونکہ پربھاوتی کی تمام دلچسپیان، اس کے حسن فتنہ زا کی شوخیان اور اس کے حشر پرور جذبون کی تمام بجلیان محنت کے ہمہ گیر دیوتا کے سامنے سرنگون ہو چکی تھین اور وہ ہستی جس کی نسائیت کو فطرت کی یہ لاڈلی بیٹیان اپنی شراب کیف کے چھینٹون سے بیدار کرنا چاہتی تھین اپنے مختصر سے ایک کاروبار کو ایک عظیم الشان پر عظمت و پرشوکت کارخانہ مین تبدیل کرنے کی کوششون مین مصروف تھی مزدورون کی موجودگی انکی کشمکش حیات مشینون کی غیر انسانی چیخ وپکار کے علاوہ وہ دنیا کی تمام دلفریبیون اور دل آفریبیون، زندگی کی تمام رعنائیون اور رنگینیون سے بے خبر تھی، یہان تک کہ غیر ارادی طور پر وہ خود بھی ایک غیر حساس مشین بن گئی تھی، اس کے کسی کام مین جذبات کو دخل نہین تھا، اسکی نگاہون مین مقرر کردہ اصول و قواعد کے خلاف کوئی مفید کام کرنیوالا بھی ایسا ہی لائق سرزنش تھا جیسا کہ گستاخ مجرم لائق سزا

اسی لئے جب پرکاش نامی مزدور نے اپنی خداداد قابلیت سے افسر اعلی کی خواہش یا حکم کے بغیر ساڑھیون کے چند نادر اور نفیس ڈزائن تیار کئے تو اس کی جرأت کو بیجا اور شوق کو فضول جان کر سخت سزا دیگئی پرکاش نے ہنر کی یہ ناقدری دیکھکر انتہائی دیدہ دلیری سے کام لیتے ہوئے پریزیڈنٹ کے روبرو یہ دعوی کیا کہ اس کے تیار کردہ نمونے درحقیقت لاجواب اور انقلاب آفرین ہین، لیکن پریزیڈنٹ کی خود رائی اور بااصول طبیعت اجازت نہین دیتی تھی کہ وہ خالی الذہن ہوکر اس معاملہ پر غور کر سکے، پرکاش نے اسی غیظ وغضب سے یہ بھی کہا کہ جس مشین پر وہ کام کرتا ہے اس کی حالت اچھی نہین اور ایک نہ ایک دن اسکی جگہ کام کرنیوالا پریزیڈنٹ کی بیفکری اور بے پروائی کا ماتم کرتا ہوا رخصت ہوجائیگا، یہ گستاخانہ فقرے پریزیڈنٹ کی ایسی توہین تھے کہ اس کے بعد پرکاش کے لئے "پربھاوتی کاٹن ملز" مین کوئی جگہ نہ تھی، اس لئے اسکو فوراً برطرف کردیا گیا، لیکن اسی دن اس کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی جس مشین پر وہ کام کیا کرتا تھا، ٹوٹ گئی، ایک بدنصیب مزدور کی زندگی برباد ہوگئی اور اس جانکاہ حادثہ نے پریزیڈنٹ کو اپنے دل کی گہرائیون مین اس امر پر مجبور کیا کہ اس گستاخ شخص کے بیان مین سچائی ضرور تھی۔

غریب وبدنصیب پرکاش سچ بولنے کے جرم اور اپنی غیر معمولی قابلیت کی سزا بھگتنے کے لئے نئی نوکری کی تلاش مین دربدر کی ٹھوکرین کھاتا پھرتا تھا، زندگی کے دن کاٹنا اس کے لئے مشکل ہوگئے تھے، ایک بیوہ بہن اور ایک یتیم بھانجے کی پرورش بھی اس کے ذمہ تھی، ایک دن حیران وسرگردان، مایوس و نامراد وہ ایک دیوار کے سایہ مین دلشکستہ دور از منزل مسافر کی طرح بیٹھ گیا، یہ دیوار ایک "گرلز ہوسٹل" کی تھی، جہان عشق کا دیوتا اپنی سریلی بنسری سے دلون کو دیوانہ بنا رہا تھا، کیوپڈ کا تیر پرکے ساتھ ساتھ حسن کی جان، نزاکت کی تصویر، ارٹھ شوخ سرو نازک کی طرح موزون اور موسم بہار کی ہواؤن کی طرح پرشباب شیلا کو بھی گھائل کرگیا، وہ غرور حسن کو بھول کر زندگی مین پہلی مرتبہ لرزان خیز؟

دیوتائے عشق کے حضور مین عقیدتمند پجاری کی طرح سرنگون ہو گئی، دونون سمندر کی ہلکی موجون کی طرح ایک دوسرے سے ملے اور کیف وسرور کی روح پرور ستیون مین چور، ایک دوسرے سے اس طرح جدا ہوئے کہ نظرون نے نظرون سے اور دل نے دل سے وفا اور محبت کا وعدہ کر لیا۔ لیکن تنگ دل تنگ خیال، پابند وضع، کالج کے قدامت پسند مشیران کار نے ——— ایک تہذیب سوز، مخرب اخلاق حرکت کا مرتکب گردان کر اپنے کالج کے ننگ وناموس کو برقرار رکھنے کے لئے شیلا کو کالج سے نکال دیا اور اس غریب مجبور کو اپنے گناہ لطیف کی لطیف تر معصومیت کے اظہار کا موقعہ بھی نہ دیا گیا، ایسی قدامت پسندی ایسی تنگ نظری، کیا اس قومی درسگاہ کے خدایان تہذیب واخلاق کو زیبا تھی۔ کون کہہ سکتا تھا اور کیا یہ قسمت کی انتہائی ستم ظریفی نہین کہ شیلا خوبصورت محبت کرنے اور محبت کی گھڑیون کو نہ بھولنے والی شیلا "پربھاوتی کاٹن ملز" کی پریزیڈنٹ کی چھوٹی بہن تھی، بہت چھوٹی اور اپنی بڑی بہن کے برعکس خوش مزاج، خوش رہنے اور خوش رکھنے والی، دونون ایک دوسرے کو دیوانہ وار چاہتی تھین، گو دونون کے اظہار محبت کے طریقے بھی طبیعتون کی طرح بالکل مختلف تھے۔

پرکاش کی تیار کردہ ساڑیون کے ڈزائن بازار مین آتے ہی اسقدر مقبول ہوئے کہ "پربھاوتی کاٹن ملز" والے حیران وششدر رہ گئے اور زندگی مین پہلی مرتبہ پریزیڈنٹ نے ایک معطل شدہ آدمی کے متعلق یہ غور کرنے کی تکلیف گوارا کی کہ اس شخص کے ساتھ انصاف نہین کیا گیا، اسی خیال کی موافقت مین ایک اور منصف مزاج بھی غور کر رہا تھا، اور وہ کمپنی کا طبی مشیر ڈاکٹر سیٹھی تھا، ڈاکٹر سیٹھی کمپنی کا دوست مشیر اور رہبر ہی نہ تھا بلکہ ایک اعلیٰ شخصیت، دلی ہمدرد اور شریف ترین انسان بھی تھا جو اپنے دیوانہ دل کی گہرائیون مین ایک ایسے جذبے کی پرورش کر رہا تھا، جس کو لفظون کے پیراہن مین زبان پر لاتے ہوئے اس کے دل مین

سیماب کی تڑپ اور جسم مین غیر مرئی لرزش پیدا ہو جاتی تھی، سالہا سال سے وہ پریزیڈنٹ کی محبت کی آگ مین سلگ رہا تھا مگر خاموش صابر اور منتظر۔———

پرکاش بیروزگار، دل شکستہ و دل گرفتہ اپنی بیوہ بہن سے اپنی حالت کو چھپانے کی انتہائی کوشش کر رہا تھا، وہ جانتا تھا کہ اس ناداری کو دیکھ اور سمجھ کر اس کی غم نصیب بہن کا دل بالکل ٹوٹ جائیگا، اور رنج و الم کی مایوسیون کی اس تاریک و تار گھٹا مین اس زندگی کے مرجھائے پھول کو تازگی سے مایوس کر کے اور زیادہ خشک بنا دیگی جو باد تند کے اس تازہ جھونکے کا مقابلہ نہین کر سکیگا، دینو ایک رفیق کار اور سچا دوست پرکاش سے مصر تھا کہ وہ پریزیڈنٹ کے پاس دوبارہ جائے اور ملازمت کی درخواست کرے، دینو کے نقطہ خیال مین مفلسی اور بیچارگی کی ایسی حالت مین اس قدر غرور جائز نہ تھا، پرکاش اسی کشمکش مین مبتلا تھا کہ ایک دن پریزیڈنٹ نے اسے اس عذاب سے نجات بخشی، زہرہ کے وصل کی طرح ناممکن الحصول، مریخ کے ارادون کی طرح بے رحم پربھاوتی ایک دن پرکاش کے غریب خانہ پر خود آئی اور پیشتر اس کے کہ دینو اور پرکاش اپنی نظرون کو اس کی موجودگی کا یقین دلا سکین ان کے کانون نے پریزیڈنٹ کا یہ تحیر خیز فیصلہ سنا کہ پرکاش "پربھاوتی کاٹن ملز" کے ڈزائن ڈپارٹمنٹ (محکمہ) کا افسر اعلیٰ مقرر کیا گیا، حیرت کی بیچارگی اور تعجب کی پریشانی مین دونون دوست دیر تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے، غربت و افلاس کے بادل دور ہو گئے، پریشانی و پشیمانی کی گھٹائین چھٹ گئین، زندگی کا دیوتا خورشید کی طرح مسکرانے لگا، دنیا کی زمانہ شناس پری تبسم کے پھول نچھاور کرنے لگی، عیش و آرام کی دیوی نے غربت و افلاس کو گھر سے نکال دیا۔ پرکاش اپنی پیاری بہن اور لاڈلے بھانجہ کے لئے تحفہ تحائف سے لدا ہوا گھر واپس آ رہا تھا کہ ایک قیمتی کار قوس و قزح کی طرح رنگ بدلتی بجلی کی رفتار کے ساتھ اس کے قریب سے گذری وہ بال بال بچ گیا اور اس نے غرور مردانگی سے بیچین نظرین اٹھا کر دیکھا ——— تو دیکھتا ہی رہ گیا ——— کار مین اس کے تخیل کو حسن سے اور شوق کو تجلیون سے مسحور کرنیوالی شہزادی عہد جوانی کے زرین خواب کی طرح کہین سے آ رہی تھی اور کہین کو جا رہی تھی۔ ——— دوسری مرتبہ جب قسمت نے اپنی محیر العقول ستم ظریفی کا ثبوت دیا تو وہ دونون پریزیڈنٹ کے کمرے مین دوچار ہوئے اور بڑی بہن نے چھوٹی بہن کا تعارف اپنے محکمہ ڈزائن کے افسر اعلیٰ سے کرایا، اسے کیا خبر تھی کہ وہ شمع کا تعارف پروانے سے کرا رہی ہے، اور اسکی موجودگی مین بلبل پھول کی بارگاہ حسن مین خاموش نظرون اور غیر مرتعش ہونٹون کیساتھ اپنی عقیدت اور محبت کا ہدیہ پیش کر رہی ہے

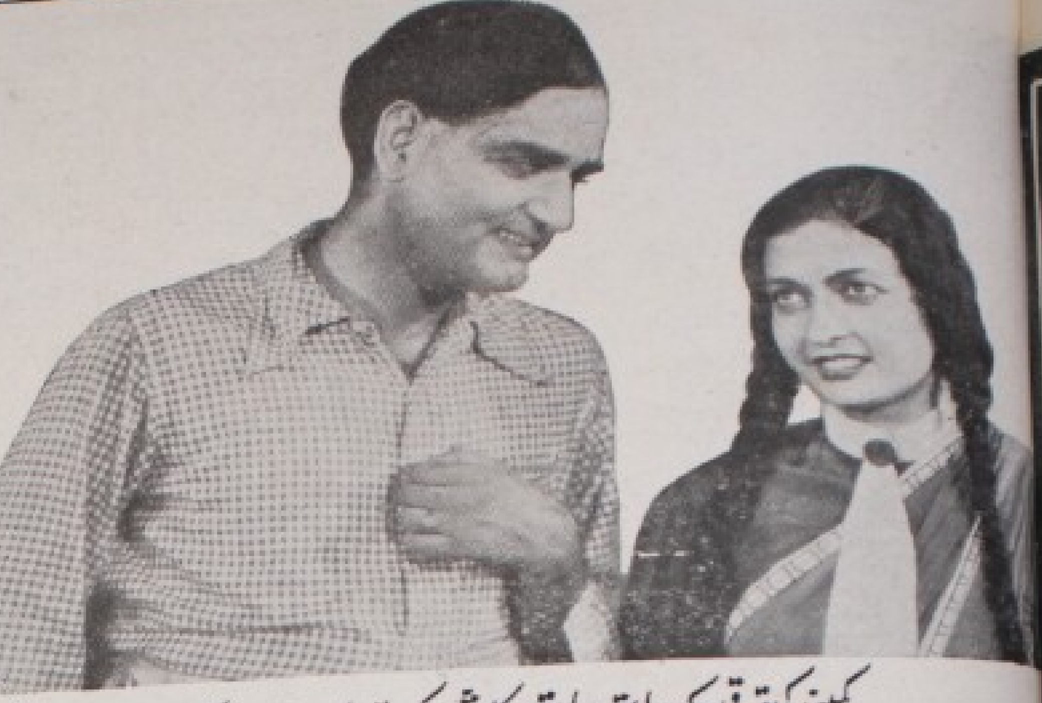

کمپنی کی ترقی کے ساتھ ساتھ پرکاش کے رتبہ اور عزت میں بھی ترقی ہوتی گئی، یہاں تک کہ ایک دن وہ کارخانہ کا جہان سے ایک وقت لاوارث، نادار کی طرح نکال دیا گیا تھا، جنرل منیجر بنا دیا گیا، قسمت مسکرائی اور زندگی اور خوشگوار بن گئی ——— عقل باور نہین کریگی اور دماغ کبھی تسلیم نہین کریگا مگر یہ امر واقعہ ہے کہ پریزیڈنٹ اپنے دل مین دن بدن اس غیر معروف شخص کے لئے جگہ محسوس کرنے لگی۔ اس لئے نہین کہ وہ بلا کا کام کرنے والا تھا، نہ فقط اس لئے کہ وہ اپنی گذشتہ بیرحمی کا کفارہ ادا کرنا چاہتی تھی، اور نہ صرف اس لئے کہ اسکو اس شخص کی حالت پر رحم یا ترس آتا تھا۔ بلکہ کوئی کشش تھی غیر مرئی کوئی اور جذبہ تھا مبہم، اور غیر معلوم جو پریزیڈنٹ کو اس نوجوان کیطرف کھینچے لئے جاتا تھا۔

کیا یہ موسم بہار کی لطافتون کا اثر تھا، کیا جوانی اور شباب اپنے تقاضون کا مطالبہ کر رہے تھے، کیا درد نا آشنا کیوپڈ نا دانستہ نہین، دانستہ طور پر ایک مرتبہ اور تیر پھینک رہا تھا، پربھاوتی اب وہ جیسی سرد مہر، محنتی، خالی از جذبات مشین نہ تھی، جس کی صورت دیکھکر مزدور لرزہ براندام ہو جاتے تھے، زندگی مین پہلی مرتبہ اپنی مصروفیتون کو چھوڑ کر وہ علیحدہ ہو گئی، اب اسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ ایک عورت بھی ہے، جس کا دل نئی نئی امنگون اور نئے نئے ولولون کی آماجگاہ ہے جہان حسرتین پرورش پاتی ہین، اور شوق دیوانون کی طرح دست و گریبان ہوتے ہین، مدت دراز سے بھولی ہوئی جوانی کی روح اب چونک اٹھی، بیدار ہو گئی اور اپنے تقاضون کا پوری شدت سے انتظار کرنے لگی، فطرت جن کے پورا کرنیکا وعدہ کر چکی تھی، لیکن پربھاوتی کی خیر جلتی سختیون نے پابہ زنجیر کر رکھا تھا، پربھاوتی محبت کا تیر، ظالم کیوپڈ کا تیر، دل کو درد نا آشنا اور آنکھونکو آنسوؤن سے شناسا کرنیوالا تیر، کھا چکی تھی، وہ ایسی شراب ارغوانی کا جرعہ پی گئی تھی جس کے سوز مین ساز کا کیف اور جس کے ساز مین آگ کے شعلے پنہان ہوتے ہین، محبت ——— آہ ——— محبت کی ہمہ گیری ——— کہ پربھاوتی، شیلا، پرکاش، سیٹھی، سب اس کی زلفون کے اسیر تھے، سب مجبور اور بے بس تھے، منتظر، قفس مین بے بال و پر بلبل کی طرح، بہار کی روح نواز ہواؤن اور آزادی کے منتظر، اس آزادی کے جو ایک نئی قسم کی اسیری ہوتی ہے ———

پربھاوتی کے ولولے اور امیدین، حسرتین اور ارمان، امنگین اور آرزوئین اب خواب نہ تھین بلکہ حقیقتین تھین حقیقتین، جو پوری ہو سکتی تھین، حاصل ہو سکتی تھین، جن سے زندگی کے کاشانہ کو آراستہ اور منور کیا جا سکتا، اور جن سے فطرت کے عطیون کا پوری لذت کیساتھ لطف اٹھایا جا سکتا تھا۔ ———

ڈاکٹر سیٹھی کی دوربین نگاہین پربھاوتی کے دل کی حالت کو جان گئین، وہ سمجھ گیا کہ پریزیڈنٹ کی دنیا مین انقلاب پیدا ہونیوالا ہے، اور اسے غیر احساس لوہے کی مشین سے گوشت پوست کا وہ جاندار پیکر بنانیوالا ہے، جسے الفت و محبت کی تصویر عورت کہتے ہین، عورت

فطرت کا ایک لطیف شعر، قدرت کا موہ لینے والا ایک شاہکار، وہ اس کیساتھ ساتھ یہ بھی جان گیا کہ یہ انقلاب برپا کرنیوالے اسکی آنکھون کے خاموش پیغام نہین جس مین وہ اپنی روح کو حلول کردیا کرتا تھا جن مین اس کے دل کی عقیدتمندیان، التجائین، تمنائین ایک جذبۂ پرستش بنکر سمٹ آتی تھین، وہ جان گیا کہ پریزیڈنٹ کی تمناؤن کا مرکز، اس کے شوق کی پرستش گاہ کوئی اور ہے اور وہ حیران تھا اس لئے نہین کہ پریزیڈنٹ کی نئی بیداری اسکی امیدون کو موت کی نیند سلا رہی تھی، اس لئے نہین کہ وہ ایک کامیاب رقیب کو اپنی آنکھون کے سامنے کامیابی کی منزلین طے کرتا ہوا دیکھ رہا تھا، اسلئے بھی نہین کہ گمنامی، محرومی، مایوسی، بدنصیبی، کی ایک بھیانک زندگی، ایک ہیبت ناک دیو کی طرح آہستہ آہستہ قدم اٹھائے اسے ناشاد و نامراد کرنے کے لئے بڑھتی چلی آرہی تھی، بلکہ اس لئے کہ اس عقدۂ پیچیدہ کا کوئی حل اسکی سمجھ مین نہین آتا تھا کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ پریزیڈنٹ پربھاوتی اپنی خواہشات مین کبھی کامیاب نہین ہوگی اور اس ناکامی امید پر اسے سخت صدمہ ہوگا، ڈاکٹر سیٹھی یہ بات برداشت نہین کرسکتا تھا کہ پربھاوتی کے دل پر کوئی ایسی کاری ضرب لگے۔ اس لئے باوجود انتہائی مشکلات کے اس نے اس گتھی کو سلجھانیکی ایک اخیری کوشش کی ——

سالگرہ کے موقعہ پر ڈاکٹر سیٹھی نے اپنے دیگر دوستون کے ساتھ ایک ڈرامہ تیار کیا جسے اس نے خود لکھا تھا اور جو پریزیڈنٹ کے ڈرائنگ روم مین کھیلا گیا، باہر تماشائیون مین ہر شخص خوش و خرم تھا،

مسرت کا جوش رگون مین تیزی کیساتھ حرکت کر رہا تھا، ڈرامہ کی دلچسپیان اور دلفریبیان کیف آورین اور مبہوت کن تھین، لیکن اندر سپ پر ان اداکارون پر زندگی کی تلخ حقیقتون کا بتدریج انکشاف ہو رہا تھا۔

جھوٹے واقعات دفعتہً خوفناک اصلیت کا رنگ بدل گئے اور دونون بہنون نے پہلی مرتبہ ایک تلخ تجربہ کو بے نقاب دیکھا کہ وہ دونو چھوٹی اور بڑی بہن ایک دوسرے کی رقیب تھین، دونون ایک ہی مرد کی دیوانی اور ایک ہی تیر کا نشانہ تھین —— اسٹیج پر ڈرامہ ختم ہوگیا لیکن اصلی زندگی کے ڈرامہ کو ختم کرنا اب انسانی عقل و تدبر کی بات نہین تھی، حقیقت آشکارا ہوچکی تھی، تلخ شراب کا گھونٹ کام کر رہا تھا ——

اسی دن نصف شب کو جب ظلمت دنیا کی پیشانی پر ایک دبیز نقاب بنکر پڑی تھی اور سکوت ایک ہیبتناک نشہ بنکر چھایا ہوا تھا، شیلا گھر سے نکلی، وہ اپنی بہن کی خاطر اسکی خوشی اور مسرت کے لئے ہمیشہ کیواسطے گھر سے فرار ہو رہی تھی، اس کے تمام ارادے اور منصوبے، خواہشات اور جذبات اس ایک نقطہ پر جمع تھے کہ وہ دور بہت دور پہونچ جائے، تاکہ اس کی موجودگی اس کی بہن کی تمناؤن اور خواہشون کو فنا نہ کرسکے، لیکن اسے کیا خبر تھی کہ پربھاوتی کے دل مین بھی اسوقت یہی ارادہ پرورش پا رہا تھا، وہ بھی اپنی مسرت پر اسکی مسرت کو، اپنی زندگی پر اسکی زندگی کو، اپنی محبت پر اسکی محبت کو ترجیح دیتی تھی، اور دنیا کی کوئی طاقت، فطرت کا کوئی انقلاب، قسمت کی کوئی شرارت اس فیصلہ کو تبدیل نہین کرسکتی تھی ——

پر بھاوتی اپنی تمام کوششوں کے باوجود اپنے آپے مین نہ تھی، اس کا جسم اور روح دونوں مجروح تھے، وہ ایک زبردست بوجھ کے نیچے دبی جاتی تھی، حیران و دل شکستہ پرکاش کام کی مصروفیت مین اپنے مجروح دل کو تسکین دینے اور اس ہمہ گیر غم کو بھول جانے کی کوشش کرنے لگا، اس ڈوبتے انسان کی طرح جو تنکے کے سہارے کو جینے کا وسیلہ سمجھتا ہے، صبح شام روز و شب اب دفتر کا کام تھا اور وہ تھا، وہ خود بھی چوبیس گھنٹے کام کرتا تھا اور اپنے ساتھ دوسرونکو بھی مجبور کرتا تھا، یہانتک کہ کمپنی کے تمام مزدور اس کا تمام عملہ اس سختی کا مقابلہ نکر سکے اور جسموں کے ساتھ ساتھ انکی روحین بھی چکنا چور ہوگیئن، دینو انتہا پسند تھا، وہ جیسا باوفا دوست تھا ویسا ہی بیرحم دو شمن بھی تھا؛ اس نے پرکاش کو تنبیہ کی، اس کو سمجھایا، لیکن جب وہ نہ مانا تو مخالفت پر کمربستہ ہوگیا، چنگاری سُلگتے ہی آگ کا شعلہ بن گئی، کمپنی کے ہر ملازم نے بغاوت پر کمر کس لی، ایکے مقابلہ مین ہزار، پرکاش کو جان کا خطرہ ہوگیا، ہر جگہ ابتری، ہر طرف مصیبت چھاگئی، یہانتک کہ موت اور زندگی کا سوال ہوگیا، خصوصاً پرکاش کے لیے ——————

پریزیڈنٹ کو جب اس تشویشناک حالت کا علم ہوا تو اس نے کیا کیا —— شیلا حسن و محبت کی تصویر، ایثار و قربانی کا پیکر باوفا، دلربا، شیلا کہاں تھی اور اس نے ایثار کا کیسا ثبوت دیا؟ ڈاکٹر سیٹھی اپنی تمام عقیدت اور محبت کے باوجود ان کے لیے کچھ نہ کرسکا دنیا ایک عجیب تماشہ گاہ ہے، زمانہ دل شکستہ انسانوں کے آنسوؤں اور آہوں سے بے پرواہ مسکراتا آتا ہے اور گذر جاتا ہے، جب تک یہ دنیا قائم ہے یہ کشمکش حیات کبھی ختم نہ ہوگی ——————

زندگی اسی کشمکش کا نام ہے ——————

عہد اولین سے زمانہ انتہا تک انسان اپنی محدود عقل و دماغ [illegible] تھا اس گتھی کو [illegible]جھانے کی کوشش [illegible] ہے اور کامیاب [illegible]ین ہوتا، اس لامتناہی [illegible] سفر کی کوئی منزل [illegible]نہیں آتی، اور جب انسان اگر تھک کر بیٹھ جاتا ہے اور اسی منزل مقصود تصور [illegible] کرلیتا ہے، تو اچانک ایک مبہم جذبہ یکایک بیدار ہوکر اس سے کہتا ہے کہ اس منزل کے بعد ایک منزل اور بھی ہے، کیا پربھاوتی اپنے فولادی ارادوں کے باوجود —— شیلا اپنے ایثار اور محبت کے باوجود —— ڈاکٹر سیٹھی اپنی عقیدت اور صبر کے باوجود —— کسی خاص نتیجہ پر پہونچ سکے؟ ——

اس دل آویز اور نتیجہ خیز فلم مین ملاحظہ فرمایئے، جس مین نیو تھیٹرز کے اداکار آپ کو آرٹ کے پورے شباب پر نظر آئین گے،

اِن فلمون کے نام ضرور یاد رکھیے!

جب آپکے قریبی سینما گھرون مین دکھائے جائین ضرور دیکھیے، ہمارے انتخاب کردہ فلم تفریح بخش، دلچسپ، دلکش اور نتیجہ خیز ہین

مدھوری	امپیریل فلم کمپنی	سلوچنا، غلام محمد، ہادی	لال چھٹی	پرکاش پکچر	پنا، للو بھائی
ڈاکو کی لڑکی	"	" " بلیموریہ	شمشیر عرب	"	" موہنی
ٹمپل بل	"	" " ہادی	بمبئی کی سیٹھانی	"	جیانت، راجکماری، رنجیت،
گل صنوبر	"	" " بلیموریہ	تلوار کا دھنی	"	" " " "
اندرا ایم۔اے	"	" بلیموریہ ہادی	پریم پجاری	جیانت پکچر	زہرا، الکنندا، بچو
انار کلی	"	" "	تقدیر	"	مہتاب، مارونی راؤ
بمبئی کی بلی	"	" " غلام محمد	لعل یمن	وادیا موویٹون	فیروز پدما
شان ہند	"	" "	جہان آرا	میڈن تھیٹرز	کجن (جہان آرا بیگم)
نورجہان	"	رملا، جمشید جی، ہادی	رشیدہ	"	"
غلام ڈاکو	"	روز غلام محمد	چراغ حسن	مہالکشمی سینیٹون	خورشید، بھائی دیبا، ممتاز
لیل و نہار	"	ولاوی، غزنوی	میڈم فیشن	سنگیت	جدن بائی
جوش انتقام	نیو تھیٹرز نیو انڈیا	ملینا، پرتھوی راج،	دل کی پکار	"	"
دیوداس	نیو تھیٹرز	جمنا، راجکماری، سہگل	جیون نیا	بمبئی ٹاکیز	دیویکا رانی
دھوپ چھاؤں	"	اوما، پہاڑی، کے۔سی۔ڈے	جنم بھومی	"	"
کروڑپتی	"	" " سہگل	پاسنگ شو	پرکاش پکچر	
منزل	"	جمنا، ملینا، پرتھوی راج	توپ کا گولہ	"	نورجہان
بھکارن	کولھاپور سینیٹون	رتن بائی، حافظ جی	چھایا	ہنس	
بمبئی میل	پرکاش پکچر	پنا، للو بھائی	دھرم ویر	"	

بکنگ کا پتہ
دوسانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

نالۂ دل

از نتائجِ فکر
جناب قدیر لکھنوی

جو آنسو بن کے ٹپکے آنکھ سے وہ خونشدہ دل ہوں
خدا وہ دن کرے میں زینتِ دامانِ قاتل ہوں

مسافر ہوں رہِ ہستی کا دور افتادہ منزل ہوں
بہت مشکل سے جو آسان ہوتی ہے وہ مشکل ہوں

نہ پوچھو کس لئے گریاں ہوں کیوں فریاد مائل ہوں
میں اک پھوٹا ہوا چھالا ہوں اک ٹوٹا ہوا دل ہوں

میری آواز پر آواز دے کر رہنمائی کر
کہ مدت سے میں تیری راہ میں گم کردہ منزل ہوں

نہیں کرتا توجہ کوئی میری آہ و زاری پر
میں اس دنیا میں آوازِ شکستِ شیشۂ دل ہوں

نہ تم کو دیکھتا میں اور نہ روتا خون کے آنسو
تمہارے ساتھ میں بھی باعثِ بربادیٔ دل ہوں

مجھے ملتا ہے بے مانگے ہوئے سب کچھ تری در سے
مرا رتبہ شہنشاہوں کا ہے حالانکہ سائل ہوں

یہ حسن و عشق کی نیرنگیاں اللہ توبہ ہے
ابھی میں مالکِ دل تھا، ابھی میں بندۂ دل ہوں

مرا سر، ان کا زانو، اور رہا اپھر اسپہ دامن کی
جبھی تک خوش نصیبی ہے مری جبتک کہ غافل ہوں

مجھے مٹی میں ملنے سے بچا لے دامنِ جاناں
میں اک آنسو کا قطرہ حاصلِ سرمایۂ دل ہوں

دبا اتنا نہ مجھکو پاؤں پھیلانیسے اے تربت
مسافر ہوں نیا ناواقفِ آدابِ محفل ہوں

لبِ دریائے الفت سے صدا پیہم یہ آتی ہے
جہاں دل کے سفینے ڈوبتے ہیں میں وہ ساحل ہوں

دل اسکا، جان اسکی، تیر اسکا، اہلِ حشر اسکے
میں کس امید پر آخر گریباں گیرِ قاتل ہوں

جہاں چھیڑا کسی نے اور مرے آنسو نکل آئے
سراپا ساز ہوں اور درد میں ڈوبا ہوا دل ہوں

قدیر آتی ہے راتوں کو صدا گورِ غریباں سے
بسی ہے مجھ میں اک دنیا مگر خاموش محفل ہوں

فلمی دنیا

ہندوستان کی شرمناک فلمی تصاویر اور ان کا پست لٹریچر ہماری بے حسی اور بدمذاقی پر ماتم کر رہا ہے

پریزیڈنٹ

نیو تھیٹرز کی نہایت کامیاب دلکش اور درد انگیز تصویر

دین دنیا (ہفتہ وار دہلی) ہر ہفتہ "فلمی دنیا" کے عنوان سے ملک کے مختلف فلمون پر تبصرہ کرتا ہے، بہت کم دیکھا گیا ہے کہ دین دنیا کسی فلم پر رعایتی تبصرہ کرکے اپنے معیار یا اپنے زاویہ نظر کو تبدیل کر دے، "پریزیڈنٹ" کے متعلق دین دنیا کا تبصرہ ناظرین عکاس کی خدمت مین پیش کیا جاتا ہے، امید ہے کہ نیو تھیٹرز کے اس بلند پایہ فلم کو زیادہ سمجھنے کا موقع مل سکے گا،

(ایڈیٹر)

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ نے جو چند کامیاب تصاویر تیار کی ہین، انمین پریزیڈنٹ نہایت عمدہ اضافہ ہے، فسانہ، ڈائرکشن، فوٹوگرافی، ترتیب اور سلیقہ جس لحاظ سے بھی اس تصویر کو دیکھا جائے، یہ کافی بلند ہے، نیو تھیٹرز کی دوسری تصاویر کے مقابلہ مین اس تصویر مین یہ خصوصیت ہے کہ ایک طرف یہ زندہ دلی کا بہترین نمونہ ہے، اور دوسری جانب انسان کو رلا دینے والا دردناک سانحہ ہے، تصویر کے بعض حصے تو اس قدر دلکش ہین کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانی جذبات کو مصور کر دیا گیا ہے، یہ تصویر نہین ہے بلکہ ہماری زندگی اور جذبات کا آئینہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اسے اس درجہ مقبولیت حاصل ہو رہی ہے جو کم از کم اس زمانہ مین تو حیرت انگیز ہے، کسی ایسی تصویر کا تیار

کرنا بڑا ہی دشوار ہے کہ وہ ادنی درمیانی اور اعلی تمام طبقون کو محظوظ کر سکے، یہ خصوصیت صرف اسی تصویر مین ہے،

ادنی طبقہ اسکی دلچسپیون سے محظوظ ہوتا ہے، درمیانی طبقہ فسانہ کی خوبی اور عمدہ ڈائرکشن کی وجہ سے پسند کرتا ہے، اور اعلیٰ طبقہ کے لئے اس مین زندگی کا فلسفہ ایک ایک ٹکڑے مین نظر آتا ہے، غرضکہ بحیثیت مجموعی یہ نیو تھیٹرز کی نہایت اچھی تصویر ہے؛

اس تصویر کا فسانہ مسٹر ایم۔ ایم بیگ کے تخیل پر نیو تھیٹرز کے مشہور ڈائرکٹر مسٹر نتن بوس نے مرتب کیا ہے، فسانہ کا خلاصہ یہ ہے کہ "کاٹن ملز کی مالکہ اور پریزیڈنٹ مس پربھاوتی جوانی اور شباب کے جذبات سے بیخبر اپنے کارخانہ کو ترقی دینے کی فکر مین لگی ہوئی تھی، ایک روز کارخانہ کے معائنہ کے بعد پربھاوتی نے کارخانہ کے ایک ملازم پرکاش کو اس جرم مین ملازمت سے علیحدہ کر دیا کیونکہ اس نے پریزیڈنٹ کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے نئے ڈزائن کی ساڑھیان تیار کرنا شروع کر دی تھین، پرکاش ملازمت سے علیحدہ ہونیکے بعد ایک روز خاک اڑاتا پھر رہا تھا، وہ تھک کر ایک زنانہ اسکول کی دیوار کے نیچے بیٹھ گیا، ایک لڑکی دیوار پر سے کود ی، یہ لڑکی کارخانہ کی مالکہ پربھاوتی کی چھوٹی بہن شیلا تھی، اگرچہ شیلا اور پرکاش کی یہ ملاقات اتفاقی تھی، مگر اس اتفاقی ملاقات نے دونون کے دلون کو مسحور کر دیا، شیلا پھر اسکول مین چلی گئی، اور استانیون کے غصہ کا شکار بنی اور پرکاش گھر آگیا، مگر دونون کے دلون مین محبت کا نقش جاگزین ہو گیا تھا، پرکاش عام بیکاری مین جب اپنے بھانجے کیساتھ دل بہلا رہا تھا تو وہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ پربھاوتی اسے ملازمت پر واپس لیجانے کے لئے خود آئی ہے، اور اسکی آمد کا سبب یہ تھا کہ پرکاش کے جدید ڈزائن کی ساڑھیان بیحد کامیاب ہوئین، پربھاوتی نے پرکاش کی کافی قدردانی کی رفتہ رفتہ وہ کارخانہ کا جنرل منیجر بن گیا، اور اب وہ شیلا سے بہت قریب ہو گیا، شیلا اور پرکاش زندہ دلون کی زندگی گذار رہے تھے، مگر ان کی زندگی مین ایک انقلاب ہو گیا، اس کا سبب یہ تھا کہ شیلا کی بڑی بہن پربھاوتی بھی پرکاش کو دل دے بیٹھی تھی، کچھ مدت تک تو یہ راز چھپا رہا، آخر طشت ازبام ہوا، دونون بہنین الجھن مین پڑ گئین کہ کیا کرین، آخرکار نتیجہ یہ ہوا کہ شیلا گھر سے نکل گئی، پربھاوتی دیوانی ہو گئی مگر پربھاوتی نے دیوانی ہونیکے باوجود چھوٹی بہن شیلا کے لئے ایثار کا ثبوت دیتے ہوئے پرکاش کا خیال چھوڑ دیا، مگر اس کو اتنا صدمہ ہوا کہ وہ زندہ نہ رہ سکی، وہ دنیا سے چلی گئی اور پرکاش و شیلا کو محبت کی دنیا مین کیف حاصل کرنے کے لئے اس نے راستہ صاف کر دیا"

یہ ہے اس افسانہ کا لب لباب، افسانہ نہایت دلکش طریقہ پر شروع ہوتا ہے لیکن نصف فلم کے بعد فسانہ کی دلکشی دردانگیزی مین بدلنی شروع ہوتی ہے، اور آخر مین جا کر بیحد دردانگیز ہو جاتا ہے

اس تصویر کے ڈائرکشن کے فرائض مسٹر نتن بوس نے انجام دیئے ہین اور اس قدر خوبی کے ساتھ فسانہ کو ڈائرکٹ کیا ہے، کہ اکثر اوقات تصویر پر حقیقت کا دھوکا ہونے لگتا ہے، جابجا نہایت خوبصورت اور دل کو بے چین کر دینے والے پرٹچ دیئے گئے ہین، اظہار محبت کا انوکھا ٹچ بہت عمدہ ہے، تصویر مین جہان بھی پرکاش اور شیلا کی محبت کا رنگ بھرا گیا ہے نہایت خوبی کے ساتھ بھرا گیا ہے، شیلا جب پرکاش کے ہان آتی ہے اور کھانا کھاتی ہے، اس موقع پر پرکاش شیلا دینو بھائی اور بیوہ بہن کے جذبات جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہین نہایت خوبی کے ساتھ دکھائے ہین، تھیٹر کے سین کے بعد پرکاش کی تصویر کی وجہ سے سارے راز کے طشت ازبام ہونیکا سچ نہایت اچھا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی چند کمزوریان بھی ہین،

مثلاً ابتدا مین پربھاوتی جب پرکاش کو علیٰحدہ کرتی ہے تو اسکی پرکاش جیسے ادنی ملازم سے گفتگو اس کے درجہ سے گری ہوئی ہے، شیلا کو اسکول سے نکالتے وقت استانیون کی حرکتین بیحد مضحکہ انگیز ہین، پربھاوتی جیسی بااصول عورت کا پرکاش جیسے ملازم کے مکان پر صرف اس لئے جانا کہ اس کے بنائے ہوئے ڈزائن کامیاب ہوگئے تھے، بھلا نہین معلوم ہوتا۔ کیونکہ پرکاش کو دفتر مین بھی بلایا جا سکتا تھا، تھیٹر کے خاتمہ کا ایک سین اور دکھانا چاہئے تھا تاکہ یہ معلوم ہوسکتا کہ تھیٹر کے تماشہ کا کیا حشر ہوا، پربھاوتی کو مار کر فسانہ ختم کرنا اگرچہ فن فسانہ نگاری کے لحاظ سے بالکل درست ہے، لیکن اگر اسے مارے بغیر فسانہ ختم ہوسکتا تو شاید پبلک اسے زیادہ پسند کرتی آخر مین شیلا اور پرکاش کی یکجائی کی ایک سین کی اور ضرورت ہے کیونکہ اس سین کے بغیر خاتمہ نامکمل معلوم ہوتا ہے، اس کے علاوہ تصویر کا نام اچھا نہین ہے، یہ ہین چند معمولی خامیان لیکن ان خامیون کے مقابلہ مین خوبیان بہت زیادہ ہین۔

کرداروں نے اپنا کام بہترین انجام دیا ہے، سہگل جس نے پرکاش کا کام کیا ہے وہ اس تصویر مین تمام سابقہ تصاویر سے زیادہ کامیاب ہے جتنا زندہ دل اس تصویر مین سہگل کو پایا جاتا ہے اتنا کسی تصویر مین نہین پایا گیا، آخر مین جاکر زندہ دلی کو مردہ دلی مین جس خوبی کیساتھ سہگل نے تبدیل کیا ہے وہ بیحد قابل تعریف ہے، نواب جس نے پرکاش کے دوست وینو بھائی کا کام کیا ہے، اس کا کام بیحد دشوار ہے، کیونکہ اسے اکثر اوقات متضاد جذبات پیش کرنے پڑے ہین، لیکن نواب نے متضاد اور مشکل پارٹ کو نہایت ہی خوبی کے ساتھ ادا کیا ہے، کملیش کماری جس نے پریزیڈنٹ کا کام کیا ہے، ابتدا مین اسکا کام ہلکا تھا لیکن جون جون تصویر بڑھتی گئی کملیش کماری کا کام بھی بلند ہوتا چلا گیا، لیلا دیسائی جس نے شوخ لڑکی شیلا کا کام کیا ہے، سب سے زیادہ کامیاب ہے، نیو تھیٹرز کے ڈائرکٹر کی یہ انتہائی قابلیت ہے کہ پہلی ہی تصویر مین اس نے شیلا کو اسٹار بنا دیا، شیلا نے شوخ لڑکی کا اتنا بہتر کام کیا ہے کہ شاید کوئی پرانی سے پرانی ایکٹریس بھی نہ کرسکے، شیلا کا کام زندگی اور جذبات کا بہترین نمونہ ہے، جگدیش سیٹھی جس نے ڈاکٹر سیٹھی کا کام کیا ہے اس کے کام مین بیحد سنجیدگی ہے، کمسن بچے صابر علی کا کام بھی بہت اچھا ہے غرضکہ ہر اداکار نے پوری محنت اور ذمہ داری کے ساتھ کام کیا ہے، بہرحال نیو تھیٹرز کی یہ تصویر انسانی جذبات کے نشیب و فراز اور غم و مسرت کی آمیزش کا بہترین نمونہ ہے۔

"دین دتیا"

ورمانی پروڈکشن کا بہترین اور سوشل فلمی کارنامہ

ڈائرکٹر — پریم مورتی — رام دریانی

جس مین سردار اختر، پدما دیوی، اندو کماری، منذیر، پریم، گوپ، دیوا شنکر، کملاکر وغیرہ نے اپنی نیچرل اداکاری سے اس فلم کو چار چاند لگا دیے ہین،

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

غزل

ا ر مسعود

ہوئی ہے جب سے گرمیٔ غم کی پیدا پردۂ دل میں،
برنگ شمع سوزاں جل رہا ہوں انکی محفل میں

نکلتی جاتی ہیں جو آرزوئیں وہ بھی ہیں دل میں
کہ دریا بہ رہا ہے پھر بھی ہے آغوش ساحل میں

جناب شیخ کو کیوں دخل ہو میرے مشاغل میں
بزرگوں کی جگہ سر پر حسینوں کی جگہ دل میں

نگاہِ ناز کے نشتر میں ہے کیسی دلآویزی
کہ اک دنیائے الفت موجزن ہے خون بسمل میں

خدا رکھے جنوں ساماںیوں کو رہتی دنیا تک
ترے ناز و ادائیں اور مرے جذبات کامل میں

نگاہ ہو نکا فسوں جلوے کی حیرت شوق کی گرمی
مرتب ہو کے یہ فتنہ محبت بن گئے دل میں

ہجوم یاس شوق آرزو جب حد سے بڑھتے ہیں
بسا لیتا ہوں دنیائے محبت دامن دل میں

معاذ اللہ انکا التفات آرزو پرور
مری ناکامیٔ جاوید کام آ گئی مشکل میں

رقیبوں میں مرے افسانۂ ہجراں کا چرچا ہے،
مری رسوائیوں کی داستاں ہے تیری محفل میں

ترے حسن جہاں آرا کے جلوے دیکھتا ہوں میں
شعاع مہر تاباں میں ضیائے ماہ کامل میں

ہماری زندگی کے صابری یہ دو ہی حاصل ہیں
زباں پر نام ہے انکا اور ان کی یاد ہے دل میں

تاج پروڈکشن

مایۂ ناز افسانہ نویس سید امتیاز علی تاج کا بہترین شاہکار

سہاگ کا دان

جس میں

مس بِبّو، انوری بائی، نندی کھنہ، ہیرالال، جگل کشور، گو سائیں، دیوکی نندن کے بہترین اداکاری کی ہے۔ سرسیمش کو حیرت انگیز

سہاگ کا دان ایک قدیم قصہ جو ایک عورت کی قربانی اور بے غرضانہ محبت کا مرقعہ ہے جو اسکی ایک مرد سے محبت اور وہ بیتا تون کی اور پر اثر طریقہ پر نہایت دلکش انداز سے پیش کیا ہے

بکنگ کا پتہ
انڈیا فلم بیورو
لاہور — بیڈن روڈ بلڈنگ نمبر ۵
دہلی — پوسٹ بکس نمبر ۱۰۴
کراچی — پوسٹ بکس نمبر ۲۵۳
پشاور — کابلی بازار اسٹریٹ

ہمیشہ اچھے فلم دیکھنے کی کوشش کیجئے

مغربی اور جنوبی ہند

کے ناظرین فلم کے لئے مشہور اور ہر دلعزیز پکچریں ہمارے یہاں سے طلب کیجائیں

صبح کا ستارہ	نیو تھیٹرز لمیٹڈ	دھوپ چھاؤں	نیو تھیٹرز لمیٹڈ	مہارانی	گندھرو اسینیٹون
دلاری بی بی	"	کروڑپتی	"	بالا جوبن	"
جوشِ انتقام	"	مایا	"	میری پیاری	"
پورن بھگت	"	منزل	"	خون کا خون	اسٹیج فلم کمپنی
راج رانی میرا	"	بہار سلیمانی	سروج مووی ٹون	پتیت پاون	پرتیما پکچرز
دیوداس	"	چندرا	"	طلسمی ہیرا	راجی مووی ٹون
یہودی کی لڑکی	"	اعلان جنگ	"	بنارسی ٹھگ	مٹوز مووی ٹون
چنڈی داس	"	غیبی ستارہ	"	بھکارن	کولھاپور سینیٹون
ڈاکو منصور	"	کیمیاگر	"	نگاہ نفرت	"
روپ لیکھا	"	کاروان حسن	کنول مووی ٹون	ہند مہیلا	"
کاروانِ حیات	"	استری دھرم	"	مرلی والا	"
جناب معاف کیجئے	"	مہانندا	گندھرو اسینیٹون	آکاش والی	"

بکنگ کیلئے لکھئے

جنوبی سرکٹ
کلکتہ فلم ایکسچنج ۔ ۵۰۔ آرمینین اسٹریٹ مدراس

مغربی سرکٹ
کلکتہ فلم ایکسچنج تری بھون روڈ بمبئی ۴

میگافون ریکارڈ

دس انچ ڈبل سائیڈڈ ڈبلو لیبل

قیمت دو روپے چار آنے

مس منوراما

J. N. G. 938	گھونگھٹ کے پٹ کھولو	گیت آرکسٹرا
	مین تو آئے پڑی اب	” ”

شری متی کانن دیوی (فلم اسٹار)

J. N. G. 939	گورا جوبنوا	گیت آرکسٹرا
	سیان چلتے ہین	” ”

مس کلیانی (کلو) نیو تھیٹرز

J. N. G. 940	رنگیلے سیان کا ہے	گیت آرکسٹرا
	کوئیلیا دیوانی	” ”

مس اختری بائی (فیض آباد) فلم اسٹار

J. N. G. 941	جس دل مین محبت ہے	نعتیہ
	صبر دو دن نہ ہوا	”

پروفیسر گیانندر پرشاد گوسوامی

J. N. G. 942	بسو میرے نینن مین	بھجن میرا بائی
	لاگی لگن گرو چرنن مین	” ”

مسٹر ایس۔ ایم نصیر خان

J. N. G. 943	رو یا کیا جو پیاس سے	سوز
	ثانیٔ احمدِ مرسل	”

ماسٹر کوچی اور پارٹی

J. N. G. 944	توری پیاری صورت	وادرا
	سکھی ری پیا بنا	”

مسٹر فقیر چند

J. N. G. 945	کیا جادو بھر لائی	مارواڑی
	کون چاند بوٹی لاڑی	”

مسٹر جیتو سنگھ (نیپالی) دارجیلنگ

J N. G. 946	جھلکے جھاوڑے	نیپالی
	منکو ٹکاٹا	”

مہاراج فتح چند

J N G 947	عجب سنسار جی لیلا	سندھی
	اوداد چیت سلن	”

مس جہان آرا بیگم (کجن) فلم اسٹار

J. N. G. 948	توبہ توبہ وہ کیا جادو ہے	خمسہ
	بیگیوڑے گملی والے ہمارمن	نعت

مسٹر وجے کمار بی۔ اے فلم اسٹار

J N. G. 949	جارے کاگا جا	دیسی توڑی
	رعنائی تصور جانان لیے ہوئے	جونپوری

یکم جون ۱۹۳۶ء سے جاری کیا جائے گا
پہلا ریکارڈ ۔۔ ذوق فریبی
بلبل ہندوستانی سے بہتر آواز
روح پرور گانے ۔۔ نواز خان
تیار ہو گئے ہین
کے پشتو زبان کے ریکارڈ
پشاوری (فلم اسٹار)
محمد اکبر خان
امتیاز
زندہ دلان ہم عدو

ان فلموں کو کبھی نہ بھولئے

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کے

نیو تھیٹرز کی پکچر دلچسپ ہوتی ہیں

دیوداس	جس میں جمنا، سیگل، پہاڑی، نیمو، راج کماری، ستارہ کے۔سی۔ ڈے، وشوا ناتھ، شور، بدری اور کمپنی کے مشہور و معروف اداکاروں نے اپنی نیچرل ایکٹنگ سے اس فلم کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔	ڈائرکٹر پی۔سی۔ بروا مکالمہ نگار شور کدلر
دھوپ چھاؤں	جس میں مس اوما دیوی، پہاڑی سانیال، کے۔سی۔ ڈے نواب کاشمیری، عظمت، کدار، شور، وشوا ناتھ، بھدری بابو لال، دیو بالا، کپور، وید وغیرہ نے اپنے اپنے جوہر دکھائے ہیں۔	ڈائرکٹر نتن بوس مکالمہ نگار پنڈت سدرشن جی
کرورپتی	جس میں سیگل، پہاڑی، ملینا، نواب، راج کماری، نیمو جگدیش، کدار، امر ملک، درگا داس، ترلوک، بوکا، شور بابو لال، کپور، راج لکھی، راج کماری وغیرہ نے اپنی اپنی اداکاری کے بہترین نمونے پیش کئے ہیں۔	ڈائرکٹر ہیم چندر مکالمہ نگار کدار۔ بی۔ اے

نیوتھیٹرز کے تمام فلم بلند معیار ہوتے ہین

...پلاری اور نتیجہ خیز شاہکار

نیوتھیٹرز کی پکچر دلچسپ ہوتی ہین

فلم	کیفیت	
منزل	جس مین جمنا، بروا، نیمو، پرتھوی راج، ہری متی، شور، کمار، کپور، کے۔سی، ڈے، ملینا ستارہ کے علاوہ کمپنی کے اور مشہور و معروف آرٹسٹون اپنی اپنی اداکاری کے بہترین نمونے پیش کیے ہین۔	ڈائرکٹر **پی۔سی بروا** مکالمہ اور گانے شور ــــ آرزو
پجارن	جس مین سیگل، چندرہ وتی، راج کماری، نواب کاشمیری پہاڑی، بابولال، ترلوک، جگدیش، کیلاش، الیاس، کدار، وید، دیپ وغیرہ نے اپنے فن کے کمالات کا روشن ثبوت دیکر اس فلم بہمہ وجوہ بہترین بنادیا ہے۔	ڈائرکٹر **پرفلو رائے** مکالمہ نگار بسمل عشرتی
مایا	جس مین جمنا، پہاڑی، آزوری، ہری متی، جگدیش، نیمو، شور، پرتھوی راج، نواب کاشمیری، وید، کپور، الیاس، جواد، وغیرہ شریک کار ہین، اس فلم مین ایک المناک واقعہ کی پرورد تفصیل عجیب و غریب اور موثر پیرایہ مین دکھائی گئی ہے	ڈائرکٹر **پی۔سی بروا** مکالمہ نگار شور لکھنوی

ہندوستان ریکارڈ کمپنی کے جاری کردہ دلکش ریکارڈ

کسی گراموفون ڈیلرز کے یہان سنئے اور روح مین تازگی پیدا کرنے کے لئے خرید فرمائیے

سرجیت انوپم گھاٹک

H 11484	دیا اب موپہ کرو بھگوان	بھجن
	بھری ہے گنگا جل نرمل ہے	〃

سردار خان سہسوانی

H 485	او ستمگر کوئی ایسا ستم ایجاد رہے	غزل
	کو ذرا لاؤ خبر مورے موہن کی	دادرا

مس زبیدہ

H 11486	پریتم آجاتے اک بار	دادرا
	چھیڑو نہ پپیا پیا کی بتیان	〃

ماسٹر کرشنا اینڈ پارٹی کا نیا بھجن ریکارڈ

H 5052	گراودھ مین تم کو رگھوبر مل گئے	بھجن بطرز قوالی
	ہمین ناتھ درشن دکھانا پڑیگا	〃 〃

ماسٹر قمر الدین قوال (کلکتہ)

H 5053	رب کے دلارے امت والے محمد پیارے	نعت قوالی
	عاشق کعبہ ہو یا شیدائے بت خانہ بنے	〃 〃

مسٹر وزیر چند ملک لاہور و مس متن بائی (بنارس)

H 5054	آکے بنسی کی تان سنا جا شیام	بطرز پنجابی
	ہم جائین گے وہان مرلی والا جہان ہو	غزل

ماسٹر مترسین (نیپالی)

H 5055	گوکل مین مرلی بجائی	بھجن نیپالی
	جنم یو پاؤن دئی نہ بارم بار	〃 〃

مسٹر سیگل اور پہاڑی

H 11463	جو نوکری دلا دین بی۔اے بنانے والے	کروڑپتی فلم سے
	مسٹر سیگل	
	جگت مین پریم ہی پریم بھرا ہے	〃 〃

اوما دیوی

H 11462	آج سکھی آئی ملن کی رات	مایا فلم سے
	مسٹر پہاڑی	
	گائے جا گائے جا بیقرار دل	〃 〃

مسٹر سیگل

H 241	نکتہ چین ہے غم دل	غزل
	یہ تصرف اللہ اللہ	〃
H 155	دن نیکے بیتے جاتے ہین	بھجن
	اوسر بیتو جات پرانی	بھجن
H 59	رادھے رانی دے ڈارو نہ بنسری	پورن بھگت
	بھجون مین تو بچاؤ سے	〃 〃
H 27	آؤ ری جھولنا جھولائین	گندھاری تین تالہ
	ہوری ہو برج راج دلارے	ہولی چاچر

مس زبیدہ

H 395	کوئی بھی مصیبت مین غمخوار نہین ہوتا	غزل
	کیا ترک جفا اے ستم ایجاد نہ ہوگی	〃

التہاب شوق

"از ادیب جمیل حضرت شعلہ لکھنوی"

۱

"رشید" تم نے کبھی اس مسئلہ پر غور ہی نہین کیا کہ حسن اور عشق و محبت کے منازل، وصل اور ہجر کے درجات کیا ہین؟

حسن وہ بھی کافر حسن :- یہ ایک جاذب نظر اور قاتل شئے ہے جس نے کیوپڈ ایسے تیر انداز اور غرور شکن کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا تھا، وہ کیوپڈ جس کی چٹکی نے لاکھون دلون پر تیر چلائے تھے اور نہ معلوم کتنے سینون کو اپنی ناوک اندازیون سے مجروح کیا تھا لیکن ساتھ کے وہ تیر جو حسن کے ترکش مین پنہان تھے، وہ پیکان جنہین صرف اسی پیکر حسن کی مخمور آنکھین بغیر کسی انتظام و انصرام کے چلا سکتی ہین، وہ کیوپڈ کی ناوک اندازیون سے زیادہ تباہ کرنے والے ثابت ہوئے تھے، جو اس کے دل مین پیوست ہو گئے اور وہ غش کھا کر زمین پر گر پڑا

غرض کہ یہی تھا ایک کامیاب جلوہ یا یہی ہے ایک کامیاب اور کافر حسن مرد حسن کے جلوون اور اسکی رنگینیون کو حاصل کرنا اپنا مقصد زندگی سمجھ لیتا ہے، جو حقیقت ہے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ یہی رنگینیان اور جلوہ بے محابا کی کار فرمائیان مرد کو ہمیشہ کے لئے اپنا شکار بنا لیتی ہین

عشق و محبت، آہ محبت ایک اٹل اور لازمی شئے ہے، جس کا ہر دل مین پایا جانا ضروری امر ہے، ورنہ بقول شخصے "اگر دنیا مین ایک بھی محبت کرنے والا دل باقی نہ رہے تو آفتاب اپنی حرارت کھو بیٹھے" محبت ایک ایسا جذبہ آتشین ہے جو انسان کے دل مین ہر وقت بھڑکا کرتا ہے، اور وہ اس کی آگ سے اپنے جسم کے ہر ہر عضو کو جلتے ہوئے محسوس کرتا ہے، وہ روح کا ایک جزو ہے، اور روح کی طرح غیر فانی بھی ہے اور غیر محدود، اسے نہ تو کوئی چیز محدود کر سکتی ہے اور نہ وہ کسی چیز سے بجھ سکتی ہے، آہ محبت ہی ایک ایسا لطیف اور پاکیزہ جذبہ ہے جو انسان کو تمام مصیبتون سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

وصل و ہجر:- یہ دوسرا جذبہ ہے عشق و محبت کا، **وصل** ایک سرور کا نام ہے اور ایک کیفیاتی شئے ہے جس کی لذتون اور حلاوتون کو بیان کرنا امکان سے باہر ہے، اس کا حاصل کرنے والا خوش قسمت سمجھا جاتا ہے۔

ھجر ایک زحمت پیہم کا نام ہے، اور یہ ایک ایسی نشترانہ شئے ہے جس کی ترجمانی بہترین الفاظ کی نفاستی کے ساتھ کرنا ناممکنات سے ہے، لیکن اس کا حاصل کرنے والا ایک بد نصیب شخص سمجھا جاتا ہے،

رشید نے میری تمام باتون کو نہایت غور و خوض، اطمینان اور سکون کے ساتھ سنا اور اپنے بہتے ہوئے آنسوؤن پر قبضہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا:-

"مین ان تمام باتون کو خوب سمجھتا ہون، آپ زحمتون اور مجبوریون کا ذکر کرتے ہین، لیکن یہ بتلایئے کہ آپ نے کبھی حقیقی مجبوریان بھی دیکھی ہین ——— ؟"

مین نے اپنا سگریٹ جلاتے ہوئے کہا ——— "یعنی ؟"

"یعنی یہ کہ آپ پہلے میرے واقعات سن لین اور اس کے بعد اپنی حقیقی رائے کا اظہار فرمائین، تاکہ مین اپنے دل کی خلش دور کرنے مین کسی حد تک کامیاب ہو سکون"

رشید کا جواب سن کر مین نے اس کے چہرے پر نظر کی تو، وہ

بہت مضمحل نظر آرہا تھا، اس کے چہرے سے دلی بے چینیون اور
بیقراریون کے آثار نمایان تھے، اور اس کی آنکھون مین ایسی چمک پائی
جاتی تھی جو "ملتہب شعلۂ عشق" نظر آرہی تھی، مین نے کچھ سکوت
کے بعد جواب دیا:

"اچھا کہو رشید! مین تمھارا افسانۂ غم سننے کے لئے ہمہ تن گوش
ہون" ——————

—————— ۲ ——————

رشید نے آنسو پاک کرتے ہوئے کہنا شروع کیا:-

"آج سے چار سال قبل کا ذکر ہے، جبکہ امتحان کی کامیابی میری
تعلیمی ارتقا تھی، مین آپ سے جدا ہوکر اپنے والدین کے پاس پہونچا
اور ان سے اجازت لیکر اپنے ایک مخلص دوست کے ہان جو میری
زندگی کے اکثر رازون سے واقفیت رکھتے تھے، مین جب کبھی اسکول
کی تعطیلون مین لکھنو سے مکان واپس جاتا تھا تو ان کے وہان عموماً
شکار کے شوق سے جایا کرتا تھا اور اکثر دو دو ہفتہ ان ہی کے مکان پر
رہتا تھا، ان کی شادی طالبعلمی کے زمانہ مین ہوچکی تھی، لیکن مین ہنوز
غیر شادی شدہ تھا، اور ان سے عمر مین دس سال چھوٹا تھا، وہ
خانگی امور اور زمانے کے افکار و حوادثات کا شکار ہوکر اپنا سلسلۂ تعلیم
جاری نہ رکھ سکے تھے، اور اسکول کی تعلیم ختم کرنے کے بعد ہی ایک
قصباتی اسکول مین مدرس ہوگئے تھے، غرضکہ ایک ہفتہ کے بعد انھون
نے مجھ سے کہا:-

رشید! یہان میرے ایک عزیز کے وہان شادی کی تقریب ہے
ان کا مکان یہان سے بیس میل کے فاصلہ پر ہے اور راستہ بھی بہت
خراب ہے، آج گھر کی تمام عورتین بغرض شرکت وہان جانیوالی ہین
لہذا ہمراہی مین ایک مرد کا ہونا لازمی ہے، اگر آپ ساتھ چلے جائین
تو مین بہت ممنون ہونگا، میری چھٹی کی درخواست نامنظور کر دیگئی ہے
لہذا مین ہمراہ جانے سے مجبور ہون، اگر ممکن ہوا تو عین وقت پر پہونچنے
کی کوشش کرونگا، ورنہ واپسی مین بھی آپ ہی کو زحمت برداشت
کرنا پڑے گی۔

مین یہ سنکر جانے کے لئے آمادہ ہوگیا، تین یکون پر صرف عورتون
کو سوار کرکے، چوتھے یکہ پر مین اور چند چھوٹے بچے سوار ہوئے، اور
منزل مقصود کی طرف روانہ ہوگئے، سڑک حقیقۃً کچی سے بھی زیادہ
خراب تھی، اسلئے یکہ کا پہیہ بقدر ½ حصہ زمین مین دھنس رہا تھا،
بیس میل کا سفر اسپر یہ قیامت کہ زنانی سواریان ہمراہ اور راستہ
بہت زیادہ خراب، ابھی ہم لوگون نے آٹھ میل راستہ طے کیا تھا کہ
یکایک ایک یکہ کا کمپاس ٹوٹا اور وہ اُلٹ گیا، سواریان سڑک پر گرین
اور گھوڑا ساز تڑاکر بے تکان بھاگا، سب یکے روکدیئے گئے، مین
یکہ پر سے فطری طور پر جست کرکے نہایت تیزی کے ساتھ سواریون
کے قریب پہونچا۔ اور جو عورتین صدمہ سے بیہوش ہوچکی تھین انکو
جلدی سے اپنی آغوش مین لیکر دوسرے یکہ پر سوار کیا۔ لیکن آخری
عورت کو اٹھاتے وقت جب میری نگاہ اس کے چہرے پر پڑی، تو
میرے تمام جسم مین ارتعاش پیدا ہوگیا، اور مجھ پر ایک لمحہ کے لئے
بیخودی طاری ہوگئی، مین نے بڑے بڑے کافر حسین دیکھے تھے،
لیکن یہ دلفریبی میرے لئے قطعی نئی تھی، مین نے اپنے حواس
درست کئے اور بمشکل اسکو اٹھاکر یکہ مین پہونچایا اور ایک کنوین سے
پانی لاکر ان بیہوش عورتون کو ہوشیار کیا، اپنے یکہ پر سے بچون کو
اُتار کر دوسرے یکہ پر سوار کیا اور خود ان مجروح عورتون کے یکہ پر
بیٹھ گیا، یکے پھر روانہ ہوئے اور خدا خدا کرکے ۵ بجے ہم لوگ بدقت
تمام منزل مقصود پر پہونچے، مین مردانہ مہمان خانہ مین پہونچکر ایک
تنہا گوشہ مین بیٹھ گیا، اور برابر یہ سونچتا رہا کہ یارا! یہ جمیل ہستی کون ہے
جو میرے دل کو درد آشنا بنانے کی کوشش کر رہی ہے، مجھپر ایک

غمگین کیفیت مستولی تھی۔ اور مین اس پیکر جمال کے حسن کی ضیا باریون سے کائنات کے ذرے ذرے کو روشن اور منور دیکھ رہا تھا، مین اس وقت اپنے دل مین ایک ایسی کیفیت اور ایسا درد محسوس کر رہا تھا جس کی لذت سے کبھی آشنا نہ ہوا تھا، اگر میرا دل ان کیفیات سے آگاہ نہ ہو گیا ہوتا تو مین یقیناً چاریوم اس شور و شغب مین بسر نہین کر سکتا تھا، تمام مہمان قصباتی شرفا تھے اور مسرور نظر آ رہے تھے لیکن ——— مین ایک گوشہ مین افسردہ اور مضمحل بیٹھا ہوا تھا اور حیران تھا کہ یہ جذبہ کیا ہے اس لئے کہ مین ——— "محبت بیک نگاہ" کا قائل نہ تھا، مین اپنے قلب مین اس تخیل کو جگہ نہین دینا چاہتا تھا۔ لیکن بلا ارادہ اور خواہ مخواہ مجھ پر اس تخیل کا غلبہ ہوتا جاتا تھا، مین نے اس کیفیت کے قبل شعر خوانی کو ہمیشہ بے سود پایا تھا اور اسکی لذتون سے بالکل محروم تھا، لیکن اب مین اس مین ایک ایسا کیف محسوس کرتا تھا، کہ مجھ پر کسی وقت بیخودی طاری ہو جاتی تھی

خدا خدا کر کے شادی کی تقریب ختم ہوئی، اور دوبارہ مجھ ہی کو واپسی کی خدمت بھی انجام دینا پڑی، اس لئے کہ میرے دوست اس تقریب مین شرکت نہین کر سکے، واپسی کا سفر بالکل خیریت سے طے ہو گیا، لیکن یہان پہونچنے کے بعد میری حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی، اور مین ہر وقت اس مجموعہ رعنائی کے خیال مین غرق رہنے لگا، مین نے بہت کوشش کی کہ یہ کیفیت کم ہو جائے لیکن آہ، ایسا نہ ہوا، میرے دوست نے بھی میری حالت کا اندازہ کر کے بارہا واقعات دریافت کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ ہمیشہ ناکام رہے؛

——— ۳ ———

چند روز بعد جب مین اپنے دوست سے رخصت ہو کر مکان واپس آیا تو میری عجیب کیفیت ہو گئی تھی، مین تمام دن ویرانون اور جنگلون مین بسر کرتا تھا، اور اشعار غزلیہ پڑھا کرتا تھا، اسی دیوانگی کے عالم مین مجھے ایک سال گذر گیا، اور آخر کار میری والدہ نے انتہائی پریشانی اٹھانے اور دعا تعویذ کرنے کے بعد حکیمون اور ڈاکٹرون کی رائے سے زبردستی میری شادی کر دی، مجھے اپنے گھر کے تمام آدمیون کی پریشانی کا احساس تھا، اور یہ بھی جانتا تھا کہ ان پریشانیون کا سبب صرف میری ذات ہے، مین کوشش کرتا تھا کہ اپنی حالت سنبھالون لیکن مجبور تھا، ایک طرف اگر مجھے والدہ کی اختلاطی کیفیت کا خیال تھا، تو دوسری طرف اپنی بیمار شریک زندگی کا، کیونکہ قسمت سے مجھکو بیوی بھی ملی تھی تو وہ بھی دائم المریض، غرضکہ اختتام سال پر میری شریک حیات کا انتقال ہو گیا، اور میری حالت بد سے بدتر ہو گئی، حالانکہ مجھے اپنی بیوی سے محبت نہ تھی لیکن اس کی موجودگی مین کسی کا خیال کم رہتا تھا، بیوی کے انتقال کے بعد دفعتہً والدہ کا بھی انتقال ہو گیا جس نے میرے سکون مین دوگونہ اضطراب پیدا کر دیا، آہ والدہ کے انتقال کے بعد جو میری حالت ہوئی تھی وہ ناگفتہ بہ ہے، ان کے انتقال کی خبر سنکر میرے دوست بھی آئے تھے، اور مجھے بجبر اپنے ہمراہ لیتے گئے تھے، وہ میری حالت سے بہت زیادہ متاثر ہو چکے تھے، اور چاہتے تھے کہ اس کے دفعیہ کی کوئی صورت نکل آئے، چنانچہ انہون نے کوشش کی اور آخر کار ایک دن مجھ سے میرے راز معلوم کرنے مین کامیاب ہو گئے، واقعات کو سنکر وہ بہت دیر تک خاموش رہے، اور کچھ دیر بعد کہنے لگے:۔

رشید میان! یہ تو کوئی ایسی اہم بات نہ تھی کہ آپ خاموشی اختیار کر کے اپنی زندگی کو اس طرح تلخ بنا لیتے، مین آپ کو اطمینان دلاتا ہون اور وعدہ کرتا ہون کہ آپ کے درد دل کے علاج کرنے کی بہت جلد کوشش کرونگا؛

۴

مین مکان کی مردانہ نشست مین مقیم تھا، جس کا ایک دروازہ زنانخانہ سے ملحق تھا، ایک دن شب کو گیارہ بجے یکایک وہ دروازہ کھلا اور ایک مجسمۂ رعنائی، ایک نور پاش خرامان پیکر میرے کمرے مین داخل ہوا، اس کی چال مین جھجک تھی اور اس کے چہرہ پر فطری حیا، مین نے اسے پہچانا جس کی برق پاش نگاہین اور حیات سوز نظرین زمین کی طرف جھکی ہوئی تھین، آہ! یہ وہی نزہت بار ہستی وہی مصفا ترکیب عناصر، وہی شاداب حسن روان میرے سامنے موجود تھا، جس نے میرے وجود کو، میری روح لرزان کو ایک زمانہ سے مسحور کر رکھا تھا، مین نے کئی بار آنکھون کو ملا، اور بیچین ہو کر کہا

"حسین دوشیزہ! کیا تجھ کو اس کا علم ہے کہ مین نے یہ دو سال کیسے گذارے، میری روح صرف تیری یاد مین ہر وقت مصروف رہی، اور تیری ہی پرستش کرتی رہی، آہ! ایک اضطراب تھا جو کسی وقت سکون اور آرام سے نہ بیٹھنے دیتا تھا، اور ایک بیچینی تھی جس نے راتون کی نیند حرام کر دی تھی۔

اس پیکر ناز نے میری والہانہ گفتگو کو سنا اور کچھ سکوت کے بعد شرم آلود آواز سے جواب دیا:۔

"مجھے ابّا جان نے آپ کی خدمت مین بھیجا ہے"

آہ! یہ الفاظ نہ تھے، نشتر تھے، نشتر، جو میرے قلب و جگر مین پیوست ہو گئے، اور میری آنکھون سے آنسوؤن کا دریا جاری ہو گیا، دفعتہً میرے منھ سے بیساختہ ایک ضعیف چیخ کے ساتھ یہ فقرہ نکلا جو کمرے کی خاموش فضا مین گونج گیا، اور مین بیہوش ہو گیا،

"آہ! مین اور اپنے دوست کی لڑکی کا عاشق"

تھوڑی دیر کے بعد جب مین ہوش مین آیا تو لڑکی میرے پلنگ کے قریب ایک کرسی پر سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی، مین نے اسے دوبارہ غور سے دیکھا اور نہایت لجاجت سے کہا —— جا او پیکر عز و ناز جا، مجھے معاف کر! اور خدارا ان الفاظ کو بھول جانیکی کوشش کر جو میری دیوانگی اور حالت بیخودی مین نکلے ہین۔

لڑکی خاموشی کے ساتھ کمرے سے چلی گئی، اور مجھ پر تمام رات ایک خاص کیفیت طاری رہی، مین سچے دل سے اپنے دوست کی قدر کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ وہ آدمی نہین فرشتہ ہے، جو انسانی قالب مین نظر آ رہا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا دل سچی محبت و خلوص کا ایک سرد و شیرین چشمہ ہے جو سخت پتھرون کے نیچے بہہ رہا ہو، آہ! وہ شریف ہے اور باوفا، اس نے اپنی عزت اور اپنے وقار کو ایک دوست پر قربان کر دینا کوئی بڑی بات نہین تصور کیا، غرضکہ مین تمام شب روتا رہا، اور درگاہ الٰہی مین نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ اپنے دوست کی اس قربانی اور اپنے جذبات و تخیلات پر قابو پانے کے لئے دعا کرتا رہا، صبح کو جب میرے کمرے مین میرا دوست داخل ہوا، تو مجھے کچھ سکون تھا، مین نے دریافت کیا:۔

"آپ کی بچی کا نام"؟

"فاطمہ"

"کیا شادی کے متعلق ابھی کہین طے نہین ہوا؟"

"ہان! پیشکار کے لڑکے کیساتھ"

"تو اب تک کی کیون نہین؟"

"آپ کو میری حالت کا بخوبی علم ہے، لہذا وجہ بتانے کی چندان ضرورت نہین"

"تو کیا مین امید کرون کہ آپ کل اس کا عقد پیشکار کے لڑکے کے ساتھ کر دین گے، تمام ضروری سامان مین آج ہی شام تک مہیا کر دونگا، محض اس لئے کہ وہ میری بھی بیٹی ہے، مجھے امید ہے کہ

آپ میری اس التجا کو مسترد نہ فرمائین گے"۔

یہ سن کر میرے دوست نے خاموشی اختیار کرلی، اور مین نے اس خاموشی کو رضا سمجھ کر اسی دن اپنے سرمایہ سے فوراً کل سامان درست کیا اور دوسرے دن شب کو یہ عقد انجام پا گیا، چند روز کے بعد مین بھی اپنے مکان واپس چلا آیا اور اپنے کامون مین مشغول ہوگیا، مجھے امید تھی کہ رفتہ رفتہ یہ خیال کم ہو جائے گا لیکن نہ کم ہونا تھا نہ ہوا، البتہ اب اسی صورت سے باقی ہے شوق کی وہی فراوانی ہے، لفظ بیٹی کو یاد کرتا ہون، دوست کی اولاد کا خیال کرتا ہون، ایک غیر کی بیوی ہونیکا لحاظ کرتا ہون، لیکن بے سود، آہ! میرے جذبہ مین استقلال ہے اور اب وہ اس وقت تک نہین مٹ سکتا کہ مین پیوند خاک نہ ہو جاؤن، حالانکہ میری مغموم روح کو اس وقت بھی چین نہین نصیب ہوگا"۔

—— ۵ ——

مین نے رشید کی روداد محبت کو غور سے سنا اور کچھ سکوت کے بعد ایک سرد آہ بھر کر کہا:-

رشید! تمھارا افسانہ محبت، تمھاری داستان غم بہت زیادہ دردناک اور متاثر کر دینے والی ہے، اس مین شک نہین کہ تم لائق قدر ہو، اور تمھارا جذبہ بھی لائق صد ستائش اور قابل احترام ہے، آہ! کیسی مغموم ہے وہ روح جو غمزدہ کہلانے کی مستحق ہو، خدا کو موجودات عالم پوشیدہ کئے ہوتے ہین، یہ موجودات تاریک ہین، لیکن کسی سے محبت کر لینا گویا ساری کائنات کو شفاف اور ساری موجودات کو منور بنا دیتا ہے، یہی وہ جذبہ ہے جو انسان کو مجاز سے حقیقت مین پہونچا دیتا ہے، لہذا مجھ سے اگر رائے دریافت کرتے ہو تو مین کہونگا، کہ صرف محبت ہی وہ چیز ہے جس سے انسان ابدی زندگی حاصل کرسکتا ہے اور اسی سے ابدیت بھی معمور ہوسکتی ہے، اس لئے کہ محبت غیر محدود اور غیر فانی ہے، اور اسے پُر کرنے کے لئے غیر فانی ہی چیز کی ضرورت بھی ہے، لہذا اپنے محبوب کے جلوون مین اس غیر فانی ذات کو تلاش کرنیکی کوشش کرو، جس کو خدا کہتے ہین، یہی جادہ وہ جادہ مستقیم ہے جو تمھین منزل مقصود تک فوری پہونچا دیگا، اس لئے کہ جب تجلیات الٰہی سے اس کا تعلق ہو جاتا ہے، تو وہ بھی لافانی اور لامحدود ہو جاتا ہے، آہ! کس قدر درست ہے کسی کا یہ خیال کہ:-

"محب سے محبوب ہو جانا گویا خدا ہو جانا ہے"

یہ سنکر رشید پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی، اس نے اسی وقت اپنے تمام کپڑے اتار کر جسم پر ایک احرام باندھ لیا، اور بے اختیار ہو کر یہ شعر پڑھتا ہوا ایک طرف روانہ ہوگیا ؎

جاتا ہون بھیک مانگنے امن و سکون کی
شاید ہو کوئی قلب شکیبا لئے ہوئے

شعلہ لکھنوی

رنجیت کا تازہ ترین عظیم الشان شاہکار

پھری لالہ

ڈائرکٹر جینت دیسائی

جس مین مادھوری کے ساتھ ساتھ رنجیت کے مشہور اداکار شریک ہین

پھری لالہ طوفان میل کی یاد تازہ کر دیگا، اسے دیکھ کر آپ بیحد محظوظ ہون گے، آپ اپنے شہر کے سینما گھرون مین دیکھ کر لطف اندوز ہوجئے،

دہلی ٹاکیز بورو چاندنی چوک، دہلی

جگنیون عنایتون کا حسین شاہکار

رومینٹک **ودیاپتی** دیوشن

جس کی نگار خانۂ نیو تھیٹرز میں تزئین جمال ہو رہی ہے

اور

بہت جلد پبلک کی تفریح طبع کے لئے ملک کے سامنے آنیوالا ہے

ودیاپتی مایۂ ناز ڈائرکٹر ڈی کے بوس

کے زیر نگرانی تیار ہو رہا ہے

سنسنی ـ حیرت ـ دلکشی ـ رنگینی ـ سوز ـ اور ـ ساز ـ کا ـ مجموعہ

ودیاپتی ـ دیکھنے کیلئے تیار رہیئے

کانن بالا ـ پرتھوی راج

چھایا دیوی ـ نیمو

لیلا دیسائی ـ رام پیاری ـ کدار

اور نیو تھیٹرز کے دیگر ممتاز اداکار شریک فلم ہیں

بکنگ کا پتہ

انڈیا فلم بورڈ ـ دہلی ـ لاہور ـ پشاور ـ کراچی

کلکتہ فلم ایکسچینج ـ بمبئی ـ مدراس ـ کلکتہ

دورِ حاضرہ کے بہترین فلم

انارکلی
امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا بہترین اور دلچسپ شاہکار
جسمین مشہور و معروف اداکاران، مس سلوچنا،
ڈی بلیموریہ، زلو وغیرہ نے لاجواب کام کئے ہین۔
ڈائرکٹر چودھری

شانِ ہند
امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا مایہ ناز فلم
جسمین مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ، مس روز اور
کمار وغیرہ نے بہترین اداکاری کی ہے،
ڈائرکٹر چودھری

بمبئی کی بلّی
امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا تیار کردہ
جسمین سلوچنا، ڈی بلیموریہ اور غلام محمد وغیرہ
نے بہترین اداکاری کے نمونے پیش کر کے
فلم کی خوبیون کو دوبالا کر دیا ہے۔

بھکارن
کولھاپور سینی ٹون بمبئی کا ہنگامہ آرا فلم
جس مین رتن بائی نے تمثیل نگاری نے قابلدید
زاویے پیش کئے ہین۔
ڈائرکٹر اٹاریتھی

گھرجمائی
پریمیر فلم کمپنی بمبئی کا نہایت دلچسپ فلم
جس مین نظر فریب سین سینیری، دلکش گانے
حسین لڑکیون کے دلفریب رقص، اور
نیچرل ایکٹنگ، قابلدید ہین۔

شمشیرِ عرب
پرکاش پکچر بمبئی کا لاثانی فلم
بہادری کے حیرت انگیز کارنامے جسن
وعشق کے رنگین واقعات، اور دلکش
مناظر اس فلم کی خصوصیات ہین۔

تقدیر
جیانت پکچرز بمبئی کا حیرت انگیز شاہکار
جس مین مس مہتاب، الکنندا، مارو تی راؤ
وغیرہ نے اپنی تمثیل نگاری کے قابلدید
اور قابل داد جوہر دکھائے ہین۔

جیون ناٹک
دیکی بوس پروڈکشن کا پہلا شاہکار
جس مین درگا بائی کھوٹے نے
ممتاز حیثیت سے شریک ہو کر
بہترین اداکاری کا نمونہ پیش کیا ہے۔

سول ایجنٹ:- بنگال، برما، بہار، آسام، اڑیسہ

فون نمبر ۲۰۰۵ بڑا بازار

دوسافی فلم کارپوریشن، ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ۔ کلکتہ

تار کا پتہ:- دوسافیل

برانچز:- بمبئی، رنگون، سنگاپور، ایجنٹ مری ٹیش

"موٹر فیل ہو گیا"

از محمد حیات اللہ انصاری۔ بی۔ اے علیگ،

ڈوبتے سورج کی کرنیں دور کے درختوں سے چھن چھن کر، کھڑکیوں کے شیشوں سے اندر آ رہی تھیں۔ میز پر چنے ہوئے بلور اور چینی کے برتنوں سے قوس و قزح کے رنگوں میں واپس ہو کر وردی پوش ملازموں پر جو ہاتھوں میں جگ لئے کھڑے تھے اور اونچی تپائیوں پر رکھے ہوئے گلوں اور دیواروں کی تصویروں پر پڑ رہی تھی۔

احمد موسیٰ کلکٹر ضلع کے چاروں مہمان مسٹر ماتھر سول انجینیر۔ مسٹر قریشی ہیلتھ آفیسر۔ مسٹر نقوی گورنمنٹ پلیڈر اور بیتاب صاحب "انڈسٹریس" کے ایڈیٹر سامنے رکھی ہوئی پرتکلف چیزیں مزے لے لے کر کھا رہے تھے۔

ماتھر:۔ "یار موسیٰ تم اپنی پارٹیوں میں اتنی چیزیں منگوا لیتے ہو کہ انتخاب میں بہت دشواری ہوتی ہے۔ کیا کھائیں اور کیا نہ کھائیں"

مسٹر نقوی:۔ "ہاں۔ اور خاصکر جب کھانے والے کا معدہ کمزور ہو اور طبیعت حریص"

اسپر ایک فرمائشی قہقہہ پڑا کیونکہ مسٹر ماتھر کو اکثر معدہ کی شکایت رہا کرتی تھی۔

نقوی:۔ "کیا بات ہے آج لیڈیاں نظر نہیں آتیں"

ماتھر:۔ "مسز ماتھر کو اپنے نہ بلائے جانے کی بہت شکایت تھی۔ مگر انہیں یہ خبر نہ تھی کہ آج ان کی جنس ہی سے بائیکاٹ ہو گیا"

احمد موسیٰ:۔ "میں نے قصداً نہیں بلایا۔ وجہ تم لوگ خود پوچھو"

نقوی:۔ "چار کی چاپیاں کم پڑی ہونگی"

اسپر ایک قہقہہ لگا

بیتاب:۔ میں سمجھ گیا۔ مگر پہلے آپ حضرات اپنی اپنی بوجھ بتائیں۔

قریشی:۔ مسز موسیٰ کی غیر موجودگی میں یہ لیڈیوں کو بلاتے ڈرتے ہیں

مسٹر نقوی نے چھوٹتے ہی کہا:۔

یہ انکی غلطی ہے۔ کیونکہ مسز موسیٰ انکی غیر موجودگی میں مردوں کا بلانا نہیں چھوڑ سکتیں۔

بڑا فرمائشی قہقہہ لگا۔

احمد موسیٰ:۔ مذاق میں اڑا دینے کی سند نہیں۔ وجہ پوچھو وجہ۔

نقوی:۔ بھائی میں تو ہار گیا۔

قریشی:۔ اور میں بھی۔

بیتاب:۔ کل ڈنر پر جب زندگی کی مصیبتوں کا تذکرہ نکلا تو مسٹر موسیٰ کچھ کہتے کہتے رہ گئے۔ میرے اصرار پر بولے "پھر کسی موقع پر"، آج شاید وہی موقع ہے۔

احمد موسیٰ:۔ بات یہ ہے کہ قصہ ذرا عریاں ہے۔ لیڈیوں کے سامنے کہنے والا نہیں۔ اور پھر اسکو بے تکلف دوستوں ہی تک رہنا چاہیئے۔

نقوی:۔ کہو کہو۔ مگر ناممکن ہے جو میری اُلٹی گواہیاں گذرانتے والے قصہ سے بڑھ جائے۔

احمد موسیٰ:۔ (انگریزی میں) ان دنوں کا قصہ ہے جب مجھے ولایت سے آئے دو برس ہوئے تھے۔ اور جوائنٹ مجسٹریٹی سے ترقی پا کر ضلع کا کلکٹر ہو گیا تھا۔ مجھے ایک ضرورت سے دلّی جانا پڑا۔ اس وقت میرے پاس والد صاحب کی پرانی کار تھی۔ خوب کام دیتی تھی۔ اور اس نے پہلے کبھی

دھوکہ بھی نہیں دیا تھا۔ خیر، تو میں سات بجے صبح اٹھا۔ جلدی جلدی کپڑے پہنا، تیار ہو، کار پر دلّی روانہ ہو گیا۔ دس بجے نئی دلّی پہنچ گیا اور ساڑھے دس تک کام سے فراغت ہو گئی۔ میری شامت جو آئی تو میں نے شوفر سے کہا کہ قطب مینار، لال قلعہ گھومتے ہوئے چلو۔ خیال تھا کہ اسی طرح ۱۲ بج جائیں گے، پھر کسی ہوٹل میں کھانا کھاؤنگا۔ اور ایک بجے تک روانہ ہو جاؤنگا، ۴ بجتے بجتے گھر پہنچ جاؤنگا۔ موسم خوشگوار تھا، ہلکی ہلکی سردی پڑ رہی تھی اور دھوپ ناگوار نہیں ہوتی تھی۔ اتفاق سے میں صبح ضروریات سے فارغ نہیں ہو سکا تھا۔ قطب مینار پہونچتے پہونچتے مجھے رفع احتیاج کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مگر اس وقت کچھ خیال نہیں کیا۔ وہاں سے کچھ دور جا کر تکلیف بڑھ گئی۔ اب میں گھبرایا اور ادھر اُدھر خیال دوڑانے لگا کہ کوئی دوست شناسا ذہن میں آئے تو اس کے یہاں پہنچکر اس اذیت سے نجات حاصل کروں۔ نہیں تو پھر کسی سرحز ہوٹل چلوں، اس وقت مجھے فاروقی کا خیال آیا، میں نے شوفر کو ان کے مکان کا پتہ بتایا اور کہا "ذرا تیز چلو، مجھے بات کرنا ہے۔"

میرا شوفران دنوں بیمار تھا۔ میں نے ایک ڈپٹی کے شوفر کو بلوایا تھا وہ نہ معلوم کیسا گنوار تھا میری بات نہیں سمجھا۔ اور نہ معلوم کس راستے سے شہر کے باہر ہوتا ہوا چلا، موٹر بہت تیز جا رہا تھا۔ اس لئے آس بندھی ہوئی تھی۔ اور ابھی تک معاملہ بھی قابو سے باہر نہیں تھا۔ موٹر ویرانوں سے گذر رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ لوگ جنگلوں میں کیسے رفع احتیاج کر لیتے ہیں۔ ہندوستانیوں کی بدتہذیبی کی یہ حد ہے۔ مگر یقین مانو جس وقت اذیت بڑھتی تھی تو یہی جی چاہتا تھا کہ موٹر کو اکر وہیں کسی مقام پر فراغت حاصل کروں، مگر پھر سوچتا تھا کہ شوفر بھی کہے گا کہ بڑے صاحب بھی کیا دیہاتی ہیں۔ اور عجب نہیں جو منع کرنے پر بھی ڈپٹی سے کہدے تو تعلق

بھر میں ہنسائی ہو۔ بےچینی بڑھتی جا رہی تھی اور میں ہر گڑھے اور ہر بڑے درخت کو اس نظر سے دیکھتا ہوا کہ کس رخ سے یہ اچھی طرح کام میں لایا جا سکتا ہے، چلا جا رہا تھا اور دل میں کہ رہا تھا کہ اتنی جلدی ہمت ہار دینا ایک حاکم اعلیٰ ایک آئی سی ایس کا کام نہیں۔ خدا خدا کر کے موٹر شہر میں داخل ہوا، اور ساتھ ہی ساتھ جسم بغاوت پر آمادہ ہوا۔ مگر میں سیدھا ہو گیا، اور بدن کو لٹھے کی طرح سخت کر لیا، اور دل میں دہرانے لگا ع

"کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے"

کیا ہے دوسرا مصرعہ۔ ۔ ۔ ۔ ؟

قریشی:۔ سانپ کو مار کے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

احمد موسیٰ:۔ سانپ کو مار کے

مجھے ایسا نظر آ رہا تھا کہ میری طبع لطیف اور نفس امارہ میں جنگ ہو رہی ہے۔ اس سے شکست کھانے کے یہ معنی ہیں کہ مجھ میں اور ایک ادنیٰ انسان میں کوئی فرق نہیں، مجھے اعلیٰ تعلیم سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، یہ بھی تھا کہ اگر استقلال سے کام لوں پھر طبع لطیف ہی کی فتح ہے، اور یادگار فتح ہے۔ جب ذرا دیر ہوئی تو میں نے پوچھا۔ ۔ "کتنی دور اور ہے"

شوفر:۔ صاحب! بیس منٹ کا راستہ اور ہے۔

"بیس منٹ اوہ" یہاں جسم میں زلزلہ آیا ہوا تھا، یہ میری جوان رگوں ہی کا کام تھا جو قابو حاصل کئے ہوئے تھیں۔ اس وقت میں ایسے خطے سے گذر رہا تھا جہاں پولیس یا سکریٹریٹ یا کسی اور ڈیپارٹمنٹ کی پارکین سی بنی ہوتی تھیں، میرا کئی بار ارادہ ہوا کہ اتر جاؤں اور کسی سے امداد کی خواہش کروں، امداد ہی کیا؟ ایک لوٹا پانی، اور ایک کنج تنہائی، وہاں پاٹ کا مطالبہ ہی بے سود ہوتا، اور اگر میں اتر جاتا تو کام آسانی سے بن جاتا، اس لئے کہ

میرا تجربہ ہے کہ ایسے موقعون پر لوگ اس خوشی مین کہ چلو اس بہانے بڑے آدمی سے ملاقات ہوگئی۔ شاید اس سے کبھی سابقہ پڑ جائے بڑے جوش وخروش سے خدمت کرتے ہین۔ مگر پھر ادنیٰ درجے کے افسرون سے ایسی گندی خواہش کرنے کی ہمت نہین پڑی کار اچھی رفتار سے چل رہی تھی۔ اور مین اپنی ہمت زندہ کرتا چلا جا رہا تھا۔ مگر ہر دو منٹ کے بعد مجھے حبس دم کی سخت ریاضت کرنا پڑتی تھی، اور بڑی جد وجہد کے بعد کامیابی ہوتی تھی۔

قسمت کی خرابی دیکھئے، ایک چوراہے پر بیل گاڑیان گذر رہی تھین، پولیس مین نے وہان میرا موٹر رکوا دیا، اور رکتے ہی وہ کمبخت فیل ہوگیا۔

قریشی وبیتاب :- فیل ہوگیا!!

احمد موسیٰ :- ہان فیل ہوگیا، اب میری پریشانی کا خیال فرمایئے، اس وقت زندگی سے عاجز ہو رہا تھا۔ شوفر اتر کر مشین کھولکر دیکھنے لگا، مین نے جھنجھلا کر کہا :-

فوراً ٹیکسی بلاؤ۔ مجھے ہاتھ ملنے کی جلدی ہو رہی ہے۔

شوفر :- صاحب! ابھی دس منٹ مین موٹر درست ہوا جاتا ہے، یہان ٹیکسی کہان ملے گی۔

مین :- مجھے بہت، بے انتہا جلدی ہے،

شوفر :- حضور! تانگہ بلالون۔ آدھ گھنٹے مین پہونچ جائیگا

مجھے اس کی بدعقلی پر غصہ آرہا تھا، آخر ذرا صاف صاف کہا

"استنجا کرنا ہے"

اس نے گردن پھرا کر ادھر اُدھر دیکھا، سامنے ایک استنجا گھر بنا ہوا تھا، جیسے میونسپلٹی کی طرف سے سڑکون پر بنے ہوتے ہین، اس نے پھر گردن گھما کر میری طرف دیکھا، مگر چہرے پر نارضامندی دیکھ کر بولا :-

صاحب! ایک بوتل خرید لون۔ آج موٹر ہی مین فارغ ہو لیجئے، مین پھینک دون گا۔

اس کی بدعقلی کسی حد پر ختم ہی نہین ہوتی، کسی طرح پورا معاملہ سمجھتا ہی نہین، غصہ تو بہت آرہا تھا، مگر ڈپلومیسی سے کام لیا اور کمبخت کو دوست بنانے کی کوشش کی، اپنے چہرے کی پٹھیون اور رگون پر جو اس وقت مصلحتہً بہت کس دب گیا تھا ذرا قابو حاصل کر کے مسکرایا اور کہا :-

"بوتل کی نہین بیوقوف، مرتبان کی ضرورت ہوگی"

اب شوفر صاحب معاملہ کی تہ کو پہونچے، اور ذرا مسکرائے، جی مین آیا تھا کہ اسی منھ پر ایک گھونسہ رسید کرون، مسکرانے کا یہ کیسا موقع۔ مگر صبر کیا اور پوچھا۔

"کوئی ہوٹل قریب ہے؟"

شوفر :- "حضور ایسی خراب جگہ موٹر نے دغا دی! کوئی ہوٹل ووٹل قریب نہین"

مین :- "پھر کیا کرون؟"

شوفر :- دیکھئے صاحب کوئی فکر کرتا ہون۔

وہ ادھر فکر کرنے گیا۔ ادھر مین رانین سمیٹے، جسم بھر کی رگون کو ستار کے تارون کی طرح کسے بیٹھا تھا۔ یقین مانو جس وقت دورا پڑتا تھا تو اتنی تکلیف ہوتی تھی کہ مجھ ایسے انسان کو بھی خدا یاد آگیا بعض اتفاقات بھی عجیب ہوتے ہین، ٹھیک اسی وقت میونسپلٹی کی گاڑی لبالب بھری جاتی دکھائی دی، کیا بتاؤن، مین نے کس حسرت سے اس کی طرف دیکھا

اتنے مین شوفر بھاگا ہوا آیا اور بولا :- صاحب! چلئے

مین تو سمجھا کہ تریاق آنے مین دیر ہوگئی، مگر، جیسا کہ قاعدہ ہے کامیابی کا چہرہ دیکھتے ہی میری ہمت دوگنی ہوگئی، مین نے دنیا

کے باعظمت لوگون کو یاد کیا، اپنے مرتبہ اور اپنی خاندانی عزت کا خیال کیا، اور دانت بھینچ مٹھیان کسکر نیچے اترا، شوفر میرے خیال سے تیز بھاگا، مگر بیوقوف یہ نہین سمجھا کہ اب میرے قویٰ ایسے نہین رہے جو تیز چل سکون، مگر کسی نہ کسی طرح دو گلیان پوری طے کین اور منزل پر پہنچ گیا۔ مگر اس کو دیکھ کر جی چاہا کہ ملعون شوفر کو ٹھوکر سے اڑا دون، مجھے لیجا کر ایک بم پلیس کے سامنے کھڑا کر دیا، مگر مین نے نرمی کا موقع دیکھ کر غصہ بڑی مشکلون سے ضبط کیا اور کہا:۔

دوست! کسی بھلے مانس سے باتین کرو اور اسی کے گھر انتظام کرو۔

شوفر تھا گدھا، مگر معاملہ کی نزاکت سمجھ گیا اور مجھے ہٹا لایا، گلی مین پہنچکر ادھر ادھر نگاہ دوڑائی، کچھ دور ایک صاحب بڑے کمرے کے سامنے اچھی شیروانی پہنے ٹہل رہے تھے چھوٹی داڑھی تھی، عینک لگائے تھے۔ کمرے کے سامنے ایک بڑا سائن بورڈ لگا تھا جسپر لکھا تھا "مطب حکیم۔۔۔۔۔ نہ معلوم کیا نام تھا، اس بدحواسی مین کیا پڑھ سکتا تھا، شوفر دوڑا ہوا ان کے پاس گیا، اور مین بھی کسی نہ کسی طرح پھونک پھونک قدم پیچھے چلا۔

شوفر:۔ جناب حکیم صاحب! یہ ہمارے صاحب ہین، ضلع کے کلکٹر ہین انکا موٹر سڑک پر کھڑا ہے، اس وقت بہت پریشان ہین کیونکہ "رفع حاجت کی کوئی ترکیب نہین بن پڑتی"

حکیم صاحب نے بڑے غور سے میری طرف دیکھا، میرے ہیٹ اور سوٹ سے رعب کھا گئے۔ اب مجھے کامیابی کی امید بندھی وہ بہت ادب سے بولے:۔

"معلوم تو ہو کیا حاجت ہے؟ کیا شکایت ہے؟"

شوفر نے انکی نافہمی دیکھ کر گھومکر میری طرف یاس سے دیکھا، گویا اجازت مانگ رہا ہے کہ صاف صاف کہدون؟

مگر میرے چہرے کے پٹھے اتنے کسے ہوئے تھے کہ ان پر رضامندی نارضامندی کسی قسم کے جذبات پیدا کرنا اس وقت بالکل ناممکن تھا، وہ میری حالت سے سب کچھ سمجھ گیا، اور حکیم صاحب سے رازدارانہ کہنے لگا:۔

آپ کے بیان ورا۔۔۔۔۔ بیت الخلا جانا چاہتے ہین

اے صاحب ان کے تو تن بدن مین چنگاریان لگ گئین گویا کہ شوفر نے کہدیا "آپ کی لڑکی بھگا لیجانا چاہتے ہین"

حکیم صاحب:۔ "بدمعاشو! غنڈو!! میرے ساتھ یہ حرکتین "

ان کی زبان مشین کی طرح چلنے لگی۔ میرے پاس اتنا وقت کہان تھا جو انکی خطابت کی داد دیتا، یا انہون نے جو فرد جرم لگائی تھی اس کی صفائی پیش کرتا، حالانکہ چلنے کی مقدرت نہ تھی، قدم قدم پر ناموسی کا خطرہ تھا، مگر اسی حالت مین جیون تیون بھاگا، حکیم صاحب گالیان دیتے گلی کے نکڑ تک آگئے، اس کے بعد جتنا جتنا ہم دور ہوتے جاتے، اتنا ہی وہ اپنی آواز اونچی کرتے جاتے، یہ تناسب اتنی دیر تک قائم رہا کہ مین تو سمجھا کہ شاید ہم لوگون کے بھاگنے کا کچھ فائدہ نہ ہو، بڑی قیامت یہ تھی کہ وہ کہہ رہے تھے:۔

بڑا کلکٹر بنکر آیا تھا، بم پلس ہے میرا گھر گویا کہ کمینوں۔۔۔۔"

راہگیر، دوکاندار میری طرف حیرت سے تک رہے تھے، بس کیا کہون، سچ کہتا ہون کہ مجھے رونا آرہا تھا، اور یہی جی چاہتا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور مین سما جاؤن، حکیم صاحب پر ہزارون لعنتین بھیج رہا تھا، یہی ہے انسانی ہمدردی، اسی کا نام ہے اسلامی برادری، جب اتنی سی مصیبت مین ایک بھائی کے شریک نہو سکے تو اور کیا امید کیجا سکتی ہے، جب ہم لوگ گرتے پڑتے حکیم صاحب

کی باڑھ کی زد سے نکل آئے، یا کوئی مریض آگیا جس سے وہ چپ ہوگئے، تو مین نے شوفر سے خوشامد سے کہا:۔

یہان ایک دفعہ اور کوشش کر دیکھو، خدا بڑا کارساز ہے، ابھی کسی غریب مسلمان بھائی کو تلاش کرو، اس کو یہ پانچ روپیہ کا نوٹ دیکر معاملہ طے کرا دو، مگر خدانخواستہ یہ نہ کہدینا کہ مین کلکٹر ہون۔

شوفر میری حالت پر بے طرح ترس کھا رہا تھا۔ فوراً نوٹ لیکر ایک پان والے کی طرف دوڑا جو سامنے ایک چھوٹی سی دکان پر بیٹھا تھا اس وقت حسرت سے مین اپنے گھر کا باتھ روم صاف ستھرا اور چمکدار پاٹ یاد کر رہا تھا کبھی والد صاحب کے گھر کا ہندوستانی بیت الخلا ریاد آتا، اور نہ معلوم کون کون جگہین جن سے زندگی مین سابقہ پڑا تھا یاد آرہے تھے، مگر مین کہان وہ کہان۔

شوفر:۔ مسلمان ہو؟

پان والا:۔ جی حضور!

شوفر:۔ ایک کام کرو، پانچ روپیہ ملین گے۔ صاحب کو اپنے گھر مین رفع حاجت کرا دو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تنبولی:۔ کیا؟ ۔ ۔ ۔ میری طرف حیرت سے تاکنے لگا

شوفر:۔ ابے بیت الخلا۔ صاحب تیرے یہان بیت الخلا جانا چاہتے ہین

پان والا کمبخت حکیم صاحب سے بھی بڑھ کر کمینہ نکلا، مارے ہنسی کے لوٹن کبوتر ہوگیا، ہم لوگ جواب کے منتظر کھڑے تھے، مگر اس کے پیٹ مین سانس ہی نہین سماتی تھی کہ منھ سے کچھ کہے، گویا ہم اس کے سامنے بھانڈون کی نقل کر رہے تھے، دو چار راہگیر بھی تھے، ان مین سے دو ایک تو قہقہہ مار کر ہنسے، اور کچھ پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے؟ کیا بات ہے؟ یہ اور رسوائی، اب کہان جاؤن ہائے کیا مٹی پلید ہوئی، کہان مین اور کہان یہ حال، زمین تنگ اور

آسمان دور، یہان یہ کیفیت کہ دماغ تک کی رگین پھٹی جا رہی تھین، آنکھین نکلی پڑتی تھین، معلوم ہوتا تھا کہ کوئی آتش فشان ہے، جو پھٹنے کو ہے، مین تو اتنا مایوس ہوگیا تھا کہ انجام کی طرف سے بےفکر ہوگیا، بار بار یہی جی مین آتا کہ انسان جو کچھ کرسکتا تھا کرچکا، اب جو ہو سو ہو۔ مقابلہ مین ہاری مان لو، گھر چلکر نہا لینا، مگر بارے قسمت اچھی تھی، اسی وقت ایک شخص جو دو منٹ سے میرے برابر کھڑا تھا یا دیرسے شاید ساتھ ساتھ تھا، مگر مین نے بالکل خیال نہین کیا تھا بولا

حجور! ادھر کچھ دور بڑا صاف بم پلس ہے، ابھی جورہی کی کھاتر دو گھڑے پانی سے دھو کر آرہا ہون، حجور ان چھوٹے لوگون سے کام تھوڑے نکلے گا، یہ دوکانون کے رہنے والے، انکے یہان بیت الکھلا کہان!

اسوقت بھنگی کی اس ہمدردی سے میری طبیعت بہت متاثر ہوئی، یہ لوگ بھی کتنے اچھے ہوتے ہین، ایک حکیم صاحب کو دیکھو اور ملعون پان والیکو دیکھو، اور ایک اس غریب بھائی کو دیکھو، پھر بھنگی ہماری کتنی خدمت کرتے ہین، یہ لوگ کام نہ کرین تو ہمارے پاٹ کبھی صاف نہ ہون، مین نے اس کا شکریہ ادا کیا، اور ساتھ ہولیا مگر گن گن کر چلا ہون، میرے قدم چھوٹے چھوٹے اور گھوم گھوم کر پڑ رہے تھے، جیسے مین کوئی ڈانس ایجاد کر رہا ہون، یا کسی کسبی کی اٹھلائی چال کی نقل اتار رہا ہون، آخر کسی نہ کسی طرح اسی پبلک والی بم پلس کے سامنے پہونچ گیا۔

چھوٹی لائن کے ڈبے کے برابر ایک کمرا سا تھا، جس مین چھوٹے چھوٹے خانے تھے، اور ہر ایک مین چھوٹے چھوٹے دروازے لگے تھے، نیچے کالے کالے ڈبے جھانک رہے تھے،

مگر اب تو ایسا معلوم ہوا کہ درحقیقت یہ جگہ اتنی بری اور گندی نہ تھی، جیسی پہلی نظر مین معلوم ہوئی تھی۔ بھنگی نے پٹ کھولکر دکھایا،

تو اندر بھی کافی صاف تھا، مین نے جی مین کہا کہ آخر لوگ یہان جاتے ہی ہین، انسان انسان سب برابر، مین کیون نہین جاسکتا بھنگی :- بڑے بڑے لوگ جب ضرورت پڑجاتی ہے تو یہین آتے ہین ہم لوگ کیا کسی کو کہتے پھرتے ہین

مین نے پتلون کی پٹی پر ہاتھ ڈالا، اور بیچارہ بھنگی دوڑکر ایک بدھنی مین پانی لایا اتنے مین تانگہ کی آواز سنائی دی، اور شوفر صاحب کارگذاری دکھانے کو اسپر بیٹھے آپہونچے اور جلدی جلدی کہنے لگے :-

صاحب! قریب ہی ایک سرائے ہے، پانچ منٹ کا تانگہ پر راستہ ہے، تانگہ والا کہتا ہے، وہان کا باتھ بہت صاف ہے، زمین پکی ہے، دیوارون پر تار کول پھرا ہے، بھٹیاری قلعی دار لوٹے مین پانی دیتی ہے، گرم پانی بھی مل سکتا ہے،

سنکر میرے منھ مین پانی بھر آیا، جنت کی تصویر کیا اتنی دلفریب ہوگی، جتنی اسوقت میرے لئے اس باتھ کی تصویر تھی، مگر وقت تنگ تھا، حالت بگڑ چکی تھی، نہ معلوم کس کس طرح بدن گھما گھما کر شوفر کی خطابت سنی، منھ سے آواز نکالنے کی سکت تو تھی نہین، دل ہی دل مین کہہ رہا تھا، بعد مردن دولت قارون بھی ہاتھ آئی تو کیا، اور کیا بتاؤن کس بے بسی سے انگلی یاد، ادھوری چھچھولا کر قریب ترین خانے مین گھس گیا، ایک ہی منٹ کے بعد اندر سے پکار کر کہا "وہ پانچ روپیہ کا نوٹ بھنگی کو دیدو"

غزل

یہ ملال ہم کو کہاں رات کے فسانے کا
کہ سب پھیکے ہی اثار ورق زمانے کا

چمن دیکھ ہے محدود وقت پرواز
ٹھکانا روز بدلتا ہوں آشیانے کا

تلاش تو ہے ہر مقصد مین گم ہوا تو ہوا
یہ ماجرا کیا دل نے چھپے ترانے کا

یہ دل سے تو وفا تیم ناز کہی ہے
کہان کا زور ہا جذب اس نشانے کا

زبان و دل میں ہمارے نہ فرق ڈال سکا
منافقانہ عمل آرزو زمانے کا

[illegible]

اِنڈیا فلم بورڈ کے بہترین فلم

جنگ بہادر

بھونانی پروڈکشن کا شاندار شاہکار سنسنی خیز واقعات، بہادرانہ کارنامے حیرت انگیز واقعات، دلکش مناظر، اور جنگ وجدال کی معرکہ آرائیان، فلم کی خصوصیات ہین، پربھا، نیام پلی، فیٹی پرشاد، نرگس، پراشر، شورانی کے کام خوب ہین

ڈائرکٹر ——— بھونانی

خون کا خون

اسٹیج فلم کمپنی کا شہرۂ آفاق فلم شکسپیر کے زندہ جاوید ڈرامہ کو فن کارانہ کمال اور رنگین مناظر کے ساتھ پردۂ فلم پر پیش کیا گیا، اس فلم مین سہراب مودی، نسیم، شمشاد بائی کی اداکاری قابل دید ہے، اور گانے انتہائی دلکش ہین

ڈائرکٹر ——— سہراب مودی

آشیانہ

کالی فلمز کلکتہ کا بہترین پیشکش جس مین دیوبالا، نور محمد، راجکماری، پاروتی، منی لال وغیرہ نے بہترین اداکاری پیش کی ہے

یہ ایک عظیم الشان فلم ہے، ڈرامہ بہت سی خوبیون سے آراستہ ہے اداکاری، موسیقی، مصوری اور رقص قابل دید ہین۔

شادی کی رات

بھونانی پروڈکشن کا سپرسٹنٹ کچھ مار دھاڑ کے اس قدر شاندار سین پردۂ سیمین پر دیکھنے مین نہین آئے - پربھا، نرگس، نیام پلی، فیٹی پرشاد، پراشر، شورانی کے کام لائق تحسین ہین، افسانہ سنسنی خیز، اور گانے وجد آگین،

ڈائرکٹر ——— بھونانی

موڈرن لیڈی

کالی فلمز پروڈکشن اداکاران:- عباس، پدما، رام دلاری، شہرۂ آفاق بنگلہ فلم اردو لباس مین اس فلم نے بنگلہ فلمون کا ریکارڈ توڑ دیا ہے - افسانہ، ڈائرکشن، اداکاری اور مناظر قابل دید ہین۔

دلاور

بھونانی پروڈکشن جس مین نوین، جیک اور سوشل کی حیرت انگیز اداکاری اور ناچ گانے لائق تعریف ہین، دلکش مناظر، فطری کام، عشق ومحبت کے رنگین واقعات اس فلم کے خصوصیات ہین،

ڈائرکٹر ——— بھونانی

انڈیا فلم بورڈ	لاہور	دہلی	پشاور	کراچی
	نمبر ۵۰ [illegible]	نمبر ۱۴۰ [illegible]	[illegible]	نمبر ۳۳ [illegible]

اُس نے فسانہ سنایا؟

از جناب بسمل صاحب عشرتی مقیم کلکتہ

"خوب۔ تو آج آپ سٹوڈیو گئے تھے؟"

"جی ہاں"

"سیٹھ صاحب سے ملاقات ہوئی؟"

"جی ہاں"

"فسانہ سنا؟"

"جی ہاں"

"پسند کیا؟"

"نہین"

"ہین؟ کیون؟ کیا کہا؟"

"کہا کہ اسمین محبت کی چاشنی نہین پھیکا ہے"

"یہ تو مین نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آپکا فسانہ کوئی بھی نہ فلمائیگا۔ یہ بھی غنیمت سمجھیے کہ سیٹھ صاحب نے اپنے قیمتی وقت کا ہرج کرتے ہوئے سننے کی تکلیف گوارا کرلی۔ وہ بھی تو سچے ہین۔ انھون نے فلمی کاروبار اپنے فائدہ کیلئے شروع کیا ہے۔ کچھ ملکی یا قومی سدھار کا ٹھیکہ نہین لیا کہ گھاٹے کی صورت مین بھی کام چلائے جائین۔ کیونکہ اگر وہ دیکھنے والون کی پسند کے مطابق فلمین تیار نہ کرین تو چند ہی دن مین لگائے ہوئے سرمایے سے ہاتھ دھو بیٹھین۔ پھوٹی کوڑی بھی وصول نہ ہوسکے وہ عوام کی نبض پہچانتے ہین اُنکے رجحان طبیعت کو جانتے ہین۔ وہ فسانہ کا انتخاب کانون سے نہین آنکھون سے کرتے ہین۔ گو کان فسانہ سننے پر لگے ہوئے ہوتے ہین۔ لیکن آنکھین ٹکٹ گھر کی کھڑکی کا جائزہ لے رہی ہوتی ہین۔ وہ دیکھتے ہین کہ عوام ایک دوسرے پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرے پڑتے ہین یا نہین۔ اگر وہان انہین بھیڑ نظر آتی ہے تو فسانہ منظور ورنہ ...... ایک خاص انداز سے کرہ مین لگے ہوئے کلاک کی طرف دیکھنے لگتے ہین جس کا مطلب فسانہ نویس اگر ذرا سا بھی ذکی الحس واقع ہو تو فوراً سمجھ جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے ساتھ بھی شاید یہی واقعہ پیش آیا ہوگا؟"

"جی ہان کچھ ایسا ہی"

"ایسا ہونا لازمی تھا، آپ کا فسانہ کیون پسند کیا جاتا؟ اس مین رکھا کیا تھا نہ تو جاذب توجہ آغاز نہ ہی دلچسپ انجام، درمیان مین بھی گویا بھوسہ بھرا ہوا، کوئی جذبات ابھارنے والا منظر نہین، کوئی آتش نفسانی بھڑکانے والی نیم برہنہ رقاصہ نہین، کوئی سنسنی خیز واقعہ نہین، وہ فلمائین تو کیا فلمائین، اپنے آرٹ کے جوہر دکھائین تو کہان دکھائین، پھر آپ کے فسانہ مین کردار بھی تو ایسے ویسے ہی ہین، نہ تو بصورت ہیرو نہ چٹخارے دار ہیروئن نہ وہ سوز وگداز سے بھری ہوئی تانین الاپتا ہے نہ وہ سنگر گلیسرین کے آنسو بہاتی ہے، نہ ولین لال لال آنکھین دکھاتا ہوا نظر آتا ہے، نہ مار نہ پیٹ نہ بھاگم بھاگ نہ دھکم دھکا دیکھنے مین آتا ہے، کیا پھیکا فسانہ لکھا ہے، انھون نے سچ کہا ہے کہ چاشنی نہین پھیکا ہے، پھیکا تو ہے ہی، نہ طبلہ پر تھاپ نہ گھونگرو کی جھنکار، نہ کمر لچکتی ہے نہ آنکھ مٹکتی ہے، نہ کارک اُڑتے ہین نہ جام چلتے ہین، نہ دھوکا ہے نہ ریاکاری، نہ فریب ہے نہ مکاری، نہ ہجر کا جھگڑا نہ وصال کا قصہ، نہ حسد نہ رقابت، آپ ہی کہئے کیا ہے

آپ کے فسانہ مین ؟

بس یہی نا کہ وہ ایک شادی شدہ عورت تھی، وہ چاہتی تھی کہ ماں بنے بچے کو گود مین کھلائے، پالے پوسے بڑا ہو جانے پر اس کا بیاہ رچائے، چاند سی بہو گھر لائے اور جب وہ بوڑھی ہو جائے تو ہنسی خوشی مرجائے،

"بس اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا"

ایسا معمولی گھریلو افسانہ کون فلمائیگا اور کون دیکھنے جائیگا، اس روزمرہ کی زندگی پر افسانہ لکھنے چلے، پھر وہ بھی فلم کمپنی کے لئے! ہوش کی دوا کیجئے ہوش کی، دنیا مین کوئی ایسا بھی ہے جسے اتنی سی بات معلوم نہ ہو کہ ہر ایک شادی شدہ عورت یہی چاہتی ہے، چلے۔ بھے گھر سے فسانہ لیکر آپ ہی جیسے لوگون نے تو سٹوڈیو کے دربانون مین اضافہ کرا دیا ہے، کیا فرمایا آپ نے ؟ آپ کا فسانہ آئنہ ہے ؟ ہندوستانی معاشرت، اور گھریلو زندگی کا ؟ خوب اگر آپ کا بس چلے تو صنعت فلمسازی مین انقلاب پیدا کر دین، مگر فلمی صنعت کے ٹھیکہ دار ریوڑیان شکرانے دین، کہ خدا نے آپ جیسے گنجون کو ناخن نہین دیئے، ناراض تو نہین ہو گئے۔ ؟ ٹھیک ہے یہ ناراضگی پیدا کرنے کی باتین بھی تو ہین، آپس کی بات چیت ہے نا ؟.......

تو میرے دوست! اگر چاہتے ہو کہ آپ کا فسانہ مقبول ہو، ہاتھون ہاتھ لیا جائے، فلمی اخبار اس کی تعریف مین چوتھائی کالم سے لیکر صفحے کے صفحے سیاہ کر ڈالین، تنقید نگار طبقہ ولائتی فاونٹن پن سے لیکر دیسی قلم تک اس کی خوبیان دکھانے مین وقف کر دین، تو بھولے سے بھی ہرگز ہرگز ایسا فسانہ قلمبند نہ کرنا جو قومی یا ملکی تہذیب، تمدن، معاشرت یا اخلاق کا آئینہ دار ہو جو ملک کے نوجوانون پر اچھا اثر ڈال سکے یا جسے شریف گھرانون کی بہو بیٹیان بے جھجک دیکھ سکین، جب بھی فسانہ لکھو ان باتون کے برعکس لکھو۔

کیا کہا ؟ اس قسم کے پلاٹ ذہن مین نہین آتے ؟ واہ واہ یہ بھی کوئی مشکل ہے۔ اوپر تلے متواتر تین چار پانچ چھ انگریزی فلم دیکھ ڈالو بس فسانہ کے لئے پلاٹ مل جائیگا، کہین سے اینٹ کہین سے روڑا، اور کچھ بھان متی نے کنبہ جوڑا، کے مصداق فسانہ کے پلاٹ گڑھ کے رکھ دو، اس بات کا فکر مت کرو کہ ہندوستانی تہذیب کی گملی پر ولایتی ماحول کے بیل بوٹے سجے ہین یا نہین، اس کا بھی غم نہ کرو کہ اگر تمھارے فسانہ کے ڈھول کا پول کسی نے کھولدیا تو کرکری ہوگی۔ ان سب فکرون کا سدباب مالک کمپنی کے ذمہ ہے۔ کسی اخبار یا تنقید نگار کی مجال نہین کہ ان باتون کے متعلق ایک سطر تو کیا ایک حرف بھی صفحہ قرطاس پر لکھ سکے، اگر کسی سرپھرے کا قلم چل بھی گیا تو اس کی اپنی برادری کے لوگ اس کا حقہ پان بند کر دین گے، نہ صفحے پورے کرنے ملین گے، نہ تنقید نگار نہ فلم کمپنیون کے اشتہار، چند ہی دن مین مزاج ٹھکانے آجائیگا۔

خیر تو مین کیا کہہ رہا تھا، ہان پلاٹ چاہے جہان سے چراؤ۔ اسے تو یہ جہان سے بھی لو مگر اس کی بنیاد محبت پر قائم کرو۔ اور اس مین برہنہ نہین تو نیم برہنہ رقص کی گنجائش ضرور ہو۔ چھاتی کے منظر تو فسانہ کی جان ہوتے ہین، یہ بات بھول نہ جانا، اور وہان سنسنی ضرور ہو، ریل گاڑی نہ ٹکرا سکو تو موٹرین ہی سہی ورنہ بیل گاڑی لڑوا دو نئی چیز ہوگی۔ یہ بھی خیال رہے کہ بغیر ویلین کے فسانہ ادھورا رہ جائیگا۔ اگر یہ کام کسی موٹی تازی سنڈی مسٹنڈی عورت سے لوگے تو فسانہ کو چار چاند لگ جائینگے

آجکل اس قسم کے فسانے بہت کامیاب ہوتے ہین، سینما ہال والون کو بڑھتی ہوئی بھیڑ کا سیلاب روکنے کے لئے پولیس کے بند لگانے پڑتے ہین، آیا سمجھ کے بیچ مین جناب والا! اگر اس قسم کے فسانے لکھو گے تو چوٹی کے مصنفون مین شمار کئے جاؤ گے، اچھا اسوقت تو چونکہ فرصت نہین ذرا بائیکلہ جانا ہے چوپاٹی کی سیر کرنا ہے، بمبئی ٹاکیز کا نگار خانہ دیکھنا ہے پھر کبھی ملاقات ہوئی تو فسانہ نویسی اور اسکی کامیابی کے ایسے ایسے چلتے ہوئے منتر آپکو سکھاؤنگا کہ جس اسٹوڈیو کے دروازے پر کھڑے ہو کر چٹ کرکے پھونک دوگے وہین آپ کا فسانہ بغیر سے منظور کر لیا جائیگا، اچھا رخصت، یار زندہ صحبت باقی،

ہمارے انتخاب کردہ فلم آپ کی تفریح کیلئے بہترین تحفہ ہیں

حسب ذیل فلم آپ یاد رکھیے

جب آپ کے شہر میں جائیں ان کو ضرور دیکھیے

بلیدان	بھارت لکشمی	باغی سپاہی	ایسٹ انڈیا	انقلاب	نیو تھیٹرز لمیٹڈ
بھگت کے بھگوان	"	بدروہی	"	ہوائی ڈاکو	موڈرن انڈیا
چترا بکاولی	"	خیبر پاس	"	وطن کی بیٹی	"
ڈاکو کا لڑکا	"	آخری غلطی	"	بھگت چیتیا	امپرانڈیا موویٹون
دل کی پیاس	"	مسٹر ڈبلو	"	جوانی کی ہوا	بمبئی ٹاکیز
انصاف کی توپ	"	ماڈرن	"	میاں بیوی اور ممتا	"
کنواری ودھوا	"	رات کی رانی		بھارت کا لال	ہرشیخپر آرٹ
مستانہ	"	نور وحدت	"	باغ مصر	واڈیا موویٹون
پوتر لیلاوتی	"	سلیمہ	"	راجہ گوپی چند	پلے آرٹ
رامائن	"	سوتیلی ماں	"	کالا ناگ	جھنگ موویٹون
پریم پریکشا	ایسٹرن آرٹ	سنہرا سنسار	"	ہیر رانجھا	پلے آرٹ
انسان یا شیطان	"	تحفۂ عید	"		

بکنگ کا پتہ

امپائر ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز بھارت بھون چترنجن اوینو کلکتہ

لطائف

کلرک :- براہ کرم مجھے ایک دن کی رخصت عطا فرمایئے۔ میری شادی ہونے والی ہے۔

مینجر :- پندرہ روپے ماہوار تنخواہ پانے والے کلرک سے کس بیوقوف کی لڑکی شادی کرنے پر رضامند ہوگئی؟

کلرک :- "آپ کی صاحبزادی"

پہلا دوست :- میری بیوی ہمیشہ مجھ سے ایسی چیزیں مانگتی رہتی ہے جن کی خریداری میرے امکان سے باہر ہے۔

دوسرا دوست :- لیکن میری بیوی تو ایسا نہیں کرتی!

پہلا دوست :- یہ کس طرح ممکن ہے؟

دوسرا دوست :- میری بیوی مانگتی نہیں بلکہ مجھے خریداری کا حکم دیتی ہے

بیوی :- میری سہیلی کی نئی پوشاک تو بالکل فردوس نظر ہے؟

شوہر :- مگر اس کا شوہر تفکرات کے جہنم میں جل رہا ہے کہ قیمت کہاں سے ادا کرے۔

بیوی :- تم مجھے بیکار بدنام کرتے ہو، میں نہایت کفایت شعار ہوں، دیکھو کس قدر سادہ پوشاک پہنتی ہوں!

شوہر :- اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تمھارے پڑوس میں جو عورتیں ہیں ان کے تن پر چھترا بھی نہیں، کسی دولتمند کا گھر پڑوس میں ہوتا تو پھر میں دیکھتا کہ تم کیسی کفایت شعار ہو؟

تالاب میں غسل کرنے کے لئے ایک نوجوان عورت نے کپڑے اتارے کانسٹبل خاموش کھڑا دیکھتا رہا۔ جب وہ پانی میں اترنے لگی تو کانسٹبل نے آگے بڑھکر کہا :-

اس تالاب میں غسل کرنا خلاف قانون ہے۔

عورت نے جھلا کر کہا :- تو تم نے کپڑے اتارنے سے پیشتر مجھے کیوں نہ مطلع کیا؟

کانسٹبل :- تالاب کے کنارے کپڑے اتارنا خلاف قانون نہیں ہے

انگریز گاہک (انگریزی میں) مجھے کوئی ایسا کھلونا دکھاؤ جس کو دیکھ کر ہنسی آجائے۔

ملازم (جو انگریزی نہیں جانتا تھا) صاحب کو لیجا کر مالک دوکان کے سامنے کھڑا کر دیا اور خود چلا آیا۔

ایک راہگیر :- کیوں جناب یہ سڑک کہاں جاتی ہے؟

مسخرا :- صاحب! یہ سڑک جاتی تو کہیں بھی نہیں ہر وقت یہیں رہتی ہے

ماں :- پلیٹ میں دو پیڑے رکھے تھے کیا ہوئے؟

لڑکا :- میں نے رات کو کھا لئے،

ماں :- موئے، چوٹے! میں نے صبح ناشتہ کے لئے رکھے تھے۔

لڑکا :- آپ ہی نے کل یہ بھی کہا تھا کہ آج کا کام کل پر نہ رکھنا چاہئے

کملیش کماری

۱۹۱۲ء مین لکھنؤ مین آپ پیدا ہوئین، آپ اڑھائی سال کی ہوئین کہ پدر بزرگوار کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، آپ کا نسبی تعلق لکھنؤ کے شریف خاندان سے وابستہ ہے، آپ کی والدہ بلرام پور ہسپتال لکھنؤ کی لیڈی سپرنٹنڈنٹ کے اعلیٰ عہدہ پر مامور ہیں، آپ کی والدہ نے بڑے حوصلے کے ساتھ آپ کی تعلیم کو پایہ تکمیل تک پہونچایا اوکیلنڈ ہاوس شملہ اور لوریٹو کانونٹ لکھنؤ سے تعلیم حاصل کرلینے کے بعد آپ نے سینیر کیمبرج کا امتحان پاس کر کے اپنے جنس کے تعلیمیافتہ طبقہ مین بہترین وقعت حاصل کی، آپ کی علمی لیاقت نے آپ کی والدہ کو ڈاکٹری پڑھانے پر آمادہ کیا، سب کچھ مہیا تھا صرف کالج کے ٹرم کا انتظار تھا، لیکن آپ کا رجحان رقص کی طرف پہلے سے ہی زیادہ تھا اور اس شوق نے آپکو اس فن مین ایک حد تک پہونچا دیا اسی بنا پر ایک استاد فن نے نہایت فخر کے ساتھ آپ کو اپنا شاگرد بنا کر ایک چیریٹی شو مین ناچنے کا موقعہ دیا، ناچ دیکھکر لوگ بہت خوش ہوئے اور اکثر کمپنیون نے آپ کو ملازمت کی دعوت دی آپنے

اسٹفلز۔ مصوری کے ساتھ چھ مہینے کے لئے کنٹراکٹ کرلیا، اب آپ کی شہرت تمام ہندوستان مین ہوگئی، جب آپ ڈیو کو شملہ مین بلوائی گیئن اور ہزاکسلنسی وائسرائے، ہزاکسلنسی کمانڈر انچیف اور ہزاکسلنسی گورنر آف پنجاب کے سامنے رقص کا نمونہ پیش کیا تو ہر طرف سے تحسین و آفرین کی صدا آنے لگی، صدا کیا تھی شہرت کا ڈنکا تھی، اس شہرت نے آپ کو یورپ پہونچایا، اٹلی کی نمائش رقص مین آپ نے ہندوستانی اور یونانی کلاسکل رقص پیش کرکے اپنی شہرت کو بام کمال تک پہونچایا، اس لازوال کامیابی کے بعد لنڈن، سوئزرلینڈ اور پیرس سے بلاہٹ آئی اور آپ نے ان تمام جگہون مین پہونچکر اپنے کمالات فن پیش کرکے لوگون کو محظوظ اور اپنا گرویدہ بنالیا، مگر اتنے عرصہ کی جدائی آپ کی والدہ گوارا نہ کرسکین اور آپ پیرس سے ہندوستان بلالی گیئن۔

یہان کے اسکرین پر چند تماشے دیکھنے کے بعد آپ کو ایکٹنگ کا شوق پیدا ہوا، اور ایک عرصہ تک اسی غور و فکر مین رہین کہ اپنے کو کس فلم کمپنی کے سپرد کرین جو آپ کے کمالاتِ فن کی قدر کرتے ہوئے آپ کی ہر طرح اور خاطر خواہ دلجوئی کرسکے، مشورہ اور تجربہ کے بعد آپ کے فیصلہ نے نیو تھیٹرز کو نامزد کیا، وہان مسٹر ملک سے ملاقات ہوئی انہون نے اس گوہر نایاب کو پاتے ہی نہایت مسرت کے ساتھ مسٹر نتن بوس سے ملایا، فلمی دنیا مین یہ خبر حیرت سے سنی جائیگی کہ ٹرائل کے بعد ہی آپ اس قابل ثابت ہوئین کہ آپ "پریزیڈنٹ" کی ہیروئن بنادیگئین چنانچہ نہایت خوش اسلوبی سے ہیروئن کا کردار ادا کیا اور ادا کر رہی ہین اور آپ کارکنان نیو تھیٹرز خصوصاً مسٹر رائے چند بورال، مسٹر نتن بوس، اور مسٹر ملک کی بیحد مشکور ہین،

زبان اردو، ہندی، انگریزی کے علاوہ اٹالین اور فرنچ بھی آپ بے تکلف بول لیتی ہین، آپ کو ساز سے خاصہ تعلق ہے، پیانو اور سکسو فون آپ کی مسرت کے اسباب ہین، آپ کو گھوڑے کی سواری کا بے حد شوق ہے، اکثر آپ اسٹوڈیو ہنہناتے گھوڑے پر سوار جاتی ہین، آپ کو موٹر چلانے مین کافی دسترس اور خاص دلچسپی ہے، لیکن کلکتہ کی گنجان آبادی اور قدم قدم کی بھیڑ سے آپ گھبراتی ہین، یہی وجہ ہے کہ آج تک آپ موٹر سے بغیر ڈرائیور کے اسٹوڈیو نہ جاسکین۔

سرو قد ۵ فٹ پونے ۵ انچ لانبا، بدن خوبصورت اور سڈول بڑی بڑی آنکھین جو اپنا دلی حال کہنے مین زبان کی محتاج نہین، لمبے اور سیاہ بال شب دیجور سے کم نہین، وزن ۸۔ اسٹون ۵ پاونڈ

بائیسکوپ دیکھنے کی بڑی شائق ہین، شام ہوئی اور گھر سے غائب اور اب جب ملین گی تو کسی نہ کسی سینما ہاوس مین، آپ بائیسکوپ تنقیدی نگاہ سے دیکھتی ہین اور جہان کوئی خوفناک بھیانک اور المناک سین آتا ہے تو نہایت انہماک کے ساتھ دیکھتی ہین،

آپ کو انگریزی ڈرامے اور ناول پڑھنے کا بیحد شوق ہے، اور مصنفین مین خصوصیت کے ساتھ اوسکر، مسٹر برنارڈ شو کو سراہتی ہین اور انگریزی آرٹسٹون مین چارلس لوٹن، فریڈ وگ مارچ اور رالز بتھ برگ نر کے کام بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہین اور ہندوستانی آرٹسٹون مین دیویکارانی، اومادیوی اور سیگل کو بہترین آرٹسٹ تصور کرتی ہین۔

اُردو عربی بلاک کی بہترین و روشن کتابت و طباعت کیلئے محمد یونس نظامی (دت نذیر اسلامی آرٹسٹ کلکتہ) سے ملیے

نیو تھیٹرز کا زیر تکمیل اصلاحی فلم

اناتھ آشرم

ڈائرکٹر۔ ہیم چندر

نیو تھیٹرز اسٹوڈیو مین اناتھ آشرم کی شوٹنگ ہو رہی ہے، افسانہ اصلاحی نقطۂ نظر سے بہت بلند ہے پردۂ فلم پر یہ افسانہ ایک نئی چیز لیکر آرہا ہے۔ ایسی چیز جو آج تک آپنے کسی دوسرے فلم مین نہین دیکھی "اناتھ آشرم" مین سوسائٹی کے ایک کمزور پہلو پر خوبصورت انداز مین روشنی ڈالی گئی ہے اور چند ایسی ایسی نئی باتین پیش کی گئی ہین جو ملک کے لئے مفید ثابت ہونگی۔ کوئلہ کی کانون کے خطرناک مناظر حاصل کرنے کے لئے نیو تھیٹرز نے بڑی فیاضی سے رُوپیہ خرچ کیا ہے۔

مناظر کشی ــــ صدابندی ــــ ترجمانی جذبات ــــ رقص ــــ اور ــــ موسیقی کی خصوصیات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے، جس کیلئے نیو تھیٹرز کے سابقہ کارنامے بہترین ضمانت ہین

مشہور اداکار

نجم الحسن، اوما دیوی، مس کلیانی، نواب، جگدیش، پرتھوی راج، ترلوک کپور، بابو لال، نیمو، بکرم کپور، وید وغیرہ

بکنگ کیلئے پتہ

شمالی ہند ــــ جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
جنوبی ہند ــــ کلکتہ فلم ایکسچنج ۵۰۔ آرمینین اسٹریٹ۔ مدراس
مشرقی ہند ــــ ہندوستانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ
مغربی ہند ــــ کلکتہ فلم ایکسچنج تری بھون روڈ بمبئی ۴

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا تازہ ترین عبرت انگیز فلم

پریزیڈنٹ

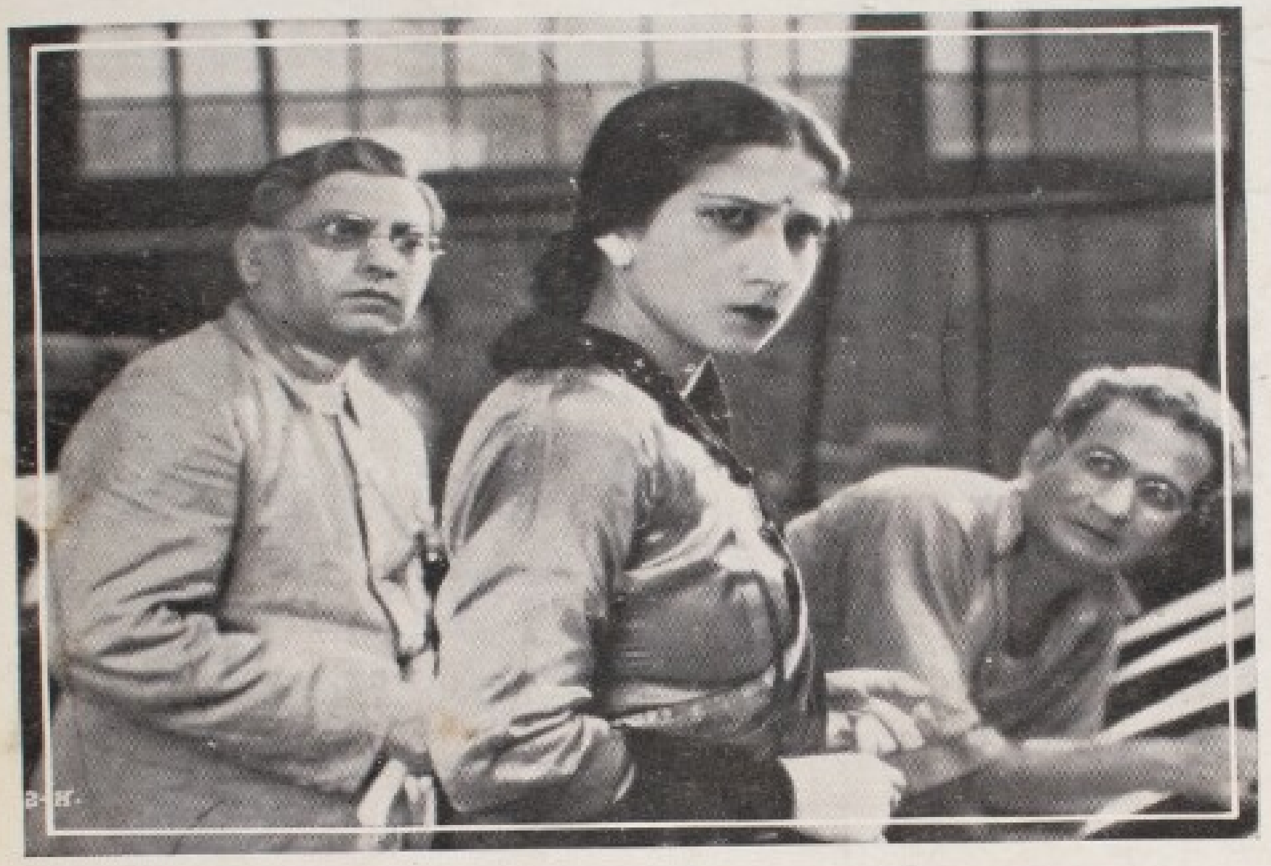

ڈائرکٹر کیمرہ مین

نتن بوس

ریکارڈنگ

موکل بوس

کہانی میوزک ڈائرکٹر

آر۔سی۔بورال

ممتاز اداکار

سائیگل، کملیش کماری، لیلا دیسائی، مس کلیانی، نواب، جگدیش، کپور، امر ملک،
بکرم نہر، دیو بالا، نیمو، پرتھوی راج وغیرہ وغیرہ

بکنگ کا پتہ

کلکتہ فلم ایکسچنج بمبئی مدراس

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
دوسانی فلم کارپوریشن نمبر۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

Printed by H. H. Rahman at Excelsior Art Press,
Edited & Published by M. M. Begg. 22, Middle Road (Entally), CALCUTTA.

قیمت
فی کاپی ایک آنہ
کلکتہ سے باہر
چھ پیسے

عکاس

ماہوار

کلکتہ

قیمت
فی کاپی ایک آنہ
کلکتہ سے باہر
چھ پیسے

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا زبردست پیشکش

پریزیڈینٹ

ڈائرکٹر
نتن بوس

ملک کے ہر گوشہ مین
کامیابی کی منزلین طے کرتا
ہوا کامرانی کی سرحدون پر
پہنچ رہا ہے

انسانی
دورِ
حیات
کا حقیقی
ترجمان
کشمکشِ زندگی
کا عجیب حادثہ
دو نازک دلون
کی پاکیزہ محبت اور
پھر رقابت، ایک کا
انقلاب آفرین ایثار

ادا کار
سائیگل
کملیش کماری
لیلا دیسائی
نواب کاشمیری
جگدیش سیٹھی
بکرم کپور
اودید
نیمو
پرتھوی راج
بکرم نہار
دیو بالا
ایاسن

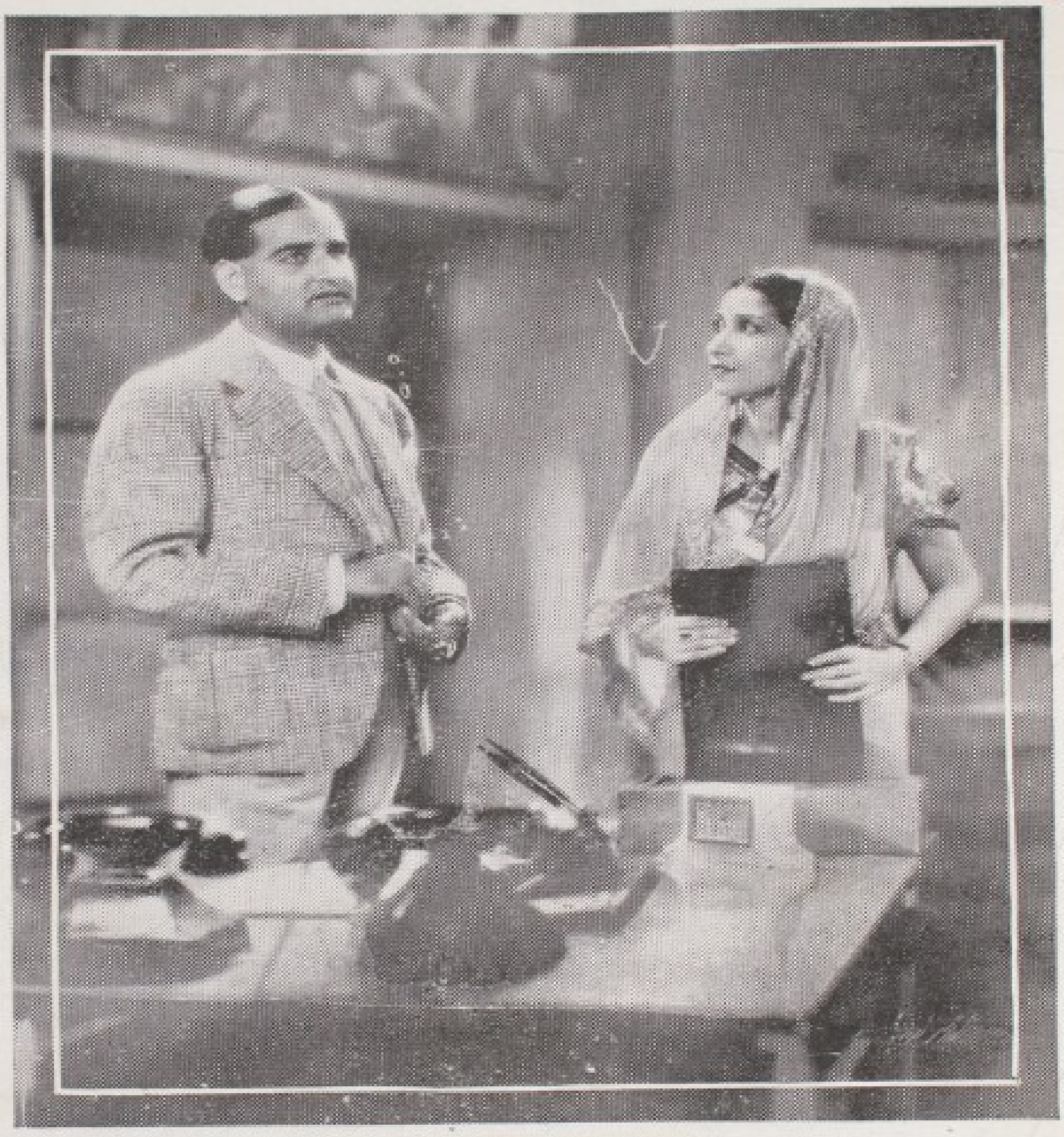

بکنگ کا پتہ
کلکتہ فلم ایکسچینج بمبئی مدراس

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز، قورٹ روڈ دہلی
دی ساتی فلم کارپوریشن نمبر ۲ کولوٹولا اسٹریٹ کلکتہ

شذرات

ہندوستان کی موجودہ کثرت بے روزگاری کے اثرات ہمارے محدود صنعت فلمسازی پر ہوئے، اور آج ہندوستانی فلمی دنیا میں وہ سرگرمی مفقود نظر آتی ہے جو اب سے دو سال قبل تھی، مالی منفعت کے وہ خوشنما دور قریب قریب ختم ہوگئے، اور اب فلمسازون کے ساتھ متعلقین فلم بھی پریشانیون اور تفکرات مین بالکل ایسے ہی گھرے نظر آتے ہین جس طرح دوسری ملکی صنعتون سے وابستہ لوگون کی حالت ہے' اب فلمی نگارخانون سے متعلق مالی منافع کے شہرۂ آفاق واقعات افسانے ہوتے جارہے ہین اور وہ تمام رنگین حالات ایک خواب کی شکل اختیار کررہے ہین جن سے متعلقین فلم وابستہ تھے۔ بلاشبہ ملک مین صرف تین چار کمپنیون کی حالت مستحکم اور دائرہ عمل — اپنی جگہ پر درست ہے، مگر ملک کی دیگر سو سے زائد کمپنیون کی حالت سو فیصدی خراب ہوچکی ہے، اور فلمی آرٹسٹون کے لئے بے روزگاری کے دور مین آنے کا ایک مستقل خطرہ پیدا ہوگیا ہے، اس سلسلہ مین چند ایک ضروری باتین ہین جن پر توجہ نہ کی گئی اور اگر اب بھی موقعہ کو ضایع کردیا گیا تو افسوسناک واقعات سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اول۔ فلمسازون کو فلم کے ذریعہ ملک کی اقتصادی حالت درست کرنے کے لئے مختلف ذمہ داریان اپنے ذمہ لینا اور عام پبلک کی اصلاح کرتے رہنا۔

دوسرے۔ اچھی تنخواہ پانے والے اداکارون کو اپنی مالی حالت درست رکھنا اور پس انداز کرنے کی عادت ڈالنا۔

تیسرے۔ ایکٹر ایکٹریسون کی تنخواہون کے متعلق غلط پروپگنڈے سے گریز کرنا چاہئے، اس کے اثرات ملک کے نوجوانون پر اور اداکارون پر نقصان رسان صورت مین عائد ہوتے ہین۔

فلمی پریس اور عکاس کے صفحات بارہا فلمسازون کو مشورہ دیچکے ہین کہ ملک کی مالی حالت درست کرنے مین مالکان فلم کمپنی بھی معاون ہوسکتے ہین اور ان کی یہ اعانت خود ان کے لئے بھی مفید ثابت ہوگی۔ پبلک کو ہر فلم مین ایک سین کے ذریعہ کوئی نہ کوئی نئی صورت روپیہ پیدا کرنے کے متعلق بتلانا آسان طریقہ تھا جس کو نظر انداز کیا گیا اور آج ہماری فلمسازی اقتصادی حیثیت سے ہمارے لئے قطعی غیر مفید ثابت ہوئی۔

اچھی تنخواہ حاصل کرنے والے فلمی اداکارون کو ہمیشہ مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ فاضل روپے کو ریس، شراب نوشی، اور عیاشی مین ضایع نہ کرین۔ اور اپنے مستقبل کی حفاظت کے لئے پس انداز کرنے کی عادت ڈالین، مگر اس پر کہان تک عمل کیا گیا ہے؟ اس کے بیان کی ضرورت نہین، واقعات خود ہی منظر عام پر رونما ہوئے بغیر نہ رہین گے۔

تیسری اور ضروری چیز یہ ہے جس پر آج ہم کو اپنے خیالات ظاہر کرنا ہین اور اس تلخ حقیقت کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے، ناظرین با آسانی اس کا اندازہ کرسکتے ہین، ملک مین فلمی ایکٹر اور ایکٹرسون کی تنخواہون کے متعلق غلط اور خوفناک پروپگنڈا کیا گیا، جس کے باعث ملک کے

نوجوانون مین کافی ہلچل پیدا ہوگئی۔ اگرچہ مقصد اس کا اداکارون کی اہمیت پبلک پر ظاہر کرنا تھی مگر اس کے پس پردہ نتائج کو نظرانداز کرکے ایک شاندار گمراہی کی تبلیغ کی گئی۔ نوجوانی اور ناتجربہ کاری کے دور سے گذرنے والی ہستیون کو نگارخانون کے دروازے پر چکر لگانے کے مواقع پیدا کئے گئے، اور یہی ہوا کہ ہزارون نونہال پڑھنا لکھنا اور دوسری وہ منزلین چھوڑکر جو حصول معاش کے لئے ان کے والدین، اور سرپرستون نے ان کے لئے تجویز کی تھین فلمی ایکٹری کے خواب دیکھنے لگے اور ہر گوشہ دماغ مین آرٹسٹ بننے کی تمنا پرورش پانے لگی، یہ ہوا اس بری طرح پھیلی کہ بلا امتیاز صلاحیت و عدم صلاحیت ہر نوجوان فلمی پردہ پر اپنی شکل دیکھنے اور اچھی تنخواہ پانے کا آرزومند ہوگیا اور شوق جنون کی حد تک پہنچکر دیگر ذرایع سے کسب معاش کا خیال ہی ذہن سے جاتا رہا۔ غور کرنے کی جگہ ہے کہ تنخواہون کے متعلق اس بے بنیاد پروپگنڈے نے کتنے نوجوانون کی زندگی برباد کر ڈالی، حالانکہ اگر فلم کمپنیون کے پبلیسٹی ارکان دوراندیشی سے کام لیتے اور فلمی پریس والہانہ پروپگنڈے بازی سے گریز کرتے ہوئے دوسرے ذرایع اختیار کرتا تو ان کی یہ حالت نہ ہوتی۔ غلط بیانی کی انتہا ہوگئی کہ جو اداکار پانسو سے لیکر دو ہزار تک تنخواہ حاصل کرتے ہین انکی تنخواہین دو ہزار سے سات ہزار تک بیان کی گئی ہین، دراصل ہماری فلم کمپنیان صرف تجارتی پہلو پر عامل ہین اور اس سلسلہ مین بھی نقص موجود ہے ان کو اچھے اور بلند خیال پبلیسٹی آفیسر بھی حاصل نہین ہین جو کسی خبر کو پریس مین آنے کے قبل یا بعد مین اس کے نتائج پر مختلف پہلو سے دیکھ سکین، اس لاپرواہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ملک نے اداکاری کی صف مین کھڑے ہونے کے لائق (خواہ اہلیت ہو یا نہ ہو) ہزارون ایسے نوجوانون کو پیدا کر دیا جن کی گنجائش نگارخانون مین مطلق نہین ہے۔ اور انکی کثرت اچھے اور قدیمی اداکارون کے لئے بھی مایوس کن ثابت ہوگی جن کا مستقل پیشہ یہی فلمی اداکاری ہے، اور مالکان فلم کمپنیز بھی اس سیلاب عظیم سے پریشان ہین کہ ہر ایک کے لئے نوکری کہان سے لائی جائے۔ نتیجہ یہ ہے کہ دور دراز سے سفر کرکے لوگ آتے ہین اور اسٹڈیو کے پھاٹک پر "نو ویکینسی" کا بورڈ دیکھ کر واپس جاتے ہین، اگر واپسی کا کرایہ نہ ہوا تو کلکتہ اور بمبئی کی گلیون کی خاک چھانتے ہین۔ کیا یہ اس غلط اور گمراہ کن پروپگنڈے کا اثر نہین ہے؟ کیا اس کی ذمہ داری فلمی پریس اور فلم کمپنیون کے پبلیسٹی ارکین پر نہین عائد ہوتی———؟

غزل

کچھ بھی نہین یادگار شوق اس دل سوگوار مین
پہنچ کے سینہ تک آگیا لہو دیدۂ اشکبار مین
دزدِ خزان ہے گام گام رہگزرِ بہار مین
روز بکھر رہے ہین گل، لوٹ ہے لالہ زار مین
پردہ ہٹا کے بھی تو آپ رکھتے ہین نامراد یہ
دخل ہے کس کے جبر کا آپ کے اختیار مین

از سیاحؔ

میری حیات و موت کے مل گئے دونون تقاضے یون
تیری گلی مین دن کٹا، شام ہوئی مزار مین
تیرا تغافل ایک دکھ، میرا احساس ہزار دکھ
رشک نے ڈالدی شکن بسترِ انتظار مین
مر کے بھی پتلیان رہین جانب در پھری ہوئی
ہائے وہ موت آئے جو عالم انتظار مین

صابری

بادہ کشون کا ذکر کیا، دامن زہد تر ہوا
دیکھ کے مے کو جام مین جام کو دست یار مین
تم ہی نہین تو کچھ نہین میرے لئے چمن ہے کیا
پھولون پہ بجلیان گرین، آگ لگے بہار مین
ابر تھا، سبزہ زار تھا، جام تھا مئے تھی اور ہم
توبہ کی استواریان دیکھی گئین بہار مین

خود وہ پلانے آئے ہین اب تو پیو بھی صابری
زہد بھلا شباب مین توبہ مئے بہار مین

GUL HAMEED

INDIA'S RUDOLPH VALENTINO

DEPARTED BUT NOT FORGOTTEN

گل حمید نے داعی اجل کو لبیک کہا

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

از مسٹر سو دھیر سانیال - بی - اے - پروپیگنڈا آفیسر تو تھیٹرز لمیٹڈ

در چمن یقہ بہار و خزان ہم آغوش است
زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش است

"ادیٹر"

اس گل کے مُرجھانے کی روح فرسا اطلاع چمن گل (سرحد) سے بذریعہ تار ملی - ایسٹ انڈیا فلم کمپنی کے کارکنان پیر کے روز جس دن یہ اطلاع ملی نگار خانہ مین موجود تھے، کسی کو اس سانحۂ ارتحال کی قبل از وقت توقع نہ تھی، کوئی شخص اس رنج وملال کے حادثہ کو سننے اور برداشت کرنے کے لیے آمادہ و تیار نہ تھا، لیکن قدرت کی مصلحت و منشار کے آگے کسی کی پیش نہین جاتی، کاروار اس وقت نگار خانہ کے سٹ پر موتی محل کے لیے کچھ تیار کر رہے تھے، کارکنان نگار خانہ کے ہر فرد کو اس سانحہ کی اطلاع ایک ایسے وقت مین ملی کہ وہ حیران و ششدر رہگیا، کیونکہ اتنی جلدی اس اطلاع پر کوئی اعتبار کرنے کے لئے تیار بھی نہ تھا

گل حمید ہمارے درمیان سے جدا ہوگیا، گل کو ہم سے چھین لیا گیا، اب وہ گل اور گل کی مہک کہان،

اس جانکاہ صدمہ کو برداشت کرنے کے لئے اپنے اندر قوت برداشت پیدا کرنی پڑی، گل حمید کے انتقال کی خبر پا چکنے بعد کافی وقت تک جملہ ہمصر و احباب سکتہ کے عالم مین رہ گئے،

کاردار نے جس وقت کارکنان نگار خانہ کو اس حادثہ ارتحال کی اطلاع دینے کا ارادہ کیا تو آواز نے جواب دیدیا - اور کاردار وہ کاردار نہ رہا کہ نگار خانہ کے سٹ پر بچھڑا ہوا شیر تھا، اس وقت کاردار چہیتے اور پیارے بیٹے کی جدائی مین رونے والی مان کی طرح رو رہا تھا، اور تجسس نظرون سے ادھر ادھر گھبراہٹ مین دیکھتا تھا کہ شاید گل کہین نظر پڑ جائے۔

نگار خانہ کا یہ عالم تھا کہ ماتم کدہ بنا ہوا، ہر شخص تصویر غم، اور آنسوؤن کے تار بہا رہا تھا۔

ایک "افغان" کا انتقال ہوگیا، لیکن ہم مین سے کتنے اس حقیقت سے واقف ہین کہ کون سا "افغان" انتقال کرگیا۔ اس افغان کو وادی سرحد کا گل کہا جائے تو بجا ہوگا، اس گل کو اجل کے ہاتھون نے چمن سرحد سے توڑ لیا، ہمین یہ کہنے مین فخر ہے کہ اس گل کی آبیاری و پرورش بنگال کی سحر و حسن خیز زمین نے کی اور یہان کے دلدادگان گل نے اس سے اپنی خلوتون اور محفلون کو زینت دی، گل کی یاد، اس گل کی صحبت کے لطیف و رنگین لمحات جن سے لطف اندوز ہونے کے لئے ہر واقف گل، آرزومند رہتا تھا، مدتون دل سے محو نہ ہوگی، گل اگرچہ جلدی مرجھا گیا لیکن اس کے دوست، احباب، ہمصر اس کی محبت و خلوص کی یاد سے برسون تڑپا کرین گے۔

گل حمید مرحوم مین قدرت نے حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت بھی بلا کا ودیعت کیا تھا، یہ ناممکن تھا کہ اس سے ایک مرتبہ ملاقات کرنیکے بعد دوسری مرتبہ ملنے کی قدرۃً خواہش نہ ہو، گل مرحوم کی اسی انسانیت نے اسکو صنم بنگال بنا دیا، لوگ عام اس سے کہ وہ اس کے ہمعصر ہون یا نئے ملاقاتی، پہلی ہی ملاقات مین اسکی انسانیت و محبت کا خوشگوار اثر قبول کر لیتے۔ اس سے محبت کرتے اسکی تعریف مین رطب اللسان ہوتے اور ہمین تو یہ کہنے مین بھی باک نہین کہ جمالیاتی ذوق رکھنے والے اسکو پرستارانہ نظرون سے دیکھتے تھے، "سب دوست کوئی دشمن نہین" ———— یہ مرحوم کی زندگی کا نصب العین تھا۔

مرحوم کی ذات تمام حسد و عناد سے بالاتر تھی، وہ اعلیٰ صفات کے انسان کی طرح اپنی آغوش کھولے ہوئے راہ ترقی پر گامزن تھا اور اس راہ مین، جہان بڑے بڑے سیاسئین و مدبر عالم اور ماہر فن اپنے ہمعصرون سے خود کو بالاتر تصور کرتے ہین مرحوم اپنی مخصوص خوش اخلاقی، خندہ پیشانی اور جذبۂ محبت کا مجسمہ نظر آتا تھا، اس نے کبھی اقوام کی تفریق بلحاظ رنگ و نسل اور اعتقاد نہین کی اور نہ اس نظریہ کا معتقد تھا، اس کا اعتقاد تھا کہ انسانون کو ایک رشتہ مین منسلک کرنے کیلئے "مذہب محبت" کی ضرورت ہے، چنانچہ مرحوم نے اپنی زندگی کے لئے اسی مذہب کو رہنما بنایا۔

ہندوستان کی فلمی دنیا مین گل حمید مانا ہوا اور مسلمہ فلم اسٹار تھا، ہم نے کم از کم فلمی دنیا مین ایسا اسٹار نہین دیکھا، وہ ایک آرٹسٹ تھا اور آرٹ کی خدمت اس کی فلمی زندگی کا نصب العین

افسوس کہ قلت وقت مرحوم دوست کی بہت خوبیان بیان کرنے مین مانع ہے، خوبیان جنہون نے اسکو آسمان فلم کا درخشندہ ستارہ بنا دیا تھا۔ وہ فلم اکیٹر ہی نہین بلکہ فلم ڈائرکٹر بھی تھا، اسکی موت ہمارے لئے ایک نقصان عظیم ہے جسکا ازالہ مدتون یا غالباً نہ ہو، صرف دو ماہ کا قلیل عرصہ ہوتا ہے کہ مرحوم اپنے جملہ احباب و ہمعصر اور مالک کمپنی سیٹھ بی ایل کھیمکا سے رخصت ہو رہے تھے کہ وطن مالوف جاکر اپنے دیہاتی کاشانہ مین تندرستی و صحت کی نعمت حاصل کرین۔ ہم ابتک اس کے دل کی گرمی، گرمی محبت محسوس کرتے ہین، جبکہ آخری مرتبہ ہاتھ ملایا تھا، آج ہمارا دل اسی گرمی محبت سے پگھل کر آنکھون کی راہ آرہا ہے، آج وہی دل جو اس گل کو دیکھ کر شگفتہ اور باغ باغ ہو جاتا تمام مرجھایا ہوا ہے، آج جب ہم گل حمید کو مرحوم کہتے ہین تو معاً محسوس ہوتا ہے کہ ہم خود خود فراموشی اور سکتہ کے عالم مین ہین اور رنج و غم کا سیلاب بہائے لئے جا رہا ہے۔

آہ اب گل حمید کی صحبت کے وہ لطیف و کیف آور لمحات دوبارہ نصیب نہ ہون گے، ڈیر گل! اس پیارے نام سے ہم اسکو مخاطب کرتے تھے اور ڈیر گل خطاب کرتے ہوئے محسوس کرتے تھے کہ گل ہمارا محبوب ہے، آج وہ پیارا لاتعداد و افتخار اور اپنے احباب کے دلون مین اپنی یاد چھوڑ گیا کہ اسکی لازوال محبت یاد کر کے روئین اور اس کیلئے ہم دعائے خیر کرین، ہمارے درمیان سے جیسا زندہ دل، پر خلوص، پر محبت، پر مذاق دوستون کا سچا دوست اٹھ گیا اسکی جگہ پر ہونا تقریباً ناممکن ہے، اس مختصر اظہار غم مین ہم اور مرحوم کے جملہ احباب شامل ہین اور صدق دل سے دعاگو ہین کہ خداوند کریم مرحوم کو اعلیٰ علیین مین جگہ دے اور ہم سب اور مرحوم کے جملہ متعلقین کو صبر جمیل۔ (سودھیر سانیال)

جگت ٹاکیز کے بہترین فلم

پیاری بٹیاں

جسمیں

مس روز، مبارک، کمار وغیرہ نے اپنی اپنی اداکاری کے جوہر دکھائے ہیں

ڈائرکٹر

چودھری

سرلا

جسمیں

رتن بائی، حافظ جی، کمار کی وغیرہ کی اداکاری قابلدید اور قابل داد ہے

ڈائرکٹر

اٹارتھی

جنگل کی رانی

جسمیں

مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ نے عجیب وغریب اداکاری کا بہترین نمونہ پیش کیا ہے

ڈائرکٹر

نندلال

جگت کیسری

جسمیں

خوبصورت سلوچنا، ڈی بلیموریہ اور غلام محمد وغیرہ نے فطری اداکاری کا معیار قائم کیا ہے

ڈائرکٹر

ہومی ماسٹر

سرچ لائٹ

جسمیں

ہر دلعزیز سلوچنا اور ڈی بلیموریہ وغیرہ نے اپنی ایکٹنگ کا بہترین نمونہ پیش کیا ہے

ڈائرکٹر

ہومی ماسٹر

انارکلی

جسمیں

مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ اور زلو وغیرہ نے اپنی اپنی اداکاری خوب پیش کی ہے

ڈائرکٹر

چودھری

بکنگ کا پتہ :- جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز، فورٹ روڈ - دہلی

ہمارے انتخاب کردہ فلم آپ کی تفریح کیلئے بہترین تحفہ ہیں

حسب ذیل فلم آپ یاد رکھیئے!

جب آپ کے شہر میں جائیں ان کو ضرور دیکھئے!!

بلیدان	بھارت لکشمی	باغی سپاہی	ایسٹ انڈیا	انقلاب	نیو تھیٹرز لمیٹڈ
بھگت کے بھگوان	״	بدروہی	״	ہوائی ڈاکو	موڈرن انڈیا
چترا نگاولی	״	خیبر پاس	״	وطن کی بیٹی	״
ڈاکو کا لڑکا	״	آخری غلطی	״	بھگت چیتا	اپرا انڈیا موویٹون
دل کی پیاس	״	مسٹر ڈبلو	״	جوانی کی ہوا	بمبئی ٹاکیز
انصاف کی توپ	״	ماڈرن	״	میاں بیوی اور ماتا	״
کنواری ودھوا	״	رات کی رانی	״	بھارت کا لال	ہرشچندر آرٹ
مستانہ	״	نور وحدت	״	باغ مصر	وادیا موویٹون
پوتر لیلاوتی	״	سلیمہ	״	راجہ گوپی چند	چلے آرٹ
رامائن	״	سوتیلی ماں	״	کالا ناگ	میجسٹک مووی ٹون
پریم پریکشا	ایسٹرن آرٹ	سنہرا سنسار	״	ہیر رانجھا	ملے آرٹ
انسان یا شیطان	״	تحفہ عید	״		

بکنگ کا پتہ

امپائر ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز بھارت بھون چترنجن اوینو کلکتہ

ڈرامہ اور پلاٹ

از ادریس احمد
ادیب، بی اے

ڈرامہ نگار کو کسی ڈرامہ کا پلاٹ منتخب کرنیسے قبل اپنے اوپر چند ایسی پابندیاں عائد کرنا پڑتی ہین جن سے اس کا قلم ایک محدود دائرے مین گلکاریان کرتا ہے، قصہ نگاری یا ناول نگاری کی طرح اس مین اتنی گنجائش نہین ہوتی، کہ وہ علمی مقالات اور مباحث کو بخوبی بیان کرے اور اپنی قوت اختراع وایجاد کی بلند پروازیان دکھا کر اپنی علمی قابلیت کا ثبوت دے، یہان پر یہ اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ڈرامہ کو غیر فطری نہ ہونے دے، بلکہ اس کے پلاٹ کو ایسے واقعات کا مجموعہ بنا دے، جن کا تعلق ہماری روزانہ زندگی سے ہے۔

پلاٹ خواہ کسی قصہ کا ہو یا ڈرامہ کا ان واقعات کا مجموعہ ہوتا ہے جو کردار اور اشخاص ڈرامہ کو پیش آتے ہین، اس وجہ سے کل ڈرامہ کا دار ومدار پلاٹ پر ہے، واقعات کا فطری ہونا اور ہماری روزانہ زندگی سے تعلق رکھنا نہایت ضروری ہے، مگر ہماری روزانہ زندگی کا ہر واقعہ اس قابل نہین ہوتا کہ وہ ہو بہو ڈرامون مین عوام کے روبرو پیش کر دیا جائے، یعنی وہ بذات خود ڈرامائی نہین ہوتے، یہ ڈرامانگار کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ہمارے افعال وحرکات سے ایسے واقعات کا انتخاب کرے جن کو وہ مبالغہ کا طمع کرکے ڈرامائی بنا سکے اس مین اس کی مطلق ضرورت نہین ہوتی کہ ناول یا افسانے کی طرح ایک ایک واقعہ کو بالکل حقیقی زندگی کے مطابق بیان کیا جائے اور ان کے ادا کرنے کے طریقون کو بھی مذکور کیا جائے، یہ تو ایک اداکار کا فرض ہوتا ہے کہ وہ واقعہ کی نوعیت کو بخوبی سمجھ کر اسٹیج پر آتے ہی اسکو اپنے افعال حرکات اور تیور سے بخوبی ظاہر کر دے، غرض یہ ہے کہ ناول کی طرح توضیحی بیانات کو اس مین جگہ نہین دیجاتی۔

ان کے پلاٹ عموماً تاریخ، علم الخرافات، مذہبی قصے، مذہبی عقائد، عام فرضی قصے، افسانے، شعراء کے منظوم قصے، مشہور تلمیحی قصے، وغیرہ وغیرہ پر منحصر ہوتے ہین، عام اور غلط روایات پر یقین لاکر ان کو قلمبند کرنا اس کے لئے درست نہین، جو واقعات اس کو عوام سے معلوم ہون انکی مستند کتابون سے تصدیق کیجائے، کیونکہ سطحی واقعات کی صداقت کا اندازہ لگانا ڈرامہ نگار کا اولین فرض ہوتا ہے کہ جو اس کے مطالعہ اور تحقیق پر مبنی ہوتا ہے، چونکہ یہ تمام کتب مین غیر مرتب طور پر موجود ہوتے ہین اس وجہ سے ان کو ڈرامہ مین نہایت خوش اسلوبی سے پیش کرنا چاہیئے تاکہ نہ صرف اس سے ڈرامہ کی خوبیون مین اضافہ ہو بلکہ اس سے ہر خاص وعام کو بھی فائدہ ہو اور انکی غلط فہمی کا بھی کسی حد تک ازالہ ہو۔

کسی چیز کا ہو بہو چربہ اتارنا ایک بہت دشوار امر ہے، اس وجہ سے یہبھی پلاٹ کی ایک خوبی ہونا چاہیے کہ اس مین واقعات اس نوعیت سے بیان کئے جائین جن کا اسٹیج کرنا یا کسی فلم مین پیش کرنا دشوار نہ ہو کیونکہ ایسے موقعون پر اداکارون کو جو مشکلات پیش آتی ہین ان کا اندازہ لگانا قرین قیاس نہین، بعض اوقات تو ڈرامہ نگارون کی بے توجہی کی وجہ سے ڈرامون مین اس قسم کے واقعات درج ہوتے ہین جن کا اسٹیج کرنا تو درکنار وہ پڑھنے ہی مین ناممکن الوقوع معلوم ہوتے

ہین اور اداکارون کو صرف مشکلات ہی کا سامنا نہین ہوتا، بلکہ وہ اکثر ناکام بھی رہتے ہین،

پلاٹ کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ اس مین جتنے بھی واقعات بیان کئے جائین بے ربط نہ ہونے پاوین، کیونکہ ایسا ہونے سے نہ صرف ڈرامہ کی خوبی اور دلچسپی مین کمی واقع ہو جاتی ہے بلکہ وہ اس کے لئے معیوب بھی ہے اس مین دلچسپی ہی ایک ایسی چیز ہے جو شائقین کو ڈرامہ پڑھنے اور اختتام تک اسٹیج ہوتے ہوئے دیکھنے پر مجبور کرتی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ڈرامہ کا جاذب نظر ہونا نہایت ضروری ہو، اس کی اصل خوبی یہ ہو کہ ہر شخص کے دماغ مین پورا پلاٹ آجائے، اور اس کے منہ سے بیساختہ "بےنظیر" اور "لاجواب" نکل پڑے،

پلاٹ کے لئے واقعات کا انتخاب کرتے وقت یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تکذیب نہ کرین، ایسا عموماً ہوتا ہے کہ دو متضاد باتین ایک ہی ڈرامہ مین پیش کر دی جاتی ہین، جس سے نہ صرف ڈرامہ کا پلاٹ بیکار ہو جاتا ہے، بلکہ اشخاص ڈرامہ بھی انہین واقعات کے ہاتھون مجبور ہو کر ناکام نظر آتے ہین۔

واقعات ہی کی ترتیب کیا کسی چیز کی بھی ترتیب ہو اس کی زینت مین کچھ نہ کچھ ضرور اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اور زیادہ جاذب نظر معلوم ہونے لگتی ہے، ان کا دستیاب ہو جانا کوئی دشوار بات نہین ان کا انتخاب کرنا بھی اتنا مشکل نہین، جتنا کہ واقعات کو ترتیب دینا حقیقت یہ ہے کہ ڈرامہ نگار کو ترتیب دیتے وقت بہت زیادہ دقت ہوتی ہے کیونکہ اس کے سامنے تمام واقعات غیر مربوط شکل مین ہوتے ہین اور اس کو اس امر کا تصفیہ کرنا پڑتا ہے کہ کن واقعات کو قبل اور کن کو بعد مین بیان کرے، یہان پر اس کی قوت فیصلہ کا امتحان ہوتا ہے، اس طرح اگر وہ ان کو ترتیب دینے مین دھوکا کھا جاتا ہے، تو اس کو ناکامیابی کا منھ دیکھنا پڑتا ہے اور اگر وہ واقعات کی ترتیب دینے مین کامیاب رہا تو اس کے ڈرامہ مین چار چاند اور لگ جاتے ہین، ترتیب کے ساتھ تسلسل واقعات کا ذکر کرنا بھی نہایت ضروری ہے اگر اس کو واقعات مین ترتیب اور تسلسل پیدا کرنے مین دقت ہوتی ہے تو یہان پر ڈرامہ نگار کو اپنی شخصیت کو پیش کرنا پڑتا ہے تاکہ خلا پلاٹ کی دوسری خوبیون پر پانی نہ پھیر دے

اگر کسی چیز کو کامیاب بنانا ہے تو اس مین دو باتون کا مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے، ایک تو یہ کہ اس کی ابتدا اس طرح ہونی چاہئے کہ وہ چشم بصیرت کو رجھائے اور گوش نصیحت کو اپنا گرویدہ بنالے اگر ابتدا ہی مین ڈرامہ نگار کی سحر کاریان حاضرین اور تماشائی پر کارگر ہوگئین اور ان کو بخوبی محظوظ کر دیا تو یہ اس کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ ڈرامہ کی طرف سے ان کے دماغ مین ایک خوش عقیدگی کا پہلو پیدا ہو جاتا ہے، پھر ڈرامہ کی ہر بات ان کی پسند خاطر ہوتی ہے، دماغی کیفیت کا اثر یہان پر ظاہر ہوتا ہے، اس وجہ سے پلاٹ کی ابتدا یا ڈرامہ کا افتتاح ایسے واقعات سے ہونا چاہئے جو نہایت عمدہ اور جاذب نظر ہونیکے علاوہ حقیقت پر بھی مبنی ہون اور جن سے ڈرامہ کی تدریجی ترقی مین مدد ملے اور اصل قصہ پر روشنی پڑے،

ڈرامہ کے پلاٹ مین تمام واقعات ایک ہی طرز اور پیرایہ مین بیان نہین کئے جاتے بلکہ مختلف موقعون پر ان کو مختلف اہمیت دی جاتی ہے، ایک ڈرامہ نگار کے لئے ایک واقعہ کسی واقعہ پر کچھ اہمیت نہین رکھتا مگر دوسرے مقام پر وہی واقعہ اس کے لئے اتنا ضروری ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح اسکو نظر انداز نہین کر سکتا، اس لئے مختلف اوقات موقع و محل کو پیش نظر رکھ کر واقعات پر زور دیا جاتا ہے، بعض کو ابھارا جاتا ہے اور بعض کو دھندلا کیا جاتا ہے، تاکہ وہ جذبات پر پورا پورا اثر دکھا دین اور پلاٹ کامیاب کہا جائے واقعات عموماً نہایت واضح طور پر بیان کئے جاتے ہین اور

اس مین کسی پہلو کو عمداً نظر انداز نہین کیا جاتا بلکہ جو واقعات ڈرامہ کے ارتقا اور رازہائے سربستہ کے انکشافات مین مدد کرتے ہین ان کو ضرور بالتصریح بیان کیا جاتا ہے، مگر اس کے یہ معنی نہین کہ ان کی وضاحت کرتے وقت غیر ضروری اور بھرتی کے واقعات بیان کر دیئے جائین اور پلاٹ کو خواہ مخواہ طول دیا جائے اور وہ کسی طرح بھی اصل پلاٹ اور اشخاص ڈرامہ کے معاون نہ ہون، وضاحت کا دوسرا نہایت ضروری عنصر یہ ہے کہ ان کے مختلف اجزا مین برابر گہرا ربط قائم رہے اور ایسا معلوم ہو کہ ایک واقعہ دوسرے کا لازمی نتیجہ ہے۔

ان تمام فنی ضروریات کے باوجود بھی ڈرامہ نگار کو پلاٹ مین اس خصوصیت کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے کہ جتنے واقعات بھی اس کے قلم سے نکلین ان کا تعلق براہ راست خاص کردار یعنی ہیرو اور ہیروئن سے ہو ایسا نہ ہو کہ واقعات گذرتے چلے جائین اور وہ دونون ہستیان پس پردہ پڑی رہین، ان مین اور واقعات مین اس قدر گہرا ربط ہونا چاہئے جیسا کہ روح کا تعلق جسم خاکی سے، کرداری ارتقا کے ساتھ ساتھ واقعات کو بھی منتہا کی طرف بڑھنا چاہئے۔

وقت اور زمانہ کا لحاظ رکھنا بھی نہایت ضروری ہے، پلاٹ اپنی جدت اور نوعیت کے لحاظ سے خواہ کتنا ہی عمدہ کیون نہ ہو پھر بھی ڈرامہ خاک مین مل جائیگا، اگر اس مین وقت اور زمانہ کے لحاظ سے تمام واقعات کا ذکر نہ کیا گیا، اگر موجودہ زمانہ سے تعلق رکھنے والے ڈرامہ مین حاتم طائی اور لیلی مجنون کے زمانہ کے محیر العقول اور دقیانوسی واقعات بیان کر دیئے جائین تو یقیناً ڈرامہ دو کوڑی کا ہوگا اور اس سے ڈرامہ نگار کی صرف لاعلمی کا اظہار ہوتا ہے بلکہ ادبیت کا فقدان ہوتا ہے، یہ پہلو تاریخی اور مذہبی ڈرامون مین خاص طور پر ملحوظ رکھا جاتا ہے کیونکہ مختلف زمانے کے واقعات مختلف ہوتے ہین، (زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے) اس وجہ سے ڈرامہ نگار کوئی تاریخی، معاشرتی اور مذہبی حالت کا بخوبی مطالعہ کرے اور پھر اس زمانے اور وقت کے واقعات کا انتخاب کرے۔

یہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ ڈرامہ اور اس کے پلاٹ کو جاذب نظر ہونا چاہئے، جس کا واضح کر دینا بھی ضروری ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ڈرامہ مین کوئی بات ایسی ضرور ہونی چاہئے، جس سے حاضرین اور تماشائی لطف اندوز ہون اور وہ اس کے اندر بالکل محو ہو جائین جاذب نظری عموماً اس طرح پیدا کیجاتی ہے کہ ڈرامہ مین ایک معمولی پیچیدگی پیدا کر دیجائے، اگر اس مین یہ بات نہ ہوئی اور تمام ڈرامہ کو سادہ اور معمولی انداز مین بیان کر دیا تو درحقیقت اس کا یہ اسلوب کسی طرح بھی کامیاب نہ ہوگا، اور اس ڈرامہ کی حیثیت ایک قصہ سے زیادہ نہ ہوگی، اس لئے اس کو چاہئے کہ وہ پلاٹ مین چند ایسی پیچیدگیان پیدا کر دے جن سے ڈرامہ ایک معمہ بن کر نہ رہ جائے بلکہ حاضرین اس بات پر مجبور ہو جائین کہ وہ اپنے دماغ پر زور دیکر اسکو سمجھنے کی کوشش کرین، یہانپر ڈرامہ نگار کو چاہئے کہ وہ واقعات کو اس طرح پیش کرے جس سے حاضرین پراگندہ اور پریشان ہوجاوین اسپر بھی جون جون جوش اور تحریک مین اضافہ ہوتا جائے ان کو اور لطف آوے حتی کہ ان مین ایک اضطرابی اور بے چینی کی کیفیت پیدا ہو جائے اور وہ انتظار کے ساتھ آنکھین کھولکر دیکھتے رہین، ڈرامہ نگار کو بھی اس موقعہ پر پلاٹ کے ارتقا کی تیزی کم کرنا پڑتی ہے، اور پھر واقعات ہی سے پلاٹ کی پیچیدگی کو حل کرنا پڑتا ہے، اس طرح وہ اس مین ایسی کیفیت پیدا کرتا ہے جو ایک اعلی پلاٹ کے لئے ضروری ہے،

پلاٹ کے ارتقا کا سوال بھی نہایت اہم ہے، پلاٹ تیار کرنے کے عموماً دو مروجہ طریقے ہین، ایک تو یہ کہ واقعات کو جمع کر کے پلاٹ بنا لیا دوسرے کردار کا انتخاب کر لیا، اور ان کے مطابق واقعات جمع کرلئے مگر ایک تیسرا طریقہ بھی ہے جو بہت کم رائج ہے وہ پلاٹ اور ڈرامہ

کا ساتھ ساتھ انتخاب اور ان کا ساتھ ساتھ ارتقا ہے مگر اول الذکر دونوں طریقوں کے بیان کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ان میں پلاٹ کا ارتقاء یکلخت مفقود ہو جاتا ہے، بلکہ ان میں ڈرامہ نگار کو پلاٹ کی تدریجی ترقی قائم رکھنا نہایت ضروری ہوتی ہے، اور وہ مشکل بھی زیادہ ہیں، جوں جوں اداکار قصہ کی منتہا کی طرف جاتے ہیں اسی طرح پلاٹ کا بھی ارتقا ہوتا جاتا ہے، مگر تیسرے طریقہ میں یہ بات خود بخود پیدا ہو جاتی ہے، پلاٹ کا ارتقاء اگر کبھی مفقود بھی ہو جاتا ہے تو ڈرامہ کی خوبیوں پر پانی پڑ جاتا ہے اس کا ارتقا مجموعی حیثیت سے نہایت اعلیٰ اور ارفع ہونا چاہیئے۔

منتہائے کمال پر جب پلاٹ پہونچ جاتا ہے، تو وہ انکشاف کی طرف آتا ہے، جو اس کو خاتمہ کی طرف رجوع کرتا ہے، خاتمہ بھی ایک بہت بڑی حد تک ڈرامہ کی کامیابی کا ضامن ہوتا ہے، اگر پلاٹ کا خاتمہ نہایت شاندار اور اعلیٰ واقعات پر ہوا تو یقیناً اس کے اثرات حاضرین اور شائقین کے دماغ پر دیرپا ہوں گے، اور وہ خاتمہ ہی کو سوچ کر محظوظ ہوتے رہیں گے اور ڈرامہ بہت زیادہ کامیاب کہلائے گا ورنہ اس کے بالکل برعکس ہوگا، اور پلاٹ کیا کل ڈرامہ کی کوئی وقعت نہ ہوگی اور اس کے معائب ہی پر ہر شخص کی نظر جائے گی۔

"اویس احمد"

مایۂ ناز افسانہ نویس سید امتیاز علی تاج کا بہترین اور تازہ شاہکار

تاج پروڈکشن

سہاگ کا دان

جس میں

مس بیبو، انوری بائی، نندی کھنہ، ہیرالال، جگل کشور، گوسائیں، دیوکی نندن نے بہترین اداکاری کی ہے

سہاگ کا دان

ایک قدیم قصہ جو ایک عورت کی قربانی اور بے غرضانہ محبت کا مرقعہ ہے جو اسکی ایک مرد سے محبت اور دیوتاؤں کی کشمکش کو حیرت انگیز طریقہ پر پیش کیا ہے

بکنگ کا پتہ

انڈیا فلم بیورو

لاہور پوسٹ بکس نمبر ۔۔

دہلی پوسٹ بکس نمبر ۱۴۰

کراچی پوسٹ بکس نمبر ۲۵۳

پشاور کابلی بازار محلہ ۔۔

دورِ حاضرہ کے بہترین فلم

امپیریل فلم کمپنی کا تیار کردہ
بمبئی کی بلی
جس مین سلوچنا
ڈی بلیموریہ اور غلام محمد وغیرہ نے
بہترین اداکاری کے نمونے پیش
فلم کی خوبیون کو دوبالا کر دیا ہے،

جیانت پکچرز بمبئی کا حیرت انگیز شاہکار
تقدیر
جس مین مس
مہتاب، الکنندا، مارو تی راؤ وغیرہ
نے اپنی تمثیل نگاری کے قابل دید
اور قابل داد جوہر دکھائے ہین

کوہِ نور یونائیٹڈ آرٹسٹ کا ہنگامہ آرا فلم
بھکارن
جس مین رتن بائی
اور کمپنی کے مشہور و معروف
اداکارون نے تمثیل نگاری کے
زاویئے پیش کئے ہین،

پریمیر فلم کمپنی بمبئی کا دلچسپ فلم
گھر جمائی
جس مین نظر فریب
سین سینری، دلکش گانے، حسین
لڑکیون کے دلفریب رقص، اور
نیچرل ایکٹنگ دیکھنے سے تعلق ہین

پرکاش پکچرز بمبئی کا لاثانی فلم
شمشیرِ عرب
بہادری کے
حیرت انگیز کارنامے حسن و عشق
کے رنگین واقعات اور دلکش
مناظر اس فلم کی خصوصیات ہین

دیکی بوس پروڈکشن کا پہلا شاہکار
جیون ناٹک
جس مین درگا بائی کھوٹے نے
ممتاز حیثیت سے شریک ہوکر
بہترین اداکاری کا نمونہ پیش کیا ہے

امپیریل فلم کمپنی کا دلچسپ شاہکار
انارکلی
جس مین مشہور و معروف
اداکارہ مس سلوچنا، ڈی بلیموریہ
زلو وغیرہ نے اپنی فطری اداکاری
سے اس فلم کو چار چاند لگا دیئے ہین

امپیریل فلم کمپنی بمبئی کا مایۂ ناز فلم
شانِ ہند
جس مین ہردلعزیز
سلوچنا، ڈی بلیموریہ، مس روز اور
کمار وغیرہ نے اپنی اپنی اداکاری
سے اس فلم کو نہایت کامیاب بنا دیا

سول ایجنٹ: بنگال، برما، بہار، آسام، اڑیسہ

تار کا پتہ: سول ورات

دوسانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

فون نمبر ۲۰۰۲ بڑا بازار

برانچز: بمبئی، رنگون، سنگاپور، ایجنٹ مری سیش

ہمیشہ اچھی پکچریں دیکھنے کی کوشش کیجئے

مغربی اور جنوبی ہند کے

ناظرین فلم کے لئے مشہور اور ہر دلعزیز پکچریں ہمارے یہاں سے طلب کی جائیں،

صبح کا ستارہ	نیو تھیٹرز لمیٹڈ	دھوپ چھاؤں	نیو تھیٹرز لمیٹڈ	مہارانی	گندھرو سینیٹون
دلاری بی بی	"	کروڑپتی	"	بالا جوبن	"
جوش انتقام	"	مایا	"	میری پیاری	"
پورن بھگت	"	منزل	"	خون کا خون	اسٹیج فلم کمپنی
راج رانی میرا	"	بہار سلیمانی	سروج مووی ٹون	پتیت پاون	پریما پکچرز
دیو داس	"	چندرا	"	طلسمی ہیرا	راجی مووی ٹون
یہودی کی لڑکی	"	اعلان جنگ	"	بنارسی ٹھگ	مٹوز مووی ٹون
چنڈی داس	"	غیبی ستارہ	"	بھکارن	کولہاپور سینیٹون
ڈاکو منصور	"	کیمیاگر	"	نگاہ نفرت	"
روپ لیکھا	"	کاروان حسن	کنول مووی ٹون	ہند چھیلا	"
کاروان حیات	"	استری دھرم	"	مرلی والا	"
جناب معاف کیجئے	"	مہاتما نندا	گندھرو سینیٹون	اکاش والی	"

بکنگ کا پتہ

جنوبی سرکٹ
کلکتہ فلم ایکسچینج ۵۰۔ آرمینین اسٹریٹ مدراس

مغربی سرکٹ
کلکتہ فلم ایکسچینج ترّی بھون روڈ بمبئی ۴

اِن فلمون کے نام یاد رکھیے

جب آپکے قریبی سینما گھرون مین دکھائے جائین ضرور دیکھئے ہمارے انتخاب کردہ فلم تفریح بخش دلچسپ دلکش اور نتیجہ خیز ہین

مدھوری	امپیریل فلم کمپنی	سلوچنا، غلام محمد، ہادی،	لال چھٹی	پرکاش پکچر	پنا، للو بھائی،
ڈاکو کی لڑکی	"	" " بلیموریہ	شمشیر عرب	"	" موہنی،
ٹمپل بل	"	" " ہادی	بمبئی کی سٹھانی	"	جیانت، راجکماری، رنجیت،
گل صنوبر	"	" " بلیموریہ	تلوار کا دھنی	"	" " "
اندرا ایم۔ اے	"	" ہادی "	پاسنگ شو	"	پدما، للو بھائی، اسمٰعیل،
انارکلی	"	" "	توپ کا گولہ	"	
بمبئی کی بلی	"	" غلام محمد "	بمبئی میل	"	پنا، "
شان ہند	"	" "	تقدیر	جیانت پکچر	حتاب، ماروتی راؤ،
نورجہان	"	وملا، جمشید جی، ہادی	پریم پجاری	"	زہرا، الکسندرا، بچو۔
غلام ڈاکو	"	روز، غلام محمد	جہان آرا	میڈن تھیٹرز	کجن (جہان آرا بیگم)
ییل ونہار	"	دلاری، غزنوی	رشیدہ	"	"
جوش انتقام	نیو تھیٹرز نیو انڈیا	ملینا، پرتھوی راج،	چراغ حسن	مہالکشمی سینیٹون	خورشید، بھائی دیبا، ممتاز،
دیوداس	نیو تھیٹرز	جمنا، راجکماری، سیگل	میڈم فیشن	سنگیت	جدن بائی
دھوپ چھاؤن	"	اوما، پہاڑی، کے۔ سی۔ ڈے	دل کی پکار	"	"
کروڑپتی۔	"	" " سیگل	جیون نیا	بمبئی ٹاکیز	دیویکا رانی
منزل	"	جمنا، ملینا، پرتھوی راج	جنم بھومی	"	"
بھکارن	کولھاپور سینیٹون	رتن بائی، حافظ جی،	چھایا	ہنس	
لعل یمن	وادیا موویٹون	فیروز، پدما،	دھرم ویر	"	

بکنگ کا پتہ:۔ **دوسانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ**

انڈیا فلم بیورو کے بہترین فلم

کالی فلمز پروڈکشن

موڈرن لیڈی

اداکاران

عباس، پدما، رام دلاری وغیرہ،

شہرۂ آفاق بنگلہ فلم

اردو لباس میں، اس فلم نے تمام بنگلہ فلموں کا ریکارڈ توڑ دیا ہے، افسانہ، ڈائرکشن، اداکاری اور مناظر قابلِ دید ہیں

بھونانی پروڈکشن کا شاندار شاہکار

جنگ بہادر

سنسنی خیز واقعات، بہادرانہ کارنامے، حیرت انگیز واقعات، دلکش مناظر، اور جنگ و جدال کی معرکہ آرائیاں فلم کی خصوصیات ہیں، پربھا، بیام، پلی، فیمٹی، نرگس اداکار ہیں

ڈائرکٹر بھونانی،

اسٹیج فلم کمپنی کا شہرۂ آفاق فلم

خون کا خون

شکسپیر کے زندہ جاوید ڈرامہ کو فنکارانہ کمال اور رنگین مناظر کیساتھ پردۂ فلم پر پیش کیا گیا ہے، اس میں سہراب مودی، نسیم، شمشاد بائی کی اداکاری قابلِ دید ہے گانے انتہائی دلکش ہیں، ڈائرکٹر، سہراب مودی

کالی فلمز کلکتہ کا بہترین پیشکش

آشیانہ

جس میں

دیو بالا، نور محمد، راجکماری، پاروتی، منی لال وغیرہ نے بہترین اداکاری پیش کی ہے، یہ ایک عظیم الشان فلم ہے ڈرامہ بہت سی خوبیوں سے آراستہ ہے اداکاری، موسیقی، مصنوعی مناظر قابلِ دید ہیں

بھونانی پروڈکشن

دلاور

جس میں تو میں میجک اور سوشل کی حیرت انگیز اداکاری اور ناچ و گانے لائق تعریف ہیں، دلکش مناظر، فطری کام اور عشق و محبت کے رنگین واقعات اس فلم کی خصوصیات ہیں،

ڈائرکٹر بھونانی

بھونانی پروڈکشن کا سسنٹ پکچر

شادی کی رات

ماردھاڑ کے اس قدر شاندار سین پردۂ سیمیں پر دیکھنے میں نہیں آئے، اس میں پربھا، نرگس، بیام، پلی، فیمٹی، پرتما، ہیرا، اشرف، شورانی کے کام لائق تحسین ہیں افسانہ سنسنی خیز اور گانے وجد آگین

ڈائرکٹر ——— بھونانی

انڈیا فلم بیورو — لاہور — دہلی — پشاور — کراچی

فلم اور معاشیات

از جناب سرور تجویری (حیدرآبادی)

کشمکش حیات کا مستقل طور پر مقابلہ کرنے اور اس پر غالب آنے کے لئے فطرت نے انسان کو اس امر پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش تلاش کرے، ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا عملی دنیا کے قانون کے خلاف ہے۔

ضرورت ایجاد کی ماں ہے اس لئے طرز معاشرت اور تمدن و تہذیب کو برقرار رکھنے کے لئے مختلف معاشی شعبے خود بخود معرض ظہور میں آتے جاتے ہیں، خود بخود اس لئے کہ نئے نئے خیالات کی تخلیق سے ضروریات کی دنیا بھی وسیع ہوتی جاتی ہے، اور یہ ساری ہنگامہ آرائیاں ضرورت ہی پر مبنی ہیں، دیگر معاشی شعبوں سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم سائنس کی روزافزوں ارتقا سے مناسبت سے ایک ایسے معاشی شعبہ پر بحث کریں گے جو آجکل بہت اہم اور ضروری ہے اور شاید جس کی عدم موجودگی کی صورت میں ہم ترقی کے موجودہ معیار پر قائم نہ رہ سکیں، وہ سب سے اہم شعبہ صنعتی دنیا ہے یہی وہ اولین شعبہ ہے جس نے متمدن ممالک کے دامن کو زر و گوہر سے مالا مال کر دیا۔

فلمسازی بھی ایک صنعت ہے گو اس کا مفہوم آگے چل کر بہت وسیع ہو جاتا ہے جس کی بنا پر اس کو فن لطیف کا نام دیا جاتا ہے مگر یہ سارے تخیلات شجر فلم کی آبیاری کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ اگر بالفرض کیمرہ تصویر لینے میکروفون آواز جذب کرنے [illegible] کیمیاوی مرکبات فلم کو ڈیولیپ کرنے سے انکار کریں تو فلم کی تخلیق کیونکر ممکن ہو سکتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فلم کو عالم وجود میں لانے کے لئے

اصولوں پر بھی عمل پیرا ہونا پڑتا ہے، جو ایک غیر لطیف صنعت کی نشو و نما کے لئے ضروری ہیں، ان بنیادی منازل کو طے کرنے کے بعد فلمسازی اور دیگر صنعتوں میں البتہ ایک امتیاز ممکن ہے۔ اور اس صورت میں فلمسازی ایک لطیف صنعت کے خطاب کی مستحق ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ اس صنعت میں کسی ادیب یا شاعر کے تخیلات اور لطیف جذبات کے عناصر افسانوی شکل میں شامل کئے جاتے ہیں، جو ایک منظری روپ میں ہو نیکی حیثیت سے دیکھنے والے دل پر ایک والہانہ کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔

صنعت فلمسازی کی جائے پیدائش امریکہ ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا کے مہذب ممالک میں اگر کوئی ملک حقیقی معنوں میں مرفع الحال ہے تو وہ امریکہ ہی ہے، یہ اپنی سیاسی یکسانیت اور معاشی فوقیت کی وجہ سے سارے یورپ پر چھا رہا ہے، جنگ عظیم کے وقوع نے اس کو صنعتی ترقی کا کافی موقعہ دیا، جہاں یورپ کا صنعتی اور تجارتی نظام محاربہ عظمیٰ کی جانگسل کشمکش سے ایک مدت تک معرض انتشار میں رہا، وہاں امریکہ کو یورپ کے کھنڈرات پر ایک عظیم الشان معاشی عمارت استوار کرنیکا موقعہ مل گیا، دیگر صنعتوں کو اپنے ملک میں فروغ دینے کے علاوہ اس نے زخم خوردہ صنعت فلمسازی کو بھی اپنے سایہ عاطفت میں جگہ دینے کے لئے کوئی کوتاہی نہیں کی سنہ ۱۹۲۱ء میں ماہر معاشیات نے یہ فتویٰ صادر کیا تھا کہ جنگ یورپ کے بعد امریکہ کو جو صنعتی فروغ حاصل ہوا ہے وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے محض عارضی ہے اور اس کا ردعمل امریکہ کے لئے نہایت ہی نقصان رساں ثابت ہوگا، گو [illegible] امریکہ کی خوشحالی سال بسال

ترقی کی نئی منزلین طے کرنے لگی تو یورپ والے تو کجا خود اہل امریکہ حیران رہ گئے اور اب تو وہ زمانہ آگیا جبکہ امریکہ کی تقریباً ہر صنعت موجودہ معلومات کی بنا پر آسمان ترقی پر ایک درخشندہ ستارہ بن کر چمک رہی ہے، عوام کی تفریحات مین روزافزون ترقی نے فلمی صنعت کے حدود بھی بہت وسیع کر دیئے ہین، دیگر ضروری صنعتون کے مقابلہ مین اس کی بھی مساوات اور ہمسری کا درجہ حاصل ہوگیا ہے مگر اس کے باوجود اس لطیف صنعت کے شعبہ مین کام کرنے والون اور دوسری فیکٹریون کے مزدورون مشاہرہ اور عزت و قدر کے لحاظ سے مساوات نہین ہے، غالباً اس کی وجہ فنون لطیفہ مین شمار ہونا ہے کیونکہ زمانہ کا مقتضا تو یہ ہے کہ ہر لطیف شے کو ایک امتیازی حیثیت دیجائے یہی وجہ ہے کہ ایک ایکٹر کسی دوسرے معاشی شعبہ کے کارکن سے نسبتہً زیادہ کماتا ہے۔

یہ ایک دستور سا ہوگیا ہے کہ کوئی صنعت ہمیشہ کے لئے اس ملک کا حصہ نہین ہو رہتی، جہان یہ پیدا ہوتی اور پھلتی پھولتی ہے بلکہ یہ اپنے جائے پیدائش کی چار دیواری سے آزاد ہو کر رفتہ رفتہ ایک عالمگیر صنعت کی حیثیت اختیار کرلیتی ہے، ہر موجد اس کا متمنی رہتا ہے، کہ اس کی ایجاد سے نہ صرف اس کا ملک بلکہ دیگر ممالک بھی متمتع ہون، اگر کسی کوتاہ نظر اور متعصب مخترع کا زاویہ نگاہ اس کلیہ سے بالکل مختلف ہو تو خود متضاد حالات و واقعات کی رونمائی اس کو ناکامی کی جانب لیجاتی ہے، چنانچہ فلمی صنعت بھی بغیر کسی رکاوٹ کے ایک عالمگیر صنعت بن گئی ہے، جن ممالک نے اس کا شاندار خیر مقدم اور پرجوش آؤ بھگت کی ہے ان مین جرمنی فرانس روس مصر ہندوستان چین اور جاپان شامل ہین، فلمی صنعت کی یہ ہمہ گیری اس کے ایک منفعت بخش صنعت ہونے پر دال ہے صنعت فلم کی اس خوشگوار خاصیت نے عوام کے ایک کثیر التعداد کاروباری طبقہ کو اپنی جانب مائل کیا ہے، اسی معاشی شعبہ مین فلم ایکٹرون اور سرمایہ دارون کا اس کافی تعداد مین مرجوعہ ہوچکا ہے کہ امریکہ کے بعض مقامات اسی طبقہ کی رہائش کے لئے مشہور ہین، چنانچہ ہالی وڈ (کیلیفورنیا) اور لاس انجلیز مین زیادہ تر فلمی طبقہ سے متعلق افراد آباد ہین، روز بروز عوام مین فلم مین ایکٹ کرنے کی رو بڑھتی جاتی ہے۔ حال کی ایک مشہور فلم کی تیاری کے لئے جب حسین لڑکیون کی ضرورت کا اعلان کیا گیا تو ایک کثیر تعداد مین درخواستین دفتر مین موصول ہوئین، جن مین سے کاٹ چھانٹ اور امتحان کے بعد تین سو ملحوظ ہوئین۔

خیر امریکہ اور یورپ کو تو جانے دیجئے، اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے ہندوستان نے اس معاشی مد مین کہان تک جولانیان دکھائی ہین اور اسکو کس معیار پر جانچا ہے، حالات تو یہ بتا رہے ہین کہ ہندوستان بھی فلمی سرگرمیون کے لحاظ سے مغرب سے کسی طرح پیچھے نہین، یہان بھی سرمایہ دارون نے کثیر تعداد مین فلم کمپنیان قائم کی ہین اور اسی نئی معاشی شاہراہ کے عالم وجود مین آنیکی وجہ سے فلمی طبقہ وسیع ہوتا جا رہا ہے آئے دن نئی نئی کمپنیون کے قیام کے ساتھ نئے نئے ممثلین بھی ایک ممتاز حیثیت سے منظر عام پر آکر اپنے کمالات کے نمونے پیش کر رہے ہین، یہ سب کچھ ہے مگر ہندوستان کا دامن بھی اس تفاوت کی آلودگی سے نہ بچ سکا جس کا ایک موجد اور مقلد مین پایا جانا ضروری ہے وہ یہ کہ جس طرح امریکہ وغیرہ مین فلمساز اداکارون کی روپیہ اور عزت کی فراوانی سے ہمت افزائی کرتے ہین، ہندوستان اس خلق عظیم سے ناآشنا ہے، یہان اداکار کی ہستی ایک کارخانہ مین کام کرنیوالے ادنے مزدور کے مترادف تصور کیجاتی ہے اور اس کے ساتھ بجائے احسن سلوک کرنے کے بہیمانہ برتاؤ کیا جاتا ہے، اس کے جذبات کو ٹھکرا کر حتی الامکان کم وقت اور کم روپیہ سے اپنا مقصد پورا کرنیکی کوشش کی جاتی ہے، اس کی بھی ایک وجہ ہے جس کا انکشاف ممکن ہوا آگے چل کر ہوسکے۔

تقریباً تمام ہندوستانی سرمایہ دارون کی ذہنیت اس خصوصیت

کی حامل ہے کہ ہمارے تیار کردہ فلم بھی ہمارے لئے اسی معیار اور اسی درجہ پر منفعت بخش ثابت ہون، جس طرح کہ مغربی فلم سازون کے لئے نفع دہ ثابت ہوتے ہین، اس کو زود حسی اور تنگ ذہنیت کی بنا پر یہ ہمیشہ اس ٹوہ مین لگے رہتے ہین کہ کسی طرح سرمایہ کم لگے اور فلمون کی ایک کافی تعداد ایک محدود مدت مین اگر مکمل طور پر نہین تو کم از کم فلمبندی کی حد تک تو تیار ہو جائے، جب یہ مسلک پیش نظر ہو تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا، یہی کہ رات دن اسٹوڈیو مین شوٹنگ ہونے لگی، اداکار ہین کہ میک اپ مین اڑے بیٹھے ہین، نسوانی تمثیل نگارون کو کچھ وقفہ کے ساتھ نگارخانہ کے باہر تفریح کرنیکی اجازت غالباً اس لئے دیدی جاتی ہے کہ وہ صنعت نازک سے متعلق ہوتے ہین اور اپنی صنف کی خصوصیت کی وجہ سے عملی اعتدال کے محتاج ہین۔

غریب ایکٹرون کو جب اپنا پارٹ ادا کرنے کے لئے بلایا جاتا تو تخاطب کے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہین جن مین عزت و احترام کا شائبہ تک نہین ہوتا، جب اداکارون کے ساتھ بجائے مستحسن سلوک روا رکھنے کے اپنر اس قسم کے سوقیانہ حملے کئے جائین تو آپ ہی بتایئے کہ اس لطیف معاشی زمرہ مین کام کرنے والے اور ایک کارخانہ کے ادنی مزدور مین کیا امتیاز باقی رہ جاتا ہے۔

یہان کے فلمسازون کی اس ہوس بیجا کا اثر فلم آرٹ کے لئے بھی بہت مہلک اور ضرر رسان ثابت ہوا ہے۔ سب سے پہلے تو اداکارونکی بددلی کی وجہ سے فلم باعتبار اداکاری فیل ہو گئے اور دوسرے جلد بازی اور کم سرمایہ کی لاگت سے جب یہ مارکٹ مین لائے گئے، تو دیگر فنی نقائص کے علاوہ ایڈیٹنگ کی خامی بھی نمایان طور پر نظر آنے لگی اس مین شک نہین کہ کم وقت مین بھی کسی کام کو حسن و خوبی سے انجام دیا جا سکتا ہے، مگر یہ صورت اس وقت ممکن ہے جب کافی مشق ہو جائے ہمارے فلمساز فنی معلومات کے افلاس کی وجہ سے ابھی اس مین طفل مکتب حیثیت رکھتے ہین مگر شوق ہے فلم جلدی کرینگا، اگر یہی مطمح نظر آئندہ بھی رہے تو اس صنعت کا آگے پروان چڑھنا محال ہی نظر آتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ امر ضرور ہے کہ سرمایہ دارون کو فنی ترقی کے ساتھ ساتھ تجارتی اصول کو بھی ضرور پیش نظر رکھنا پڑتا ہے کیونکہ تجارت اسی کا نام ہے اس کے معاملات لاگت اور نفع کی پیچیدہ الجھنون سے مملو ہوتے ہین اور یہ بھی قابل تسلیم ہے کہ فلم کی تیاری کے قبل حتی الامکان کم اخراجات کا تخمینہ لگانا پڑتا ہے اور مجموعی اخراجات کی مناسبت سے کنٹراکٹ پر کام کرنے والون کی تنخواہین بھی پیش نظر ہوتی ہین مگر اس کے معنی ہرگز یہ نہین ہو سکتے کہ اعتدال کی حد سے متجاوز ہو کر ایسی راہ اختیار کیجائے کہ جس مین متوقع نفع کی صورت مین حاصل ہی نہین ہو سکتا، اگر اس کے باوجود کوشش کی گئی تو اس کا ردعمل متضاد اور ناخوشگوار طور پر اس شعبہ کے کارکنون پر پڑنا لازمی ہے اور جب کارکن ہی بدظن ہو جاوین تو اس کا نتیجہ بجائے تعمیری ہونے کے تخریبی ہوگا جو زوال کا پیش خیمہ ہے

موجودہ حالات کی بہ نظر ہمارے فلمون کا منفعت بخشی کے لحاظ سے مغربی فلمون کے معیار پر پہونچنا بہت محال اور تقریباً ناممکن ہے کیونکہ وہان کا ماحول ہندوستانی فضا سے بالکل مختلف ہے، وہان کے زیادہ تر فلم بین الاقوامی ہوتے ہین جس کی بنا پر وہ دنیا کے متمدن ممالک کا دورہ کرتے ہین، اور وقتاً فوقتاً ایک کثیر رقم وہان کی فلم کمپنیون مین پہونچتی رہتی ہے، غریب ہندوستان کو یہ سعادت حاصل نہین ہے، بدقسمتی سے یہان کے بنے ہوئے فلم صرف ہندوستان تک محدود ہین مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہین ہو سکتا کہ ہندوستانی فلم بھی اگر وسیع پیمانہ پر نہین تو پھر بھی تشفی بخش درجہ پر ضرور نفع دہ ہوتے ہین، اس دعوی کے ثبوت مین ملکی فلمساز کمپنیون کے مشہور اور کامیاب فلمون کے نام پیش کئے جا سکتے ہین مگر ایسے نامون کی فہرست طویل ہو جائیگی، ہمین انفرادیت کو نظر انداز کرتے ہوئے بحیثیت مجموعی

ہندوستان کی فلمی فضا کو معاشیاتی روشنی میں دیکھنا چاہیے ہندوستانی فلم صرف یہاں کے لئے ہی اسی صورت میں زیادہ نفع بخش ثابت ہوسکتے ہیں جبکہ پروڈیوسرس یہاں کی تہذیب اور یہاں کے سماجی حالات کی روشنی میں ایسے فلم تیار کریں جو بین الاقوامی پہلو لئے ہوئے ہوں اور جنکو ہر مذہب و ملت کا فرد دیکھ سکے۔

بین الاقوامی فلموں کے لئے سب سے اہم مسئلہ زبان کا ہے۔ جو زبان زیادہ مقبول ہو وہ اس نوع کے فلموں کو کامیاب اور نفع دہ بنا سکتی ہے، ہندوستان اپنے متعصبانہ جذبات کے مدنظر ایسے فلم تیار کرنا گناہ سمجھتا ہے، جب یہ صورت ہو تو بین الاقوامی فلم پیدا ہی نہیں ہوسکتے، ان کے علاوہ رہیں وہی دنیا توسی پلاٹ کی اسٹوریاں تو یہ کب تک عوام کے لئے دلچسپی مہیا کر سکتی ہیں، آج کل جبکہ بعض فلمی رسائل کی صحافتی صنعتی خدمات سے عوام میں فلم کی اہمیت کو سمجھنے کا مادہ پیدا ہو چلا ہے، یہ پرانے قصوں کے فلم تحت الثریٰ کی سیڑھیوں پر لڑھکتے ہوئے نظر آرہے ہیں، ایک کمپنی "دو شش پنہوں" کے قصہ کو اسی سرخی کے تحت فلماتی ہے اور دوسری اسی قصہ کو بلبل پنجاب کے نام سے مشتہر کرتی ہے، جب ایک ہی قصہ دو فلموں میں جلوہ گر ہو تو اس نوعیت کے فلم کہاں تک مقبول ہوسکتے ہیں، غرض ہماری کمپنیوں کا یہ معیار ہے جو بظاہر تو آب و تاب اور سرگرمی عمل کی ایک دنیا اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ مگر پس پردہ کچھ بھی نہیں ہے۔

(سرمد تمہیدی)

غزل

کب معرکۂ عشق و محبت سے ہٹا میں
یہ بات جدا ہے کہ وہیں کھیت رہا میں

بیمار ہوں، بیمار تھا، بیمار رہا میں
اچھا نہ کیا آپ نے اچھا نہ ہوا میں

سب کچھ تھا مگر چشم عنایت کی نظر سے
کچھ بھی نہ رہا جبکہ نگاہوں سے گرا میں

سر ہو نہ سکی مجھ سے ابھی عشق کی بازی
تقدیر سے الٹی ہوئی جو چال چلا میں

کیونکر نہ سہوں زہر غم عشق کہ اسکو
اول سے سمجھتا ہوں مئے ہوشربا میں

او چرخ ابھی تو شب ہجران سے چھٹی ہو
تجھ سے بھی سمجھ لوں گا اگر مر نہ گیا میں

میں اور مجھے ہو ترا دیدار میسر
تقدیر کی باتیں ہیں کجا غیر کجا میں

سو بار قیامت کے اٹھانے سے نہ اٹھا
وارفتۂ رفتار کسی شوخ کا تھا میں

فرمایئے تو آپ کی تشہیر کا باعث
انصاف سے ایمان سے اغیار ہیں یا میں

آنکھوں سے کہا دل نے غم ہجر میں رو کر
تم اشک بھری رہتی ہو اور درد بھرا میں

اے خضر مری موت ہے جینے کے مرادف
جینا نہ ہو مجھ کو تو پیوں آب بقا میں

آئی تو مری مرگ ہی آڑے مرے سنجل
صد شکر کہ ممنون مسیحا نہ ہوا میں

"قبسل جعفری"

لطائف

حکیم ٹرکی:۔ مین اس دَوا کو برسون سے اسی چوک بازار مین فروخت کر رہا ہون مگر آج تک کسی شخص نے شکایت نہین کی،
حاضرین مین سے ایک:۔ اجی حضرت! کہین مرُدے بھی شکایت کرنے آتے ہین۔

مجسٹریٹ:۔ یہ جعلی نوٹ تم نے بنایا ہے؟
ملزم:۔ جی ہان
مجسٹریٹ:۔ کس طرح؟
ملزم:۔ یہ راز کی باتین ہین بغیر فیس نہین تبائی جا سکتی ہین۔

ماما:۔ بیگم صاحب! اب تو مین بڑی ہوگئی ہون میری تنخواہ بڑھا دیجیے،
بیگم:۔ اری بیوقوف تو بھول گئی، تجکو یہ نہین معلوم کہ تیرے سن کیساتھ تیرا پیٹ بھی بڑھ گیا ہے، پھر مین کیون تنخواہ بڑھانے لگی۔

باغبان:۔ (لڑکے کو آم کے درخت پر چوری کرتے ہوئے دیکھکر) تو یہان کیا کر رہا ہے؟
لڑکا:۔ مین جا رہا تھا کہ ایک آم زمین پر پڑا ہوا دیکھا مین اسے لیکر اوپر چڑھ آیا ہون کہ اوس کی جگہ پر اسکو لگا دون،

مجسٹریٹ:۔ (ملزم سے) تمکو یہ معلوم ہے کہ اگر تم جھوٹ بولوگے تو کہان جانا ہوگا؟
ملزم:۔ معلوم ہے کہ دوزخ مین جاؤنگا۔
مجسٹریٹ:۔ اور اگر سچ بولے؟ ملزم:۔ تو جیل جانا ہوگا۔

لڑکا:۔ ڈاکٹر صاحب! میرا کمیشن لایئے۔
ڈاکٹر:۔ (تعجب کیساتھ) کیسا کمیشن؟
لڑکا:۔ آج صبح جو دو زخمی آپ کے پاس آئے تھے وہ صرف اس وجہ سے زخمی ہوئے تھے کہ مین نے ہی کیلے کے چھلکے پھینکدیئے تھے وہ دونون اسپر سے گذرے اور ایسے گرے کہ آپ کے پاس آنے کی ضرورت ہوئی۔

شیخ جی:۔ مرزا صاحب! یہ تم کھڑکی سے کیون کود رہے ہو؟
مرزا جی:۔ اس لئے کہ حکیم صاحب نے حکم دیا ہے کہ مین دن بھر اپنے دروازہ سے باہر نہ جاؤن اور بیگم صاحب اس حکم کی تعمیل کرانیکو دروازہ کے قریب پہرہ دے رہی ہین۔

ڈاکٹر:۔ میرا مشورہ ہے کہ شراب پینا چھوڑ دو۔
بیمار:۔ یہ سنتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور باہر جانے لگا۔
ڈاکٹر:۔ اور میرے اس بیش قیمت مشورہ دینے کی فیس؟
بیمار:۔ کیا آپ سمجھتے ہین کہ مین آپ کی اس مہمل بکواس پر عمل بھی کرونگا، عمل کرتا تو بلا شبہ فیس بھی دیدیتا۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کو خط لکھا تو القاب لکھا "میری پیاری بیوی" خط ختم کرنے کے بعد جب دوسری مرتبہ پڑھا تو یہی پڑھا:۔
"میری پیاری بیوی" آپ کچھ دیر سوچتے رہے اور بولے:۔
"اخوہ وہ بھی تو یہی پڑھے گی:۔ میری پیاری بیوی" بس یہ القاب کاٹدیا اور لکھا "میرے پیارے شوہر"

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ کے اصلاحی ا

نیو تھیٹرز کے فلموں کو کبھی نہ بھولیے

نیو تھیٹرز کی پکچریں دلچسپ اور دلکش ہوتی

دیوداس

جسمین

جمنا، سیگل، پہاڑی، نیمو، راجکماری، ستارہ، کے۔ سی۔ ڈے، وشوا ناتھ، شور، بدری اور کمپنی کے مشہور و معروف اداکاروں نے اپنی نیچرل ایکٹنگ کا بہترین نمونہ پیش کیا ہے

ڈائرکٹر

پی۔ سی۔ بروا

مکالمہ نگار

شور ـــــ کدار

دھوپ چھاؤں

جسمین

اوما دیوی، پہاڑی سانیال، کے۔ سی۔ ڈے، نواب کاشمیری، عظمت، کدار، شور، وشوا ناتھ، بدری، بابو لال، کپور، وید وغیرہ نے اپنی اپنی اداکاری سے اس فلم کو چار چاند لگا دیئے ہیں

ڈائرکٹر

نتن بوس

مکالمہ نگار

پنڈت سدرشن

کروڑپتی

جسمین

سیگل، پہاڑی، ملینا، نواب، راجکماری، نیمو، جگدیش، کدار، امر ملک، ورگا داس، ترلوک، یوکا، شور، بابو لال، کپور، راج لکھی، راجکماری وغیرہ نے اپنے اپنے جوہر دکھائے ہیں۔

ڈائرکٹر

ہیم چندر

مکالمہ نگار

کدار۔ بی۔ اے

منزل

جسمین

جمنا، بروا، نیمو، پرتھوی راج

شور، کدار، کپور، کے۔ سی

ستارہ، کے علاوہ کمپنی

تجربہ کار آرٹسٹوں نے

اداکاری کے بہترین نمونے

ڈائرکٹر

پی۔ سی۔ بروا

مکالمہ

جناب شور ـــــ حضر

صلاحی اور نتیجہ خیز شاہکار

نیو تھیٹرز کے تمام فلم بلند معیار ہوتے ہین

لچسپ اور دلکش ہوتی ہین

منزل

جسمین

جمنا، بروا، نیمو، پرتھوی راج، ہریمتی،
شور، کدار، کپور، کے۔ سی۔ ڈے، ملینا
ستارہ، کے علاوہ کمپنی کے مشہور و
تجربہ کار آرٹسٹون نے اپنی اپنی
اداکاری کے بہترین نمونے پیش کئے ہین

ڈائرکٹر

پی۔ سی بروا

مکالمہ اور گانے

جناب شور — حضرت آرزو

پجارن

جسمین

سیگل، چندرہ وتی، راجکماری، نواب،
پہاڑی، بابو لال، ترلوک، جگدیش،
کیلاش، ایاس، کدار، وید، وینی،
وغیرہ نے اپنے کمالات فن کا بہترین
نمونہ پیش کیا ہے۔

ڈائرکٹر

پرفلو رائے

مکالمہ نگار

بسمل عشقی

مایا

جسمین

جمنا، پہاڑی، آزوری، ہریمتی، جگدیش،
نیمو، شور، پرتھوی راج، نواب کاشمیری،
وید، کپور، ایاس، جواد، وغیرہ شریک
کار ہین، اس فلم مین ایک المناک واقعہ
کی پردرد تفصیل موثر طور پر دکھائی گئی ہے

ڈائرکٹر

پی۔ سی بروا

مکالمہ نگار

شور لکھنوی

ہندوستانی فلمسازی

(از مسٹر غلام حسین صاحب دوسانی)

ہمیں مسرت ہے کہ عکاس آج وہ مفید اور پر از معلومات تقریر جو جناب غلام حسین صاحب دوسانی نے روٹری کلب کلکتہ کے سالانہ اجلاس میں پڑھی تھی، ہدیۂ ناظرین کر رہا ہے۔ ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان کے کسی فلمی رسالہ میں اتنا پر مغز اور معلومات سے لبریز مضمون شایع نہیں ہوا۔ چیز اگرچہ کچھ پرانی ہے تاہم اپنی نوعیت اور افادیت کے اعتبار سے جدید ترین ہے۔ دوسانی صاحب قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے خاص دلچسپی، جانکاہی اور طویل تفتیش و تحقیق کے بعد یہ تقریر تیار کی اور ملک کے فلمی رسائل، وابستگان فلم، اور فلم بین طبقہ کے سامنے فلم سے متعلق جملہ چیزوں کو ایسی وضاحت و خوبی سے پیش کیا کہ ہر شخص اس سے نتیجہ اخذ کر کے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

"ایڈیٹر"

ہمارے ملک کی صنعت فلمسازی ہنوز عہد طفولیت میں ہے، ہندوستان میں سب سے پہلے بمبئی کے مسٹر پھالکے نے اس صنعت کو روشناس کرایا اور ایک فن کی حیثیت سے اس کی بنیاد رکھی، مسٹر موصوف نے فلمسازی کے اصول و صنعت کو غیر ممالک میں حاصل کیا اور ۱۹۱۳ء میں خود اپنے صوبہ بمبئی میں اس کام کو شروع کیا۔ انکا سب سے پہلا فلم "ہریشچندر" تھا، جس کے بعد ساطیری واقعات پر فلم بنائے۔ ان کے بعض فلموں نے اقتصادی نقطۂ نگاہ سے بہت کامیابی حاصل کی، فلمسازی کیساتھ ساتھ نمائش گھروں کی بھی تعمیر شروع ہوئی چنانچہ ۱۹۱۷ء میں مسٹر جے، ایف میڈن نے بیرونی فلموں کی نمائش کے لئے کلکتہ میں ایک سینما بنایا۔ ۱۹۳۱ء میں بمبئی کی امپیریل فلم کمپنی نے ہندوستان کا اولین ناطق فلم "عالم آرا" بنایا۔ گویا امپیریل فلم کمپنی کے اس جرئتناک اقدام نے فلمسازوں کے سامنے ایک وسیع میدان پیش کر دیا اور حقیقۃً کارکنان امپیریل کی یہ کوشش بڑی جرأت و ہمت و دانشمندی اور پیش بینی پر مبنی تھی۔

دور حاضرہ میں انسانی زندگی کی تعمیر میں سینما کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اگرچہ یہ ایک نئی صنعت ہے، پھر بھی بہت تھوڑے وقت میں اور نسبۃً کم خرچ پر تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ایک نرالی تفریح مہیا کی اور تفریحات کی نوعیت کو بھی یکسر بدل ڈالا۔

فلمسازی، جیسا کہ بہت سے لوگ خیال کرتے ہیں کوئی آسان کام نہیں ہے، فلم کی تیاری کے وقت ہر کارکن سخت اعصابی کشمکش میں مبتلا ہوتا ہے اور ہر وہ منظر اور جسکی سینما کے پردہ پر ایک منٹ میں نمائش ہو جاتی ہے اس کی تیاری اور فلمبندی میں کئی کئی روز صرف ہو جاتے ہیں، جس کے نہایت معمولی نکتہ سے فلمساز یا ماہر صدا بندی مطمئن نہیں جبکہ غریب فلم اسٹار گھنٹوں تیز برقی روشنی کے سامنے پسینے میں شرابور کام کرتے ہیں، جس کا ان کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے، مجھے ایک مرتبہ [illegible] میں ساٹھ فٹ فلم کے منظر کی فلمبندی دیکھنے کا اتفاق ہوا، جس کی تیاری [illegible] گھنٹے لگے اور دو ہزار فٹ غیر معکوس فلم صرف ہوا حالانکہ [illegible] ساٹھ فٹ کا فلم پارہ سینما کے پردہ پر ایک منٹ کے دو تہائی [illegible] میں دکھایا جا سکتا ہے۔ بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ ایک فلم [illegible] صدا بندی ہوتی ہے، دوسرے پر مناظر کی تصویر لی جاتی ہے [illegible] ان دونوں کو [illegible] ایسے سائنٹفک طریقہ پر

پرنٹ ——— کیا جاتا ہے کہ ممثلین کی آواز اور منظر بیک وقت پردۂ سینما پر ظاہر ہوتے ہین اور پھر اس پرنٹ سے متعدد کاپیان مطابق اصل تیار کر لیجاتی ہین، فلم کی تیاری کے وقت تمام کیمرے فی منٹ نوے فٹ فلم کے حساب سے منظر کا عکس لیتے ہین، اور سینما مین بھی وقت اور فلم کی اسی مناسبت سے مشین کام کرتی ہے، چنانچہ آپ بورڈ آف سنسر کے سرٹیفیکٹ سے باسانی اندازہ لگا سکتے ہین کہ جب تک "خدا ہمارے بادشاہ کو سلامت رکھے" پردہ پر ظاہر ہو، آپ کو کتنی دیر اپنی کرسی پر خاموش بیٹھے ہوئے دیکھنا ہوگا، سینما مین بیٹھنے کا وقت معلوم کرنے کے لئے آسان صورت یہ ہے کہ سنسر کے سرٹیفکٹ مین جتنے فٹ فلم لکھا ہوا ہے اتنے فٹ کو نوے سے تقسیم کر دیجئے، آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ کتنی دیر آپ اس فلم کو دیکھین گے۔ مثلاً نو ہزار فٹ فلم ہے اسکو نوے سے تقسیم کرنے سے سو منٹ ہوئے تو گویا آپ ایک گھنٹہ چالیس منٹ بیٹھین گے۔

اوسطاً ہندوستانی فلم کے اخراجات یا ئی

ہندی یا اردو کے ایک معمولی ناطق پر اوسطاً ساٹھ ہزار روپیہ لاگت آتی ہے، اگر ہم بالتفصیل اس قسم کا محاسبہ کرین تو معلوم ہوگا کہ تقریباً اٹھارہ ہزار روپیہ غیر معکوس فلم اور دار التجربہ کے اخراجات کے لئے، بارہ ہزار روپیہ نگار خانہ کا کرایہ، پندرہ ہزار روپیہ آرٹسٹون کا معاوضہ پانچ ہزار روپیہ اشتہار کے لئے اور دس ہزار روپیہ ملبوسات، افسانہ گانے اور ساز اور مناظر وغیرہ پر صرف کرنے ہوتے ہین، لیکن بعض اوقات ان مصارف مین خلاف توقع حادثات یا ممتاز ممثلین کی یکایک علالت کی وجہ سے بھی غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس موقعہ پر ایک غیر ملکی فلم کے بارے مین عجیب واقعہ بیان کرتا ہون جو ایک فلمی رسالہ مین میری نظر سے گذرا تھا کہ کس طرح ایک معمولی بات کی بنا پر پچاسی ہزار روپیہ ایک فلم پر زائد صرف ہوا مین آپ سے یہ درخواست نہین کرونگا کہ آپ واقعہ کی اہمیت وتفصیل پر ایمان لے آئین، مین نے جو کچھ پڑھا ہے من وعن بیان کئے دیتا ہون، ایک خودکشی کے منظر مین جس کی تکمیل کے خاص قسم کے زہر کی بوتل کا ہونا ضروری تھا، موجود نہین تھی اور نہ اس وقت تک اس کے مہیا کرنیکا انتظام ہوا تھا، فوراً منظر کی فلمبندی روک دی گئی، اور نگار خانہ کا منیجر دوافروش کی دوکان پر بھاگا ہوا گیا، دوافروش نے بغیر ڈاکٹر کی اجازت اور سرٹیفکٹ کے وہ بوتل دینے سے انکار کر دیا، اب منیجر ڈاکٹر کے پاس دوڑا ہوا گیا، ڈاکٹر نے یہ عذر پیش کیا کہ اس خاص قسم کے زہر کی بوتل کے لئے واشنگٹن مین حکومت کے اس محکمہ سے اجازت لینی پڑیگی جو زہریلی ادویہ کے تقسیم کرنیکا نگران اور ذمہ دار ہے، چنانچہ منیجر نے ایک ہوائی جہاز واشنگٹن جانے کے لئے کرایہ پر لیا، وہان پہونچکر درخواست دینے اور اجازت حاصل کرنے مین دو دن صرف ہو گئے، اجازت نامہ لیکر ڈاکٹر کے پاس آیا اور سرٹیفکٹ حاصل کیا، سرٹیفکٹ لیکر دواخانہ آیا، اور زہر کی خالی بوتل پانچ سینٹ یعنی صرف چھ آنے مین خریدی، اتنی سی بوتل مہیا کرنے مین تین دن کی تاخیر ہو گئی اور نگار خانہ کے اکاونٹس ڈیپارٹمنٹ نے اخراجات کی جو تفصیل پیش کی ہے وہ بھی سن لیجئے

تین یوم منیجر کی تنخواہ	۳۰۰ ڈالر
ڈاکٹر کی فیس	۱۰ ڈالر
" " ایکٹرا وایکٹرسون کی تنخواہ	۲۵۰۰۰ ڈالر
ہوائی جہاز کا کرایہ	۱۰۰ ڈالر
بوتل کی قیمت	۵ سینٹ

میزان

پچیس ہزار چار سو دس ڈالر ۵ سینٹ

ہندوستانی سکہ مین جس کی تعداد پچاسی ہزار روپے ہوتی ہے، ممکن ہے کہ ان مصارف اخراجات مین کسی حد تک مبالغہ سے کام لیا گیا ہو تاہم یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ خلاف توقع مصارف سے فلم کی تیاری مین کتنی رقم زائد صرف ہو جاتی ہے۔

اب مین آپ کے سامنے اپنے ملک کی فلمسازی کے مصارف اور اعداد وشمار پیش کرتا ہون، جن کو موشن پکچر سوسائٹی آف انڈیا، نے بڑی احتیاط و معلومات کے بعد فراہم کیا ہے، اس سے آپ اندازہ لگا سکین گے کہ ہندوستان مین فلم کا مستقبل اقتصادی نقطۂ نظر سے کتنا شاندار ہو سکتا ہے، اور یہ کہ اس کی وسعت کے لئے کسقدر کافی گنجائش ہے :۔

ہندوستانی فلمساز کمپنیان	ایک سو دس ۱۱۰
" تقسیم کنندگان	ننانوے ۹۹
" سینما (نمائش گھر)	چھ سو ستر ۶۷۰

فلم کے مندرجہ بالا تینون نتیجہ جات مین پانچ کروڑ سے زائد روپیہ لگا ہوا ہے اور تقریباً پچیس ہزار آدمیون کا بلا واسطہ ملازمتی تعلق ہے، بمبئی، بنگال، مدراس اور پنجاب کے بورڈز آف فلم سنسر نے جو ہندوستانی اور غیر ملکی فلم ۱۹۳۵ء مین پاس کئے ہین، ان کے اعداد وشمار یہ ہین :۔

ہندوستانی فلم	۲۹۷	مکمل فلم	۹۲	فلم پارے
انگریزی "	۸۹	" "	۵۷۵	" "
امریکن "	۳۱۱	" "	۸۲۸	" "
جرمن " ...	۱	" "	.	.
فرانسیسی "	۳	" "	.	.
بلجین "	.	.	۳	" "
سوس "	.	.	۱	" "
ڈینش فلم			۱	فلم پارے
آسٹریلین "			۳	" "
جاپانی "			۱	" "

چار ہزار فیٹ سے زائد فلم کو کہا جاتا ہے

یعنی فلم پارے عموماً مذاقیہ، اخباری ریلون کو کہتے ہین

مندرجۂ بالا تشریح اور اعداد وشمار مین فلمون کے نمونے شامل نہین ہین،

برطانی ہند مین غیر معکوس فلم کی درآمد

سنہ ۱۹۳۳-۳۴ء مین ۳۶۹۱۷۲۰۱ فیٹ لمبی قیمتی ۱۵۱۹۷۵۵ روپیہ آیا

سنہ ۱۹۳۴-۳۵ء مین ۶۰۱۰۱۱۳۱ " " " ۲۱۴۹۲۴۰ " "

سنہ ۱۹۳۵-۳۶ء مین ۶۰۶۶۹۵۳۴ " " " ۲۱۰۲۲۶۲ " "

برطانی ہند مین غیر معکوس فلم پر محصول

سنہ ۱۹۳۳-۳۴ء مین ۳۶۴۶۶۶ روپیہ غیر معکوس فلم کی درآمد پر دیا گیا

سنہ ۱۹۳۴-۳۵ء مین ۴۷۹۰۰۰ روپیہ " " "

سنہ ۱۹۳۵-۳۶ء مین ۴۳۳۲۸۰ روپیہ " " "

برطانی ہند مین معکوس فلم کی درآمد

سنہ ۱۹۳۳-۳۴ء مین ۱۰۸۲۶۳۶۶ فیٹ معکوس فلم ہندوستان مین درآمد ہوا

قیمتی ۲۴۶۲۹۷۷۲ روپیہ

سنہ ۱۹۳۴-۳۵ء مین ۹۰۲۶۷۳۱ " " " "

قیمتی ۸۱۸۸۲۲۸ روپیہ

سنہ ۱۹۳۵-۳۶ء مین ۸۵۳۷۵۸۹ " " " "

قیمتی ۸۲۴۱۱۰۴۸ روپیہ

برطانوی ہند مین معکوس فلم کی درآمد پر محصول

سنہ ۱۹۳۳-۳۴ء مین ۹۱۶۵۷۱ روپیہ معکوس فلم کی درآمد پر بطور محصول حکومت نے لیا
سنہ ۱۹۳۴-۳۵ء مین ۸۸۰۴۸۳ روپیہ " " " "
سنہ ۱۹۳۵-۳۶ء مین ۹۶۴۴۸۶ روپیہ " " " "

مندرجۂ بالا اعداد و شمار صاف ظاہر کرتے ہین کہ اس وقت ہندوستان مین ایک سو دس فلمساز کمپنیان، ننانوین تقسیم کنندگان اور چھ سو ستر سینما ہین اور تقریباً پانچ کروڑ کا سرمایہ لگایا ہوا ہے اور پچیس ہزار آدمی کسی نہ کسی حیثیت سے اس صنعت سے وابستہ ہین، صرف آٹھ سال ہوئے کہ آج ۱۱۰ فلمساز کمپنیون کے مقابلہ مین محض ۳۸ فلم کمپنیان تھین، اور ۶۷۰ سینماؤن کے مقابلہ مین ۳۰۹ سینما تھے۔ اگر آپ اپنے ملک اور برطانیہ عظمیٰ کی صنعت فلمسازی کا موازنہ کرین تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہان سینما ہی ۴۳۰۰ سے زیادہ ہین، سنہ ۱۹۳۴ء مین جزائر برطانیہ مین پچیانوے کروڑ پچاس لاکھ ٹکٹ قیمتی ۴۱ ملین پاؤنڈ اسٹرلنگ یعنی ۵۵ کروڑ روپیہ سے زیادہ کے فروخت ہوئے تھے، ٹکٹون کی فروختگی سے حکومت کو تفریحی محصول مین ۶ ۳/۴ ملین یعنی ۹ کروڑ روپیہ سے زیادہ وصول ہوا،

آپ کو حیرت ہوگی کہ یہ حالت اس ملک کی ہے جہان کی آبادی ہندوستان کی آبادی کے مقابلہ مین ۱/۸ ہے، میرا مطلب ان اعداد و شمار کو پیش کرنے سے یہ ہے کہ اس سے آپ اندازہ لگا سکین کہ ہمارے ملک مین صنعت فلم کو ترقی اور وسعت دینے کے لئے کس قدر گنجائش اور امکانات ہین، اور فلم کو وسعت دینے کے لئے اگر ہم صوبجاتی حکومتون اور مرکزی حکومت سے امداد کے طالب ہین تو ہمارا یہ مطالبہ حق بجانب اور قابل پذیرائی ہے، حالانکہ حکومت ہمین جو کچھ مدد دیگی اس کا خاطر خواہ معاوضہ بھی اس کو مل جائیگا، حکومت کی اس امداد سے متعدد خوشگوار فوائد مرتب ہون گے، مثلاً بیکارون کی تعداد مین کمی ہو جائیگی، دوسرے تفریحی محصول اور انکم ٹیکس کی صورت مین معقول رقم حکومت کے خزانے مین ہر سال پہونچ جایا کرے گی۔

تعلیمی فلم

جہان فلم کی وسعت و ہمہ گیری کے اعتراف مین بہت کچھ کہا گیا وہان تعلیمی فلم کی اہمیت کا بھی اعتراف کیا گیا ہے، لیکن تجربہ اور مشاہدہ شاہد ہین اور آپ بھی بالیقین کہ سکتے ہین کہ تعلیمی فلم کی کوئی کاروباری حیثیت نہین، اس لئے مجبوراً ہمین بھی عوام کے مطالبات کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے اور ان کے مذاق کے فلم بنا کر پیش کئے جاتے ہین اس بارے مین ہم مطالبہ کرین گے کہ وہ اس چیز کو اپنے ہاتھ مین لے اس لئے کہ حکومت کو اس صنعت سے کافی آمدنی ہوتی ہے، ہمین یہ دیکھ کر مسرت ہوتی ہے کہ جب سے ہز ایکسلنسی لارڈ لنلتھگو تشریف لائے ہین اسی وقت سے انہون نے عوام کی بہبود و فلاح اور فائدہ کی طرف توجہ دینی شروع کر دی ہے، چنانچہ ہم اس موقعہ پر ہز ایکسلنسی سے درخواست کرین گے کہ عوام کی بہبودی کے لئے تعلیمی فلم بنائے جائین جو اس مقصد کے لئے اور زراعتی ترقی کے لئے بھی فائدہ رسان ثابت ہون گے، دیہاتی اصلاح کے علاوہ دیگر پبلک مقاصد کو بھی نفع پہونچے گا، اور ایسے فلمون کی نمائش ملک گوشے گوشے مین کرائی جائے، ہم حکومت بنگال کے اس اقدام کو مستحسن نظرون سے دیکھتے ہین کہ حکومت کا محکمہ نشر و اشاعت دیہاتون مین تعلیمی فلم دکھا رہا ہے، لیکن یہ امر بھی قابل افسوس ہے کہ سرمایہ کی کمی کے باعث یہ محکمہ اس مقصد مین خاطر خواہ خدمت انجام نہین دے سکتا۔

مغربی ممالک نے فلم کی ہمہ گیری سے پورا پورا فائدہ اٹھایا،

ہے چنانچہ فلم کو بہت بڑی حد تک تعلیمی مقاصد کے لئے بھی استعمال کیا گیا، مین یہ بھی جانتا ہون کہ ایک فلم جو محض تفریح کی غرض سے بنایا جاتا ہے اس سے ہماری عام معلومات مین بڑا اضافہ ہوتا ہے جو ہم کسی دوسرے ذریعہ سے بدقت حاصل کر سکتے ہین، مین حکومت سے درخواست کرونگا کہ وہ اس صنعت کی بقا و احیار کے لئے فیاضانہ ہاتھ بڑھائے اور ہندوستانی فلمسازکو سہولیتین بہم پہونچا کر ہمت دلائے،

ہمارا ملک چونکہ صنعت و حرفت، سائنس و ایجادات مین بہت ہی پیچھے ہے، بلکہ ایجادات کے معاملہ مین تو کسی درجہ مین بھی نہین، تاہم یہ توقع بیجا نہین ہو سکتی کہ اگر آلات عکس (کیمرے) اور آلات ظل انداز (پروجیکٹرز) ہندوستان مین بنائے جاتے تو قیمت مین بھی سستے ہوتے اور ہر شخص انفرادی طور پر فلمسازی مین حتیٰ المقدور حصہ لیتا، خود ہی فلم بناتا، خود ہی اسکی نمائش کرتا۔ جیساکہ مغربی ممالک مین لوگ کرتے ہین اس سے دو فائدے ہوتے ہین اول یہ کہ ہندوستان مین آلات فلمسازی کی صنعت ترقی کرتی، دوسرے یہ کہ بیکاری کا مسئلہ بہت بڑی حد تک حل ہو جاتا، لیکن افسوس ہم ہندوستان مین آلات فلمسازی کی ساخت کا خیال بھی نہین کر سکتے ع

این خیال ست و محال ست و جنون

حکومت نے حال ہی مین کیمرہ اور پروجیکٹر پر محصولات کی تخفیف کرنے سے صاف انکار کر دیا، اگر حکومت نے تخفیف محصول کے مطالبہ کو منظور کر لیا ہوتا تو پروفیسرون اور استادون مین اپنے حسب منشار و حسب ضرورت تعلیمی فلم بنانیکی تشویق و تحریک پیدا ہوتی اور بڑی تعداد مین تعلیمی ادارے ان فلمون سے فائدہ اٹھاتے۔

لیکن تعلیمی فلم کا استعمال ایک آل انڈیا مسئلہ ہے، اگرچہ ہماری تعلیم تمام تر وزرا کے ہاتھون مین ہے، دیہات سدھار کی تجویز کے سلسلہ مین صوبجاتی حکومتین بہت تھوڑی رقم تعلیم پر صرف کر رہی ہین، اور مجھے اندیشہ ہے کہ یہ تمام مصارف ضائع اور بیکار نہ جائین اور اس تھوڑی رقوم و مصارف سے کوئی مقصد حاصل نہ ہو،

صنعتی یا زراعتی تحقیقی ادارہ (اگریکلچرل ریسرچ کونسل) کی طرح اگر کوئی مرکزی انجمن یا ادارہ قائم کیا جائے اور جس کا لائحۂ عمل دیہات سدھار کی تحریک کو بذریعہ فلم عملی جامہ پہنانا اور کارآمد بنانا ہو تو اس صورت سے جو روپیہ صرف کیا جائیگا اس کا صحیح اور جائز مصرف ہوگا اور یقیناً اس کا کوئی نہ کوئی مفید نتیجہ بھی ضرور نکلیگا، اس وقت حکومت جن اصولون پر دیہات سدھار کی اسکیم کو چلا رہی ہے، اس مین بہت کچھ تبدیلیون کی ضرورت ہے، اس مقصد مین استادون کی امداد پر بھی کارآمد ثابت ہو سکتی ہے، معلم خواہ گاؤن مین ہو یا قصبہ مین یا شہر مین، اور گاؤن مین تو معلم مدرسہ کی شخصیت عام دیہاتیون کی نظر مین بہت قابل عزت وارفع و اعلیٰ ہے، اور ایک دیہاتی مدرس اس چیز سے خوب واقف ہے کہ دیہاتیون کی تعلیم اور معلومات کے لئے کس نوعیت کے فلم مفید و کارآمد ہو سکتے ہین، دیہات سدھار تحریک کے خاص اصول ہین، لیکن تعلیمی فلمون کی نمائش اور تیاری کے لئے ایک مرکزی انجمن قائم ہونا ضروری اور مستحسن اقدام ہوگا جس کیلئے مین پرزور اپیل کرتا ہون۔

مین حکومت سے یہ بھی درخواست کرونگا کہ جس طرح وینس یا دیگر ممالک مین فلم کی سالانہ نمائش ہوا کرتی ہے، ہندوستان مین بھی فلمی نمائش منعقد ہوا کرے اور اس سال کے بہترین فلم پر ایک معقول انعام دیا جائے تاکہ ہندوستانی فلمسازون کی حوصلہ افزائی ہو اور وہ بہتر سے بہتر فلم بنانیکی کوشش کرین، اس صورت سے حکومت صنعت فلمسازی کی توسیع و ترقی مین ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہے، اور صنعت فلم بھی ملک کی ترقی یافتہ صنعتون مین نمایان جگہ حاصل کریگی حکومت نے براڈکاسٹنگ کی ترقی و وسعت کے لئے جو امداد دی

قدم اٹھایا ہے، اسی کا وہ صنعت فلم کے لئے بھی وعدہ کرتی رہی ہے

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
جو نہین جانتے وفا کیا ہے،

گذشتہ سال ہی حکومت نے براڈ کاسٹنگ پر پینتیس لاکھ روپیہ خرچ کیا ہے، درحالیکہ فلم کے لئے بہت تھوڑا کیا جو نہ کرنے کے برابر ہے۔

مین بلا خوف تردید کہونگا کہ ریڈیو خواہ یہ کتنا ہی اہم و مفید کیون نہو لیکن یہ صرف کانون کو اپیل کرتا ہے، جبکہ ناطق فلم حواس باصرہ و سامعہ کو اپیل کرتا ہے، اس لئے حکومت کا فرض ہے کہ فلم کے لئے بھی کم از کم براڈ کاسٹنگ سے نصف ہی رقم وقف کر دے کہ فلم کے ذریعہ دیہات سدھار تحریک کو ترقی ہو جس مین حکومت کی دلچسپیان آئے دن بڑھتی جارہی ہین۔

مین ہندوستانی فلمسازون سے بھی درخواست کرونگا کہ اگر ہو سکے تو تفریحی فلمون کے ساتھ ساتھ تعلیمی فلم بھی بنائین اور عوام کو تفریح کے علاوہ تمام معلومات بہم پہونچائین۔

مثلاً ایک تفریحی فلم مین بھاگ دوڑ کا منظر ہے، جس مین آپ ہیرو اور ہیروئن کو ایک موٹر مین جاتے ہوئے دیکھ رہے ہین، اس منظر کے لئے افسانہ نویس یہ مکالمے لکھے گا:۔

ہیروئن:۔ "او ہ پیارے اس وقت کیسی تاریکی ہے اور موٹر مین سے کیسی خوفناک چرچر کی آواز آرہی ہے"

حالانکہ یہ واقعہ نہین، اس لئے کہ کیمرہ مین نے فلم کے اتنے ٹکڑے پر کافی روشنی ڈالی ہے، اور ماہر صدابندی نے موٹر کار کی آواز کو اس طریقہ پر ریکارڈ کیا ہے کہ آپ یہ مکالمہ اور گفتگو سن لیتے ہین اگر مندرجہ بالا مکالمہ کی بجائے ہیروئن یہ کہتی کہ:۔

"پیارے ہم کہان اور کتنی دور جا رہے ہین"؟ اور ہیرو جواب دے:۔

"پیاری ہم بردوان جا رہے ہین، جو یہان سے (کلکتہ سے) بہتر میل ہے اور تقریباً ڈھائی گھنٹہ کی مسافت ہے،

اب ایک جو ہندوستان کے جغرافیہ سے واقف نہین وہ ہیرو اور ہیروئن کی گفت گو سے سمجھ جائیگا کہ بردوان کلکتہ سے ۲½ گھنٹہ کی مسافت اور ۷۲ میل کے فاصلہ پر ہے، پچھلے دنون کچھ غیر ملکی سرمایہ دارون نے بمبئی مین ایک سینما ہال تعمیر کرنیکا ارادہ کیا تھا، تو فیروز سیٹھنا نے اس تحریک کے خلاف سخت احتجاج کیا تھا لیکن نتیجہ نہ معلوم کیا ہوا بہرحال جہانتک کلکتہ کا تعلق ہے غیر ملکی فلم کی نمائش کرنے والے ہندوستانی مالکان سینما نقصان مین ہی ہین، کہا یہ جاتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے، مبادا کہ آزاد تجارت مین خلل انداز ہو، لیکن جہان تک مجھے علم ہے برطانیہ عظمیٰ مین ایک قانون بھی ہے جس سے برطانوی اور ملکی فلم محفوظ ہین یہ سسٹم ابتداءً امریکن فلمون کے مقابلہ کے لئے جاری کیا گیا تھا، لہذا ہم بھی حکومت ہند سے درخواست کرسکتے ہین کہ صنعت فلم کے تحفظ کے لئے کوئی قدم اٹھائے اس لئے کہ یہ حکومت سے تحفظات کا مطالبہ کرنا ہمارا پیدائشی حق ہے لیکن اس کے ساتھ ہی مین ہندوستانی فلم کی نمائش کنندگان کو بھی توجہ دلاؤنگا کہ وہ وقت کے ساتھ ساز نہین کر رہے ہین اور وقت و ضرورت کی اہمیت کا اندازہ نہین لگاتے اور برابر اسی جگہ ہین جہان ابتدا مین تھے، انہین خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ یہ سنہ ۱۹۳۰ء نہین ہے، بلکہ سنہ ۱۹۳۶ء ہے،

مین اب بھی یقین کے ساتھ کہسکتا ہون کہ اگر ہندوستان کی کوئی فلم کمپنی یا چند سرمایہ دار یہ ارادہ کرتے کہ ایک بہترین سینما ہاوس تعمیر کیا جائے تو کلکتہ مین میٹرو سینما نہ بنتا جس کی تعمیر پر تقریباً ۲ لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا، آج میٹرو سینما کی سرپرستی مین ہندوستانی پیش پیش ہین اور مین یہ کہنے کی جرات کرونگا کہ میٹرو جانیوالے تعلیمیافتہ ہندوستانیون مین سے پچاس فیصدی بھی وہ مکالمہ یا گفتگو جو ان مین ہوتی ہے

بشکل سمجھ سکتے ہیں، لیکن پھر بھی بیٹھ رہی جاتے ہیں، اگر ان سے کہا جائے کہ آپ ہندوستانی فلم دیکھئے جن کی زبان سو فیصدی قابل فہم، تو وہ صاف انکار کر دیتے ہیں، اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نشست کا آرام سینما گھر کی صفائی، خاموش فضا خوش انتظامی وغیرہ جو انگریزی سینماؤں میں ہے وہ ہندوستانی سینماؤں میں تقریباً مفقود ہے، مثلاً اسی ایک چیز کو لے لیجئے، آپ سب جانتے ہیں کہ آپ کے دماغ، کانوں اور آنکھوں کو پانچ یا دس منٹ آرام کا وقفہ دیا جاتا ہے، کسی خاموش گوشہ میں جاکر ناشتہ وغیرہ کیجئے، کچھ کھائیے، لیکن ہندوستانی سینما میں جیسے ہی وقفہ ہوتا ہے فوراً نصف درجن لڑکے پوری طاقت سے چیختے ہوئے داخل ہوتے ہیں، پان، بیڑی، ماچس، سگریٹ، سوڈا لیمونیڈ، اب بھلا، بتلائیے کہ یہ شور و غل ایک سینما میں اچھا معلوم ہوتا ہے یا ریلوے اسٹیشن پر جہاں ٹرین مسلسل ایک گھنٹہ کی رفتاری کے بعد ٹھہرتی ہے لیکن زمانہ حاضرہ کے سینما میں اب یہ سب لغویتیں نہیں ہونی چاہئیں ورنہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانہ کا ساتھ نہیں دے رہے ہیں کیا آپ کو حیدرآباد دکن کے حادثہ سینما کا علم نہیں؟ میں نے اس آتش ریز، آتش زدہ سینما کو بچشم خود دیکھا ہے، اچھے فلموں کی نمائش ہونے کی وجہ سے سینما مقبول تھا اور کثیر تعداد میں تماشائی آتے تھے، لیکن اگر آپ سینما ہاؤس کی تعمیر اور عام حالت کو دیکھیں تو یقیناً آپ ہماری ہمنوائی کریں گے کہ وہ سینما دوسرے یا تیسرے درجہ کا تھا، میں ریاست حیدرآباد کے حکام کو مبارکباد پیش کرتا ہوتا ہوں کہ ان کی ہر وقت امداد نے آتشزدہ سینما میں سے بہت سے بہت سے بندگان خدا کو صحیح و سلامت نکال لیا۔

خام فلم کی درآمد پر محصول

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، حکومت ہند کا سلوک فلمسازی کیسا بہت مایوس کن ہے، بلکہ یوں کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ سوتیلی ماں کا سا سلوک ہے۔

۱۹۱۴ء میں جبکہ فلم کی صنعت کی ابتدا ہوئی تھی، خام پر صرف پانچ فیصدی محصول تھا، لیکن مالیات میں اضافہ اور ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اضافہ جو شروع ہوا تو ۳۲ء تک تیس فیصدی ہو گیا، موشن پکچر سوسائٹی آف انڈیا کا وفد حکومت ہند کے وزیر مالیات سے اور آنریبل ممبر کے سامنے، ناقابل برداشت محصول درآمد کے باعث ہندوستانی فلمسازی کو جو نقصان پہونچ رہا ہے وہ تمام دقتیں پیش کیں۔

اس بحث و تحیص اور عرضداشت کا نتیجہ یہ نکلا کہ خام فلم کے محصول درآمد پر غور کیا گیا اور آج غیر برطانوی فلم پر پچیس فیصدی اور برطانوی فلم پر پندرہ فیصدی محصول ہے، لیکن اس رعایت سے نہ تو برطانیہ کو فائدہ پہونچا اور نہ ہندوستان ہی مستفید ہو سکا اس لئے کہ خام فلم کی بیشتر درآمد جرمنی یا امریکہ سے ہوتی ہے۔

بمبئی کے ایک مشہور تاجر سر ہرمزجی پی، موڈی نے ایک مرتبہ مجلس قانون ساز میں حکومت کے اس غیر التفاتی نظر اور ہندوستان کی صنعت فلمسازی کی طرف سے لاپرواہی کے خلاف شکایت کی تھی، انہوں نے اسی اصول کا اعادہ کیا اور اس وعدہ کے ایفا کی درخواست کی، جس کا حوالہ اور ذکر ہندوستانی تجارتی کمیشن رپورٹ میں کیا گیا ہے، یعنی یہ کہ ہندوستانی صنعت کے لیے جن اشیاء کی ضرورت اور ملک میں درآمد ہوتی ہے اس پر کوئی محصول عائد نہ کیا جائے، چنانچہ اسی رعایت کے لئے سینما ٹوگراف کمیٹی نے بھی سفارش کی اور زور دیا کہ قومی اقتصادیات کے بنیادی اصول کے زیر نظر خام فلم کی درآمد پر محصول معاف کر دیا جائے ان تمام یاد دہانیوں اور عرضداشتوں کے باوجود ہم آج تک حکومت سے

مطالبہ کر رہے ہیں اور محصولات سے بر سر پیکار ہیں، ہمیں افسوس ہے کہ ذمہ دار حلقوں میں کوئی ہمارا نمائندہ نہیں کہ پر زور طریقہ پر جائز مطالبات کو پیش کر سکے تاہم ہمیں کچھ اطمینان ہے کہ مجلس قانون ساز مین ہندوستانی فلمسازی سے دلچسپی لینے والے ممبرون نے اس کے تحفظ اور کارزی کی خاطر ایک "فلمی جماعت" بنا لی ہے، اس جماعت کو فلم سے متعلق کافی معلومات ہین، ہندوستانی فلمسازون کی دقتون کو محسوس کرتے ہین اور یہ بھی اندازہ ہے کہ ہندوستان مین فلم کا مستقبل کتنا شاندار ہو سکتا ہے، اس لئے ہمین فی الحال موجودہ حالت کا مقابلہ ہے مستقبل کی اتنی فکر نہ کرنی چاہیے،

صنعت فلمسازی

عہد ناطقات کی ابتدا مین کچھ بیرونی فلمساز یہان آئے تھے، لیکن اب تقریباً تمام فلمسازی کا کاروبار ہندوستانیون ہی کے ہاتھ مین ہے یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ اتنے مختصر عرصہ مین ہم بھی ایسے ہی مکمل و کامیاب فلمساز ہو جائین گے جیسا کہ غیر ملکی اس کے ماہر ہین، لیکن ہندوستانیون نے جس طریقہ سے اسکو اپنے ہاتھ مین لیا ہے، اور چلا رہے ہین اور جو ترقیان اب تک کی ہین ان کے پیش نظر ہم امید کر سکتے ہین کہ اچھے اور معیاری فلم بنانے مین دنیا کے کسی ملک سے پیچھے نہین رہ سکتے، بشرطیکہ خاطر خواہ سرمایہ لگایا جائے اور حکومت کا رویہ بھی ہمدردانہ ہو۔

بمبئی کی امپیریل فلم کمپنی ہز ایکسیلنسی وائسرائے سے اجازت لیکر کوئٹہ کے زلزلہ کی تباہکاریون کا ایک اخباری فلم تیار کیا تھا اور موجودہ وائسرائے لارڈ لنلتھگو کی آمد اور لارڈ ولنگڈن کی روانگی کا بھی فلم بنایا تھا، جس طریقہ پر کہ یہ اخباری فلم بنائے گئے تھے مین بخیر سپ و پیش کے کہہ سکتا ہون کہ غیر ملکی اخباری فلمون کے مقابلہ مین پیش کئے جا سکتے ہین، بلکہ بہت سے بیرونی اخباری فلمون سے جو ہندوستان مین دکھائے جاتے ہین سبقت لیجائین گے اور بہت سی خوبیون مین بڑھے ہوئے ہی ہونگے،

ہم ہز ایکسیلنسی وائسرائے کا شکریہ ادا کرتے ہین کہ انہون نے ان فلمون کو بنانے کی اجازت دی اور یہ کہ حکومت نے موقعہ دیا کہ ہندوستانی فلم کمپنیان حکومت کے ہمدردانہ سلوک سے مستفید ہو کر اتنے اچھے فلم بھی بنا سکتی ہین۔

فلم پر ٹیلی ویژن کے اثرات

اگر ٹیلی ویژن آئندہ زندگی کی ضروریات مین ایک اہم عنصر ہو جائیگا اور پبلک دنیا کے کسی گوشہ کے واقعات کو من وعن اپنی آنکھون سے گھر بیٹھے دیکھ سکے گی، لیکن صنعت فلم کو اس سے فائدہ پہونچنے کی کوئی توقع نہین ٹیلی ویژن کا تصویر متحرک پر اتنا بھی مفید اثر نہین پڑیگا جتنا کہ وائرلیس نے سمعوتی کنسرٹ کو فائدہ پہونچایا سمعونیز کو بجائے نقصان کے وائرلیس سے کچھ فائدہ اور ترقی ہی ہوئی، چنانچہ آج ہم دیکھتے ہین کہ سمعوتی کنسرٹ کی طرف خاصہ رجحان ہے، اگرچہ ٹیلی ویژن اور مستقبل مین ہونیوالی تفریحی مشاغل کی ایجادات بھی جزئیات زندگی بن جائین، لیکن مجھے یقین ہے کہ فلم کی عالمگیر مقبولیت پر ان سب چیزون کا کوئی ناگوار یا تخریبی اثر نہین پڑیگا۔

عام معلومات

ہندوستانی فلمون کو علاوہ اپنے ملک، برما اور لنکا کے مندرجہ ذیل (۱۰) منڈیان (مارکیٹین) بھی حاصل ہین۔

برطانوی ملایا، ڈچ ایسٹ انڈیز، انڈوچین، سیام، ہانگ کانگ، جزائر فجی، مشرقی اور جنوبی افریقہ، عدن،

جنوبی امریکہ مین ویسٹ انڈین۔

ہندوستانی فلم حسب ذیل زبانون مین بناسے گئے اور بنائے جاتے ہین ہندی، اردو، بنگالی، تامل، تیلیگو، برمی، کناریز، گجراتی، پنجابی، اوریا، مرہٹی اور ایرانی۔

ہندوستانی ایکٹرس کو سب سے زیادہ مشاہرہ سات ہزار روپے ماہوار ہے، اور ہندوستانی ایکٹر کو سب سے زیادہ تنخواہ دو ہزار روپے ماہوار ملتی ہے۔

مین سمجھتا ہون کہ مین نے فلم سے متعلق جتنی مجھے معلومات تھین سب آپ کے سامنے پیش کر دین، آخر مین مین یہ بھی کہونگا کہ اگر ہندوستانی فلمسازی کو باقاعدہ تجارتی اور اخلاقی اصولون پر چلایا گیا تو یقینی اسکا مستقبل شاندار ہے، اور ہندوستان بھی گردن فراز ہو کر اپنے فلم کو غیر ممالک کے فلمون کے مقابلہ مین پیش کر سکیگا۔

مین آپ سب کا مشکور ہون کہ آپ نے صبر و سکون سے میری اس طویل تقریر کو سنا، اگرچہ مین نے اختصار سے کام لینے کی کوشش کی لیکن یہ ایک نوزائیدہ اور نو آمدہ صنعت ہے، اور یہ کہ پبلک کو اس کی موجودہ حالت سے کماحقہٗ آگاہ کر دیا جائے، اور اس کے کے لئے روٹیری کلب سے بہتر پلیٹ فارم کون سا ہو سکتا تھا۔

مین اپنے روٹیری کلب کے احباب اور مہمانون کا شکریہ ادا کرتے ہوئے معافی چاہونگا، اگر میری سمع خراشی کسی وجہ سے ناگوار گذری ہو،

تمام شد

"دوسانی"

کلام آرزوؔ

کرم لیکن نہ اتنا بھی کہ دل کے پار ہو جائے
وہ جلوہ پردہ ہے جس سے نظر بیکار ہو جائے

جو پھرتے پھرتے پتلی آنکھ ان سے چار ہو جائے
اجل کو اپنا کام اپنی جگہ دشوار ہو جائے

وہ دل مین فیصلہ جب کر رہے ہون میری الفت کا
کچھ ایسا ہو کہ یارب آنکھ ان سے چار ہو جائے

اسے وہ کیا کرے پیار آئے گر ذکر جفا پر بھی
بہت ناصح نے تو چاہا کہ دل بیزار ہو جائے

تغافل کے سکون سے بے قراری درد کی اچھی
لگا وہ ٹھوکرین جس سے وفا بیدار ہو جائے

دل اک نازک آبشے ہے زخم دل اس سے سوا نازک
نہ چھیڑ اتنا کہ لینا سانس بھی دشوار ہو جائے

مدار زندگی جس پر تو اس امید کا دشمن
اب اچھا ہے کہ جینے ہی سے دل بیزار ہو جائے

جنون شوق اچھا لیکن اس حد پر نہین اچھا
کہ انسان آپ اپنا درپئے آزار ہو جائے

کرون کیا جب عداوت ہو چمن کے تنکے تنکے کو
بناڈالون نشیمن کی قفس تیار ہو جائے

وفا کیا میری اور مین کیا مقدم ہے پسند انکی
مہکتا پھول کانٹا ہے جو دل بیزار ہو جائے

لے اسے انسانیت بڑھ حسن خود آواز دیتا ہے
کوئی ہے جو محبت کا امانتدار ہو جائے

محبت آرزوؔ طوفان ہے دامن دل کی یہ کوشش
جہان ڈوبے تو ڈوبے میری کشتی پار ہو جائے

سینما ہاؤس کی آمدنی بڑھانیوالے

ہر دلعزیز فلم

سنگیت فلم کمپنی کا مشہور فلم
تلاشِ حق
جسمین

بائی جدن بائی، بے. جی رانی، قمرجان، یعقوب خان، احمد حسین، پٹیل پانڈے، مہدی رضا وغیرہ نے بہترین اداکاری کی ہے،
ڈائرکٹرس بائی جدن بائی

گندھروا سنیٹون کا مشہور فلم
ستی مہانندا
جسمین

پدما دیوی، کملا وتی، مدھوکار گپتا، ایم مرچنٹ، راجہ پنڈت شانتارام وغیرہ نے اپنی اپنی نیچرل ایکٹنگ سے اس فلم کو چار چاند لگا دیئے ہیں
ڈائرکٹر بابوراؤ پٹیل

اسٹیج فلم کمپنی کا عدیم النظیر شاہکار
خون کا خون
جسمین

سہراب مودی، مس شمشاد، مس نسیم، مس رام پیاری، مس گوہر، فقیر محمد، فضل کریم وغیرہ نے بہترین اور فطری اداکاری کی ہے،
ڈائرکٹر سہراب مودی

گندھروا سنیٹون کا دلکش فلم
بالا جوبن
جسمین

پدما دیوی، مس گلاب، شیریں بانو، مبارک، مدھوکار گپتا، راجہ پنڈت ماروتی پہلوان، نندو کھوٹے، بابو راؤ سنسار، غلام حسین، بدری نے کام کیا ہے
ڈائرکٹر بابوراؤ پٹیل

بکنگ کا پتہ

کلکتہ فلم ایکسچینج
۲۲، امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ

کلکتہ فلم ایکسچینج
تری بھون روڈ بمبئی ۴

کلکتہ فلم ایکسچینج
۵۰۔ آرمینین اسٹریٹ مدراس

ہندوستانی فلمین

یا

بولتا ہوا کوک شاستر

ہمارا فرض ہے کہ اخلاق سوز فلمون کو بند کرائین

ایک تماشائی کے قلم سے

امریکہ سینما کا مولد وگھوارہ ہے، وہان کی فلمساز کمپنی یونیورسل پکچرس کا صدر مسٹر کارلیمل بیان کرتا ہے کہ مین نے اولین فلم "بایا داتھا" پیش کی تھی، اس وقت سے لیکر اب تک مین نے فسانون کے انتخاب مین اس اصول کی سختی سے پابندی کی ہے کہ فسانے بالکل پاکیزہ ہون، ان مین برائے نام بھی عریانی نہ ہو، یہان تک کہ والدین بچون کو ان کی فلمین دکھائین اور انھین ہرگز کسی طرح کی شرم محسوس نہ ہو، مین نے اپنے محکمہ انتخاب کنندہ کے ہر رکن کو سختی سے ہدایت کردی ہے کہ وہ تمام ایسے فسانون کو بے تامل رد کردے جو اخلاق سے سر مو تجاوز ہون۔

یہ تو ہے امریکن فلمساز کمپنی کے صدر کا اصول کار اور طرز عمل جو ایک آزاد اور بیباک ملک کا باشندہ ہے، اس کے بالمقابل رشیون منیون اور اولیا و مشائخ کے مقدس وطن ہندوستان کے فلمسازون کی غیرت فروشیون اور ہندوستانی فلم کی اخلاق سوزی کا یہ حال ہے کہ ان کی مثالین پیش کرتے ہوئے بھی قلم رکتا ہے، اور طبیعت شرم محسوس کرتی ہے، لیکن مقصد اصلاح سے مجبور ہو کر کچھ مثالین تو پیش کرنی ہی پڑین گی۔ مین کوشش کرونگا کہ مثالین زیادہ فحش اور عریان نہ ہون، اگر مجھے پوری کامیابی نہ ہو تو قارئین کرام کو میری نسبت غلط رائے قائم نہ کرنی چاہیے، بلکہ غور فرمانا چاہیے کہ ہندوستانی فلمون کی حالت کس حد تک ناقابل برداشت ہے۔

ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ مین کانپور مین سینما دیکھنے گیا، تماشے کا نام "قسمت" تھا، نام سے خیال کیا کہ سبق آموز تماشا ہوگا، تماشے مین شاہی محل کا منظر پیش کیا گیا، جس مین ملکہ اس حالت مین دکھائی گئی، کہ مین فرط شرم سے پسینے پسینے ہوگیا، ایک عظیم الشان سلطنت کی ملکہ کا لباس بیش قیمت تو ہو سکتا ہے لیکن اتنا باریک نہین ہوتا کہ تمام جسم برہنہ ہو، فلمسازون کی طرح ایکٹرس کی بے غیرتی کی بھی حد نہ تھی، چنانچہ حصہ جسم کیا تھا اس کے آثار شباب بھی لباس کے اندر سے صاف جھلک رہے تھے جب ملکہ کی حیاسوزی کا یہ عالم تھا تو اس کی خادماؤن کی کیفیت کیا ہوگی؟ اسے تو ضبط تحریر مین لاتے ہوئے بھی شرم قلمگیر ہوتی ہے۔

یہی مضمون نگار بوسہ بازی کے متعلق لکھتا ہے کہ کوئی پکچر اس سے خالی نہین ہوتی، اور طرفہ یہ کہ اس کی سب سے بدترین صورت فلمون مین دکھائی جاتی ہے، یہ ایک فطری اصول ہے کہ مرد کی جانب سے ابتدا ہوتی ہے اور کثرت ہوتی ہے، لیکن فلمی دنیا کی ریت یہ ہے کہ عورت ہی اقدام کرتی ہے، اور اسی کی جانب سے کثرت بھی ہوتی ہے، ایک بازاری عورت کی نسبت بھی ایسا خیال نہین کیا جا سکتا، لیکن "حورینہ" مین راجکماریون کو اس حالت مین پیش کیا گیا ہے،

ایک ناقد فلم لکھتا ہے کہ اگر "زرینہ" کو اخلاقی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ایک ہمعصر کے الفاظ مین سو فیصدی "کوک شاستری" فلم ہے، زبیدہ کا نیم برہنہ رقص، ہیرو کی گود مین لیٹ کر گائے بچھڑے کیطرح منھ چھوٹا" اس کے بعد ناقد نے جو کچھ لکھا ہے میری حیا نے گوارا نہین کیا کہ مین اسے نقل کرون، اس لئے فقرے کا آخری ٹکڑا مجبوراً چھوڑ دینا پڑا، لیکن جب علی العموم ایسی فلمین دکھائی جا رہی ہین تو اس سے کیا ہوا اگر مین نے ان کے تذکرے کو نظر انداز کر دیا۔

ایک ہندی مضمون نگار نے بعض فلمی گانون کی مثالین پیش کی ہین وہ لکھتا ہے کہ فلم کے بیشتر گانے ایسے ہوتے ہین، جنہین ہم عورتون کے سامنے گاتے ہوئے حجاب محسوس کرتے ہین، لیکن فلمساز حضرات انہین گانون کو ناچ، طبلہ، پیانو، وایلین کے ساتھ ہماری مان بہنون کو سناتے ہین، وہ منظر بھی کتنا شرمناک ہوگا جب عورتین یہ سنتی ہون گی ؎

پیچھے پیچھے پھرتے بالم مڑ مڑ مارین آنکھین،
ایسے نٹ کھٹ چھو کرے ہمارو ...... تاکین

یہ مثالین بھی ہمارے قلم کو روک رہی ہین، مین بزور تمام ایک اور مثال پیش کرنے کی کوشش کرتا ہون ؎

"پھولی کلیان میری اٹھتی جوانی کیا ہے؟
ابھری ....
عاشق تڑپا کرتے ہین جب چلتی ہون ناز سے،
نخرا میرا دیکھ کے عاشق ہائے ہائے کرتے ہین
سب ہائے ہائے کرتے ہین، چھیلی چھبیلی البیلی نار نویلی
ایسے مردون سے مین ہار گئی ہار"

یہی نامہ نگار ایک عبرتناک بات لکھتا ہے کہ جس ملک کے ایک دیور (لچھمن جی) نے بھاوج (سیتا جی) کے ساتھ دس سال تک دشت نوردی کر کے صرف پیرون کے زیور ہی دیکھے تھے اسی ملک کے سینما کا دیور بھاوج سے کہتا ہے:۔

چلو چلو بھابھی ذرا ٹھمکتی چال
کہین لچکے نہ نازک کمریا سنبھال

ایک دوسری پکچر کا گانا ملاحظہ ہو:۔

دیکھو دیکھو میرے جوبن کی بہار
ہوا سارا زمانہ نثار
میرے جوبن کی پیاری بہار ہے
سارا زمانہ نثار
میری چتون نہین یہ ہے ترچھی کٹار
ہوئے گھائل ہین میرے عاشق بیشمار
میری زلفین زنجیر، ہوئے لاکھون اسیر
ہے میرے شکار، میرے جوبن کی بہار

ہندوستانی فلمین علی العموم ایسی ہی بے حیائی، عریانی اور فحش طرازی سے معمور ہین جو خرمن اخلاق کو جلا جلا کر خاک کر رہی ہین۔

ضرورت ہے کہ فلم کمپنیان فی الفور ان کی اصلاح کی جانب متوجہ ہون، اخبارات و رسائل کو چاہئے کہ فلم بینون کو بھی ان خرابیون کے خلاف برانگیختہ اور مستعد کرین تاکہ وہ فلم کمپنیون کو آمادہ اصلاح کرین جب تک رائے عامہ ایسی لغو مہمل اور عریان فلمون کے خلاف تیار نہ ہوگی اور فلمسازون کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ فلم بینون کی اکثریت ایسے تماشون کے خلاف ہے، وہ صدائے اصلاح کو قرجون سماعت نہ کرین گے۔

"دین دنیا" ۲۰ اپریل ۳۶ء

چار دلکش اور نتیجہ خیز پکچرین

اپنے شہر کے سینما گھرون مین دیکھئے

ساگر موویٹون کا تازہ ترین شاہکار

من موہن

ڈائرکٹر محبوب

اداکار مس ببو،

سریندر لال، ایم یعقوب، آشلتا، پانڈے، قیام علی، مہدی رضا

افسانہ نتیجہ خیز، دلکش ناچ گانے، اور نیچرل اداکاری

اپنے شہر کے سینما گھر مین دیکھئے

ساگر موویٹون کا عظیم الشان فلم

دو دیوانے

ڈائرکٹر چمن لال لوہارو

اداکار مسز شوبھنا سمرتھ

ارونا دیوی، مس گلزار، مس کملا، موتی لال، یعقوب، مہدی رضا،

افسانہ رنگین، دلآویز ناچ گانے، جذباتی اداکاری،

اپنے شہر کے سینما ہاؤس ملاحظہ فرمائیے

ساگر موویٹون کا شاندار دلکش

جیون لتا

ڈائرکٹر سروتم بادامی

اداکار سیتا دیوی،

موتی لال، سوشیلا پانڈے، گلزار، شکنتا، مہدی رضا، بھوند و

افسانہ دلکش، روح پرور ناچ گانے، فطری اداکاری

اپنے شہر کے سینما گھر مین انتظار کیجئے،

امپیریل فلم کمپنی کا حسین شاہکار

جگت کیسری

ڈائرکٹر موتی ہوٹر

اداکار سلوچنا،

جمنا، لکشمی، ڈی بلیموریہ، جمشید جی، غلام محمد، سید احمد، غلام رسول

افسانہ بلند معیار، دل موہ لینے والے ناچ گانے نیچرل ایکٹنگ

اپنے شہر کے سینما ہاؤس مین اولین فرصت مین دیکھئے

سول ایجنٹ:۔ بنگال، برما، بہار، آسام، اڑیسہ

مارکانٹینو ۔ ورلڈ

دوسانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

فون نمبر ۲۰۰۲ بڑا بازار

برانچز:۔ بمبئی، رنگون، سنگاپور، ایجنٹ مری سیش

ٹرکی مین فلمسازی

مصطفےٰ کمال اتاترک کے ہاتھون ترکون کی نشاۃ ثانیہ سے پیشتر ملک کی تمام اہم صنعتون کی طرح فلم انڈسٹری پر بھی غیرملکیون کا قبضہ تھا، اور انہون نے سلطنت عثمانیہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھاکر بڑے بڑے حقوق حاصل کر رکھے تھے، ٹرکی مین سینما کو سب سے پہلے فرانس نے رائج کیا اور اسی نے ۱۹۰۳ء مین استنبول (قسطنطنیہ) مین پہلا پکچر ہاؤس قائم کیا، ملک مین کئی سال تک فرانس کی گرم بازاری رہی اور سوائے فرانسیسی فلمون کے ٹرکی مین کسی دوسرے ملک کا فلم نظر بھی نہین آتا تھا، لیکن چھ سال بعد جب ملک مین دستوری حکومت قائم ہوئی اور انجمن اتحاد وترقی کے ذمہ دار ارکان پر بتدریج جرمن اثرات غالب آنے لگے تو ملک مین فرانسیسی فلمون کی اگلی سی گرم بازاری رہی اور اس کے دوش بدوش جرمن پکچرین بھی نظر آنے لگین ۱۹۱۱ء مین اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا، فرانس نے اس موقع پر جو بے اتفاقی ظاہر کی اس سے ترکون مین انگریزون کے ساتھ ساتھ فرانسیسیون کے خلاف بھی بہت بددلی پھیل گئی، ٹرکی اور فرانس کے رہے سہے دوستانہ تعلقات کا بھی عملی طور پر خاتمہ ہوگیا، اسی زمانہ مین فرانسیسی کمپنی کا ایک ایسا فلم ٹرکی مین آیا جس حضرت موسیٰؑ کی پیدائش دکھائی گئی تھی، اس فلم کی نمائش سے ترکون کے مذہبی جذبات بھڑک اٹھے، جرمن نواز حکومت نے صرف یہی نہین کہ اس فلم کی نمائش تکا بند کردی بلکہ تمام فرانسیسی فلمون پر ایسی سخت پابندیان عائد کردین کہ ٹرکی مین ان کی نمائش عملی طور پر بند ہوگئی، اور فرانسیسی فلمون کی جگہ ہالی وڈ کے امریکن فلمون نے لے لی

جنگ یورپ کے اختتام پر جب ترکون کو شکست ہوئی تو جرمن فلمون کا سلسلہ مسدود ہوگیا۔ اور امریکن پکچرین ملک پر تمام وکمال چھاگیئن، لیکن کچھ عرصہ بعد وہان فرانسیسی فلمون کی آمد بھی شروع ہوگئی مصطفےٰ کمال کی فتوحات کے بعد ٹرکی مین روسی فلمون کا تسلط بڑھنا شروع ہوا، یہان تک کہ ۱۹۳۰ء مین خود ترکون نے فلمسازی کی جانب توجہ مبذول کی، ٹرکی مین پہلی پکچر تیار کرنے کا سہرا "افق براوران" کے سر ہے، جو متعدد بڑی بڑی امریکن کمپنیون کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کر رہے تھے، اور انہون نے فلمی دنیا مین کافی اعتماد حاصل کرلیا تھا، "افق براوران" نے جب اپنی تجویز حکومت کے سامنے پیش کی تو اس نے اظہار مسرت کرتے ہوئے افق براوران کی مالی امداد بھی منظور کرلی، چنانچہ سی ۱۹۳۰ء مین انگورہ مین ترکون کا پہلا وطنی اسٹوڈیو قائم ہوا جس کی رسم افتتاح خود غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے انجام دی۔

افق اسٹوڈیو ابتدا مین مختصر پیمانہ پر قائم ہوا تھا لیکن چندسال کے اندر اس نے ایسی حیرت انگیز ترقی کرلی کہ آج اس کا شمار دنیا کے بہترین اسٹوڈیون مین ہوتا ہے، جب ترکون نے فلمسازی کی جانب توجہ مبذول کی تو ملک مین ایسے لوگون کا قحط تھا جو فنی نکات سے واقف ہون چنانچہ افق اسٹوڈیو کے لئے بھی ابتدا مین جرمن روسی ماہران فن کی خدمات حاصل کی گئی تھین، لیکن ترکون نے بہت جلد فلم انڈسٹری کے تمام شعبو

سے واقفیت حاصل کر لی، متعدد نوجوان غیر ممالک میں تحصیل فن کے لئے گئے اس سلسلہ مین ٹرکی کے موجودہ مشہور ترین ڈائرکٹر ارطغرل محسن کی کوششیں خاص طور پر قابل قدر ہین، محسن نے ایک معمولی ایکٹر کی حیثیت سے کام شروع کیا تھا، کچھ عرصہ بعد وہ کام سیکھنے کے لئے پیرس چلے گئے اس کے بعد برلن گئے، پھر ہالی وڈ مین کچھ عرصہ بسر کر کے ماسکو مین فن کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا، ارطغرل محسن نے ٹرکی واپس آ کر ملک مین فلم انڈسٹری کو فروغ دینے کے لئے یہ تجویز پیش کی کہ ہالی وڈ یا پیرس کی بجائے ٹرکی کو الیسٹیشین (جرمنی) اور پدوکین (روس) کے تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہیئے، حکومت نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا، ٹرکی مین آج کل زیادہ تر پکچرین جرمنی اور روس کے معیار پر تیار کی جاتی ہین، اور ارطغرل محسن اس وقت ملک کے مشہور ترین ڈائرکٹر ہین۔

ٹرکی مین پہلی پکچر ”علی بابا چالیس چور“ تیار کی گئی تھی، ملک مین چونکہ عاشقانہ پکچرین زیادہ مقبول نہین ہوتی ہین اس لئے چند سال تک الف لیلہ کے افسانون اور مناظر جنگ کی پکچرین تیار ہوتی ہین آخر سنہ ۱۹۳۲ء مین افق برادران نے ”بیداری قوم“ کے نام سے ایک خالص قومی اور سیاسی فلم تیار کر کے ٹرکی کی فلمی تاریخ مین ایک نئے باب کا اضافہ کیا، اس فلم مین سلطان وحید الدین محمد خان سادس کا ملک سے اخراج اور قوم پرست ترکون کے ہاتھون انگریزون کی شکست فاش کے نظارے دکھائے گئے ہین، یہ فلم نہ صرف ٹرکی مین بہت مقبول ہوا بلکہ جرمنی، روس اور اٹلی وغیرہ مین بھی بہت پسند کیا گیا۔ اسے انگلستان اس لئے نہین بھیجا جا سکا کہ یہ انگریزون کے خلاف معاندانہ جذبات سے لبریز ہے۔

”بیداری قوم“ کے بعد افق برادران نے کئی اخلاقی اور تعلیمی فلم تیار کئے، سنہ ۱۹۳۵ء مین ارطغرل محسن نے اپنی ذاتی کمپنی قائم کر کے ”کوہستانی دوشیزہ“ کے نام سے ایک مشہور فلم تیار کیا جو نیم سیاسی اور نیم اخلاقی ہے، اس کا پلاٹ سرویہ پر ترکون کے فاتحانہ حملے سے تعلق رکھتا ہے۔

ٹرکی کا بہترین مزاحیہ فلم ”میری پیاری مشاطہ“ ہے جو سال گذشتہ مین تیار ہوا تھا، اس کے بعد مزاحیہ فلمون مین ”بیوی کا دھوکا“ خاص طور پر قابل ذکر ہے، چند ماہ ہوئے ٹرکی مین ”خدا ایک زبان ایک“ کے نام سے ایک بہترین اخلاقی فلم تیار ہوا ہے جس نے ملک مین غیر معمولی طور پر مقبولیت حاصل کی جب یہ فلم انگورہ کے سینما ہاؤس مین پہلی مرتبہ دکھایا گیا تو غازی مصطفیٰ کمال اور غازی عصمت پاشا دونون اسے دیکھنے کے لئے آئے تھے اور اپنی خوشنودی کا اظہار کیا تھا

رنجیت کا تازہ ترین شاہکار
لہری لالہ
ڈائرکٹر جینت دیسائی
جس مین مدھوری کیساتھ مشہور اداکار شریک ہین
لہری لالہ طوفان میل کی یاد کو تازہ کر دیگا، اسے دیکھ کر آپ بیحد محظوظ ہونگے، اپنے اپنے شہر کے سینما گھرون مین دیکھ لطف اندوز ہو جئے
ایجنگ کا پتہ
دہلی ٹاکیز پور د
چاندنی چوک دہلی

ماہِ جون ۱۹۳۷ء کے پیش کردہ دلفریب و روح نواز

جاذبہ ہندوستانی میگافون ریکارڈ

مس کملا (جھریا)

جے این جی ۹۵۷ — پریت کسم پیا (گیت)
پیا پیا میٹھی بولی (″)

انیس خاتون (کانپور) فلم اسٹار

جے این جی ۹۵۸ — کہتا ہے یوں ملو (غزل)
سنتے آئے تھے کہانی (″)

پروفیسر بھشم دیو چٹرجی

جے این جی ۹۶۰ — ستی ملینا (کمود)
دکھوا مین کاسے کہوں (ٹھمری تلک کمود)

صمد قوال (تیلنی پاڑہ)

جے این جی ۹۶۳ — بہار آئی ساقی (قوالی)
کیا شان ہے کیا شوکت (″)

محمد اکبر خاں (پشاوری) فلم اسٹار

جے این جی ۹۶۴ — ڈو یم پانغم کے (پشتو)
سرومال . ل وجان من (″)

مس اختری بائی (فیض آباد) فلم اسٹار

جے این جی ۹۶۵ — بجھی ہوئی شمع کا دھواں ہوں (غزل)
سچ سچ بتا اے دل (″)

مس رابعہ (بھاگلپور)

جے این جی ۹۵۹ — موسے توسے لگ لی پریا (پوربی)
پورب پچھم واں سے آئی (″)

پروفیسر محمد خاں

جے این جی ۹۶۱ — درد منت کش دوا نہ ہوا (غزل)
حسن بھی نقاب کے پیچھے (″)

ماسٹر ولایت حسین (پنجابی)

جے این جی ۹۶۲ — گھائی شملہ دی (پنجابی)
چوڑیاں والے بانے (″)

مس کجن (جہاں آرا کجن) فلم اسٹار

جے این جی ۹۴۸ — توبہ توبہ یہ جادو ہے (حمد)
لیکو کملی والے ہمارمن (نعت)

میگافون کمپنی کلکتہ

فلمی رفتار

نیو تھیٹرز کے نگار خانہ میں اس وقت چار پکچروں کی تیاری نہایت زور شور کے ساتھ جاری ہے۔ ۱۔ اناتھ آشرم ۲۔ مکتی ۳۔ بدیاپتی ۴۔ جوار بھاٹا۔

اناتھ آشرم قریب التکمیل ہے، افسانوی حیثیت سے یہ فلم بہترین ہوگا سماج کے لئے اس میں کئی ایک نئی باتیں پیش کی گئی ہیں جو اصلاحی نکتہ نظر سے مفید ہیں۔ مناظر کے اعتبار سے نئی خصوصیات کا مالک ہے، کیونکہ کانوں کے حقیقی مناظر اور وہاں کے خوفناک حالات ملک کے سامنے پہلی مرتبہ آنے والے ہیں، اس سلسلہ میں نیو تھیٹرز نے بڑی فیاضی سے روپیہ صرف کیا ہے، اناتھ آشرم کے ڈائرکٹر مسٹر ہیم چندر نے شروع سے لیکر اس وقت تک بڑی ہی محنت کی ہے اور ان کی کوشش ہے کہ یہ پکچر ملک سے خراج عقیدت حاصل کرے امید ہے کہ ان کی یہ تمنا آسمان کامیابی پر پہونچکر جگمگانے گی، اور اس کی روشنی میں وہ شہرت و عروج کی اصلی منزل پر پہونچ جائیں گے، اداکاروں کی صف میں اوما دیوی، مسٹر نجم بی۔ اے، مسٹر پرتھوی بی اے، مسٹر جگدیش بی اے، مسٹر نواب کاشمیری، ماسٹر ستو، مسٹر نیمو، مس مورما، مسٹر لوک کپور، ماسٹر ولائتو، مس ہری ماتی، مس کلیانی، مس میلا، مس دیو بالا، کے ایل سنگھ، مسٹر کدار بی۔ اے، راج لکشمی، گردھاری لال وید، فیض محمد، مسٹر کرم کپور، مسٹر ایاس، مسٹر جواد، مسٹر بابو لال کے نام قابل ذکر ہیں، ایسی شاندار کاسٹ فلم کی کامیابی کے لئے بہترین ثبوت ہے، اناتھ آشرم کے ہندوستانی مکالمہ مسٹر کدار بی اے نے لکھے ہیں اور اسسٹنٹ ڈائرکٹر کی خدمات مسٹر بابو لال نے انجام دی ہیں، اناتھ آشرم بہت جلد ملک کی خدمت میں پیش کیا جائیگا۔

مکتی: مسٹر بروا اختتام کے قریب لے آئے ہیں، بیرونی مناظر مکمل ہو گئے ہیں اندرونی کام رہ گیا ہے، یہ فلم اپنی نوعیت میں عجیب و غریب ہے، آسام کے جنگلوں کے نیچرل مناظر، شکارگاہوں کے سین اور خوفناک جانوروں کی مقابلہ آرائی اصلی صورتوں میں پیش کی گئی ہے، ان مناظر کے حاصل کرنے کے لئے صرف کلکتہ سے کئی سو آدمی فلمبندی کے لئے گئے تھے، اور آسام کے لاتعداد آدمی ان کے علاوہ شریک کئے گئے ہیں، اور اس شاندار فلم پر بہت کافی روپیہ خرچ کیا گیا ہے، افسانوی واقعات اس قدر سنسنی خیز اور درد انگیز ہیں کہ آپ مکتی کو ایک بار دیکھنے کے لئے خود بخود بیتاب ہوں گے، کانن بالا، مینکا دیوی، مسٹر بروا، نواب کاشمیری، [illegible]، جگدیش، بکرم کپور، گردھاری لال وید نے مکتی میں ممتاز کردار ادا کئے ہیں، مسٹر بروا ایک شکاری کے روپ میں ہیرو کا کردار کرتے ہیں، اصغر حسین [illegible] شور نے مکتی کے مکالمے لکھے ہیں، اور جناب آرزو لکھنوی نے گانوں کی تکمیل کی ہے۔

بدیاپتی شاعر انقلاب "قاضی نذر الاسلام" نے اس تاریخی واقعہ کو فلمی شکل میں منتقل کیا ہے، اور مسٹر دیبکی بوس کے ڈائرکشن میں یہ تکمیل ہے، بدیاپتی کے متعلق کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے عظیم المرتبت شاعر اور جلیل القدر شاعر کی تصنیف شہرہ آفاق

ڈائرکٹر کی ہدایات ملک کے ممتاز ترین نگار خانہ کا ساز و سامان، نہین کہا جاسکتا کہ فلم آسمان کامیابی کے کس درجہ پر جگہ حاصل کریگا، ذرا کاسٹ ملاحظہ فرمایئے:۔ بدیاپتی کا پارٹ پہاڑی سانیال کر رہے ہین، رانی لچھمی کا پارٹ چھایا دیوی مشہور بنگالی سوسائٹی لیڈی کر رہی ہین، راجہ کا پارٹ پرتھوی راج انجام دیرہے ہین انورادھا کا پارٹ کانن بالا کر رہی ہین، ماسٹری کا پارٹ باغی سپاہی کے مشہور اداکار جناب محمد اسحاق صاحب (جنہون نے باغی سپاہی مین جارج آرلس کے کام کو حقیقی معنون مین ادا کرکے ہندوستانی اسکرین پر ایک ممتاز جگہ حاصل کر لی ہے) کر رہے ہین، بدوشک کا کام مسٹر نیمو اور ان کے نوکر کا کام مسٹر کدار اور بدوشک کی بیوی کا پارٹ بمبئی کی مایہ ناز مستانہ مس رام پیاری کر رہی ہین۔

نگار خانہ نیو تھیٹرز نے آج تک اس سے بہترین کاسٹ نہین پیش کی ہے چنڈی داس، پورن بھگت، کے بعد اب مسٹر ڈی کے بوس اپنی اصلی اور حقیقی شہرت کے راستہ پر آگئے ہین جو بدیاپتی کی بنائی مین انکو حاصل ہونا یقینی ہے، جوانی کا نشہ: ماسٹر ہے این مترکی نگرانی مین تیار ہو رہا ہے یہ فلم بھی دو زبانون مین بن رہا ہے، بنگلہ اور ہندی حضرت آرزو لکھنوی ہندی فلم کے مکالمہ نگار ہین، اداکارون کی فہرست مین، سائیگل، نجم، لیلا دیسائی لیلا اور کے سی ڈے کے نام خاص طور سے قابل تذکرہ ہین، پریزیڈنٹ کے بعد لیلا دیسائی اور سائیگل کے رنگین جلوے دلکش نغمے ایک بار پھر بنگالہ مین زندہ پیدا کردینگے، جوانی کا نشہ کا افسانہ اصلاحی پر از رومان اور چند ایک نئی خصوصیات کا حامل ہے۔

علاوہ نیو تھیٹرز کے کلکتہ مین صرف مسٹر کاردار کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ بیک وقت دو تصویرین تیار کر رہے ہین، پہلا میڈن تھیٹرز اسٹوڈیو مین ([illegible] پروڈکشن) مندر، اور دوسرا ایسٹ انڈیا کے نگار خانہ مین (موتی محل تھیٹرز پروڈکشن) ملاپ، اول الذکر مذہبی فلم ہے اور آخر الذکر اصلاحی، ان دونون فلمون کی وجہ سے دونون نگار خانون

مین ایک زندگی ہے اور کام کی رفتار چہل پہل کا سبب بنی ہوئی ہے، مسٹر کاردار بڑے انہماک سے اپنے فرائض کو انجام دے رہے ہین، اور انکی اس جانفشانی سے امید کامل ہے کہ یہ اپنے دونون کارنامون کو مقبولیت کی آخری منزل تک پہنچا سکینگے قابل بنا کرم لین گے، بابو رام کشن کپور نے "مندر" پر بہت کافی رقم خرچ کی ہے، اور بڑی فیاضی نیک نیتی اور اولوالعزمی کا ثبوت دیا ہے اور ان کے اس خلوص کے نتیجے مین ایک شاندار کامیابی ہے جو مندر کے پردہ سے نکل کر آئے گی، اداکارون کے انتخاب مین بڑے حوصلہ سے کام لیا گیا ہے، اور ایک ایسے بت کو رام کیا گیا ہے جو اسٹیج کی دنیا سے نکل کر اسکرین کی رنگینیون مین آنیکا روادار ہی نہ تھا، ہماری مراد یہان آغا محمود سے ہے جو بذات خود اپنی قدرتی صلاحیتون سے کائنات اسٹیج کے ایک ایسے جگمگاتے سیارے ہین جن کے سامنے تمام تارون کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے اور یہ کہنے کی قطعی ضرورت نہین کہ آغا محمود آغا حشر کے برادر خورد ہین، آج آغا محمود کو دنیائے اسٹیج پر اسی طرح شہرت حاصل ہے جس طرح ادیب جلیل مرحوم کاتما ادب مین ایک ممتاز اور غیر فانی شہرت کے مالک تھے، لہذا اب دیکھنا یہ ہے کہ پردۂ سیمین پر کاردار آغا محمود کو ان کے معیار کے مطابق بناتے ہین یا نہین؟ کیونکہ آغا محمود دنیائے اسکرین پر آنے کے لئے مذبذب مین تھے اور اس لئے کئی ایک پروڈیوسر انکو حاصل کرنے مین ناکام رہے، کاردار کی شہرت آفرین ڈائرکٹری اور بابو رام کشن کی اکثر خوبیان آغا محمود کو دنیائے فلم مین لے آئی ہین اور آج ملک منتظر ہے کہ پردۂ فلم پر آغا محمود شاہ کو اصلی رنگ مین دیکھے کیونکہ وہ اداکاری کی دنیا کا دیوتا ہے جو بہت سے روپ کرنا چاہتا ہے اور اسکو ہر روپ مین ممتاز اور نمایان جگہ حاصل ہوتی رہی ہے، مندر مین اجگاہی (دیوداس کی چندرا) ہیروئن کا کردار ادا کر رہی ہین اور باغی سپاہی کی شہرۂ آفاق مغنیہ انیس خاتون اپنے دلکش روح پرور، وجد آگین لحنون کے ساتھ مندر مین شریک ہین، خوبصورت اداکاری اور جادو بھرے لحنون کی ملکہ انیس خاتون دو ایسی ہستیان ہین جو مندر کے نسوانی کردار کی ترجمانی کے لیے بہت کافی ہین مسٹر مشتاق حسین اس فلم کے میوزک ڈائرکٹر ہین جو ایک بہترین ماہر موسیقی ہین، امید ہے کہ بہت جلد مندر مکمل ہو کر مارکیٹ مین آئیگا، ملاپ کے اداکارون مین مظہر خان، پرتھوی راج، کپور بی۔ اے (آف نیو تھیٹرز) اسمٰعیل، مرزا اشرف، حسن دین

انیس خاتون، بملا کماری، رام پیاری، راج رانی، دیوبالا کے نام قابل تذکرہ ہین ہیرو کا کردار مسٹر پرتھوی راج ادا کر رہے ہین جن کو نیو تھیٹرز سے باجازت حاصل کیا گیا ہے

ہندوستان کا نیا پیش کش

نیو تھیٹرز کے شہرۂ آفاق فلمز "پریزیڈینٹ" اور "منزل" کے دو روح پرور

نغمے

ایک ہی ریکارڈ پر ——— دو جذبات مین زندگی پیدا کرنے والے ——— ماہرین موسیقی

کندن لال سایگل ——— اور ——— پنکاج کمار ملک

نے اپنے سحر آمیز کمالات پیش کئے ہین

کسی ریکارڈ ڈیلرز کے یہان سنئے اور لطف اندوز ہوئیے

قیمت دو روپے بارہ آنے No. H. 1151

پہلی جانب

پنکاج کمار ملک

سندرناری پریتم پیاری پیاری چھب دکھلائے
پیاری پیاری چھب دکھلائے۔ سندرناری
نیناں رسیلے بانکے کٹیلے۔ ٹھاری نینن لڑلائے
سندر ٹھاری نینن لڑلائے۔ سندرناری
ایک تو برہا گن تاوے دوجے لگی جلائے
موہ بیرا من پھول کنول کا دھوپ لگے کمھلائے
ہاں ہاں دھوپ لگے کمھلائے۔ سندرناری

دوسری جانب

مسٹر سائیگل

اک بنگلہ بنے نیارا۔ رہے کنبہ جس مین سارا
سونے کا بنگلہ چندن کا جنگلہ۔ وشوکرما کے دورا
اتی سندر پیارا چیارا
اتنا اونچا بنگلہ ہوئے۔ مانو گگن کا تارا
جس پر چڑھ کر اندر دھنش پر جھولا جھولے چاند ہمارا
بھنڈار ہو لچھمی کے ہاتھون مین سارا
پائے اب جی بھر کے سکھ جس نے بہت اوٹھائی ہے

ہندوستان ——— ریکارڈ ——— کلکتہ

لیلا دیسائی

ہماری فلمی دنیا مین یہ واقعہ حیرت انگیز ہے کہ لیلا دیسائی نے زندگی مین پہلی مرتبہ پردہ فلم پر آتے ہی ایک ایسی شہرت حاصل کرلی جسکی مثال تلاش کرنیکے باوجود نہین مل سکتی۔ یہ پہلی مرتبہ نیو تھیٹرز کے بلند معیار پکچر پریزیڈنٹ مین شریک ہوئین اور فلم کے نکلتے ہی انکو اسٹاردیلو حاصل ہوگئی، آج ملک کے گوشہ گوشہ سے یہ صدا تشویش انگیز صورت مین بلند ہے کہ آپ کون ہین اور ملک کے کس حصہ سے تعلق رکھتی ہین؟

یہ آزاد خیال خاتون مغربی دنیا کے اصلی مرکز، زندگی کے ہر شعبہ مین آزاد رو، تمدن جدید کے ممتاز گہوارہ "نیو یارک" (امریکہ) مین ۱۹۱۶ء مین پیدا ہوئی، یہ زمانہ جنگ عظیم کا تھا، چندماہ گذرے کہ انکے والدین اپنے مرکز اصلی یعنی ہندوستان کیطرف واپس ہوئے، ڈاکٹر ویدیا دیسائی اسٹیٹ سرجن ریاست رام پور انکے والد ہ اور ستیہ بالا چٹرجی انکی والدہ کے نام ہین جو بنگال کی مشہور معروف سوسائٹی لیڈی ہین اور امریکہ مین پیانا (ایک ساز) بجانے مین بہت زائد شہرت حاصل کرچکی ہین —— لیلا دیسائی پانچ برس کی عمر مین "بیجواپ اسکول" مین داخل کی گیئن، تھرڈ کلاس تک یہان تعلیم حاصل کی، پھر بیمار ہوگیئن تو اسکول چھوڑ دیا گیا اور کرسیونگ (ہمالیہ کا ایک پہاڑ) بھیجدی گیئن، یہان مستقل قیام ہوگیا، ۱۹۳۱ء مین میٹرک پاس کیا، اس کے بعد آپ کالج مین داخل ہوئین، سلسلہ تعلیم جاری تھا، آئی۔اے کلاس مین پڑھ رہی تھین کہ ولائتی رقاص کی ایک جماعت آئی۔۔۔۔۔ (جو ہندوستان بغرض سیاحت آئی تھی) ... کامیاب رقص دیکھ کر لیلا دیسائی کو بھی ناچ کا شوق ... ناچنے کی مشق شروع ... اور باضابطہ اس فن ... حاصل کرنے کے لئے ایک ... کی خدمات حاصل ... اب لیلا دیسائی کا ... شوق اپنے جوہر دکھانے ... آپ خود ایک اچھی رقاصہ بن گیئن، اور کچھ دنون بعد آپ کو اس فن مین کافی شہرت حاصل ہوگئی آپ نے "کیتھک" (ایک کلاسکل رقص کا نام ہے) لکھنؤ مین حاصل کیا، "کرالی" (یہ بھی ایک فنی رقص ہے جو جنوبی ہند مین بیحد مقبول ہے)

جنوبی ہند میں سیکھا اور دونوں قسم کے رقص میں آپ کو کمال حاصل ہوگیا "کھیٹک" اور "کرالی" پر آپ کو بجا طور پر ناز ہے،

ابھی تک آپ کو ناچ حاصل کرنے کا شوق ہے۔ مختلف ناچ سیکھ چکی ہیں اور سیکھ رہی ہیں، آج کل "منی پوری رقص" ایک منی پوری استاد سے سیکھ رہی ہیں، جب آپ کو اپنے رقص پر اعتماد حاصل ہوگیا تو آپ کی حصول شہرت کی وہ خواہشیں جن کی پرورش عرصہ سے کی گئی تھی منظر عام پر آنے کے لئے بے چین ہوگئیں، اسکرین پر آنے کا باعث یہی دیرینہ آرزو تھی کہ اپنے جوہر، اپنے کمالات اپنے کارہائے نمایاں ملک کے سامنے پیش کرکے خراج تحسین شہرت اور ہر دلعزیزی حاصل کی جائے اور اسی لئے لکھنو میں ایک فلم کمپنی میں آپ ملازم ہوگئی تھیں، لیکن آپ کی یہ تمنا اور کوشش تھی کہ کسی ممتاز اور شہرہ آفاق کمپنی میں جگہ مل جائے، بالکل اتفاقیہ طور پر نیو تھیٹرز کے ایک ڈائرکٹر صاحب لکھنو گئے اور ایک سوسائٹی میں لیلا دیسائی سے آپ کا تعارف ہوا، آپ نے نیو تھیٹرز میں شریک ہونے کے لئے اپنی مرضی ظاہر کی، ڈائرکٹر صاحب نے بھی ان کو پسند کرلیا اور ان کے لئے ٹیلیگرام سے اجازت طلب کرکے اگریمنٹ کرلیا، لیلا دیسائی لکھنو سے کلکتہ آگئیں، مسٹر نتن بوس (ڈائرکٹر پریزیڈنٹ) نے اپنی پکچر میں چھوٹی بہن کا پارٹ دیدیا جسکو آپ نے بڑی محنت سے انجام دیا، اسٹیج کے سین میں ایک رقص "جذبات رقابت" کے ساتھ ساتھ آپ نے ادا کیا ہے جو انتہائی خوبیوں کا مالک ہے، اداکاری شروع سے آخیر تک کامیاب ہے، ملک اور پریس بیک زبان و قلم آپ کی تعریف کر رہے ہیں، روزانہ ڈاک سو سے زائد ہے اور ہر خط میں تصویر یا آٹوگراف کا مطالبہ ہے، اور کام کی بہترین الفاظ میں تعریف ہے، نئی پکچر کے نام اور دیگر حالات معلوم کرنے کے استفسارات وغیرہ آپ کی کامیابی کے شاندار ثبوت ہیں۔

آپ کو فنون لطیفہ سے بڑا شوق ہے، کتابوں کا مطالعہ، مصوری رقص، کشیدہ کاری کی آپ بہت دلدادہ ہیں، اور یہ سب چیزیں آپکو ورثہ میں ملی ہیں اس خاندان سے جو بنگال میں ایک ممتاز خاندان ہے، آپ "ٹیگور فیملی" سے متعلق ہیں، چونکہ آپ کا قیام یوپی میں کثرت سے رہا ہے اس لئے انگریزی اور بنگلہ کے علاوہ اردو بھی نہایت شاندار طریقہ سے بولتی ہیں ——— آپ کو موٹر چلانے کا بھی شوق ہے اور جب چلائیں گی تو آندھی طوفان کی طرح آہستہ چلانا شاید جانتی ہی نہیں، خطرناک سے خطرناک حالات سے گذر جانے کی عادی ہیں، اور یہ مشق پہاڑی علاقوں میں رہنے سے شاید مکمل ہوئی ہے ——— اب آپ کی دوسری آنے والی پکچر کا نام "جوار بھاٹا" ہے جس میں آپ ہیروئن اور سہگل ہیرو ہیں۔

لیلا دیسائی ایک آزاد خیال با اخلاق اور خوش مزاج آرٹسٹ ہیں۔ ——— آپ غیر شادی شدہ ہیں ——— اور یہ مسئلہ دلچسپی کے ساتھ آج کل زیر غور ہے

جب عکاس کی ... [illegible]

اُردو عربی اور بنگلا کی بہترین روشن کتابت طباعت کیلئے نمبر ۱ بلائی ویلی اسٹریٹ کلکتہ میں
محمد یونس منظری سے ملیئے

ملک کے مایۂ ناز نگارخانہ نیو تھیٹرز لمیٹڈ کی پیشکش ہے

ودیاپتی

انتظار کیجئے بے چینی سے انتظار کیجئے

ایک ہزار سال پہلے کا تاریخی واقعہ
سال رواں کا ایک ممتاز پکچر
ایک جلیل القدر شاعر کی
سوانح حیات

ڈائرکٹر
میوزک ڈائرکٹر
دیوکی بوس
کے سی ڈے

اداکار

کانن بالا
چھایا دیوی
رام پیاری
پہاڑی سانیال
پرتھوی راج،
محمد اسحاق، کے
سی۔ ڈے،
نیو ویدیکدا
اور
نیو تھیٹرز کے دیگر
آرٹسٹ شریک
فلم ہیں

ودیاپتی

سنسنی، حیرت، دلکشی، رنگینی، رعنائی، سوز، ساز اور محبت کی ایک دنیا لئے ہوئے ہے
آرٹ کا مکمل نمونہ، ڈائرکٹر دیوکی بوس کا شاہکار "ودیاپتی" یاد رکھیے

بکنگ کا پتہ: انڈیا فلم بیورو دہلی، لاہور، کراچی، پشاور، کلکتہ فلم ایکسچینج بمبئی، مدراس، کلکتہ

اناتھ آشرم

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا ایک اصلاحی چتر

دلآویزیوں، جدت طرازیوں اور بہت سی خوبیوں سے آراستہ ہو کر ملک کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے

افسانہ

سماج کے لئے بیحد مفید ثابت ہوگا، سوسائٹی کے کمزور پہلو پر خوبصورت انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے، اصلاحی نکتۂ خیال سے بہترین فلم ہے، تفریحی سامان بالکل نیا ہے، ملک نے اس قدر شاندار پکچر ابھی تک نہیں دیکھا ہے

اداکار

نجم الحسن..... اوما دیوی، پرتھوی راج، نواب کاشمیری، مس کلیانی، جگدیش، تیمو، ہری متی، کدا، ترلوک کپور، بکرم کپور، جواد، گردھاری لال، وید، بابو لال، الیاس، متو سما، بیلا، فیض محمد، راج لکشمی، ولاتو، کے۔ ایل سنگھ

ڈائرکٹر

ہیم چندر

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

جنوبی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچینج ۵۰۔ آرمینین اسٹریٹ، مدراس

مشرقی ہند ——— دوسانی فلم کارپوریشن، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

مغربی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچینج تری بھون روڈ بمبئی ۴

Printed by H. H. Rahman at Excelsior Art Press,
Edited & Published by M. M. Begg, 22, Middle Road (Entally), CALCUTTA. (JULY.—1937.)

جلد ۲

عکاس

ماہوار

کلکتہ

نمبر ۴

قیمت

ایک آنہ

کلکتہ سے باہر

چھ پیسے

NAJAM & UMA
IN
ANATH ASHRAM

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا ہر دلعزیز پیشکش

پریذیڈنٹ

ڈائرکٹر
نیتن بوس

انسانی
دورِ حیات کا حقیقی ترجمان
کشمکش زندگی کا عجیب حادثہ، دو نازک
دلوں کی پاکیزہ محبت اور پھر رقابت ایک
کا انقلاب آفریں ایثار

اداکار

سائیگل
کملیش کماری
لیلا دیسائی
نواب کاشمیری
بکرم کپور
جگدیش
نیمو
وید
بکرم نہار
پرتھوی راج
الیاس
دیوبالا

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
دوسانی فلم کارپوریشن نمبر ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

بکنگ کا پتہ :- کلکتہ فلم ایکسچینج بمبئی مدراس

MEDITATIVE MADHURI
IN
RANGEELA RAJA
NOW SHOWING AT NEW CINEMA

سینما ہاؤس کی آمدنی بڑھانے والے

ہر دلعزیز فلم

تلاش حق

سنگیت فلم کمپنی کا مشہور فلم
تلاش حق جس مین بائی جدن بائی،
بے بی رانی، قمر جہان، یعقوب خان، احمد حسین، پٹیل پانڈے تہدی
رضا وغیرہ نے اپنی اپنی اداکاری سے اس فلم کو
چار چاند لگا دیئے ہین، رقص و سرود
کا بہترین نمونہ پیش کیا گیا ہے،
ڈائرکٹرس بائی جدن بائی

خون کا خون

اسٹیج فلم کمپنی
کا عدیم النظیر شاہکار
جس مین سہراب مودی، مس شمشاد، مس نسیم، مس رام پیاری،
مس گوہر، فقیر محمد، فضل کریم وغیرہ نے بہترین اور
فطری اداکاری سے اس فلم کو نہایت ہی
موثر بنا دیا ہے،
ڈائرکٹر سہراب مودی

ستی مہانندا

گندھروا سنیٹون کا مشہور فلم
ستی مہانندا جس مین
پدما دیوی
کملاوتی، مدھو کار گپتا، ایم مرچنٹ، راجہ پنڈت،
شانتا رام وغیرہ نے اپنی اپنی نیچرل ایکٹنگ سے اس فلم کو ہر
طرح کامیاب اور دلکش بنانے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین
رکھا ہے،
ڈائرکٹر بابو راؤ پٹیل

بالا جوبن

گندھروا سنیٹون
کا دلکش فلم،
بالا جوبن جس مین پدما دیوی
مس گلاب، شیرین بانو، مبارک، مدھو کار گپتا،
راجہ پنڈت، مار وتی پہلوان، نند و کھوٹے، باپو راؤ سنسار،
غلام حسین، بدری وغیرہ نے لاجواب اور بہترین کام کئے ہین
ڈائرکٹر
بابو راؤ پٹیل

بکنگ کا پتہ

کلکتہ فلم ایکسچینج ۲۲-امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ — تری بھون روڈ بمبئی ۴ — ۵۰-آرمینین اسٹریٹ کلکتہ

شذرات

کل شب ایک فلم دیکھنے کا اتفاق ہوا اور اسی فلم کی نمائش سے پیشتر بمبئی کی ایک فلم کمپنی کے آنیوالے پکچر کا ٹریلر (نمونہ) بھی دیکھنے کا موقع ملا جو کہ ۴۴۹ فیٹ پر پیش کیا گیا تھا اور جس میں قریب قریب اسی نوے مرتبہ ہیروئن کا نام پردۂ فلم پر مختلف اوقات میں مختلف صورتوں کیساتھ دکھایا گیا، پورے ٹریلر میں ہیروئن کے کلوزپ اور دیگر وہ مناظر جہاں ہیروئن ممتاز طریقہ پر دکھائی گئی ہے ۷۵ فیصدی پیش کئے گئے، ٹریلر ختم ہونیسے قبل بیک وقت بیس بائیس مرتبہ ہیروئن کا نام پیش کرکے لوگوں کو حفظ کرانیکے ساتھ یاد رکھنے کی کوشش کی گئی، یہاں پر یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ فلم کا نام اور کمپنی کا نام اتنی زیادہ تعداد میں نہیں پیش کیا گیا ——— اس والہانہ پروپگنڈے کا نتیجہ ہم بھی اپنی جگہ پر سمجھتے ہیں اور دوربین نگاہیں بخوبی آگاہ ہیں کہ ہیروئن کو اچھالنے کا مقصد کیا ہے فی الحال ایک شخص کی رائے اسی کے الفاظ میں سنئے جو غیر تعلیم یافتہ ہے اور ہمارے قریب بیٹھا تھا جس نے اپنے غیر سنجیدہ الفاظ میں اس نوعیت پر یوں تبصرہ کیا۔

"یہ سالا لوگ (اس قسم کے فلمساز) اپنی چہیتی ایکٹریس کی یاد لوگوں کے دلوں میں گھسانا مانگتا ہے اور اس کے بدلے میں اس کے ساتھ مزے کرتا ہے، دوسری ایکٹریس نہیں ملتی، ایک ہی ایکٹریس ہے جس کو بار بار سامنے لاتا ہے۔"

حقیقت خواہ کتنی ہی ناگوار ہو لیکن حقیقت ہے، الفاظ برے ہیں مگر تبصرہ بالکل صحیح طریقہ پر ان فلمسازوں کی شان میں کیا گیا ہے جو صرف ایک ایکٹریس کو لئے ہوئے ابتدا سے انتہا تک اپنے فلموں کو کامیاب بنانا چاہتے ہیں، بات یہ ہے کہ ہندوستانی فلمساز عموماً دو اصول پر قائم ہیں، ایک گروہ اپنی کمپنی کو شہرت دیکر اس کے فلموں کو پبلک میں ہر دلعزیز بنانا کامیابی کی منزل تصور کرتا ہے دوسرا گروہ آرٹسٹوں کو پبلک میں مقبول بناکر فلموں کو پاس کرانا چاہتا ہے۔ اول الذکر کا اصول کار ہمارے خیال میں ہر حیثیت سے درست ہے، یہ اپنے فرم کو ہر دلعزیز بناکر اداکاروں کی شہرت سے بے نیاز رہتے ہیں، ہر نئے اداکار کو ان کے کیمپ میں داخل ہونے کے بعد عزت حاصل ہو جاتی ہے اور یہ ہر تازہ فلم کے ساتھ نئے افسانوں کے کردار میں مختلف اداکاروں کو پیش کرتے ہیں، ایسی صورت میں پبلک صرف کمپنی کے نام سے جاتی ہے اور فلم دیکھتی ہے، ایسی کمپنیاں مالی مشکلات سے بھی بہت کم دوچار ہوتی ہیں، وجہ یہ ہے کہ جو کمپنیاں اشاروں کے سہارے چلتے ہیں وہاں اسٹار خاطر خواہ تنخواہ حاصل کرتے ہیں اور پھر اگر کوئی حادثہ پیش آگیا تو فلمبندی کچھ عرصہ کے لئے ملتوی ہو جاتی ہے اور ایسے مالکان کو اپنی مشہور ایکٹرسوں کی جا و بیجا ناز برداری بھی کرنا پڑتی ہے جن کے باعث "فلم" اکثر اوقات خرافات کا مجموعہ ثابت ہوتا ہے، غرض اشاروں کے سہارے چلنے والے فلمساز قطعی خسارہ میں رہتے ہیں اور جو فلمساز اپنی کمپنی کو مقبول بنالیتے ہیں وہ ہر طرح کامیاب ہیں، مشہور ایکٹرسوں کی وجہ سے فلم چلانے والوں کو ایک دشواری اور بھی پیدا ہو جاتی ہے، ان کے پیسے ڈسٹری بیوٹرز مطالبہ کرنے لگتے ہیں کہ فلاں فلم میں فلاں ایکٹریس کا ہونا ضروری ہے اور ایسی حالت میں ایکٹریس اپنی شہرت کی قیمت ایسی طلب کرتی ہے جو فلمساز کے لئے ادا کرنا مشکل ہو جاتی ہے اور وہ قرض لیکر کثیر تنخواہ بھی دیتا ہے اور خوشامد بھی کرتا ہے۔

بار بار ایک ایکٹریس کا پردۂ فلم پر لانا پبلک کے اخلاقی حالت پر اثر پذیر ہوتا ہے، اور وہ دیکھتے دیکھتے اس قدر عادی ہو جاتی ہے کہ

اسی کمپنی کا تیار کردہ فلم، اگر دوسرے اداکاروں کے ساتھ بازار میں آئے تو پسند نہیں کیا جاتا، اور اسی کے برعکس سنجیدہ طبقہ بار بار ایک ہی ایکٹریس کی نمائش سے بدظن ہو جاتا ہے، ایک پہلو یہ ہے کہ اگر پرانی ایکٹرسوں کو مسلسل ایسے مواقع حاصل ہوتے ہیں جو نئی ایکٹرسوں کو اگر دیئے جائیں تو وہ مقابلۃً کم تنخواہ پر کام کرنے کے لئے بھی آگے بڑھ سکتی ہے، کثرت کاران میں ایکٹنگ کے اصلی جوہر پیدا کر سکتی ہے اور انکی حوصلہ افزائی کے سبب انکی پیداوار میں ترقی ہو سکتی ہے۔

آخرکار تمام پہلوؤں سے غور کرنے کے بعد یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ ایسے فلمساز بہترین ہیں جو اشاروں کے سہارے نہیں بلکہ اپنی کمپنی کی شہرت کی بنا پر اپنے پکچر تیار کرتے اور چلاتے ہیں، اس حیثیت سے نیو تھیٹرز اور پربھات فلم کمپنی ملک میں دو ممتاز کمپنیاں ہیں جنکا نام اور مارکہ چل رہا ہے برعکس ان کے بمبئی کی بہت سی کمپنیاں ایسی ہیں جو صرف ایکٹرسوں کی شہرت کے ٹکٹ پر چل رہی ہیں حالانکہ یہ شہرت ان کمپنیوں کی دلائی ہوئی ہے مگر آج وہ ایکٹریسیں ان کمپنیوں کے ساتھ کسی قسم کی مالی مراعات پر آمادہ نہیں اور جس پکچر میں یہ حصہ نہیں لیتیں وہ عموماً فیل ہو جاتے ہیں، اگر بے پناہ اور والہانہ پروپگنڈا کر کے ایسے فلمساز اس نتیجہ پر پہونچ چکے ہیں تو کیا اب بھی اصلاح ناممکن ہے؟ اور کیا یہ اہم نکتہ ناقابل التفات ہے کہ ایکٹریس سے صرف کاروباری اصول پر تعلقات رکھے جائیں"

اپنے نازافسانہ نویس سید امتیاز علی تاج کا بہترین اور تازہ شاہکار

تاج پروڈکشن

سہاگ کا دان

جس میں

مس بو، انوری بائی، نندی کھنہ، ہیرالال، جگل کشور، گوسائیں، دیوکی نندن نے بہترین اداکاری کی ہے

"سہاگ کا دان"

ایک

قدیم قصہ جو ایک عورت کی قربانی اور بے غرضانہ محبت کا مرقع ہے جو اس کی ایک مرد سے محبت اور دیوتاؤں کی کشمکش کو حیرت انگیز طریقہ پر پیش کیا ہے

بکنگ کا پتہ

انڈیا فلم بورو
لاہور — پوسٹ بکس نمبر ۵
دہلی — پوسٹ بکس نمبر ۱۴۰
کراچی — پوسٹ بکس نمبر ۳۵۳
پشاور — کالی باری اسٹریٹ

ایگزیبٹرز

صاحبان! اگر آپ اپنے سینما کو فلم بین حضرات کی قدر شناس نگاہوں کا مرکز بنانا چاہتے ہیں، اپنے ٹکٹ گھر میں سیم و زر کی مسلسل بارش دیکھنا چاہتے ہیں، اپنے بینک کے حساب کو روز افزوں کرنا چاہتے ہیں یا اپنے سینما گھر سے بہترین تفریح مہیا کرنا چاہتے ہیں، ہندوستان کی بہتر تفریح گاہوں میں نام حاصل کرنا چاہتے ہیں **تو ہم فخر و مسرت کیساتھ**

شہرۂ آفاق ہندوستانی فلمز

بمبئی ٹاکیز لمیٹڈ

کی

سرمایۂ ناز فلمیں آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں

جو نہ صرف ماہرین فن کے نزدیک بلند معیار ہیں

بلکہ چار دانگ ہندوستان میں ان کی شہرت ہے اور ہر جگہ ہر دلعزیز اور دلپسند ہونے کی حیثیت سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے

(مزید معلومات کیلئے پتہ)

انڈیا فلم بیورو — لاہور — دہلی — پشاور — کراچی

اگر نہ حسنِ نظر سے دیکھو تو کوئی بھی پھر حسیں نہیں ہے

حضرت آرزو لکھنوی کی وہ ہنگامہ آفریں غزل جو ینگ مسلم کلب کو ٹولہ کے سالانہ مشاعرہ میں پڑھی گئی، جس کی صدارت کے فرائض بھی علامہ موصوف ہی نے انجام دیئے تھے، حضرت آرزو کا کلام تعریفوں سے بالاتر ہے، آج عکاس اپنے ناظرین کی ضیافت نظر کیلئے اس جدید کلام کو پیش کرنیکا فخر حاصل کر رہا ہے آئندہ نمبر میں ایک اور نئی غزل پیش کیجائیگی"

"ایڈیٹر"

لگی گمان و یقیں کی حد میں وہ شوخ پردہ نشیں نہیں ہے
جہاں نہ سمجھو اسی جگہ ہے، جہاں سمجھو وہیں نہیں ہے

تمہارا وعدہ ہے کیا وعدہ کہ دل کو جس کا یقیں نہیں ہے
جبیں ہے نقش تو ہزاروں، یہ نقش ہے اور جبیں نہیں ہے

تلون اک جزو وعدہ ہے خود ہی چھپ رہی ہیں آپ جس پہ کہتی
تجربہ ہے مدت کے ڈوبے دل کی کہ آج تک یہ یقیں نہیں ہے

وفا کی حامی بھرت ان کی حریت امید عزت ان کی
نگاہیں اقرار کر رہی ہیں مگر زباں پر نہیں نہیں ہے

ہماری ناکامی و وفا نے زمانے کی کھول دی ہیں آنکھیں
چراغ کب کا بجھا پڑا ہے مگر اندھیرا کہیں نہیں ہے

بدل گئی گردش زمانہ قدم تمہیں سے نہ اب کسی جا
ہے پیچ پاک آسماں کا گرد اتری گلی کی زمیں نہیں ہے

ہر اک خوشی نیا کا کل فسانہ لپیٹ رکھا ہے اک ادا نے
نچوڑنے پہ ہو نہ ٹپکے تو آستیں آستیں نہیں ہے

تصوروں کے فریب اٹھا کر شاہد وہم بن رہا ہے
نظر نے کھائے ہیں ایسے دھوکے کہ دیکھ کر بھی یقیں نہیں ہے

ہمیں یہ کیا ہے نہیں ہے کس میں یہ بت تراشی
اگر نہ حسن نظر سے دیکھو تو کوئی بھی پھر حسیں نہیں ہے

ہوا جو اک دل کا داغ روشن تو ہو گئے کل چراغ روشن
جہاں روشن وہ داغ روشن ہیں اب اندھیرا کہیں نہیں ہے

رہِ اطاعت میں آرزو نے قدم قدم پہ کیے ہیں سجدے
جو آپ کا نقش پا نہیں ہے وہ میرا نقش جبیں نہیں ہے

نگار خانہ کی رفتار

"اناتھ آشرم" اور "مکتی" مکمل ہوگئے، اناتھ آشرم کی نمائش پہلے لاہور دہلی، کراچی، بمبئی اور یوپی میں ہوگی، فوراً ہی اس کے بعد "مکتی" روانہ کردیا جائیگا۔ "مکتی" مارکیٹ میں جانے کے بعد ہی مسٹر بروا یورپ روانہ ہوجائیں گے، اناتھ آشرم کے ڈائرکٹر مسٹر ہیم چندر دوسرا پکچر شروع کر رہے ہیں، منظر نامہ اور دیگر کاغذی کارروائی مکمل ہوگئی ہے برسات ختم ہوتے ہی کام جاری کردیں گے، یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ سب سے زائد اداکارائیں کے پکچر میں ہوتے ہیں، کاسٹ میں کون ہے تفصیلات کا انتظار کیجئے۔

مسٹر نیتن بوس "پریزیڈنٹ" ریلیز ہونے کے بعد سے اب تک اپنے نئے پکچر کے انتظامات کر رہے تھے جواب بالکل مکمل ہوگئے ہیں، اسٹڈیو کا انتظار ہے، "ودیاپتی" نے قریب قریب تمام اسٹڈیو گھیر رکھے ہیں، بڑے بڑے سٹ، اعلیٰ مناظر کے لئے بنائے گئے ہیں اور کام کی رفتار شباب پر ہے، دیوکی کمار بوس، شہرہ آفاق ڈائرکٹر اپنے پکچر کو ایسا لاجواب بنانا چاہتے ہیں جو خود ان کے سابقہ کارناموں کو منزلوں پیچھے چھوڑ جائے، شاہی محل، دریا، پہاڑ، طوفان، چاندنی رات کے مناظر اس قدر عجیب ہیں جو حیرت میں ڈالدیں گے، ودیاپتی کا افسانہ محبت اور اسکی کارفرمائیوں کا تاریخی حادثہ ہے، "شاعر فطرت" قاضی نذر اسلام نے افسانہ ترتیب دیا ہے، ڈی۔ کے۔ بوس ڈائرکٹر ہیں، ملک کے مایہ ناز نگار خانہ (نیو تھیٹرز لمیٹڈ) میں فلم تیار ہو رہا ہے، کاسٹ میں پہاڑی سانیال، مسٹر نمو، کے۔ سی۔ ڈے، محمد اسحاق، کانن بالا، چھایا دیوی، رام پیاری، وید، کدار، مسٹر پرتھوی راج، وغیرہ کے نام ہر اعتبار سے قابل اعتماد ہیں، ودیاپتی نصف سے زائد تیار ہوچکا ہے، کام کی رفتار بہت تیز ہے، رتھ کا ایک بہت ہی دلچسپ منظر بارش کی وجہ سے ملتوی کردیا گیا ہے، اس میں وِدوشک (مسٹر نمو) اور وِدوشک کی بیوی (مس رام پیاری) اور وِدوشک کے نوکر چیتر (مسٹر کدار) کے قہقہہ پرور کام ہیں، پرتھوی راج "راجہ" کا کردار ادا کر رہے ہیں، مسٹر پہاڑی سانیال "ودیاپتی" بنے ہیں، وزیر اعظم کا کردار محمد اسحاق (باغی سپاہی والے) ادا کر رہے ہیں، وِدوشک مسٹر نمو، چیتر مسٹر کدار، کانن دیوی انورادھا، چھایا دیوی رانی لچھمی ہیں اور کے سی ڈے نے نوکر کا غمگین مگر دلکش پارٹ ادا کیا ہے۔

مسٹر سرفلو مترا "ابھاگن" بنگلہ اور ہندی دونوں زبانوں میں تیار کریں گے، کاغذی کام ختم کرچکے ہیں کاسٹ کا اعلان ہونیوالا ہے، فلم کا افسانہ اصلاحی، رومانوی اور معاشرتی حیثیت سے کامیاب ہے **جوار بھاٹا** بارش کی وجہ سے کام میں کمی آگئی تھی، اب پھر کام کی رفتار بتدریج ترقی پر ہے، اس فلم کے مکالمہ مسٹر انصاری نے لکھے ہیں اور گانے حضرت آرزو لکھنوی نے تیار کئے ہیں،

متفرقات اناتھ آشرم کے چار اسسٹنٹ ڈائرکٹر ہیں، بابو لال، کدار شرما، ترلوک کپور اور مسٹر رنجیت سین، مسٹر کدار نے اناتھ آشرم کے مکالمے اور گانے تصنیف فرمائے ہیں، مکتی کے مکالمے پنڈت شور نے لکھے ہیں اور گانے حضرت آرزو نے بنائے ہیں، ودیاپتی کے مکالمے مسٹر کدار نے ہندی میں لکھے ہیں،

نیو سینما میں پریزیڈنٹ کی نمائش ہونیوالی ہے، پریزیڈنٹ دہلی کراچی اور دیگر مقامات پر نیا ریکارڈ قائم کرچکا ہے، بمبئی میں بائیسواں ہفتہ جارہا ہے، پکچر ہر اعتبار سے قابل تعریف اور لائق دید ہے،

ہمیشہ اچھی پکچرین دیکھنے کی کوشش کیجئے

مغربی اور جنوبی ہند کے

ناظرین فلم کیلئے مشہور اور ہر دلعزیز پکچرین ہمارے یہان سے طلب کیجئے آمین!!

صبح کا ستارہ	نیو تھیٹرز لمیٹڈ	دھوپ چھاؤن	نیو تھیٹرز لمیٹڈ	مہارانی	گندھرو اسینیٹون
دلاری بی بی	"	کروڑپتی	"	بالاجوبن	"
جوشِ انتقام	"	مایا	"	میری پیاری	"
پورن بھگت	"	منزل	"	خون کا خون	اسٹیج فلم کمپنی
راج رانی میرا	"	بہار سلیمانی	سروج مووٹیون	پتیت پاؤن	پربھا پکچرز
دیو داس	"	چندرا	"	طلسمی ہیرا	راجی مووٹیون
یہودی کی لڑکی	"	اعلان جنگ	"	بنارسی ٹھگ	مٹوز مووٹیون
چنڈی داس	"	غیبی ستارہ	"	بھکارن	کولھاپور سینیٹون
ڈاکو منصور	"	کیمیاگر	"	نگاہِ نفرت	"
روپ لیکھا	"	کاروان حسن	کنول مووٹیون	ہند مہیلا	"
کاروان حیات	"	استری دھرم	"	مرلی والا	"
جناب معاف کیجئے	"	مہانندا	گندھرو اسینیٹون	اکاش والی	"

بکنگ کا پتہ

جنوبی سرکٹ ——— **کلکتہ فلم ایکسچنج** ——— مغربی سرکٹ

۵۰- آرمینین اسٹریٹ مدراس　　　تری بھون روڈ بمبئی ۴

اناتھ آشرم

نیو تھیٹرز کا شاندار پیشکش

جے نرائن کوئلہ کی ایک کان کا مالک تھا، دولت بھی تھی اور اولاد بھی، سروجنی اس کی اکلوتی بیٹی اس کی نظر میں اتنی ہی چہیتی تھی جتنی کوئلہ کی کان ——— جے نرائن کی یہی دنیا تھی ——— اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں جانتا تھا، اس کی محبت اور توجہ کے لئے یہی دو مستقل مرکز تھے، جس کے چاروں طرف اس کے سارے جذبات گردش کرتے رہتے تھے، تقدیر کا فیصلہ یہ تھا کہ اس کے دونوں محبت کے کھلونے ایک ہی کھیلنے والے کے ہاتھ میں دیدیئے جائیں، سروجنی کا شوہر اور کان کا مینیجر کیلاش تھا، کیلاش اور سروجنی میں ایسی باہمی محبت تھی جسکو دیکھ کر دیکھنے والوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں، اللہ نے ان کی محبت کا ثمر بھی دیا تھا یعنی ایک بھولا بھالا خوبصورت بچہ ماں کی گود میں روشنی اور زندگی کی مسرتوں میں اضافہ کر رہا تھا، جسے ماں باپ پیار سے "ننھا" کہکر پکارتے تھے، اور اب وہ چار برس کا تھا، اگرچہ ننھے چار برس کا بچہ تھا مگر ایسا چنچلا اور شوخ کہ وہ اچھی طرح یہ سیکھ گیا تھا کہ میاں بیوی رخصت ہوتے ہوئے کس طرح الوداعی پیار کرتے ہیں!

جے نرائن نے لوہے کے چنے چبا کر دنیا میں ایک حیثیت بنائی تھی، وہ کام لینے میں بڑا سخت مالک تھا، اور وہ اطاعت کے سوائے دوسری چیز برداشت ہی نہیں کر سکتا تھا، قسمت نے ایک دن پلٹا کھایا اور مینیجر نے ایک ایسے بلاک میں کام بند کر دیا جہاں بہت کافی گیس پیدا ہونے لگا تھا اور آگ لگنے کا اندیشہ تھا، جونہی جے نرائن کو خبر ملی کہ کام بند ہو گیا ہے وہ غصہ میں آگ بگولہ ہو گیا، کیونکہ اس میں مال کا گھاٹا تھا اس نے کام شروع کرنے کا حکم فوراً نافذ کر دیا، کیلاش نے بہت سمجھایا کہ "بی" بلاک میں کام جاری کرنا خطرے سے خالی نہیں، مزدوروں کی جانیں خطرے میں پڑ جائیں گی، مگر جے نرائن نے ایک نہ سنی اور اپنے دقیانوسی تجربوں کے عاقبت نا اندیشانہ اعتماد پر کیلاش کو حکم دیا کہ کام جاری ہو کیلاش کو سوائے اطاعت کے کوئی چارہ نہ تھا، آخر کار کام شروع ہوا اور کیلاش خود بھی اس مرحلہ میں شریک ہو گیا، قسمت کا لکھا پورا ہوا کان میں دھماکا ہوا اور موت کی ہولناک کہانی کہنے کے لئے "بی" بلاک سے ایک متنفس بھی واپس نہ پھرا، ——— جے نرائن نے اپنی سرشوری اور ہٹ دھرمی کے باعث کیلاش کے ساتھ ساتھ سیکڑوں مزدوروں کو بھی موت کے منھ میں بھیجدیا ——— سروجنی ——— حسین اور نوجوان سروجنی جو ابھی مانگ کوکھ سے ٹھنڈی سہاگن تھی ——— آناً فاناً ایک بیوہ ہو گئی ——— اور ایک ہندو بیوہ ——— جس کی دنیا شاستروں کے احکام کی رو سے دوبارہ آباد ہو ہی نہیں سکتی ——— اب جے نرائن کے پچھتاوے سروجنی کے سہاگ کو پلٹ سکتے تھے نہ اس کے دل کی خوشی اسکو واپس دلا سکتے تھے، وہ برباد ہو گئی اور ہمیشہ کے لئے برباد ہو گئی ——— جے نرائن نے سوچا کہ سروجنی کا دوسرا بیاہ کر دے مگر قدامت پرست ہندو سوسائٹی نے راہ روکی، لیکن ایک آدمی ضرور تھا جو سروجنی سے شادی کرنا چاہتا تھا، اس کا نام رنجیت تھا یہ سروجنی سے محبت کرتا تھا، مگر جے نرائن کو اس سے نفرت تھی، وہ اسپر آمادہ نہ تھا کہ اسے اپنا داماد بنائے،

کوشش پیہم کے باوجود جب سروجنی کے لئے بیاہ کے راستے نہ پیدا ہو سکے تو جے نرائن اپنے ارادہ کی تکمیل کی غرض کے لئے بنارس گیا، اس کیساتھ اس کا پرانا دوست امیش بھی تھا، یہ امیش ایک بوڑھا، نیک اور خدا دوست انسان تھا۔ اس نے بیواؤں کی شادی کے مسئلہ پر جے نرائن کی عملی تائید کی اور آمادہ ہو گیا کہ سروجنی کے لئے ایک اچھا بر تلاش کرے اور اس معاملہ میں اپنے دوست جے نرائن کی مدد کرے اس تلاش کے سلسلہ میں "امیش" کو بہت زیادہ دشواریاں پیش آئیں، اس کا مضحکہ اڑایا گیا اس کو ندامتیں اور زحمتیں برداشت کرنا پڑیں لوگ ودھوا بیاہ کے مخالف تو تھے ہی اور جب یہ سنتے کہ بچہ بھی ہے تو بہت برا بھلا کہتے اور کوئی بیاہ کرنے پر آمادہ نہ ہوتا، امیش اس کشمکش میں راستہ سے گذر رہا تھا کہ اس نے اناتھوں کی ایک منڈلی دیکھی جو "اناتھ آشرم" کے لئے چندہ جمع کر رہی تھی، امیش کے دماغ میں ایک عجیب بات پیدا ہوئی، اس نے اپنی کوششوں کی کامیابی کے لئے صرف یہی ایک صورت نکالی کہ ننھے کو آشرم میں داخل کر دیا جائے کیونکہ سروجنی کے پاس اگر لڑکا نہ ظاہر کیا جائے تو لوگ بآسانی اس کو قبول کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے، وہ اس خیال کے آتے ہی آشرم کے سکرٹری سے ملا اور ان سے سب کچھ کہدیا، منتری جی نے اس کی رائے سے اتفاق کیا۔

جے نرائن کے سامنے امیش نے واپس آکر اپنا پروگرام پیش کر دیا، اور جے نرائن نے اس مشورے کو پسند کرتے ہوئے منظور کر لیا، اور ننھے کو اناتھ آشرم میں آرام و عافیت کا کافی سامان مہیا کرتے ہوئے بھیجدیا گیا، ننھے کی آیا موہنی بھی اس کے ساتھ اناتھ آشرم بھیجدی گئی، سروجنی کو ابھی اپنے باپ کے ارادوں کی کوئی خبر نہ تھی، یہاں تک کہ ایک دن اچانک اس کے باپ نے اس کو اپنے فیصلہ سے مطلع کیا، قبل اس کے کہ غریب سروجنی کو ہاں نہیں کا موقع دیا جائے سروجنی کو ڈاکٹر امیش کی بیوی بنا کر تابعداری کی ہدایت کرتے ہوئے رخصت کر دیا گیا، ڈاکٹر امیش ایک قبول صورت، مغرب پسند، خوش باش نوجوان تھا، وہ سب سے محبت کرتا تھا اور سب اس سے محبت کرتے تھے، سروج سے بیاہ ہو جانے کے بعد اس کے دل میں سروج کی طرف سے محبت کے جذبات گہرے ہوتے گئے، پسندیدگی سے وابستگی اور وابستگی سے محبت پیدا ہو گئی، سروج اس کی خدمت اور ادب کرتی تھی اس کی محبت کی قدر سمجھتی تھی مگر محبت کی پکار کا جواب دینے سے مجبور تھی، اس کا دل کیلاش کیساتھ کان میں دفن ہو چکا تھا، اسکی روح اس کے جسم میں تھی مگر اس کا تسلسل کیلاش کی یاد سے وابستہ تھا، اب اس کی زندگی کا صرف ایک کھلونا تھا اور وہ کیلاش کا بچہ "ننھے" جس کی یاد میں وہ اکثر کھوئی رہتی مگر زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتی، خاموش، صابر اور ساکت

رنجیت سروجنی کا ردکردہ عاشق ایک دن اپنے عزیز بھائی ڈاکٹر رمیش سے ملنے آتا ہے، رمیش سروجنی کو اس کی تواضع کی ہدایت دیکر ایک مریضہ کو دیکھنے چلا جاتا ہے، رنجیت نے گھر میں قدم رکھتے ہی بھائی کو آداب کیا، لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہگیا کہ سروج! یہ یہاں کیسے آگئی؟ حالات یکے بعد دیگرے سب سامنے آتے گئے، اور وہ سب کچھ سمجھ گیا، اور ننھے کو پوچھنے لگا، سروجنی نے ڈرتے ہوئے کہا کہ ننھے کا تذکرہ یہاں نہ کیجئے، رنجیت نے سوچا کہ اس ذلت آمیز برتاؤ کے انتقام کا بہترین موقعہ یہی ہے جو جے نرائن نے شادی کی درخواست پر رنجیت کیساتھ کیا تھا، اس وقت اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑکنے لگی اور اس نے بغیر کسی مروت کے سروج سے کہدیا کہ تم اور تمہارے پتا میرے بھائی کو دھوکہ دے سکتے ہیں مگر مجھے نہیں، سروجنی نے رنجیت کی انتہائی خوشامد کی اور راز کو راز رکھنے کی اس لئے درخواست کی کہ میری دنیا

اناتھ آشرم کے دو سین

برباد ہونے کے ساتھ ساتھ تمہارے بھائی کا . . . دلکش خواب بھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا جو میرے مستقبل کے آئینہ میں وہ دیکھ رہے ہیں، گفتگو کا سلسلہ جاری تھا کہ رمیش آگیا۔ اور رنجیت سے اس سے ملاقات ہوئی۔ بات چیت کا رخ بدل گیا، سروج کی محبت نے انتقام کی زبان کو پکڑ لیا اور رنجیت راز کو فاش نہ کر سکا۔

ننھے کی جدائی سروج کے دل کو کھائے جاتی تھی، اس نے اپنے باپ سے التجا کی کہ وہ اسے کلکتہ لیجا کر ننھے سے ملا دے، باپ نے منظور کیا سروجنی کلکتہ آئی۔ اس کے ساتھ جے نرائن اور امیش بھی آئے، یہاں ماں بیٹے ملے، اور کچھ دنوں بڑی خوشی سے گذرے، سروجنی ننھے کیساتھ شہر کے حصوں میں گھومتی اور اس کے لئے طرح طرح کے کھیلوں کے سامان فراہم کرتی، مگر بکرے کی ماں کب تک خیر مناتی، آخر کار رمیش کلکتہ آیا، اور واپسی کی تیاریاں شروع ہو گئیں، سروج اور رمیش نیو مارکیٹ میں موجودہ فیشن کے مطابق کچھ ساڑیاں خریدنے گئے ہوئے تھے کہ وہاں اناتھ آشرم کے بچے جنکو ایک دوکان سے قمیضیں دلانا تھیں لائے گئے، بچوں نے شور مچانا شروع کیا، ننھے ان سے علحدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا، ننھے نے اپنی ماں کو دیکھا جو ساڑی پسند کر رہی تھی اور دوڑا ہوا آیا "ماں" "ماں" کہکر لپٹنے لگا۔

سروج کے لئے یہ وقت بہت نازک بن گیا، ماں کی ممتا، بچہ کی پکار، شوہر پر افشائے راز کا خوف، باپ کا حکم، وہ مختلف جذبات میں گم ہو گئی اور اس نے گھبرا کر کہدیا کہ یہ کون بچہ ہے؟ میں اس کو جانتی نہیں —— بچہ روتا رہا، آخر کار اس کا نگراں اس کو زبردستی لیگیا اور سروج موٹر میں بیٹھ کر روتے ہوئے دل —— اور غمگین جذبات کیساتھ بازار سے واپس گئی۔

رمیش اور سروج بنارس واپس آجاتے ہیں

کلکتہ میں ایک دن اناتھ آشرم کے بچے گاتے ہوئے سڑک پر جا رہے تھے، ننھے بھی انہیں میں تھا، اتفاق یہ کہ ننھے نے ایک عورت کو دیکھا اور سمجھا کہ یہ اس کی ماں ہے پھر کیا تھا! وہ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر اس عورت کے پاس جا پہنچا جو ایک موٹر میں بیٹھی ہوئی سامان خرید رہی تھی اگرچہ ننھے کو وہاں جا کر مایوسی ہوئی کہ وہ اس کی ماں نہیں بلکہ کوئی دوسری عورت ہے، پھر بھی وہ عورت سینہ میں عورت کا دل رکھتی تھی، اس نے سمجھا کہ یہ کسی کا کھویا ہوا بچہ ہے جو بھٹک بھٹک کر ممتا کی شفقت تلاش کر رہا ہے اور اسی خیال سے یہ بلند حوصلہ خاتون ننھے کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئی اور انتہائی شفقت و محبت سے اس کی پرورش کرنے لگی، "اناتھ آشرم" میں "ننھے" کے کھو جانے سے ایک ہلچل مچگئی "منسری جی" نے گھبرا کر جے نرائن کو تار دیا، جے نرائن بھاگے ہوئے کلکتہ پہنچے، اور ہندوستان کے مشہور اخبارات میں "ننھے" کی تلاش کے لئے انعامی اشتہار نکلنا شروع ہوئے انعام کی تعداد پانچ ہزار سے بڑھتے بڑھتے دس بارہ ہزار کر دی گئی مگر "ننھے" نہ ملنا تھا نہ ملا۔

سروج کو اس کے باپ نے بالکل تاریکی میں رکھا اور حالات کا علم نہ ہونے دیا، امیش کو تار کے ذریعہ اطلاع دی کہ ننھا کھو گیا ہے، مگر یہ تار اتفاقاً رمیش کے ہاتھ لگ گیا، اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی، جبکہ یہ معلوم ہوا کہ اس کی بیوی ایک بچہ کی ماں ہے اور وہ ایک خوفناک غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا، سروج کے متعلق طرح طرح کے خیالات اس کے دماغ میں قائم ہونا شروع ہو گئے اور محبت نفرت سے بدل گئی، وہ اسی حالت میں سروج کے پاس گیا اور دریافت کیا کہ ننھا کون ہے؟ سروج کوئی جواب نہ دیسکی، مگر جب یہ سنا کہ "ننھا" کھو گیا ہے تو "میرا بچہ" بیساختہ اس کی زبان سے نکل گیا، ڈاکٹر رمیش عقل ہوش کھو بیٹھا، غصہ میں اس کا توازن دماغی قائم نہ رہا اور واقعات کا صحیح علم کئے بغیر سروج پر الزام

اور اتہام کا طوفان برپا کردیا۔ اس نے سروج کو مارا اور اتنا مارا کہ وہ مجروح ہوگئی، رمیش سروج کو چھوڑ کر کلکتہ آیا اور رانا تھ آشرم میں امیش کی زبانی اصلی حالات کا علم ہوا تو کہنے لگا کہ پہلے تم نے کیوں نہ کہا کہ "سروج بیوہ ہے اور اس کا ایک بچہ بھی ہے" اس میں حرج ہی کیا تھا؟ امیش کہتا ہے کہ جب کہا تو لوگوں نے کانوں پر ہاتھ رکھے اور جب نہیں کہا تو آج یہ کہا جا رہا ہے ——— رمیش روشنخیال تھا جب اس کی تشویش دور ہوگئی اور یہ یقین ہوگیا کہ سروج باعصمت ہے تو اس کے دل و دماغ کا سارا ہیجان ندامت کے سمندر میں ڈوب گیا۔

جے زائن، امیش بنارس جاتے ہیں، سروج زخمی ہوکر بخار اور بخار سے سرسام میں مبتلا ہوگئی، اس کا شکستہ دل اور بھی مجروح ہوگیا، کیونکہ اس کو تمام حالات کا علم ہوگیا تھا، ننھا کھوگیا ——— شوہر کی برہمی ——— اس کی بے گناہی اور الزام واتہام کے دلشکن آوازے ——— وہ صدمات برداشت نہ کرسکی۔

"ننھا" اسی خاتون کے زیرنگرانی پرورش پا رہا ہے۔ اور اب وہ ننھے کو جدا کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہے، لیکن اس کا ڈرائیور چائے خانہ میں انعامی اشتہار دیکھ کر، "ننھے" کو موٹر میں لیکر کلکتہ روانہ ہوتا ہے، موٹر کی بے پناہ بھاگ دوڑ میں ڈرائیور بدحواس ہوجاتا ہے اور ریلوے کراسنگ پر ریل سے ٹکرا کر موت کے منھ میں چلا جاتا ہے، ریل رکتی ہے، ڈاکٹر رمیش جو اسی ٹرین سے سفر کر رہا ہے اترتا ہے، اور ننھے کو جو بچ گیا تھا، فرسٹ ایڈ (پہلی امداد) دیکر بنارس ہمراہ لاتا ہے۔

سروج بیمار ہے! ——— بہت بیمار!! ——— زندگی سے مایوس! ننھے کو آواز دے رہی ہے ——— ننھے آتا ہے اور "ماں ماں" کہکر سروج کو لپٹ جاتا ہے ——— سروج کیلاش کی یادگار کو ہاتھ سے گرا کر رمیش کے ہاتھ پر ہاتھ رکھدیتی ہے۔

مترجمہ مسعود صابری

سالِ رواں کا بہترین قلم

منروا مویٹون کا اردو شاہکار

ادا کار

خان بہادر

ڈائرکٹر سہراب مودی

اس وقت صرف یہی اردو تصویر تیار ہورہی ہے

سہراب مودی (ہملٹ اور صید ہوس کا مشہور ہیرو) شریفہ (اسٹیج کی ملکہ) مس نیم (ہملٹ کی شہرت یافتہ) وغیرہ

بکنگ کا پتہ ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز چاندنی چوک دہلی

ہمارے انتخاب کردہ فلم آپ کی تفریح کیلئے بہترین تحفہ ہیں

حسب ذیل فلم آپ یاد رکھیے

جب آپ کے شہر میں جائیں ——— تو ——— ان کو ضرور دیکھیے!

بلیدان	بھارت لکشمی	باغی سپاہی	ایسٹ انڈیا	انقلاب	نیو تھیٹرز
بھگت کے بھگوان	〃	بدروہی	〃	ہوائی ڈاکو	موڈرن انڈیا
چترا بکاؤلی	〃	خیبر پاس	〃	وطن کی بیٹی	〃
ڈاکو کا لڑکا	〃	آخری غلطی	〃	بھگت چیتا	ایر انڈیا موویٹون
دل کی پیاس	〃	مسٹر ڈبلو	〃	جوانی کی ہوا	بمبئی ٹاکیز
انصاف کی توپ	〃	ماڈرن	〃	میان بیوی اور ماتا	〃
کنواری ودھوا	〃	رات کی رانی	〃	بھارت کا لال	ہرشیندر آرٹ
مستانہ	〃	نور وحدت	〃	باغ مصر	وادیا موویٹون
پوتر لیلاوتی	〃	سلیمہ	〃	راجہ گوپی چند	پلے آرٹ
رامائن	〃	سوتیلی ماں	〃	کالا ناگ	میجک موویٹون
پریم پریکشا	ایسٹرن آرٹ	سنہرا سنسار	〃	ہیر رانجھا	پلے آرٹ
انسان یا شیطان	〃	بکنگ کا پتہ		تحفۂ عید	ایسٹ انڈیا

امپائر ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز بھارت بھون چترنجن اوینو کلکتہ

اپنے سینما گھروں کو آراستہ کر لو!

دولت کے استقبال کیلئے تیار ہو جاؤ

ایسی پکچر آنیوالی ہے جس سے تم مالامال ہو جاؤ گے

فوراً ہی تفصیلات کیلئے خط و کتابت شروع کرو

ہم نے

رام کشن کپور و کرشن

اے، آر، کاردار
تیار ہوئی

جو
زیر
ہدایت کرشن

مندر

کے

جملہ حقوق حاصل کر لئے ہیں

اوورسین

کائنات اسٹیج کے مایہ ناز اداکاران

آغا محمود کاشمیری — راجکماری — انیس خاتون — انصاری

کی

دلکش اداکاریاں اور نغمے قابل تحسین ہیں

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دھلی

ایثار محبت

از شعلہ لکھنوی

۱

"مجھے یہ کہتے ہوئے سخت افسوس ہوتا ہے کہ کوئی علاج حتیٰ کہ آپریشن بھی آپ کی بصارت کو قائم رکھنے کے لئے مفید نہیں ہو سکتا اور نہ اب دو ماہ سے زائد آپ کی آنکھوں میں روشنی رہ سکتی ہے"

یہ تھا وہ جملہ جس نے مطب کے وسیع ہال میں گویکر خاتون کے حسین چہرے کو گلاب کے پھول کی طرح پژمردہ بنا دیا اور اس نے فرط غم سے اپنی دونوں مٹھیاں بھینچ لیں۔ اس نے آنسو بھری آنکھوں کو اوپر اٹھایا، اور ملتجیانہ نظروں سے ڈاکٹر کی طرف دیکھ کر ایک ٹھنڈی سانس لی اور نہایت حسرت سے کہنے لگی۔

"تو کیا اب میں اندھی ہو جاؤں گی"؟

ڈاکٹر یہ سن کر بے چین ہو گیا اور نہایت افسوس کیساتھ کہنے لگا

"میں مجبور ہوں خاتون! اور اس بات کو بھی محسوس کر رہا ہوں کہ آپ کا ہمیشہ کے لئے محروم بصارت ہو جانا دنیائے مصوری اور خود آپ کے لئے وہ ناقابل برداشت صدمہ ہو گا جس کی تلافی ناممکن ہی بلکہ محال بھی ہے، آپ کی آنکھوں کی سفیدی بالکل کثیف ہو چکی ہے اور اس میں کافی غبار بھی پیدا ہو چکا ہے لہذا دو ماہ سے پہلے ہی اگر بصارت جاتی رہے تو کوئی تعجب خیز بات نہیں، کاش آپ چند روز قبل مجھ سے ملتیں تو میں شاید آپ کو اس مصیبت سے بچانے میں کامیاب ہو جاتا"

سلیمہ نے ایک سرد آہ کھینچی اور اپنا حریری نقاب درست کر کے ڈاکٹر کی فیس میز پر رکھ کر یہ کہتی ہوئی باہر نکلی۔

"ہاں ایک مصورہ کے لئے اس سے زیادہ اور کیا تکلیف ہو سکتی ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے محروم بصارت ہو جائے۔"

سلیمہ ۲۱ سالہ نہایت حسین لڑکی تھی، جس کے والدین بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے، اس کے عزیز و اقارب میں بھی کوئی ایسا شخص نہ تھا جس کے سایۂ عاطفت میں وہ پرورش پاتی اور اسکی تعلیم و تربیت معقول طریقہ سے ہوتی۔ لیکن اسکی پرورش اور اسکی تعلیم دایہ حبیبہ نے کی جو نہایت نیک نفس اور شریف خاتون تھی، حبیبہ کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے وہ سلیمہ سے مہربان ماں ہی کی طرح محبت کرتی تھی اور خود سلیمہ بھی سن شعور کو پہونچنے کے بعد حبیبہ کا اتنا ہی احترام کرتی تھی جتنا کہ ایک حقیقی ماں کا احترام کیا جاتا ہے۔

سلیمہ مصر کی حسین لڑکیوں میں شمار کی جاتی تھی اور اپنی فطری خوبیوں اور لطیف الخیال شاعرہ ہونے کے لحاظ سے ایک ممتاز حیثیت کی مالک تھی، اگر وہ فطرۃً خوبصورت نہ بھی ہوتی تو اس میں علم و فن اور جدید تہذیب کا پیدا کردہ حسن ایک دنیا کو دیوانہ بنانے کے واسطے اتنا معمولی نہ تھا کہ دیکھنے والے اس کے سامنے سر عجز جھکانے کے واسطے تیار نہ ہو جاتے، وہ اک نازک دست مصورہ بھی تھی ایسی مصورہ کہ ہر تصویر اس کے قلم سے "پرستیدۂ جذبات" ہو کر نکلتی اور ہر منظر اس کے موقلم سے چھو جانیکے بعد ذی حیات معلوم ہونے لگتا، سلیمہ جس کے موقلم کی ایک خفیف جنبش بھی مصر کے تمام مصوروں کو متحیر بنا چکی ہو اور بڑے بڑے نقادان فن سے مختلف شاہکار کا خراج تحسین وصول

کر چکی ہو، مطب سے باہر نکل کر آہستہ آہستہ اپنے مکان کی طرف چلی اسکے تمام جسم مین ایک کپکپی سی پیدا ہو گئی تھی، محض اس خیال سے کہ آج وہ جن چیزون کو دیکھ سکتی ہے کچھ عرصہ کے بعد ان کے دیکھنے سے محروم ہو جائے گی اور کائنات کا ذرہ ذرہ اسکی نگاہون مین تاریک ہو جائیگا اسے اپنا نگارخانہ ترک کرنا پڑیگا، اپنے برشون کو علیحدہ کر دینا ہوگا اور ہر اس سامان مصوری اور نقاشی کو جو اسے دنیا کی تمام چیزون سے بہت زیادہ عزیز ہے ہمیشہ کے لئے خیرباد کہنا ہوگا، چند روز کے بعد وہ ان اندھون کی طرح جو لکڑی کے سہارے گلیون مین قدم قدم پر ٹھوکرین کھاتے ہین اور اپنی دوزخ کو پاٹنے کے لئے ہر ایک سے بھیک مانگتے ہین اسے بھی اپنی روزی کمانے کے لئے ٹھوکرین کھانا پڑین گی اور دوسرون کے سامنے دست سوال دراز کرنا پڑیگا۔

یہ تھے وہ پریشان کن خیالات جو اس کے دماغ مین جلدی جلدی گذر رہے تھے۔ اس کے سینہ مین دریائے غم موجین مار رہا تھا، آنکھون مین آنسو تھے، قدمون مین لغزش تھی اور لب پر سرد آہین، دفعۃً اسے قاسم بک کا خیال آیا جو اس کا منگیتر تھا۔ منھ سے ایک سرد آہ نکلی اور فضا مین یہ جملہ گونجتے سنائی دیا۔

"کیا قاسم بک کی بیوی اندھی ہو سکتی ہے ؟ نہین"

سلیمہ پر دیوانگی کی کیفیت طاری ہو چکی تھی اور اندھون کے غمزدہ تصور نے اسے بیچین کر دیا تھا، وہ سڑک کے کنارے ایک گوشہ مین بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور جب اسے کچھ سکون ہوا تو وہ یہ خیال کر کے کہ اندھی ہو جانے کے بعد قاسم اس سے نفرت کرنے لگے گا اور بفرض محال ایسا نہ ہو تو بھی اس کی زندگی برباد نہین کرنا چاہتی، لہذا قاسم سے آج ہی ملکر علیحدگی کیون نہ اختیار کر لی جائے لیکن اس طرح کہ اسے حقیقی اسباب کا علم نہ ہو، وہ اٹھی اور برقع کا نقاب درست کر کے ایک طرف روانہ ہو گئی۔

—— ۲ ——

قاسم تمام ظاہری و باطنی اوصاف سے متصف تھا اور سلیمہ ہی کی طرح اسے بھی قدرت نے حسن سیرت اور حسن صورت سے مالامال کر رکھا تھا، وہ پچیس سالہ خوبصورت نوجوان تھا اور فن مصوری مین کمال دسترس رکھتا تھا۔ اس وقت وہ اپنے کمرے مین بیٹھا ہوا اس تصویر کو جو مصر کی بین الاقوامی نمائش مین پیش کرنیوالا تھا بغور دیکھ رہا تھا، اور تنقیدی نظر ڈال رہا تھا، دفعۃً کمرے کا دروازہ کھلا اور سلیمہ نے کمرے مین داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"قاسم! مین تم سے رخصت ہونے کے لئے آئی ہون"

قاسم برش پھینک کر کھڑا ہو گیا اور گھبرا کر کہنے لگا:۔

"کیون آپ کہان جا رہی ہین" ؟

"قاہرہ"

"یہ کیون"

"محض اس لئے کہ میرا دل ہر چیز سے نفرت کرنے لگا ہے اور اب مین تمام علائق سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہتی ہون"

"تو کیا آپ کو مجھ سے بھی نفرت ہو گئی ہے" ؟

"یہ مین نہین کہہ سکتی، مجھے نفرت ہے یا محبت، لیکن یہ ضرور محسوس کر رہی ہون کہ مین آپ کیلئے ایک عمدہ رفیقۂ حیات نہین ثابت ہو سکتی"

قاسم نے ذرا ترشروئی سے کہا:۔

"آخر وہ کون صاحب ہین جن کو آپ اپنے لئے بہتر سمجھتی ہین" ؟

سلیمہ اس سوال پر پہلے تو جھجکی لیکن فوراً ہی اس کو خیال ہوا کہ قاسم کو مغالطہ مین رکھنے کے لئے یہ طریقہ بہت بہتر ہے کہ مین اس کے خیال کے موافق ہی اپنا خیال بھی کسی دوسرے شخص کی طرف ظاہر کر دون، ورنہ اصلی سبب معلوم ہونے کے بعد وہ ہر ممکن اور ناممکن ایثار اور قربانی کے لئے تیار ہو جائے گا اور یہ مجھے منظور نہین کہ وہ اپنی عزیز

زندگی کو میرے لئے برباد کردے، اس نے جواب دیا:۔

"وہ نہایت خوشحال آدمی ہے، تم کو معلوم ہے کہ مصور کبھی خوشحال نہین ہوا کرتے لہذا مین کسی غریب کی شریک زندگی بنکر اپنی زندگی برباد کرنا نہین چاہتی"

یہ الفاظ ایسے نہ تھے کہ قاسم کے دل مین آتش رقابت بھڑکا نہ دیتے اس نے سخت پیچ وتاب کھایا، اور جب سلیمہ کی سرد مہری پر غور کیا تو اس کے جسم مین ارتعاش پیدا ہوگیا اور اس کے غم وغصہ مین دوگنا اضافہ اس نے اسی حال مین کہا:۔

"بہتر ہے تشریف لیجائیے لیکن یہ یاد رہے کہ ہر چمکدار چیز سونا ہی نہین ہوا کرتی"

سلیمہ نے بچشم نم اور قاسم بک نے بنظر حقارت ایک دوسرے کو دیکھا اور سلیمہ "خدا حافظ" کہکر کمرے سے باہر نکلی، دروازہ بند ہونے کے بعد ہی قاسم کے قدمون کو لغزش ہوئی اور وہ غش کھاکر زمین پر گر پڑا، اور بیہوش ہوگیا۔

— ۳ —

سلیمہ کو وطن چھوڑے ہوئے ایک ماہ سے زائد عرصہ گذر گیا تھا، اس نے قاہرہ مین ٹوکریان بناکر فروخت کرنا اپنا ذریعہ معاش بنا لیا اور دو ماہ کی مسلسل محنت کے بعد ٹوکریان بنانے مین اس قدر مہارت پیدا کر لی کہ بصارت جانیکے بعد وہ آسانی سے ٹوکریان بنا سکے اور دوکانون پر فروخت کرکے بسراوقات کرسکے، اس کی دایہ اس کے ساتھ تھی حالانکہ سلیمہ نے انتہائی کوشش کی تھی کہ جیبیہ اس کے ساتھ نہ جائے لیکن جیبیہ نے سلیمہ کو ایسے نازک وقت مین تنہا چھوڑنا کسی طرح مناسب نہ سمجھا، اس نے قاہرہ پہونچکر ایک رئیس کے بچون کی نگہداشت کرنے مین ملازمت کر لی تھی، لیکن شام کو سلیمہ کے پاس چلی آتی اور شب کو اخبار پڑھکر سلیمہ کو سناتی تھی تاکہ اس کا دل وطن کے حالات سنکر بہل جایا کرے۔

تھوڑے عرصہ کے بعد سکینہ کی بصارت بالکل جاتی رہی اور اب تمام دنیا اس کی آنکھون مین تاریک ہوگئی، لوگ اس حسین اور نابینا لڑکی کو دیکھکر متاسف ہوتے، لیکن ایسے بہت کم ہوتے تھے جو اس کی ٹوکریان خرید کر اس کی عملی امداد کرتے، اس کی مالی حالت دن بدن خراب ہوتی جارہی تھی اور ٹوکریون کا انبار دوکان مین لگتا جارہا تھا، ایک دن دوکان سے واپس آنیکے بعد اس نے اپنی بوڑھی دایہ سے کہا:۔

"ٹوکریان روزانہ جمع ہوتی جارہی ہین اور فروخت نہ ہونے کی وجہ سے آمدنی بھی کم ہوگئی ہے، اگر ہفتہ عشرہ مین کوئی خریدار پیدا نہ ہوا تو شاید دوکان اور مکان کا کرایہ بھی نہین ادا ہوسکیگا"

دایہ نے تسلی آمیز لہجہ مین جواب دیا۔

"آپ کوئی فکر نہ کیجئے، میری آمدنی کافی ہے اور یہ بھی آپ ہی کے لئے ہے، علاوہ اس کے چند دن کی تکلیف اور ہے اس کے بعد آپ کی آنکھین بھی درست ہوجائین گی"

"کیا آنکھین بھی درست ہوجائین گی، یہ کیسے"؟

"مین نے اپنی مالک سے آپ کی بصارت ضائع ہوجانیکا تذکرہ کیا تھا انہون نے ایک ڈاکٹر کو بتایا ہے کہ وہ آنکھون کا بہترین معالج ہے اور بہت سے ان مریضون کا جو بالکل مایوس ہوچکے تھے نمایان طور پر کامیاب ہوچکا ہے، مجھے امید ہے کہ آپ بھی اس کے علاج سے اچھی ہوجائین گی"

سلیمہ یہ سنکر مسرور ہوگئی اور اس کے زرد اور کمھلائے ہوئے چہرے پر خون کی سرخی دوڑ گئی اس نے دریافت کیا:۔

وہ کہان رہتے ہین اور انکی فیس کیا ہے؟

وہ قاہرہ ہی مین پریکٹس کرتے ہین لیکن آج کل وہ یہان موجود نہین ہین، ان کے آنے پر مین ان سے دریافت کرون گی کہ وہ کم از کم

سلیمہ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا:-

"لیکن میرے پاس اتنا روپیہ کہاں ہے کہ مین ڈاکٹر کی معمولی فیس بھی داخل کر سکون"

"آپ گھبرایئے نہین، مین اس کا بھی انتظام کر لون گی"

اس گفتگو کو ہوئے کئی ہفتے گذر گئے، دوکان پر ٹوکریان روزانہ جمع ہوتی رہین لیکن کوئی خریدار نہین آیا اور تجارت بالکل سرد پڑ گئی، ایک دن شام کو جبکہ سلیمہ دوکان بند کر کے دایہ کے ساتھ مکان کو آنیوالی تھی ایک شخص نے دوکان پر قدم رکھا اور ٹوکریون کی قیمت دریافت کر کے سب خرید لین، قیمت دینے کے بعد اس نے سلیمہ سے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے دریافت کیا:-

"کیا آپ کی آنکھون مین روشنی بالکل نہین ہے؟"

"جی نہین مین تو صرف انگلیون سے ٹٹول کر کام کرتی ہون"

"تو کیا اب روشنی کی کوئی امید بھی نہین ہے؟"

"صرف ایک امید باقی ہے اور اسی لئے مین نے یہ ٹوکریان کم قیمت پر فروخت کر ڈالی ہین، آپ کا نام؟"

"مجھے نصرت کہتے ہین، کیا آپ کے پاس اب اور ٹوکریان نہین ہین؟"

"اس وقت تو نہین ہین لیکن دو چار دن مین تیار ہو سکتی ہین"

"بہتر ہے تیار کیجئے، مین پھر آؤنگا"

یہ کہکر نصرت واپس چلا گیا اور سلیمہ دوکان بند کر کے دایہ کیساتھ مکان چلی آئی۔

دو ماہ سے زیادہ گذر گئے اور نصرت برابر اسکی دوکان پر آتا رہا، اور ٹوکریان خرید کر اس کی امداد کرتا رہا، سلیمہ کے دل مین اس حسن سلوک اور اسکی اس ہمدردی سے ایک خاص قسم کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا جس سے اسکی خودداری مجروح نہ ہوتی تھی اور نہ وہ اس امداد کو نفرت کی نظرون سے دیکھتی تھی، وہ بہت زیادہ غیور تھی اور یہی سبب تھا کہ اس نے قاسم بک سے آنیوالی مصیبتون کا اظہار نہین کیا تھا ورنہ وہ ہر ممکن طریقہ سے یقیناً اس کی امداد کرتا۔

—— ۴ ——

چند روز کے بعد سلیمہ کی مالی حالت اچھی ہو گئی اور اس نے ڈاکٹر کی فیس ادا کرنے کے لئے ایک معقول رقم جمع کر لی، ڈاکٹر قاہرہ واپس آچکا تھا اور اپنے معمول کے موافق مطب مین بیٹھا کرتا تھا، سلیمہ ایک دن اپنی دایہ کیساتھ اپنے مطب پہونچی اور آنکھون کے علاج کے متعلق مشورہ کیا، ڈاکٹر نے آنکھون کا معائنہ کرنے کے بعد کہا:-

"اگر آپ چند روز قبل آجاتین تو آپریشن کی ضرورت نہ ہوتی"

"لیکن آپ تو باہر گئے ہوئے تھے، علاوہ اس کے فیس کا بھی سوال تھا جسے مین اس وقت نہین ادا کر سکتی تھی"

"خیر آپ کل میرے اپریشن روم مین داخل ہو جایئے تاکہ مین کل ہی آپریشن کر دون"

"تو کیا آپ واقعی میرا علاج کرین گے اور یہ آپریشن کامیاب ہو گا"

"ہان، مجھے تو خدا کی ذات سے یہی امید ہے کہ آپریشن کامیاب ہو گا"

"بہتر ہے"

دوسرے دن سلیمہ اس کے آپریشن روم مین داخل ہو گئی، ڈاکٹر نے آپریشن کیا، بیہوشی دور ہونیکے بعد سلیمہ نے نہایت جانگداز درد محسوس کیا جو اس کے لئے ناقابل برداشت تھا، وہ تکلیف سے چیخ اٹھی، اور ایک سخت کراہ کیساتھ کہنے لگی:-

"آہ! کاش مین مر گئی ہوتی"

اتفاقاً کمرے مین نصرت بھی موجود تھا وہ سلیمہ کی تکلیف دیکھکر بیچین ہو گیا اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"گھبرایئے نہین خاتون، چند روز کی تکلیف ہے اس کے بعد آپ بالکل اچھی ہو جائین گی"

سلیمہ نے نصرت کی آواز کو پہچانا، لیکن تکلیف کی وجہ سے کوئی جواب نہ دیسکی اور بیہوش ہوگئی، دوبارہ بیہوشی رفع ہونے کے بعد اسے سکون تھا اور درد مین تخفیف ہوچکی تھی، پندرہ روز کے بعد جب آنکھوں پر سے پٹی کھولی گئی تو وہ یکبارگی اچھل پڑی، آپریشن کامیاب ہوا تھا۔ حالانکہ ابھی کوئی چیز صاف نہین دکھائی دیتی تھی، اس نے مسرور ہوکر ڈاکٹر سے کہا:۔

"مین آپ کے اس احسان سے عمر بھر سبکدوش نہین ہوسکتی"

"احسان کی تو کوئی بات نہین، مین نے تو اپنا صرف فرض ادا کیا ہے البتہ یہ اس حکیم مطلق کی مہربانی ہے جس نے دوبارہ آپ کو بصارت عطا فرمائی"

سلیمہ اس وقت بہت زیادہ خوش تھی اور اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ بیساختہ قہقہہ مار کر ہنسنا شروع کردے لیکن ڈاکٹر نے اسے پرجوش ہونے سے منع کیا، چند روز کے بعد وہ بالکل اچھی ہوگئی، اور اب وہ نقوش بھی صاف دکھائی دینے لگے جو آج سے دو ہفتہ قبل اسے دھندلے نظر آتے تھے، ہسپتال سے رخصت ہونیکا وقت آچکا تھا، لہذا سلیمہ نے ڈاکٹر کی فیس میز پر رکھتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا اور کوشش کی کہ ڈاکٹر اس کی فیس قبول کرے لیکن ڈاکٹر نے باوجود اصرار کے فیس لینے سے انکار کردیا اور کہا:۔

"مجھے میری فیس سے زیادہ معاوضہ مسٹر نصرت دے چکے ہین جو آپ کو روزانہ دیکھنے آیا کرتے تھے، اب مین ایک پیسہ بھی آپ سے نہین لے سکتا"

یہ سنکر سلیمہ کو بہت تعجب ہوا اور اس نے ڈاکٹر کو اس کا کوئی جواب نہین دیا، وہ خاموشی سے رخصت ہوکر ہسپتال سے باہر نکلی اور راستہ مین دایہ سے کہنے لگی:۔

"جب نصرت روزانہ آیا کرتے تھے تو تم نے مجھے اطلاع کیون نہین کی؟"

"محض اس لئے کہ انہون نے مجھے منع کردیا تھا"

"کیا تمھین انکا مکان معلوم ہے؟"

"جی ہان، راستہ ہی مین ملیگا اگر مناسب سمجھئے تو ان سے اسیوقت ملتی چلئے"

"مین ان سے ضرور ملون گی اس لئے کہ انہون نے میرے ساتھ غیر معمولی ہمدردی کی ہے وہ میرے محسن ہین"

"بہترین آدمیون کا شیوہ یہی ہے"

سلیمہ یہ سنکر کسی خیال مین غرق ہوگئی اور دایہ نے تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک مکان کی طرف اشارہ کرکے کہا:۔

"یہی مکان ہے"

دروازے پر پہونچکر دستک دی اور اطلاع دیکر کمرے مین داخل ہوگئی، سلیمہ کو یہ دیکھ کر نہایت حیرت ہوئی کہ اس کی تمام ٹوکریان اس وقت تک جمع ہین، اور ایک بھی مصرف مین نہین لائی گئی، علاوہ اس کے اس کا تمام سامان بھی اسی کمرے مین قاعدہ سے رکھا ہوا ہے، جو اس کے مکان پر موجود تھا، اس نے متحیر ہوکر دایہ سے دریافت کیا:۔

"کیا ہسپتال مین داخل ہونے کے بعد تم نے اس مکان کو چھوڑ دیا تھا اور اسباب یہان پہونچا دیا تھا"

دایہ حبیبہ سلیمہ کو کمرے مین تنہا چھوڑ کر خاموشی سے دوسرے کمرے مین چلی گئی تھی، اس نے اپنے سوال کا جواب نہ پاکر پیچھے دیکھا اور دایہ کو نہ پاکر پریشان ہوگئی، اس کے دل مین سیکڑون خیالات نے ایک اضطراب پیدا کردیا، وہ سہم کر چیخنے ہی والی تھی کہ کسی کے قدمون کی آہٹ معلوم ہوئی، اس نے نظر اٹھاکر دیکھا تو سامنے قاسم کھڑا ہوا مسکرا رہا تھا، سلیمہ اسے دیکھ کر بیخود ہوگئی، اور متعجبانہ انداز سے کہنے لگی:۔ "ہائین تم یہان کیسے آئے؟"

"اپنی گم شدہ خوشی کو تلاش کرنے یا ٹوکریاں خریدنے"

"تو کیا نصرت بھی تم ہی ہو اور یہ ٹوکریاں بھی تم ہی نے خریدی تھیں"

"جی ہاں"

"افسوس میں اس قدر اندھی ہو گئی تھی کہ مجھے یہ بھی پتہ نہ چلا کہ تم ...."

"نہیں، میں نے خود کوشش کی تھی کہ آپ مجھے نہ پہچانیں"

"یہ کیوں؟"

"محض اس خیال سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ میری اس خدمت کو بھی پائے حقارت سے ٹھکرا دیں اور اس کے بعد مجھے اولین فرصت میں خودکشی کرنا پڑے، اس لئے کہ یہ صدمہ میرے لئے بالکل ناقابل برداشت ہوتا"

یہ کہکر قاسم خاموش ہو گیا اور اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے سلیمہ کے دل میں چونکہ خود قاسم کی طرف سے ایک غیر معمولی جذبہ پنہاں تھا اور اسکی رگ رگ آتش محبت سے جل رہی تھی لہذا وہ قاسم کے آنسو کسی طرح نہیں دیکھ سکتی تھی اور نہ اس کے پاس اس کے آنسوؤں کے جواب میں سوائے اس مسکت جواب کے کوئی دوسرا جواب ہی تھا کہ وہ اپنے خاموش لبوں سے اس کے سچے موتیوں کا جواب دے، پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ خود کو قاسم کی آغوش کے سپرد نہ کر دیتی اور لبوں کے باہمی اتصال سے اسکی سسکیاں بند نہ کر دیتی۔

"دوسرے دن سلیمہ اور قاسم دائمی رشتۂ محبت میں منسلک تھے اور دایہ حبیبہ اپنی اس کارگزاری پر بیحد مسرور"

"شعلہ لکھنوی"

قمر!

از جناب میر طاہر کاشمیری

قمر! تو نور کا منبع، خدائے کیف ضیا — ترے ظہور کی دنیا کمال حسن جلا — ضیا فروشی سے تیری جہان کی سیم تنی

ہے بے نیاز حدود و قیود تیری چمک — شباب عمر کا حاصل ہے تیری ایک جھلک — فقیر ہے ترے در کا فروغ حسن شبی

ہے تیری گود میں پلتا نشاط روح بشر — تری نگاہوں میں مضمر ہے مرہموں کا اثر — فنائے درد و صعوبت ہے تیری جلوہ گری

ترے جہان میں ہے بے صدا، اثر کی صدا — کمال نغمۂ خاموش تیرا حسن ضیا — تری ہر ایک شعاع میں ہے زور نغمہ گری

تری دمک میں ہے بیداری عروس خیال — تری جبین پہ چھلکتا ہے شاعری کا کمال — لطیف جذبوں کی مادر ہے تیری سادہ روی

طاہر

PRITWIRAJ, CHAYA, PAHARI AND KANAN
IN
NEW THEATRES MUSICAL EXTRAVAGANZA
VIDYA PATI

باتیں

از
مس تارارانی قاتل
لکھنوی

مس تارارانی قاتل لکھنؤ کی ایک خوشگو شاعرہ ہونیکے علاوہ فن موسیقی میں بھی کامل دستگاہ رکھتی ہیں، ان کی ہر تان فضا میں تموج اور سکوت میں ارتعاش پیدا کر دیتی ہے، اور ان کی آواز نے ایک عالم کو دیوانہ بنا رکھا ہے، کافی شہرت حاصل کر چکی ہیں، معزز قارئین کے ملاحظہ کے لیے چند شعر پیش ہیں لیکن تخلص کے متعلق اگر کسی شعلہ مزاج ادیب کا یہ شعر پیش کر دوں تو بیجا نہ ہوگا ؎
کمبخت شاعروں پہ پڑے شاعری کی مار اک پیکرِ جمیل کو قاتل بنا دیا

نہ ہم سے کہلواؤ ایماں کی باتیں
پریشاں کریں گی پریشاں کی باتیں

الٰہی رہے ذوق وحشت سلامت
کہ دامن سے کروں گریباں کی باتیں

مرے دل میں اک درد اٹھتا ہے پیہم
قفس میں نہ چھیڑو گلستاں کی باتیں

تم اپنی کہو یاد ہیں تم کو کچھ بھی،
ہمیں یاد ہیں عہد و پیماں کی باتیں

مبارک تمہیں چین سے سحر کرنا
مبارک ہمیں شام ہجراں کی باتیں

مرے دل بہلنے کے ساماں ہیں شاید
یہ حسرت کی باتیں یہ ارماں کی باتیں

یہ کیا ہو گیا تم کو قاتل خدارا
زباں پر ہیں اف رازِ پنہاں کی باتیں

لطائف

بیوی:۔ تم نے جو نوجوان ملازمہ آج صبح رکھی تھی اسے مین نے تمھارے دفتر جانے کے بعد نکال دیا۔"

شوہر:۔ یونہی بغیر آزمائش کے نکال دیا اسے دو ایک دن موقع تو دیا ہوتا

بیوی:۔ لیکن مین تمھین موقع نہین دینا چاہتی تھی۔

موٹر کے نیچے بچھڑا اچھل کر مرگیا، موٹر کے مالک نے کسان سے پوچھا:۔ تمھارے بچھڑے کی کیا قیمت تھی ؟

کسان نے جواب دیا:۔ اس وقت تو پانچ روپیہ تھا لیکن پانچ برس کے بعد اس کی قیمت چالیس روپیہ ہوتی۔

موٹر کے مالک نے کہا:۔ اچھا مین تمھارا نقصان نہین چاہتا، مین تمھین چالیس روپیہ کا ایک چک دیئے دیتا ہون، اسپر تاریخ پانچ سال بعد کی ڈال دونگا"

نئی روشنی کی تعلیمیافتہ دولہن نے شادی کے چند روز بعد اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر شوہر کے سامنے رکھا، شوہر نے گوشت کی بوٹی منھ مین رکھی اور اسے تھوکتے ہوئے بولا:۔

"اس کا ذائقہ تو عجیب و غریب ہے"

بیوی نے جواب دیا:۔ جی ہان گوشت بھونتے مین ذرا جل گیا تھا اس لیئے مین نے اسپر زنبک مرہم لگا دیا ہے"

سان دوا فروش نے سڑک کے کنارے اپنی جڑی بوٹیان آراستہ کر کے آواز لگائی:۔

دنیا مین تمام فتنہ و فساد پیٹ کی خرابیون سے پیدا ہوتا ہے، میرے پاس وہ نفیس دوا ہے کہ اگر لوگ اسے استعمال کرین تو سوشلزم، ہٹلرازم، بالشویزم، انارکزم کسی چیز کا بھی نشان باقی نہ رہے۔

مجمع سے ایک شخص نے آواز دی لیکن اس دوا سے آپ کی بک بک ازم کا تو خاتمہ ہوا ہی نہین'

بنئے سے کسی نے کہدیا کہ بینک ٹوٹنے والا ہے، وہ گھبرایا ہوا بنیک پہنچا اور اپنی پوری رقم کا چک پیش کیا۔

کیشیر نے پوچھا:۔ "آپ کو نوٹ چاہیئن یا نقد روپیہ"

بنئے نے جواب دیا "اگر بنیک مین روپیہ ہے تو مجھے رقم نکالنے کی ہرگز ضرورت نہین، لیکن اگر روپیہ نہین ہے تو مجھے کہین سے لا کر دو۔

پہلا دوست:۔ مین نے جس گھوڑے پر بازی لگائی تھی وہ بہت ہی شریف نکلا۔

دوسرا دوست:۔ یہ کس طرح ؟

پہلا دوست:۔ دوڑ مین جب ایک گھوڑی اس کے برابر پہونچی تو وہ رک گیا اور گھوڑی کو آگے نکل جانے دیا۔

خریدار:۔ انڈون کی کیا قیمت ہی؟ دوکاندار:۔ اچھے انڈے بارہ آنہ درجن اور ٹوٹے ہوئے انڈے تین آنہ درجن۔

خریدار:۔ اچھا تو مین برتن لیکر آتا ہون تم مجھے بارہ انڈے توڑ کر دیدو۔

رنجیت فلم کمپنی بمبئی کا شاندار فلم

زمین کا چاند

ہر جگہ ہر شہر میں نہایت کامیابی سے جا رہا ہے

ای بلیموریہ — ہیرو

ایشولال — وِلین

کیا آپ نے ابتک زمین کا چاند نہیں دیکھا؟

مدھوری

کو دیکھئے ——— نئے روپ میں نئے انداز میں ——— پردہ سیمین پر چمک رہی ہے

ساتھ ہی ساتھ

چارلی، غوری، ڈکھشت ہنسنے ہنسانے والے اداکار آپ کی تفریح کو اور زیادہ خوشگوار بنانے کیلئے

——— موجود ہیں ———

ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ آپ اس پکچر کو ضرور پسند فرمائیں گے

دہلی ٹاکیز بورہ چاندنی چوک دہلی

ایک رقاصہ سے

از جناب نیاز فتحپوری

اے رقاصہ! تو بنا رقص کر، مین منع نہین کرتا، مگر مجھے اپنی محفل سے اُٹھ جانے دے کہ مین تیرے رقص کی برداشت نہین کرسکتا میری طبیعت بگڑتی ہے، اے مغنیہ! تو گا، مین نہین روکتا، مگر خدا کے لئے مجھے اپنی بزم سے چلا جانے دے کہ مین تیری موسیقی کا حریف نہین، میرا دل بے چین ہوا جاتا ہے، لیکن اے "رقاصہ و مغنیہ ہم" تو کیا مانتی ہے؟ جب تو اپنے سانچہ مین ڈھلے ہوئے مجسمہ ذی حیات کی کشیدہ قامتی اور اپنی قد آدم تصویر کی رعنائی کو لیکر محفل مین کھڑی ہو جاتی ہے تو مین چاہتا ہون کہ اس فتنۂ سرکش، اس سحر خوش قامت، اس قیامت بلند بالا کو نہ دیکھون، مگر مین دیکھتا ہون اور کانپتا ہون جب تو اپنی آواز مین ایک حاد خواہ بیچارگی، ایک مسترحم نشیب پیدا کرکے اپنے نغمہ کو میرے عمق دل کی سب سے پنہان رگ مین ڈبوتی جاتی ہے، تو مین چاہتا ہون کہ اس صدائے بے پناہ کی طرف سے اپنے کان بند کرلون، لیکن ایسا نہین کرسکتا، سنتا ہون اور رٹتا ہون جب تو گردن مین ذرا خم دیکر ایک خاص ادائے حجاب سے اپنے جوان چہرے پر صرف ایک رخسار کا گھونگٹ کرلیتی ہے اس حال مین کہ گھونگٹ کے کنارے کو تیرے نازک ہاتھ کی صرف دو حنائی انگلیان تھامے رکھتی ہین تو مین چاہتا ہون کہ مین اس پردۂ عریان سے اپنی جان بچاکر کہین نکل جاؤن، لیکن نہین نکل سکتا، دیکھتا ہون اور تباہ ہوتا ہون جب تو اپنی نازک کمر مین ہلکی ہلکی لہرین پیدا کرکے فرش پر تیرتی ہوئی سی چلتی معلوم ہوتی ہے اِس حال مین تیرے گھونگرون کی آواز میرے سامعہ سے گذر کر دل مین چٹکیون کا نیل بنتی جاتی ہے، تو مین کوشش کرتا ہون کہ اس پیکر نغمہ کی نشو و رملکہ کو نہ دیکھون مگر مین دیکھتا ہون اور تیرے جسم کی ہر ہر جنبش پر مٹتا جاتا ہون، جس وقت تو اپنا زیر نقاب چہرہ ایک طرف موڑ کر ذرا کھینچ کر اپنے ایک ہاتھ کو پورا خم دیتی ہوئی چھوٹی انگلی کے ارتعاش سے اپنی کمر کی لرزش کو چھوتی ہے اور دوسرے ہاتھ کو پلٹ کر سر پر رکھ لیتی ہے تو مین تیری طرف سے اپنی نگاہین پھیر لینا چاہتا ہون لیکن نہین پھیر سکتا جس وقت تو سر قد کھڑی ہوکر اپنی نازک، پتلی، لانبی انگلیون کو باہر کی طرف خم دیکر اور ایک کو دوسری سے بالکل علٰحدہ رکھکر صرف ہتھیلیون کے تصادم سے تالیان بجاتی ہے، اور اس حال مین گردن کی مسلسل جنبش، کمر کی متواتر لرزش، ہونٹون کے غیر منقطع ارتعاش، نگاہون کے ایک مستقل عزم کے ساتھ ساز کی طرف ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالکر اپنا رقص نغمہ ریز شروع کرتی ہے تو مین اپنی نگاہین نیچی کرلیتا ہون، مگر نہین کرسکتا دیکھتا ہون اور تڑپتا ہون، جس وقت تو اپنے حنائی پیرون مین سے ایک پاؤن کو زمین پر قائم رکھ کر اور دوسرے پاؤن کی ایڑی اٹھا کر صرف پنجے کی ہلکی ہلکی ٹھوکر سے اپنے گھونگرون کی آواز کو ساز کے تال وسم کے ساتھ ملا کر ہوا مین منتشر کر دیتی ہے تو مین اس منظر سے جان بچا کر کسی طرف نکل جانا چاہتا ہون مگر نہین نکل سکتا، پھر اگر مین تیرے رقص سے جس کو مین خرام نغمہ یا نغمہ خرامان کہہ سکتا ہون کانپتا ہون ڈرتا ہون، تو مجھے معذور سمجھ واقعی میری کمزور طبیعت اس کی تاب

نہین لا سکتی، لیکن اگر تجھے مجھ سے ضد ہے، تو میرا کہنا نہین مانتی، تو تو صرف گا، مگر رقص نہ کر، ہر چند تیرا نغمہ بھی مجھے ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے، اور میری روح کو اندر اندر ہی تحلیل کر سکتا ہے، لیکن جب تو آمادۂ رقص ہوتی ہے اور ساز کے تال وسم کے ساتھ تیری بوٹی بوٹی پھڑکنے لگتی ہے تو مین بھی اپنے اعضا مین جنبش محسوس کرنے لگتا ہون اور بے اختیار یہ چاہنے لگتا ہون کہ مین بھی تیرے ساتھ رقص کرنے لگون تو صرف اپنی زبان سے

"شیام رے موری بینیان گھونا"

ادا کر، لیکن اپنے چرائے ہوئے بدن کھینچی ہوئی گردن، بل کھائی کمر، بجاجت آلودنگاہ، شرم آگین چیون سے ادا کرتی ہوئی زیر نقاب چہرہ کو ایک طرف موڑ کر رقص کرتی نہ چلی جا کہ اس وقت وہ ساری شرارتین اور جسارتین مجھ مین کود آتی ہین جن سے میرے شباب کی ترکیب ہوئی تھی، تو یون گا

"تورے پئیان لاگون ہنیان نا مروڑ"

اور یہ بھی تجھے اختیار ہے کہ جتنا چاہے اپنی آواز کو نرم اور پرگداز بنا کر منتین کرے، لیکن خدا کے لئے اپنی سیمین کلائیان دکھا کر نہ بتا کہ کسی نے انہین یون مروڑ ڈالا، اپنی جھکی ہوئی نگاہون مین استرحام پیدا کر کے ہاتھون کو جوڑ کر بدن کی لچکی کے ساتھ تھراتے ہوئے لبون سے اس کو نہ ادا کر کہ اس وقت مین بھی تیری نزاکت کیطرف سے اپنے اندر ایک سخت خیال وحشی پاتا ہون اور یہ چاہتا ہون کہ تیرے بازو کے ہر بل اور تیری کلائی کی ہر جنبش تیری کمر کی ہر لچک اور تیرے جسم کے تمام توڑ مروڑ کا مخاطبہ صرف اپنے لئے مخصوص کر لون مگر مین ایسا نہین کر سکتا، کیونکہ تو ہر ایک کو ایسا کرنے کی اجازت دیسکتی ہے اور یہی مجھے پسند نہین۔

اپنی آنکھون کی وہ شراب جو ابھی تیری لانبی سیاہ پلکون کی آغوش مین سو رہی تھین اور اب صبح کے وقت تیری بادہ خوار آنکھون کے چارون طرف پھیلے ہوئے سرمہ کی صورت مین پڑی جھلک رہی تھی مجھے نہ پلا، ہر چند میری روح تیری نگاہون کے ان ہلکے ہلکے جرعون کے لئے تشنہ ہے مگر وہ تشنہ ہی رہیگی کیونکہ انہین ہر شخص چکھ سکتا ہے اور مین اس لذت کو صرف اپنے لئے مخصوص کرنا چاہتا ہون، اپنی جوانی کا وہ نشہ جو بستر کے شکنون پر ہر شخص کو میسر آسکتا ہے مجھ پر نہ ڈال، یہ کہرواکے وقت آسودگی خواب کی وجہ سے تیرے خون صبح کی اور زیادہ پھوٹ نکلنے والی سرخی اور وہ تیرے گورے گالون مین بھرا ہوا رنگ شہاب جس کو مین بلور شعلہ رنگ یا شعلہ بلورین کہ سکتا ہون اور پھر وہ سینہ پر دہرائے ہوئے آنچل کے پلو کا چہرہ تک پہونچ جانا اور وہان اس کی زرین باریک جھالر کا دمکتے ہوئے چہرہ پر برقی روشنی مین جھلمل ہونا، اس مین ایک روشن تھرتھری پیدا ہونا، آہ کیا قیامت ہے کہ تو ان چیزون کے سامنے بھی تجھ سے میرے ایمان میرے صبر و تقویٰ میری متانت وسنجیدگی کی قیمت پوچھتی ہے، تمہین کیا خبر کہ اس وقت مین انہین کس قدر ارزان دیدینے کے لئے بے تاب ہو جاتا ہون۔

لوگ کہتے ہین کہ تو عریانی ہے اور تیرا رقص اور زیادہ عریانی مگر وہ نہین جانتے کہ ہر صنعت کی تکمیل عریانی پر ختم ہوتی ہے، اور عریانی خود ایک صنعت ہے پھر جب تیرے رقص کی برہنگی میری نگاہون مین جگہ کرنا چاہتی ہے تو مین اس سے صرف اس وجہ سے گھبراتا ہون کہ ہر صنعت کی تکمیل مجھ سے میری سنجیدگی چھین لیتی ہے اور مین اپنے مشاغل کی طرف سے غفلت برتنے لگتا ہون جو میرے لئے دلکش نہ ہون مگر حیات کے لئے ضروری ہین، وہ لوگ غلطی پر ہین جو تیری صنعت کو تیرے عورت ہونے کے لحاظ سے دیکھتے

ہین، ان کو نہین معلوم کہ عورت باوجود فطرت کا بہترین نمونہ صنعت ہونے کے اس صنعت سے جدا ایک چیز ہے جس کو وہ اپنے لئے مخصوص کرسکتی ہے اور اس مین کسی مرد کا حصہ نہین، گلِ بہار کی شاخ اس لحاظ سے کہ قدرت نے اسے نازک پیدا کیا ہے تکمیل صنعت ہے، لیکن جب کوئی تیتری یا بھنبھیری اسپر آکر بیٹھ جائے اور وہ لچک جائے تو اس تکمیل صنعت کا یہ دوسرا پہلو ہے مگر لوگ اس لچک کو اس شاخ کی فطری نزاکت سے جدا کر کے نہین دیکھ سکتے، ان کی نگاہ اس قدر دقیق نہین کہ وہ کسی ایک ذات مین ملی ہوئی دو صنفون کو علٰحدہ علٰحدہ دیکھ سکین، وہ تیرا رقص نہین دیکھتے بلکہ تجھے حالتِ رقص مین دیکھتے ہین اور تجھے بھی نہین بلکہ اپنی خواہشات اور جذبات کا مطالعہ تیرے اندر کرنا چاہتے ہین اور انہین اپنے ہیجان مین مطلق تمیز نہین ہوتی کہ اپنے کو جذبات سے اور تیرے رقص کو تجھ سے علٰحدہ کرسکین، دنیا ہر چیز کا مطالعہ اس نگاہ سے کرتی ہے جو نگاہ خود اس کے ذاتی و نفسیاتی اغراض کی مجبوریون کا نتیجہ ہوتی ہے، اور اس لئے اس مین فیصلہ کی قوت صحیح تنقید کی قابلیت نہین ہوتی، نقاد ہونا آسان کام نہین، کوئی شخص کسی پھول کو شاخ مین کھلا ہوا دیکھے اور اس کو توڑ لینے کی خواہش اپنے دل مین محسوس کرے تو سمجھ لو کہ اس مین تمیز کی قوت نہین ہے کیونکہ اس نے اس بات کو معلوم نہین کیا کہ وہ صرف اپنی نکہت کی وجہ سے قابل قدر نہین ہے بلکہ اس کا شاخ مین کھلا ہونا، ہوا چلے تو جھومنے لگنا، کھلی ہوئی ہوا مین مسرور سا نظر آنا، یہ خود ایک بڑا مکمل پہلو اس صنعت کا ہے جو نکہت سے زیادہ دلکش و دلربا ہے مگر وہ اسے نہین سمجھ سکتا، ایسا شخص ایک بچہ ہے جو ہر اڑنیوالی تیتری پر جان دیتا ہے، مگر صرف اس لئے کہ جب اسے پاجائے تو مل کر پھینک دے، ہم اگر کسی حسین سینہ پر اسی کے ہم رنگ پھولون کا ہار دیکھین تو کوئی وجہ نہین کہ یہ منظر ہمارے ان جذبات کو ہیجان مین لائے جو صرف عورت کے سامنے پیش کرنے کی چیزین ہین، مگر ہم دیکھتے ہین کہ اکثر پھولون کی زندگی ہماری انہین ناروا خواہشون پر قربان کردیجاتی ہے، دنیا مین بعض مناظر ایسے ہین جن کا تعلق ہماری نگاہ اور داعیات نفس سے بالکل یکسان ہے یعنی نگاہ اور خواہش دونون اسکو چاہتے ہین لیکن یہ ہمیشہ نہین ہوتا، ہم دیکھتے ہین کہ بہت سی صورتون مین ہمین ایسا کام کرنا پڑتا ہے جس کا تعلق ذوق نظر سے کم یا بالکل نہین اور قوائے نفسانی سے زیادہ ہوتا ہے، پھر کیون ہم ایک لذت اور ایک ذوق کو دوسرے ذوق سے ملاوین، دیکھنے کی چیز اسی وقت تک صحیح اور درست رہیگی جب تک وہ صرف دیکھی جاتی ہے لیکن اسے چھوا اور غارت ہوئی، کسی ایسے منظر کی حالت بالکل چھوئی موئی کے درخت کی سی ہے کہ جب تک دیکھ رہے ہین دیکھ رہے ہین لیکن ہاتھ لگا اور وہ کمھلا کر رہ گیا، پھر اگر دنیا مین ایسے لوگ ہین جن کو تیرے رقص مین عریانی نظر آتی ہے اور وہ اس وجہ سے تجھ سے متنفر ہین تو عجب نہین کیونکہ میری حس ہر جگہ کام نہین کرسکتی، لیکن ہان یہ شکایت تجھ سے بھی ہے کہ تو خود بھی اسکو نہین سمجھتی، دیکھ! تیری دو حیثیتین ہین، ایک تو صرف تیرے عورت ہونے کی ہے تیری نسائیت کی ہے، اور دوسرے صرف تیرے رقاصہ اور مغنیہ ہونے کی، اور ان دونون حیثیتون کو ایک دوسرے سے جدا رکھ! تو صرف اس وجہ سے نغمہ و رقص کو اختیار نہ کر کہ تو عورت ہے تو صرف اس لحاظ سے اس فن کی نمائش نہ کر کہ تیری نسائیت مین اس سے زیادہ دلکشی اور دلربائی پیدا ہو جائے گی، بلکہ تو گا محض گانے کے لئے، رقص کر محض رقص کی غرض سے، جس وقت تو حالت رقص مین ہوتی ہے تو مین یہ آرزو اپنے دل مین پاتا ہون کہ کاش تو اس وقت اسی حیثیت سے میرے آغوش مین آسکتی، اور

شاید تو آجائے، اگر مین بلانا چاہون، مگر مجھے بھی پسند نہین آیا کہ تو اس حیثیت سے اس قدر یسیر الحصول ہو، لیکن اگر تو یقین دلا دے کہ اس حالت مین اس حیثیت سے سوائے دل و دماغ کے تو اور کا حصہ نہین ہو سکتی تو پھر مجھے غرض نہین کہ تو محض عورت ہونیکی حیثیت سے کیا ہے، تو خواہ کتنی ہی عصمت فروش ہو لیکن اپنے فن کی معصومیت کو مجروح نہ کر، تو اس کے ذریعہ سے اپنے بازار حسن کو رونق نہ دے، تو خوبصورت ہے تیرے اعضا مین تناسب ہے جسم مین کشیدگی ہے، آنکھون مین سحر ہے، چتون مین افسون ہے اور پھر سب سے بڑھکر یہ کہ ابھی تیری نئی جوانی ہے، ان ہی سے کسی کو پناہ نہین مل سکتی، ان مین سے ہر ایک چیز عالم کو تباہ کر سکتی ہے، پھر تجھے کیا ضرورت ہے کہ ان مین تو کسی ایسی بات کا اضافہ کرے جس کا تعلق تیری دوسری حیثیت ہے جس وقت تو ایک خاص آرائش سے آراستہ ہو کر محفل رقص و سرود مین آتی ہے، اس وقت سے لیکر اس وقت تک کہ تو پھر سادہ لباس پہنکر سامنے آ بیٹھتی ہے یہ سمجھ لے کہ تو وہ نہین ہے جو بام خانہ یا تختہ بازار پر ہے، کیونکہ مین تجھے اس وقت نگاہ سے دیکھتا ہون اور اس وقت خود تیری ذاتی حیثیت میرے پیش نظر نہین ہوتی جبوقت تو ناچتے ناچتے محض تکمیل فن کے لئے کسی ایسے حصہ جسم کو نمایان کرتی ہے جس کو یون بھی کوئی پردہ کوئی حجاب نہین چھپا سکتا، اس وقت مین بے اختیار ہو جاتا ہون، حالانکہ حالت رقص سے جدا، مین نے بارہا تو سینہ کو دیکھا اور دیکھ کر خاموش ہو گیا، مین نے بہت سی حسین آنکھون کو مصروف خواب اور بہت سے سڈول بازوؤن اور گوری گوری کلائیون کو سو اٹھنے کے بعد انگڑائیون مین مڑتے، بل کھاتے اور اینڈتے دیکھا ہے، لیکن کبھی مجھ پر ایسا اثر نہین ہوا جیسا اس وقت جب تو نے سوہنی کی دھن مین "اٹھ جاگ نیندیا گی ماتی"، گاتے گاتے اپنی آنکھون مین ایک مصنوعی نیند پیدا کر کے پھر نہین ایک سست انگڑائی کے ساتھ آہستہ آہستہ کھولکر اپنی نگاہون کو منتشر کر دیا، مین اس سے خوش نہین ہوا کہ تو نے میری طرف دیکھا، بلکہ مین اس شعبدہ صنعت پر پھڑک گیا کہ محفل کا ہر شخص اپنی اپنی جگہ یہی سمجھا کہ صرف مجھ ہی کو دیکھا، کوئی قائل ہو یا نہ ہو مگر مین تو قائل ہون کہ تیرا رقص معجزہ ہے اور اس معجزہ پر ایمان لانے کے لئے تیار ہون، لیکن کاش اس معجزہ سے تو صرف معجزہ کا کام لیتی اور کوئی قیمت اس کی مقرر نہ کرتی کیونکہ جس وقت صنعت بازار مین آجاتی ہے، صنعت باقی نہین رہتی بلکہ وہ بازار کی ایک جنس ہو جاتی ہے جو لاکھ گران ہونے پر بھی کم قیمت ہے، جس وقت تو اپنی کمر پر ہاتھ رکھکر اپنے پاؤن سے زمین کو ٹھکراتی ہے اور وہی جنبش رفتہ رفتہ تیری کمر تک آکر پہلے ایک خفیف سی لرزش اور پھر ہلکے ہلکے ہچکولون مین تبدیل ہو جاتی ہے تو میرے ہاتھ پاؤن مین بھی ایک اضطراری جنبش پیدا ہونے لگتی ہے اور مین ایسا محسوس کرنے لگتا ہون کہ اگر یہ مسلسل آمد و شد تیری کمر سے جدا ہو گئی تو میری نبض بھی چلتے چلتے ٹھیر جائیگی حالانکہ اس سے قبل مین نے بارہا تیری کمر کو چلتے، ہٹتے، جھکتے اور نہا کر بالون کو جھٹکا دینے مین بل کھاتے دیکھا ہے، مگر ایسی حالت مین میری کبھی نہین ہوئی۔

وہ تیرا لحن گلوسوز، وہ ساز مین ڈوبی ہوئی آواز، ایسی ڈوبی ہوئی کہ یہ معلوم ہی نہین ہو سکتا تھا کہ تیری آواز صدائے ساز ہے یا صدائے ساز تیری آواز، وہ تیرا ایک قدم زمین پر جما کر دوسرے پاؤن کی ایڑی اٹھا کر صرف پنجہ سے زمین کو ٹھکرانا اور پھر تیرے گھنگھرؤن کے اندر پہلے آہستہ آہستہ اور پھر باقاعدہ اور منظم وقفون کے ساتھ جلدی جلدی اسی ٹھوکر کا ایک مسلسل فریاد کی شکل اختیار کر لینا، ہنگام رقص وہ تیری شوخ و متحرک چتونین جن کے نظام حرکت سے اصول ریاضی منضبط ہو سکتے ہین، وہ پھڑکنے والی ابروئین جن کی نازک لرزش سے

ایک مصور کا قلم اپنی رفتار درست کر سکتا ہے وہ آنکھین جن کی گہرائی مین سمندر کا عمق ڈوب سکتا ہے، وہ نگاہین جن کے بسط مین فضا کی وسعت گم ہو سکتی ہے، وہ کمر کا لوچ جو دنیا کو رعشہ بر اندام کر سکتا ہے، وہ گردن کی جنبش جو دنیا کی نیندون مین بھتری پیدا کر سکتی ہے، وہ نصف سر پر ترچھا آنچل رکھ کر ایک خاص انداز سے اپنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی نوک کو ٹھوری کی نوک پر رکھ کر کھڑا ہو جانا جو ساری دنیا مین تیری حکومت کرا سکتا ہے، یہ سب میرے نزدیک اسی وقت تک اپنا اپنا کام کر سکتے ہین جب تو خود ان سے غرض نہ رکھے، اگر نہین تو یہ سمجھ جائے کہ دنیا مین تو صرف اس لئے آئی ہے کہ دلون مین جذبات پیدا کرے اور الگ ہو جائے دلون مین حوصلے سینون مین امنگین پیدا کرے اور ہٹ جائے، دماغون مین جستجو مین ہستیون مین بے تابیان پھیلائے اور علیحدہ ہو جائے تو خدا جانے تو کیا ہو جائے، تیرے لئے تسکین خواہشات فرض نہین تیرے لئے ضروری نہین کہ تو اضطراب پیدا کرے، تو اسے محو بھی کرے، بے چینیان پھیلائے، تو ان کا علاج بھی کرے مین تیری قدر صرف اس وقت تک کرتا ہون جب تک تو میرے لئے صرف ایک خلش ہے، ایک مرض ہے، لیکن یہ جاننے کے بعد تجھ سے خلش بھی دور ہو سکتی ہے، تو مرض کا علاج بھی کر دیتی ہے مین اپنے اندر ایک اضمحلال پیدا ہوتے ہوئے محسوس کرتا ہون اور سمجھتا ہون کہ میرا جوش کم ہو گیا، اور اب مین دنیا کچھ نہین کر سکتا مین آرزومند ہون کہ تجھے بلند دیکھون، تجھے ارتقا کے اس نقطۂ عروج پر دیکھون جہان لوگون کی تمنائین بھی مشکل سے پہنچ سکین، چہ جائیکہ ان کے ہاتھ تو اپنے بالون کو سلجھا اور شانون پر بل دیدے کر چھوڑ، مگر ہر شخص کو ان کی خوشبو نہ لینے دے کہ ان کی رونق تنفس کے تنوع سے خراب ہو جاتی ہے، تو ریشمی ساری سے اپنے جسم کو لپیٹ اور اس کے تناسب کو نمایان کر، لیکن ہر بات کو وہان تک پہونچنے کی اجازت نہ دے کہ مس کی تبدیلیان نزاکت کے لئے جراحت ہین، تو اپنے لب ہائے میگون سے شراب تبسم چھلکایا کر، مگر ہر شخص کو یہ شراب نہ چکھنے دے کہ ذائقہ ردوبدل اس صبا کے لئے کیفیت شکن ہے تو آنکھون مین سرمہ لگا اور جتنا جی چاہے ترچھی نگاہون سے کلیجون کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال مگر ان آنکھون تک ہر ایک کو پہونچنے کی اجازت نہ دے کہ آمد و شد کی کثرت وحشت ربا ہے اور آنکھون مین تیری ہی ایک خاص چیز ہے تو اٹھکھیلیان کرتی چل اور اپنی کمر کے بل سے نظام عالم کو درہم برہم کر لیکن خدا کے لئے ہر بازو کو اجازت نہ دے کہ اسکا احاطہ کرے کہ لہرون کے لئے ساحل کا وجود قطع روانی ہے الغرض تو جو چاہے بن مگر رہ آزاد و رمیدہ آغوش سے دور، معانقہ سے الگ پھر مجھ سے پوچھ کہ تو کیا ہے؟ دنیا کی پروا نہ کر، اس کے اصول پر نہ جا اور وہ کر جو مین کہتا ہون پھر تو میرا یہ کام ہے کہ تیرے مجسمہ کی پرستش عالم کے ہر ہر گوشہ مین اور تیری خدائی ساری دنیا مین کرا دون مین کہہ چکا، اب تجھے اختیار ہے خواہ پرستیدۂ عالم بن یا پرستارۂ دنیا۔

دریانی پروڈکشن کا بہترین اور سوشل فلمی کارنامہ

پریم موتی

رام دریانی — ڈائرکٹر

ہیروئین

سردار اختر، پدما دیوی، اندو کماری، نذیر، پریم، گوپ، دیوا سنگھ، کملاکر وغیرہ نے اپنی نیچرل اداکاری سے اس فلم کو ہر اعتبار سے بہترین بنا دیا ہے

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فوارہ دہلی

ان فلموں کے نام یاد رکھیئے

آپ کے قریبی سینما گھروں میں دکھائے جائیں جب ضرور دیکھئے ہمارے انتخاب کردہ فلم تفریح بخش دلچسپ دلکش اور نتیجہ خیز ہیں

مدھوری	امپیریل فلم	سلوچنا، غلام محمد، ہادی
ڈاکو کی لڑکی	〃	〃 〃 بلیموریہ
ٹمپل بل	〃	〃 〃 ہادی
گل صنوبر	〃	〃 〃 بلیموریہ
اندرا ایم اے	〃	〃 ہادی
انار کلی	〃	〃 〃
بمبئی کی بلی	〃	〃 غلام محمد
شان ہند	〃	〃
نورجہان	〃	وملا، جمشید جی، ہادی
غلام ڈاکو	〃	روز، غلام محمد
لیل و نہار	〃	دلاری، غزنوی
جوش انتقام	نیو تھیٹرز نیو انڈیا	ملینا، پرتھوی راج،
دیوداس	نیو تھیٹرز	جمنا، راجکماری، سیگل
دھوپ چھاؤں	〃	اوما، پہاڑی، کے۔ سی۔ ڈے
کروڑپتی	〃	〃 〃 سیگل
منزل	〃	جمنا، ملینا، پرتھوی راج،
بھکارن	کولہاپور سینیٹون	رتن بائی، حافظ جی
لعل یمن	واڈیا مووی ٹون	فیروز، پدما

لال چھٹی	پرکاش پکچر	پنا، للو بھائی
شمشیر عرب	〃	موہنی، 〃
بمبئی کی سٹھانی	〃	جیانت، راجکماری، رنجیت
تلوار کا دھنی	〃	〃 〃
پاسنگ شو	〃	پدما، للو بھائی، اسمٰعیل،
توپ کا گولہ	〃	
بمبئی میل	〃	پنا، 〃
تقدیر	جیانت پکچر	مہتاب، ماروتی راؤ،
پریم پجاری	〃	زہرا، الکنندا، بچو
جہان آرا	میڈن تھیٹرز	کجن (جہان آرا بیگم)
رشیدہ	〃	〃
چراغ حسن	مہالکشمی سینیٹون	خورشید، بھائی دیسا، ممتاز
میڈم فیشن	سنگیت	جدن بائی
دل کی پکار	〃	〃
جیون نیا	بمبئی ٹاکیز	دیویکا رانی
جنم بھومی	〃	〃
چھایا	ہلن	
دھرم ویر	〃	

بکنگ کا پتہ:- دوسانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

پرفلو رائے

مسٹر پرفلو رائے نے جو نیو تھیٹرز کے مشہور ڈائرکٹر ہیں ۱۹۱۵ء میں پریذیڈنسی کالج کلکتہ سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کی، اس زمانہ میں آپ فٹ بال کے مشہور کھلاڑی تھے، آپ کو یونیورسٹی کی ٹیم میں بہت ہردلعزیزی حاصل تھی، بی۔اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد قدیم تاریخ اور تمدن کا موضوع لیکر ایم۔اے میں داخل ہوگئے لیکن ڈگری حاصل کرنے سے پہلے ہی تعلیمی سلسلہ منقطع کرکے شمالی ہند سیر و تفریح کی غرض سے چلے گئے، وہاں سے واپسی کے بعد "شان اسٹیٹ" برہما میں اپنی موروثی زمینداری کی دیکھ بھال میں مصروف ہوگئے، آزاد منش پرفلو رائے کے لئے برہما کے فطری ماحول نے مناسبت کے ساتھ تبدیلیاں پیدا کردیں اور وہ زندگی کے مختلف ہنگامی شعبوں سے گذرتے ہوئے دنیائے اسٹیج میں پہنچ گئے، ۲۵۔۱۹۲۴ء کی یاد رکھنے والوں کو ان کے ہنگامہ خیز کارنامے یاد ہیں، مسٹر سسر بھدری کے "سیتا" نامی ڈرامے میں "شمبھو" کے کردار میں بہت

کامیابی اور شہرت حاصل کی، آپ کے ڈرامٹک آرٹ کے جوہر بتدریج نمایاں ہونے لگے، اور چند ہی دنوں میں پریس اور پبلک کی طرف سے آپکی تمثیل نگاری کا اعتراف کیا گیا، اس کے بعد آپ نے فلمی دنیا کی طرف رخ کیا، گریٹ ایسٹرن کارپوریشن کے "لائٹ آف ایشیا" نامی فلم میں جو سنہ ۲۵ء کا شاندار فلم تھا، اور جس کی نمائش یورپ میں ہوئی تھی اس میں "دیو دتا" کا کردار نہایت کامیابی سے ادا کیا، اور سنہ ۲۷ء میں یوفا کے "شیراز" نامی فلم میں قاسم کے کردار میں نظر آئے، اس فلم کے ڈائرکٹر مسٹر ہمنسو رائے تھے اور اسسٹنٹ ڈائرکٹر کے فرائض مسٹر پرفلو رائے نے انجام دیئے تھے۔ سنہ ۱۹۲۸ء میں گریٹ ایسٹرن کارپوریشن کے نئے فلم "مغل شہزادے کی محبت" کو خود ہی ڈائرکٹ کیا، اور اس کے بعد "مسٹر فرانز اسٹن" کے اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام کرتے رہے، جنھوں نے مسٹر نرنجن پال کی مشہور معروف اسٹوری "تھرو آف اے ڈائس" کو ڈائرکٹ کرکے ایک قابل رشک شہرت حاصل کی، سنہ ۲۹ء میں

آپ "جگدیش فلم کمپنی بمبئی" میں شریک ہوگئے، لیکن دوسرے ہی سال علیحدہ ہو کر مسٹر نرنجن پال کے ساتھ کام کرنے لگے۔

۱۹۳۱ میں مسٹر پی۔ این سرکار کے "انٹرنیشنل فلم کرافٹ" میں آگئے اور "کسان کی لڑکی" نامی فلم کو ڈائرکٹ کیا، جسے تمام نقادان فن نے متفقہ طور پر اس سال کا بہترین پکچر تسلیم کیا، ۱۹۳۲ میں "ابھی شک" نامی فلم ڈائرکٹ کیا، جو پرنا تھیٹرز کلکتہ نے بنایا تھا۔ ۱۹۳۳ میں بھارت لکشمی پکچرز میں چلے آئے جہاں انہوں نے "چاند سوداگر" ڈائرکٹ کیا، یہ وہی پکچر ہے جس نے ۱۹۳۴ء میں آل انڈیا ریکارڈ قائم کیا، اسی نگارخانہ میں بلیدان (ہندی) بھی آپ نے ڈائرکٹ کیا اور اس کے بعد ۱۹۳۴ء میں آپ نیو تھیٹرز لمیٹڈ میں داخل ہوگئے، یہاں آپ نے "نیو انڈیا فلم کا "جوش انتقام" اور "پجارن" ڈائرکٹ کئے۔ آج کل آپ "ابھاگن" نامی ناول کا مطالعہ کر رہے ہیں، اس فسانہ کا بنگلہ اور ہندی دونوں زبانوں میں فلم بنائیں گے، اس کے مکالمے اور سنریو لکھنے میں مصروف ہیں۔

(مسعود صابری)

ضروری گذارش جن حضرات کو عکاس اپنے مقامی ایجنٹوں سے نہیں حاصل ہوسکتا اور وہ کسی وجہ سے مستقل خریدار نہیں ہوسکتے تو انہیں چاہئے کہ مطلوبہ پرچہ کے جلد اور نمبر کا حوالہ دیکر ہر ماہ چھ پیسہ کا ٹکٹ "دفتر عکاس ۲،۱ دھرمتلہ اسٹریٹ کلکتہ" میں بھیجکر منگا لیا کریں۔

آپ نے دیکھا ہے لیکن ابھی نہیں دیکھا
ٹرک سین جو خیال سے باہر ہیں
دھارمک افسانہ جس کا ثانی نہیں!!
حیرت میں ڈالنے والی شان و شوکت
روح کو تڑپا دینے والے راگ راگنیاں

گنگا اور تان

ہندوستانی صنعت فلمسازی کے رہنما — دادا صاحب پھالکے — کے اعلےٰ دماغ کا اختراع،

بکنگ کا پتہ — جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز چاندنی چوک دہلی۔

عرض ضروری گذشتہ نمبر عکاس میں ایک دلچسپ غلطی ہوگئی، ٹائیٹل پر کانن دیوی کی تصویر چھپی اور نام رہگیا، اسی طرح صفحہ ۳ پر تارا رانی کی تصویر بھی بغیر نام کے چھپ گئی، اس فروگذاشت سے کون ہیں؟ کا سوال پیدا ہوگیا، کانن دیوی "مکتی" میں ممتاز کردار ادا کر رہی ہیں جو مسٹر بروا کے زیر ڈائرکشن نیو تھیٹرز کے اسٹوڈیو میں تیار ہو رہا ہے، تارا رانی یو۔ پی سینیٹون کی تیار کردہ "بسمل کی آرزو" کی ایک نمایاں آرٹسٹ ہیں۔

"ہندوستان" کا نیا ریکارڈ

نیو تھیٹرز ریکارڈ پر "پجارن" کے دو گانے

قیمت دو روپے بارہ آنے
نمبر ایچ ۱۱۵۲۹

مسٹر سیگل کی سنہری آواز میں سنیے

پہلی جانب

جو بیت چکی سو بیت چکی
اب اس کی یاد ستائے کیوں
خوش رہنے والی صورت پر
چنتا کی بدلی چھائے کیوں
سامان کر دل بہلانے کا
پیالے میں ڈبو دے سب چنتا
اور نہ پئے جا کہتا کیا
اب جام کوئی ٹھکرائے کیوں
پھولوں سے جس کو نفرت ہو
اس کی خوشبو سے وحشت ہو
جس دل کی جلنا عادت ہو
پھر کوئی اسے بہلائے کیوں،

دوسری جانب

پیئے جا اور پیئے جا،
زندگی کا یہی ہے مدعا
دنیا کا غم کھائے تیری بلا
پیئے جا . . . .
جتنی پی سکتا ہو پی لے
دو دن اور بھی جگ میں جی لے
سوچتا ہے کیا اور پیئے جا
عاقبت کی باتیں جانے کوئی کیا
خیر جو ہو گا دیکھا جائے گا
اب تو پیئے جا . . . .

ہندوستان ——— ریکارڈ ——— کلکتہ

رنگین فلمین

فلمون کے پردہ وجود پر آنے سے قبل کون کہسکتا تھا کہ تصویرین بھی جاندار اجسام وابدان کی طرح نقل وحرکت کرین گی اوران سے اسی طرح جذبات وکیفیات کا اظہار ہوگا جیسے ان کے کاسۂ سر مین بھی متفکر دماغ اور پہلو مین متحرک قلب ہے؟ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بولنے اور بات کرنے کے سوا تصویرین سب کچھ کرنے لگین۔

علم وحکمت کا یہ کتنا محیر العقول اور شاندار کارنامہ تھا، دنیا وقف حیرت واستعجاب ہوگئی، اس عجیب وغریب تماشہ نے جو انسان کے پرواز تصور سے بھی بالاتر تھا دنیا کے تمام تماشون کے ہنگامون کو سرد کردیا شہر شہر تصویر خانے اور سینما ہال کھل گئے، تفریح ودلچسپی کا سب سے بڑا ذریعہ تھیٹر تھا سینما کے سامنے اس کی رنگینیان، اس کے ساز وسامان اس کے رقص ونوا کی دلچسپیان اور دلکشیان بھی ہیچ وحقیر ہوگئین تھیٹر کا دیکھنا "اولڈ فیشن" اور فرسودہ مذاق سمجھا جانے لگا۔

دنیا کے لئے تو متحرک تصویرین حکمت وسائنس کا معراج کمال تھین لیکن ارباب علم وحکمت کے نزدیک یہ کمال فن کا پہلا درجہ تھا چنانچہ ہنوز متحرک تصویرون کے تماشا آرائے عالم ہوئے، زیادہ عرصہ نہین گذرا تھا کہ ساکت وصامت تصویرین گویا ہوگئین، اور سینما کا خاموش اسکرین ساز ونوائے بہشت گوش بن گیا۔

سائنس کے اس انقلاب آفرین اقدام نے نہ صرف تماشائیون مین ایک ہلچل ڈالدی بلکہ اہل تماشا مین تہلکہ برپا کردیا، جب تک فلمین خاموش تھین آواز اور طرز کلام کا کوئی سوال نہ تھا، لیکن تصویرون کی گویائی نے دنیائے فلم کے لئے ایک جدید مسئلہ پیدا کردیا، کوئی اداکار فن تمثیل اور جذبات نگاری مین کتنا ہی مہارت وکمال رکھتا ہو لیکن اگر اس کی آواز موزون اور طرز گفتگو مناسب نہین ہے تو متکلم تصویرین مین اسے کامیابی حاصل نہین ہوسکتی، اس انقلاب نے کتنے شہرہ آفاق فلم اسٹار گوشہ گمنامی اختیار کرنے پر مجبور کردیا اور کتنے غیر محتاج اداکارون کو آسمان فلک کا زہرہ ومشتری بنا دیا۔

لیکن اس عظیم الشان اقدام وارتقا کے بعد بھی صنعت فلمسازی مین ایک اہم نقصان باقی ہے، تصویرین نقل وحرکت کرتی ہین چلتی پھرتی ہین زبان واشارات سے بولتین اور اظہار جذبات وخیالات کرتی ہین لیکن تصویرون کو دیکھکر یہ معلوم نہین کیا جاسکتا کہ صاحب تصویر کے جسم کی قدرتی رنگت کیسی ہے؟ اس کے کپڑے کس رنگ کے ہین؟ پورا لباس ایک ہی رنگ کا ہے یا مختلف رنگون کا۔

تصاویر کا گونگاپن دور کرنے کے بعد اب اہل سائنس اس نقص کے ازالہ کے لئے کوشان ہین، اگر وہ کامیاب ہوگئے تو جہان تماشائی زبیدہ، گوہر، اور او مادیوی کے مکالمات اور گانا سنتے ہین اور ان کے حسن وجمال کے معمولی خد وخال سے نشاط اندوز ہوتے ہین وہان ان کی قدرتی ملاحت وصباحت کو بھی فردوس نظر بنا سکین گے اور دیکھ سکین گے کہ ان کی ساڑیان اور بلاؤز کس درجہ دلکش اور نظر نواز ہین۔

اہل سائنس سنہ ۱۹۰۰ء سے فلمون کو رنگین بنانے مین کوشان ہین،

اس لئے انہون نے متعدد تجربات کئے مگر کامیاب نہ ہوئے، ہندوستان مین بھی بعض تجربے ہوئے لیکن نتیجہ کامیابی کے بجائے صفر ہی رہا، دونون جگہ فلم ہی سے کام لیا گیا جو ناکامیاب ثابت ہوا، بعد مین کچھ علمی طریقے استعمال کئے گئے جس مین کسی حد تک کامیابی ہوئی اب تین طریقون سے تصویرین رنگین بنائی جاتی ہین، پربھات کمپنی کی ''سیرندھری،، انہین مین سے ایک طریقہ کے مطابق بنائی گئی تھی جو ناکام ہوگئی، اس زمانہ مین جتنی رنگین فلمین تیار ہوئین وہ بھی کامیاب نہ ہوسکین، چنانچہ میٹرو گولڈ ون مائر نے ہاؤس آف اوتھ چائلڈ کو رنگین بنایا تھا، جس کی حالت ''سیرندھری'' کچھ زیادہ بہتر نہ تھی،

اس کے بعد Lacuecavacha تیار کی گئی جو بیشک تمام سابقہ رنگین فلمون سے زیادہ کامیاب تھی۔ لیکن جن فلمون کو پورے طور پر کامیاب قرار دیا جاسکتا ہے جو اب تیار ہوئی ہین ان کے نام Dancing Pirate اور Garden of Alla ہین ان رنگین فلمون کے دیکھنے کے بعد اب صحیح قسم کی رنگین تصاویر کی تیاری کا امکان پیدا ہوگیا ہے، مسٹر الگزینڈر اکوڈا جو لندن فلمس پروڈکشن سے تعلق رکھتے ہین فلمون کے رنگین بنانے مین خاص دلچسپی لے رہے ہین، امید ہے کہ اب بازار مین بہت جلد بہترین رنگین پکچرین آیا کرین گی۔

حشر جذبات

از سحر طراز حضرت ثاقب کانپوری

نازنہ کر حیات پر عظمت کار سے گذر
جس مین خزاں کا رنگ ہو ایسی بہار سے گذر

راہ طلب مین عشق کا ذوق فتادگی ہے جرم
اپنی ہی سمت دیکھ تو ہیبت دار سے گذر

درس لے آفتاب سے اپنے کرم کو عام کر
موج نسیم صبح بن ہر خس و خار سے گذر

معرکہ حیات مین ہے یہی شرط زندگی
ضبط سے آشنا نہ ہو صبر و قرار سے گذر

محرم عشق ہے اگر یاس کا ذکر ہے حرام
صبح بہار دیکھ تو شام بہار سے گذر

حاصل صد بقا ہے جو، پی وہ شراب معرفت
جس کا مآل موت ہو ایسے خمار سے گذر

حسن چمن ہے عارضی، اس پہ نہ اعتبار کر
جوش حیات ہو اگر رنگ بہار سے گذر

دام تعینات سے اپنے کو رکھ بلند تو
کھا نہ فریب رنگ و بو رنگ بہار سے گذر

ثاقب محو بیخودی اپنے کو پست رکھ نہ تو،
برق و شرار خود ہی بن، برق و شرار سے گذر

ماہ اگست ۳۱ء کے پیش کردہ دلفریب و دلنواز ریکارڈ

جدید ہندوستانی میگافون دورخہ ریکارڈ

قیمت جے۔این۔جی۔ عہ

قیمت ایم۔ٹی۔ٹی۔ ۱؍ ۱۲

مس اختری بائی فیض آبادی (فلم اسٹار)

جے۔این۔جی	پھولوں کو جھولا نے آئی	گیت آرکیسٹرا
۹۷۴	دردیا نہ جانے مہاراجہ	دادرا

مس کجن جہاں آرا بیگم (فلم اسٹار)

جے۔این۔جی	توبہ توبہ یہ جادو ہے	خمسہ
۹۲۸	اے گیسوؤں کملی والے ہمارے من	نعت

انیس خاتون کانپور (فلم اسٹار)

جے۔این۔جی	پیا جاؤ جاؤ	گیت آرکیسٹرا
۹۷۶	شب و روز فرقت میں	غزل

مس وحیدن بائی آگرہ

جے۔این۔جی	جھولا کن نے ڈالو	ساون
۹۷۵	سکھی ری پیا بنا	ٹھمری

مس کملا جھریا

جے۔این۔جی	وصل ممکن نہ سہی	غزل
۹۳۱	وفا جو ان سے جتا رہے ہیں	"

مس کنیز بائی کانپور

جے۔این۔جی	عشق کی حد سے گذرتے	غزل
۹۷۷	اچٹ گئی رے مورے نینوں کی	دادرا

مسٹر ارشاد حسین (امیچر) بلاسپور

جے۔این۔جی	کیا کاری کاری چھائی	گیت آرکیسٹرا
۹۷۸	پریم کی نیا پڑی ہے	"

مسٹر وجے کمار بی۔اے (فلم اسٹار)

جے۔این۔جی	آج آنا کل جانا	فلم کا گانا
۹۳۰	بندے کیوں ہوتا دلگیر	"

مسٹر محمد اسحاق (قوال)

جے۔این۔جی	لاکھ حور و ملک سے	قوالی
۹۷۹	مدح حضرت کرے	"

مسٹر حشمت (گوالیار) فلم اسٹار

جے۔این۔جی	اے سبز گنبد والے امت کی خبر لے	نعت
۹۸۰	آئینہ احمد میں رب ارنی آیا	"

میگافون کمپنی کلکتہ

آئینہ خانے میں

"از ادیب الملک اختر شیرانی"

سنگھار کمرے میں قدآدم آئینے کے سامنے کھڑی ہوں اس آئینہ کے سامنے جس میں اپنا عکس دیکھ کر مغرور ہونا ایک عورت کی فطری خواہش ہوتی ہے اور شاید حق بھی! میں بھی اپنے دل میں غرور کا ایک شدید جذبہ محسوس کر رہی ہوں، مست اور مسرور! — مردوں کی دنیا میں عورتوں کا غرور مشہور ہے، عورت حسین ہو یا نہ ہو مغرور ضرور ہوتی ہے —— اس کا عورت ہونا ہی اس کا سب سے بڑا غرور ہے —— کون ہے جو ایک عورت سے اس کا یہ غرور چھین سکتا ہے ——؟! پھر اس عورت کا غرور جو عورت ہونے کے علاوہ فن کار (آرٹسٹ) بھی مشہور ہو —— ایک ہر دلعزیز اور محبوب ایکٹرس!!

میری "سنگھار میز" کی درازیں کتنے نوجوان دلوں کی دھڑکنوں کے راز بند ہیں —— صرف میں جانتی ہوں ان پرجوش اور ہیجانی اظہار عشق سے لبریز خطوط کا حال، کسی کو کیا معلوم، جو مجھے بیسیوں کی تعداد میں ملک کے مختلف حصوں سے روزانہ موصول ہوتے رہتے ہیں —— زیادہ تر جواب سے محروم رکھے جاتے ہیں اور بکثر رسید سے سرفراز ہوتے ہیں —— صرف رسید سے —— یہ بیوقوف نوجوان نہیں جانتے کہ ایک عورت، عشاق کی اتنی طویل فہرست کو کیونکر خوش کر سکتی ہے ——؟ لیکن شاید میں نے غلطی کی! وہ سب کو خوش کر سکتی ہے —— کیونکہ وہ سب کو بیوقوف بنا سکتی ہے!

میری سہ سالہ فلمی زندگی کیا ہے؟ —— اسی تجربہ کا ثمر ہے، ایک ایسے دلچسپ تجربے کا جس کے اعادہ و تکرار سے غالباً کوئی عورت کبھی نہیں تھک سکتی، کم از کم میں تو کبھی نہیں تھکی ——!

لیکن اس آئینے کے اس شفاف آئینہ کے سامنے —— میرے اپنے آئینے کے سامنے —— آج یہ مجھے کیا یاد آ رہا ہے کیا یہ مجھے اس لئے یاد آ رہی ہیں کہ میں اپنے آپ کو یہاں بے نقاب دیکھ رہی ہوں، یا صحیح الفاظ میں بے پردہ محسوس کر رہی ہوں!

اس قدآدم شاندار آئینے کے سامنے سرو قد ایستادہ با ہمہ کیف نخوت ضمیر کی ہلکی سی بھی شرمندگی محسوس کرنا ناقابل برداشت ہے مگر زندگی وہ زندگی جسے دنیا تلخ و بے کیف کہنے کی عادی ہے — میرے لئے اس قدر شیریں و سرشار بن چکی ہے کہ میں اس خلش، اس ہلکی سی خلش کی مطلقاً پرواہ نہیں کروں گی —— میں اسے فراموش کر دوں گی —— میری زندگی ایک عظیم الشان لذت ہے —— اور اس لذت کے کیف و نشاط میں ضمیر دل یا روح کی نداموں کیلئے ذرہ بھر گنجائش نہیں!

یہ خوبصورت اور دلکش آئینہ بتا رہا ہے کہ میں خوبصورت ہوں اور دلکش —— کم از کم دنیا کی نظریں مجھے بیحد حسین سمجھتی ہیں —— کبھی سوچتی ہوں کہ یہ غازۂ گلگونہ کی مہربانی تو نہیں — لیکن

پندارحسن کی ایک خاموش آواز کہتی ہے ــــ نہین ــــ مین واقعی حسین ہون ـــــ مگرکچھ زیادہ مشہور ہوگئی ہون ــــ یہ میری ہردلعزیزی ہے ــــ غالباً ــــ نہین یقیناً! ــــ میرا اعلیٰ درجہ کی مغنیہ ہونا نورعلی نور سمجھنا چاہیئے ــــ دنیا ایسا سمجھتی ہے ــــ فلم کے پردہ پر میرا سراپا نغمہ ورقص بنکر نمودار ہونا، تماشائیون کے سینے مین ہنگامہ حشر برپا کر دیتا ہے ــــ مجھے اپنی اس کامیابی کا احساس ہے ــــ مین اپنی قیمت اچھی طرح جان گئی ہون، کیونکہ اب مین وہ بھولی بالی لڑکی نہین ہون، جو آج سے چند سال پہلے دنیا اور دنیا کی دلچسپیون سے واقف نہ تھی ــــ ایک نادان دوشیزہ، انجان اور شاید معصوم بھی!

مجھے وہ زمانہ اچھی طرح یاد نہین رہا، اس لئے نہین کہ مین اسے یادرکھنا نہین چاہتی، بلکہ اس لئے کہ نہ بھولنے والی چیزین جلد بھول جاتی ہین ــــ لکھنؤ کے چوک کی کسی گلی مین ہمارا گھر تھا، ایک ٹوٹا پھوٹا مکان جو ــــ شاید آصف الدولہ کے عہد مین بنا تھا، ــــ گھر کی مالکہ نے مجھے یہی بتایا تھا ــــ اپنے موجودہ شاندار مکان کا اس سے مقابلہ کرتی ہون تو انقلاب زمانہ کی تصویر آنکھون مین پھر جاتی ہے

ہمارے گھر کے مکین، صرف دو تھے ــــ مین اور میری والدہ ــــ جن کی شفقت نے مجھے اپنے موجودہ عروج اور شہرت ومقبولیت کے درجہ تک پہنچایا ہے ــــ مین اپنی تمامتر ترقی کے لئے شاید سب سے زیادہ، انہی مرحومہ کی ممنون ہون ــــ لیکن اس کے باوجود ایک معاملہ مین ہمیشہ ان کی شاکی بھی رہی ہون ــــ انہون نے کبھی بھی مجھے میرے والد کے نام سے آگاہ نہین کیا، ــــــــ

آج اس طویل ووسیع آیئنے کے سامنے اپنی سرو تمثال ہستی کا مقابلہ اس یازدہ سالہ درمیانہ پیکر سے کرتی ہون، جو لکھنؤ کے "میکدۂ بے خروش" مین اپنے والد کے متعلق استفسار کرنے پر اکثر اپنی والدہ کو ناراض کر دیا کرتا تھا ــــ تو مجھے بے اختیار ہنسی آجاتی ہے ــــ آج مجھے ان مرحومہ کی خاموشی کا مطلب اچھی طرح معلوم ہے ــــ لیکن اس وقت مین بیوقوف تھی ــــ مجھے ان سے ایسا سوال نہ کرنا چاہیئے تھا ــــ ایسا سوال جو آج خوب سمجھتی ہون کہ کسی "چوک" مین رہنے والی عورت کی کسی لڑکی نے اپنی مان سے نہ کیا ہوگا.

ہمارے گھر پر بہت کم لوگ آتے تھے ــــ ایک بوڑھا گویا رحمت خان، جو میری والدہ کا بھی استاد تھا، مجھے موسیقی کی تعلیم دینے آیا کرتا تھا ــــ ایک ادھیڑ عمر کا طبلچی جو استاد کے ساتھ ہوتا تھا، اور تعلیم کے دوران مین طبلہ بجایا کرتا تھا ــــ تین چار اور بوڑھے آدمی ــــ جن کے متعلق مجھے ایک ہمسائی نے بتایا تھا کہ وہ میری والدہ کے بہت پرانے دوست ہین ــــ ان شریف آدمیون کے سوا مین نے کسی کو گھر آتے نہین دیکھا ــــ کم از کم کسی نوجوان کو ہرگز نہ دیکھا ــــ درحالیکہ ہماری نوجوان پڑوسنون کے بڑے بڑے مکانون پر شہر کے شریف نوجوانون کا جمگھٹ لگا رہتا تھا ــــ موسیقی کے محشر انگیز ہنگامے ماکولات ومشروبات کی افراط، نوکرون کی آمد ورفت، زیورات کی جھنکار اور ریشمین مخملین ملبوسات کی سرسراہٹین ــــــــ

آہ! مین اپنے ٹوٹے پھوٹے گھر سے یہ سب کچھ سنتی تھی اور رنجیدہ ہوتی تھی، میرے دل مین رشک وحسد کے جذبات پیدا ہوتے تھے، اور مجھے اپنی زندگی کنج معلوم ہوتی تھی ــــ تلخ اور ناگوار ــــ!!

کیا ان کی طرح مین دنیا کی تمام خوبصورت نعمتون اور دولتون کی مستحق نہ تھی؟ کیا مین اچھے کھانے کھانا نہ جانتی تھی؟ کیا مجھے نوکرون کو حکم دینا نہ آتا تھا؟ کیا حسین و طلائی زیورات میرے جسم پر اچھے نہ معلوم ہوتے؟ کیا ابریشم و کمخواب کے لباس میرے جسم پر تنگ آتے ؟ آخر کونسی وجہ تھی کہ مین ان نفائس سے محروم تھی؟ محروم اور دل شکستہ اکثر دل شکستہ اور بیشتر مغموم ——— بلاشبہ یہ جاننا میرے لئے حیرت انگیز تھا کہ آج سے چند سال پہلے ——— میری پیدائش سے پہلے یہ کیفیت نہ تھی! اور ہمارے گھر پر بھی ایسی ہی چہل پہل رہا کرتی تھی ——— لیکن یہ سنکر میرے تفکرات مین اضافہ ہونے کے سوا کوئی فائدہ نہین ہوا ——— یہانتک کہ تفکرات کا یہ طلسم ٹوٹا ——— دو سال! دو سال کے بعد مین اس کا مطلب سمجھی!!

دو سال کے طویل اور خلش انگیز انتظار کے بعد ——— جب ایک روز میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ کلکتہ کے سفر کیلئے تیار ہو جاؤ ———

کلکتہ ——— حسین اور شاندار کلکتہ ——— فنون لطیفہ کا مرکز اور جمالیات کا مجموعہ کلکتہ ——— معصوم اور گنہگار کلکتہ ——— عیاش اور رنگین مزاج کلکتہ ——— کلکتہ! جس کے ذرہ ذرہ سے موسیقی جھلکتی ہے! جس کے در و دیوار سے نشاط و مستی جھلکتی ہے! جس کے شاندار ہوٹلون اور خوبصورت پارکون سے رومان برستا ہے جس کے تھیٹرون اور سینماؤن مین دلچسپی اور دلآیزی کی دنیائین آباد ہین ——— جس کے ہنگامہ خیز بازارون مین وہ دولت چلتی پھرتی نظر آتی ہے جو صدیون سے جودھپور اور بیکانیر کے تہ خانون مین مدفون چلی آتی تھی ——— جس کی آباد گلیون مین وہ امارت رقصان ہے جو یورپ اور ایشیا کے ہزارون قسمت آزما تاجرون کے قدمون سے خاک کی طرح لپٹی ہوئی ہے ——— اس دولت و امارت مین شاید میرا بھی کچھ حصہ ہو ——— یہ خواب تھا جو اس وقت مین دیکھ رہی تھی، جب دھڑکتے ہوئے دل کیساتھ مین نے ہوڑے کے عظیم الشان اسٹیشن سے باہر نکل کر ایک خوبصورت ٹیکسی مین قدم رکھا۔

ہندوستان مین کلکتہ سے بڑھکر کونسا قمار خانہ ہے، جہان ہر قسم کا علم و فن جوے کی حیثیت نہ رکھتا ہو، تجارت، صنعت، حرفت، مصوری، موسیقی، ڈراما، ایکٹنگ یہان تک کہ عیاشی بھی ——— غرض ہر وہ چیز جس مین کسی نہ کسی طرح کا آرٹ موجود ہے، اس عظیم الشان اور دلچسپ قمار خانے مین اس کو جوئے کی حیثیت سے آپ دیکھ سکتے ہین ——— مین بھی شہرستان زندگی مین ایک قمار باز کی حیثیت سے پہنچی تھی، مین نے بھی اپنی والدہ کی خواہش کے مطابق اس دلفریب اور حسین قمار خانے مین اپنی موسیقی، اپنے حسن اور بالآخر اپنی جوانی کی بازی لگائی ——— ایک مبہم ——— شروع مین پر تذبذب، مگر آخر مین روشن اور دلچسپ ——— دلچسپ اور لذیذ ———

بالآخر وہ رات آئی ——— وہ حسین و رنگین رات جو اپنی تمامتر تلخیون اور حلاوتون کیساتھ ایک عورت کو ہمیشہ یاد رہتی ہے

اس رات کی دلچسپیون اور لذتون پر میرا بھی اسی قدر حق تھا جس قدر دنیا کی دوسری عورتون کو حاصل ہوتا ہے، خواہ وہ شریف خاندان کی ہوتی ہون یا میری طرح باوجود اپنے باپ تک کا نام نہ جانتی ہون ———

بہر حال مین اس رات مسرور تھی ——— مسرور اور دلشاد درحالیکہ مجھے اس رات کی صبح اپنی دوشیزگی کا ماتم کرنے کیلئے تیار ہونا چاہئے تھا ——— تاہم ——— پھر بھی مین مسرور تھی ——— مین کیون نہ مسرور ہوتی؟ ——— میرے لئے

اگر مین خوشحالی کی زندگی بسر کرنا چاہتی تھی ——— اس کے سوا کونسی صورت تھی؛ ——— اور پھر اس حال مین کہ میری زندگی کا دار ومدار اسی چیز پر تھا، میری پرورش اسی لئے کی گئی تھی، کوئی وجہ نہ تھی کہ مین اپنے اس خاص فرض زندگی کی ادائیگی پر مسرور نہ ہوتی ——— فرض آخر اس کے سوا میری زندگی کا فرض کونسا تھا ——— ؟

مدت سے مین اور میری مان افلاس کی تنگ اور منحوس زندگی گذار رہے تھے اور حقیقتاً اس طرز زندگی سے بیزار ہو چکے تھے، بیزار! صرف بیزار ——— مین سمجھتی ہون ہماری تکلیفون کا ایک ہلکا سا اظہار ہوگا! مجھے اقرار ہے کہ میری موسیقی زندگی اپنے اثرات سے شرمندہ تھی ——— لیکن اس کی آمدنی کلکتہ کے اخراجات کی بمشکل کفیل ہو سکتی تھی ——— رفتہ رفتہ عمر نے اس منزل مین قدم رکھا جہان پہونچکر مجھ جیسی بالانشین، اگر کم خرچ نہین، عورتین اس شان سے تیاری مین مصروف نظر آتی ہین کہ جس دولت وامارت کو ہماری موسیقی کے دلکش ترانے مہیا نہین کر سکتے، اسے ہماری جوانی کی صرف ایک لغزش! مگر یہ تو کوئی لغزش نہین! ——— حسن وشباب کی لذتون کے طلبگار، پیہم ومتواتر عرض مقصود کر چکے تھے، اس کے ساتھ شدید جذباتی آرزوئین اور التجائین شریک رہی تھین اور تویق وتاخیر نے جوانی کی پہلی زخمی رات کی قیمت مین معتد بہ اضافہ کر دیا تھا ——— کیا اس حال مین آپ توقع رکھتے ہین کہ مین انکار کر دیتی؟ ——— ہرگز نہین

اس تشویق وتحریص کو دیکھتے ہو جو مجھے مستقبل کی ایک شاندار فلمی زندگی کے سلسلہ مین پیش کی گئی ——— کیونکہ میری اس نئی زندگی کی اولین خلش آموز رات کا حریف ایک فلم کمپنی کا مالک تھا میرے لئے اس دعوت کو قبول کر لینے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا! تاہم مجھے اعتراف ہے کہ اگر مجھے اس شاندار اور خواب گون فلمی زندگی کا لالچ نہ دیا جاتا ——— تب بھی مین گناہ کے اس حسین "رتجگے"، کے لئے آمادہ ہو جاتی، جسے مین گناہ کا رتجگہ کہنا صرف اس لئے گوارہ کر رہی ہون کہ دنیا ایسا کہتی ہے، ورنہ ایک عورت، جب زندگی کی ان نازک اوباشانہ اور پیچیدہ منزلون سے گذر جاتی ہے، اس کے لئے گناہ وثواب کا امتیاز ایک خیال خام سے زیادہ حیثیت نہین رکھتا ——— بہر حال مین یہ کہنا چاہتی تھی کہ جس عجلت وآسانی سے مین اس رات کی دراز دستیون کو برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہو گئی ——— اس کا سبب صرف دولت کا حصول ہی نہ تھا بلکہ وہ جذبہ رشک بھی تھا جو مجھے اپنی ہم پیشہ حریفون یعنی مطرباؤن کو اپنے اپنے عشاق کے ساتھ شریک مجالست واختلاط دیکھ کر ہوتا تھا ——— یہ وہی رشک ہے جو لکھنو کی ابتدائی زندگی سے لیکر اب تک میرے سینے کی تنہا خلوتون مین نہایت خاموشی اور سکون کے ساتھ پرورش پاتا رہا تھا ——— اور پا چکا تھا - اور اس کا تو خود میری والدہ کو بھی علم نہ تھا ——— نہ مین نے ان کو کبھی علم ہونے دیا ——— انکے مرتے دم تک نہین ———

مجھے اعتراف ہے کہ اسی رشک کے جوش نے مجھے اس دو عملی خیال کی کشمکش سے بیگانہ رکھا جو اکثر عورتون کے دل مین اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ان کی زندگی کی رفتار ان کو نیکی اور معصیت کے دوراہے پر لا کر کھڑا کر دیتی ہے، ——— اور وہ تذبذب اور پریشانی کے عالم مین کبھی اس راستے پر گامزن ہونا پسند کرتی ہین، کبھی دوسرے راستہ پر چلنا چاہتی ہین، میرے سامنے صرف ایک راستہ تھا اور مین اسپر چل پڑی۔

اپنے شاندار آئینہ کے سامنے مسکراتے ہوئے سوچ رہی ہون کہ میرے یہ خیالات بلکہ اعترافات سن کر ایک ماہر علم النفس کس نتیجہ پر پہونچے گا ——— ؟ وہ یقیناً یہی فیصلہ کرے گا

کہ میرے خیالات سن تمیز کو پہونچنے سے قبل ہی بگڑ چکے تھے، مین اس فیصلہ کی تردید نہین کرنا چاہتی کہ مجھے نہ تو بے ضرورت اپنے کسی پوشیدہ جذبۂ نیکی وصفا روح کا اعتراف کرانا منظور ہے نہ مین اپنی آمادگی گناہ کی مسرت سے جھوٹا انکار کرنا پسند کرتی ہون ، آپ سمجھ لیجئے کہ مین بگڑنے سے پہلے ہی اپنے خیالات کے لحاظ سے بگڑ چکی تھی —— آپ کی نگاہون کی برہمی اب میرا کچھ نہین بگاڑ سکتی —— نہ بگڑنے والے کسی سے پوچھ کر بگڑا کرتے ہین بلکہ مین تو سمجھتی ہون کہ ایسے بگڑے ہوئے ماحول مین رہ کر جہان مین نے زندگی گذاری —— نہ بگڑنا —— اس ماحول کے اثرات کی ناشکر گذاری کرنا ہے —— مجھے یقیناً بگڑنا چاہیئے تھا اور مین نے ان فطری اثرات کا احترام ملحوظ رکھا —— ہر حال مین اور مستقل طور پر!

میری زندگی کیا ہے؟ ایک مسلسل لذت ہے! ایک پیہم مسرت ہے —— جوانی کے حسین خوابون کی —— موسیقی کی دلکش ترنگون کی ——

فکر وخیال، شعر ونغمہ، حسن واد، کیف ونشاط، امارت وتمول؛ ذوق وشوق، لذت وتعیش! کونسی چیز ہے جو اپنی تمام سرمستیون کے ساتھ، میرے حریم دل مین موجود نہین، یہ وہ دنیا ہے جہان مین ایک ملکہ کی حیثیت سے رہتی ہون اور اپنے خیالی وعملی نشون سے سرشار ہر چیز پر حکومت کرتی ہون، ایک ایسی فرخناک حکومت جس کی ایک ہلکی سی جنبش ابروئے ناگواری وتلخ کامی کے عظیم سے عظیم طلسم کو متزلزل کرکے رکھ دیتی ہون،

دنیا کچھ بھی کہے، اپنی مسرات ولذات کی کیف آفرینیون کو مین ہی جانتی ہون۔ اس مسرور وتبسم آئینہ کے سامنے اپنے شاندار وحسین مجسمے پر نظر ڈالتے ہوئے اپنے مقاصد زندگی اور ان کے متعلق کا مین ہی خوب تجزیہ کرسکتی ہون۔

دنیا کو اس کا حق نہین —— یہ میرا کام ہے! صرف میرا، ہان تو مین اس رات کے متعلق کچھ کہنا چاہتی تھی —— مگر اسکی کیا ضرورت ہے ہر مرد وعورت اس سے باخبر ہے —— میری رات مین کوئی ندرت نہ تھی —— البتہ خود یہ رات میرے لئے ایک ندرت تھی، مگر وہ بھی، کہنہ ہونیکے لئے، پارینہ بننے کے لئے، تواتر وتسلسل کے روشن دائرے کی صورت مین میری آنیوالی راتون کو منور کرنے کے لئے —— وہ کسی دلچسپ کتاب کے پہلے صفحہ کی طرح تھی اور ایک کتاب مین ہزارون ہی صفحے ہوتے ہین، ورق پر ورق الٹتے جایئے اور مطالب ومعنویات سے لطف اٹھاتے رہئے یہان تک کہ کتاب ختم ہو جائے —— مگر میری کتاب ابھی ختم نہین ہوئی! وہ صحیفۂ حیات کی طرح ضخیم ہے، اور مجھے بھی ابھی ان مین صدہا صفحات کا مطالعہ کرنا ہے، مطالعہ کرنا ہے اور لطف اندوز ہونا ہے تاآنکہ کتاب کا آخری صفحہ نمودار ہو جائے، جیسے طلوع ہونے والی ہو اور شمع آخری سنبھالا لے رہی ہو —— لیکن —— لیکن جس دن یہ کتاب ختم ہو گئی —— اس دن —— اس دن کیا ہوگا؟ —— زندگی کا یہ طلسم عیش وتعیش بھی درہم برہم! پریشان —— منہدم!! —— لیکن ابھی سے اس کا فکر کیا؟ —— جب سازحیات کی طلائی تار شکستہ ہونے لگین گے اس وقت دیکھا جائیگا جب میرے مطالعہ کے لئے اس صحیفۂ نشاط کا کوئی صفحہ باقی نہ رہیگا، مین اس وقت پریشان ہولون گی —— فی الحال اس کے لئے میرے پاس وقت نہین!

میری فلمی زندگی کا آغاز جن حالات کی بنا پر ہوا اس کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے، البتہ فلم ستارہ بننے مین جن اسباب نے مدد دی ان کا ایک ہلکا سا خاکہ پیش کرنا ضروری ہے۔

سب سے پہلی اور سب سے بڑی بنیادی وجہ تو مالک کمپنی کی خاص عنایت تھی جس نے مجھے رائل اسٹوڈیو کے تمام کارکنون کی نظر مین ایک خاص حیثیت اور مرتبہ کا مالک بنا دیا —— ایکٹرسون نے مجھے رشک کی نظر سے دیکھا —— غالباً ویسے ہی رشک کی نظر سے جو کبھی گذرے ہوئے زمانہ مین مجھے آتش زیر پا رکھتا تھا —— مین نے ان کے اس رشک و حسد کو برہمی نگاہون سے نہین دیکھا —— بلکہ اس مین ایک ایسی لذت محسوس ہوئی جو مجھے کبھی نہ حاصل ہوئی تھی، مین نے ان کے اس جذبہ مین اپنے دل کے لئے ایک ایسی نئی مسرت موجود پائی جس کا احساس مجھے پہلے کبھی نہ ہوا تھا! ایک عورت کے رشک وحسد کا موضوع بننا! دوسری عورت کیلئے اس سے بڑھکر فخر کیا ہو سکتا ہے —— دختران حوا کا یہ وہ جذبہ ہے جو انکے دل سے ہم جنسی کی تمام ہمدردیون کو مٹا دیتا ہے،

مالک کمپنی کے بعد —— ایک فلم اسٹڈیو کی متحرک مشین کے سب سے بڑے پرزے تین ہوتے ہین، ڈائرکٹر، کیمرہ مین اور ڈرامہ نویس! —— میرا خیال ہے کہ دنیائے فلم مین ایک ایکٹریس کی ترقی ان ہی تینون کے رحم پر منحصر ہوتی ہے، مجھے جلد ہی اس حقیقت کا علم ہو گیا، اس حقیقت کا، —— جس سے دنیائے فلم کی ہر ایکٹرس میری طرح واقف ہوگی، خوش نصیبی یا بدنصیبی سے،

مین علم اخلاق نہین، نہ میرا کام فلمی کارپردازون کی اخلاقی حیثیتون کا تجزیہ کرنا ہے، البتہ مین نے بعض معزز جرائد کی تنقیدون مین کئی مرتبہ پڑھا تھا کہ ہر قسم کے فن کارون کو اعلیٰ سیرتی میعار، اور بے داغ وبے لوث زندگی کا حامل ہونا چاہئے —— اس لیئے مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اسٹوڈیو کے کارکن ان تنقیدون مین ظاہر کردہ حقیقت کے بالکل برعکس تھے —— ورنہ ذاتی طور پر مجھے نہ تو ان سے فرشتہ سیرتی کی توقع تھی نہ اس کی ہوس پیشگی کا خوف تھا

میرے لئے، مجھ سی عورت کے لئے جو جوانی وہوس کو ایک کھیل سمجھتی ہو، آوارگی وتعیش کو ایک آرٹ خیال کرتی ہو، اور مستی عشق وشیفتگی کو ایک دلکش مشغلہ جانتی ہو، کمپنی کے عہدہ دارون کی عشق بازی، فریفتگی اور ہوس کاری مین کوئی نئی بات نہ تھی —— آخر یہ اسی کتاب کے درمیانی صفحات تھے جو تمام عمر کے لئے میرے سامنے کھلے رکھے تھے، کوئی وجہ نہ تھی کہ مین ان نوجوانون کی ہوس پیشگی سے ہمدردی نہ رکھتی، اور اگر وہ ایک قدم میری جانب بڑھتے تو مین دو قدم ان کے آگے نہ بڑھتی: خصوصاً اس حالت مین جب کہ مجھے گوناگون فلمی فوائد کی بھی توقع ہو۔

مین نے اسی اسٹوڈیو مین ایک سے زیادہ ایکٹرسون کو دیکھا جو باوجود کمال فن کے بیکار تھین —— میرے نزدیک اس قسم کی اخلاقی اور نیک عورتون کو دنیائے فلم کی کسی فلم کمپنی مین داخل نہین ہونا چاہیئے۔

شیشہ وسنگ مین یون بھی نہین بنتی —— پھر ان پتھرون کا تو کوئی علاج ہے، —— نہین جو ہر حال مین گرنے کے عادی ہون، میرا خیال ہے کہ صرف شیشون کو وہان سے ہٹ جانا چاہیئے، یہ کہنا لاحاصل ہے کہ مجھ سی عورت نے اپنے ان نئے فن کار دوستون کے معروضات "محبت" کی کس طرح پذیرائی کی ہوگی!

ڈائرکٹر نے ایکٹنگ سکھاتے وقت، کیمرہ مین نے کیمرہ کے سامنے کام کرنے کے بارے مین ہدایت کرتے وقت، اور منشی صاحب (ڈرامہ نویس) نے تلفظ اور لہجے کا انداز بتاتے وقت نہایت بے تکلفی سے (جس کے وہ عادی ہو گئے تھے) اپنے عشق کا اظہار کیا، عشق —— شاید اسی لفظ کی تکرار مین نے ان کی زبانون پر دیکھی، مین اس لفظ اور اس کے معنی کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہین محسوس کرتی، یہ فلسفیون اور اخلاقیون کا کام ہے۔

مین تو صرف اتنا جانتی ہون کہ مین نے کسی کو مایوس کرنا مناسب نہین سمجھا، کیونکہ میرا اس مین کوئی فائدہ نہ تھا! ———

میرا حسن و شباب ——— شراب کے ایک ایسے سرچشمہ کی مانند تھا، جس کی شراب مدتون ختم نہ ہو سکتی ہو! صدہا تشنگان صہبا کی فہرست مین دو تین کا اضافہ، اس سرچشمۂ رنگین کو خشک نہ کر سکتا تھا، چنانچہ مین نے ساغر اٹھایا اور نہایت دریا دلی سے، باری باری ان تینون نو عمر فنکارون کے خشک اور تشنہ ہونٹون سے لگا دیا، اس کا نتیجہ وہ سرشاری و سرمستی تھی ——— جس نے انکی فنی مہارت اور محنت کو آج تک میرے حق مین قباحت بنا رکھا ہے! ——— آج تک جبکہ مجھے ان کے کمال صنعت کی ضرورت نہین رہی ہے، جبکہ مین ایک ہر دلعزیز فلم ستارہ بن چکی ہون، جبکہ ہندوستان کا ہر بڑے سے بڑا اسٹوڈیو مجھے زیادہ سے زیادہ معاوضہ پیش کرنے کو تیار ہے،

شاید بعض اخلاقی طبیعتین مجھ سے سوال کرین گی کہ آیا ہوا و ہوس اور حرص و شوق کے ان ہنگامون مین کبھی مین نے اپنے اعمال پر کسی قسم کی ندامت محسوس کی ہے؟ ——— شاید میرا جواب کسی حد تک اثبات مین ہوتا ——— لیکن مین اخلاقی دماغون کو خوش کرنا نہین چاہتی ——— آخر مین کیون ایسا کرون؟ ———

اپنے اس خوبصورت اور درخشان آئینے کے سامنے، کون جانتا ہے کہ آج تیسرا موقعہ ہے کہ مین اپنے ضمیر کو کسی قدر شرمندہ پا رہی ہون ——— لیکن نہین ——— اس کی وجہ نیکی کا احساس یا اخلاقی تحریک نہین ——— نشہ ہائے مسرت و عیش کا خمار صبح گاہی، یا کثرت آوارگی و تعیش کا تکان نہین ——— بلکہ زوال کا اندیشہ ہے! ——— زوال ——— حسن کا زوال، شباب کا زوال، آہ زوال ہر کمال کا زوال ——— لیکن نہین ——— یہ اندیشہ ابھی بہت قبل از وقت ہے، ——— مجھے اس تلخ اور ناگوار احساس کو کچل دینا چاہیے اپنی موجودہ مسرتون اور لذتون کے ہجوم مین دفن کر دینا چاہیئے،

دنیا ہنوز میرے لئے ایک طوفان عیش و سرور، ایک عالم رنگ و نور بنی ہوئی ہے ——— جوان اور شاداب ——— جو صبح آتی ہے اپنی طلائی شعاعون کے آغوش مین ——— میرے لئے ایک نئی امنگ لیکر آتی ہے! ——— جو رات جاتی ہے، اپنی مشکبار زلفون کی نکہتین سنگھا کر ——— مجھے ایک نئی ترنگ دیکر جاتی ہے ——— !

اس شفاف اور نورانی آئینہ کے سامنے ——— کبھی کبھی ——— نہین اکثر ——— مین تخیلات عیش و نشاط اور احساسات غرور و امارت مین سرشار ——— بے اختیار پکار اٹھتی ہون ؎

ماضی و مستقبل اک نقش خیال خام ہے
زندگی صرف آج اور صرف آج ہی کا نام ہے

"مصور"

رنجیت کا تازہ ترین شاہکار

لہری لالہ

ڈائرکٹر

جینت دیسائی

جس مین مدھوری کے ساتھ ساتھ کمپنی کے مشہور اداکار شریک ہین

طوفان میل کی یاد کو تازہ کر دیگا، اسے دیکھکر آپ بیحد محظوظ ہونگے، اپنے شہر کے سینما گھرون مین دیکھئے اور محظوظ ہوجیئے

بکنگ کا پتہ:- دہلی ٹاکیز بورو، چاندنی چوک دہلی

1

ودیاپتی

دیوکی بوس
ڈائرکٹر
رومینٹک پروڈکشن

انتظار کیجیے ریلیز سے انتظار کیجیے

ایک ہزار سال پہلے کا تاریخی واقعہ، سال رواں کا
ایک ممتاز پکچر، ایک جلیل القدر شاعر کی سوانح حیات

اداکار
کانن بالا
چھایا دیوی
رام پیاری

پہاڑی سانیال، پرتھوی راج،
محمد اسحاق، کے۔سی۔ ڈے، نیمو
وغیرہ کردار

ان کے علاوہ
نیوتھیٹرز کے دیگر آرٹسٹ بھی
شریک فلم ہیں،

یہ فلم سنسنی، حیرت، دلکشی، رنگینی، رعنائی
سوز و ساز اور محبت کی ایک نیا لیے ہوئے
ودیاپتی آرٹ کا مکمل نمونہ ہے
ڈائرکٹر دیوکی بوس کا شاہکار
ودیاپتی یاد رکھیے

بکنگ کا پتہ:- انڈیا فلم بورو، دہلی، لاہور، کراچی، پشاور، کلکتہ فلم ایکسچنج بمبئی مدراس کلکتہ

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا ایک اصلاحی پکچر

اناتھ آشرم

ڈائرکٹر: ہیم چندر

دلآویزیوں، جدت طرازیوں اور بہت سی خوبیوں سے آراستہ ہوکر پیش کیا جارہا ہے

اداکار:

نجم الحسن — اوما دیوی — جگدیش — پرتھوی راج — کدار — نواب کاشمیری — مس کلیانی — نیمو — ترلوک کپور — ولایتی — بکرم کپور — گردھاری لال — راج لکشمی — جواد — فیض محمد — کے این سنگھ — ہری تی — الیاس — بابو لال — منورما — بیلا — وید

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

جنوبی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچینج ۵۰۔ آرمینین اسٹریٹ مدراس

مشرقی ہند ——— دوسانی فلم کارپوریشن ۷ کوکوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

مغربی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچینج تربھون روڈ بمبئی ۴

Printed by H. H. Rahman at Excelsior Art Press,
... 22, Middle Road (Emally), Cal... 2nd ...

عکاس
ماہوار
کلکتہ

TRILOKE KAPOOR

A RANJIT STAR

نیو تھیٹرز کا ایک تکمیلی شاہکار

ابھاگن

ڈائرکٹر — پرفلو رائے

گانے	اداکار	مکالمے
حضرت آرزو لکھنوی		اصغر حسین شور لکھنوی

لیلا، پرتھوی راج، نیمو، وجے کمار، حشمت، شور، دیو بالا، کپور وغیرہ

ابھاگن

بنگلہ لٹریچر کا ایک دلکش
اصلاحی باب ہے، دونوں زبانوں
(بنگلہ ہندوستانی) میں زیر تکمیل ہے، افسانوی خوبیوں
سے پکچر آراستہ ہے، اداکاری، موسیقی، رقص، مصوری کے لئے
نیو تھیٹرز کا نام کافی ضمانت ہے، پاکیزہ مکالمے، روح نواز گانے، قدرتی مناظر
خوشنما صدا بندی فلم کی خصوصیات ہیں، ابھاگن روحانیت اور
محبت کی لطیف کشمکش کا ایک دلکش آئینہ ہے جہاں
حیات انسانی کے مختلف پرتو نظر آئیں گے،
زندگی اور زندگی کی ہنگامہ
آرائیاں مختلف
پہلوؤں سے اس پکچر میں دیکھنے کیلئے ابھی سے آپ تیار رہیے۔

نیو تھیٹرز لمیٹڈ

کلکتہ

(By courtesy of Batayan)

UMA DEVI

THE "IT" GIRL OF INDIA

TO APPEAR SHORTLY IN

NEW THEATRES ACE PRODUCTION

DHARTI MATA.

شذرات

ملک میں جب سے ناطق فلموں کو عروج حاصل ہوا ہے، فلمی پرچوں کی تعداد بھی بتدریج ترقی کرتی گئی، ابتداءً صرف دو تین فلمی رسالے اردو میں اور چار پانچ انگریزی میں شایع ہوتے تھے، مگر آج ملک کے ہر حصے سے فلمی رسائل اور ہفتہ وار اخبارات کثرت سے شایع ہو رہے ہیں اور ان کا صحیح شمار اس حد تک دشوار طلب ہے جس طرح فلموں کا شمار بغیر کسی ریکارڈ کے ناممکن ہے بلکہ اگر یہ کہدیا جائے کہ فلموں کی اصلی تعداد پیش کیا سکتی ہے اور فلم سے متعلق جرنلزم کی تعداد شماری ناممکن ہے تو بیجا نہ ہوگا، کیونکہ ملک کے گوشہ گوشہ سے فلمی پرچوں کے علاوہ ایسے غیر فلمی پرچے بھی بکثرت شایع ہوتے ہیں جو سیاسی ادبی اقتصادی اور معاشرتی خدمات کے ساتھ ساتھ دنیائے فلم کی خدمت بھی انجام دیتے ہیں، بلاشبہ فلم انڈسٹری کے ساتھ پریس کی یہ دلچسپی اور اتحاد عمل انتہائی مفید نتائج کا پیش خیمہ ہو سکتا تھا اور فلمسازوں کے ساتھ ساتھ پبلک بھی خاطر خواہ فوائد حاصل کر سکتی تھی بشرطیکہ جرنلزم یا پریس اپنے حقیقی فرائض کو پس پشت نہ ڈال دیتا۔

آج ملک میں جس قدر فلمی پرچے نکل رہے ہیں ہر ایک کا معیار جداگانہ ہے، ہر ایک کی پالیسی کی مختلف ہے، ہر ایک کا زاویہ نگاہ علیحدہ ہے، پڑھنے والا حیران ہے کہ کس کی بات پر اعتماد کیا جائے، بے سروپا بیانات کی تاریکی میں سینکڑوں مشعلیں روشن ہیں، ایک سادہ لوح ناواقف حالات انسان کس روشنی سے استفادہ حاصل کرے؟ کس طرف قدم بڑھائے، معلوم نہیں، اس کی قوت فیصلہ پریشان اور قوت عمل خاموش ہونے کے لیے مجبور ہو گئی ہے، صحیح تنقید کا مظاہرہ تو عرصہ سے معدوم ہے، اصلی واقعات خاموشی اور بے سروپا بیانات کے پردہ میں پوشیدہ ہیں، اس لیے کہ فلمی پریس نے جس قدر بھی لغویات ممکنات سے ہیں پیش کر کے پبلک کے مذاق کو سنوارنے کی بجائے بد سے بدتر کر دینے کا میثاق کر رکھا ہے، یہاں تک کہ آج پریس کی حالت خود اصلاح طلب بن گئی ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ "فلمی پریس" پبلک میں مذاق سیم پیدا کرتے ہوئے اخلاقیات کی تعلیم دیتا، اچھے پکچروں کے لیے خاطر خواہ پروپگنڈا کر کے اچھے فلمسازوں کی ہمت افزائی کیجاتی اور نا واقف حالات ہندوستانی پبلک سے بلند معیار فلموں کی خوبیاں پیش کرتے ہوئے ان کی سرپرستی کی اپیل کرتا، تاکہ ملک میں کلاسیکل (معیاری) پکچروں کی پیداوار میں ترقی ہو، اور ہمارا ملک کچھ عرصہ بعد اعلیٰ ترین فلمیں بنائے، کمتر اور گرے ہوئے مذاق کی پکچریں بنانے کی ضرورت نہ رہے۔

مگر افسوس ہے کہ آج رہنما خود ہی اپنی منزل فراموش کر چکے ہیں اور اپنے اصلی مقاصد سے بالکل الگ ہو گئے ہیں، ملک میں آج کثرت سے اخبارات اور رسائل فلمسازی پر تبصرہ اور طبع آزمائی کر رہے ہیں، مگر ان کا اولیں فرض پبلک کے معیار کو بلند کرنا اور اچھے فلموں کی بے لوث نشر و اشاعت ہے اس کو فراموش کرنا چاہیے تھا، سلوچنا کے کس قدر بچے ہیں؟ سائیگل کی تنخواہ کیا ہے؟ رام پیاری کہاں پیدا ہوئی؛ راجکماری کنواری ہے یا بیاہی، پدما کہاں کی رہنے والی ہے، اس قسم کے سوالات شایع کر کے اور خود ہی اس کے جواب دیکر "فلمی پریس" عروج کی منزل پر کبھی نہیں ہوپنچ سکتا، اور نہ پبلک کو کوئی خاطر خواہ فائدہ ہو سکتا ہے، آج فلمی پریس کو نیشنل گورنمنٹ سے تعلیمی فلموں کا مطالبہ کرنا چاہیے ہے، سرمایہ داروں سے یوز فلم کی تجارت

پر روپیہ لگانے کی اپیل کرنا چاہئے، بورڈ آف سنسر سے پست معیار فلموں کو پاس نہ کرنے کی عرضداشت کرنا چاہئے، اور وقت کی اہم ضرورت ہندوستان پر فضائی حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے فلموں کے ذریعہ ہدایات طلب کرنا چاہئے۔

کیا فلمی پریس اپنی پوزیشن پر ایک محتسبانہ نظر کرنے پر آمادہ ہوسکتا ہے؟ آج جس کمپنی کا اشتہار زیب اوراق ہے، اس کے فلم خواہ جس قدر ارزل ترین ہوں مگر ان کی قصیدہ خوانی ضرور کی جائے گی۔ ہم اس کے ضرور قائل ہیں کہ تجارتی نکتہ نگاہ سے اشتہارات ہی زندگی اخبار کے ضامن ہیں، لیکن سنجیدگی کے ساتھ اگر کمزوریاں پیش کیجائیں تو فلم پروڈیوسرز یا ڈسٹری بیوٹرز اشتہار بند نہیں کر دیں گے، مگر اس کے لئے اخلاقی جرات کی ضرورت ہے، قوم پرورانہ جذبات ہوں، اور اخلاص و دیانتداری جیسے بلند اصولوں پر عمل ہو، غرض سب سے پہلے پبلک اور فلم انڈسٹری کی فلاح و بہبودی پیش نظر ہو تو فلمی دنیا کا اصلاحی حیثیت سے انقلاب پذیر ہونا ناگزیر ہے، اور یہی فلم جرنلزم کا مقصد حیات ہونا چاہئے۔

پردۂ فلم پر آنیوالے اداکاروں کو آج کل ایک عام مرض اسٹیج پر گانے اور ناچنے کا ہوگیا ہے، مالکان "سینما ہاؤس"، انکو معاوضہ دیکر طلب کرتے ہیں اور یہ اسٹیج پر جا کر اپنی قیمتی شہرت کو ارزاں قیمت پر فروخت کراتے ہیں، گذشتہ کئی ماہ سے کلکتہ بمبئی اور پونا کے شہرۂ آفاق آرٹسٹ شمالی ہند گئے اور بری طرح ناکامی سے دوچار ہو کر واپس آئے، ممکن ہے کہ مالی حیثیت سے یہ اداکار کامیاب رہے ہوں، مگر پبلک میں اپنا قائم کردہ وقار ختم کرتے ہوئے اپنی شہرت کے ساتھ ساتھ اپنے مالکوں کو بھی انہوں نے نقصان پہونچا دیا، فلمسازان اداکاروں کا پروپگنڈا کرتے ہوئے خاطر خواہ روپیہ خرچ کرتے ہیں، انکو مہذب سوسائٹی کا ایک فرد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور یہ اسٹیج پر جا کر اپنے کو ایک ادنی درجہ کا ناچنے گانے والا ہونے کا ثبوت دے آتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ اسٹیج کی دنیا بالکل الگ ہے، وہاں صرف وہی ایکٹرس اور ایکٹر کامیاب ہوسکتے ہیں، جو اس ماحول کے عادی ہیں، کیمرہ کے سامنے کام کرنے والے اداکار اسٹیج پر جا کر اپنی آواز پبلک کے اس آخری گروہ تک نہیں پہونچا سکتے جہاں سے کامیابی یا ناکامی کا "سرٹیفکٹ"، حاصل ہوتا ہے ایسی حالت میں اسٹیج پر جانے کی کوشش جرات بیجا اور ذوق فضول ہے، پنجاب کے پرچوں نے ان لوگوں کے متعلق جن الفاظ میں تبصرہ کیا ہے، ان کی آنکھیں کھولدینے کے لئے کافی ہے۔

عکاس میں شایع ہونے کے لئے ہمکو ایسے مضامین کی ضرورت ہے جو "فلمی اصلاحی" ہوں، افسانہ اور غزلیں کچھ عرصہ تک نہیں روانہ کرنا چاہئے ہیں، اس لئے کہ بہت زیادہ افسانے اور غزلیں جمع ہوگئی ہیں، فلموں پر سنجیدہ تبصروں کی ضرورت ہے جو صنعت فلمسازی کی اصلاح اور فلمسازوں کی ہمت افزائی کے اصول پر ہوں، کسی پر بیجا حملے نہ ہوں اور نہ کسی ایکٹرس کی قصیدہ خوانی کی گئی ہو، جو حضرات عکاس ہی اپنے مضامین شایع کرانا پسند کرتے ہوں، خاص طور سے ان سے التماس ہے۔

آرہا ہے
امپیریل فلم کمپنی کا لاجواب کارنامہ
دنیا کا پہلا رنگین بکچر
کسان کنیا
آرہا ہے
نیو سینما میں دکھایا جائیگا
اداکار:- غلام محمد ــــ پدما دیوی ــــ ماسٹر نثار

رقاصہ کی ڈائری

کا ایک ورق

چودھویں سال کے ختم ہونے میں کچھ مہینے باقی تھے، کہ میں رقص و سرور کی تمام باریکیوں سے قریب قریب واقف ہوگئی۔ ایک دن میں اماں میں بیٹھی ہوئی غلاف پر پھول بنا رہی تھی کہ میری ماں نے مجھ سے کہا کہ آج شہر کے کوتوال کے یہاں شادی ہے اور وہاں تمکو ناچنے کے لئے بلایا گیا ہے، میں نے اس خبر کو اگرچہ مسرت کے ساتھ سنا۔ لیکن ہنگامہ اور ہجوم کے خیال نے گھبرا سا دیا، میں نے کئی دفعہ بالوں کو سلجھایا، پیشانی کو ہلایا، اور ایک گہرے سوچ میں پڑ گئی، اماجان اسپر ذرا تیز آواز سے بولیں بیٹی کیا سوچ رہی ہے، خدا نے خیر سے یہ دن دکھایا ہے کہ شہر کے کوتوال نے بڑے اصرار سے تمکو اپنے ہاں بلایا ہے، تمھارا یہ پہلا مجرا ہمارے دن پھیر دیگا، اٹھو جلدی غسل کرو اور بن سنور کر تیار ہو جاؤ، میں نے حمام میں پہونچکر غسل کیا، لیکن پانی کی ایک ایک بوند میں مجھے اپنے مستقبل کی تصویر نظر آتی تھی، اور میں بار بار گھبرا اٹھتی تھی، نہانے میں کافی عرصہ لگ گیا، اسپر اماں نے چلانا شروع کیا، کیا غسل خانہ نے پکڑ لیا، نہانا کیا ہوا حج کا سفر ہوگیا، میں نے جلدی جلدی تولیہ سے بدن صاف کیا، اور بڑی عجلت کے ساتھ بال نچوڑے، گھبراہٹ میں قمیص الٹی پہن لی، باہر آئی تو اماں قیمتی لباس لئے ہوئے بیٹھی تھیں۔

الٹی قمیص دیکھکر اماں سازندہ کی طرف مسکرا کر بولیں، استادجی! فیروزہ کی قمیص تو دیکھو! اللہ آمین سے چودھواں سال لگ چکا ہے، مگر ہماری فیروزہ ابھی بالکل معصوم ہے، استادجی قہقہہ لگا کر بولے، بی صاحبہ! آج کے مجرے کے بعد دیکھنا، جو تمھارے اسکے کان نہ کترنے لگے یہ تو ماشاءاللہ تم سے زیادہ طرحدار اور شوخ ہے، میری ماں استادجی کے اس جواب پر فرط مسرت سے مسکرا پڑیں، میری ماں نے میری آرائش میں اس دن جس قدر اہتمام کیا اس کو میں شاید کبھی نہیں بھول سکتی، برہمن کی لڑکی بھی دیوی پر چندن اور پھول چڑھاتے وقت اس قدر وارفتہ نہ ہوتی ہوگی، کئی دفعہ آنکھوں میں سرمہ کی تحریر کو درست کرایا، رخساروں کو موٹی چادر سے اتنی زور سے رگڑا کہ تلملا اٹھی، میرے رخساروں پر یہ قیامت صرف اس لئے توڑی گئی کہ خوب سرخ ہو جائیں، رخساروں سے ذرا فاصلہ پر زلفوں کو پیچدار بنا کر لٹکایا گیا، مانگ کی درستگی میں آدھ گھنٹہ صرف ہوگیا، ایک ایک بال کو ٹھیک طور پر جمایا گیا، جب یہ ہنگامہ ختم ہوگیا تو پھر ایک بھاری جوڑا مجھے پہنایا گیا، قمیص اور دوپٹہ کی رنگت شہابی تھی، اور باریکی میں وہ بالکل حباب سے مشابہ تھے، میں ذکر کپڑے پہن کر اپنے جسم پر نظر ڈالی تو قمیص سے رگوں کا خون نظر آتا تھا میں شرما سی گئی، اور کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اماں نے زیور کی صندوقچی سامنے رکھدی اور مجھے اس قدر زیور پہنائے گئے کہ ہیرے کے جڑاؤ گہنے بھی مجھے دوبھر معلوم ہونے لگے، اس کے بعد مجھے پان کی چند گلوریاں دی گئیں کہ میں جلد جلد چبا کر ہونٹوں کو سرخ کروں، جب میں بن سنور کر تیار ہوگئی تو میں نے اپنے خاص کمرے میں جا کر قد آدم آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھا، اور محو حیرت ہوگئی، میں محسوس کر رہی تھی کہ کوئی غیر معمولی طاقت مجھے آسمان کی طرف پرواز کرنے کا اشارہ دے رہی ہے، میں نے وارفتہ ہو کر کپڑوں کو کئی مرتبہ چھوا، ہونٹوں کو دبایا، رخساروں کو ہلایا، بالوں پر ہاتھ پھیرا،

اور بے اختیار مسکرا دی، میں جی بھر کر اپنے عکس سے لطف اندوز بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اماں نے آواز دی جس نے مجھ کو اور میرے محبوب عکس کو جدا کر دیا، صحن میں آکر معلوم ہوا کہ سواری تیار کھڑی ہے، اماں نے جلدی سے کپڑوں میں عطر لگایا اور میرے ہاتھ میں ایک قیمتی ریشمی رومال دیدیا، جو عطر میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ میری قوت شامہ نفحۂ شمیم کے بار کو مشکل ہی سے اٹھا سکتی تھی۔

اماں جان راستہ بھر نصیحت کرتی رہیں، اور مجلس کے آداب کی تمام نزاکتوں پر جی کھول کر تقریر کی، استاد جی بھی بیچ بیچ میں کہیں کہیں بول اٹھتے تھے تھوڑی دیر میں کوتوال صاحب کا مکان آگیا، دروازہ پر نوبت بج رہی تھی، رنگین جھنڈیوں سے تمام مکان آراستہ تھا، ہم دروازہ سے اتر کر محفل گاہ میں پہونچے، جو تماشائیوں سے پٹی پڑی تھی، میں اندر قدم رکھتے ہوئے جھجکی، مگر اماں نے میری انگلی کو زور سے دبا کر مجھے آگے کر دیا، میرے پہونچتے ہی محفل میں جوش و اثر کی لہر دوڑ گئی، میں نے کنکھیوں سے دیکھا کہ تمام نظریں میرے اوپر جمی ہوئی ہیں اور میری ایک ایک حرکت و انداز کا جائزہ لیا جا رہا ہے، کوتوال صاحب کو جھک کر میں نے سلام کیا، اور اس کے بعد تمام حاضرین کو، میں کوتوال صاحب کے قریب قالین پر بیٹھ گئی، اماجان سے کوتوال نے مذاق شروع کیا، مجھ پر بھی دو چار فقرے کسے، میں نے ان تمام باتوں کا جواب ایک خفیف سی مسکراہٹ سے دیا، جو اپنے اندر سینکڑوں ترانے چھپائے ہوئے تھی، میں نے ایک مرتبہ پھر محفل کی طرف نظر ڈالی اور تمام محفل کو اپنی طرف ہمہ تن متوجہ پایا۔

میں نے دیکھا کہ بعض نوجوان میری طرف اشارہ بھی کر رہے ہیں، میں نے اندازہ لگایا کہ ہر زبان پر میرا تذکرہ ہے اور ہر نگاہ میری مشتاق ہے میں شرما سی گئی، لیکن قدر دانوں کے اتنے ہجوم کو دیکھ کر مجھے اپنا عکس یاد آگیا، کوتوال صاحب کے قریب چند نوجوان بیٹھے ہوئے تھے، دو چار ادھر بھی تھے، انہوں نے جو مجھ پر ریمارک کئے ان میں سے چند مجھے اب تک یاد ہیں۔

چودھویں رات کا چاند ہے، کوئی چیز کہیں سے اتری ہوئی آئی ہے، شرم و حیا اور قیامت ڈھا رہی ہے، فتنہ ہے فتنہ، قیامت ہے قیامت، اس کی ماں بھی جوانی میں ایسی ہی تھی، یہ تو اس سے کہیں زیادہ حسین ہے، لباس کی موزونیت دیکھئے، واقعی قمیص اور دوپٹہ کا ایسا ہی رنگ ہونا چاہیئے تھا؟

غرض جتنے منہ اتنی باتیں، میری ہستی محفل کے تمام مذکرات کا موضوع بنی ہوئی تھی، میں سہمی جاتی تھی، اور میری ماں کی باچھیں کھلی جاتی تھیں، تھوڑی دیر بعد مجھ سے ناچنے کی فرمائش ہوئی، اور مجھے بھری محفل میں پشواز پہنائی گئی، میں نے جب دوپٹہ اتارا تو تمام نظریں مجھ پر ٹوٹ پڑیں، اس کے بعد میری ایک ایک حرکت اور میرے جسم کی ہر خفیف سے خفیف جنبش کا حضار مجلس نے طواف کر کے چھوڑا، پشواز پہننے کے بعد میں نے پیر کو زمین پر مارا اور گھنگروں کی پہلی آواز نے مجمع کو ہمہ تن گوش بنا دیا، میں نے قواعد کے مطابق پہلے آہستہ آہستہ پنجوں کو جنبش دی، تلووں کو بتدریج اٹھایا، ایڑی کو زمین پر اعتدال کے ساتھ مارا، اور اس کے بعد میں بجلی کی طرح بیچ میدان میں آگئی، اب میں نے اپنا کمال دکھانا شروع کیا، ہاتھوں کا اشارے کئے، ریشمین رومال کو ہلایا، سینہ کو جنبش دی، آنکھوں کو گھمایا، میں نے اس حالت پر بھی مجمع پر ایک معنی خیز نظر ڈالی تو میں نے محسوس کیا کہ سارا مجمع میری پوجا کر رہا ہے۔

میں اگر اس وقت کہتی کہ تمام لوگ حکومت کے خلاف بغاوت کر دیں تو میرا خیال نہیں یقین ہے کہ ہر شخص بغاوت پر آمادہ ہو جاتا، میں اگر کہہ دیتی کہ تمام لوگ اپنا سر دیوار سے ٹکرا دیں تو میں ذمہ داری سے ساتھ کہتی ہوں کہ تمام لوگ فخر و ناز کے ساتھ اپنے سروں کو دیوا

کے ساتھ ٹکڑا کر پاش پاش کر دیتے۔ میں ان کی مجازی خدا تھی اور وہ میرے حقیقی فرمانبردار بندے، میں نے مجمع کی جس صف پر نظر ڈالی ہر شخص کو بےحس وحرکت بنا کر چھوڑا۔

اس تحسین وستائش نے میرے جذبات کو بھڑکا دیا، اور میں نے رقص کے جی کھول کر کمالات دکھائے، میری پیشانی عرق آلود ہوگئی سانس پھول گیا میں نے ریشمی رومال سے پسینہ کو بار بار پونچھا، اور آخر کو قوال صاحب کے کہنے پر مجھے دم لینے کے لئے بیٹھ جانا پڑا۔

رقص کے التوا پر سبحان اللہ، ماشاء اللہ، شاباش! کی آوازوں نے مجمع میں گونج پیدا کر دی، میں نے سب کو آداب کر کے شکریہ ادا کیا، اور میری ماں پر تو اس قدر مسرت کا دورہ پڑا کہ وہ کئی دفعہ مجمع کو سلام کرتے کرتے کھڑی ہوگئیں، آدھ گھنٹہ کے قریب میں نے دم لیا مجمع کے لئے انتظار بھی ناگوار تھا، آخر مجھے پھر قتل گاہ میں انسانی جذبات کے خون سے ہولی کھیلنے کے لئے بھیجا گیا، اب کی دفعہ میری جھجک بہت کچھ نکل چکی تھی، میری شرم وحیا میں شوخی غیرمحسوس طور پر شامل ہو چکی تھی، میں نے دو تین دفعہ گھنگروؤں کو جنبش دی اور دو بار اس کیف کیساتھ انگڑائی لی کہ ساری محفل کو مدہوش بنا دیا، اس کے بعد میں نے گھونگٹ رت کی اور سینکڑوں طور جلا کر خاک کر دیئے۔

آخر میں مور کے ناچ کا مظاہرہ کیا، میرے میخانہ کمال کا یہ آخری ساغر تھا جس نے میگساروں کو نڈھال کر دیا، اسی عرصہ میں ایک نوجوان نے جو مجمع میں سب سے زیادہ خوشرو اور منچلا تھا، مجھے انعام دینے کے لئے چند نوٹ دکھائے میں انعام لینے کے لئے بڑھی، اس نے نوٹ دیتے ہوئے میری انگلیوں میں چٹکی لی، اس چٹکی میں نہ معلوم کیا بھرا تھا کہ میرے جسم میں تھرتھری محسوس ہونے لگی، میرے جسم کا یہ ارتعاش اولین تھا جس کا اثر آج تک زائل نہیں ہوا۔

اب میری عمر تیس سے زائد ہو چکی ہے، اور میں قدردانوں کی تعداد میں بڑی کمی محسوس کر رہی ہوں، پہلے نگاہیں مجھ پر اس طرح ٹوٹتی تھیں، جیسے کوئی بھوکا عقاب کسی زخمی قمری پر گرتا ہے، اور اب مجھے لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے اپنی نگاہوں سے کام لینا پڑتا ہے، میں سمجھتی ہوں کہ جس قدر زمانہ گزریگا اسی قدر زمانہ مجھ سے دوری اور کشیدگی اختیار کرتا جائے گا

کیا دنیا محض نفس وہوس کی پجاری ہے، کیا زمانہ منافق ہے، میری تباہی کی پہلی قصوروار میری ماں ہے اس کے بعد میری ذات اور سب سے بڑی مجرم دنیا ہے، جس نے مجھے خودی میں مبتلا کر دیا، اور مجھے اس دھوکہ میں رکھا کہ میرے آستانہ حسن سے دنیا کی پیشانی کبھی نہ اٹھے گی، حالانکہ اب وہ زمانہ آرہا ہے کہ دنیا مجھے ٹھکرانا بھی پسند نہ کریگی۔

"شید آدہلوی"

لکھنوی دواخانہ

سے آپ اپنے مرض کی تفصیلات لکھ کر دوائیں طلب فرمائیے، دواخانہ آپ کے مرض کے مطابق آپ سے مشورہ کے بعد دوائیں روانہ کریگا، "لکھنوی دواخانہ" کی دوائیں مفید، تازہ اور عمدہ ہوتی ہیں، بہت کم نفع کے ساتھ بہترین دوائیں روانہ کرنیکا ہندوستان میں یہی ایک دواخانہ ہے، علاج کا طریقہ بالکل جداگانہ ہے، مریض کے مزاج، طبیعت اور حالات کے مطابق دوائیں تیار کیجاتی ہیں، ہر مرض کی ایک ہی دوا نہ ہوتی ہے اور نہ ہوتی ہے ہر انسان کی طبیعت اور مزاج جداگانہ ہوتے ہیں اور اسی کے مطابق نسخہ تجویز کر کے مرکب کیا جاتا ہے قیمت کم، فائدہ زیادہ، جواب کے لئے جوابی ٹکٹ یا خط آنا ضروری ہے۔ منیجر لکھنوی دواخانہ، درگاہ شریف یحییٰ گنج، لکھنو

مسلم تہذیب و تمدن کا سب سے پہلا شاہکار

خان بہادر

مغربی تہذیب کا زہر ہماری رگوں میں گھسکر ہمیں اور ہماری زندگی کو کس طرح تباہ اور برباد کر رہا ہے
مشرقی تہذیب ہمیں اور ہماری اولاد کو کیا سکھاتی ہے، وقت مصیبت ہم اس سے کیا سبق حاصل کر سکتے ہیں؟

جس میں

مسٹر سہراب مودی، صادق علی، مس نسیم، مس شیلا،
ڈی بی کملا، مس شریفہ، اور پریم ادیب کی قابل قدر
اداکاری ہے

تعریف

ہم نہیں، زمانہ کر رہا ہے ایک سچے مسلمان کا قوم اور ملک کیلئے کیا فرض ہے، وہ دین دنیا کمانے کی ہوس
میں سود کی تیز چھری سے کس طرح اپنے مذہب اور خدا کیساتھ بغاوت کرتا ہے ایک
سچے اور ایماندار مسلمان کو کس طرح اپنی زندگی گذارنی چاہئے

تماشہ

نہیں ہے جو دیکھا کریں وہ، اسلام کی روحانی، سیاسی اور اقتصادی حالت پر روشنی ڈالنے والا، اپنے
ڈھنگ کا نرالا اور نصیحت آمیز پکچر، جس میں ایک زندگی کی مثال پیش کی گئی ہے، جو آپ
کی جیب سے چند پیسے نکالکر آپ کے دل و دماغ میں زندگی کا پوشیدہ خزانہ بھر دیگا

بکنگ کا پتہ

مشرقی ہند: دوسانی فلم کارپوریشن، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ — شمالی ہند: جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

۱۹۳۷ء کا ہیجان خیز شاہکار

آپ جانتے ہیں؟

(ٹھپائی ہیرا کل ڈیک)

کیا ہے

جس میں موسیقی، رقص وسرود اور جادو کے کرتب ہیں جو آپنے کبھی نہیں دیکھے ہونگے

یہ

موہن پروڈکشن کا حیرت انگیز پکچر ہے، جس کو اے، ایم کھارے (بانسری والا)

نے

ڈائرکٹ کیا ہے،

ماسٹر شیراز گوہر کرناٹکی انوری بی

وغیرہ نے بہترین اور قابلدید کام کیا ہے

یہ ایک ایسا پکچر ہے

جس کو دیکھ کر دل بلّیوں اچھلنے لگتا ہے، اور نبض کی رفتار بڑھ جاتی ہے، یہ فلم آپ کو نامعلوم دنیا میں پہونچائیگا

عنقریب

نیو سینما میں آرہا ہے

کلکتہ فلم اکسچینج ۲۲-امرتلہ اسٹریٹ، کلکتہ

نگار خانہ نیو تھیٹرز کی خبریں

مسٹر بروا نے اپنی نئی اسٹوری کی فلمبندی شروع کردی، یہ پکچر اسٹوڈیو نمبر ۲ میں تیار ہو رہا ہے، اسٹوری بالکل انوکھی اور نرالے انداز کی ہے، موضوع بھی سب سے جداگانہ ہے، کہانی کا خلاصہ آیندہ کسی اشاعت میں پیش کیا جائیگا، اداکاروں کی صف میں، بروا، پہاڑی، جمنا، مینکا، عشرت جہاں نیمو، انصاری، جیسے ممتاز اداکار شریک ہیں، مکالمہ نگار شور لکھنوی اور کیمرہ مین یوسف موجی ہیں، فلم کا نام ابھی تک تجویز نہیں کیا گیا ہے، شوٹنگ روزانہ ہو رہی ہے، جمنا کچھ عرصہ بعد پردہ فلم پر آرہی ہیں، آپ آج کل بڑے انہماک سے مصروف کار ہیں، آپ کی یہ کوشش ہے کہ اتنے روز کی غیر حاضری کے بعد اداکاری کی دنیا میں ایک انقلاب عظیم لیکر پردہ سیمین پر جلوہ آرا ہوں، اس پکچر میں پہاڑی کے دلکش نغمے روح میں ہنگامہ برپا کردیں گے، مکتی والی منیکا اپنی شوخیوں کے ساتھ دوبارہ بروا صاحب کی پکچر میں آرہی ہے، "عشرت جہاں" پہلی مرتبہ پردہ فلم پر آرہی ہیں، نیمو، انصاری اور بروا کی اداکاری نئی خصوصیات کی حامل ہوگی،

مسٹر فونی بہت جلد اپنے پکچر کی شوٹنگ شروع کرنیوالے ہیں، آپ عرصہ سے نیو تھیٹرز میں اسسٹنٹ ڈائرکٹر کی خدمات انجام دے رہے تھے، آپ مسٹر بروا کے تمام پکچروں میں اسسٹنٹ رہ چکے ہیں، مسٹر پرفلورائے کے "ابھاگن" نامی پکچر میں بھی آپ آج کل اسسٹنٹ ڈائرکٹر ہیں، اور شہرۂ آفاق "رومانوی شاہکار" **دیوداس** میں آپ نے بروا صاحب کے دوش بدوش کام کیا ہے، اب مسٹر بی این سرکار نے آپ کی صلاحیتوں کو سراہتے ہوئے آپ کو اپنا پکچر بنانیکی اجازت عطا کردی ہے، آپ پہلی مرتبہ ایک ڈائرکٹر کی حیثیت سے آرہے ہیں،

آپ کا "کاغذی ورک" قریب قریب ختم ہوگیا ہے، سنریو اور مکالمے ہندوستانی کاپی کے لئے تیار ہو رہے ہیں، اس کے بعد ہی کاسٹ تقسیم کردیئے جائیں گے، شور لکھنوی آپ کے پکچر میں بھی مکالمہ نگار ہیں، اداکاروں کے نام کے ساتھ ساتھ پکچر کے نام کا بھی اعلان ہونیوالا ہے۔

مسٹر ڈی کے بوس، اپنا "کاغذی ورک" ختم کر چکے ہیں، ابھی آپ نے یہ فیصلہ نہیں کیا ہے کہ پکچر کب شروع کیا جائے، اس لئے کہ "دھرتی ماتا"، "ابھاگن" اور بروا صاحب کے پکچر کی وجہ سے تمام ساؤنڈ اسٹوڈیو مصروف کار ہیں۔

دھرتی ماتا نصف کے قریب مکمل ہوگیا ہے، کام کی رفتار تیزی کے ساتھ جاری ہے، مسٹر نیتن بوس کا خیال ہے کہ ان کی زیر تکمیل پکچر "چنڈی داس" "دھوپ چھاؤں" "پریزیڈنٹ" سے بھی کامیاب ہوگی، افسانہ تو خود "مسٹر نیتن بوس" کی دماغی کاوش کا نتیجہ ہے، سائیگل، اوما دیوی، کملیش کماری، نیمو، نواب، جگدیش، کپور، وید، سراج، پنکوج ملک، جیسے مشہور اداکار اس فلم میں کام کر رہے ہیں، پنڈت سدرشن جی مکالمہ نگار ہیں، ظاہر ہے کہ یہ پکچر کس قدر اونچے معیار کا ہوگا،

سائیگل کے جادو بھرے نغمے، اوما دیوی، کملیش کماری کی جذباتی اداکاری "دھرتی ماتا" کی خاص خصوصیات ہیں۔

ابھاگن، پرفلورائے دو حصہ مکمل کر چکے ہیں، افسانہ بہت ہی دلکش اور نتیجہ خیز ہے، شور صاحب نے مکالمے بہت ہی خوبصورت زبان میں لکھے ہیں، آرزو صاحب نے گانے بنائے ہیں، اداکاروں

میں پرتھوی راج، ملینا، نیمو، وجے کمار، حشمت، شور، دیوبالا، کپور، وید، سراج وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل تذکرہ ہیں۔

بھاگن کا افسانہ بہت ہی دلکش اور حسرت آمیز ہے، درد اور کیف کی جیتی جاگتی تصویر، سماج کے لیے ایک زندہ جاوید پیغام، ایسے افسانے فلم میں لانا ـــ قوم اور وطن کی بہت بڑی خدمت ہے۔

امید ہے کہ پکچر آئندہ ماہ تک شمالی ہند میں نمائش کے لیے بھیجدیا جائے گا۔

مسٹر ہیم چندر اپنے نئے پکچر میں مصروف ہیں،

مسٹر ملک اپنی پہلی پکچر بنگلہ میں بنا رہے ہیں، اسٹوری کا انتخاب کر لیا گیا ہے، سنریو اور مکالمے بھی مکمل ہو چکے ہیں، بہت جلد شوٹنگ شروع ہونیوالی ہے۔

آپ آئندہ ہندوستانی فلم بھی بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

A N.T. STAR LILA DESAI

(By courtesy of Batayan)

ہندوستان کی دنیائے فلم کی دو عدیم المثال رومانی اداکاروں کا

تصویروان

پیکرِ حسن و رعنائی

ایک دفعہ پھر معرکہ حسن و عشق،

بمبئی ٹاکیز

کی

غیر فانی پیشکش

جیون پربھات کے بعد ان کی دوسری اور گذشتہ تمام ریکارڈوں کو مات کر دینے والی نئی فلم

نرملا

جس میں

اشوک کمار

دیویکا رانی

کے علاوہ معیاری اداکاروں کا بےنظیر اجتماع ہے

اور

جو مدتوں تک آپ کے دلوں میں ——— آپ کے جذبات میں ہیجان بپا رکھیں گے

انڈیا فلم بیورو

لاہور —— دہلی

پشاور —— کراچی

دہلی — لاہور — بمبئی

کی پبلک محو حیرت ہو گئی ——— اور جس کسی نے،

بمبئی ٹاکیز

کا تازہ ترین شاہکار

جیون پربھات

دیکھا تعریف و تحسین کے نعرے بلند کرتا ہوا سینما ہال سے

باہر نکلا

دیویکا رانی ہندوستان کی مایۂ ناز ممثلہ کی لاثانی ولافانی اداکاری سے پبلک بھڑک اٹھی، نقادوں کی رائے ہے کہ دیویکا رانی نے اپنی سحر انگیز اداکاری سے ہالی وڈ کی ایکٹرسوں کو مات کر دیا ہے

جیون پربھات کی کہانی ہندوستان کی گھریلو زندگی کا شاندار مرقع ہے اور جس میں

دیویکا رانی، املا کماری، مایا دیوی، ممتاز علی، نذیر، جوشی، رینکا دیوی، کامتا پرشاد، کشور، پیٹھا والا وغیرہ نے اداکاری کے بہترین جوہر دکھائے ہیں

انڈیا فلم بیورو

لاہور ——— دہلی ——— کراچی ——— پشاور

ایک مسلم اصلاحی فلم پر تبصرہ

"خان بہادر"

حضرت مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی کے قلم سے

فلم کی دنیا سے بہت دور ہوں، کچھ تو اس وجہ سے کہ از حد عدیم الفرصت ہوں اور زیادہ تر اس وجہ سے کہ مجھے بہت ہی کم تماشے پسند آتے ہیں، ہندستانی فلموں سے خاص طور پر سوء ظن ہے کیونکہ انہیں بناوٹ زیادہ ہوتی ہے فطری جذبات اور حالات کا پورا لحاظ نہیں رکھا جاتا، یہی سبب ہے کہ مجھے خبر ہی نہیں ہوتی کہ کون تماشے شہر میں ہو رہے ہیں، کوئی خبر دیتا بھی ہے تو میں منہ بنا کر بے حوصلہ کر دیتا ہوں۔

کلکتہ میں "خان بہادر" فلم آئی۔ ایک دوست نے مجبور کیا کہ اپنے تعصب کو چھوڑ کر یہ تماشہ ضرور دیکھ لوں۔ بہت ہی حجتوں کے بعد میں راضی ہوا، اور نہایت ہی کوفت و زحمت اٹھا کر سینما میں پہونچا۔

لطف یہ کہ راستہ بھول گیا تھا خیر کسی نہ کسی طرح پہنچ ہی گیا، اور چند ہی منٹ تماشہ دیکھا تھا کہ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا، میں نے دیکھا کہ "خان بہادر" فلم بہت اچھی ہے، بہت پر اثر ہے، بہت مفید ہے اور میں اپنی ذمہ داریوں کے کامل احساس کیساتھ پبلک کو مشورہ دیتا ہوں کہ اس فلم کو ضرور دیکھنا چاہئے۔

تماشہ کا موضوع یہ ہے کہ مغربی اور مشرقی تہذیبوں میں فرق دکھایا جائے، مغربی تہذیب کے فضائل سے انکار کرنا کور چشمی ہے، لیکن یہ واقعہ بھی اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ اس تہذیب کو پیش کرنے والے بعض لوگ، اخلاقی تنزل کی اس حد میں پہونچ جاتے ہیں جو بلا شک و شبہ بہائم یعنی چوپایوں کی زندگی سے بھی کہیں زیادہ پست ہے۔

مشرقی تہذیب کے معائب سے بھی ہم بخوبی واقف ہیں، مگر اس کے بعض پہلو بجید درخشاں بھی ہیں۔

"خان بہادر" نے مغربی تہذیب کے کمزور و پست اور مشرقی تہذیب کے مضبوط پہلوؤں کو نہایت ہی کامیابی کے ساتھ دکھایا ہے، مغربی تہذیب کی مادہ پرستی اور مشرقی تہذیب کا عفو و کرم، ماں کی ممتا، بدنفس شوہر کی محبت کرنیوالی بیوی کا اخلاق، شریف دوشیزہ کی پارسائی، بگڑے ہوئے جوان کی حیوانیت، سچے عاشق کی بہادری اور بلند نفسی، غرضکہ بہت سے نہایت ہی پر کیف پر اثر اور اخلاق پرور مناظر اس فلم میں جمع ہو گئے ہیں، زبان بہت شستہ ہے، اداکاری مکمل ہے، بلاشبہ بعض مناظر میرے ذوق پر گراں بھی گذرے مگر یہ فلم کا نہیں ہماری پبلک کا قصور ہے، جس کا ذوق ہنوز نہایت پست ہے۔

تفصیلی ریویو کرنا ہمارا فرض نہیں، لیکن میں بغیر کسی احساس شرم کے کہتا ہوں کہ تماشہ کے دوران میں میں زیادہ تر آنسو ہی بہاتا رہا، مناظر ہی ایسے پر اثر تھے کہ میری آنکھیں نہ تھکتی تھیں۔

کلکتہ کے مسلمانوں کو میرا مشورہ ہے کہ اگر وہ سینما دیکھتے ہیں تو اس تماشہ کو ضرور دیکھیں، مجھے یقین ہے کہ بہت خوش ہوں گے اور بہت اخلاقی فائدہ اٹھائیں گے، بشرطیکہ فائدہ اٹھانیکی طبیعت میں صلاحیت ہو، عام مذاق کی چیزیں یعنی دلکش گانوں اور دوسری چیزوں کی بھی اس تماشہ میں کمی نہیں۔

الفرڈ ٹاکی ہاؤس ہریسن روڈ نمبر ۹۱ میں میں نے یہ تماشہ جمعرات کو شام کے وقت دیکھا تھا

ماخوذ از روزانہ ہند مورخہ ۱۹ فروری ۳۷ء

ہندوستان ریکارڈوں پر
آزادی کا گیت

ا ۸ ۵ - ایچ ، قیمت فی عدد دو روپیہ چار آنہ (عہ)

بھارت کے سپوت اور قوم کے فدائی بنکم چندر چٹرجی مرحوم کے شہرۂ آفاق گیت "بندے ماترم" اکثر ریکارڈ کمپنیوں نے پبلک میں پیش کیا ہے، مگر سنسکرت زباں میں ہونیکے سبب سوائے تعلیمیافتہ حضرات کے عوام اس گیت کے مطلب کو بخوبی نہیں سمجھ سکے، اسی خیال کو مدنظر رکھ ہماری کمپنی نے خالص ہندی میں "بندے ماترم" کا ریکارڈ تیار کیا ہے اور ہندوستان کے مایہ ناز ناٹیہ چاریہ پنڈت تلسی دت شیدا کی گرانقدر خدمات حاصل کیں، اور پنڈت جی نے بڑی قابلیت سے ہندی میں "بندے ماترم" کا ترانہ نظم کرکے اپنے زور قلم کا بہترین نمونہ پیش کردیا، اور ساتھ ہی اس کے ایک اور نظم "ماتا کے سر پر تاج" بھی قلمبند کرکے مرحمت فرمائی جسکو کمپنی نے اپنے مشہور اور قابل اداکاروں سے کورس کی خوش انداز طرز میں ریکارڈنگ کیا ہے اس ریکارڈ کی میوزک ڈائرکشن مسٹر ایچ، پی، چٹرجی نے کی ہے جس سے ریکارڈ کی زینت اور بھی دوبالا ہوگئی ہے، دونوں گانے کی طرزیں بھی پنڈت جی کی عطا کردہ ہیں، آپ سے ہماری پرزور سفارش ہے کہ اسے پہلی فرصت میں سنیں اور اپنے البم کی زینت کو بڑھائیں۔

پہلی جانب

بندے ماترم - بندے جننی
ورس پرس سکھ دیتی - بندے ماترم
ارتھ دھرم اور کام مکش پھل
کلپ ورکش سر دھینی
سل ول منجن چت چاہت شبھ ورشن مدھوینی
بندے ماترم بندے جننی
جو پتر من اوچ کرم - ماتری بھگت ہو
اس پتر کا بن دان سیوک جگت ہو
جو ماتر بھگتی کے لئے سر وسو دے
پرتی دان میں جیون کا سکھ سو بھاگیہ لے
ماتری چرن امرت جل دھارا شیدا گنگ تربینی
بندے ماترم - بندے جننی

دوسری جانب

ماتا کے سر پر تاج رہے اور گود میں پورن سوراج رہے
ہے سانس سانس ابھیلاش یہی ماتا کے سر پر تاج رہے
اک مالا کے منکے بن کر
ہندو مسلم سکھ کہلائیں
اور بھارتری بھاؤ رنگ بھومی پر نت پریم کا بجتا ساز رہے
ماتا کے سر پر تاج رہے
ہندو قرآں کا مان کریں، مسلم گیتا کا مان کریں،
مندر میں ہری کیرتن ہوویں
مسجد میں جاری نماز رہے، ماتا کے سر پر تاج ....
بھارت کے پوتر بھومی پر، کرشی ودیا کا ہی پرچار بڑھے
تا کہ مزدور کسان کے گھر
شیدا بھرپور اناج رہے، ماتا کے سر پر تاج رہے

(By courtesy of Batayan.)

CHARMING CHANDRAVATI.

A NEW THEATRES STAR.

ڈرامہ

انکشاف

از میر طاہر کاشمیری، ڈرامہ نسٹ

افراد

شوکت —— امرتسر کا ایک ظالم رئیس
حشمت —— شوکت کے باغیچہ کا مالی
زاہرہ —— محمود کی بیٹی
محمود —— شوکت کے باغیچہ کا پہلا مالی

پہلا منظر

مقام امرتسر، دوپہر کا وقت، جون کا مہینہ، شوکت کا نگار خانہ شوکت آرام کرسی میں سو رہا ہے، برقی پنکھا تیزی سے چل رہا ہے، باہر سے گانے کی آواز آتی ہے۔

آواز :-

وقت کے دانتوں پہ خون بیکساں کی ہے نمود
عدل کی سب توڑ دی ہیں دست دنیا نے حدود
دوش عمر مالداری پر گرسنہ کا بار ہے
خوف باری سے امارت برسر پیکار ہے

شوکت جاگ کر آواز پر کان لگاتا ہے

مقصد سرمایہ داری کا ہے افلاس حال زبوں
جل رہا ہے شمع زر داری میں مزدوروں کا خوں

دوسرا منظر

شوکت کی کوٹھی کا باغیچہ، حشمت آم کے درخت کے سایہ میں بیٹھا مغموم لہجہ میں گا رہا ہے۔ روشیں نہایت قرینہ سے بنی ہوئی ہیں، پودوں کی تراش خراش، مالی کے ماہر فن ہونے کی گواہی دے رہی ہے، حرارت کی شدت کی وجہ سے پھول جھلسے ہوئے اور نازک ٹہنیاں مرجھا کر نیچے جھکی ہوئی ہیں، شمال مشرقی کونہ میں حشمت کی جھونپڑی ہے، اس کے پہلو میں ایک چھوٹا سا تالاب ہے، جس کے گرد باغبانی کا مختصر سا سامان بکھرا پڑا ہے، فضا قدرے پرسکوت ہے کبھی کبھی گرم ہوا کا جھونکا پتوں کی کھڑکھڑاہٹ سے معمولی سا شور پیدا کر دیتا ہے

حشمت :-

آہ مفلس سے بلند ہوتا ہے اس کا قہقہہ
محنت مزدور ہے گہوارہ اس کے عیش کا

پہلا منظر

شوکت :- مجھ سے ہی خطاب ہے شاید

آواز :-

فاقہ مستوں کے پسینے کی ہے بن جاتی ہو شراب
جسکو پی کر آرزوئیں اس کی پاتی ہیں شباب ،

آواز آنا بند ہوتی ہے

شوکت :- یہ کون ہے احمق! کھڑکی میں سے سر باہر نکال کر بازار کیطرف دیکھتا ہے، جیسے معلوم کرنا چاہتا ہے کہ کون گا رہا تھا، جب اپنے مقصد میں ناکام ہوتا ہے تو جھنجھلا کر خود کو کرسی میں گرا دیتا ہے

دوسرا منظر

حشمت :- اٹھتا ہے، جیسے شیر اپنے شکار پر جھپٹنا چاہتا ہو، اور چیتے

ہوئے خنجر سے خطاب کرتا ہے) میرے رفیق! میری زندگی کی تپش کو ختم کر دے
نگار خانہ کی سمت چلتا ہے

پہلا منظر

شوکت:۔ یہ خبیث لوگ ذرا آرام نہیں کرنے دیتے (سگریٹ سلگا کر کش لگانے شروع کر دیتا ہے)

حشمت کا داخلہ

کیوں اس وقت بھی تنخواہ لینے آئے ہو کیا ——— ؟

حشمت:۔ (تحکم آمیز لہجہ میں دروازہ بند کرتے ہوئے) تنخواہ لینے نہیں دینے (مخاطب کے بہت قریب ہو جاتا ہے)

شوکت:۔ (تمتما کر) بیوقوف! کس کو کیسی تنخواہ

حشمت:۔ (شجاعانہ) تم کو! اس قتل کی تنخواہ جو تم نے آج سے ڈیڑھ ماہ پہلے کیا تھا۔

شوکت:۔ (اٹھتا ہے) بے حیا

حشمت:۔ (خنجر نکال کر اسکی چھاتی سے اس کی نوک لگا دیتا ہے) اگر چلانے کی کوشش کی تو یہیں ڈھیر کر دیئے جاؤ گے۔

شوکت:۔ مگر میری تقصیر! (خود کو کرسی میں گرا دیتا ہے)

حشمت:۔ (شوکت کے منہ میں کپڑا اٹھونسنے کے بعد اس کے شکم میں خنجر اتار کر) تیری تقصیر! (بہروپ کا لباس اتارتی ہے)

(شوکت تڑپتا ہے)

تمہیں اچھی طرح یاد ہوگا کہ تمہارے باغیچہ کا ایک محمود نامی مالی تھا جس نے صرف ایک ماہ تمہارے ہاں نوکری کی ——— بارہا اس تنگدست نے تم خبیث سے تنخواہ کا مطالبہ کیا، مگر تم کتے نے اس کے فاقوں کو نظرانداز کر کے ہمیشہ لیت و لعل کی ——— اسپر ہی تم کمینے نے اکتفا نہ کیا، بلکہ ایک دن اس کی بیٹی کی عصمت دری کرنے کی غرض سے اسے بیگم کی طرف سے پیغام بھجوا کر بلایا ——— کیا تم نے اس معصوم لڑکی کو ابھی تک نہیں پہچانا ——— پہچانو، اس کمزور لڑکی کو پہچانو جو تمہارے سامنے بھوکی شیرنی کی طرح کھڑی ہے۔

شوکت زار زار رو رہا ہے اور کچھ کہنے کیلئے فضول کوشاں ہے

——— تم نے میرے قریب آکر کہا کہ زائرہ! میرا سب کچھ تمہارا ہے، تو میری جان ہے، میں وقت کی نزاکت کو بھانپ کر خاموش رہی ——— تم نے میرے گلے میں موتیوں کا ہار پہنا دیا، اور جونہی مجھے اپنے بازوؤں میں لینے کی کوشش کی، میرا باپ جو امیروں کی مکاریوں سے اچھی طرح واقف تھا، آپہنچا ——— تم نے اس کے داخل ہوتے ہی اسے گولی کا نشانہ بنا کر مجھ سے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا، میں نے آن واحد میں تیری کوٹھی سے خارج ہو کر پولیس کو قتل کی اطلاع دی ——— پولیس آئی مگر لاش کا پتہ نہ چلا سکی، اور مجھے دیوانی ٹھیرا کر برا بھلا کہا گیا میں اف! میں، نحیف و بیکس لڑکی، بلبلاتی ہوئی تیری عشرت کدہ سے نکالدی گئی

میں نے بہتیرا سوچا، مگر تیرے باغیچہ کا مالی بن کر انتقام لینے کے سوا میرا دماغ کوئی تجویز نہ پیش کر سکا (دوبارہ شوکت کے خنجر مارنا چاہتی ہے مگر اس کی نم آلود آنکھوں میں التجائیں اور منہ سے کپڑا نکالنے کے عاجزانہ اشاروں سے متاثر ہو کر اس کے منہ سے کپڑا نکال لیتی ہے) بول او کتے امیر! کیا کہنا چاہتا ہے

شوکت:۔ بیٹی زائرہ! جب تک میں تجھے حقیقت سے روشناس نہیں کرا دیتا مجھے زندہ رہنے دے۔

زائرہ:۔ جو کچھ کہنا چاہتا ہے جلد کہدے، کیونکہ میری آنکھیں اپنے معصوم باپ کے قاتل کو زیادہ دیر زندہ نہیں دیکھ سکتیں۔

شوکت: بیس برس کا عرصہ ہوا کہ میرے والدین طاعون کا شکار ہو کر مجھے اور میری بہن کو چھوڑ کر عالم بالا کو کوچ کر گئے، محمود ہمارے گاؤں کے نمبردار کا لڑکا تھا، اس نے میری معصوم بہن کو اپنی محبت کے

جلا کر اپنے دام میں پھانس لیا اور میری مرضی کے خلاف اسے بھگا کر دوسرے گاؤں لے گیا۔ میں نے اپنی بہن کو حاصل کرنے کی ہزار کوشش کی مگر فضول وہ اس سے شادی کر چکا تھا ــــــ جس وقت اس ملعون نے میری بہن کو مجھ سے چھینا تھا اس کی شکل بالکل تجھ سے ملتی تھی ــــــ شادی کے تین برس بعد تو پیدا ہوئی۔ تیری پیدائش کے دو برس بعد تیری ماں اس دنیا کو چھوڑ گئی، اور نہ معلوم محمود تمہیں کہاں لے گیا ــــــ میں گاؤں چھوڑ کر امرتسر آگیا اور خدا نے مجھے مالا مال کر دیا۔

زائرہ :۔ ابا نے مجھے بتایا تھا کہ تمہارا ماموں میرا جانی دشمن ہے۔

شوکت :۔ آج کوئی ڈھائی ماہ پیشتر قدرت نے محمود کو ایک نادار کی حیثیت سے میرے در پر لا کھڑا کیا، وہ مجھے امیرانہ تزک و احتشام میں پہچان نہ سکا تمہارے اور اپنے انتقام کی وجہ سے میں نے اسے اپنے باغ میں مالی کی حیثیت سے نوکر رکھ لیا ــــــ تمہیں اچھی طرح یاد ہوگا کہ بیگم اور میں تمہیں اپنے ساتھ بٹھا کر کھلایا کرتے تھے اور تمہاری ضرورتوں کو پورا کرنا ہماری توجہات کا مرکز تھا، اس کی وجہ اب تم سمجھ چکی ہوگی ــــــ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری بھانجی غریبانہ زندگی بسر کرے، اس لئے میں نے طویل غور و خوض کے بعد تم کو راز آشکارا کرنے کی غرض سے تمہیں علیحدگی میں بلایا شاید۔ محمود کو میں معاف کر دیتا اگر وہ اس انکشاف سے پیشتر ہی میری آنکھوں کے سامنے نہ آ کھڑا ہوتا ــــــ تمہارے چلے جانے پر میں نے تمہاری ہر چند تلاش کی مگر فضول۔

زائرہ :۔ اف مجھے معاف کر دیجیے ماموں

شوکت :۔ معافی کس بات کی بیٹی ــــــ تقدیر کھیل ــــــ کھیلا ــــــ ہی کرتی ــــــ ہے ــــــ ہماری زندگیاں اس کی تفریح کا سامان ہیں ــــــ وہ ان کھلونوں سے ــــــ کھیل کر اپنا ــــــ دل بہلا کر انہیں ــــــ پھینک دیتی ہے جو اس کے ہاتھ سے گر کر ــــــ ریزہ ــــــ ریزہ ــــــ ہو جاتے ہیں

(پاس سے میز پر سے کاغذ اور قلم دوات اٹھا کر کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لکھتا ہے)

زائرہ میری منقولہ و غیر منقولہ جائداد کے ایک چوتھائی کی مالک ہے۔

Shaukat
2.10.37

زائرہ :۔ (آنسو بہاتی ہوئی شوکت سے چمٹ جاتی ہے) ماموں!

شوکت :۔ (زائرہ کی پیشانی پر بوسہ دیتا ہے) خوش رہو بیٹی ــــــ آنکھیں بند کر کے بیہوش ہو جاتا ہے، جیسے مر گیا ہو۔

زائرہ سسکیاں بھرتی ہوئی شوکت پر جھک جاتی ہے۔

جذباتِ نگار

از جناب محمود علی خاں صاحب نگار سکریٹری شعبۂ ادب مسلم کلب کانپور

ذرا رخ سے پردہ اٹھا دیجیگا
حجاب تعین اٹھا دیجیے گا
کسی دن اٹھا کر یہ کافر نگاہیں
عدو کو بھی اپنے سلوک جفا سے

نگاہوں کو جنت بنا دیجیے گا
مجھے میری صورت دکھا دیجیگا
مجھے بھی مسلمان بنا دیجیگا
طریق محبت سکھا دیجیگا
نگار آج فیض تخلص سے اپنے

محبت کی فطرت غم و یاس و حسرت
گرا کر مجھے پھر نگاہوں سے اپنی
سکوں آشنا پھر ہوا جا رہا ہوں
ہمارے بھی سینے میں ہو اک گل تر
ہر اک شعر رنگیں بنا دیجیے گا

کہاں تک ہمیں آسرا دیجیگا
فراز محبت دکھا دیجیے گا
نگاہوں کو جنبش ذرا دیجیے گا
ذرا دست رنگیں بڑھا دیجیگا

فلمی دنیا کی خبریں

منروا کی نئی فلم "جیلر" سہراب مودی کی فلمی سرگرمیاں

منروا کے ڈائرکٹر سہراب مودی ان ڈائرکٹروں میں سے ہیں جو ایک منٹ بھی بیکار رہنا گوارا نہیں کرتے۔ "میٹھا زہر" کی تیاری کے بعد اب مسٹر سہراب مودی نے نئی فلم کی کاغذی تیاریاں بھی شروع کر دی ہیں۔ نئی فلم کا نام "جیلر" رکھا ہے' ابھی اس کے کاسٹ کا اعلان نہیں ہوا' اس کی کہانی کمل امروہی کے زور قلم کا نتیجہ ہے' یہ مسٹر کمل امروہی وہی ہیں جن کی خدمات بمبئی ٹاکیز نے نرنجن پال کی جگہ حاصل کی ہیں۔

ملکی کی عظیم الشان کامیابی — دہلی میں دسواں ہفتہ

ڈائرکٹر بروا کی نئی فلم "ملکی" خوب رش لے رہی ہے' اور عوام اسے بیحد پسند کر رہے ہیں' اس کی کامیابی کا اندازہ اس خبر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسے دہلی میں دسواں ہفتہ' امرتسر میں پانچواں ہفتہ اور لاہور میں آٹھواں ہفتہ جا رہا ہے۔ امکان ہے کہ یہ فلم کئی جگہ دیوداس کے ریکارڈ بھی توڑ دے گی۔

پرکاش اسٹڈیو کی سرگرمیاں

پرکاش اسٹڈیو میں آج کل دن رات فلم "پورنیما" کی تیاریاں ہو رہی ہیں' نیز مسٹر وجو بھائی نے "سٹیٹ ایکسپریس" کی تیاریاں شروع کر دی ہیں' یہ بھی ایک موسیقی سے پرنٹ فلم ہوگی' اور مسٹر وجو بھائی کا خیال ہے کہ یہ فلم "ہرنائی سن" سے بھی شاندار ہوگی۔

فیروز دستور کی فلم "سہرا بال" تیاریاں زور شور سے شروع ہیں'

پنڈت نروتم ویاس فیروز دستور کی نئی فلم سہرا بال تیار کر رہے ہیں فیروز دستور کے علاوہ اس میں اندو بالا' شریفہ اور پنڈت بدری پرشاد کام کرتے ہیں' اسٹڈیو کی اطلاعات مظہر ہیں کہ نصف فلم تیار ہو گئی ہے۔

سروج میں "رائفل گرل" ڈائرکٹر چودہری کی نئی فلم کا نام

سروج اسٹڈیو کی تازہ اطلاعات مظہر ہیں کہ ڈائرکٹر چودہری اپنی نئی فلم کی تیاریوں میں مشغول ہیں' مگر انہوں نے اپنا اس فلم کا نام You and I "تم اور میں" سے بدل کو "رائفل گرل" رکھ لیا ہے۔

ڈائرکٹر "ساقی" "ہمراہ" کی تیاریوں میں ہیں۔

"دھرو کمار" شالینی سینیٹون کی نئی فلم

ڈائرکٹر ڈی پی بھاوے ہندی اور مرہٹی دونوں زبانوں میں فلم "دھرو کمار" تیار کر رہے ہیں' اس کا افسانہ "دنیا نہ مانے" کی شہرت والے مسٹر نارائن ہری آپٹے نے لکھا ہے' اور کہانی و ڈائیلاگ مسٹر سری کرشن لال پریم کے زور قلم کا نتیجہ ہے' اس میں ماسٹر منوہر اور ماسٹر پربھاکر نامی دو بچے کام کرتے ہیں۔

چندر موہن کی فلم "جوالا" ریلیز ہونیوالی ہے۔

ہنس پکچرز کی فلم "جوالا" جس میں چندر موہن کے علاوہ رتن پربھا' نائیک اور آشا لتا نے بھی کام کیا ہے' بالکل مکمل ہے' اور عنقریب ریلیز ہونیوالی ہے' ان کی نئی فلم ایک سوشل فلم ہوگی' جس میں باورا و پنڈھارکر ڈائرکشن کے علاوہ خود بھی کام کریں گے' سنہ ۱۹۳۸ء کے لئے ہنس پکچرز نے نہایت شاندار پروگرام بنایا ہے۔

"مسافر" بمبئی ٹاکیز کی نئی فلم کا نام — اشوک کمار اور دیویکا رانی

بمبئی ٹاکیز کے اسٹڈیو کی خبریں مظہر ہیں کہ یکم فروری کو نئی فلم کی تیاری کا کام شروع ہو جائیگا' ڈائرکٹر وغیرہ اس سے پہلے ہی پہونچ جائیں گے

مسٹر ہمنورا؛ فلم کی ابتدائی تیاریوں میں مصروف ہیں، اس میں دیویکا رانی اور اشوک کمار کام کریں گے۔ اس فلم کا نام ''مسافر'' رکھا گیا ہے، خیال ہے کہ یہ فلم مارچ میں ریلیز ہو جائیگی۔

''پنجاب میل'' واڈیا میں، نام کے حقوق حاصل کر لیے۔

فلموں کے خاموش دور میں امپیریل فلم کمپنی نے ''پنجاب میل'' نامی ایک فلم تیار کی تھی جو بیحد مقبول ہو چکی ہے، اب واڈیا والوں نے اسے متکلم فلم بنانے کا فیصلہ کیا ہے، اور امپیریل فلم کمپنی سے اس کے نام کے حقوق حاصل کر لئے ہیں، اس میں مس ناڈیا کام کرے گی۔

کلکتہ میں نئے گورنر کی آمد کی فلم، میسرز جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز کے پاس

پچھلے دنوں جب بنگال کے گورنر کلکتہ آئے تو ان کا شاہانہ طریق پر استقبال کیا گیا، اس کی فلم اتاری گئی ہے جو کئی ایک شہروں میں دکھائی بھی جا چکی ہے اور عوام نے خوب پسند کی ہے، اس کی ڈسٹری بیوشن کے حقوق میسرز جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز دہلی کے پاس ہیں۔

زمبو کی سرلا رنجیت میں آ گئی

زمبو کی شہرت والی مس سرلا اب رنجیت فلم کمپنی میں آ گئی ہے، اس کی نئی فلم کے متعلق اعلان ہونے والا ہے۔

سیٹھ چندولال نے جو فلم سازی کا پروگرام بنایا ہے یہ اس کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

ڈائرکٹر عذرا میر

نے ''ورکشا والا'' نامی فلم مکمل کر لیا ہے، یہ فلم بہت ہی دلچسپ ہے اور مسٹر عذرا میر کے کارناموں میں سے ایک شمار کیا جائے گا۔

واڈیا موویٹون

''وٹار وللا'' تقریباً تیار ہو چکا ہے، یہ ایک تھتریکل پکچر ہے، جس میں ناڈیا ایک دفعہ پھر اپنا نام روشن کریگی، واڈیا موویٹون میں آج تک جس قدر فلمیں تیار ہوئی ہیں، ان میں موسیقی کا درجہ بہت کم رہا ہے، مگر آپ اس فلم میں نہایت سریلے گانے سنیں گے جو مس لیلتا دیوی کے سریلے گلے سے نکلے ہیں لیلتا دیوی اس سے پیشتر ساگر اور امپیریل کی پکچروں میں کافی نام پیدا کر چکی ہیں، چنانچہ اب وادیا میں آپ پہلی دفعہ پیش ہو رہی ہیں۔

تازہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ مس سردار اختر ان دنوں کسی ماہر رقص سے بڑے زوروں پر ناچ کی تعلیم لے رہی ہیں، آپ کو اپنے تازہ پکچر میں ڈانسر کا کیرکٹر دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ناچ سیکھنے کے لیے بہت زیادہ کوشاں ہیں۔

موہن پکچرس

''جنگل کا جوان'' مکمل ہو چکا ہے اور اطراف ہند میں اس کی کاپیاں فوراً بھیجی جانیوالی ہیں، کہا جاتا ہے کہ ''چابک والی'' کے بعد ''سائیکل والی'' نام کا ایک نئی ڈھب کا فلم تیار کیا جائیگا، مسٹر رمنک لال اور مسٹر روپندر کنتھاریا نگار خانہ سے بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہے۔

پیراماؤنٹ کمپنی

کے کارکنوں نے فیصلہ کیا ہے کہ الہ دین سے پہلے ''برقعہ والی'' کو مارکیٹ میں لے آئیں اس کا آخری سین گذشتہ ہفتہ میں لیا جا چکا ہے، کئی ٹرک سین لینے کی غرض سے اس فلم کی شوٹنگ میں پندرہ روز اور گذر جائیں گے مس گوہر رنجیت فلم کمپنی میں ''کلوپیٹرا'' کا کردار ادا کر رہی ہیں۔

پچھلے دنوں یہ افواہ بہت زوروں پر تھی کہ ڈائرکٹر محبوب اپنے یونٹ سمیت ساگر فلم کمپنی کو چھوڑ رہے ہیں اور امپیریل فلم کمپنی کے اسٹاف میں شامل ہو رہے ہیں مگر اب تازہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ ڈائرکٹر محبوب کا اپنی فلم کمپنی سے نیا معاہدہ ہو گیا ہے اور اب وہ کسی اور کمپنی میں جانیکا خیال نہیں رکھتے۔

مس راجکماری ''کلوپیٹرا'' فلم میں گوہر کے ساتھ ساتھ ایک نمایاں کردار انجام دیں گی۔

ڈائرکٹر گڈواقی اپنے دوسرے رنگین فلم ''خان دی ہیگنی فی سنٹ'' کے

شوٹنگ کی تیاریوں میں آج کل بیحد مصروف ہیں، ملبوسات کے ڈزائن وغیرہ تیار کئے جارہے ہیں۔

اس فلم کی اسٹوری خواجہ سعادت حسن منٹو کے قلم سے ہے، آپ نے اس افسانے میں باپ بیٹے کی محبت کو نہایت خوبی سے فلمی شکل میں پیش کرنےکی کامیاب سعی کی ہے۔ تازہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ اردو میں اس فلم کا نام "تاتاری ڈاکو" تجویز کیا گیا ہے۔

مسٹر محمود بریلوی اردو کے نامور ادیب ہیں، آپ کے مقالے اور دلچسپ مضامین اردو پڑھے لکھے لوگوں سے متعدد بار خراج تحسین حاصل کرچکے ہیں آپ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں، حال ہی میں جنرل فلم لمیٹڈ کے ارباب حل وعقد نے آپ کی ادبی خدمات اپنے حقوق میں محفوظ کرلی ہیں، چنانچہ آج کل آپ ڈائرکٹر اٹارتھی کے فلم "پڑھا لکھا بیوقوف" کے مکالمے وغیرہ تحریر فرمارہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ جنرل فلم لمیٹڈ سے آپ کا اشتراک خوشگوار نتائج کا حامل ہوگا۔

مسٹر ہیم چندر اور لیلا دیسائی

کے متعلق خبر پھیلائی گئی ہے کہ یہ لوگ نیو تھیٹرز چھوڑ کر "ساگر" بمبئی میں جارہے ہیں —— بالکل غلط بات ہے، مسٹر ہیم چندر نیو تھیٹرز میں اپنا نیا پکچر شروع کرنے والے ہیں" اور لیلا دیسائی مسٹر بروا کے جدید فلم میں کام کرنے والی ہیں۔

مسٹر پی۔ سی بروا

کے متعلق ایک افواہ پریس میں گشت کررہی ہے کہ مسٹر بروا نیو تھیٹرز چھوڑ رہے ہیں قطعی غلط ہے، مسٹر بروا بہت جلد اپنا نیا فلم شروع کرنیوالے ہیں، جس کے لئے اداکاروں کا انتخاب ہوگیا ہے اور بہت جلد ناموں کا اعلان ہونے والا ہے" اس پکچر میں بھی ہیرو کا کردار مسٹر بروا خود ہی انجام دیں گے۔

مسٹر نیمو

ابھاگن میں کام کررہے ہیں، یہ فلم دو حصہ مکمل ہوگیا ہے اور مسٹر نیمو کا صرف ایک سین میں کام رہ گیا ہے۔ آپ مسٹر نتن بوس کے پکچر "دھرتی ماتا" میں بھی کام کررہے ہیں، ودیاپتی میں وِدوشک کے کردار کی کامیابی پر آپ کو بہت سے خطوط مبارکباد کے ملے ہیں، اور پریس نے بھی شاندار الفاظ میں آپ کے کام کی تعریف کی ہے۔

سید سعد اللہ قادری مڈلز

سید سعد اللہ قادری (حیدرآباد دکن) مڈل کمیٹی نے ۳۳ء میں فلمسازی کی بہترین کارگزاری انجام دینے کے سلسلہ میں تین متعلقین فلم کا انتخاب کیا، ایک ڈائرکٹر، ایک ایکٹر اور ایک ایکٹریس۔

۱۔ اے، آر، کاردار (باغی سپاہی، مندر، ملاپ کے ڈائرکٹر)

۲۔ وشنو پنت پگنیش (سنت تکارام کا ایک اداکار)

۳۔ لیلا دیسائی (آف نیو تھیٹرز لمیٹڈ)

آر۔ سی۔ بورال

نیو تھیٹرز کے میوزک ڈائرکٹر عنقریب یورپ جانیوالے ہیں، آپ کا مقصد سفر مغربی دنیا موسیقی کی جدید معلومات ہے، آپ اٹلی اور فرانس میں کچھ زیادہ وقت صرف کریں گے اور موسیقی کے ممتاز اداروں کا معائنہ کرینگے آپ کی واپسی کے بعد بنگالی موسیقی عروج کی ایک اور منزل طے کرجائیگی۔

بھوتانی پروڈکشن

"امر پریم" کی شوٹنگ میں مصروف ہے، اما کشی رامار اؤ نے ممتاز کردار ادا کیا ہے۔

ساگر مووی ٹون

ڈائرکٹر "محبوب" نے "وطن" نامی پکچر قریب قریب مکمل کرلیا ہے، اس فلم میں سیوا اور مایا بنرجی کے کام نمایاں ہیں۔

سروتم بادامی اپنے فلم کی تیاری کررہے ہیں، اس پکچر میں سبیتا دیوی نے ہیروئن کا پارٹ ادا کیا ہے۔

عکاس کا آئندہ نمبر چھ پیسے کے ٹکٹ روانہ فرماکر طلب کیجئے۔ "مینیجر"

MALINA (By courtesy of Batayan)

SHE PLAYS THE LEAD IN

NEW THEATRES SOUL STIRRING DRAMA

ABHAGIN

(By courtesy of Batayan.)

KAMLESH KUMARI
TO BE SEEN SHORTLY IN
NEW THEATRES COURAGEOUS ATTEMPT
DHARTI MATA

فوٹوگرافی کی کہانی

فن سینما کے مختلف النوع نمونے جو آج تمام دنیا میں دکھائے جا رہے ہیں، انہیں وجود میں لانے کے لیے جو علمی تحقیقات ہوتی آئی ہے، اسکو تمام وکمال بیان کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے۔ آج کا قلم ان لاتعداد تجربات کا حاصل ہے جو صدیوں اس کوشش میں ہوتے رہے ہیں کہ اشیاء کا خاکہ اور ان کی جسمانی صورت مستقل حیثیت اختیار کر لے۔

فوٹوگرافی کے ابتدائی تجربات میں "کیمرا آبسکیورا" کو بڑی اہمیت حاصل ہے، جس کا ذکر اول اول مشہور یونانی حکیم ارسطو (۳۵۰ ق م) کی تحریروں میں ملتا ہے۔ زمانۂ مابعد میں بھی لوگ اس کیمرہ کے اصول سے واقف تھے، حالانکہ "لیونارڈو ڈی وینچی" سے قبل ہمیں اس کا تفصیلی حال نہیں ملتا۔ ڈی وینچی کی تحریر کا ایک مختصر اقتباس یہ ہے:۔

"جب منور اشیاء کا عکس کسی چھوٹے سوراخ کے ذریعہ سے ایک تاریک ڈبہ میں داخل ہوتا ہے، اگر وہ عکس اس ڈبہ کے اندر کسی ایسے کاغذ پر لیا جائے جو سوراخ سے کچھ دور رکھا ہو تو اس کاغذ پر اشیاء اپنی صحیح حالت پر نظر آئیں گی، وہ سائز میں کم اور الٹی ہوں گی۔"

یہی وہ اصول ہیں جن پر پہلا کیمرہ بنایا گیا، فوٹوگرافی کی حقیقی دریافت کا مدعی جرمنی ہے، جہاں ۱۷۲۷ء میں ڈاکٹر شلز نامی ایک ڈاکٹر نے اپنے علمی تجربات کے درمیان یہ معلوم کیا "سلور نائٹریٹ" اور کھریا کا مرکب ان حصوں میں سیاہ ہو جاتا ہے جہاں سورج کی روشنی آتی ہے، اس سلسلہ میں ایک انگریز ڈاکٹر لویس نے مزید تجربات کیے، جس کی وفات کے بعد اس کے حیلہ کاغذات مشہور انگریزی کاریگر جوزیا وج وڈ کے ہاتھ آئے، وج وڈ کا ایک بیٹا جو دائم المرض رہنے کے باوجود سائنس کی موشگافیوں میں بڑی دلچسپی لیتا تھا، ڈاکٹر لویس کے تجربات سے مستفید ہو کر مزید تحقیقات کرنے لگا، اسی نے پہلے پہل روشنی سے تصویر لینے کا خیال کیا چنانچہ اس کے تجربات فوٹوگرافی کی رفتار ترقی میں بہت اہم ہیں، اس کا قاعدہ تھا کہ وہ ان تجربات میں سلور نائٹریٹ میں کاغذ یا چمڑا بھگو کر استعمال کرتا تھا جو سورج کی روشنی میں بہت جلد سیاہ ہو جاتا تھا، بدقسمتی سے وہ تصویریں جو کیمرا آبسکیورا کے ذریعہ لی جاتی تھیں بہت مدھم ہوتی تھیں لیکن رفتہ رفتہ یک رنگی تصاویر پتیوں یا پتنگوں کے بازوؤں کی نقل اتارنے میں بڑی کامیابی ہوتی گئی، تاہم اس کو زیادہ وقت اپنے تصاویر کے دھونے میں پیش آتی تھی، کیونکہ متواتر شوب کے بعد بھی چاندی کے مرکبات جو وہاں جمع ہو جاتے تھے نہ دور ہوتے تھے نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ مطبوعہ تصاویر کا سفید حصہ روشنی میں آتے ہی سیاہ ہو جاتا تھا جو صرف اندھیرے میں شمع کی روشنی میں دیکھا جا سکتا تھا۔

تعجب یہ ہے کہ یہ تجربات جو فوٹوگرافی کے بنیادی اصول ہیں، کسی ٹھوس اور کامیاب نتیجہ تک نہیں پہونچے، بالخصوص یہ تعجب اس وقت بڑھ جاتا ہے جب ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطبوعہ نقوش کو استقلال اور قیام بخشنے کے لیے بہت سے مرکبات موجود تھے، کیونکہ "ہائپو" جو آج اس کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے ۱۷۹۹ء میں دریافت ہو چکا تھا ۱۸۰۵ء میں تھامس وج وڈ کی صحت سخت محنت کی وجہ سے گر گئی اور وہ ۳۵ سال کی نوجوان عمر میں مر گیا، اور اس طرح فوٹوگرافی کے تجربات کا ایک مفید سلسلہ منقطع ہو گیا۔

اب اسی داستان کا منظر انگلینڈ سے منتقل ہو کر فرانس میں جاتا ہے ۱۸۱۴ء میں ایک ادھیڑ، آزمودہ کار شخص "جازف نیکو فرنیپس" لیتھو کی طباعت سے متاثر ہو کر کوشش کرنے لگا کہ لیتھو کے پتھروں پر روشنی

کی امداد سے ایک ڈرائنگ اتارے، بعدہٗ اس نے دھات کی چادریں استعمال کرنا شروع کیں، جن پر ایک قسم کی کیمیاوی وارنش لگی ہوتی تھی، یہ چادریں منور ڈرائنگ کے نیچے رکھدی جاتی تھیں، اور ایک "ایسڈ" کی مدد سے اپنر تصویریں آجاتی تھیں، یہی نہیں بلکہ وہ ان تصاویر کی متعدد "نقلیں" بھی اتار لیتا تھا، اس طرح "نیپکے" نے ایک دوسری صنعت "فوٹو اگیریونگ" یا کندہ عکسی کی بنیاد ڈالدی۔

نیپکے کا ایک معاصر "ڈاگور" تھا جس نے ۱۸۲۴ء میں تھامس وج وڈ کی طرح کیمرا آبسکیورا کے "عکسوں" کو قائم کرنے کی کوشش کی، چونکہ وہ ایک سین پینٹر یا منظر طراز تھا اس لئے کیمرا آبسکیورا سے وہ اکثر کام لیتا تھا نیپکے کے طریق سے واقف ہونے کے بعد وہ اس کا شریک بن گیا، اور یہ دونوں ایک دوسرے کو اپنی تحقیقات و تفتیشات سے مطلع کرتے رہتے تھے، نیپکے کے مرنے کے بعد "ڈاگور" اپنی راہ پر چلتا رہا، اور آخر "تصویر" یا جانا آسان ہوگیا، ایک چاندی کی پلیٹ پر آیوڈین کے دھوئیں سو بنائے ہوئے مرکب کی پالش کی جاتی تھی۔ کیمرہ میں تصویر اسی پلیٹ پر لیجاتی تھی، اس کے بعد اس پلیٹ کو سیماب کی ایک گرم پلیٹ کے مقابل اس طرح رکھتے تھے کہ بھاپ اٹھ اٹھ کر عکس شدہ حصوں میں ٹکرائے ــــ جو حصے روشنی سے متاثر نہیں ہوتے تھے وہ نمک کے ایک مرکب میں ڈال کر دھو ڈالے جاتے تھے ــــ اس طرح مکمل ہونے کے بعد تصویر الٹی، بائیں سے داہنی جانب معلوم ہوتی تھی۔ یہ تصویریں ہزار کچھ سہی۔ مگر بہت مقبول ہوئیں اور عموماً "ڈاگوروٹائپ" کے نام سے فرانس میں ایک زمانہ تک ہر دلعزیز رہیں۔

ڈاگورو کے تجربات ہی کے زمانہ میں انگلینڈ کا ایک متوسط الحال شخص فاکس ٹالبوٹ، ٹامس وج وڈ یا کسی اور کے تجربات کے علم کے بغیر اس کوشش میں مصروف تھا کہ کسی طرح کیمرا آبسکیورا کو حاصل کئے ہوئے عکس کو قائم کیا جائے، دو سال کی ان تھک کوششوں نے اس کی محنت سوارت کی اور وہ اس میں کامیاب ہوگیا، مگر اسی زمانہ میں ڈاگور کے تجربات کی خبر اسے معلوم ہوئی، اس لئے ٹالبوٹ نے فوراً اپنی تحقیق کا دعویٰ کردیا ــ "ڈاگور" کی تصاویر الٹی ہونے کے باوجود "تائیدی" یا "پازیٹو" ہوتی تھیں مگر ٹالبوٹ نے پہلے پہلے کاغذی "نیگیٹو" یا تضادی عکس کی ایجاد کی جو یقیناً پہلے طریقہ سے کہیں بہتر تھا کیونکہ اس ایک تضادی تصویر سے متعدد "نقلیں" لی جاسکتی تھیں، اور سمت میں بھی کوئی فرق نہیں ہوتا تھا۔

اس کے بعد سر جان ہرشل کا نام قابل ذکر ہے، جس نے "سلور کلورائڈ" کے مواد کی امداد سے شیشہ پر "عکس تضادی" حاصل کیا یہ تجربہ بہت کامیاب ثابت نہیں ہوا کیونکہ کلورائڈ کو شیشہ پر رکھنے میں بڑی دقت ہوتی تھی مگر اس بارہ میں "نیپکے" کے ایک بھتیجے کی کوششیں بہت کامیاب ہوئیں، چنانچہ انیسویں صدی کے وسط تک اسی کا طریقہ مقبول تھا۔

ــــــ باقی آئندہ

خواجہ قدوائی

قطعہ

سرما ہوں شب ہجر میں آہیں بدم سرد
اوروں کو یہ بینا لے جو دم سوز جگر سے
اسلم مہ و خورشید فلک پہ نہیں ظاہر
وہ اشک درخشاں مرے دیدۂ تر سے

اسلم کاشمیری

دُنیائے برق

از حکیم سید محمود صاحب عرف روشن میاں محمود کرٹماوی

ایک وہ بھی دن تھا کہ بڑے بڑے فلاسفر اور سائنٹسٹ کہربا کے ٹکڑے کو جب وہ رگڑا جاتا تھا اور اس سے روئی کے ریشے یا نباتی ہلکے ہلکے اجسام چمٹ جاتے تھے تو دیکھ کر بحرِ حیرت میں غوطہ زن ہونے لگتے تھے یا بالوں میں کنگھی کرتے وقت دندانوں کے ساتھ بال چمٹ جاتے تھے تو اس کو کرشمہ برق سمجھتے تھے۔

پس ان مشاہدات و تجربات کو جو وقت کھونے والوں کے لئے دل بہلائی کی صورت اور سادہ منش اصحاب کے حق میں کرشمہ نمائی کی حیثیت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے ایک وجودی مرکز پر پہونچایا اور اس شئی کا نام "کشش" یا "قوت کہربائی" رکھا۔

لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ ایک دن ایسا ہی آنے والا ہے کہ یہ "کشش" اور قوت زمانہ میں انقلاب عظیم پیدا کریگی اور بجائے ان موہوم تجربات کے روز روشن کی طرح چمکے گی اور اس ذریعہ سے ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ امور انجام پائیں گے۔

پس اس کشش یا قوت کو جب انہوں نے برق کے نام سے موسوم کیا یہ تحقیقات جدید کی گویا پہلی منزل تھی۔

اٹھارویں صدی کے آخر میں ملکہ الزبتھ کے حکیم ڈاکٹر گلبرٹ نے جو کول چیسٹر کا رہنے والا تھا اسے اپنے تجربوں کی آماجگاہ بنایا۔ اس نے یہ ثابت کیا کہ یہ قوت کہربا ہی میں نہیں بلکہ گندھک، لاکھ، شیشہ وغیرہ بہت سے اجسام میں پائی جاتی ہے۔

پھر اٹوان کرگیہ نامی جو میگڈبرگ میں جج مجسٹریٹ تھا اس نے پہلے پہل برقی قوت کو اکسا کر پیدا کرنے کے لئے گندھک کے گولوں سے ایک "کل" ایجاد کی۔ اور سر آئزک نیوٹن وغیرہ نے ریشم اور شیشہ کی رگڑ سے شرارہ پیدا کرنے والی مشین بنائی۔

چارٹر ہوس کے ایک پنشن خوار سٹیفن گرے نامی نے ایک موٹے تاگے کے ذریعہ برقی قوت کو منتقل کر کے برقی ٹیلی گراف کے لئے ایک ضروری بات دریافت کی۔

فریڈے نے اپنے تجربات کی امداد سے ایک ایسا آلہ بنایا جس کی سطح پر برق ٹھیر سکے۔

اور لیڈن کی یونیورسٹی کے پروفیسر مشن بروک کا ایک شاگرد کیونیس نامی نے ایک ایسا شیشہ معلوم کیا جس میں برق شرارے جمع ہو سکیں۔

وسٹر سٹ نے ایک آلہ امالہ برق کے اصول پر شیشہ سے تیار کیا جو برقی قوت پیدا کرنے کے لئے برقی کلوں کی ساخت میں آجتک مستعمل ہے۔

مسٹر مارلین اور رونالڈس نے برقی شرارہ کی مدد سے گیاس جلانے کے لئے چھوٹے چھوٹے آلات ایجاد کئے۔

سنہ ۱۷۵۲ء میں جنجمن فرینکلن کی عظیم الشان تحقیقات نے فلیڈیلفیا کی اراضی شاملات میں گرجتے ہوئے بادل کے نیچے پتنگ کی ڈور کے ذریعہ آسمان سے بجلی کو اتار کر رعد کو بے بس کر دیا جس کا نتیجہ آج مکانوں پر برق کش سیخیں لگی ہیں۔

بونا کی یونیورسٹی کے پروفیسر تشریح الابدان "گیلون" نے مینڈک کے جسم میں برق پہونچا کر برق حیوانی کا اصول قائم کیا۔

پیویا کی یونیورسٹی کے پروفیسر طبیعات اسیمنڈرا والٹا نے برقی قوت کے جمع کرنے کے لئے ایک ایسی چیز بنائی جو والٹک بیاٹری کے نام

ے مشہور ہے۔

''ڈینیل'' اور ''منٹو'' کے وضع کردہ ظروف ٹیلیگراف میں کثرت سے مستعمل ہیں۔

اور بطلانجی ظروف ریلوے ٹیلیگراف، ٹیلیفون کا ننگ بل وغیرہ میں بہت رائج ہیں۔ سکرونات، ڈی لاریو، شان سیف کے مورچے چھوٹے چھوٹے لمپ اور سٹار لایٹ جلانے میں کام آتے ہیں۔

ہیلسڈن نے نمدار ظروف کی بجائے خشک ظروف ایجاد کیے جو ڈری سل کے نام سے آج بکثرت مستعمل ہیں۔

کارلائل اور نکلسن نے ۱۸۰۰ء میں مقیاس المار یعنی واٹا میٹر ایجاد کیا

گیسٹن پلانٹی نے برقی قوت کو جمع کرنیوالا آلہ جسکو اکومولیٹر کہتے ہیں تیار کیا۔

۱۸۲۰ء میں برلن کے پروفیسر سیبک نے حرارت کے ذریعہ بجلی پیدا کرنے کی صورت معلوم کر لی۔

کلیمنڈ اور گلوشر نے برق بالحرارت کی بیٹریاں بنائیں

۱۸۲۱ء میں پروفیسر آرسٹڈ نے اپنے تجربے سے یہ بات نکالی کہ برق اور مقناطیس میں باہم قرابت ہے۔

ارگیو اور امپیر باشندگان پیرس نے تجربات سے یہ بات ثابت کی کہ برق سے مقناطیس بنجاتا ہے اور مقناطیس سے برق پیدا ہو سکتی ہے

۱۸۳۱ء میں مشہور مائیکیل فریڈے کی کوشش نے برق بالمقناطیس کے بنانے میں کامیابی حاصل کی جو مختلف صورتوں پر ڈائینمو کہلاتا ہے

آرسٹڈ کی تحقیقات نے ڈائینمو کے عمل کو الٹا کر کے برقی محرک ایجاد کیا جس کو ہم موٹار کہتے ہیں۔

سر ہمفری ڈیوی نے جو کارنوال کا فلسفہ داں گذرا ہے، اس نے برق سے روشنی قائم رکھنے کی کوشش کی۔

سیرن اور ڈیوباسک، سیمنس، بروکی، ماہران علم برق نے لیمپوں کی ایجاد میں طرح طرح کی طبع آزمائیاں کیں۔

جوزف ہنری نے برقی انجن نکالا۔

۱۸۷۹ء میں برلن کے ایک ڈاکٹر ورنر وان سیمنس نے ٹرام گاڑی بنائی اور عام سڑکوں پر چلنے والی گاڑی جسے ہم موٹر کار کہتے ہیں ۱۸۸۹ء مسٹر گیلنس واک نے بنائی۔

جیکوبی نے دریائے نیوا پر برقی کشتی بنا کر چلائی۔

مسٹر گوپی فرانسیسی نے برقی تارپیڈو جو تارپیڈو نامی مچھلی کی شکل میں ہوتی ہے تیار کیا۔

ٹرووی نے برق کے ذریعہ چلنے والی سینے کی کل بنائی۔

ایڈیسن اور سیم نے برقی پنکھے تیار کیے۔

فیشن اور ریکد واہل جینوا نے پن چکر نکالی۔

لارڈ کیلون نے جو رائل سوسائٹی کا اکیس پریذیڈنٹ تھا اس نے مقیاس البرق عکسی آلہ ایجاد کیا۔

لاپلس، اگک اور ویٹ سٹون اور مورس نے ٹیلیگراف کے آلے بنائے۔

۱۸۶۱ء میں فلپ اس جو جرمنی کا ایک اسکول ماسٹر تھا ٹیلیفون بنا کر زبانی الفاظ منتقل کیے۔

سر ولیم سیمنس پہلا شخص ہے جس نے برقی آگ سے دھاتیں پگھلانے میں کامیابی حاصل کی۔ اسی کا فیض ہے جو برقی چولہا، برقی استری، پانی گرم کرنے کا آلہ وغیرہ رائج ہیں

۱۸۵۰ء میں جان رینڈ نے برقی گھنٹی ایجاد کر کے نوکر کو بلانے کے لیے آواز دینے کی زحمت دور کر دی۔

''ہپ'' اور ''الگزینڈرا بین'' نے برقی کلاک بنائے۔

اسی صدی میں برگناٹیلی نے ایک ایسا تجربہ کیا جو برق کے ذریعہ سونا چاندی اور دیگر دھاتوں کو گلا کر دوسری قسم کی دھات پر ملمع

ہو سکے جس کو برقی تلمیع کہتے ہیں۔

۱۸۹۴ء میں ایک نوجوان باشندہ اٹلی "مارکونی" نے بے تار ٹیلیگراف کے بنانے میں شہرت حاصل کی جو بجائے منفی تار کے زمین اور مثبت تار کی جگہ ایتھر کام کر رہے ہیں۔

پروفیسر رائٹ بن باشندہ وازبرگ کی تحقیقات نے "ایکس رے" کی ایجاد کا ایک نیا میدان دکھا دیا جو سلویونی باشندہ یروجا کے آلہ کرٹیوسکوپ کی شرکت سے چھپی ہوئی چیزوں کی تصویر لینے میں نہ صرف کارآمد سمجھا گیا ہے بلکہ آئندہ چلکر اکثر امور میں بجد مفید ثابت ہوگا

۱۸۷۷ء کے آخر میں پروفیسر ڈی۔ای ہیوز سکوئر جو ویلز کا ممتاز باشندہ تھا اس نے برقی طاقت سے آواز کو منتقل کرنے والا ایک ایسا آلہ تیار کیا جس کے ذریعہ خفیف آواز سنائی دیتی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ اس آلہ کے موجد نے فلپ ریس، مسٹر گریہم بل ساکن کینیڈا اور مسٹر ایڈیسن و نیز ڈیوموسن وغیرہم کی تحقیقات

ہم تجھے رانی کہیں یا دیویکا رانی کہیں

از

جناب محمد بشیر احمد خان صاحب بشیر حیدرآبادی

رونق آرائے فضائے بزم امکانی کہیں — پردۂ سیمیں کی تجھ کو شمع نورانی کہیں
عقدۂ تمثیل کا اک راز پنہانی کہیں — بولتی گاتی ہوئی تصویر لاثانی کہیں
ہم تجھے رانی کہیں یا دیویکا رانی کہیں

مثل کوزہ فلم تھا تیرا "جوانی کی ہوا" — جس میں تیرے فن کا گویا ایک دریا تھا بھرا
مختصر یہ ہے کہ تو نے حشر برپا کر دیا — فلم کی دنیا کی رونق کو دوبالا کر دیا
تیری ہستی کو بقائے فلم کا بانی کہیں

تیرے آگے ہیچ ہیں اہل ہنر کے سب ہنر — سحر آگیں ہیں ترانے اور نغمے پر اثر
تیری موسیقی ہے کیف افزائے ارباب بصر — ہر اداکاری ہے تیری جاذب اہل نظر
کیوں نہ موج نغمہ کو ہم تیری طوفانی کہیں

جو اداکاری ہے تیری جو ترا اسلوب ہے — قابل صد آفریں ہے درحقیقت خوب ہے
جو ہر اک چشم خواص و عام کو مرغوب ہے — فلم کا حاصل وہی ہے اور وہی مطلوب ہے
اس کو تیری طبع کی تیزی کہ جولانی کہیں

اور تجربات سے امداد حاصل کرنے کے بعد اس آلہ کو جسے مائیکروفون کہتے ہیں پایہ تکمیل کو پہنچایا ہو۔

غرض میکروفون وہ آلہ ہے کہ جس نے سینما کی خاموش پکچروں کو ہنستی بولتی تصویر یا زندہ انسان کی حیثیت بنا کر گلزار عالم میں ترنم ریز بننے کا موقع دیا اور یہ وہی آلہ ہے کہ جس نے محفل گراموفون کی ہر صدا (گونج) کو برقی پیرایہ میں منتقل کر کے زینت بخش ریکارڈ بنا دیا۔

باقی آئندہ

"سید محمود"

تصویر حرماں دیکھنا

از مولانا سید ظہور احمد صاحب وحشی شاہجہانپوری

کون ہے اس پردۂ رنگیں میں پنہاں دیکھنا
دیکھنا اے دل ذرا سوئے رگِ جاں دیکھنا

وہ یکایک چھوٹ جانا دامن صبر و قرار
وہ تجھے پہلے پہل او آفتِ جاں دیکھنا

ضبط اے جوش جنوں اے دست وحشت احتیاط
جیب ہی کے پاس ہے تارِ رگِ جاں دیکھنا

پھر دل مایوس میں کچھ ولولے پیدا ہوئے
پھر اٹھی موج تبسم ہائے پنہاں دیکھنا

کچھ تمنائیں بھی ہیں میرے دل خوں گشت میں
دیکھنا اے دیدہ خونابہ افشاں دیکھنا

کشتگان آرزو کی خاک دامنگیر ہے
دور ہی سے تم سوئے گور غریباں دیکھنا

ایک جھونکا ہے ہوا کا جس پہ کچھ قابو نہیں
شورش ہنگامہ ہستی کا ساماں دیکھنا

جب عزاداروں کا مجمع ہو کسی کی نعش پر
تم بھی آنا اور یہ تصویر حرماں دیکھنا

اے صبا اک آخری ارمان باقی ہے ابھی
دل کے یہ ذرے نہ ہو جائیں پریشاں دیکھنا

(By courtesy of Batayan)

EBRAHIM & MENAKA.

IN

NEW THEATRES GRIPPING SOCIAL DRAMA.

ABHAGIN.

میگافون کے ریکارڈ

مس کملا جھریا

جے۔این۔جی	اتنی کو کہیو	ہولی
۱۰۲۵	جیودا کے لال	〃

مس اختری بائی (فیض آباد) فلم اسٹار

جے۔این۔جی	چین کس دن	غزل
۱۰۲۶	جان بھی نذر بت	〃

پروفیسر گیا تدر پرشاد گوشوامی

جے۔این۔جی	بھجو رگھو بیر شیام	بھجن
۱۰۲۷	جگت ناتھ جگدیشور	〃

اکبر خاں (پشاوری) فلم اسٹار

جے۔این۔جی	اے ساقی مستانہ	باغی سپاہی
۱۰۲۸	ابر بھی آیا نہیں	〃

نیو تھیٹرز میگافون ریکارڈ

یعنی

نیو تھیٹرز کے شاہکار فلم "مکتی" اور "اناتھ آشرم" کے کیف آفریں

گانے

شریمتی کانن دیوی (نیو تھیٹرز)

میوزک ڈائرکٹر۔ مسٹر پنکج ملک (نیو تھیٹرز)

جے۔این۔جی	ساوریا من بھایا رے	مکتی فلم
۱۰۱۸	نہ جانے کیا ہے	〃

مس کلیانی (نیو تھیٹرز)

میوزک ڈائرکٹر۔ آر۔سی۔بورال (نیو تھیٹرز)

جے۔این۔جی	چھین لی ہائے پائل باجے چھننن چھننن	اناتھ آشرم
۹۸۶	جوان گذری ہوئی گھڑیوں کو اب میں یاد کرتا ہوں	〃

مسٹر دھومی خاں اینڈ پارٹی

جے۔این۔جی	کہانی دکھ بھری کسکو سنائیں	اناتھ آشرم
	اسمال بوائز کورس پارٹی (نیو تھیٹرز)	
۹۹۴	سرکاریہ غلام گیدڑ خاں	〃

کاردار کی تازہ ترین ہنگامہ خیز پیشکش

اداکاران
آغا محمود
مرحوم آغا حشر کا بھائی
راجکماری
دیو داس والی

اداکارائیں
انیس خاتون
اور
انصاری
وغیرہ

امپیریل فلم کمپنی کے تازہ شاہکار

وسنت بنگالی
حسن بانو، یشونت دیو وغیرہ

دلہن
رتن بائی وغیرہ

اس نے کیا سوچا؟
ڈبلو ایم خاں، رتن بائی وغیرہ

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز، چاندنی چوک
دہلی

مضمون خاص

فلمی لغزشیں

دنیائے فلم پر ایک بسیط تبصرہ

(از سید شرافت علی صاحب صہبا، فلم جرنلسٹ)

یوں تو ہمارے یہاں "قانون فلم" یہ ہے کہ فلمکار Director روزمرہ کی چیزوں کی تشکیل جہاں تک ہو سکے نئے انداز، نرالی طرز اور انوکھی صورت سے کرے، لیکن وہ تو کہئے کہ جس طرح ہر چمکتی شے سونا نہیں ہوتی، ہر قہقہہ ہنسی نہیں ہوتا، ہر دل لگی دلآویزی نہیں بن سکتی، اسی طرح ہر "قانون" قانون نہیں ہو سکتا، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں متحرک ناطق فلم کی صنعت کو عمل پیرا ہوئے اچھا خاصہ زمانہ گذر چکا ہے لیکن اس وقت بھی وہ مغرب کی نظر میں (گستاخی معاف) ایک "یاری طفلانہ" سے کم نہیں، ہمارے اکثر ہندوستانی احباب میری اس جرأت کو ایک "فلمی بدعت" متصور کریں گے، لیکن میں ان سے یہ سوال کرونگا کہ کیا ہندوستان کی زہرۂ فلم نے اپنی نقاب کا کوئی ایسا آنچل بھی پلٹا ہے جس کی رعنائی جمہور نواز ہو؟ اس کے جواب میں وہ بیشمار شاہکار لائے جا سکتے ہیں جو آج تک مختلف کمپنیوں نے پیش کئے ہیں، لیکن اس ضمن میں میں صرف اتنا عرض کرونگا کہ "دل لگی" کا بھی کوئی تُک ہونا چاہیئے ؎

"ناطقہ سر بگریباں ہے، اسے کیا کہیئے!"

آرٹ کا ایک بڑا اقتضا یہ ہے کہ وہ "عالمگیر" ہو، اور اس میں جمہوری اثر کاری International appeal پائی جائے، ہندوستان نے اب تک اس نکتہ پر غور نہیں کیا ہے، یہاں فلمی صنعت کے مدبرین نے نفسیات تماشبینی پر غور و فکر شروع تو کر دی ہے لیکن ایک بڑی غلطی جو وہ کرتے ہیں وہ یہ کہ مروجہ استعداد اور سطحی معاشرت و مذاق اور خود اپنے ہی ملکی ضروریات کا تجزیہ کر کے اقتصادی اصول معاوضہ کو اپنا مطمح نظر بنا کر تماشہ داری showmanship کی کوشش کرتے ہیں، ہندوستان میں یہ مرض بہت پرانا ہے، چنانچہ جس طرح زمانہ ماسبق میں ہندوستانی وہ ہوتا تھا جس نے کبھی سمندر نہ دیکھا ہو، آج کل بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستانی فلمکار وہ ہے جو "دوسروں" سے بھاگتا ہو۔

ہندوستان میں بہت کمپنیاں ایسی ہیں جن میں ایسے بیشتر فلم ہوں گے جن میں اول اول جبلی صلاحیت اور بعد میں اس کی تکمیل و تزئین صحیح مطالعہ سے ہو چکی ہو، ہر انسان کی تعمیر میں ایک شئے ہوتی ہے جسے آرٹ سے تعلق ہوتا ہے، کم و بیش اس کی صورت اس نو آموز غنچہ کی مانند ہے جس میں کھلا جانے کی کیفیت زیادہ ہو اور شگفتہ ہونے کی کم، اگر ماحول اور مواقع نے آبیاری نہ کی تو کھلا جانا اس کے لئے یقینی ہے، اس لئے کوشش اس امر کی ہونی چاہیئے کہ یہ حسین عنصر فوت نہ ہو جائے، بلکہ زیبائش حسن کے لئے اکتسابات کرنے پڑتے ہیں، چونکہ ہر فلم اپنے سازگار کی وسعت نظر، نفسیاتی فہم، حساس طبیعت، عقل مطلق، اجتماعی تصورات اور نظریۂ حیات کا مظہر ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ جب فلمکار میں "رنگ عمل" کا صحیح وجدان موجود نہ ہو تو کوئی پیشکش کامیاب نہیں کہا جا سکتا، فلمکار کا صرف یہ فرض ہے کہ وہ اندرونی حیات کا بیرونی مظاہرہ کرے اور چونکہ فلم کا مقصد تماشہ بینوں کے جذبات کا مقید کرنا ہے، اس لئے ہر فلم کو ایک قریب نظر ہونا چاہیئے، چنانچہ ہر فلم کار کا فرض ہے کہ وہ تصویر کے پردے پر ہونے والے حوادث کے ساتھ ناظرین کو چسپاں کر دے، تاکہ ناظرین خود کو تماشہ کا ایک جزو سمجھنے لگیں،

اصل کاری Realism متحرک فلم کا ابتدائی عنصر ہے، اصل

کاری عبارت ہے اس رنگ آمیزی سے جس میں فلم آرٹسٹ کی فنی استعداد ہو اور "صنعت مصوری" میں اصلیت کے رنگ بھرے جائیں ہندوستانی فلمکار حقیقت نواز تو ضرور ہوتے ہیں لیکن فلم میں جو حقیقتیں رکھی جاتی ہیں وہ اس قدر سوقیانہ، غیر مانوس اور مشاہدۂ عالم سے بعید ہوتی ہیں کہ دور از کار حقیقتیں اور فوق النظر صداقتیں محسوس ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا مشاہدہ ایک خاص قسم کے استعجابی رجحان کا مطمح نظر تو ضرور بن جاتا ہے لیکن عکاسی، اثر کاری، واقعاتی رنگ آمیزی، اصلاح تمدن و تہذیب معاشرت، عشق و محبت، ان سب کی مرکزی اہمیتوں کو کوئی دخل نہیں ہوتا، اگر یہ نہیں تو فلم کا مقصد وہ نہیں رہتا جو عقل سلیم مقصود کئے ہوئے ہے

انسان کی حسین فطرت (Aesthetic Tendency) کا ایک عام رجحان یہ رہا ہے کہ وہ خود اپنا متلاشی رہا ہے، اس جہد تجسس کی ایک عمدہ مثال یہ ہے کہ فطرت انسانی کی جمالیاتی انگیں اس کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ اپنے عکس Reflection کو پسند کرے، یہ اس کا اپنا عکس دامان زندگی پر مختلف عنوانات سے معکوس ہوتا رہتا ہے، اس کی پسندیدگی اور میلان کا راز محض اس نفسیاتی اور جذباتی تحلیل میں مضمر ہے، جو اس عکس کے ذریعہ سے اس کی نظروں کے سامنے ہو گئی ہے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ کسی اہم واقعہ یا حادثہ کا مشاہدہ کرنا اور بے چین ہو کر اس کے ہر ہر پہلو اور ہر ہر انداز پر غور کرنا اس کے مذاکرہ مشاہدات سے توہم، ابہام اور استعجاب کی تصویریں بن جانا، انسان کا ایک عام امتزاجی رویہ ہے اور پھر انہیں واقعات کا بار دیگر مشاہدات کے لئے دلوں میں ہوس رکھنا اس کا ایک ذیلی مشغلہ، بایں ہمہ اگر واقعات کا تواردو اور ان کا مطالعہ فطرت انسانی کا ایک دلچسپ فعل ہے، تو پھر فلم کے لئے جگہ نکل آتی ہے، اور پھر جس قدر فلم کے عناصر واقعات اور صداقت پر مبنی ہوں گے اسی قدر وہ فلم فطرت انسانی کی تشنگی کو سیراب کرسکیگا، اصل کاری کی قیمت اس طرح پر واضح ہو جاتی ہے،

تجربات یہ بتاتے ہیں کہ موجودہ فلمکار بعض وقت ایسی حقیقت مطلق فلموں میں رکھتے ہیں جن پر اعتراض کرنا آسان کام نہیں، چنانچہ اکثر ان لوگوں کے مذہب میں اوتار بھی پائے جاتے ہیں جو کرداروں کی زندگی میں اور پلاٹ کی ساخت میں بعض اوقات مشرق اور مغرب کا فرق پیدا کر دیتے ہیں، بعض کمپنیوں کے ہاں تو اکثر پلاٹ کا ڈھچر انہیں اوتاروں کی کرشمہ سازیوں کی بدولت چلتا ہے اور کرداروں کی سفید زندگی کو سیاہ اور سیاہ کو سفید کرنا انہیں کے طفیل میں ہوتا رہتا ہے، اس میں شک نہیں کہ اس حقیقت سے کسی "ہندوستانی" کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ رشی دیوتا اور مافوق الفطرت عناصر خود یا ان کی کرشمہ سازیاں خدانخواستہ ان محیر العقول نتائج پر نہیں پہونچ سکتیں، سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان کی روحانی فضا میں اگر یہ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے دکھائیں، زمین سر پر اٹھالیں ایک آن میں طبقۂ ہند غرق کردیں، سمندر کو شکنجوں میں سمیٹ لیں حیوانات پر یکسر حکمرانی کریں تو بعید از فہم و یقین نہ ہوگا، اس لئے کہ اس قسم کی روایات اور حکایات زمانۂ ماسبق کے تاریخی واقعات کی آئینہ دار ہیں، لیکن ذرا غور تو کیجئے اپنی جگہ پر یہ حقیقت مطلق، اصلیت اور واقعہ کی مثال تو آپ ہے! جہاں تک حیرت و استعجاب کا تعلق ہے یہ جزو طبع انسان پر کافی اثر ڈالتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے ناظرین ایسی باتوں کو ہمہ تن نگاہ بن کر دیکھتے ہیں اور خضوع و خشوع حاصل کرتے ہیں، لیکن بیسویں صدی میں جبکہ مشرق و مغرب کے تصادم کا زمانہ ہے اور دنیا روحانیات کے اس خلا موش اور ساحرانہ طبقوں سے رفتہ رفتہ گذر کر مادیات کے ٹھوس اور منجمد خطوں میں آگئی ہو، کیسے ممکن ہے کہ عہد پارینہ کے تخیل اور ایقان کو احساسات و جذبات کی برانگیختگی کا اصول بنایا جا سکتا ہے، صنعت فلمسازی کی بتدریج ترقی کا مدار محض اس حقیقت پر ہے کہ وہ درس و تدریس، نشر و تمدن، اصلاح معاشرت اور تعلیم و تربیت کا ایک ایسا واحد ذریعہ ہے جس سے مزاج انسانی کو ایک طبعی اور فطری لگاؤ ہے، پھر اگر ایسے اصول مد نظر نہ رکھے گئے جن سے

زمانۂ موجودہ کے میاری، طبعی اور ذہنی رجحانات پر داخلی اور خارجی زاویوں سے یہ چیزیں اثر انداز ہوتی رہیں تو فلم اور صنعت فلمسازی کا مقصد فوت ہوا جاتا ہے، اس محض غیر مرئی اور روحانی جزو سے اگر ہماری فلکاروں کا مقصد وہی ہے جو فرانسس ٹامسن کا تھا کہ Mysticism نام ہے Morality کے بلند ترین مقام کا، ایک حد تک بجا ہے لیکن اس موقعہ پر میں یہ ضرور بتا دینا چاہتا ہوں کہ دنیا میں روحانیت کی تعمیر محض تخیل پر قائم ہے، ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں.... بلکہ یوں کہئے کہ ایشیا ایک ایسا براعظم ہے جہاں دنیا کے دیگر طول و عرض کی بہ نسبت روحانیت انسانوں کا ایک تخلیقی جوہر ہے، چنانچہ یہاں کے رشی، صوفی اور اولیائے کرام جس قدر بھی گذرے ہیں ان کی روحانی مشقیں محض گوشہ نشینی، مطالعہ نفس اور شدت خیال کا ثمرہ ہوتی تھیں، مشاہدات کے گوناگوں ہنگاموں اور سیلاب کیفیات سے وہ جو کبھی ہم آغوش نہ ہوتے تھے، اگر یہ بات کچھ وزن رکھتی تو پھر فلم میں ایسے پارے لانا جن کا مدار محض محیر العقول عمل اور توہمات پر مبنی ہو، کیا معنی رکھتا ہے؟

ایک مقام پر میں بتا چکا ہوں کہ فطرت انسانی کا ایک قدرتی میلان یہ ہوتا ہے کہ وہ اصل کی نقل کرے، اور یہ چیز اس کو پسند محض اس لئے ہوتی ہے کہ اس کے اندر خود اس کو اپنا عکس نظر آتا ہے، اصل سے نقل زیادہ پسندیدہ اور مؤثر ہوا کرتی ہے، بچہ کے سامنے آئینہ رکھ دیجئے وہ آئینہ کو مختلف انداز سے ہاتھ میں لیکر عکس کو دیکھتا اور خوش ہوتا ہے لڑکوں کو بہتر سے بہتر مقامات اور مناظر دکھایئے، سیر و تفریح کرایئے لیکن وہ امنگ اور ذوق نہ پائیگا جو ان کو رنگین تصاویر، مٹی کے کھلونوں، اور گڑیا گڈوں کے کھیلوں سے پیدا ہوتا ہے، اکثر لڑکے اپنے کھیلوں میں سے بعض کھیل ایسے کھیلتے ہیں جن میں کبھی وہ باپ، کبھی بیٹے، کبھی ماں، کبھی بہن، کبھی ریچھ، کبھی گھوڑا بنتے رہتے ہیں، کبھی نالیوں میں کاغذ کی کشتی بنا کر تیراتے ہیں اور کبھی اینٹوں کی ریل گاڑی بنا کر سیٹی دیکر چلاتے نظر آتے ہیں، ان مثالوں سے میں ان دو نتائج پر پہونچتا ہوں:-

الف — اصل کی نقل اور اس کی پسندیدگی انسان کا تخلیقی عنصر ہے۔

ب — نقل میں تصنع اور مبالغہ کی شدت حیات کے ارتقائی مراحل کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ کم ہو جاتی ہے گویا فطرت کا ارتقا یہ کمال یہ ہے کہ اصل کی نقل کی جائے۔

Cinema کو Arts of all arts بہت خوب کہا گیا ہے، مصوری، فوٹوگرافی، موسیقی، صدابندی، ادب وغیرہ جتنے بھی فنون لطیفہ تسلیم کئے گئے ہیں، فلم میں ہر ایک کو بدرجۂ اتم دخل ہے، ان سب کو الگ الگ لیکر ان کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو غالباً ان کے صناعوں کا معیار کمال یہی رہا ہے کہ ان کے شاہکاروں کو جہاں تک ممکن ہو زندگی کی حقیقتوں کا آئینہ دار ہونا چاہیے، اصل سے نقل کا دوش بدوش ہونا ایک قلبی بے اختیاری اور وارفتگی پیدا کرتا ہے، اور خود بخودی کو پسند آتا ہے، موسیقی اور صدابندی گو کہ بذات خود کوئی ہیجان نہیں پیدا کرتیں، لیکن یہ چیزیں ماحول اور دیگر واقعاتی رنگ و بو کے خاموش سازوں میں خاتم مطرب کا کام دیتی ہیں، تاثرات میں وجد آتا ہے اور محسوسات کی فضا پیدا ہو جاتی ہے، ظاہر ہے کہ ان عناصر کو تصویر کے دیگر فنی امور سے ہم آغوش نہ کیا گیا تو سقم کا پہلو صاف نظر آئیگا، اس میں شک نہیں کہ موجودہ صنعت فلمسازی کے مدبروں نے موسیقی کی جو نوعیت اور صدابندی کا جس قدر اہتمام کیا ہے، وہ صاف کہہ رہا ہے کہ مستقبل قریب میں یہ اہلیت پختگی حاصل کریگی، لیکن پھر بھی بعض اوقات کچھ فلم کمپنیاں ایسی تصویریں پیش کرتی ہیں جن میں کسی فلم کی افسانوی اور ڈرامائی و واقعاتی تعمیر اور رنگت سے اسکی موسیقی کو کوئی لگاؤ نہیں ہوتا، بلکہ بعض اوقات تو جو گانے رکھدیئے

جاتے ہیں وہ ایسے پست اور رکیک ہوتے ہیں کہ مذاق سلیم مجروح ہوتا رہتا ہے، یہ بھی ہوتا ہے کہ کھیل کو جاہلانہ بد مذاقیوں سے پر کرتے ہوئے زبردستی کچھ گانے ایسے تند و تیز اور عریاں رکھدیئے جاتے ہیں تاکہ تماشہ کی عامیانہ ... میں کچھ ہفتوں کی زندگی کا اور اضافہ ہو جایا کرے، اگر تماشہ بیں کسی جگہ پر افسانوی یا واقعاتی ارتباط پر حاوی نہ ہو سکے. تو بلا ضرورت ایسے مناظر فروعی لے آتے ہیں جہاں کچھ غیر ضروری اور بے محل شراب و کباب اور رقص و سرود کی محفلیں جمتی جاتی ہیں اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ایک غزل ختم ہوتے ہی دوسری کی بھی فرمائش ہوتی ہے، یہ منظر دیکھنے والوں کی نظروں میں کھیل کے رخ پر ایک بھونڈا اور فضول سا داغ نظر آتا ہے، بایں ہمہ ایک یہ بھی بیہودگی ہوتی ہے کہ ہیرو یا ہیروئن جن کھیلوں میں صاحب تاج و مقدرت دکھائے جاتے ہیں، ان میں ان کرداروں سے بھی "ممتاز قوال" یا "میرا نام جانکی بائی الہ آباد" کا کام لیا جاتا ہے، افسانہ خواہ تاریخی ہو یا واقعاتی، غالباً ہندوستان کے کسی عہد میں شاہانہ اور اقتدارانہ عظمت اتنی عام اور تنگ نہ ہوگی کہ اس قدر پست عملی پیدا ہو جائے ہر ڈرامہ میں تقریباً تین منطقیں ہوتی ہیں

الف :—— افسانہ کی منطق

ب :—— حواس انسانی کا مطابق ہونا

ج :—— وقار

موجودہ فلمسازوں میں بعض اوقات ان میں سے ایک سے زائد ناقص ہوتی ہیں، خصوصاً آخری دونوں میں شاید کوئی بھی ایسی نہیں جس کو آسانی کے ساتھ نظر انداز نہ کر دیا گیا ہو، طوفانی کرداریں تو ڈرامائی تبدیلیاں ان کی زندگی کے اوراق الٹنے کے لیے لائی جاتی ہیں، ان میں یہ نکات بالکل ہاتھ سے چھوٹ جاتے ہیں، واقعات کی تغیر میں اور اس کے ساتھ ساتھ ڈرامائی حیات و رنگ عمل میں کوئی نظری تبدیل نہیں پیدا کیا جاتا کہ ناظرین کا ذہن خود بخود ان نفسیاتی تبدیلیوں کی طرف مائل ہوتا جائے۔

نفسیاتی اصول کی بنا پر قاعدہ یہ ہے کہ اثر کاری الفاظ میں ہوتی ہے لیکن حرکات میں اس سے زیادہ اور عمل میں سب سے زیادہ ہوتی ہے، پس ظاہر ہے کہ الفاظ یا محض حرکات کے ذریعہ سے غیر حساس خیالات اور پلاٹ کے جزیات اور گریز و تنوع کبھی اتنا زیادہ نہیں ہو سکتا جتنا کہ عمل سے، مناظر کے درمیانی نشیب و فراز پلاٹ کی پیچیدگی، اور افسانہ کے واقعاتی پہلوؤں کو خوبصورتی کے ساتھ عمل کے ذریعہ سے مربوط کرنا ضروری ہے، فلمساز ایک مرصع کار ہے جو انہیں جزئی اعتبارات کو مکمل اور خوبصورت اسلوب میں ایک دوسرے کو جڑے، اگر ایسا نہیں ہوتا تو ناظرین میں کوئی نفسیاتی نمو و جذبات برپا نہیں ہو سکتا۔

کسی فلم کے تجزیہ کے تین طریقے ہیں:—

الف :—— قصہ

ب :—— نفسیات

ج :—— فنی امور

(الف) فلمی افسانہ کا کوئی صحیح معیار قائم نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ افسانے میں اسکرین کے لیے صرف بلند ترین مقامات اخذ کر لیے جاتے ہیں البتہ اس رد و قدح میں جو مقصد پیش نظر رہنا چاہیے وہ یہ کہ افسانہ کی روح اور مدعا فنا نہ ہونے پائے، مگر یہ تقصیر آخر کار ہو ہی جاتی ہے، تقابل اور زور داری کے مناظر میں اکثر کوئی مناسبت یا لگاؤ نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ خود ذیلی عنوانات اور متقابل نقطے اس ضمن میں لائے جاتے ہیں، ان میں کچھ ایسی "شدت" بعید پیدا ہو جاتی ہے، جن میں ناظرین مرکزی عنوان اور ذیلی عنوانات کی تفریق نہیں کر سکتے۔ اس سلسلہ میں اکثر بے محل اور غیر نفسیاتی حوادث و اعمال آجاتے ہیں جن سے افسانہ کا وقار جاتا رہتا ہے۔

(ب) نفسیات تو ہندی فلموں میں بہت کم پائی جاتی ہے، یہاں

وشدت عمل طوفان اور تصویر کی جمالیاتی و تفریحی تشکیل و تزئین فنِ فلمسازی کا جوہر سمجھا جاتا ہے، گو کہ مغرب کا مطمحِ نظر یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک بہرا آدمی کسی فلم کو دیکھ کر تحسین کے کلمے نکال دے یا اندھا آدمی اس کی موسیقی سن کر فلم کا مرکزی تخیل قائم کرلے تو تصویر واقعی اچھی ہے۔

(ج) فنی امور کا رونا تو اس قدر لکھنے کے بعد بھی ختم نہ ہو سکا اور نہ ہو سکتا ہے، کیونکہ جس قدر لکھا جا چکا ہے وہ تمام و کمال فنی نقائص اور لغزشوں کا مرادف ہے، اور جس قدر چھوٹی چھوٹی غلطیاں ہوتی ہیں ان کا کہاں تک ذکر کیا جائے۔ ان کے تذکرے تو ہمارے دوسرے (Film fans) اپنے مقالات میں جستہ جستہ کرتے ہی رہتے ہیں، البتہ اتنا ضرور عرض کرونگا کہ تصوری امتزاج کے لئے غیر جاندار چیزیں تو پلاٹ کی تدریجی ترقی، دماغی کیفیات کی عکاسی، فضا اور پس منظر یا کرداری رعنائیاں ظاہر کرنے کے لئے پردہ پر لائی جاتی ہیں، لیکن یہ ہاتھی، گھوڑے نہ معلوم کیوں تربیت و تعلیم دیئے جاتے ہیں جن کے کارناموں میں نہ کوئی فلمی رعنائی اور نہ لطفِ اصل کاری ہی پایا جاتا ہے، یہ پلاٹ

PADMA DEVI

PADMA DEVI

IN

A DELIGHTFUL POSE

کا "گھوڑا"، اور افسانہ کا "ہاتھی"، ان سینمائی تدابیر میں سے جن سے جذبات و حیاتِ انسانی و طبیعت و تصورات جمال مرتعش نہ ہو کبھی نہیں ہو سکتا، افسوس ہے اور ہمدردی ہے ان مدبرینِ صنعت فلمسازی کے ساتھ جو اصلیت سے کس درجہ دور ہو جایا کرتے ہیں ع

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا!!

دنیا میں جس قدر آرٹ ہیں ان کا ایک نہ ایک منتہا اور مقصد ہوتا ہے اور جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں صنعت فلم تمام فنونِ لطیفہ کا ایک شیرازہ ہے اس کا مقصد ایک عالمگیر مقصد ہونا چاہئے، تفریحی مشاغل اور ہنگامی کردارنگاری کا درجہ ہر آرٹ میں آخری ہوتا ہے، اور اگر فلم کا مقصد، انسانیت کی تدریس ہے، معاشرت، تمدن، اور اخلاق کی اصلاح اور ترویج ہے، دنیا کے گوشہ گوشہ کو ایک دوسرے سے متسلک اور مربوط کر دینا ہے، واقعات و مسائلِ عالم کو مجتمع کرکے ایک دوسرے سے ہم آہنگ کرنا ہے تو پھر صنعت فلم کا وہی سنجیدہ پہلو مشاہدات میں لانا چاہیے جو مقصود کو بکمال و صحت کردے

لطائف

شوہر:- اگر میں تم کو سال میں دو مرتبہ میکے جانیکی اجازت دیدوں تب تو تم مجھ سے خوش رہو گی؟

بیوی:- ہاں پیارے کیوں نہیں،

شوہر:- اچھا تو تم میکے میں کتنے دن رہا کرو گی۔

بیوی:- زیادہ نہیں صرف چھ مہینے۔

باپ:- آج صبح جو کتاب پڑھ رہے تھے وہ کہاں ہے۔

بیٹا:- ابا جان! میں نے وہ کتاب پانی کے ٹب میں رکھدی۔

باپ:- بیوقوف! کہیں کتابیں ایسی جگہ رکھی جاتی ہیں؟

بیٹا:- آپ ہی تو صبح کہ رہے تھے کہ یہ کتاب بہت خشک ہے۔

پہلا دوست:- یار تم میری بات مانو اور شادی کر لو،

دوسرا دوست:- بھائی معاف کرو، میں اپنی زندگی کو پر محن بنانا نہیں چاہتا۔

پہلا دوست:- لیکن اگر تم کو میری بیوی کی طرح شریف وفادار اطاعت گذار اور خوبصورت عورت......،

دوسرا دوست:- تو پھر عجلت کیا ہے، میں آپ کی بیوی کے بیوہ ہونیکا انتظار کروں گا۔

پروفیسر:- محبت کی تعریف کرو۔

شاگرد:- محبت وہ سورج ہے جو شادی کے افق پر غروب ہو جاتا ہے۔

نئی شادی شدہ خاتون:- جھلائی ہوئی دوکان کے اندر داخل ہوئی۔

فوٹوگرافر:- خیر تو ہے فرمایئے؟

خاتون:- خیر کیا ہے، یہ فوٹو دیکھو، میرے شوہر کی تصویر کتنی بری آئی ہے، بالکل بندر معلوم ہوتا ہے۔

فوٹوگرافر:- آپ کو تو یہ بات شادی سے پیشتر دیکھنا چاہئے تھی۔

ایک نوعمر مزدور کو مجسٹریٹ نے ایک روپیہ جرمانہ کی سزا دی، مزدور نے عدالت میں کہا:-

حضور میرا جرمانہ چار آدمیوں کی موت سے ادا ہوگا۔

مجسٹریٹ (حیرت سے):- کیا تم خونی قاتل ہو؟

مزدور:- حضور! میرا باپ گورکن ہے، میں اس کے ساتھ محنت کرتا ہوں اور وہ مجھ کو چار آنہ فی قبر دیتا ہے، لہذا جب تک چار آدمی نہ مریں اور میں ان کی قبر نہ کھودوں، جرمانہ کی رقم کس طرح ادا کر سکتا ہوں۔

بیوی:- میں تم سے کہتی تھی کہ تمھارا مہمان دوست قابل اعتماد نہیں ہے، دیکھو وہ ایک تولیہ چرا کر لے گیا۔

شوہر:- کیا عمدہ تولیہ تھا؟

بیوی:- ہاں وہی تو، تولیہ تھا جو میں نواب صاحب کے محل سے لے آئی تھی۔

عکاس کا آئندہ نمبر چھ پیسے کے ٹکٹ روانہ فرما کر طلب فرمائیے،

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا شاندار فلم

پریذیڈنٹ

ڈائرکٹر: نیتن بوس

اداکار

سائیگل — کملیش کماری — بیلا سانی — نواب — جگدیش — بکرم کپور

دیوبالا — پرتھوی راج — بکرم متر — گردھاری لال — الیاس

افسانہ

انسانی دورحیات کا حقیقی ترجمان، کشمکش زندگی کا عجیب حادثہ، دو نازک دلوں کی معصومانہ محبت اور پھر رقابت، ایک کا انقلاب آفریں ایثار، ایثار جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، اپنے قریبی سینما گھر میں دیکھئے

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی

جنوبی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچینج ۵۰۔ آرمینین اسٹریٹ مدراس

مشرقی ہند ——— دوسانی فلم کارپوریشن ۲ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

مغربی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچینج تری بھون روڈ بمبئی ۴

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ کا تیار کردہ

ڈائرکٹر دیوکی بوس **ودیاپتی** رنگیک پروڈکشن

اداکار

سنن بالا، چھایا دیوی، رام پیاری، پہاڑی سانیال، پرتھوی راج، ہینو
محمد اسحاق، کے سی ڈے، دید، کدار،

ایک جلیل القدر شاعر کا رومانوی دورِ حیات
صدیوں پہلے کا تاریخی واقعہ
جس میں آج بھی زندگی ہے

ودیاپتی

سنسنی، حیرت، دلکشی، رنگینی، سوز و ساز
اور
محبت کی ایک دنیا لیے ہوئے ہے

اپنے شہر کے ________ سینما ہاؤس ________ میں دیکھیے

انڈیا فلم بیورو

دہلی ____ لاہور ____ کراچی ---- پشاور

صرف عکاس کیلئے

"دُنیا نہ مانے"

پربھات پکچرز کا ایک سوشیل فلم

از:۔ جناب محشر عابدی، بی۔ اے، ایم، ایس، سی، (مصنف محشرستان)

اس میں شک نہیں کہ "پربھات" فلم کمپنی نے، قدیم ہند و تہذیب و تمدن اور روایات کے متعلق جتنی فلمیں پیش کی ہیں، وہ بہ اعتبار آرٹ اداکاری، ڈائرکشن اور افسانہ کے اس قابل ہیں کہ دیکھی جائیں، مثلاً امرت منتھن، امر جیوتی وغیرہ، گو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان میں بھی بعض نقائص اور بعض کمزوریاں ہیں، اور واقعہ تو یہ ہے کہ ہر اچھے سے اچھے فلم میں بھی بعض کمزوریاں نظر آتی ہیں، لیکن وہ کمزوریاں اور وہ نقائص ایسے سطحی اور معمولی ہوتے ہیں کہ فلم کی مجموعی خوبیوں کے مقابلہ میں ان کو نظر انداز کر دینا پڑتا ہے، لیکن اگر فلم کی یہی کمزوریاں اور یہی عیب زیادہ سنجیدہ پیرایہ اختیار کر لیں اور ان کے اثرات کی وجہ سے افسانہ کی دلچسپیوں اور خوبیوں میں کمی اور بد نمائی پیدا ہو سکے تو ان کی اصلاح کی طرف توجہ کرنا ہر فنی شخص کا ایک اہم فرض بن جاتا ہے۔

"دنیا نہ مانے" پربھات کی ایک سوشیل پکچر ہے، جس میں شانتا آپٹے نے ہیروئن کی حیثیت سے کام کیا ہے، اور میرے نقطۂ نظر سے یہی ایک کردار اس فلم کی جان ہے۔

افسانہ یہ ہے کہ ایک لڑکی اپنے ماموں کے مکان میں پرورش پاتی ہے کیونکہ اس کے والدین مر چکے ہیں، اس لڑکی کو جو ایک دیہاتی قسم کے گھر اور ماحول میں پرورش پاتی ہے، نہایت اچھی تعلیم اور تربیت دی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ انگریزی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی ہے اور رقص اور موسیقی میں بھی مہارت پیدا کرتی ہے، اور وہ نہ صرف ہندوستانی بلکہ انگریزی موسیقی سے بھی ایک حد تک واقفیت حاصل کرتی ہے۔

لڑکی کی زندگی کے اہم واقعات کی ابتدا اس وقت سے ہوتی ہے جب اس کی شادی کا زمانہ آجاتا ہے، چنانچہ چند لوگ لڑکی کو شادی کے سلسلہ میں دیکھنے آتے ہیں، ان میں ایک جوان اور ایک معمر آدمی بھی ہے لڑکی کو ہند و معاشرت کے مطابق ان لوگوں کے سامنے بلایا جاتا ہے، لڑکی آکر بیٹھ جاتی ہے، اور اس طرح آنے والے لڑکی کو پسند کر لیتے ہیں لڑکی کی نظر جوان شخص پر پڑتی ہے جو دیکھنے میں خوبرو بھی معلوم ہوتا ہے اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتی ہے کہ شاید اس کی شادی اسی جوان سے ہوگی اور اس لئے وہ بھی اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتی ہے۔

لڑکی کا ماموں روپیہ کے لالچ میں ایک بوڑھے وکیل سے اس لڑکی کی شادی کا معاملہ پہلے ہی طے کر چکا ہے، چنانچہ شادی کا وقت آتا ہے، اور لڑکی بیاہ کی آخری رسم کی تکمیل کے لئے پھولوں کا ہار دولہا کو پہنانا چاہتی ہے لیکن یہ دیکھ کر اس کو سکتہ سا ہو جاتا ہے کہ جس کو اس نے اپنا ہونے والا شوہر سمجھا تھا یہ وہ نہیں ہے بلکہ وہ بڈھا شخص ہے جو اس نوجوان کے ساتھ آیا تھا، یہ دیکھ کر اس کے ہاتھ رک جاتے ہیں، لیکن اس کا ماموں لڑکی کے ہاتھ پکڑ کر زبردستی وہ ہار بڈھے دولہا کی گردن میں ڈلوا دیتا ہے، اور اس طرح اس لڑکی کی شادی اس بڈھے آدمی سے ہمیشہ کے لئے ہو جاتی ہے۔

لڑکی، اپنے سرپرست ماموں کے اس ظلم اور زبردستی سے سخت پریشان

اور غصہ ہوتی ہے، لیکن اپنی شرافت کے خیال سے خاموش رہتی ہے اور دولہا کے ساتھ اس کے گھر چلی جاتی ہے، لیکن دل ہی دل میں اپنے ماں باپ سے اس ظلم ناروا کا انتقام لینے کا تہیہ کر لیتی ہے۔

سسرال میں پہونچکر اس کو اپنے ساس سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے جو بہو کی ہر بات پر نکتہ چینی کرتی ہے، اور اس طرح "ساس بہو" میں ایک منٹ کو بھی نہیں بنتی۔

سسرال میں پہونچنے کے بعد شوہر اور بیوی میں جو میل جول اور محبت ہونا چاہئے، اس سے یہ لڑکی بغاوت کرتی ہے اور شوہر کو اپنے پاس تک نہیں آنے دیتی، شوہر اور بیوی، اور ساس بہو کی یہ ہنگامہ آرائی ایک مدت تک جاری رہتی ہے۔

اسی اثنا میں لڑکی کا باپ لڑکی سے ملنے کے لئے آتا ہے، لڑکی اس کو انتہائی ذلت کے ساتھ پولیس کے ذریعہ سے، اپنے گھر سے نکلوا دیتی ہے، اور ذلت و توہین کا اثر اس بوڑھے دیہاتی کے دماغ پر اس قدر گہرا پڑتا ہے کہ وہ پاگل ہو جاتا ہے اور پاگل خانے بھیجدیا جاتا ہے۔

میاں اور بیوی میں روزانہ لڑائی جھگڑے ہوا کرتے ہیں، اور ایک مرتبہ تو شوہر بیوی سے اس قدر ناراض ہو جاتا ہے کہ اس کو انتہائی حقارت و توہین آمیز الفاظ سے تخاطب کرتا ہے جن کو سن کر لڑکی آپے سے باہر ہو جاتی ہے۔

بڈھے وکیل کا جوان بیٹا، بمبئی سے آتا ہے اور اپنی نئی اور سوتیلی ماں کے حسن اور جوانی کو دیکھ کر اس کی تعریف اس طرح کرتا ہے جیسے کوئی شخص کسی "طوائف" کے متعلق اپنا خیال ظاہر کرے اور نہ صرف یہی بلکہ "مذاق" کی حد تک اس کی جرات بڑھ جاتی ہے، لڑکی اپنے سوتیلے بیٹے کے اس طرز عمل سے ناراض ہو کر اس کو چھڑی سے مار پیٹ کر اپنے کمرے سے باہر کر دیتی ہے، اس کے شوہر کو اس کی بیوی کا یہ طرز عمل بہت پسند آتا ہے اور اس منظر سے اس کے دل پر گہرا اثر پڑتا ہے۔

بہرکیف اسی قسم کے چند واقعات کے بعد وکیل صاحب اپنی اس شادی پر بہت نادم ہوتے ہیں اور اس ظلم اور زبردستی کو محسوس کرتے ہیں، جو انہوں نے اس نوجوان لڑکی کے ساتھ روا رکھا تھا، لڑکی کی شرافت اور اعلیٰ کردار سے متاثر ہو کر وہ آخر میں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ان کو اس لڑکی سے قطع تعلق کر لینا چاہئے اور چونکہ ہندو جاتی میں "طلاق" کوئی چیز نہیں ہے اس لئے اس لڑکی کو آزاد کرنیکا صرف یہی ایک طریقہ اسکو نظر آتا ہے کہ وہاں سے کہیں چلا جائے اور خودکشی کرلے تاکہ اس لڑکی کو اس کے مظالم سے ابدی نجات مل سکے، چنانچہ یہی اس افسانہ کا اختتام ہے۔

اس پکچر میں خوبیاں متعدد ہیں، مثلاً اس میں سب سے بڑا اخلاقی سبق والدین اور سرپرستوں کے لئے یہ ہے کہ وہ محض "روپیہ" کے لالچ میں لڑکیوں کی شادی بوڑھے آدمیوں سے کر کے ان کی زندگی کو جیتے جی جہنم کا نمونہ نہ بنائیں، دوسرا سبق یہ ہے کہ شریف لڑکیاں خواہ کیسی ہی مصیبت اور تکلیف میں کیوں نہ مبتلا ہو جائیں، اپنی شرافت اور اپنے اعلیٰ کردار کو حتی الامکان "برائیوں" سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتی ہیں۔

بوڑھے ہوس پرست انسانوں کو بھی اس سے یہ درس لینا چاہیے کہ وہ اپنے عیش و آسائش اور تکمیل نفس کی خاطر جوان لڑکیوں سے شادی کریں گے تو ان کو کبھی "سکون زندگی" اور اصل راحت نصیب نہ ہوگی، لڑکیوں کے لئے اس میں یہ ہدایات ہیں کہ وہ اپنے کردار کو اس لڑکی کے کردار کی طرح اعلیٰ بنائیں۔

ڈائرکشن کامیاب ہے، فوٹوگرافی بھی اچھی ہے، شانتا آپٹے ایک مغنیہ کی حیثیت سے کافی مقبولیت حاصل کر چکی ہے، اور اس پکچر میں بھی اس نے اپنے راگ کے بعض بہت دلکش نمونے پیش کئے ہیں۔

اس لڑکے کا نغمہ بہت دلکش اور موثر ہے جس نے ایک بھکاری کی حیثیت سے سڑک پر گانا سنایا ہے "ساس" کے کردار کو کامیاب بنانے کے لئے ڈائرکٹر اور مکالمہ نویس نے پوری کوشش اور توجہ سے کام لیا ہے

پکچر میں جہاں اتنی خوبیاں ہیں وہاں بعض ایسی بڑی بڑی فاش غلطیاں اور کمزوریاں ہیں کہ ان پر نظر ڈالے بغیر نہیں رہا جاسکتا، اور میرا خیال یہ ہے کہ ان کمزوریوں کی وجہ سے اس فلم کی خوبیاں بہت حد تک غارت ہو گئی ہیں۔

"مکالمہ" مجموعی طور پر بیحد ناقص ہے، مکالمہ نویس الفاظ کے صحیح محل استعمال سے ناواقف معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض جگہ ایسے مکروہ الفاظ استعمال کئے ہیں کہ شریف مرد بھی سننا گوارا نہ کریں گے، چہ جائیکہ شریف عورتیں، ایک مقام پر بڈھا وکیل، اپنی جوان بیوی سے ناراض ہو کر اس کو "چھنال" کہتا ہے، یہ لفظ اس قدر مکروہ اور اتنا ادنیٰ درجہ کا ہے کہ ایک شریف آدمی کے دماغ میں بھول کر بھی نہیں آسکتا، مکالمہ نویس کی زباندانی کا یہ ایک اعلیٰ ثبوت ہے۔

افسانہ میں وکیل صاحب کے نوجوان بیٹے اور سوتیلی نوجوان ماں میں جو گفتگو ہوتی ہے اور فرزند ارجمند اپنی سوتیلی ماں کی شان میں تعریف کا جو قصیدہ پڑھتے ہیں وہ شاید طوائفوں کے کوٹھوں پر تو ممکن ہے کہ سنا جاسکے لیکن شریف گھرانوں میں قطعی ناممکن ہے، اس "زبردستی" کے کردار کو زبردستی ٹھونس کر، افسانہ نویس نے افسانہ کی ساری خوبیوں پر ایک سرے سے پانی پھیر دیا ہے، یہ کردار "نوجوان لڑکوں" کو گمراہ کرنے میں شمع ہدایت کا کام دیتا ہے، کیا اچھا ہوتا کہ اسٹوری رائٹر اس کو افسانہ سے خارج کر دیتا، اس کیرکٹر کو نکال دینے سے افسانہ کی خوبیوں پر کوئی اثر نہ پڑتا۔

ایک موقع پر وکیل صاحب کی ایک شادی شدہ بیٹی اپنے باپ کے پاس آتی ہے، وہ پہلے ہی سے اپنے باپ کی دوسری شادی سے ناراض ہوتی ہے، گھر آکر اپنی کم عمر سوتیلی ماں کو دیکھ کر اس کو بڑا صدمہ ہوتا ہے، سوتیلی ماں اور بیٹی کی ملاقات کے سلسلہ میں ایک جگہ شانتا آپٹے نے ایک پورا نغمہ "انگریزی" زبان میں سنایا ہے، تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس خالص ہندوستانی سوشل پکچر میں انگریزی نغمہ پیش کرتے سے مکالمہ نویس یا ڈائرکٹر کا کیا مقصد ہے؟ اگر ڈائرکٹر صاحب کا یہ مقصد ہے کہ اس پکچر کو انگریز بھی دیکھیں یا صرف انگریزی داں حضرات دیکھیں تو ان کو ساری پکچر انگریزی ہی میں تیار کرانی تھی، یا اگر یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ شانتا آپٹے انگریزی میں بھی بخوبی گا سکتی ہے تو اس کے لئے کوئی انگریزی افسانہ تیار کراتے، ۹۰ فیصدی ہندوستانی جاننے والے تماش بینوں کے سامنے انگریزی کا نغمہ سنانا "بھینس کے آگے بین بجانے" کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے کیا اس کی بجائے ہندوستان کا کوئی بہتر راگ ان کو نہ مل سکتا تھا۔

فلموں میں "مذاق" کا عنصر، اس میں شک نہیں کہ عوام کی تفریح کا باعث ہوتا ہے، اور بہت زیادہ سنجیدہ، مناظر کے بعد کسی قدر تفریح کے مناظر اور گفتگو، ناظرین کو آیندہ سنجیدہ مناظر کو دیکھنے کے لئے ازسرنو تیار کرا دیتے ہیں، لیکن "مذاق" اور "ظرافت" کے جو مناظر بالعموم "تصویروں" میں دکھائے جاتے ہیں وہ حد درجہ قابل اعتراض اور پست ہوتے ہیں اس سلسلہ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ محض دو ایک کمپنیوں کے سوا تمام فلم کمپنیوں میں مذاق کا معیار بہت گرا ہوا ہے، نیو تھیٹرز اور بمبئی ٹاکیز قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے مذاق یا ظرافت کے معیار کو بھی بہت بلند رکھا ہے اور اس کو گرنے نہیں دیا، اس کی مثال نیو تھیٹرز کا پورا مذاقیہ فلم "کروڑپتی" اور دیوداس، دھوپ چھاؤں، پریزیڈنٹ، کے مذاحیہ حصوں سے مل سکتی ہے، اور بمبئی ٹاکیز کے "جوانی کی ہوا" میں "پاگل کا مذاق" وغیرہ، رنجیت کے مذاقیہ مناظر حد درجہ پست ہوتے ہیں، اور یہی بات "دنیا نہ مانے" میں پائی جاتی ہے، "دنیا نہ مانے" میں بوڑھے وکیل صاحب اور "گھڑی" کا جو مذاق پیش کیا گیا ہے، وہ نہ صرف انتہائی درجہ مہمل ہے، بلکہ ایک حد تک مغربی آداب کے مدنظر "فحش" کی حد تک پہونچ گیا ہے، جسے بیچارے بھولے بھالے سیدھے سادے ہندوستانی ناظرین مشکل سے سمجھ سکتے ہیں، اور صرف مغربی آداب و معاشرت اور مذاق سے واقف داں افراد ہی اس کی "کراہیت" کو محسوس کر سکتے ہیں

لڑکی کے باپ کو جب ذلت کے ساتھ گھر سے نکلوایا جاتا ہے تو ایک ''گدھا'' قریب میں دکھلایا جاتا ہے، اور وہ بولتا ہے، اس کا اثر اس شخص پر یہ پڑتا ہے کہ دیوانہ ہونے کے بعد ہی وہ بھی ''گدھے'' کی آواز نکالنے لگتا ہے، ایک آدمی کی زبان سے ''گدھے'' کی آواز نکلوانا بہت ہی ذلیل مذاق سمجھا جاتا ہے، لیکن ڈائرکٹر صاحب یا فسانہ نگار نے اپنے افسانہ کی کامیابی شاید اسی کردار کو پیش کرنے پر منحصر رکھی ہے، اسی لئے عموماً پبلک میں فلموں کی طرف سے یہ خیال قائم کیا گیا ہے کہ ہندوستانی فلموں میں مذاق تو اول ہوتا ہی نہیں اور اگر ہوتا ہے تو حد درجہ ذلیل اور لغو، نتیجہ اس کا یہ ہے کہ ایک دو کمپنیوں کی وجہ سے ساری کمپنیاں بدنام ہو جاتی ہیں، یہاں بھی وہی اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس سے بہتر کوئی ''مذاق'' نہ مل سکتا تھا۔

آخر میں نہ صرف میرا، بلکہ اور بھی اکثر لوگوں کا، جن میں بعض اچھے اسٹوری رائٹر، ادیب، اداکار، اور شاعر بھی شامل ہیں، خیال یہ ہے کہ بوڑھے وکیل کے آخری الفاظ اس افسانہ کے دامن حسن پر ایک بدنما دھبہ ہیں، جس پر توجہ نہ کرنے کی وجہ سے ساری اسٹوری خاک میں مل گئی ہے، وکیل صاحب آخر میں اپنی بیوی کو نجات دلانے کے لئے، چونکہ طلاق نہیں دے سکتے، کہتے ہیں:-

''آج سے تو میری بیٹی اور میں تیرا باپ''

جہاں تک میرے معلومات کا تعلق ہے، میں یہ کہنے میں شاید حق بجانب ہوں کہ دنیا کے تمام متمدن اور مہذب اقوام میں ''طلاق'' کی رسم پائی جاتی ہے، البتہ ''ہندوں'' میں شاید یہ رسم نہیں ہے، جس کی وجہ سے بہت خراب اور ناخوشگوار نتائج ظہور میں آتے ہیں۔

لیکن دنیا کے کسی مذہب اور قوم میں یہ رسم نہیں پائی جاتی کہ ایک شوہر خواہ وہ کتنا ہی بوڑھا اور ضعیف کیوں نہ ہو، خواہ وہ کتنا ہی بیدرد اور ظالم کیوں نہ ہو، اپنی ''بیوی'' کو بیٹی کہکر مخاطب کرے، اور خود اسکا باپ بننا پسند کرے، یہ ایک نہایت مہمل جملہ ہے، اور اگر بیوی سے نجات پانے یا بیوی کو چھوڑنے کا سوائے اس کے اور کوئی طریقہ نہیں کہ بیوی کو بیٹی بنا لیا جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں، حالانکہ میرا خیال ہے کہ بیوی کو آزاد کرنے کے لئے اور بھی کئی طریقے ہو سکتے تھے اس جملہ کو نہ رکھا جاتا۔

ان بہت بڑی بڑی کمزوریوں کے علاوہ اور بھی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن پر اعتراض کیا جا سکتا ہے، لیکن وہ اس قدر اہم نہیں ہیں، اس لئے ان کو نظرانداز کیا جا سکتا ہے۔

اگر مندرجہ بالا نقائص کو اس افسانہ سے نکال دیا جاتا تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مجموعی حیثیت سے پربھات کا یہ سوشل پکچر بھی اتنا ہی کامیاب ہوتا، جتنا امرت منتھن یا امرجیوتی وغیرہ لیکن موجودہ صورت میں، مجھے افسوس ہے کہ میں اس کو ایک ''کامیاب فلم'' ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں،

''محشر عابدی''

نیو تھیٹرز کا پر از رومان تاریخی فلم

ودیاپتی

نیو سینما میں آنیوالا ہے

تاریخ کا انتظار فرمائیے

اداکار

کانن بالا، چھایا دیوی، رام پیاری

پہاڑی سانیال، پرتھوی راج، نیمو

محمد اسحاق، کے۔ سی۔ ڈے

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ کا جدید شاہکار

مُکتی

مکالمہ نگار — پنڈت شور لکھنوی

ڈائرکٹر — پی سی بروا

میوزک ڈائرکٹر — آر سی بورال

گانے — حضرت آرزو لکھنوی

اداکار — بروا، کانن، مینکا، نواب، جگدیش، پرتھوی راج، کپور، ویدی، وغیرہ

مُکتی

افسانہ درد میں ڈوبا ہوا، محبت اور اس کی کارفرمائیوں کی
جیتی جاگتی تصویر ہے، مسٹر بروا کے زیر ڈائرکشن اب تک جس قدر
پرازرومان پکچر تیار ہوئے، ان سب سے یہ فلم ایک امتیازی اور نمایاں حیثیت کا مالک
دلکش موسیقی، روح نواز گانے، فطری اداکاری مکتی کی خصوصیات ہیں، آسام کے
پہاڑوں، جنگلوں اور باغوں کے مناظر

مُکتی

میں دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں، بلند معیار فوٹوگرافی، صاف اور واضح صدا بندی، پاکیزہ مکالمے
اور بامعنی گانے صرف
مکتی میں ملیں گے
اپنے شہر کے قریبی سینما ہاؤس میں دیکھئے

بکنگ کا پتہ —
جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
دوسانی فلم کارپوریشن، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ کا زیر تکمیل اصلاحی پکچر

دھرتی ماتا

اسٹوری ڈائرکشن — نیتن بوس

مکالمے اور گانے — پنڈت سدرشن

ادا کار

کملیش کماری، اوما دیوی، سیگل، تیمو، نواب، وید
جگدیش، کپور، پنکوج ملک، لاہا، سراج

دھرتی ماتا

رنگار خانہ نیو تھیٹرز میں بہت
آب وتاب کیساتھ تیار ہو رہا ہے، افسانہ
اصلاحی حیثیت سے بہت بلند ہے،
مسٹر نیتن بوس کے دماغی کاوشوں کا نتیجہ ہے، مسٹر نیتن بوس کا ہر قدم ترقی کیجانب
بڑھ رہا ہے، چنڈی داس، دھوپ چھاؤں، پریزیڈنٹ کے بعد "دھرتی ماتا" یقیناً
ایک امتیازی حیثیت کا فلم ثابت ہوگا، نیو تھیٹرز کا آرکسٹرا، میوزک اداکاروں کی
تمثیل، پنڈت سدرشن کے مکالمے نیتن بوس
کے ٹکنک دھرتی ماتا کی خصوصیات ہیں جن کی
زیادہ تعریف بھی کم ہے،

نیو تھیٹرز لمیٹڈ۔ کلکتہ

Printed by H. H. Rahman at Excelsior Art Press.
Edited & Published by M. M. Begg. 22, Middle Road (Entally), CALCUTTA.

جلد ۲

عکاس

ماہوار

کلکتہ

نمبر ۵

قیمت

ایک آنہ
کلکتہ سے باہر
چھ پیسے

CHAYA DEVI in VIDYA PATI

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا شاندار اصلاحی پیش کش

اناتھ آشرم

ڈائرکٹر ہیم چندر

جس میں

نجم ——— اوما دیوی ——— جگدیش ——— پرتھوی راج

نواب، نیمو، ترلوک کپور، ہری متی، بکرم کپور، کلیانی، شور، کدار
جواد، گردھاری لال، فیض محمد، بابو لال،
دیو بالا، الیاس، ولاستو دھومی
کے. ایل سنگھ، راج لکشمی، بیلا، منورما وغیرہ نے اداکاری، موسیقی اور ترجمانی جذبات کا مکمل نمونہ پیش کیا ہے

افسانہ ——— مناظر ——— مکالمے ——— اداکاری ——— موسیقی

ہر اعتبار سے بہترین پکچر ہے

اپنے شہر کے سینما ہال میں دیکھئے

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
مغربی ہند / جنوبی ہند ——— آل انڈیا ڈسٹری بیوٹرز موبجی ہاؤس، رامپٹ رو فورٹ بمبئی
مشرقی ہند ——— دوسانی فلم کارپوریشن، ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

MENAKA
IN
MUKTI

شذرات

فلمی اور غیر فلمی اخبارات کے ذریعہ یہ اطلاع شائع ہو چکی ہے کہ ''موشن پکچرز سوسائٹی'' کا ایک وفد زیر سرکردگی ''سر فیروز شاہ'' مسرز بی۔ جی کھیر اور کے۔ ایم منشی کی خدمت میں گیا۔ اور ''سنسر بورڈ'' کی از سر نو ترتیب پر توجہ دلائی۔ وفد نے پرزور الفاظ میں درخواست کی سنسر بورڈ کا پریزیڈنٹ پولیس کمشنر کے بجائے ہائی کورٹ کا جج مقرر کیا جائے علاوہ ازیں مذکورہ بالا منسٹر اور چیف منسٹر کی خدمت میں یہ بھی عرض کیا گیا۔ فلم کو دیہات کی اصلاح کے لئے عام طور پر استعمال کیا جائے، اس کی ترقی کے لئے وسیع ذرائع بہم پہونچائے جائیں اور فلم کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے اور تعلیمی مسائل میں فلم سے نشر و اشاعت کا کام لیا جائے۔ وفد کی معروضات کو ''دونوں'' حضرات نے بڑے غور سے سنا اور یقین دلایا کہ آپ کے مطالبات پر غور کرنے کے بعد توجہ کی جائے گی۔

باتیں نئی نہ تھیں، سب کی سب پرانی ہیں، پریس آج سے نہیں برسوں سے توجہ دلا رہا ہے مگر ارباب حکومت نے ہندوستانی فلم انڈسٹری کو محض ایک تماشہ سمجھ رکھا ہے اور اسکی طرف صرف اسی قدر توجہ کی ہے کہ ایموزمنٹ ٹیکس لگایا جائے اور جس طرح ممکن ہو سکے مزید ٹیکسوں میں اضافہ کیا جائے، بورڈ آف سنسر نے جو کچھ خدمات انجام دی ہیں ان کے شاہدات سے لوگوں کی آنکھیں محروم نہیں ہیں۔

دماغ اور دلوں کی حالت میں دس برس کے عرصہ میں کیا کیا انقلابات ہوئے؟ ہماری فلمسازی کی برکات نے کیا کیا گل کھلائے؟ اور ہم نے اپنے میں بتدریج کس قدر تبدیلیاں پیدا کر لیں؟ یہ ہیں بورڈ آف سنسر کی خدمات! کاش اس انڈسٹری سے کوئی مفید کام لیا جاتا؟ اگر مفید کام لئے جانیکا مقصد زیر نظر نہ تھا اور صرف تفریحی مشاغل کے لئے اس کو مخصوص کر دیا گیا تھا تو کم از کم اس بات پر تو توجہ کی جاتی کہ ملک کی اخلاقی حالت گرنے نہ پائے، جس کے باعث اقتصادی اور معاشرتی زندگی میں انقلاب پیدا ہونا لازمی اور ضروری تھا اور یہی ہوا، ہماری ذہنیتوں پر موجودہ فلمسازی بری طرح اثر انداز ہوئی اور اب اس کی اصلاح اگرچہ ناگزیر نہیں ہے مگر دشوار ضرور ہے کم از کم اسی قدر عرصہ چاہئے ہے، بشرطیکہ حکومت سختی کے ساتھ عامیانہ فلموں کی روک تھام کرے۔

واقعہ یہ ہے کہ ہمارا ملک ''اسی حالت میں اچھا رہ سکتا ہے بشرطیکہ یہاں کی معاشرت رسم و رواج اور تہذیب کی پابندی کی جائے مغربی معاشرت تہذیب جداگانہ ہے'، اور ہماری معاشرت تہذیب سے اسی قدر مختلف اور دور ہے جیسے مشرق اور مغرب، ہم قدامت پسندی کے قائل نہیں ہیں مگر ہم اس مخرب اخلاق تہذیب سے قطعی بیزار ہیں جو آج تک ہمارے نوجوانوں کو فلم انڈسٹری نے سکھلائی ہے، لیکن واقعہ یہ بھی ہے کہ ہم کو اپنی قدیم تہذیب کو جدید رنگ میں زمانہ کی رفتار کے ساتھ بدلنا ہوگا، مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم مشرق میں رہتے ہوئے مغربی رنگ میں ڈوب جائیں اور اپنی معصومانہ مشرقی روایات کو جو خلوص، دیانتداری، محبت اور روحانیت کا شاندار آئینہ ہیں'

جن کے عکس میں ایسی زندگی نمایاں ہے جن کی مثال مغربی دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اسی نظریہ کے ساتھ ہماری بعض فلمساز کمپنیاں مشرقی تہذیب کو نئے ماحول میں پینٹ کر رہی ہیں اور وہ صرف نیو تھیٹرز، امپیریل اور بمبئی ٹاکیز ہیں، مگر ان کی دشواریاں اس قدر بڑھی ہوئی ہیں کہ ان کے مقابلہ میں پچاس سے زائد کمپنیاں مغربی فلموں کی تقلید میں بےحیائی آوارگی اور مغربی عشق بازی کی وبا پھیلا رہی ہیں، سماج اور سوسائٹی کے لئے اپنے اندر ایک ایسا زہر لئے ہوئے ہیں جس کو اندازہ کرنا قطعی دشوار ہے اور جوان نونہالوں کی زندگی کو ختم کر دینے میں ایک دوسرے سے سبقت کر رہی ہیں جن پر قوم و ملک کی فلاح اور بہبودگی کا انحصار ہے۔

آج ہر معصوم دل دس بارہ مرتبہ پکچر دیکھنے کے بعد اپنے سادہ دل میں ایک گدی گدی محسوس کرتا ہے اور اپنے لئے سب سے پہلے وہ تسکین کا سامان مہیا کرنے کی جستجو کرتا ہے، وہ اپنے مستقبل سے بے نیاز ہو جاتا ہے، تعلیمی دور ناکامیوں سے دوچار ہو کر گذرتا ہے، دستکاری کی طرف توجہ نہیں ہوتی، جائز آمدنی حاصل کرنیوالے ذریعوں سے رغبت نہیں رہتی، نااہلی، آرام طلبی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے اور وہ دنیا میں ایک عجیب انسان نما حیوان بن جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ نسل کے یہ افراد "خودداری" کے جوہروں سے کیونکر آراستہ ہو سکتے ہیں بات کی آن، قول کا احترام، صحت کا خیال، جسم کی نشوونما اور کفایت شعاری کا خیال موجودہ نوجوانوں سے اس لئے دور ہوتا گیا کہ اول تعلیم ناقص، دوسرے موجودہ ملکی فلمسازی نے دماغوں کے سانچوں کو سنوارنے کے بجائے بگاڑ دینے کی اصلی خدمات انجام دی ہیں، ایسی حالت میں کیا امید رکھی جا سکتی ہے کہ ہمارے ملک کے یہ نوجوان کسی قومی یا سیاسی خدمات میں ملک کے لئے کارآمد ثابت ہو سکیں گے؟ کیا دوربین نظریں ان حالات سے بےخبر ہیں کہ موجودہ رو کس طرف کو جا رہی ہے، آج جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا پالیسی سمجھا جاتا ہے، کاہلی اور اچھے لباس کا دوسرا نام فیشن ہے، فضول خرچی اور آمدنی حاصل کرنے کی طرف سے بےپروائی نوجوانوں کا لائحہ عمل ہے اور اسی قسم کے بیسیوں موضوع ہیں جو صرف موجودہ فلمسازی کی برکت سے آج ہندوستان میں پھیل گئے ہیں اس ہندوستان میں جہاں کی معاشرت دنیا کے لئے مکمل نمونہ تھی، والدین اور بزرگوں کا ادب تو اب متروک ہو گیا ہے، اولڈ فیشن کی باتیں کہی جاتی ہیں۔

یہ ہیں ہمارے بورڈ آف سنسر کی مہربانیوں کی مختصر تفصیلات جو نو فلموں کو پیش کرنے کی اجازت دیکر ملک کے اوپر اس ادارہ کی جانب سے احسان عظیم کیا گیا ہے، ضرورت ہے کہ بورڈ آف سنسر کی موجودہ ہیئت ترکیبی کو منسوخ کر کے جدید طریقہ سے ترتیب دیا جائے اور اس میں کم از کم ایسے افراد لئے جائیں جو ملک اور قوم کے اصلی بہی خواہ ہوں جن کی تجربہ کار نگاہیں مستقبل پر بھی نظر رکھتی ہوں اور اس کا پریذیڈنٹ پولیس کمشنر کے بجائے ہائی کورٹ کا جج مقرر کیا جائے، امید ہے کہ "آئین نو" کی جدید قومی وزارتیں وقت کی اس اہم ضرورت پر فوراً توجہ کریں گی۔

دوسرے اب تک گورنمنٹ نے ہماری فلمسازی کو عملی معاونت کرنے میں جس قدر غیریت اور بے اعتنائی برتی ہے اس کی فوراً تلافی کی جائے، قصہ یہ ہے کہ آج یورپ اور امریکہ کی حکومتیں اپنے فلمسازوں کی اعلیٰ سے اعلیٰ اعانت کرنے سے گریز نہیں کرتی ہیں، برعکس اس کے کہ ہندوستان کی حکومت نے آج تک کسی قسم کی عملی اعانت نہیں کی، اور جو کچھ بھی تھوڑی بہت ہمدردی کا اعادہ ہوا ہے تو وہ

دیسی ریاستوں کی طرف سے ہوا ہے، ریاستہائے حیدرآباد، رامپور، کوٹھاپور اور بھاوںپور نے ملک کی اکثر فلم کمپنیوں کی اس طرح کی امداد کی ہے کہ اپنے فوجی رسالوں کے مناظر لینے دیئے ہیں اور اعلی تاریخی عمارتوں کے مناظر کو فلمبند کرنے کی اجازت دی ہے، ملک کی فلمساز کمپنیاں یقیناً ان احسانات کو فراموش نہیں کرسکتی ہیں، مگر ضرورت یہی اور ہے کہ ہماری گورنمنٹ ہماری فلمسازی کی عملی امداد کرے، آج ہوائی جہاز، بحری جہاز، ریلوے فوج، پولیس کو ہندوستانی فلمسازی کے استعمال کی بلا کسی معاوضہ کے اجازت ہونا چاہئے ہے اور اس سلسلہ میں اگر آسانیاں بہم پہونچائی گئیں تو فلمساز بہترین سے بہترین فلم پیش کرنے کی جرات کرسکتے ہیں، اور موجودہ وقت کی سب سے بڑی اعانت یہ ہوسکتی ہے کہ ہر ہر دیہات میں جہاں سینما گھروں کی تعمیر نہیں ہوسکتی ہے سرکاری امداد سے سینما ہال بنائے جائیں جہاں فلمساز اچھے فلم دکھا کر پبلک میں ذہنی انقلاب پیدا کرسکیں اور جن میں "دیہات سدھار فلم" اور تعلیمی فلم کی نمائش کی جائے، ہمارے وسیع ملک میں صرف چھ سو سینما اسٹیشن ہیں اور یہ اعداد و شمار بہت مایوس کن ہیں، غرض ہندوستانی فلمسازی کو گورنمنٹ کی امداد کی شدید ضرورت ہے، امید ہے کہ موجودہ صوبجاتی حکومتیں صنعت فلمسازی پر ہمدردانہ توجہ کریں گی۔

حدیثِ عشق

آ ص

رنگ جہاں کا ہے یہی کون ترا گلہ کرے
تیری جفا پہ حرف آئے عمر اگر وفا کرے

ہے یہی اصل اختلاط اس میں نہیں کوئی گلہ
دل نہ ملا تو کچھ نہیں لاکھ نظر ملا کرے

تیری نگاہِ کفر زا توڑ دے برہمن کا کفر
تیری ادائے دیں فریب شیخ کو مبتلا کرے

سوز دروں سے گرم کار رہتا ہے پردۂ دماغ
سرد نہ ہو یہ ساز اگر دل میں جلن ہوا کرے

باعث اضطراب ہیں تیری کم التفاتیاں
تیری نگاہ گاہ گاہ دل کو سکوں عطا کرے

خلوت عیش ہو مری محفل جم کا آئینہ
دل کو تیری نگاہ مست جام جہاں نما کرے

تیری ادائے بے رخی کر نہ سکی قضا کا کام
تیری نگاہِ التفات آج یہ قرض ادا کرے

تلخ ہے تیرے ہجر میں آصفِ بینوا کی زیست
کاش ترا وصال اسے موت سے آشنا کرے

فصیح العصر جناب آصف بنارسی

بھونانی پروڈکشن کا فلم "زمبو"

ہندوستان کی عجیب و غریب اور نہایت کامیاب تصویر

امریکہ نے ٹارزن تیار کرکے ساری دنیا کو حیرت میں ڈالدیا تھا اور بھونانی پروڈکشن نے امریکہ کی تقلید کرتے ہوئے زمبو تیار کرکے فلم انڈسٹری کے اندر ایک جدید قابل قدر اضافہ کیا ہے، زمبو ہندوستان کی پہلی تصویر ہے جس میں نہ صرف انسان کے سنسنی خیز کارنامے دکھائے گئے ہیں بلکہ جس میں درندوں اور جنگلی جانوروں سے حیرت انگیز طریقہ پر کام لیا گیا ہے، اس میں خطرناک شیر انسان کی اطاعت کرتے ہیں، جنگلی ہاتھی انسان کی مدد کرتے ہیں، گھوڑے اور دوسرے جانور انسان کے مطیع نظر آتے ہیں، اور بندر نامہ بر کے فرائض انجام دیتے ہیں، غرضکہ یہ فلم ہندوستان میں اپنی نوعیت کا عجیب و غریب فلم ہے، اس قسم کے فلموں کے ہندوستانی کس قدر شائق ہیں، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ فلم دہلی، لاہور اور ہندوستان کے جس حصہ میں دکھایا جارہا ہے پبلک اسپر دیوانہ وار گر رہی ہے، ہندوستان کی فلمی انڈسٹری کے وہ ناخدا جو یہ کہا کرتے ہیں کہ عریانی، خرافات، اور عشق و محبت کے بغیر ہندوستان میں کوئی فلم کامیاب نہیں ہوسکتا یہ فلم ان کی آنکھیں کھولدینے کے لئے کافی ہے، یہ فلم امریکن تصاویر کنگ کانگ، فرنکسٹائن اور ٹارزن سے ماخوذ ہے جس میں بن مانس کا عورت سے عشق کنگ کانگ سے لیا گیا ہے، زخمی بن مانس کو کیمیاوی عمل سے نئی زندگی عطا کرنا فرنکسٹائن کا تخیل ہے، اور جنگل میں درندوں پر ایک جنگلی انسان کی حکمرانی ٹارزن سے ماخوذ ہے، غرضکہ ہندوستانی فلم انڈسٹری میں یہ اپنی قسم کی پہلی تصویر ہے، اس فلم کے ڈائرکٹر مسٹر ایم بھونانی بلاشبہ مستحق مبارکباد ہیں کہ انہوں نے زمبو تیار کرکے ہندوستانی فلم انڈسٹری میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے، اور امریکہ کی تصاویر کو پیش نظر رکھتے ہوے ایک ایسی جرأت کی ہے جو اب تک کوئی نہ کرسکا تھا۔

اس قسم کے وحشتناک فلموں کا افسانہ اگرچہ برائے نام ہوا کرتا لیکن بھونانی پروڈکشن نے اس میں فسانہ کو بھی اہمیت دینے کی کافی کوشش کی ہے، اس افسانہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگلی جانوروں کا تاجر شنکر معہ اپنی بیٹی چمپا کے جنگلی جانوروں کو پکڑنے کیلئے جنگل جاتا ہے، ایک بن مانس زمبو چمپا پر عاشق ہوجاتا ہے اور اس عشق کی پاداش میں شنکر زمبو کو زندہ پکڑ لاتا ہے، اس کی نمائش کرکے روپیہ کماتا ہے، ایک شخص وسنت جو چمپا پر فریفتہ ہوگیا، شنکر کا شریک کار بن جاتا ہے، وسنت کے روپیہ سے شنکر معمولی تماشہ کو شاندار سرکس میں تبدیل کردیتا ہے، لیکن جب چمپا وسنت کی محبت کو ٹھکرا دیتی ہے، تو اسے بڑی مایوسی ہوتی ہے، ایک روز زمبو بگڑ جاتا ہے، شنکر کو ماردیتا ہے، وسنت کو زخمی کرتا ہے اور چمپا کو کاندھے پر ڈال کر فرار ہوتا ہے، شہر میں دیوانہ وار پھرتا ہے، لوگوں کو زخمی کرتا ہے، آخر پولیس اسے گولی ماردیتی ہے، زخمی ہوجاتا ہے، اور ہسپتال

لایا جاتا ہے، ایک ماہر کیمیا پروفیسر زمبو پر اپنی ایجاد کا تجربہ کرتا ہے جس کے اثر سے زمبو بن مانس سے انسان بنجاتا ہے زمبو اور چمپا میں بے انتہا محبت ہو جاتی ہے، لیکن زمبو کو چمپا پر کچھ شبہ ہوتا ہے، وہ سب کو چھوڑ کر پھر جنگل چلا جاتا ہے چمپا بھی جنگل پہنچ جاتی ہے، ادھر وسنت اپنے رقیب زمبو کو مارنے کے ارادہ سے جنگل جاتا ہے، زمبو وسنت کے قابو میں نہیں آتا، وسنت اور اس کی پارٹی ماری جاتی ہے اور زمبو اب اطمینان کے ساتھ گھنے جنگلوں میں محبت کا کیف حاصل کرتا ہے یہ ہے لب لباب اس افسانہ کا، افسانہ میں اگرچہ بعض جگہ بےضرورت اضافے معلوم ہوتے ہیں لیکن پھر بھی دلچسپی باقی رہتی ہے۔

جنگل فلم جس میں درندوں اور جانوروں کا کنٹرول دکھایا گیا ہے اس کا ڈائرکشن کوئی آسان کام نہیں ہے، لیکن مسٹر بھوانانی نے نہایت ہوشیاری اور قابلیت کے ساتھ اس اہم کام کو انجام دیا ہے، مسٹر بھوانانی نے اس فلم میں درندوں اور جانوروں سے اس قدر حیرت انگیز طور پر کام لیا ہے کہ شاید کوئی دوسرا ڈائرکٹر انسانوں سے بھی اتنا اچھا کام نہیں لے سکتا، ڈائرکشن کا کمال یہ ہے کہ کہیں تو ناظرین پر خوف طاری ہو جاتا ہے اور کہیں ناظرین قہقہے لگانے پر مجبور ہو جاتے ہیں، ڈائرکشن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ناظرین کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فلم نہیں دیکھ رہے ہیں بلکہ ایک، ایسے خطرناک جنگل میں ہیں جو درندوں کا مسکن ہے، ہاتھی کے پکڑنے کا نظارہ بھی نہایت مکمل ہے، اس کے بعد شیر، بگھیرا، چیتا، زبرا، اژدھا، بندر وغیرہ سے نہایت سلیقہ سے کام لیا گیا ہے، بعض جگہ تو یہ کام اس درجہ خطرناک حد تک پہنچ گیا ہے کہ انسان لرز جاتا ہے، سرکس کا نظارہ بھی خوب ہے، غرضکہ زمبو نہایت ہوشیاری کے ساتھ ڈائرکٹ کیا گیا ہے اور اس کے اکثر ٹکڑے عجائبات سے پُر ہیں۔

جہاں یہ فلم جدت پسندی اور ڈائرکشن کے لحاظ سے بیحد قابل قبول ہے وہاں کچھ کمزوریاں بھی رہگئی ہیں، چمپا کا بلاضرورت آدھی رات کو کیمپ سے باہر نکل کر چاندنی رات میں گانا صاف تصنع اور بناوٹ معلوم ہوتا ہے، یہ ٹکڑا صرف فسانہ کو آگے بڑھانے کے لئے لگایا گیا ہے لیکن اگر اس حصہ میں سلیقہ مندی سے کام لیا جاتا تو تصنع اور بناوٹ کی بجائے حقیقت پیدا ہو جاتی، شنکر کا چمپا کی بدولت "زمبو" کے ہاتھ سے چھوٹ کر آرام سے بیٹھے رہنا خلاف فطرت ہے، اس موقع پر انسان خاموش نہیں بیٹھا کرتا بلکہ وحشت زدہ نظر آیا کرتا ہے۔ وسنت کا پہلی ہی ملاقات میں دست درازی کرنا محل ہے زمبو بیہوش چمپا کو سرکس سے ایک اونچی بلڈنگ کی چھت پر لیجاتا ہے، وہاں پہونچکر جب چمپا کو ہوش آتا ہے تو وہ کسی حیرانی کا اظہار نہیں کرتی حالانکہ اس موقع پر اسے حیرت زدہ دکھانا چاہئے تھا وسنت اور زمبو کی دشمنی زیادہ چمکانے کے لئے رشتہ داری کا جوڑ لگانا بناوٹ معلوم ہوتی ہے، دشمنی کے لئے صرف رقابت ہی کافی تھی، تعجب ہے کہ سائنس داں کے عمل سے زمبو کے جسم کے بال تو سب غائب ہو گئے مگر سر کے بال باقی رہ گئے، سائنس کے عمل سے نقش و نگار کی تبدیلی بھی بے معنی معلوم ہوتی ہے، کچھ پتہ نہیں چلا کہ زمبو کے جسم پر جو گولی کا زخم تھا وہ چند گھنٹوں میں کہاں غائب ہو گیا، جب زمبو بغیر کسی سامان کے جنگل بھاگ جاتا ہے تو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ اس کے پاس استرا اور خنجر شیونگ اسٹک وغیرہ کہاں سے آگئے، غرضکہ اسی قسم کی چند خامیاں رہ گئی ہیں جو خوبیوں کے مقابلہ میں اس قابل ہیں کہ نظر انداز کی جاسکیں۔

کرداروں نے بھی اپنا کام بڑی خوبی سے انجام دیا ہے، جنگلی زمبو جس کا کام نیام پلی نے کیا ہے بہت دشوار کام ہے لیکن نیام پلی نے نہایت خوبی کے ساتھ اس دشوار کام کو انجام دیا ہے، انسان زمبو کا کام نوین یگنک نے بھی خوب کیا ہے، نوین کا کام بھی

کسی طرح نیام پلی سے کم نہیں ہے، سرلا جس کو چمپا کا کام دیا گیا تھا اس کا کام بھی برا نہیں ہے، وسنت کا کام سالوی نے کیا ہے، اور شنکر کا کام غلام قادر نے، ان سب کے کام بھی اچھے ہیں، گوریلا کا کام بھی لاجواب ہے، غرضکہ اداکاری کے لحاظ سے بھی ڈرامہ بے حد قابل تعریف ہے، اور ہم کو امید ہے کہ ہندوستان کے ہر حصہ میں اسے غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوگی، آخر میں ہم مسٹر بھوناتی کو پھر ایک بار مبارکباد دیتے ہوئے توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ وہ اسی قسم کی چند تصویریں اور تیار کریں، کیونکہ ہم کو توقع ہے کہ بھوناتی پروڈکشن کی اس قسم کی دوسری تصاویر زمبو سے بھی زیادہ مکمل ہونگی، کیونکہ ملک میں ابھی کافی مدت تک اس قسم کی تصاویر کامیاب ہو سکتی ہیں۔

"دین دنیا"

دستور العمل

عکاس کی قیمت چھ پیسے فی کاپی ہے، جو لوگ مستقل طور سے پرچہ بذریعہ ڈاک منگوانا چاہیں اسی حساب سے قیمت منی آرڈر کر دیں، وی، پی سے عکاس روانہ نہیں کیا جائیگا، اور نہ کوئی صاحب وی پی کی فرمائش کر کے اپنے خط کے پیسے ضائع کریں، عکاس جس ماہ نہیں شایع ہوگا اس ماہ کے چھ پیسے محفوظ رہیں گے، اور عکاس کی ہر روانگی کے بعد چھ پیسے آپ کی جمع شدہ رقم سے (جو کہ درج رجسٹر رہتی ہے) وضع کر لیئے جائیں گے، دفتر سے صرف ان خطوط کا جواب دیا جاتا ہے جو جوابی ہوتے ہیں یا ٹکٹ جواب کے لئے ان میں آتا ہے، نمونہ مفت طلب کرنے والے خط لکھکر اپنے پیسے ضایع نکریں، نمونہ صرف اسی صورت میں روانہ ہوگا جبکہ چھ پیسے کے ٹکٹ روانہ کئے جائیں۔ عکاس میں صرف معیاری مضامین کو جگہ دیجاتی ہے، غیر معیاری مضامین ردی کی ٹوکری میں پھینکدیئے جاتے ہیں یا اگر مضمون نگار صاحبان واپسی مضمون کے لیے ٹکٹ روانہ کریں تو واپس کر دیا جاتا ہے، امید ہے کہ ناظرین سطور بالا پر توجہ کریں گے اور فضول خط و کتابت کر کے وقت ضایع نہ کریں گے۔

ایجنسی لینے والے حضرات کو چاہئے ہے کہ جس قدر کاپیاں مطلوب ہوں ان کی قیمت (بعد وضع کمیشن پچیس فیصدی) پیشگی روانہ فرمائیں، اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں منظور کی جائیگی، اور نہ جوابی خط آئے بغیر جواب دیا جائیگا۔

"منیجر عکاس"
۱۷۱ دھرم تلہ اسٹریٹ کلکتہ

پوجا کی تقریب پر
جاری شدہ ہندوستان ریکارڈس

مسٹر سیگل

ایچ ۱۱۵۵۰
- شمع کا جلنا ہے یا سوزش پروانہ ہے — غزل
- رحمت پہ تیری میرے گناہوں کو ناز ہے — 〃

مسٹر پہاڑی سانیال

ایچ ۱۱۵۴۰
- آئے کارے بدرا - - - - ٹھمری
- گھر جانے دے بہاری - - - بھاگ

کمار سچن دیب ورما

ایچ ۱۱۵۴۸
- اب میں شرن تمہاری - - - بھجن
- میرے پیتم پیارے - - - 〃

سرجیت جیتوے گوسوامی

ایچ ۵۴۹
- مایا کا ہے بزار دنیا - - - بھجن
- میرا میرا چھوڑ مسافر - - - 〃

مس ستدربائی اینڈ پارٹی

ایچ ۱۱۵۵۱
- گلیا والے ساجن پڑوں توری پیّاں — قوالی
- میں تیری قدرت کے قربان — 〃

نیو تھیٹرز آرکسٹرا

ایچ ۱۱۵۳۷
- آرکسٹرا — بطرز ناچ
- Orchestra music Dance

مس شاہجہاں - جونا گڈھ

ایچ ۱۲۰۳۳ ڈبلو آر
- دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہیئے — غزل
- زخموں سے کلیجے کو بھر دے برباد سکون دل کر دو — 〃

مس پالو بائی

ایچ ۱۲۰۳۲ ڈبلو آر
- گوکل یوں - - - راس بزبان گجراتی
- آتنا بھیو - - - 〃

کاٹھیاواڑ بھجن منڈل

ایچ ۱۲۰۳۱ ڈبلو آر
- ناتھ تو تم سے - - - کاٹھیاواڑی بھجن
- وکھٹری اُنے بھگی - - - 〃

ماسٹر کرشنا (بنارس)

ایچ ۵۰۶۲
- عجب حیران ہوں بھگون تمہیں کیونکر — بھجن آریہ سماجی
- گئے دونوں جہان نظر سے گذر — غزل حمد

ماسٹر مترسین (نیپال)

ایچ ۵۰۶۳
- جنم بھیو جہاں پر کھا کو - - - نیپالی بھجن
- ہے ہری یو بپتا نوارو - - - 〃

ولائتو، بسم اللہ پارٹی (بنارس)

ایچ ۵۰۶۴
- گت شہنائی — راگ باگیسری
- گت شہنائی — راگ جونپوری

ایرانی ڈرامے اور ڈرامہ نگاری

از جناب سید سعد اللہ صاحب قادری

ایران میں ڈرامہ نگاری کا مذاق ناصر الدین قاچار کے عہد حکومت سے پیدا ہوا، اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ولایت قفقاز کو اہل ایران سے روسیوں نے چھین لیا تو وہاں کے گورنر نے سنہ ۱۸۵۰ء میں بمقام طفلس ایک تھیٹر کی بنیاد ڈالی، اور اس کے لئے روس و فرانس سے ایکٹر و ایکٹرسیں بلائے، ان تماشوں کے دیکھنے کے بعد اہل قفقاز کو اس سے دلچسپی پیدا ہوئی، اور اسی زمانہ سے ڈرامہ کی تصنیف و تالیف کا آغاز ہوا، ایران میں ڈرامہ کا سب سے پہلا محرک مرزا فتح علی اخون زادہ ہے، یہ شخص قراچہ داغ کا رہنے والا تھا، لیکن طفلس اس کی سکونت تھی، اس لئے اس نے یہاں کے تھیٹر کے لئے سنہ ۱۸۵۰ء سے سنہ ۱۸۵۵ء تک پانچ سال کی مدت میں ڈرامے تصنیف کئے، ان ڈراموں کا ماخذ فرانس کے مشہور ڈرامہ نگار موسیو مولر کے ڈرامے تھے۔

اہل قفقاز کی زبان آذری کہلاتی ہے، جو فارسی اور ترکی کی آمیزش سے بنی ہے، مکالمے اسی زبان میں ہوا کرتے تھے، ان ڈراموں کا مجموعہ "تمثیلات" کے نام سے سنہ ۱۸۵۹ء میں چھپا ہے جس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

سنہ ۱۸۵۰ء — ابراہیم خلیل کیمیاگر
" — موسیو ژوردان
سنہ ۱۸۵۱ء — خرس قولدورماسان
" — وزیر خان لنگران
سنہ ۱۸۵۲ء — مرد خسیس
سنہ ۱۸۵۵ء — وکلا مرافعہ
" — یوسف شاہ سراج

مصنف نے اس مجموعہ پر ایک بصیرت افروز تقریر مقدمہ لکھا ہے، اور ڈرامہ کی حقیقت بیان کی ہے، اور اس کے فوائد نہایت لطیف و مؤثر پیرایہ میں قلمبند کئے ہیں، جس سے اس وقت کے مذاق کا بھی پتہ چلتا ہے، چونکہ مصنف بہت عالم و فاضل آدمی تھا، اس نے اپنی کتاب میں بڑے تجربے کی باتیں لکھی ہیں، جو اس قابل ہیں کہ اس سے دوسروں کو بھی آگاہ کیا جائے، اسی نقطۂ نظر سے ذیل میں مقدمہ کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:-

"قدرت نے انسان میں دو متضاد خاصیتیں ودیعت کی ہیں، پہلی حزن و ملال، دوسری حظ و انبساط، غم کی علامت گریہ اور انبساط کی ہنسی ہے، انسان کی طبیعت میں اس کا ظہور اس وقت سے ہوا جبکہ اس کا خمیر بنا، قصے سننے، کتابیں پڑھنے، تقریر و تحریر سے بھی انسان متاثر ہوتا ہے، غم و مسرت یعنی رونے اور ہنسنے کی کیفیتیں انسانی طبائع کا جزو ہیں، جس کا موقعہ بے موقعہ اظہار رہتا ہے، غیر دلچسپ قصہ اور بے مزہ تحریر و تقریر مناسب حال نہیں ہے، ان کے مقابلہ میں ایام عزا کی مجالس اور نوحہ کی محفلیں قابل ذکر ہیں، اگر ان کا انداز بیان غیر مؤثر ہے تو مطلق تاثیر نہیں رہتی، اس کے برخلاف جو آدمی تقریر و تحریر کے طریقوں سے واقف ہوتا ہے تو اس کا وہ اثر

ہوتا ہے کہ انسانی طبائع بدل جاتے ہیں، ایسی حکایتیں جو غم آگیں ہوں اور جن میں اخلاقی عنصر زیادہ ہو وہ حد درجہ پراثر ہوتی ہیں، اگر نفس امارہ کے باعث آدمی فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے، تو ان کے پڑھنے یا سننے سے بد کاری کا سدباب ہو جاتا ہے"

اس مقدمہ کے پڑھنے سے ظاہر ہے کہ اس کا مصنف مرزا فتح علی ایک زبردست فلسفی اور ماہر نفسیات ہے، جس نے انسانی فطرت کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے، اس کے نظریہ کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ڈرامہ ایک ایسی چیز ہے جس پر حیات انسانی کا دارومدار ہے، اگر اچھے ڈرامے اسٹیج ہوتے رہیں تو وہ یقیناً نفع بخش ثابت ہوں گے،

اس مجموعہ کی اشاعت کے بعد اہل ایران کو ڈرامہ کی اہمیت معلوم ہوگئی، اور فتح علی شاہ کے نامور فرزند مرزا جلال نے جو "نامہ خسروان" جیسی شہرۂ آفاق کتاب کا مصنف اور علوم و فنون کا زبردست سرپرست گذرا ہے، مرزا جعفر قراچہ داغی سے ان ڈراموں کے ترجمہ کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ سنہ ۱۸۷۲ء میں مرزا فتح علی کا پہلا ڈرامہ الموسوم بہ "ابراہیم خلیل کیمیاگر" آذری زبان سے فارسی میں منتقل ہوا، اور سات سال کے قلیل عرصہ میں مرزا فتح علی کے بقیہ چھ ڈرامے مرزا جعفر نے ترجمہ کئے، جو طہران میں چھپ چکے ہیں، اور یہ اس موضوع پر فارسی زبان میں پہلی کوشش ہے، ان کی اشاعت کے بعد ایرانیوں میں ڈرامہ نگاری کا اصلی مذاق پیدا ہو گیا، اور دیگر ایرانی ادیبوں نے فرانسیسی اور ترکی زبان سے متعدد ڈرامے فارسی میں ترجمہ کئے، اس زمانہ میں ملکم خاں ناظم الدولہ جیسے بیدار مغز انسان کا ظہور ہوا، اس نے ایران کی معاشرت اور سیاسی حالت کو پیش نظر رکھ کر وہاں کے رسم و رواج کے مطابق کئی ڈرامے لکھے، جو تبریز کے روزنامہ اتحاد میں سنہ ۱۹۰۸ء سے مسلسل شائع ہوئے ہیں

ان میں سے تین ڈراموں کا ایک مجموعہ "تیاتر" کے نام سے برلن میں طبع ہوا ہے، جس میں "سرگذشت اشرف خاں" "طریقہ حکومت زماں خاں" "حکایت سفر کربلا شاہ قلی مرزا" شامل ہیں۔

تعجب ہے کہ ایران میں تھیٹر کو زیادہ فروغ حاصل نہیں ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ علمائے دین اس کی ترویج میں سد راہ تھے، جب ایران میں مشروطیت کا دور شروع ہوا، خیالات میں بھی تبدیلی واقع ہوئی تو اس کے بعد عوام کے طبائع تھیٹر کی جانب مائل ہو گئے،

ایران شہنشاہی ملک ہے، مگر صنعت فلمسازی ابھی وہاں نہیں پہنچی ہے، ممکن ہے کہ ایران بھی بہت جلد اس سے متاثر ہو جائے حال میں چند ایرانیوں نے "ایران جدید" کے نام سے ایک خاموش فلم تیار کیا تھا جو کسی قصہ پر مبنی نہیں تھا، البتہ اس میں ایران کی موجودہ ترقی صنعت و حرفت، فوجی ترقی کے مظاہرے، دربار کے چند مناظر پیش کئے گئے تھے، یہ فلم ہندوستان کے اکثر شہروں میں دکھایا گیا ہے

اب ہم فارسی ڈراموں سے ان ڈراموں کا تذکرہ ذیل میں درج کرتے ہیں جو ایران میں تصنیف ہو کر اہل ایران میں مقبول ہوئے، اور وہاں کے تھیٹروں میں اسٹیج پر پیش کئے گئے۔

ذبیح بہروز شاہ ایران و بانوے ارمن، ۴ پردے، ۸۰ صفحات، مطبوعہ فارس سنہ ۱۳۰۱ھ، قدیم تاریخ ایران کا ایک افسانہ نہایت فصیح و بلیغ نثر بدیع میں۔

جیحک علی شاہ ۵ پردے، ۴۸ صفحات، مطبوعہ ایران شہر سنہ ۱۳۰۲ھ اس میں عہد قاچاریہ کے دربار شاہی کا نقشہ اور اسی کے آداب و مراتب بتائے ہیں۔

سید عبد الرحیم خلخالی داستان خونین، ۵ پردے، ۲۰ صفحات مطبوعہ مجلس سنہ ۱۳۰۸ھ شمسی، تاریخی افسانہ برامکہ کے زوال کی سرگذشت

ہارون رشید کے زمانہ میں دربار خلافت کی حالت۔

حسین کاظم زادہ رستم وسہراب، ۵ پردے، ۴۴ صفحات، مطبوعہ چھاپہ خانہ ایران شہر ۱۳۰۳ سنہ شمسی، شاہنامۂ فردوسی کا اقتباس، رستم وسہراب کی داستان۔

حسن مقدم جعفر خاں از فرنگ آمدہ، ایک پردہ، صفحات ۴۳، مطبوعہ مطبع فارس ۱۳۰۱ سنہ شمسی، ایرانی خاندان کے بود وباش کے طور وطریق بطرز احسن بیان کئے ہیں۔

صادق ہدایت پروین، ۳ پردے، صفحات ۴۰، مطبوعہ مطبع فردوسی ۱۳۰۹ سنہ شمسی، مسلمانوں کا ایران کو فتح کرنا، ایرانیوں کی تمدن وتہذیب اور دولت وثروت کی تباہی، حفظ ناموس کی خاطر ایک ایرانی لڑکی کا جان دیدینا۔

سعید نفیسی آخرین یادگار نادرشاہ، ۳ پردے، صفحات ۳۲، مطبوعہ مطبع شوروی ۱۳۰۵ سنہ شمسی، وطن پرستی کی ترغیب وتحریص اس کا موضوع ہے۔

عبد الحسین نوسین تاثیر زن وظیفہ شناس، ۳ پردے، صفحات ۴۸، مطبوعہ مطبع خاور، ۱۳۰۹ سنہ شمسی، کامیڈی اصلاح اخلاق کیلئے

سلیمان حشیم یوسف زلیخا، ۵ پردے، صفحات ۶۶، مطبوعہ مطبع اتحادیہ، ۱۳۰۰ سنہ شمسی۔

میرزادہ عشقی رستاخیز سلاطین ایران وایرت بچہ گدا، ۳ پردے، صفحات ۳۲، مطبوعہ مطبع محمدی شیراز ۱۳۰۳ سنہ شمسی، خرابہ ہائے مدائن میں سلاطین ایران کی تباہی کے نظارے وطن پرستی کی تحریک

اک بقلیان حق باکیت، ۳ پردے، صفحات ۹۶، مطبوعہ مطبع اتحادیہ، ازدواج نامتناسب کی خرابی۔

نوشیروان عادل ومزدک ۵ پردے، صفحات ۱۲۰، مطبوعہ مطبع عروۃ الوثقیٰ، ایران قدیم کا ٹریجیڈی تاریخی افسانہ

میدان وحشت ۳ پردے، صفحات ۴۰، مطبوعہ مطبع عروۃ الوثقیٰ، ایران قدیم کا تاریخی افسانہ۔

درلباس زن ایک پردہ، صفحات ۳۰، مطبوعہ مطبع عروۃ الوثقیٰ کامیڈی۔

حسن معاصر کرمانی شوخی اول فروردین، صفحات ۱۰، مطبوعہ مطبع فردوسی، ۱۳۰۷ سنہ شمسی، تیاتر قاضی ہمدان چوتھا پردہ۔

قاضی ہمدان صفحات ۳۲، مطبوعہ مطبع تمدن طہران ۱۳۰۷ سنہ شمسی، شیلر مشہور شاعر اور ڈرامہ نویس جرمن کے ناٹک کا ترجمہ بطرز جدید، برائے حسّ وطن پرستی۔

علی اصغر شمیم ہمدانی ایرانیاں، صفحات ۶۲، مطبوعہ مطبع باقرزادہ، آشیل یونانی کی کتاب کا ترجمہ۔

آقا بزرگ علوی دوشیزہ اریان، ۵ پردے اور مقدمہ صفحات ۹۸، مطبوعہ مطبع خورشید ۱۳۰۹ سنہ شمسی، شیلر مشہور شاعر اور ڈرامہ نویس جرمن کے ناٹک کا ترجمہ بطرز جدید برائے حسّ وطن پرستی۔

منیر لاجوردی، مریض خیالی، ۳ پردے، مطبوعہ مطبع خاور ۱۳۰۹ سنہ شمسی، موسیو مولر کی کتاب کا ترجمہ

عطاء اللہ قدیمی مون بہ بہ، ۳ پردے، صفحات ۸۶، مطبوعہ مطبع امید تبریز ۱۳۰۳ سنہ شمسی، مورس ہنکن کی کتاب کا ترجمہ۔

(ماخوذ)

اگر آپ کو عکاس کے پرانے پرچے مطلوب ہوں تو چھ پیسے فی کاپی کے حساب سے ٹکٹ روانہ فرما کر طلب فرمایئے۔ منیجر عکاس نمبر ۱۷ ادھرتلہ اسٹریٹ کلکتہ

میگافون کے میکا سکے

مس اختری بائی فیض آباد (فلم اسٹار)

جے۔این۔جی ۹۸۱
- اُٹھیئے تو کہاں جائیے — غزل
- موسیٰ کی زبان پر — نعت

مس کملا (جھریا)

جے۔این۔جی ۹۸۲
- درود ہیں لاکھوں ہوں تم پر — نعت
- حاصل نہ کیوں ہو مجھ کو حمایت — 〃

انیس خاتون کانپور

جے۔این۔جی ۹۸۳
- افسانہ یہ کس کا تصور — غزل
- پلائے جا پلائے جا — گیت آرکیسٹرا

مسٹر وجے کمار بی اے (فلم اسٹار)

جے۔این۔جی ۹۸۴
- سانوریا پردیس سکھی ری — گیت آرکیسٹرا
- پریتم چھیڑو نا پریم کے تار — 〃

محمد حنیف قوال (چیت پور چوڑی پاڑہ)

جے۔این۔جی ۹۸۵
- کریو اکڑیا مار گیو — قوالی
- پیا بنا نندیا — 〃

مسٹر ارشاد حسین (امیچر) بلاسپور

جے۔این۔جی ۹۷۸
- کیا کاری کاری چھائی — گیت آرکیسٹرا
- پریم کی نیا پڑی ہے — 〃

نیو تھیٹرز میگافون ریکارڈ

یعنے

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کے تازہ ترین شاہکار "اناتھ آشرم" کے کیف آفریں گانے

مس کلیانی (نیو تھیٹرز)

جے۔این۔جی ۹۸۶
- چھین لی ہے ہائے " " " " " (فلم اناتھ آشرم سے)
- پائل باجے چھنن چھنن " " " " " 〃
- جو اُن گذری ہوئی گھڑیوں کو اب میں یاد کرتا ہوں
- تو اس ناشاد دل کو " " " " "

اناتھ آشرم پر ایک نظر

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا شاہکار ''اناتھ آشرم'' بمبئی آگیا اور ''ویسٹ انڈ ٹاکیز'' میں اس کی نمائش ۱۴۔ اگست سے ہو رہی ہے' اب تک میں اس فلم کو اس قلیل عرصہ میں تین مرتبہ دیکھ چکا ہوں' کس کس بات کی تعریف کروں افسانہ' مناظر' ڈائرکشن' مکالمے گانے ہر اعتبار سے مکمل فلم ہے۔ نیو تھیٹرز کے ہر فلم کا میں بمبئی میں بے چینی سے منتظر رہتا ہوں' پریزیڈنٹ بائیسواں ہفتہ کرشنا ٹاکیز میں جا رہا ہے' آٹھ دس مرتبہ دیکھ چکا ہوں' دراصل واقعہ یہ ہے کہ میری روح کو نیو تھیٹرز کے فلم دیکھ کر تسکین ہوتی ہے' ان کے فلموں میں واقعات سلجھے ہوئے ہوتے ہیں اور چونکہ الجھن نہیں پیدا ہوتی ہے اس لئے دماغ پر کسی طرح کا بار نہیں پڑتا ہے' بات یہ ہے کہ دن بھر کی تکان اور کاروباری پریشانیوں کے بعد دل چاہتا ہے کہ تفریح کی جائے! تو اصلی تفریح بمبئی کے فلموں میں ہم کو نظر نہیں آتی یا میری طبیعت کے مواقق نہیں ہوتی' مار پیٹ کے فلموں سے تو مجھکو نفرت ہے' رہا وہ قصے جنکا سر نہ پیر انکو دیکھ کر اپنا دماغ خراب کرنا ہے' لہذا چاہئے یہ ہے کہ فلم دیکھنا ہو تو ایسے دیکھیں جنپر پیسے خرچ کرنے کے بعد کچھ واپس بھی ملے' میں نے اپنے لئے دو چار کمپنیاں مخصوص کر لی ہیں اور ان کے آنے والے شاہکاروں (اصطلاحی حیثیت سے جو فلموں کے لئے مخصوص ہو گئی ہے استعمال کر رہا ہوں) کو دیکھنا میرے لئے لازمی ہے' انہیں فلم کمپنیوں میں نیو تھیٹرز بھی ہے اور اس کا نمبر میرے نکتہ نظر سے اول ہے' غرض بڑی مشکلوں سے ٹکٹ منگایا اور اناتھ آشرم دیکھا' افسانہ کا سنگ بنیاد اس قدر مضبوط ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی' اس میں تدگی ہے' درد ہے' جذبات ہیں' اور نتیجہ خیز تو ایسا ہے کہ ہندوستان کی ایک بہت بڑی قوم پر احسان عظیم کیا گیا ہے' ہندو سماج کی بیوہ عورتیں بیوہ ہونے کے باوجود بھی بے زبان رہتی ہیں' ان کو اپنے معاملات میں بولنے کا حق نہیں ہے اور نہ وہ اپنا مستقبل سنوار سکتی ہیں' اس چیز کو پردہ فلم پر بھی پیش کیا گیا ہے اور اس کا علاج بھی بتلایا ہے' مگر افسوس ہے کہ علاج بتلانے میں ذرا وضاحت کی ضرورت تھی' یہ میرا ذاتی خیال ہے' ممکن ہے نیو تھیٹرز والے اس طرز عمل کو روا رکھنے میں حق بجانب ہوں' بہر حال ہم کو اس جرات پر مبارکباد پیش کرنا ہے کہ انہوں نے ایسے موضوع کو لیا ہے' جو دوسری فلمساز کمپنیاں قدامت پرست ہندوؤں کے خوف سے نہیں لے سکیں' افسانہ اور اس کا موضوع کے انتخاب کے بعد اداکاروں کا انتخاب اہم مسئلہ تھا' سروج کا کردار ادا کرنے کے لئے ''اوما'' کا انتخاب ایسا شاندار ہوا ہے کہ بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ ''اوما'' اور ''سروج'' میں کوئی فرق نہیں' اوما کی اداکاری کی تعریف کرنے کے لئے بہت گنجائش ہے مگر کسی ایکٹریس کی تعریف کرنا فی زمانہ کسی اہل قلم کے لئے ذرا دشوار بن گیا ہے' بہر حال سروج کا کردار ایک آئینہ ہے جس میں مختلف عکس نظر آتے ہیں' عورت کی نفسیات کا مطالعہ کرنے والوں کو اس ترجمانی میں بہت کچھ مل سکتا ہے' مکالمہ گوئی اور نغمہ طرازی کا شاندار مظاہرہ کیا گیا ہے' اور ایک ایسے مضبوط کیرکٹر کو مکمل طور پر پیش کر دیا ہے جس کا ادا کرنا ہندوستان کی دوسری

ایکٹرسوں سے دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے، بیماری کا آخری سین اور ننھے کی آمد پر جب کہ سروج عالم بے ہوشی میں آواز دے رہی ہے اور ”ننھے“ ماں کی آواز پر آواز دیتا ہے، اس موقعہ پر آغوش مادر وا ہو جاتی ہے اور ممتا کا اصلی مظاہرہ ہوتا ہے، یہ پورا سین تعریفوں سے بے نیاز ہے، مسٹر نجم اس فلم میں ہیرو ہیں، آپکی اداکاری مسلمہ ہے، آپ نے پورے فلم میں صرف ایک مصرعہ گایا ہے، مگر ایسے دلکش انداز میں گایا ہے کہ کانوں میں بہت دیر تک آپ کی میٹھی آواز سما جاتی ہے، یہ واقعہ ہے کہ آپ موجودہ ہندوستانی اسکرین پر ایک خوبصورت ایکٹر ہیں، پرتھوی راج اپنے مخصوص رنگ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، آپ ایک کیریکٹر ایکٹر ہیں، آپ کا کام عموماً اچھا ہوتا ہے، مسٹر نواب کاشمیری کو ایک ایسا کردار دیا گیا ہے جس سے ہنسی بھی آئے اور ہمدردی بھی پیدا ہو بہر حال نواب نے امیش کا کیریکٹر خوبصورتی سے ادا کیا ہے، مگر یہ بار بار چھتری اور لکڑی کی جوڑی ملانا کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا، نواب کو اپنا سادہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے تھا، وہ کیرکٹر ہی ایسا ہے کہ لوگوں کو ہنسی آئے، پھر تصنع کی کیا ضرورت ہے؟ امیش کا کردار ایک اچھا کردار ہے، خصوصاً ”اناتھ منڈلی“ سے ملاقات کے وقت کا سین بہت سادگی اور دلچسپی لئے ہوئے ہے، چند معمولی غلطیوں کے بعد نواب نے اپنا کردار خوب ادا کیا ہے،

اسی سلسلہ میں منتری جی کا ایک دلچسپ کردار ہے جو واقعی ایک ”منتری“ کو اصلی رنگ میں پیش کرتا ہے، یہ پارٹ مسٹر نمو نے ادا کیا ہے، منتری موہنی کے رومان پرور سین اگر تھوڑے اضافے سے پیش کئے جاتے تو دلچسپی زیادہ بڑھ جاتی، جے نرائن کے کردار کو ایک اہم کردار ہم کہنے پر مجبور ہیں، کیونکہ اس کردار میں ایک ”ظالم مالک“ ”محبت کرنے والے پتا“ ”حوصلہ مند انسان“ کا مظاہرہ ہوتا ہے جو قوت ارادی میں مستحکم ہے، مسٹر جگدیش نے اس کیرکٹر کو خوبصورتی اور خوشنمائی کے ساتھ ادا کیا ہے، ”ننھے“ کا کردار جس بچے نے ادا کیا ہے، بہت شاندار طریقہ سے ادا کیا ہے، کاش ننھے میں خوبصورتی اور بھولا پن بھی ہوتا؟ تو فطری طور پر تمام ہمدردیاں ننھے کے کردار میں جذب ہو جاتیں، آخر میں مسٹر ہیم چندر کے ڈائرکشن کی تعریف نہ کرنا ایک غلطی ہوگی، فلم ڈائرکشن کی خوبیوں سے آراستہ ہے، فوٹوگرافی نیو تھیٹرز کی اچھی ہوتی ہی ہے اور میوزک بھی دلکش، غرض ”اناتھ آشرم“ ایک فلم ہے جو تفریح کے ساتھ ساتھ اصلاح کا زبردست پہلو لئے ہوئے ہے اور سماج کے ہر فرد کے لئے انتہائی مفید ہے۔

”منصور احمد“
دادر بمبئی

پہلی فرصت میں سنئے

نیو تھیٹرز کے جدید شاہکار ”اناتھ آشرم“ کا ایک ریکارڈ

رس اوما، پہاڑی سانیال، و شبیر علی

ایچ ۱۱۵۵۲	ایک تھی طوطی ایک تھا طوطا ” ” ”	اناتھ آشرم	یہ ریکارڈ نیو تھیٹرز لیبل پر ہندوستان کمپنی نے جاری کیا ہے
	من پریم کی جوت جلا بجنی ” ” ”	” ”	قیمت فی عدد دو روپیہ بارہ آنہ ۲/۱۲

انڈیا فلم بیورو کے بہترین فلم

کالی فلمز پروڈکشن

موڈرن لیڈی جس مین عباس، پدما، رام دلاری وغیرہ نے بہترین کام کیا ہے، بنگلہ فلم اردو لباس مین جس نے تمام بنگلہ فلمون کا ریکارڈ توڑ دیا ہے، افسانہ ڈائرکشن وغیرہ قابل دید ہین

اسٹیج فلم کمپنی کا شہرۂ آفاق فلم

خون کا خون شکسپیر کے زندۂ جاوید ڈرامہ کو فنکارانہ کمال اور رنگین مناظر کے ساتھ پردۂ فلم پر پیش کیا گیا ہے اس مین سہراب مودی، نسیم، شمشاد بانی کا کام قابل دید ہے، ڈائرکٹر سہراب مودی

بھونانی پروڈکشن کا شاندار شاہکار

جنگ بہادر سنسنی خیز واقعات، بہادرانہ کارنامے، دلکش مناظر اور جنگ وجدال کی معرکہ آرائیان اس فلم کی خصوصیات ہین، پربھا، نیام پلی، فیٹی پرشاد، نرگس وغیرہ اداکار ہین، ڈائرکٹر بھونانی

بھونانی پروڈکشن کا سسپنسٹ پکچر

شادی کی رات ماردھاڑ کے اس قدر شاندار سین پردۂ سیمین پر دیکھنے مین نہین آئے، اسمین پربھا، نرگس، نیام پلی، فیٹی، پراشر، شورانی کا بہترین کام ہے، ڈائرکٹر بھونانی

بھونانی پروڈکشن کا عظیم الشان فلم

دلاور جس مین نوین، جیک اور سوشل کی حیرت انگیز اداکاری اور ناچ گانے لائق تعریف ہین، دلکش مناظر، فطری اداکاری اور عشق ومحبت کے رنگین واقعات اس فلم کی خصوصیات ہین، ڈائرکٹر بھونانی

کالی فلم کا بہترین پیشکش

آشیانہ جس مین دیوبالا، نور محمد، راجکماری، پاروتی، منی لال وغیرہ نے بہترین کام کیا ہے، ڈرامہ بہت سی خوبیون سے آراستہ ہے، اداکاری، موسیقی، مصوری اور مناظر قابل دید ہین،

بکنگ کا پتہ
انڈیا فلم بیورو

دہلی پوسٹ بکس نمبر ۱۴۲ **لاہور** پوسٹ بکس نمبر ۵۰ **پشاور** کالی باری اسٹریٹ **کراچی** پوسٹ بکس نمبر ۸۳۳

دہلی ٹاکیز بورو کے آمدنی بڑھانے والے
پکچرز

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا مذاحیہ مگر نصیحت آمیز فلم

کروڑ پتی

ڈائرکٹر

ہیم چندر

اداکار

سائیگل، ملینا، راج کماری، نواب، پہاڑی، نیمو، کدار وغیرہ

رنجیت فلم کمپنی کے ہر دلعزیز فلم

جو

ہر جگہ مقبولیت حاصل کر رہا ہے

آگیا! آگیا!

شمع پروانہ

اداکار مادھوری، ای بلیموریہ

زمین کا چاند

اداکار مادھوری، ای بلیموریہ

تیار ہے! تیار ہے

بن کی چڑیا

اداکار مادھوری، ای بلیموریہ

دہلی ٹاکیز بورو — چاندنی چوک دہلی

نگارخانہ کی سیر

نگارخانۂ نیو تھیٹرز میں ایک عرصہ بعد جانیکا اتفاق ہوا، بارش کے جھرنوں میں ہم موٹر سے اتر کر مسٹر بی۔ این سرکار کی گمٹی میں جو انکی عدم موجودگی میں ہر شخص کے لئے آزادانہ طور سے استعمال ہوتی ہے جا پہونچے۔ چند منٹ گذرے تھے کہ پنڈت شور صاحب تشریف لائے اور ہوٹل سے چائے منگائی، آج کل شور صاحب مکتی میں بروا صاحب کے "ادبی اسسٹنٹ" ہیں، اس فلم کے مکالمے آپ نے لکھے ہیں بڑی دیر تک مکتی کے متعلق تبادلۂ خیالات ہوتا رہا! پنڈت جی کا خیال ہے کہ "مکتی" کئی اعتبار سے کامیاب ہوگا، اس میں آسام کے بیرونی مناظر فلمسازی میں ایک نئے باب کا اضافہ کر رہے ہیں افسانوی حیثیت سے "مکتی" پر از رومان واقعات پر مشتمل ہے اس میں ہیرو کا کردار خود مسٹر بروا نے انجام دیا ہے، "جو شکاری" کی حیثیت سے پردۂ سیمیں پر جلوہ فرما ہیں، یہ واقعہ ہے کہ مسٹر بروا کو بنگلہ پکچروں میں مسلمہ اداکار تسلیم کیا گیا ہے، ہندوستانی فلموں میں آپ نے "منزل" میں ہیرو کا کام کیا ہے منزل اس قدر بلند معیار پکچر ثابت ہوا جو عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے، اس میں مسٹر بروا کی ایکٹنگ اپنی جگہ مسلمہ ہے اور ملک کے بہترین نقادان فن نے اچھے الفاظ میں مسٹر بروا کا تذکرہ کیا ہے، پنڈت شور صاحب سے تبادلۂ خیالات ہو رہا تھا کہ سٹ کی تیاری کی اطلاع آئی اور "مکتی" کے ایک سین کی شوٹنگ دیکھنے ہم لوگ روانہ ہو گئے، یہاں مسٹر بروا سے ملاقات ہوئی، مسکراتے ہوئے ہاتھ ملایا اور کرسی پر ہم بیٹھ گئے بروا صاحب اپنے کام میں مصروف ہو گئے، بے پناہ گرمی ہو رہی تھی، دو مرتبہ ریہرسل ہوئی پھر فائنل ٹرائل ہوا اور اس سین کو چند منٹ میں فلمبند کر لیا گیا جس کے دیکھنے کے لئے آدھ گھنٹہ سے ہزاروں کنڈل پاور کی روشنی اور گرمی میں محبوس ہو رہے تھے، مذکورہ شوٹنگ مکتی کے ایک سین کی تھی، جس کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ ابھی رات کے بارہ بجے تک شوٹنگ جاری رہیگی، فی الحال بروا صاحب اور کانن دیوی کے مکالمے لئے گئے، "کانن دیوی" بنگلہ فلموں کی مشہور آرٹسٹ ہیں، اور نیو تھیٹرز میں اب آگئی ہیں، آپ "ودیاپتی" اور "مکتی" میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں، یہاں سے نکلنے کے بعد "مسٹر ہیم چندر" سے ملاقات ہوئی، اناتھ آشرم کی ایڈیٹنگ ہو رہی تھی اور کام بہت جلدی جلدی ختم کئے جانے کی کوشش تھی، کیونکہ دہلی سے جگت ٹاکیز والوں کا اصرار ہے کہ فلم جلدی روانہ کرو، اسی لئے کام کی رفتار تیزی پر ہے، اناتھ آشرم تو ہم نیو سینما میں دیکھ ہی چکے تھے مگر اس پکچر کے بہت سے ایسے حصے رہ گئے تھے جو طوالت کی وجہ سے کٹ کر دیئے گئے ہیں، مسٹر ہیم چندر نے اس قدر اچھا فلم بنایا ہے کہ باقی حصے جو ردی کر دئے گئے ہیں ان میں بھی جاذبیت ہے، اور جن کی روح "اناتھ آشرم" کے نام سے ملک کے سامنے پیش کیجا رہی ہے۔ "اناتھ آشرم" مسٹر ہیم چندر کا دوسرا ٹاکی ہے، پہلا ٹاکی "کروڑپتی" بنا کر یہ کروڑوں لوں

میں اپنی جگہ پیدا کر چکے ہیں، اب اصلاح کے لئے قدم بڑھایا ہے، مسٹر ہیم چندر ایک با اخلاق نوجوان ہیں اور آپ میں غرور و تمکنت برائے نام نہیں ہے۔ "اناتھ آشرم" کے لئے جب یہ سنتے ہیں کہ اچھا بنا ہے چہرہ پر مسرت رقص کرنے لگتی ہے، مگر زبان سے اپنی تعریف کبھی نہیں کرتے، یہی بات مسٹر بروا اور نیتن بوس میں بھی ہے۔ ودیاپتی کی شوٹنگ بھی برابر جاری ہے، آخری مناظر لئے جا رہے ہیں، اسٹوڈیو میں بڑے بڑے سٹ لگے ہوئے ہیں یہاں پر قریب قریب سب ہی سے ملاقات ہوگئی، رام پیاری وودوشک کی بیوی "چپلا دیوی" کا کردار ادا کر رہی ہیں، پیتمبر مسٹر کدار اور وودوشک مسٹر نیمو ہیں، ہر سہ اداکاروں کا سین ہمارے سامنے لیا گیا ہے جو انتہائی دلچسپ اور قہقہہ پرور ہے کیونکہ فلمبندی کے وقت مسٹر ڈی۔ کے بوس نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ جو لوگ طبیعت پر قابو نہیں رکھتے ہوں برائے مہربانی باہر چلے جائیں، لہٰذا مسٹر پہاڑی سانیال اور کئی ایک آدمی باہر ہو گئے، بہت سے لوگ اندر تھے اور آخری ٹرائل کے بعد شوٹنگ شروع ہوئی، خیریت یہ ہوئی کہ ریہرسل میں ہم خوب خوب ہنس لئے تھے، اس لئے شوٹنگ کے وقت ہنسی کو ضبط کرنے میں کامیاب رہے، اور ہم نے تو بس ایک غمگین حادثہ کو ذہن نشین کرتے ہوئے اپنے خیال کو ادھر منتقل کر لیا اس لئے ہم نہیں ہنسے مگر ایک صاحب کو ہنسی آ ہی گئی اور اس سین کی دوبارہ منظر کشی ہوئی، یہ واقعہ ہے کہ ودیاپتی کا مذاحیہ حصہ نیمو اور کدار کا شاندار کارنامہ ہوگا، محمد اسحاق صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، آپ اس فلم میں مہاراجہ کے وزیر اعظم ہیں، مگر یہ "باغی سپاہی" والے وزیر اعظم سے بالکل مختلف ہیں، آپ کا کام بھی قابل اطمینان اور امتیازی خوبیوں کا حامل ہے، ودیاپتی کا پارٹ پہاڑی سانیال کر رہے ہیں، آپ کا کام جو لوگ "دھوپ چھاؤں" اور "مایا" میں دیکھ چکے ہیں وہ بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ "آپ کس معیار پر اتریں گے"۔ چھایا دیوی "رانی لچھمی" کا کردار ادا کر رہی ہیں، بڑے معرکہ کا کام ہے، نیو تھیٹرز کا معیار انتخاب اس قدر بلند ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی ہے، افسانہ ہی اس قدر زور دار ہے کہ صدیوں سے لوگ لطف اندوز ہو رہے ہیں، اب اسی شہرہ آفاق تاریخی واقعہ کو مایۂ ناز شاعر قاضی نذر الاسلام نے فلمی شکل میں مرتب کیا ہے جو ہر اعتبار سے قابل تعریف ہے اور نگار خانہ نیو تھیٹرز نے بڑی اچھی چیز ملک کے سامنے پیش کرنیکا سامان کیا ہے، امید ہے کہ یہ فلم پورن بھگت دیو داس، چنڈی داس جیسی شہرت اور مقبولیت حاصل کریگا کیونکہ مسٹر ڈی کے بوس ملک کے مایۂ ناز ڈائرکٹر کی زیر نگرانی اس میں جس قدر بھی اداکار ہیں انہوں نے آرٹ کا شاندار اور مکمل مظاہرہ کیا ہے، تھوڑی دیر بعد مسٹر نیتن بوس آئے اور ان سے ملاقات ہوئی، آپ کا اخلاق نیو تھیٹرز میں سب سے آگے بڑھا ہوا ہے، بس ہر ایک سے اس طرح ملتے ہیں کہ مخاطب دھوکہ میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ "ہمیں سے بہتر تعلق رکھتے ہیں" اور یہی ان کی ایک خوبی ہے، غضب یہ ہے کہ اسٹوڈیو کے ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کو سلام کرنے میں خود سبقت کرتے ہیں، اور ہر شخص ان کی عزت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ ہم بات کرتے ہی رہیں، آپ نے فرمایا کہ پریزیڈنٹ کی مقبولیت قدرت کا ایک انعام جو بزرگوں کی دعاؤں کے صلہ میں ہمکو عطا ہوئی ہے اور پبلک کی طرف سے عزت افزائی کے بہت شکرگذار ہیں، پریزیڈنٹ کی کامیابی پر ملک کے ہر حصہ سے بے شمار خط آئے ہیں، کہنے لگے کہ ہم اپنی عادت سے مجبور ہیں سب

ہی کو خط کا جواب دینا پڑتا ہے، اور ایک اچھا خاصہ ڈاک کا بجٹ بنانا پڑا، ہم نے کہا کہ بڑی خیریت ہوئی کہ لوگوں نے آپ سے تصویر کا مطالبہ نہیں کیا، تو مسکرائے اور کہا کہ تصویر اگر مانگی جاتی تو سو پچاس کاپی بھیجدینے میں کوئی ہرج نہ تھا، مگر سیکڑوں خطوں کا جواب لکھنا بہت مشکل ہوا خصوصاً اردو زبان میں جو پنجاب اور یوپی سے آئے تھے، دریافت کرنے پر مسٹر نیتن بوس نے بتلایا کہ آئندہ پکچر کا نام پکچر تیار ہونیسے پندرہ روز قبل ظاہر کریں گے، اور اسٹوری کا منظر نامہ تیار ہوگیا ہے، گانے اور مکالمے پنڈت سدرشن جی تیار کر رہے ہیں، یہ معلوم کرکے ہمکو بڑی خوشی ہوئی کہ "سدرشن جی" سے دھوپ چھاؤں کے بعد پھر تعاون ہوا اور اب ادبی حیثیت سے بھی مسٹر نیتن بوس کی جدید پکچر زیادہ کامیاب ثابت ہوگی، نیو تھیٹرز میں مسٹر نیتن بوس پہلے کیمرہ مین تھے اب آپ کے شاگرد مسٹر یوسف مولجی نے بہ حیثیت کیمرہ مین بہت ترقی کی ہے، آج کل آپ اناتھ آشرم کے ساتھ ساتھ ودیاپتی کی تصویر کشی کی خدمات انجام دیرہے ہیں، اناتھ آشرم تو اب ختم ہوگیا مگر اس کے لوازمات میں مصروف ہیں، یوسف مولجی ایک خاموش اور ٹھوس کام کرنے والے کیمرہ مین ہیں، آپ بات کم کرتے ہیں اور کام زیادہ، اناتھ آشرم کے ایڈیٹنگ روم کے باہر اوما دیوی چلی آرہی تھیں، ملاقات ہوئی، کہنے لگیں کہ کیسا کام کیا ہے —— ؟ "بہت اچھا" میرا جواب تھا۔ کہنے لگیں ہندوستان میں پسند تو کیا جائیگا" ؟ "بیشک" میرا جواب تھا اور ان کے کام کے متعلق جو اپنی رائے تھی ظاہر کردی، اب اردو بہت صاف بولنے لگی ہیں، اور اس کے کہنے کی ضرورت نہیں کہ ملک میں اوما دیوی کس مرتبہ کی ایکٹریس ہیں، سبھی ان سے واقف ہیں، چندی داس سے انکی

شہرت شروع ہوتی ہے، "دھوپ چھاؤں" میں اور بڑھ گئی، اور اناتھ آشرم میں تو انہوں نے بے پناہ کام کیا ہے، اوما دیوی کی اداکاری تعریفوں سے بے نیاز ہے، اناتھ آشرم میں آپ نے جس معیار سے اپنے کردار کو نبھایا ہے انہیں کا حصہ ہے ہندوستان کی کسی ایکٹریس میں جرأت نہیں جو اس قدر دشوار ترین کردار کو اس شاندار طریقہ سے انجام دے سکے، اسٹڈیو کے بائیں جانب چھوٹے سے پارک میں کچھ کرسیاں پڑی ہوئی ہیں اور کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، ملک بابو سے ملاقات کرنے کے بعد جو نظر پڑتی ہے تو "لیلا دیسائی" تشریف فرما ہیں، آپ کب آئیں واجبلیگ، ے میرا سوال تھا، ایک ہفتہ ہوا، "مسکراتے ہوئے کہا

"پریزیڈنٹ کے ریلیز ہونے کے بعد سے ناک میں دم آگیا" دیکھئے نا کس قدر خط ہیں، یہ آج کی ڈاک ہے، واقعی ساٹھ ستر خط کرسی پر رکھے ہوئے تھے، ایک ایک کو کھولتی اور سرسری نظر سے دیکھتی جارہی تھیں، ہم ملک بابو سے مصروف گفتگو ہوگئے، اب یہ بھی ڈائرکٹر ہونے والے ہیں، لیلا دیسائی کے خطوط ختم ہی نہیں ہونے کو آتے تھے، کسی میں تصویر کی مانگ ہے تو کوئی کام کی تعریف کر رہا ہے اور کوئی محبت کا اظہار کرنے میں بے تکلف بنا ہوا ہے، عکاس میں یہ شایع ہوگیا تھا کہ شادی کا مسئلہ زیر غور ہے تو لوگوں نے پیغام دینا شروع کردیئے ہیں غرض چہرہ پر قوس و قزح کی کیفیت نمایاں تھی، تعریف سے خوشی، تصویر طلب خطوط سے پریشانی اور محبت کرنے والوں سے نفرت کا مظاہرہ ہو رہا تھا، اِدھر اُدھر کی بات کرنے کے بعد یکایک بجلی کی طرح خبر پھیل گئی کہ سرکار صاحب آگئے، ہم نے بھی دیکھا کہ واقعی آگئے، اب اسٹڈیو کی فضا میں تھوڑی سی تبدیلی یہ ہوگئی کہ خاموشی زیادہ نمایاں ہوگئی، کام کی رفتار بدستور

جاری تھی، تھوڑی دیر کے لئے میوزک روم کی طرف چلدیئے وہاں جاکر منشی احمد حسین سے ملاقات ہوئی، آپ اپنی سارنگی سے ایک اداکار کو مشق کرا رہے تھے ایک شعر پہلے گاتے اور پھر سارنگی سے اسی کی ترجمانی کرتے، ماسٹر خوشی محمد اور ماسٹر دھومی خاں بھی اسی ڈپارٹمنٹ سے متعلق ہیں، رائے صاحب بورال میوزک ڈائرکٹر نیو تھیٹرز، کہیں باہر گئے ہوئے تھے، دھومی خاں کا ایک گانا اناتھ آشرم میں لیا گیا ہے، جبکہ لڑکوں کی منڈلی شہر کو رگاتی ہوئی نکلتی ہے تو یہ ہارمونیم بجاتے ہوئے گاتے ہیں گانا دلکش اور جذبات سے اپیل کرنے والا ہے، ماسٹر خوشی محمد ہارمونیم کے بہترین ماہر ہیں، لیجئے نواب کاشمیری صاحب تشریف لا رہے ہیں، ان سے ملاقات ہو ہی گئی، اپنے ڈرائیور کو حکم دے رہے ہیں کہ پانوں کی ڈبیا لاؤ، نواب صاحب کی دوسری شادی کیا ہوئی ہو ان کے درشن ہی نہیں ہوتے، کہنے لگے ارے میاں دو بیویاں ہیں دو، ایک پرچہ خریدتا ہوں تو مشکل ہوتی ہے اور دو خریدوں تو ناک میں دم ہے، کیا کروں کیا نہ کروں! ارے اللہ کے بندے آفس سے کچھ پرچے ہی بھجوا دیا کر، میں نے کہا بہت خوب!!

مسٹر پرتھوی راج کپور، مسٹر ترلوک کپور، مسٹر جگدیش سے ملاقات ہوئی، مسٹر جگدیش الگ لیجا کر پوچھنے لگے کہ دوست! ایمان سے بتلاؤ، مروت نہ کرنا، صاف صاف کہنا کہ اناتھ آشرم میں کیسا کام کیا ہے؟ میں نے کہا صرف ایک مرتبہ دیکھا ہے اور کوئی رائے قائم نہیں کی ہے، بہرحال روزانہ ترقی پر ہو، مایا سے پریزیڈنٹ میں نمایاں رہے ہو، یہاں اس سے بہتر ثابت ہوگے، اور تم تو اب کیرکٹر ایکٹر بنتے جا رہے ہو، کہنے لگے کہ دیکھو جھوٹ نہ بولو ہمکو بناؤ نہیں، ہم نے دیکھا کہ غلط فہمی نہ پیدا ہو جائے اسلئے سنجیدگی سے یقین دلادیا اور یہ واقعہ ہے کہ جے نرائن کے روپ میں جگدیش نے بہترین کام کیا ہے، اسی عرصہ میں مسٹر نمو تشریف لائے کہنے لگے کہ یہ چپکے چپکے کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ آپ وو وشک کے لباس میں میکپ کئے ہوئے ہوا کھانے نکل آئے گرم سے پریشان ہو گئے تھے، کہنے لگے کاش یہ کام موسم سرما میں ہوتا تو اور بھی زیادہ دلچسپ ہوتا، یہ واقعہ ہے کہ جاڑوں میں فلمی اداکاروں کو بہت عافیت ہوتی ہے، گرم دنوں میں ایک تو موسمی گرمی دوسرے روشنی کی گرمی، آرٹسٹ کا دماغ پریشان ہو جاتا ہے، اور مشکل ہی سے کوئی نئی بات پیدا ہوتی ہے، وو وشک کا کردار ایک دلچسپ کیرکٹر ہے، اس میں دماغ جس قدر خالی از پریشانی ہوگا اتنا ہی بہتر کام ہوگا، مسٹر نمو اناتھ آشرم میں منتری کا کردار کامیاب طریقہ سے ادا کرنے کے بعد وو وشک کا کردار کر رہے ہیں، اور ہمکو تو انکی کامیابی کی قطعی امید ہے، پر فلو رائے کے روم میں گئے، آپ نے مکتی میں ویلن کیرکٹر انجام دیا ہے، اور اب "ابھاگن" کا سنریو لکھ رہے ہیں، ہندی اور بنگلہ دونوں زبانوں میں فلم تیار کریں گے، اور کام عنقریب ہی شروع کرنے والے ہیں مسٹر سائیگل مسکراتے ہوئے چلے آرہے ہیں، آپ کب آئے؟ کئی گھنٹے ہوئے، میرا جواب تھا، خیریت کہئے، ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں، نیتن بوس کی نئی پکچر میں آنیکا قیاس ظاہر کیا، فی الحال لکھنو جانیکا ارادہ رکھتے ہیں، غرض، سیر تفریح اور تبدیل آب و ہوا ہے، آج نگار خانہ میں بہت سے دوستوں سے ملاقات ہوئی اور چار پانچ گھنٹہ کی ایک پر از معلومات صحبت سے لطف اندوز ہو کر مکان واپس آئے،

"کے۔ آئی۔ چودھری"

ودّیاپتی

نگار خانۂ نو تھیٹر زمین زیر تکمیل ہے

پانچ سو برس گذرے ہوں گے کہ متھلا کا راجہ شیوا سنگھ گدی نشیں ہونے کے بعد پہلی مرتبہ ایک جشن منا رہا تھا، یہ جشن موسم بہار کی کیفیت آمیز مسرتوں کا پیغام تھا۔ اس جشن کے لئے یہی وقت مناسب سمجھ کر تجویز کیا گیا تھا، قرب وجوار کے جاگیردار اراکین سلطنت معزز اور اعلیٰ طبقہ کے لوگ اس جشن میں شریک تھے محل اور دیگر شاہی عمارتوں میں ایک زندگی تھی، چہل پہل تھی، مسرتیں تھیں اور دعوتیں —— ہر شخص پیکر مسرت بنا ہوا رنگینیوں کی دنیا آباد کر رہا تھا خوشی اور مسلسل خوشی —— ریاست کی روش اور منور در و دیوار سے جھلک رہی تھی، راجہ کے وسیع ایوان میں عیش وعشرت کے جام رقص کر رہے تھے۔

لیکن ایسی مسرت انگیز ساعتوں اور شاندار تقریب کے موقعہ پر جبکہ ہر متنفس خوشی کے سوائے غم کے تصور سے بھی ناآشنا تھا، شاہی ٹھٹھے باز "ودوشک" بہت رنجیدہ اور مضطرب نظر آتا تھا، کیونکہ اس جشن کی شرکت کے لئے مہاراجہ متھلا نے عورتوں کو اعلانیہ مردوں کے دوش بدوش شریک ہونے کی اجازت دیدی تھی اور اسکی جوان حسین بیوی "چپلا دیوی" اس کے ملازم پیتمبر کیساتھ ہنس بول رہی تھی۔

راجہ شیوا سنگھ اور اس کے دل پر حکمرانی کرنے والی رانی لچھمی دیوی بھی اس جلسہ نوروزی میں نمایاں طور سے شریک تھے، راجہ ایک ایوان سے دوسرے ایوان میں جاتا اور بہ نفس نفیس صحبتوں میں شرکت کر کے رعیت نوازی کا ثبوت دے رہا تھا اتفاقیہ راجہ کی ملاقات اپنے محبوب شاعر "ودّیاپتی" سے ہوگئی، جو اس جشن کی شرکت کے لئے شاعرانہ جذبات لئے ہوئے متھلا آیا ہوا تھا، ودّیاپتی کو دیکھ کر راجہ کی مسرتوں میں مزید اضافہ ہوگیا اور وہ والہانہ جذبات میں ڈوبا ہوا رانی کے سامنے ودیاپتی کو تعارف کرانے لے گیا —— اور رانی سے شاعر فطرت کا تعارف کرا دیا، رانی نے اس نوجوان شاعر کو جو جذبات کی گہرائیوں میں ڈوب کر زندہ رہنا اور رکھنا جانتا تھا اپنے دل کی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز بنا لیا۔

راجہ نے ودّیاپتی سے اصرار کیا، محل میں قیام کرنے کی التجا کی، اور درباری شاعر کا قابل احترام عہدہ پیش کرتے ہوئے کہا

ودیاپتی کے مناظر

STARS IN VIDYAPATI

PRITWIRAJ, CHAYA, PAHARI, KANAN,
NEMO, RAMPIYARI, SINGH, ISHAQUE, KIDAR AND K. C. DEY.

CHAYA DEVI
AS
RANI LACHMI IN VIDYAPATI

ودیاپتی کے مناظر

کہ اپنے الہامی کلام سے رانی کی زندگی میں ایک نئی روح پھونکے اور اپنے دلکش "بھجن" کی رنگین شعاعوں سے اسکی راہ میں روشنی دکھائے، ودیاپتی نے اس پیش کش کو قبول کرتے ہوئے وطن واپس آکر اپنے قدیم ملازم "مادھو سودھن" کو الوداع کہی اور انورادھا کو جو عہد اولین سے اس کی ایک خاموش پرستار تھی ساتھ لیکر متھلا چلا آیا ـــــــ وقت اور حالات نے "شاعر" اور "رانی لچھمی" کو ایک دوسرے سے قریب تر اور بے تکلف بنا دیا اور حقیقتہً رانی کو ودیاپتی سے والہانہ محبت ہوگئی، اس لئے رانی نے شاعر کو اپنے دل کی گہرائیوں میں جگہ دی اور بلند مرتبہ محبت سے اس کو نوازا ـــــــ رانی کے ان تیوروں کو دیکھ کر اگرچہ راجہ کو قلبی اذیت کا احساس ہوا مگر بلند حوصلہ راجہ نے اپنے رویہ میں ذرا بھی تبدیلی پیدا نہ ہونے دی، اور وقت کے ساتھ حالات بتدریج بدلتے رہے

راجہ کو مجروح دل کی مجبوریوں کے ساتھ اپنی راجدھانی کی سرحد پر ایک ناگہانی جنگ پر جانا پڑا، روانگی کے وقت راجہ نے اپنے دوست ودیاپتی سے درخواست کی کہ میری عدم موجودگی میں رانی لچھمی کا نگہبان رہے، راجہ نے یقین کامل کرتے ہوئے دونوں پر بھروسہ کیا ـــــــ دوران جنگ میں جبکہ کامیابی کا یقین ہوگیا تھا، راجہ متھلا کی واپسی کا ارادہ کرتا ہے، اس موقعہ پر وزیر اعظم نے راجہ کو سمجھایا۔ اور یہ بھی کوشش کی راجہ ودیاپتی کے عزت اثر سے منکر ہو، اسے محل نکالدے، لیکن وزیر اعظم کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں، راجہ اسی طرح رانی کی محبت میں ڈوبا ہوا تھا، اور وہ کسی حال میں رانی کو ناخوش کرنا نہیں چاہتا تھا۔

راجہ حسب معمول چہرہ پر مسکراہٹ لئے ہوئے محبت آمیز جذبات کیساتھ رانی کے پاس جاتا ہے تاکہ اس طویل جدائی کے بعد سلامتی کے ساتھ واپس آنے پر مبارکباد پیش کرے اور یہ بھی معلوم کرے کہ کیا واقعی اس عرصہ میں "ودیاپتی" رانی لچھمی کا مطمح نظر ہو گیا ہے؟ واقعات نے راجہ کے اس خیال کو یقین کی صورت میں تبدیل کر دیا ـــــــ اس کے مجروح دل پر ایک اور چوٹ لگی جس کے صدمے نے راجہ کو بیمار ڈالدیا۔ لیکن راجہ نے پھر ایک بار اپنے کو سنبھالا اور اپنی کسی روش سے رانی کو جو دنیا میں اس کی عزیز ترین محبوبہ تھی رنجیدہ ہونیکا موقعہ نہیں دیا اور بدستور اپنے محل اور دربار کے دستور العمل کو قائم وجاری رکھا، مگر رانی نے راجہ کے جذبات کا اندازہ لگالیا، وہ خاموش اور ساکت تھی، رنج وتشویش سے بے نیاز ـــــــ وہ خود اپنے جذبات سے اب مجبور تھی۔

وقت اور ماحول کے ہاتھوں محبت کے اس پودے کی پرورش ہوتی رہی لیکن بالآخر پاک محبت کے پھولوں کی خوشبو فضا میں منتشر ہونے لگی اور دنیا والے ان "تعلقات جمیل" پر تبصرہ اور خیال آرائیاں کرنے لگے، رانی لچھمی کو ودیاپتی سے حقیقی محبت تھی ایسی حقیقی محبت ـــــــ جو عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے، اور اسی لئے وہ اپنی محبت اور جذبۂ محبت کی رسوائی برداشت نہ کرسکی اور "خودکشی" کی ٹھان لی ـــــــ لیکن جب رانی نے انورادھا سے تذکرۃً اپنے اس ارادہ کا اظہار کیا تو اس نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ رانی کو سچا اور پرخلوص مشورہ دیا کہ خودکشی انتہائی بزدلی ہے "اس ارادہ کو دل سے نکالدو" اگر تم پاکیزہ

محبت کی دلکش روشنی میں زندگی کا لطف اٹھانا چاہتی ہو تو خاموشی سے محبوب کا روحانی تصور کرو"اس راہ میں سچی محبت کی پرسکون منزلیں ملیں گی جہاں دائمی زندگی کی روشنی نظر آئیگی۔

اسی اثنا میں راجہ سے ودّیاپتی نے کہا کہ "سچی محبت میں انسان کسی صلے اور کسی معاوضے کا طالب نہیں ہوتا" ———— راجہ کے قلب مضطرب کو شاعر کی اس فلسفیانہ نصیحت سے قدرے تسلی ہوگئی اور وہ پھر اپنی "لچھمی" کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگا ————

وزیر اعظم نے انتہائی کوشش کی کہ راجہ ودّیاپتی کو دربار سے علیحدہ کردے کیونکہ وزیر کے خیال میں "ودّیاپتی" کے کلام اور پند و نصائح نے قوم کے جنگی جذبات میں ایک حدتک افسردگی پیدا کردی تھی، اسی لئے وزیر اعظم نے راجہ سے ایک مرتبہ اور میدان جنگ میں افواج کی کمان ہاتھ میں لینے کی درخواست کی تاکہ راجہ اس بہانہ سے محل سے کچھ عرصہ کیلئے چلا جائے اور میں اپنا کام کروں، لیکن راجہ نے انکار کردیا، وزیر اعظم نے رانی سے التجا کی کہ آپ راجہ کو ملکی فرائض کی ذمہ داریوں سے بجا طور پر سبکدوش ہونیکا موقعہ دیں اور خود گوشہ تنہائی اختیار کریں! رانی نے وزیر اعظم کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور انورادھا کو حکم دیا کہ مندر میں چلنے اور پوجہ پاٹ کرنے کا انتظام کرے، اب رانی محبوب کے درشن کی متلاشی تھی، اور مندر کی پرسکون فضا میں اسکی روح کو تسکین دینے والی دائمی زندگی کا مستقبل نظر آنے لگا۔ "محبوب کے درشن سے رانی کا مطلب موت سے ہمکنار ہونا تھا۔

مندر میں ہر ضروری چیز مہیا کردی گئی اور دیوداسیوں کے وجد آگیں رقص کا بھی شاندار انتظام کیا گیا، لیکن پوجا پاٹ اور رقص کے ہنگامہ میں رانی لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوگئی، اور باوجود تلاش بسیار کے رانی کہیں نظر نہ آئی۔

آسمان پر سیاہ گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں، بارش اور طوفان کا ایک ہنگامہ تھا، بجلی کی مسلسل کڑک نے معصوم دلوں کو دہلا دیا تھا ہوا کے خوفناک جھونکے بڑے بڑے درختوں کو جڑ سے اکھاڑے دے رہے تھے، تمام فضا طوفان خیز تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ "فطرت" غضب اور عتاب سے کائنات کو مرعوب اور خوفزدہ کر رہی ہے۔

اس اثنا میں ایک آدمی دوڑا ہوا آتا ہے اور اطلاع دیتا ہے کہ رانی کو دیوانہ وار دریا کی طرف بھاگتے ہوئے دیکھا گیا، اس دریا کی طرف جس کی بے پناہ روانی "رانی کا احترام کرنے سے قاصر ہے" انورادھا فوراً سمجھ گئی اور صرف یہ دیکھنے کے لئے بے سود دریا کی طرف دوڑی ہوئی گئی "کہ آیا طوفانی موجوں نے رانی کو اپنی آغوش میں لے لیا؟" راجہ بھی اسی طوفان باد و باراں میں بھگوان کرشن کی پوجا اور درشن کے لئے مندر کی طرف چلا کہ یکایک قلب میں شدید درد محسوس ہوا، ایسا درد جس میں رانی لچھمی کی یاد شریک تھی، راجہ نے اپنے دوست ودّیاپتی کی آغوش میں اس مادی دنیا کو الوداع کہی اور اپنی "محبوب رانی" کی جستجو میں دنیا والوں کی آنکھوں سے اوجھل گیا، کچھ دیر بعد انورادھا واپس آئی، اور غمگین صورت، شکستہ روح، پیکر غم بنی ہوئی ودّیاپتی کے پاس کھڑی ہوگئی جو بالکل ساکت اور خاموش تھا۔

طوفانی فضا ساکت ہو چکی تھی، آسمان اپنی بلورین نیلگوں سطح سے کائنات پر مکمل سکون کی روشنی اور امن کا پیغام دے رہا تھا

مترجمہ (سید مسعود صابری)

ان فلموں کو کبھی نہ بھولئے جب آپکے نزدیک کسی سینما گھر میں دکھائی جائیں

"ضرور دیکھئے"

آپ کسی صورت سے گھاٹے میں نہیں رہ سکتے کیونکہ یہ
نیو تھیٹرز کے پکچرز ہیں!!

دلکش — روح نواز تفریح — نتیجہ خیز واقعات — درد اور کیفیت — کی ترجمانی
صرف — انہیں فلموں سے — ہو سکتی ہے

دیوداس
سیگل — جمنا — راجکماری

منزل
بروا — جمنا — پرتھوی راج

دھوپ چھاؤں
پہاڑسی — اوما دیوی — نواب

پجارن
سیگل — چندرہ وتی — نواب

کروڑپتی
سیگل — ملینا — نواب

مایا
پہاڑی — جمنا — نواب

پریزیڈنٹ
سیگل — کملیش کماری — لیلا دیسائی

اناتھ آشرم
نجم — اوما دیوی — جگدیش

لطائف

خریدار:۔ میں ان آرائشی چیزوں پر فضول خرچی نہیں کرونگا۔
دوکاندار:۔ تو یہ کفایت شعاری سکھانیوالا ایک سیونگ بکس ہی لے لیجئے

وکیل:۔ میرے محنتانہ کا روپیہ پیشگی کسی درمیانی شخص کے پاس جمع کردو
موکل:۔ میں سمجھ گیا کہ معاملہ بے جان ہے اس لئے اب میں مقدمہ ہی دائر نہ کرونگا،

ایک جیب کترا:۔ میں نے سرائے میں ایک اونگھتے ہوئے آدمی کی گرہ کاٹ لی۔
دوسرا:۔ اجی یہ کیا! میں نے تو سربازار دو لڑتے ہوئے آدمیوں کی جیبیں کترلیں۔

استاد:۔ اندھی تقلید کے کیا معنی ہیں۔
شاگرد:۔ ہر روز بلا چون وچرا استاد کا حکم مانتے رہنا۔

استاد:۔ اگر ایک عورت ایک مکان کو ایک گھنٹہ میں صاف کرتی ہیں تو دو عورتیں کتنی دیر میں صاف کریں گی؟
شاگرد:۔ ڈھائی گھنٹہ میں!
استاد:۔ کیسے؟
شاگرد:۔ جہاں عورتیں جمع ہوں گی فوراً باتیں شروع کردینگی اس لئے ڈیڑھ گھنٹہ باتوں کے لئے چاہئے،

ملاقاتی:۔ (خادم سے) مالک مکان سے کہدو کہ ایک آدمی ملنا چاہتا ہے۔
خادم:۔ وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔
ملاقاتی:۔ کب تک واپس آئیں گے؟
خادم:۔ آپ ذرا ٹھیرئے میں ان سے جاکر دریافت کر آؤں۔

وکیل:۔ تم نے اپنا عذر مدعی سے بیان کیا تھا؟
موکل:۔ جی ہاں!
وکیل:۔ پھر اس نے کیا کہا؟
موکل:۔ اس نے کہا کہ یہ باتیں کسی گدھے سے بنانا۔
وکیل:۔ پھر
موکل:۔ میں سیدھا آپ کے پاس چلا آرہا ہوں۔

آپا:۔ بجمہ! باوجود میری تاکید کے تم نے منھ نہیں دھویا، اور کھانے پر بیٹھ گئیں۔
بجمہ:۔ آپا! منھ دھویا تو،
آپا:۔ جھوٹ بولتی ہو، تمہاری آنکھ میں کیچڑ کیسی بھری ہے
بجمہ:۔ تو آپا! آنکھ میں نے کہاں دھوئی، آپ نے منھ ہی دھونے کو کہا تھا۔

قمارباز:۔ براہ عنایت مجھے ۵۰ روپیہ قرض دیجئے۔
مہاجن:۔ کیوں، میں خود ہی نہ انہیں کسی داؤں پر لگادوں گا۔

"کنگ کانگ" اور "ٹارزن"

جیسا
حیرت انگیز سنسنی خیز جنگل فلم

بھونانی **زمبو** پروڈکشن

ایک خوفناک بن مانس کی دلچسپ کہانی
جنگلی جانوروں کے حیرت انگیز کام
مست کردینے والے نغمے اور ساز
حسن اور حیوانیت کا دلچسپ تعلق

بوڑھے بچے جوان
ہر شخص کی تفریح کا
سامان

نیو سینما کلکتہ

میں ——— دیکھئے

زمبو ایک بن مانس ہے، جو جنگلوں میں رہتا ہے مگر ایک خوبصورت لڑکی "چمپا" پر حیوان ہونیکے باوجود عاشق ہوجاتا ہے۔ عشق و محبت کی مشکلات جنگلوں کی آزادی چھین لیتی ہیں، اور وہ گرفتار ہوکر شہروں میں مصروف تماشہ بن جاتا ہے، لوگ اس کو دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، وہ اپنی "چمپا" کو دیکھتا ہے اور خوش ہوتا ہے، کیونکہ "چمپا" کے دلکش نغموں میں اس کی زندگی کا راز پوشیدہ ہے "زمبو" اور "چمپا" کے کارنامے صرف دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں، واقعات بہت زیادہ حیرت انگیز اور سنسنی خیز بن جاتے ہیں، اس کے بعد کیونکر اس حیوان اور انسان کی محبت کا تصفیہ ہوتا ہے

زمبو ——— **نیو سینما** ——— میں دیکھکر معلوم کیجئے

دوسانی فلم کارپوریشن ——— ۷، کولوٹولہ اسٹریٹ، کلکتہ

"تم اور کہیں ہم اور کہیں"

از حضرت آرزو لکھنوی (نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ)

آنے میں جھجک ملنے میں حیا، تم اور کہیں ہم اور کہیں
اب عہدِ وفا ٹوٹا کہ رہا، تم اور کہیں ہم اور کہیں

پھر ہو کے صفائی میل ہوا، پھر بیٹھے بٹھائے رنج بڑھا
یہ بھی نہ نبھا وہ بھی نہ نبھا تم اور کہیں ہم اور کہیں

بے آپ خوشی سے ایک اِدھر، کچھ کھویا ہوا سا ایک اُدھر
ظاہر میں بہم باطن میں جدا، تم اور کہیں ہم اور کہیں

وعدہ بھی کیا تو کی نہ وفا، آتا ہے تمہیں چرکوں میں مزا
چھوڑو بھی یہ ضد لطف اسمیں ہے کیا، تم اور کہیں ہم اور کہیں

آئے تو خوشامد سے آئے، بیٹھے تو مروت سے بیٹھے
ملنا ہی یہ کیا جب دل نہ ملا، تم اور کہیں ہم اور کہیں

دل ملنے پہ بھی پہلو نہ ملا، دشمن تو بغل ہی میں ہے چھپا
قاتل ہے محبت کی یہ حیا، تم اور کہیں ہم اور کہیں

برگشتہ نصیب کا یوں ہونا، منھ پھیر کے اک کروٹ سونا
کب تک یہ جدائی کا رونا، تم اور کہیں ہم اور کہیں

یکسوئیِ دل مرغوب ہمیں، بربادیِ دل مطلوب ہمیں
اس ضد کا ہے اور انجام ہی کیا، تم اور کہیں ہم اور کہیں

ہے دل سے اگر قائم رشتا، تو دور و قریب کی بحث ہی کیا
ہے یہ بھی نگاہوں کا دھوکا، تم اور کہیں ہم اور کہیں

سُن رکھو قبلِ عہدِ وفا، قول آرزوؔ شیدائی کا
جنت بھی ہے دوزخ گر یہ ہوا، تم اور کہیں ہم اور کہیں

لیتھو اور بلاک کی بہترین اور روشن کتابت کیلئے محمد یونس نظامی سے ۲۸۳ زکریا اسٹریٹ میں ملئے

تم نے دیکھا ہے اور نہیں دیکھا ہے

گنگاوتارن

ڈک ین چن کی شعبدہ بازی ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ مذہبی افسانہ جس کی مثال نہیں ملتی

دلکش گانے اور قدیمی رقص جو آپ کو وجد میں ڈالدیں گے،

اس کے شاندار سیٹنگز جو آپ کو مرعوب کردیں گے

ہندوستان کے قابل فخر دماغ کا تخیل

ڈائرکٹر

دادا پھالکے

ہندوستانی صنعت فلمسازی کے بانی مبانی،

بکنگ کا پتہ

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز چاندنی چوک دھلی

نگار خانہ تھیٹرز میں تیار ہو رہا ہے

ودیاپتی

رومینٹک پروڈکشن

ڈائرکٹر
دیوکی بوس

ایک جلیل القدر شاعر کا رومانی دورِ حیات
صدیوں پہلے کا یادگاری واقعہ جیسے آج بھی زندگی سمجھا

ڈائرکٹر

کانن بالا
چھایا دیوی
رام پیاری
پہاڑی سانیال
پرتھوی راج
محمد اسحاق
کے سی ڈے
نیمو
وید کدار

ودیاپتی
سنسنی، حیرت، دلکشی، رنگینی،
رعنائی، سوز و ساز اور محبت
کی ایک دنیا لئے ہوئے ہے

بکنگ کا پتہ
انڈیا فلم بورو، دہلی، لاہور، کراچی، پشاور،

جگدیش سیٹھی

آپ جنوری ۱۹۰۳ء میں مسٹر این آر سیٹھی (ایڈوکیٹ) کے گھر میں پیدا ہوئے جب آپکی عمر صرف سوا برس کی تھی کہ چوہا سیدن شاہ (ضلع جہلم) کے پہاڑوں پر ایک بنگلہ میں مقیم تھے، اسکی چھت گر پڑی، والد آپ کے مکان پر موجود نہ تھے، پڑوسیوں نے آپ کو نکالا اور یہ پہلا حادثہ تھا جس سے نکل کر دنیا کے رنگ و بو سے لطف اندوز ہونے کے لئے زندگی ملی، بچپن میں آنکھیں خراب تھیں، اور مسلسل آنکھوں کی بیماری میں مبتلا رہنا ہوا لیکن اب خدا کا شکر ہے آنکھیں اچھی ہیں، اور دونوں ہیں (اگر فلمی دنیا میں بحیثیت ایکٹر کام کرتے رہے تو بڑھاپے تک ضرور بیکار ہو جائیں گی) جگدیش پانچ برس کی عمر میں گورنمنٹ ہائی اسکول کیمبل پور میں داخل کئے گئے، طبیعت ابتدا سے شرارت پسند تھی، اور آج بھی کبھی کبھی اسکا مظاہرہ ہوتا ہے) ہر روز نئے شکوے اور نئی شکایتیں والدین

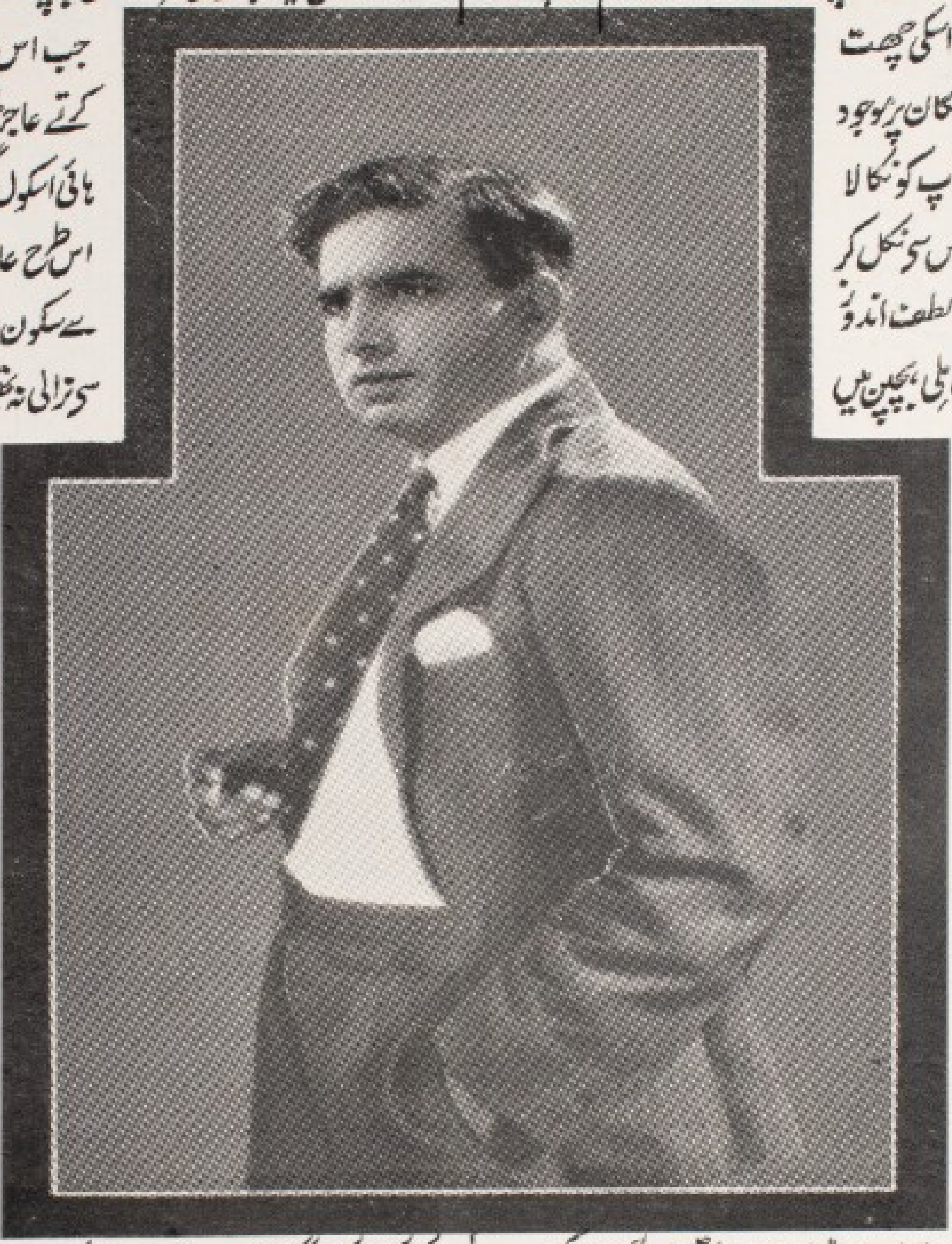

کے پاس انکے ہم جماعت لاتے اور کبھی کبھی انکی اچھی خاصی مرمت بھی ہو جاتی، لیکن گیارہ برس کی عمر تک ماں باپ نے برداشت سے کام لیا اور جب اس ہنگامہ آرائی کا تصفیہ کرتے کرتے عاجز آگئے تو گروکل بورڈنگ ہائی اسکول گجرانوالہ میں داخل کر دیا اور اس طرح عارضی طور پر روز کے جھگڑوں سے سکون حاصل ہوا، آپکی شرارتیں دنیا سے نرالی نہ تھیں مگر اسقدر زائد تھیں کہ ہر ایک پریشان ہو گیا تھا اور ان سے پناہ مانگتا، اب بورڈنگ پہنچکر جناب کی حرکتیں کم ہونیکے بجائے اور زیادہ ترقی پر تھیں، آپ بجائے اپنا رویہ بدلنے کے نئی نئی حرکتیں کرنے لگے، ایک روز آپنے گودام کا تالا توڑ ڈالا، دودھ اور مٹھائی نکالکر کھا گئے، پکڑے گئے، پوچھا گیا کہ ایسا کیوں کیا؟ جواب میں کہا کہ بھوک لگی تھی، اس سچ بولنے کے جرم میں خوب مار پڑی اور انکے والد کو خط لکھا گیا اور شکایت کی گئی کہ صاحبزادے آپ کے

سنبھالے نہیں سنبھلتے — جواب "میں" اور کوشش کی اتجاتھی جب تک بورڈنگ میں رہے پڑھنا لکھنا غائب، کتابوں کو چھوڑ کر اسپورٹ کی جانب رغبت ہوگئی اور اسکول یونگ تک کسی اچھے نمبروں سے نہیں پہونچ سکے، ہاں اسپورٹنگ کے سلسلہ میں بہت سے مڈل حاصل کرلئے، کسی یونیورسٹی کا امتحان فیل ہوئے بغیر پاس نہیں کیا، اس لئے نہیں کہ آپ نالائق تھے بلکہ آپ کا نظریہ یہ تھا کہ کالج کی زندگی کے دن پھر کہاں ہاتھ آئیں گے، اور یہ دور حیات کہاں نصیب ہو سکتا ہے، آج بھی جگدیش کو یہ ارمان ہے کہ اگر کوئی خرچ برداشت کرے تو کالج کی زندگی کو موجودہ زندگی پر ترجیح دیں گے۔

پہلا فلم ۱۹۴۰ء میں "ہنڈس اَپ" دیکھا اسی دن فیصلہ کرلیا کہ ایکٹر بنیں گے، اب یہاں سے انکی داستان خود انکی زبانی ملاحظہ ہو۔

مسٹر جگدیش بیان کرتے ہیں:۔

کہ والدین کو میرے متعلق بڑی غلط فہمی تھی، وہ مجھ کو رُڑکی انجنیئرنگ کالج بھیجدینے کی فکر میں تھے تاکہ میں ایک انجنیئر بن جاؤں اور میں اس فکر میں تھا کہ کسی نہ کسی طرح ایکٹر بن جاؤں، ہر سال موسم سرما میں جب گھر جاتا تھا تو یہی کہتا تھا کہ مجھ کو ایکٹر بنا دو مگر والد منظور نہ کرتے تھے، خیر میں بھی پڑھائی سے تنگ آگیا تھا، ایک مرتبہ کالج جانے سے انکار ہی تو کردیا، چونکہ والد ایکٹری کے لئے تیار نہ تھے اور میں ان کی ناراضگی سے ڈرتا بھی تھا، لہٰذا انکی اجازت اور رضامندی سے سیالکوٹ میں اسپورٹ کے سامان کا کاروبار شروع کیا، لیکن قسمت میں ایکٹر بننا تھا، کاربار چند مہینوں کے اندر اندر فیل ہوگیا، اور میں سیالکوٹ چھوڑ کر بھاگا، اس کے بعد ملیٹری میں کنٹرا ایکٹر بن نے اسکیم نکالی اسپر عمل بھی کیا اور کامیابی کے لئے محنت بھی کوشش کیساتھ کی لیکن ناکامی ہوئی، اور اس ناکامی نے میرا حوصلہ توڑ دیا،

اس لئے کہ اسپورٹنگ کے کاربار پر قریب قریب سات آٹھ ہزار روپے برباد ہوئے تھے اور یہاں بھی بائیس ہزار کی رقم پر پانی پھر گیا اس ناکامی نے والد کو بھی افسردہ بنا دیا، حالانکہ میرا جی نہیں چاہتا تھا مگر پھر بھی انکی خوشنودی کے لئے اس راستہ کو پھر اختیار کیا جس سے گذرتے ہوئے اب اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا، اب میں تھا اور کالج کی پڑھائی، جوں توں کر کے بی۔ اے کیا اور اس کے بعد لا کالج میں داخل ہوگیا، اس دوران (قریب آٹھ برس) میں جس قدر مڈل، کپ، تمغے اسپورٹنگ کے سلسلہ میں حاصل ہوئے سب فروخت کردیئے، اور اس کے پیسوں سے سینما دیکھتا رہا، اب شرارت میں اگرچہ عمر کے لحاظ سے سنجیدگی پیدا ہوگئی تھی پھر بھی اسکول اور کالج کے ساتھیوں کا ناک میں دم تھا، مارپیٹ لڑائی جھگڑا کرنا، دوستوں کی چیزیں کھا جانا، غرض اس قسم کی جس قدر بھی حرکتیں ممکنات سے تھیں سب پر عمل ہوتا رہا، سینما جانے کے لئے کیا کیا ترکیبیں کرنا پڑتی تھیں اور کس قدر شاندار بہانے تلاش کئے جاتے تھے بیان سے باہر ہے،" غرض اپنے زمانہ کے کسی طالب علم سے نام پوچھا جائے تو گالیاں دیکر میرا ذکر شروع کریگا۔

لا کالج میں پڑھ ہی رہے تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا، اور ہم حسب دستور قدیم فیل بھی ہوگئے لیکن والد کی موت کا ایک بہانہ مل گیا کہ غریب، والد کے مرنیکے غم میں فیل ہوگیا، دوبار اسی کلاس میں پڑھ رہے تھے کہ انہیں دنوں میں

پنجاب فلم کمپنی کے کیمرہ مین مسٹر ایم۔ کے سانیال سے تعارف ہوگیا اب میں نے اس ملاقات سے فائدہ اٹھایا اور ان سے پینگ بڑھائے، آخر کار پڑھنا لکھنا بالائے طاق رکھتے ہوئے ان سے ایکٹر بن جانیکی آرزو ظاہر کی اور امداد چاہی، مسٹر سانیال نے میرے لئے بہت کوشش کی لیکن ان کے معاون مسٹر ہری

رام سیٹھی نے میری سخت مخالفت کی۔ آپ کمپنی کے مینجنگ ڈائرکٹر بھی تھے اور مجھکو اچھی طرح سے جانتے تھے وہ اس لئے میرے مخالف تھے کہ اس کے آنے سے ہر روز ایک نیا ہنگامہ برپا ہوگا مسٹر سانیال نے ضمانت دی اور میں نے بھی کہ سنکر مسٹر ہری رام کو ہموار کر لیا۔ آخر کار بحیثیت اسسٹنٹ کیمرہ مین کے "پنجاب فلم کمپنی" میں میرے قدم آگئے، کام ہوتا رہا مگر پیسہ ایک بھی نہ ملا اور نہ مجھ کو اس کی پرواہ تھی۔

اسسٹنٹ کیمرہ مین ہونے کے جنون میں چار مہینہ لا کالج کی فیس نہیں ادا کی اور نہ والدہ کو اس بات کی اطلاع دی اور بغیر کسی چھٹی کے پنجاب فلم کمپنی کی یونٹ کے ساتھ بمبئی آگئے، چار مہینہ کی فیس سے اپنے اخراجات پورے کئے لیکن اس کا جرمانہ یہ ہوا کہ پنجاب فلم کمپنی نے تنخواہ کا ایک پیسہ نہ دیا، تب یقین آیا کہ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے کا قصہ غلط نہیں، لا کالج بھی چھوٹا گھر سے ناراضگی بھی مول لی اور بمبئی میں نگار خانوں کے دروازوں کو بھی جھانکنا پڑا۔

مسٹر نرنجن پال کی یونٹ ٹریلر نیور کم اولائن (مصیبت تنہا نہیں آتی) پکچر تیار کر رہی تھی کہ میں اس میں شامل ہوگیا اور اسسٹنٹ کیمرہ مین اور ایکٹر کی حیثیت سے کام کرنے لگا، مگر مجھکو تنخواہ یہاں بھی نہ ملی اور نہ یہ فلم ہی کبھی دکھایا گیا، "عادت سے مجبور" ایک دن صبح سویرے یونٹ کے مینیجر مسٹر "چونی لال کوہلی" سے جھگڑا گیا اور فوراً ہی ایک تھپڑ لگا دیا، غریب چونی بدحواس ہو کر گر گیا اور میں نے بغیر کسی "دسمنٹ آرڈر" کے بستر باندھا، ٹرنک اٹھایا ٹکسی پر رکھا اور روانہ ہوگیا، کیونکہ یہ تو یقین تھا ہی کہ اب نکالے جائیں گے، لہذا خود ہی نکل جاؤ تو بہتر ہے۔

مسٹر جے گوپال پہلے ڈائرکٹر پنجاب فلم کمپنی، مسٹر سانیال کیمرہ مین اور مسٹر گپتا گھوش نے بہت سمجھایا اور کہا کہ مت جاؤ، مگر قسمت نے کچھ اور ہی دھکے دینے تھے، لہذا ایک پنجابی دوست کے یہاں جن کا نام مسٹر بھوپال شنکر مہتا ہے جا ٹھیرا، مسٹر مہتا ان دنوں "جگدیش" فلم کمپنی میں کام کر رہے تھے، ان کے رسوخ اور ذریعہ سے مسٹر نرائن راؤ دیوارے مینجنگ ڈائرکٹر کمپنی نے مجکو اپنے یہاں لے لیا، لیکن یہاں بھی کوئی اچھا پارٹ نہ ملسکا اور تین مہینہ تک مختلف کام ادھر ادھر کے کرتے رہے، اس کے بعد ہم مسٹر مصرا مرحوم کی یونٹ زرینہ فلم کمپنی میں ایکٹر کی حیثیت سے آگئے، یہاں آنیکا سبب مسٹر پرتھوی راج بی۔ اے، ہوئے اور انہیں کی کوشش سے اس کمپنی میں جگہ ملی۔ یہ کمپنی "عربین نائٹ" تیار کر رہی تھی، اس میں بدمعاش کا پارٹ کرنے کے لئے میرے جیسے ایکٹر کی ضرورت تھی، میرے سوا کون کرسکتا تھا کمپنی میں داخل ہوتے ہی نوکری مل گئی، ویلن کا نمایاں اور ممتاز پارٹ میں نے بہت خوشی کے ساتھ انجام دیا، یہ پارٹ بہت کامیاب ثابت ہوا اور کیوں نہ ہوتا جبکہ میری فطرت کے مطابق اور زندگی کے حالات سے مناسبت رکھتا تھا، اس کے بعد میں باضابطہ ایکٹر بن گیا۔

لیکن بدقسمتی سے زرینہ فلم کمپنی یہ پکچر تیار کرنیکے بعد بند ہوگئی مسٹر مصرا اور مسٹر ایرانی میں جھگڑا ہوگیا، مسٹر مصرا اپنی پارٹی کو لیکر امپیریل چلے آئے اور ہم بھی ان کے ساتھ ساتھ امپیریل میں آگئے، ہمارے یہاں لئے جانے پر لوگوں نے مخالفت کی مگر بھائی پرتھوی راج آڑے آئے اور کسی کی کچھ نہ چلی۔

امپیریل فلم کمپنی میں چند ایک پرانے ایکٹروں میں میری جسامت پر مذاق ہوا، پہلے تو درگذر کی مگر ہم اپنی عادت سے مجبور اُن سے جھگڑ پڑے، "خان بہادر" کے سامنے معاملہ پیش ہوا، فیصلہ

ہمارے حق میں ہوا ورنہ شاید نوکری ملنے کے پندرہویں ہی دن امپیریل سے نکالے جاتے، یہ زمانہ خاموش فلموں کا تھا "پارٹ" کبھی مل جاتا اور کبھی نہیں ملتا، غرض مشہور و معروف امپیریل فلم کمپنی نے ایک سال سے زائد بٹھا کر ہم کو تنخواہ دی، بلا کام لئے اس لئے نہیں کہ میں کوئی پرانا ایکٹر تھا بلکہ اس لئے کہ پرانے دور کے آدمی نئے آدمی کو گھسنے نہیں دیتے، خدا جنت نصیب کرے "وادا لائی ذر" کو (جو امپیریل کے پرانے ایکٹر تھے اور جنھوں نے عالم آرا ٹاکی میں بادشاہ کا پارٹ کیا تھا) انہوں نے میرے ساتھ انتہائی ہمدردی کا ثبوت دیا اور ہندوستان کی پہلی ٹاکی "عالم آرا" میں بڑی سفارشوں کیساتھ ایک پارٹ دلوا دیا، پہلی پکچر تھی خوب چلی، امپیریل فلم کمپنی کو بڑا فائدہ ہوا، ہمارا بھی تھوڑا نام ہو گیا، اس لئے نہیں کہ میں اچھا ایکٹر تھا بلکہ اس لئے کہ پکچر چل گئی ہمارا نام بھی چل گیا اور یہی ہوتا ہے کہ معمولی سے معمولی پکچر چل جانے پر ایکٹر سمجھتے ہیں کہ ہمارا کام اچھا ہوا ہے اس کے بعد "دروپدی" میں "دریودھن" کا پارٹ ملا، جو اسی فی صدی آدمیوں نے پسند کیا، بیس فی صدی آدمیوں نے نہیں یہ ایکٹر کی قسمت ہے کہ کبھی لوگ پسند کرتے ہیں اور کبھی نہیں، مگر اسی عرصہ میں خدا بخشے "مصرا مرحوم" کو، کبھی ان سے کبھی ارمین ہیروئن سے، کبھی مسٹر بروچہ پروڈکشن منیجر سے، جھگڑا ہوا، اور خوب خوب ہوا، ہر جھگڑے کی آخری منزل "خان بہادر مسٹر ایرانی" بن جاتے اور جب کبھی "خان بہادر" ہمارے مخالف کی طرفداری کرتے ہم ان سے بھی الجھ جاتے تھے، لیکن دن کچھ اچھے تھے، خان بہادر صاحب نے مجھے نکالنے کے بجائے پچاس روپے ترقی دیدی، میرا دماغ اور بھی بگڑ گیا، یہ خیال کیا کہ اگر لڑنے سے پچاس روپے ترقی ہوتی ہے تو روز لڑا کرونگا

موقع کا انتظار رہا۔ آخرکار ایک دن شاندار ہنگامہ برپا کیا، معاملہ سنسنی خیز بن گیا اور آدھ گھنٹہ کا نوٹس ملا کہ حساب چکتا کرکے کمپنی کے باہر نکل جاؤ، یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح اسٹوڈیو میں پھیل گئی، خدا بخشے "وادا لائی ذر" کو ہمارے بھائی صاحب پرتھوی راج کپور کے ساتھ ایک وفد کی صورت میں بغیر ہمکو اطلاع دیئے "خان بہادر" کے پاس چلے گئے، خان بہادر نے پھر اپنی فراخدلی کا ثبوت دیا اور وہ معاملہ رفع دفع ہو گیا، ہم نکالے نہیں گئے، لیکن ہم کب باز آنے والے تھے، ہم نے ہمیشہ انکی مہربانیوں سے ناجائز فائدہ اٹھایا، ایک روز کا واقعہ ہے کہ ریس میں ہارے تھے روپے کی ضرورت تھی جب کہیں سے نہ ملا تو جھٹ ایڈوانس لینے جا پہونچے، کیشیر نے انکار کیا تو اسکو صلواتیں سنائیں وہ سیدھا خان بہادر کے پاس چلا لیکن ہم اس سے پہلے پہنچ گئے، اور کہا کہ اگر شکایت کی تو مرمت کردونگا، غریب ڈر گیا اور "خان بہادر" سے کہنے لگا کہ مسٹر جگدیش ایڈوانس مانگتے ہیں، خان بہادر نے مجھ سے پوچھا، میں اور کیا چاہتا تھا؟ روپیہ مل گیا اور میں نے وہ بھی لیکر جوئے میں ہار دیا بدقسمتی ہماری کہ ہمیں "ایسٹرن فلم لیمیٹڈ" نے جو ولایت سے آئی تھی اور جس نے "شکاری" تیار کیا تھا، بہت سے پیسے آفر کئے ہم نے پیسوں کے لالچ میں آکر امپیریل کو چھوڑ دیا۔ حیدرآباد (دکن) میں "شکاری" بنا، لیکن کوئی خاص طریقہ پر کامیاب نہ ہوا، کمپنی جوں کی توں رہ گئی، اس کے بعد دو تین مہینے میں نے جس طرح پر کاٹے ہیں میں ہی جانتا ہوں، جہاں نوکری کے لئے جاؤں، یہی کہا جائے کہ لکھ کر دو کہ جھگڑا نہیں کرونگا! میں کہاں، اور لکھ کر دینا کہاں! یہی کہا کہ جھگڑا نہیں کرونگا، مگر زبانی وعدہ پر کسی نے نہ سنی اور میں بیکار کا بیکار رہ گیا۔

آخر "امر موی ٹون دہلی" سے ہمارے ایک دوست پرانے

ہم جماعت نے ہمیں "آفر" بھیج دیا، اجی صاحب ہم تو انتظار میں بیٹھے جھٹ سے منظور کر لیا، اور ایک اور کمپنی کو ڈوبانے میں جے۔ کے نندا صاحب کے ہم شریک ہو گئے، اس کے بعد چار مہینہ کے لئے گھر چلے گئے، سب نے شکر کیا کہ واپس آگیا، لیکن ان کو کیا معلوم تھا کہ ایک دن تجوری سے روپے نکال کر بھاگے گا، ماں کو وہ چکمہ دیا کہ مرتے دم تک نہیں بھولیں، روپیہ لیا اور کلکتہ آپہونچے، نیو تھیٹرز میں گئے، لیکن حافظ جی کا زور تھا، انہوں نے دروازہ کے اندر بھی گھسنے نہ دیا، جہاں آرا کجن سے ملے لیکن وہاں انکے چند دوستوں نے اڑنگا لگایا، وجہ یہ ہوئی کہ اسٹیج ایکٹنگ اور فلم ایکٹنگ پر بحث ہوگئی، اسٹیج ایکٹنگ کے حامیوں کا پلہ بھاری تھا بحث و مباحثہ کا دروازہ کھل گیا اور ہمارا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا، مرتا کیا نہ کرتا، آخر "فریدوں ایرانی" سے ملاقات ہوئی انہوں نے پھر جہاں آرا کجن سے سفارش کی اور ہم ان کی سفارش پر میڈن تھیٹرز لمیٹڈ میں ایک پکچر کے "کنٹریکٹ" پر تعینات ہو گئے، پکچر ختم نہیں ہوئی تھی کہ ہمیں ماہواری تنخواہ پر رکھ لیا گیا، اور کہا گیا کہ "تم نہایت اچھے ایکٹر ہو" میڈن تھیٹرز میں چار پکچروں میں کام کیا، لیکن میں نے ابھی تک پکچر دیکھے نہیں ہیں، کام کیسا ہوا مجھکو خود نہیں معلوم، ان پکچروں کے نام ضرور یاد ہیں، "جہاں آرا" "ترکی حور" "انوکھا پریم" "میرا پیارا" اس دوران میں یہاں بھی جھگڑا ہوا اور ایک دن تو مارپیٹ کی نوبت آگئی لیکن خیریت گذری، بھئی اور تو کسی بات کا رنج نہیں، صرف رنج ہے تو اس کا کہ میڈن میں ایکٹروں کو "سانڈ" اور ایکٹرسوں کو "دیوی" پکارا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ سانڈ اور دیوی سے کیا مناسبت؟ تعلق تو دیوتاؤں اور دیویوں کا ہوتا ہے، ہمارے رائے بہادر جی بڑے نیک دل اور دیوتا صفت انسان ہیں، وہ ہم پر برابر مہربان رہے، کام ہوتا رہا، آخر کار آب و دانہ اٹھا اور یہاں بھی کمپنی کی طرف سے اس جرم میں نوٹس ملا کہ "تم کجن کے یہاں بہت جاتے ہو"۔ ۳۰ نومبر ۳۴ء کو یہ قصہ بھی ختم ہوگیا۔

پہلی دسمبر کو پرتھوی راج بھائی کام آئے، اور مجکو سرکار صاحب کی سرکار میں جا پیش کیا، دیکھ کر جیسی ان کی عادت ہے مسکرائے اور پوچھا! کیوں وہاں سے چھوڑ آئے، بھلا خود ہی سوچئے کیا جواب دیتا! اِدھر اُدھر کی باتیں بنائیں لیکن سرکار صاحب کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ ہم بڑے جھگڑالو ہیں، پھر بھی انہوں نے ہم کو ملازم رکھ لیا، اور اب ہم نیو تھیٹرز کے ایکٹروں میں شامل ہو گئے۔

پہلی فروری ۳۵ء کو لاہور یونٹ (نیو انڈیا فلم لمیٹڈ) میں چالان کر دیا گیا، "جوش انتقام" میں بادشاہ کا زبردست کیرکٹر ملا کردار اچھا تھا، نبھانیکی انتہائی کوشش کی، اب آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ کام کیسا ہوا؟ لیکن پکچر کو کوئی خاص کامیابی نہ ہونیکی بنا پر مجکو بھی شہرت نہ ملی، پھر کلکتہ واپس بلائے گئے یہاں کسی ڈائرکٹر نے نئی پکچر میں کام نہ دیا، چند مہینہ گذر گئے، ہم بھی مفت کی زندگی سے بیزار آنے لگے، ایک دن مسٹر پرفلو رائے نے اپنی "پجارن" میں "گرو دیو" کے پارٹ کے لئے بلوا بھیجا، پارٹ خود کو پسند نہیں آیا، لیکن نوکر تھے، مرتا کیا نہ کرتا

اس کے بعد "کروڑ پتی" میں "مسٹر ہیم چندر" نے ہم کو "ڈائرکٹر" بنا دیا اور شاید ہم ڈائرکٹر نہیں کبھی بن سکتے اگر پرتھوی بھائی اس پارٹ کو منظور کر لیتے، میری موجودہ فلمی زندگی کی کامیابی، ہیم چندر کے پکچر سے شروع ہوتی ہے، اور اب میں سب کی نظروں میں اداکاروں میں شمار ہونے لگا۔

مسٹر بروا نے اس کے بعد "مایا" میں ہیرو کے باپ کا پارٹ

دیا، پارٹ اگرچہ بہت چھوٹا تھا لیکن پسند تھا اور "پسند کیا گیا" اس کے بعد مسٹر نیتن بوس نے اپنی پکچر "پریزیڈنٹ" میں ڈاکٹر سیٹھی کے لئے انتخاب کیا۔ میں "ڈاکٹر سیٹھی" کا پارٹ اگرچہ "ڈائرکٹر نیتن بوس" کے میعار کے مطابق نہیں کرسکا، لیکن مسٹر نیتن بوس کی ازحد کوشش نے مجکو ناکامی سے بچا لیا، آپ لوگوں نے "پریزیڈنٹ" حال ہی میں دیکھا ہوگا یا دیکھیں گے، اگر میں اپنے کردار کے لئے دو اور دو پانچ کہوں تو آپ مجکو جھوٹا کہیں گے اس لئے آپ خود ہی "ڈاکٹر سیٹھی" کے بارے میں اپنی رائے قائم کرلیجئے۔

"اناتھ آشرم" بمبئی میں ریلیز ہوچکا ہے، آپ بھی عنقریب اس پکچر کو دیکھیں گے، جے نرائن کی تمثیل میں میری ترجمانی کامیاب ہے، یا ناکام، مجھ سے بہتر اندازہ آپ خود لگا لیجئے، آج کل کمپنی میں (زیر ڈائرکشن مسٹر بروا) کام کر رہا ہوں، "مسٹر نیتن بوس" نے اپنی آنیوالی پکچر میں ایک نہایت اہم پارٹ کیلئے میرا انتخاب کیا ہے،

اس قدر دھکے کھانیکے بعد امید ہوگئی ہے کہ بزرگوں، اور مہربان دوستوں کی دعاؤں سے کسی دن "آرٹسٹ" کہلانیکا حقدار بن جاؤنگا۔

یہاں ہرچند کوشش کی کہ ہمیں کوئی ستائے اور ہم اپنی پرانی رفتار پر لڑنے جھگڑنے کا شغل جاری رکھیں، مگر افسوس ہمیں نہایت ہی شریف آدمیوں سے پالا پڑا ہے، ورنہ آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ میرا جیسا آدمی تین سال تک مسلسل کہیں رہ سکتا ہے؟ اس سنجیدہ اور شریفانہ ماحول میں صرف ایک بات کا افسوس ہے کہ وہ جھگڑالو جگدیش واقعی مرگیا، (خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنیوالے میں) اور بات بات پر اپنی طبیعت سے خود بخود لڑائی کا گرویدہ لوگوں کو عاجز کرنے والا "جگدیش"، نیو تھیٹرز والوں کی مہربانی سے آجکل "مسٹر جگدیش سیٹھی" بن گیا ہے۔

مسٹر جگدیش کی زبانی ان کی زندگی کے حالات آپ نے ملاحظہ کرلئے، اور یہ واقعہ ہے کہ آپ نے بڑی جرارت کیساتھ صاف گوئی سے کام لیا ہے، ہم کو بڑی خوشی یہ ہے کہ ایک اداکار اپنی زندگی کے اصلی واقعات اس طرح پیش کر رہا ہے کہ بناوٹ کا شائبہ تک نہیں، اگرچہ ہم نے مسٹر جگدیش کے بیرونی پکچر کم دیکھے ہیں لیکن نیو تھیٹرز کے پیش کردہ آخری فلموں میں ان کی تمثیل دیکھ کر ہم قطعی مطمئن ہیں، بلاشبہ مایا میں برتاب کے والد کے کردار، پریزیڈنٹ میں "ڈاکٹر سیٹھی" اور اناتھ آشرم میں "جے نرائن" کے رول میں مسٹر جگدیش کیرکٹر ایکٹر ثابت ہوئے اور ان کی اس نمایاں ترقی پر مبارکباد پیش کرنا رسمی بات ہوگی، قلم کے آخری تعریفی جملے بھی ختم کئے جاسکتے ہیں مگر لطف جب ہے کہ آپ ڈاکٹر سیٹھی اور جے نرائن کو پردہ سیمین پر خود دیکھیں۔

ابھی جگدیش کی زندگی کے بہت سے حالات رہ گئی ہیں، اسپورٹس مین کی حیثیت سے ٹینس، کرکٹ، ہاکی اچھی کھیلتے ہیں، آپ کو ریس کھیلنے کا جنون ہے ہزاروں روپے ہارنے کے باوجود اب تک عقل نہیں آئی، اور اس کا خود ان کو بھی اعتراف ہے، مگر اعتراف زبانی ہے، عمل اس کے برعکس ہے، سینچر کیا آتا ہے ایک مصیبت ساتھ لیکر آتا ہے، آپ کے ہاتھ میں ریس کی کتاب ہے، دوستوں سے تبادلہ خیال ہو رہا ہے، اگر کسی نے ان کے انتخاب کردہ گھوڑے سے اختلاف کیا تو بس قیامت آگئی، میز اور اسپر رکھے ہوتے شیشہ کی خیر نہیں، گھنٹوں بحث و مباحثہ جاری رہیگا، گویا کسی مجرم کو

چھڑانے کے لئے دلائل کے دریا بہائے جا رہے ہیں، ریس کورس میں اگر جیت گئے تو خیر ورنہ شام کو صورت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک خبط آپ کو اور بھی ہے، اور اسکی وجہ سے دوسروں کے لئے کبھی کبھی آپ مصیبت بھی بن جاتے ہیں، آپ نام خدا پامسٹ بھی ہیں پامسٹری میں اپنے خیال کے مطابق آپ کو عبور حاصل ہے اور اسپر ناز بھی ہے، ہاتھ دیکھنا، آئندہ زندگی کے حالات بتلانا عموماً آپ کی بیکاری کا مشغلہ رہتا ہے، اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ یہ شخص وجاہت رکھتا ہے، گفتگو میں اسکی وقار ہے جس کے باعث مخاطب پر اثر انداز ہونا لازمی ہے، اگر کسی کی شامت آئی اور جناب نے اس کی بدنصیبی کے حالات بیان کرنا شروع کر دیئے تو اگر غریب بدنصیب نہ بھی ہو تو وہم میں مبتلا ہو کر بدنصیب بن جائے گا۔

ایک روز ایک ایکٹریس کا ہاتھ آپ دیکھ رہے تھے، اس سے کہدیا کہ تمھارا "لور" (چاہنے والا) تم کو چھوڑ کر عنقریب دوسری جگہ جانے والا ہے، چار پانچ روز بعد خبر ملی کہ دونوں میں جوتی چل گئی، اور زیادتی ایکٹریس کی تھی، اس لئے کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو گئی کہ عاشق صاحب دوسری طرف مخاطب ہو گئے ہیں، خیال پختہ ہو کر یقین کی صورت اختیار کر گیا، اور

ان حضرت کی بدولت

دونوں میں اچھی

خاصی رنجش

ہو گئی

اناتھ آشرم کا ایک منظر

فلمی باتیں

پریزیڈنٹ بمبئی میں چوبیواں ہفتہ کرشنا ٹاکیز میں جارہا ہے۔

اناتھ آشرم کی نمائش "ویسٹنڈ ٹاکیز" بمبئی میں ۱۴۔ اگست سے شروع ہوئی ہے۔

دی ودی چترا سینما کلکتہ میں چوبیواں ہفتہ جارہا ہے،

ودیاپتی دوحصہ مکمل ہوگیا ہے، کام کی رفتار تیزی پر ہے تکمیل کی امید بہت جلد ہے۔

مکتی مکمل ہوگیا ہے، ایڈیٹنگ روم میں ہے، بہت جلد مارکٹ میں آنے والا ہے،

نیتن بوس نے اپنے پکچر کی مہورت کرلی ہے، کام کی رفتار ابتدائی حالت میں ہے،

ہیم چندر بھی اپنی پکچر کو شروع کرنے والے ہیں، اداکاروں کا انتخاب ہوچکا ہے۔

پرفلو رائے انجان بنا رہے ہیں، سنریو، مکالمے سب مکمل ہوگئے اداکاروں کا انتخاب ہونیوالا ہے۔

جوار بھاٹا مسٹر چھوٹائی متر سنریو تیار کر رہے ہیں، آرزو صاحب گانے بنا رہے ہیں، مسٹر انصاری نے مکالمے لکھے ہیں

خان بہادر کی نمائش مشرقی ہند میں "دوسانی فلم کارپریشن" کے زیرنگرانی ہوگی۔

پریم کی آگ مختار بیگم کا شاہکار "کلکتہ فلم ایکسچنج" کے زیر انتظام مشرقی ہند میں دکھایا جارہا ہے۔

مسٹر بروا مکتی کے بعد ولایت جارہے ہیں۔

زمبو نیوسینما میں دکھایا جائے گا، دوسانی فلم کارپریشن اس کے ڈسٹری بیوٹرز ہیں۔

مندر جگت ٹاکیز کے زیر انتظام شمالی ہند میں دکھایا جائیگا، فلم مکمل ہوگیا ہے۔

گنگا اوتارن "دھارمک شاہکار" شمالی ہند میں جگت ٹاکیز کے زیرنگرانی کامیاب جارہا ہے۔

سپریم فلم ڈسٹری بیوٹرز لمنگٹن روڈ بمبئی کے زیرنگرانی مغربی ہند میں اناتھ آشرم بک کیجیے۔

سونپال ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز ایسٹر انڈر روڈ کلکتہ ودیاپتی کے لئے مشرقی ہند کے ڈسٹری بیوٹرز ہیں۔

اچھوت کنیا کی سلور جوبلی سنیچر ۲۱ اگست کو پیراڈائز میں ہوئی، پچیسواں ہفتہ جارہا ہے۔

مسٹر ہیم چندر ڈائرکٹر کروڑپتی، اناتھ آشرم، کی شادی اگست کے دوسرے ہفتہ میں ہوگئی ادارہ عکاس پرخلوص جذبات سے مبارکباد پیش کرتا ہے

لیلا دیسائی نے ابھی تک اپنی شادی کے بارے میں فیصلہ نہیں کیا ہے اور کسی صحیح رائے پر نہیں پہنچ سکی ہیں۔

مسٹر کدار نے ودیاپتی میں بیتبر کے کردار کو اصلی رنگ میں ادا کرنے کیلئے دو دانت تڑوادیئے۔

مسٹر نیمو نے دو وقت کی بجائے چار وقت کھانا شروع کردیا ہے، تاکہ وہ ووشنک کی اداکاری زیادہ وزنی ہوجائے۔

مسٹر جگدیش نے ریس چھوڑدی تاکہ جلد مکتی ہوجائے۔

KANAN DEVI
AS
CHITRA in MUKTI

بھونانی پروڈکشن کا شاہکار

زمبو یعنی شیر جنگل

خونخوار بھوتیا جنگل جنگلی بھیلوں اور جانوروں سے بھرا ہوا ہے، ان کا دیوتا زمبو تھا جو انہیں حفاظت سے رکھتا تھا اور وہ اِس لئے اسکی پوجا کرتے تھے۔ جانوروں کا مشہور سوداگر گوری شنکر اپنے کارواں کیساتھ جنگلوں میں جانوروں کی تلاش میں گھوم رہا تھا، ایک جگہ بھیل اسے عجیب الشکل جانور کے بت کی پوجا کرتے اور ناچتے گاتے دکھائی دیئے، گوری شنکر کی خوبصورت بھتیجی چمپا بھی ساتھ تھی۔

آسمان پر چاند روشن تھا، چمپا کو جنگل کا یہ دلکش نظارہ بڑا بھلا معلوم ہوا، وہ اپنے کو نہ روک سکی اور اکیلی گھوم گھوم کر گاتی ہوئی جنگل کی سیر کرنے لگی اس کی میٹھی آواز نے جنگل کے راجہ زمبو کو بے چین کردیا، وہ اس کے پاس آیا لیکن چمپا اس کی شکل دیکھتے ہی ڈر کے مارے بھاگ آئی۔

زمبو کے دِل میں چمپا کی محبت پیدا ہو چکی تھی وہ اس کو تلاش کرتا ہوا خیمہ میں آیا چمپا اس کی شکل کو دیکھتے ہی چیخ پڑی، خیمہ کے لوگ جاگ اُٹھے اور اسے پکڑنے کے لئے دوڑے لیکن وہ ہاتھ نہ آسکا۔ اگلے دن جب وہ ایک ندی کے کنارے پانی پی رہا تھا، گوری شنکر اور اس کے ساتھیوں نے زمبو کو گرفتار کرلیا، آزاد شیر پنجرے کا قیدی بن گیا، وہ اپنی اس بے بسی پر رو رہا تھا کہ اس کی آواز سنکر جنگلی جانور بے چین ہو گئے، ہاتھیوں کے ایک گروہ نے زمبو کو اس قید خانہ سے چھڑا دیا۔

لیکن چمپا کی محبت کا گرفتار زمبو پھر چمپا کی تلاش میں نکلا، گوری شنکر نے گولی مار کر اس کو زخمی کردیا، چوٹ کھا کر زمبو غصہ میں آیا اور گوری شنکر کا کام تمام کیا ہی چاہتا تھا کہ چمپا نے فوراً اپنے میٹھے گانے سے زمبو کو محو کر کے اپنے چچا کی جان بچائی۔

زمبو چمپا کے لئے گوری شنکر کی گرفت میں آگیا، اس عجیب الخلقت زمبو اور چمپا کے حسن سے فائدہ اٹھانے کے لئے گوری شنکر نے ایک تماشہ ایجاد کیا، ان دنوں لکھنو میں ایک بڑے پیمانے پر نمائش ہو رہی تھی، گوری شنکر نے پہلا کھیل وہیں دِکھایا، اس حیوان کے کھیلوں کو دیکھکر شہر میں گوری شنکر کے تماشہ کی دھوم مچ گئی، ان شہر والوں میں وسنت رائے نام کا ایک رئیس زادہ بھی تھا، چمپا پر اس کی طبیعت آگئی وہ گوری شنکر سے ملا گوری شنکر نے ایک بڑے پیمانے پر ایک سرکس کھلوا دینے کی شرط رکھکر چمپا سے اس کی شادی کرنا قبول کرلی۔

دوسری طرف پروفیسر مکرجی نام کا ایک سائنسداں بندر کو آدمی بنا دینے والی دوائی آزمائش کرنے کے لئے بن مانس کی تلاش میں تھا اس نے گوری شنکر سے زمبو کا مطالبہ کیا لیکن گوری شنکر زمبو سے خاصی رقم پیدا کر رہا تھا اس لئے اس نے پروفیسر کی درخواست کو ٹھکرا دیا۔

وسنت رائے کے پیسہ سے گوری شنکر نے سرکس کھولدیا، اب چمپا وسنت رائے کو ملنا چاہتی تھی، وسنت رائے چمپا سے شادی کرنے کے لئے اسپر زبردستی کر رہا تھا کہ زمبو نے آکر اس کو بچا لیا گوری شنکر کو زمبو کی یہ حرکت پسند نہ آئی، اس نے زمبو پر گولی چلادی، زمبو سخت ناراض ہو گیا اس نے سرکس میں کھلبلی مچادی، اس کھلبلی میں سرکس کا ایک شیر چھوٹ گیا وہ چمپا پر جھپٹنا ہی چاہتا تھا کہ زمبو نے اس کو بچا لیا اور اس کو لیکر ایک سات منزلے مکان کی چھت پر جا چڑھا، چمپا کو اس وقت بھوک لگ رہی تھی زمبو اپنی معشوقہ کے لئے شہر میں لوٹ مار مچانے کیلئے چلدیا۔

ایک طرف چمپا کی تلاش تھی اور دوسری طرف گوری شنکر اور شہر کوتوال زمبو کو گرفتار کرنے کے لئے ڈھونڈ رہے تھے، وسنت رائے کے آدمیوں نے موقعہ پاکر چمپا کو گرفتار کر لیا اور پولیس نے زخمی کر کے زمبو کو پکڑ لیا، جس وقت ہسپتال میں زخمی زمبو کی مرہم پٹی ہو رہی تھی اسی وقت پروفیسر مکرجی اپنے بھتیجے جتین کی زبانی خبر پاکر ہسپتال میں پہونچ گئے تھے اور زمبو کو اپنے دواخانہ میں لے آئے، پروفیسر مکرجی نے عجیب و غریب نسخہ کی زمبو پر آزمائش کی، زمبو فوراً جوان سے ایک پچیس سالہ نوجوان بن گیا۔ اس کے گلے میں ایک تعویذ تھا جس میں اس کی پیدائش کا دن اور اس کے ماں باپ کا حال لکھا تھا، پولیس نے اس کا سراغ لگایا کہ زمبو موہن لال آئی سی ایس کا لڑکا رام ناتھ ہے جو بیس سال سے لاپتہ تھا، اس کے والدین اس کے غم میں مر چکے تھے، آخری وصیت نامہ میں انہوں نے لکھ چھوڑا تھا کہ اگر رام ناتھ مل جائے تو وہی ان کی دولت کا وارث ہو ورنہ ان کا بھتیجا وسنت رائے ان کی دولت کا حقدار ہوگا۔

وسنت رائے کو جب یہ ساری حقیقت معلوم ہوئی تو وہ زمبو یعنی رام ناتھ کو اپنے راستہ کا کانٹا سمجھ کر اسے ختم کرنے کی کوشش میں لگا، چند بدمعاش زمبو کے پیچھے لگا دیئے گئے، اب چمپا اس نئے زمبو سے محبت کرتی تھی، اس لئے وہ اسے دیکھنے کے لئے پروفیسر مکرجی کے گھر آیا کرتی تھی، جتین اسپر فریفتہ ہو گیا اور جب وہ اپنی محبت اسپر ظاہر کر رہا تھا کہ زمبو نے دیکھ لیا، اسے غلط فہمی پیدا ہوئی اور دنیا کے آدمیوں پر اپنی نفرت دکھاتا ہوا وہ جنگل کی طرف چلدیا، راستہ میں وسنت رائے کے آدمیوں نے اسے مارنا چاہا لیکن بہادر زمبو سب کو پچھاڑ کر جنگل کو چلا گیا، جب چمپا کو یہ حقیقت معلوم ہوئی تو وہ اپنے وفادار نوکر لوٹو کو ساتھ لیکر زمبو کی تلاش میں چلی۔

وسنت رائے اپنے دشمن کو اپنے ہاتھوں سے نکلتا دیکھکر اس کا کام تمام کرنے کے لئے بڑی تیاری سے جنگل کی طرف روانہ ہوا، راستہ میں اسے چمپا ملی، چمپا کو گرفتار کر کے وہ اس کے ساتھ زبردستی کر رہا تھا کہ چمپا کی چیخ و پکار زمبو کے کان میں پڑی، وہ بیتاب ہو اٹھا، آکر کیا دیکھتا ہے کہ چمپا اور اس کے مددگار درختوں سے بندھے ہوئے جلائے جا رہے ہیں زمبو ان کو چھڑانے کی کوشش کرتا ہوا، خود بھی اسی حالت کا شکار ہو گیا زمبو کا ایک ساتھی جنگلی بن مانس اور تھا اس نے حیرت انگیز طریقہ سے سب کو چھڑا لیا، بدمعاش لوگ شیروں کے شکار ہو گئے، جتین نے چمپا کے بارے میں زمبو کی غلط فہمی کو دور کر دیا اب زمبو اور چمپا جنگل میں کیتنے سکھ کی زندگی بسر کرتے تھے یہ ناظرین پردۂ فلم پر دیکھیں۔

(زمبو کے گانے)

نمبر ۱

چمپا:- سناؤں کس کو من کی بات

ات ات بھٹکت دن بیتت ہے تارے گن گن رات۔ سناؤں....

یہ کٹھور سنسار ہمارہ جس سے جنگل من ہر پیارا

بھالو چیتے شیر بھیڑیئے بسے یہاں دن رات۔ سناؤں....

جھرنا بھی کل کل کرتا ہے پریم جوش میں وہ بہتا ہے

تاروں میں اس چاند کو دیکھو کیسی سندر رات۔ سناؤں....

نمبر ۲

چمپا:- کالے بالوں سے ڈھکے ہو تم اور منھ بھی تمھارا کالا ہے

کچھ پورب جنم کا پاپ ہے یہ جن سے یہ حال تمھارا ہے،

مت اور کرودھ کر کالے سے بھی کالا اسے بنا دینا

گر رہنا ہے اس دنیا میں تو دنیا کو اپنا لینا

کرودھ تو اپنا ہی تن جارے اور بڑھے سنتاپ، کرودھ مت

نمبر ۳

چمپا:- چھوڑ چھوڑ مت کرودھ کر۔ کرودھ پاپ کا مول
ہونی تھی سو ہو چکی پھر مت کرنا بھول
جو غصہ کیا تو پچھتانا پڑیگا تمہیں اپنے منھ کو چھپانا پڑیگا
کبھی دم میں غصہ کبھی دم میں سیدھے یہ عادت تمہیں بھولنا پڑیگا
ٹکٹ خرچ کرکے جو آئے ہیں ان کو تمہیں ناچ اپنا دکھانا پڑیگا
جو غصہ کیا تو بچانا پڑیگا

نمبر ۴

چمپا:- میرے بھگوان یہ کیا کیا تو نے
پھل یہ کس پاپ کا دیا تو نے
ایک زمبو تھا نگہبان میرا
دور اس سے بھی کر دیا تو نے

نمبر ۵

اندیرا:- دل چھینا نگاہیں چرا کر چلے کوئی پوچھے تو ان سے یہ کیا کر چلے
کہا جو میں نے کہ تم کس لئے ستاتے ہو، کسی غریب کو دن رات کیوں جلاتے ہو
نہیں پسند میرا دل پھیر دو مجھکو خدا کیواسطے کیوں خاک میں ملاتے ہو
بانکی چتون نین رسیلے، کیا گھائل نگاہوں نے ہم مر چلے
دل چھینا نگاہیں چرا کر چلے

نمبر ۶

چمپا:- خواب کا گیت
پریم نشہ سنسار میں پریم کا ہے سنگھار، ڈالی ڈالی پر کھلی پریم بسنت بہار
گانا ناچ ہے پریم کی پوجا، پریم کی جے جے کار بہنوں

پریم کی جے جے کار بہنوں
پریم کرو بہنوں مل مل سب پریم کا بیڑا پار بہنو پریم کا بیڑا پار
چھم چھن نن نن ناچوگا و پریم دیو کو اپنے رجھاؤ
ہر ناری کا دھرم یہی ہے کرے پریم کو پیار، پریم کرو بہنوں
پریم باغیچہ پریم ہی مالی ڈالی ڈالی پر ہریالی
پریم پون اور پریم کی نیا پریم کی ہو پتوار، پریم کرو بہنوں

نمبر ۷

اندیرا:- کرے نہ کوئی بھولے سے بھی پیار
پریم کی پیاری کٹاری بری ہے، ہوتی کلیجے کے پار کرے نہ کوئی
پریم کے تیر سے مشکل ہے بچنا، دل کا درد اٹھ اٹھ کے بتاتا ہے ٹھکانا دل کا
تیر پر تیر لگا کر وہ یہ فرماتے ہیں کیوں جی کھیل سمجھتے تھے لگانا دل کا
پریم کی پیاری کٹاری بری ہے ہوتی کلیجے کے پار، کرے نہ کوئی

نمبر ۸

چمپا:- ہمری سدھ بدھ کیوں بسرائی
نین میں نت آس لگی ہے صورت کیوں ہے چھپائی، ہمری سدھ
کاٹے کٹت نہیں برہا کی رتیاں تم بن ساجن دھڑکت چھتیاں
پہلے لگا کے تم نے ساجن برہا کی آگ لگائی، ہمری سدھ
رات اندھیری بادل گرجے میگھ چھائے رہے بجلی چمکے
او بن میں چھپنے والے اب پڑ جاؤ دکھائی۔ ہمری سدھ

نمبر ۹

چمپا:- دیکھو شوبھا یہ جنگل کی کیسی بھلی
گھڑی اپنی جدائی کی سر سے ٹلی۔ دیکھو
آج جیا مورا مگن مگن ہے، پھولی پھلی میرے دل کی کلی۔ دیکھو

ہر قسم کی اردو فارسی اور عربی کتابیں نئی اور سستی معین الدین بک ڈپو نمبر ۱۰ محمد علی روڈ (لوچیت پور روڈ) کلکتہ سے خریدیے

سال رواں کی شاندار کامیابی

منروا موویٹون کا تازہ ترین شاہکار

خان بہادر

ڈائرکٹر

سہراب مودی

جس نے خون کا خون اور صید ہوس ڈائرکٹ کیا

ادا کاران

خون کا خون کی شہرت یافتہ

نسیم

خون کا خون اور صید ہوس کا

سہراب مودی

دنیائے اسٹیج کی مشہور ملکہ

شریفہ

موڈرن سوسائٹی کی موجودہ تحریکوں کا مرقع، آپ اس میں

خود کو، اپنے خاندان اور سوسائٹی کو دیکھیں گے

یہ اردو زبان کا بہترین شاہکار ہے

(بکنگ کا پتہ)

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز چاندنی چوک دہلی

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا شاندار فلم

پریذیڈنٹ

ڈائرکٹر نیتن بوس

(اداکار)

سائیگل، کملیش کماری، لیلا دیسائی

نواب، جگدیش، بکرم کپور، دیو بالا

پرتھوی راج، بکرم مہر

گردھاری لال وید

ایلیاس

افسانہ

انسانی دورِ حیات کا
حقیقی ترجمان، کشمکش زندگی کا
عجیب حادثہ، دو نازک دلوں کی معصومانہ
محبت اور پھر رقابت، ایک کا انقلاب آفریں ایثار
ایسا ایثار جو صرف
دیکھنے سے
تعلق رکھتا
ہے

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند ــــــ جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
جنوبی ہند ــــــ کلکتہ فلم ایکسچینج ۵۰۔ آرمینین اسٹریٹ مدراس
مشرقی ہند ــــــ دوسانی فلم کارپوریشن ۷، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ
مغربی ہند ــــــ کلکتہ فلم ایکسچینج ترئی بھون روڈ بمبئی ۴

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا زیر تکمیل شاہکار

ادبی کائنات

مکتی

مکالمہ نگار
جناب شور لکھنوی

گانے
حضرت آرزو لکھنوی

اداکار
بروا — کانن — مینکا
نواب — جگدیش
پرتھوی راجے (؟) — کپور — وغیرہ

مکتی

ڈائرکٹر
پی-سی بروا

میوزک ڈائرکٹر
آر-سی بورال

بہت جلد تیار
ہوکر آپ کے سامنے
آرہا ہے، افسانہ درد
میں ڈوبا ہوا، محبت اور اس
کی کارفرمائیوں کی جیتی جاگتی تصویر
ہے مسٹر بروا کے زیر ڈائرکشن
اب تک جس قدر پر از رومان پکچر تیار ہوئے
ان سب سے یہ فلم ایک
امتیازی اور
نمایاں
حیثیت کا
مالک ہوگا، دلکش موسیقی
روح نواز گانے، فطری اداکاری مکتی
کی خصوصیات ہیں، آسام کے پہاڑوں
جنگلوں اور باغوں کے مناظر مکتی میں
دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں،
بلند معیار فوٹوگرافی صاف اور
واضح صدابندی بہترین
تکنک، پاکیزہ مکالمے بانی
گانے صرف مکتی
میں ملیں گے

بکنگ کا پتہ
جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
ہندوستانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

Printed by H. H. Rahman at Excelsior Art Press.
Edited & Published by M. M. Begg. 22, Middle Road (Entally), Cal. SEPTEMBER—1937.)

عکاس

ماہوار

کلکتہ

جلد ۲

نمبر ۶

LILA DESAI
IN
VIDYA PATI

قیمت

ایک آنہ

کلکتہ سے باہر

چھ پیسے

پوجا کی تقریب پر

جاری شدہ ریکارڈ

نیو تھیٹرز فلم ریکارڈ   قیمت فی عدد دو روپیہ بارہ آنہ

مس اوما، پہاڑی سانیال، شبیر علی

ایچ ۱۱۵۵۲ { من پریم کی جوت جلا سکھی   انا تھ آشرم فلم سے
{ ایک تھی طوطی ایک تھا طوطا   "

نیو تھیٹرز آرکسٹرا   قیمت فی عدد دو روپیہ چار آنہ

ایچ ۱۱۵۳۱ { پتر برن آرکسٹرا بطرز ناچ
{ "

نیو تھیٹرز ہندوستان ریکارڈ   قیمت فی عدد دو روپیہ چار آنہ

مسٹر پہاڑی سانیال (نیو تھیٹرز)

ایچ ۱۱۵۴۰ { آئے کارے بدرا   ٹھمری، ملّھار ۳ تال
{ گھر جانے دے بہاری   دھن بہاری دادرا

ہندوستان ریکارڈ   قیمت دو روپیہ بارہ آنہ

مسٹر سیگل

ایچ ۱۱۵۵۰ { رحمت پہ تیری میرے گناہوں کو ناز ہے   غزل
{ شمع کا جلنا ہے یا سوزش پروانہ ہے   "

کمار سچن دیپ ورما

ایچ ۱۱۵۴۵ { اب میں شرن تمھاری او برک بھان کماری   بھجن
{ میرے پریتم پیارے مینی وارے تو آجا   "

ہندوستان ریکارڈ   قیمت فی عدد دو روپیہ چار آنہ

سرجیت بینوے گوسوامی

ایچ ۵۴۹ { مایا کا بزار دنیا سودا دنیا داری   بھجن
{ میرا میرا چھوڑ مسافر کچھ بھی نہیں ہے تیرا   "

مس شاہجہاں (جوناگڈھ)

ایچ ۱۲۰۳۳ { دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہئے   غزل
{ زخموں سے کلیجے کو بھر دے   "

مس سندربائی اینڈ پارٹی

ایچ ۱۱۵۵۱ { کملیا والے ساجن پڑوں تورے پیّاں   نعت
{ میں تیری قدرت کے قربان   "

اسٹار ہندوستان ریکارڈ   قیمت دو روپیہ چھ آنہ

ماسٹر کرشنا بنارس

ایچ جی ۵۰۶۲ { عجب حیران ہوں بھگون   آریہ سماجی بھجن
{ گئے دونوں جہاں نظر سے گذر   غزل معرفت

ولائتو بسم اللہ پارٹی (بنارس)

ایچ ۵۰۶۴ { شہنائی   باگیسری
{ "   جونپوری

BARUA & KANAN
IN
MUKTI

شذرات

عکاسؔ کے زیر نظر نمبر میں دہلی کانفرنس کی رپورٹ شائع کیجارہی ہے، یہ رپورٹ خلاصہ ہے اس کشمکش کے "تصفیہ باہمی" کا جو ایک عرصہ سے اگزیبیٹرز ڈسٹری بیوٹرز کے درمیان جاری تھی، اور جس کے طے کرا دینے کے لئے مسٹر پاٹل والا نے اقدام کیا، فلم دکھانے والوں اور فلم تقسیم کرنیوالوں میں بہت سے پیچیدہ معاملات ایسے ہیں جن کے متعلق فلم دیکھنے والوں کو خبر بھی نہیں ہوتی، شمالی ہند کے "مالکان سینما" عرصہ سے کچھ شکایتیں فلمسازوں اور تقسیم کرنیوالوں سے رکھتے تھے، جن میں سب سے بڑی شکایت "پرسنٹیج" کی تھی، یہ اصول رائج تھا کہ "نئے فلم" پر چالیس فی صدی آمدنی سینما گھر کے مالک کو ملتی تھی اور ساٹھ فی صدی فلمساز کے حق میں فلم تقسیم کرنے والے وصول کرتے تھے، اس چالیس فی صدی کمیشن پر مالکان سینما کو اعتراض تھا کہ موجودہ حالت میں ہمارے اخراجات اس رقم سے پورے نہیں ہوتے۔ معاملات بہت دور تک گئے اور سب سے پہلے مسٹر بی این سرکار مینجنگ ڈائرکٹر نیو تھیٹرز نے جو فلمی دنیا میں ایثار اور خدمات کا شاندار ریکارڈ رکھتے ہیں قدم بڑھایا اور اپنی ملکی صنعت کو ترقی دینے کے لئے موصوف نے ساٹھ فی صدی کے بجائے پچپن فی صدی لینے کا فیصلہ کر لیا، ساتھ ہی ساتھ مسٹر چندو لال شاہ نے بھی سرکار صاحب کی طرح بمبئی میں سب سے پہلے عملی قدم بڑھایا، ہم جانتے ہیں کہ اس پانچ فی صدی کی رعایت نے فلمسازوں کی مشکلات میں اور بھی اضافہ کر دیا مگر اس کشمکش کا تصفیہ ہونا بھی ضروری تھا، دراصل اب مالکان سینما کو بھی فلمسازوں کی مشکلات پر نظر کرنا چاہیئے۔

پبلک تو یہ سمجھے ہوئے ہے کہ ملک کی ساری دولت فلموں کے ذریعہ فلم پیش کرنے والوں کے پاس چلی جا رہی ہے، مگر یہ خیال غلط ہے یہ دولت فلمسازوں کے بجائے ان سرمایہ داروں کے پاس جاتی ہے جو روپیہ لگانے میں پیش پیش ہیں، اس کا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ اگر فلمساز دولت جمع کر سکتے تو آج ملک کی پچاسوں فلم کمپنیاں بند ہونے کے بجائے منزل ترقی پر ہوتیں، مگر واقعات ایسے الجھے ہوئے ہیں کہ ان کے پبلک میں لانے کے لئے وقت اور تفصیلات میں جانے کی ضرورت ہے۔

فلم انڈسٹری جس دور سے گذر رہی ہے، اس کے لئے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں "حکومت کی امداد کی شدید ضرورت ہے" مسٹر پاٹل والا نے بھی اپنی تقریر میں ایسی ہی ضروریات بیان کی ہیں جس طرح ملک کی دوسری تجارتوں پر بنک کا سرمایہ اعانت کر رہا ہے فلم انڈسٹری کو بھی ایسے سرمایہ کی اعانت چاہیئے ہے جہاں کم از کم شرح سود پر روپیہ مل سکے، اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہندوستانی حکومت ہندوستانی صنعت فلمسازی کی اعانت کرتے ہوئے کم از کم ایسی پوزیشن میں فلم انڈسٹری کو پہنچا دے کہ اس کی ساکھ مضبوط ہو جائے۔

صوبہ بمبئی کی حکومت نے ایک سرکلر جاری کرتے ہوئے گورنمنٹ سروس سے متعلقین کو ہدایت کی ہے کہ بغیر ٹکٹ خریدے فلم نہیں دیکھ سکتے اگرچہ "گورنمنٹ سرونٹس" کو خود اپنے اس ادنیٰ فرض کو یاد رکھنا چاہیئے تھا، مگر ہمارے ملک کی ہر ادا — نرالی ہے، گورنمنٹ سروس ایک ہندوستانی کو ملکر اس کو منجملہ تمام اختیار حاصل ہو جاتے ہیں، علاوہ اور باتوں کے "سینما" دیکھنے کا تو وہ پیدائشی اجارہ دار بن جاتا ہے۔

بہرحال مبارک تھی وہ ساعت جب کہ اس قسم کا سرکلر جاری کیا گیا، شمالی ہند اگزیبوٹرز ایسوسی ایشن نے پنجاب گورنمنٹ کو توجہ دلائی ہے کہ وہ بھی بمبئی گورنمنٹ کی طرح گورنمنٹ کے ملازمین کو ایسی ہدایت کر دیں، ہم پرزور الفاظ میں شمالی ہند اگزیبوٹرز ایسوسی ایشن کی اس معقول تجویز کی تائید کرتے ہیں اور آنریبل سر سکندر حیات خاں وزیراعظم پنجاب کی توجہ اس مسئلہ کی جانب مبذول کراتے ہوئے ہندوستانی فلمسازی کی ہمدردی اور اعانت چاہتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ وزیراعظم حکومت یوپی سے بھی درخواست ہے کہ وہ کانگرس گورنمنٹ بمبئی کی عملی تائید کرتے ہوئے پاس کی لعنت اپنے صوبہ سے دور کرتے ہوئے مالکان سینما کی مشکلات میں کمی کر دیں۔

"ایڈیٹر"

مینیم گارنٹی کا طریقہ ترک نہیں ہونا چاہیئے

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ صنعت فلمسازی کے بقا و استحکام کے لئے کم از کم گارنٹی کا سسٹم ازبس ضروری اور بعض حالتوں میں بیوپارانہ طریق کار کو تقویت پہونچانے کا موجب بھی ہوا ہے، ہمارے اگزیبوٹروں کی ایک اکثریت بیوپار کے ابتدائی اصولوں سے ناواقف ہونے کے علاوہ سرمایہ کی قلت کی وجہ سے بھی تقسیم کاروں اور فلمسازوں کے لئے وجہ مصیبت بنی ہوئی ہے، اس قسم کے نمائش کنندگان اپنے ناپاک مقاصد کی تکمیل کی خاطر بدترین ذرائع استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے، تقسیم کاروں کو دھوکہ اور فریب دینا ان کا ایمان ہے اور اپنے فرائض سے لاپروہ رہنا ان کا عقیدہ، میں ایسے کئی اگزیبوٹروں کی مثالیں دے سکتا ہوں جنہوں نے دیدہ و دانستہ فلمیں فحل کر کے اپنی گندی ذہنیت کا نہایت کمینہ مظاہرہ کیا، انہوں نے فلمسازوں اور تقسیم کاروں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر جعلی اسٹیٹمنٹ تیار کر کے پیش کئے، اور ہزاروں روپے بغیر ڈکار لئے ہضم کر گئے، ایسی حالت میں اگر اس قسم کے نمائش کنندگان سے تقسیم کار (ڈسٹری بیوٹرز) مینیم گارنٹی کا مطالبہ نہ کریں تو اپنی قبر اپنے ہی ہاتھوں کھودنے کے موجب ہوں گے، درحقیقت مینیم گارنٹی کا طریقہ اسی قسم کے افراد کے لئے ایجاد کیا گیا ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ اس قسم کے افراد کسی بھی مہربانی کے مستحق قرار نہیں دیئے جا سکتے۔

جو اگزیبوٹرز ایماندار ہیں اور ایماندارانہ طریقوں سے روٹی کمانے کے خواہاں ہیں انہیں چاہیئے کہ اس قسم کے بدسرشت اگزیبوٹرز کو راہ راست پر لائیں اور پھر مراعات کا مطالبہ کریں، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تقسیم کار کسی اگزیبوٹر کی مالی حالت سے خوب آگاہ ہو اور اس کے بیوپارانہ طریقوں کا مداح ہو تو اپنی شرائط کو نرم کرنے کا مجاز ہے، فی الحال تو اس سسٹم کو ترک کرنا فلمسازی کے لئے انتہائی مہلک ثابت ہوگا۔

ہم مسٹر پاٹش والا اور سیٹھ جگت نارائن کے اس اعلان پر کہ آئندہ سے ان کا فرم نمائش کنندگان سے ساٹھ کی بجائے پچپن فیصدی کمیشن لیا کرے گا، انہیں ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ باقی تقسیم کار بھی آپ کے اس فیاضانہ اقدام کی پیروی کریں گے۔

"فلم اسٹیج لاہور"

بنگالی لٹریچر کا اردو زبان میں دلکش مجموعہ

چاند تارا، ایک روپیہ ✣ بڑی آپا، بارہ آنے ✣ دوست کی بیوی، بارہ آنے ✣ بزم آرا، ایک روپیہ

چاروں ناول بہترین اور انوکھے پلاٹ پر تعمیر کئے گئے ہیں، زبان میں بلا کی روانی ہے، عام قسم اردو زبان میں ایسے نتیجہ خیز ناول اب تک نہیں دیکھے گئے، قیمت تین روپے آٹھ آنے، محصول ڈاک بارہ آنے

ملنے کا پتہ: مسعود، ۷ زکریا اسٹریٹ، کلکتہ

نِگارخانہ کی باتیں

مسٹر نتن بوس کے پکچر کی شوٹنگ ۲۰ ستمبر کو شروع ہوگئی، مہورت کے لئے شاندار تیاریاں کی گئی تھیں (نیو تھیٹرز کے مشرقی ہند کے ڈسٹری بیوٹرز) مسٹر دوسانی حیدر آباد تشریف لے گئے تھے، ہوائی جہاز پر واپس آئے اور خاص طور سے شریک تھے۔

آئی جی، ایچ ماموں جی پروپرائٹر کلکتہ فلم اکسچینج (نیو تھیٹرز کے مغربی ہند کے ڈسٹری بیوٹرز) بمبئی جانے والے تھے مگر مسٹر نتن بوس کی پکچر کی رسم افتتاح کی شرکت کے لئے دو ہفتہ رک گئے۔

پہلا شاٹ جس میں مسٹر سیگل کچھ بنگلہ میں بولتے ہیں (اپنے تاجر ڈاکٹر اور وکیل دوستوں سے) لیا گیا۔

اسٹوری نہایت دلچسپ ہے، دور حاضرہ کے ماحول کے مناسب اور ملک و قوم کے افراد کے لئے انتہائی مفید، ہندی کاپی کا نام "دھرتی ماتا" رکھا گیا، اداکاروں میں سیگل، اوما دیوی، کملیش کماری نواب، نیمو، جگدیش، سرج، ہوا، وید کے کام خاص طور سے قابل تذکرہ ہیں، پنڈت سدرشن نے اس اسٹوری کے مکالمے لکھے ہیں، اور گانے تحریر فرمائے ہیں۔

مسٹر پرفلو رائے بنگلہ ناول "ابھگیان" کو فلم کی صورت میں پیش کر رہے ہیں، شوٹنگ شروع ہوگئی ہے، ہندی نام ابھی تک تجویز نہیں کیا گیا، پلاٹ دلکش اور نتیجہ خیز ہے، ایک زمیندار کی بہو ڈاکوؤں کے قبضہ میں چلی جاتی ہے کچھ دنوں بعد واپس آتی ہے تو سماج کے خوف سے زمیندار واپس نہیں لیتا، لڑکے کو اپنی بیوی سے انتہائی محبت ہے، لڑکی دربدر ماری پھرتی ہے اور کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں، یہ افسانہ کا اصلاحی پہلو ہے جو درد اور جذبات میں ڈوبا ہوا ہے۔

دس بارہ دن تک مسٹر این، این رائے (آف بہالا) کے عالیشان مکان پر بڑی شان و شوکت سے شوٹنگ ہوئی، اس پکچر میں ہیروئن کا کردار مس ملینا ادا کر رہی ہیں، دیگر ممتاز کردار وجے کمار، پرتھوی راج، نیمو، راج لکھی، دیو بالا، بکرم کپور، شورا انجام دے رہے ہیں۔ مکالمے اصغر حسین صاحب شور نے لکھے ہیں اور گانے حضرت آرزو لکھنوی نے مرتب فرمائے ہیں۔

"ودیاپتی" ختم ہو رہا ہے، اس کے کامیاب بنانے میں مسٹر دیوکی کمار بوس نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہر اعتبار سے ایک شاندار پکچر ثابت ہوگا، مسٹر بوس نے میوزک اور کامک پر خاص طور سے توجہ دی ہے اور یقین کیا جاتا ہے کہ "ودیاپتی" ۱۹۳۷ء کا شاہکار ہوگا، اداکاروں میں پرتھوی، پہاڑی، چھایا دیوی، کانن بالا، نیمو، رام پیاری، محمد اسحاق، کے۔ این سنگھ۔ نے خوب خوب کام کئے ہیں اور اپنے فرائض کی تکمیل میں آخری کوششیں صرف کر دی ہیں اس پکچر کے مکالمہ نویس پنڈت کیدار ناتھ شرما ہیں۔

مسٹر بروا ولایت سے ہوائی جہاز پر واپس آ گئے، اور ایک بالکل عجیب و غریب نرالی اسٹوری پیش کر رہے ہیں جس کے بارے میں دریافت کرنے پر بتلایا کہ افسانوی اعتبار سے، اور ڈائرکشن کی حیثیت سے ہندوستان کے سامنے ایک نئی چیز ہوگی، کاغذی کام جاری ہے، بہت جلد کاسٹ تقسیم کر دیئے جائیں گے،

مسٹر ہیم چندر "جوار بھاٹا" کی تکمیل میں مصروف ہیں، اسٹڈیو

نمبر ۲ میں آپ کا کام جاری ہے، جوار بھاٹا ایک اصلاحی پکچر ہوگا، افسانہ انتہائی دلکش اور نتیجہ خیز ہے، اس کے مکالمے جناب قتیل انصاری اور گانے حضرت آرزو لکھنوی کے لکھے ہوئے ہیں۔

"مکتی بنگلہ" چترا میں دیکھایا جا رہا ہے، بنگلہ فلموں میں جو خصوصیت اور مقبولیت "مکتی" کو حاصل ہوئی ہے وہ کسی پکچر کو نہیں ملی، بنگلہ پریس نے متحدہ طور سے اس فلم کی تعریف میں ایسے شاندار الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ "مکتی" ایک بہترین پکچر مارکیٹ میں آیا ہے، ہندی کاپی ایڈیٹنگ روم سے باہر آنے والی ہے، چترا سینما نے آمدنی کے اعتبار سے ایک ریکارڈ قائم کر دیا ہے، اور نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ فلم کتنے ہفتہ ایسی ہی شاندار آمدنی حاصل کریگا، ہندی پکچر کا شمالی اور مغربی ہند میں بے چینی سے انتظار کیا جا رہا ہے، بہت جلد کاپیاں روانہ کی جائیں گی، مسٹر بروا نے "مکتی" کو بالکل نئی حیثیت سے پیش کیا ہے اور بہت سی ایسی خوبیاں ہیں جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں، اصغر حسین صاحب شور کے مکالمے اور حضرت آرزو لکھنوی کے گانے اس پکچر کی ایک نمایاں خصوصیات ہیں۔

نیو سینما میں بہت انتظار کے بعد کلکتہ پبلک کے سامنے "پریزیڈنٹ" پیش کیا گیا ہے، کئی ہفتہ گذرنے کے باوجود پبلک ٹوٹی پڑ رہی ہے، "پریزیڈنٹ" کو ملک میں جو شاندار مقبولیت حاصل ہوئی ہے وہ محتاج تعارف نہیں، افسانوی دلکشی فلم کی ایک نمایاں خصوصیت ہے، اداکاروں نے اپنا کام خوبصورتی سے انجام دیا ہے، سہگل کے دلکش نغمے اور لیلا دیسائی کی شوخیوں سے بھری ہوئی رنگین اداکاری "پریزیڈنٹ" کو بار بار دیکھنے پر مجبور کرتی ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ "پریزیڈنٹ" ہندوستان کا ایک عجیب و غریب اور انوکھا فلم ہے۔

رہا جاتا نہیں ہو کر اسیر آشیاں مجھ سے

از سید مسعود صابری

قفس ماتم کدہ ہو چھوٹ ای غم فغاں مجھ سے
کہ کم ہونے لگیں صیاد کی دلچسپیاں مجھ سے
کہیں سبقت نہ لیجائیں میری گمراہیاں مجھ سے
تقاضائے رفاقت کر رہا ہے کارواں مجھ سے
دلیل فطرت آزاد ہے ذوق پر افشانی
رہا جاتا نہیں ہو کر اسیر آشیاں مجھ سے
وہ دن بھی ہو کہ ہاتھ اپنا گل مقصود تک پہنچے
جھکاؤں اور جھک جائیں یہ سرکش ڈالیاں مجھ سے
دم پرسش کیا کیا سحر اس چشم پشیماں نے
تڑپ کر رہ گیا دل اور نہ نکلی داستاں مجھ سے
محبت صابری اک اعتماد باہمی تک تھی
بہار گلشن کی آمد لاتی ہے پیغام اسیری کا
قفس تیار ہوتے ہی چھٹے گا آشیاں مجھ سے
کسی کی ہر ادا آمیزِ تنقید باہمی
کسی کی ہر نظر رنگینیوں کی داستاں مجھ سے
تمنائیں ہزاروں ڈھونڈتی ہیں بے خبر ہوں میں
مرے دل کی نہاں ہیں کس قدر گہرائیاں مجھ سے
زباں کیا رہ کے ہوگی ذوق گویائی سے باز آیا
کہی جاتی نہیں جب آپ اپنی داستاں مجھ سے
تمہاری نازبرداری بھی دل نے پاس خاطر بھی
کہاں تک اٹھ سکے گا عشق کا بار گراں مجھ سے
بس اب چلتی نہیں یہ کشتی بے بادباں مجھ سے

لطائف

اسکول ماسٹر نے لڑکوں سے سوال کیا، بتاؤ کہ بے موقع بارش کسے کہتے ہیں؟
ایک لڑکے نے فوراً جواب دیا
جناب بے موقع بارش وہ ہوتی ہے جو اتوار کے روز ہو

ایک صاحب بہادر موٹر میں جا رہے تھے دفعتہً ڈرائیور سے کہنے لگے، ویل دیکھو، موٹر بہت ہل رہا ہے
ڈرائیور نے جواب دیا، جناب سڑک پر گڑھے ہیں
اس پر صاحب بہادر نے غصہ کے لہجہ میں کہا
تو پھر ہارن بجا کر انہیں کیوں نہیں ہٹا دیتا

ایک شخص نے ایک لڑکے کو روتا ہوا دیکھ کر پوچھا، تم روتے کیوں ہو، لڑکے نے جواب دیا میرے باپ نے ایک نئی قسم کا صابون تیار کیا ہے اور جب کوئی گاہک آتا ہے تو وہ نمونہ دکھانے کے لئے میرا ہی منھ دھوتے ہیں۔

ایک عورت اپنے لڑکے کو سخت بیدردی سے پیٹ رہی تھی، ایک راہگیر نے پوچھا، بہن اسے کیوں مارتی ہو، تو عورت نے جواب دیا، اس شیطان نے ڈربے کا دروازہ کھول دیا اور تمام مرغیاں باہر نکل گئیں۔
راہگیر نے جواب دیا، آپ فکر نہ کریں، شام کو وہ سب خود بخود واپس آجائیں گی
اسپر عورت نے جواب دیا، ۔شام کو وہ گھر کیسے آجائیں گی ؟ وہ تو اپنے گھر چلی گئیں،

ایک شخص اپنی بہن کے ہمراہ کسی گاؤں کو جا رہا تھا، ایک جاٹ نے اسے دیکھا اور کہا، ''او عورت والے''
اسے بہت غصہ آیا جاٹ اگر نزدیک ہوتا تو شاید اسے مار ڈالتا لیکن وہ دور تھا، آخر چلا کر اس نے بھی جواب دیا، ''عورت ہوگی تیری، میری تو بہن لگتی ہے۔

باپ (لڑکے سے) ڈرو مت بتاؤ تم کیوں روتے ہو
لڑکا (سسکیاں بھرتے ہوئے) رات خواب میں دیکھا کہ مدرسہ کو آگ لگ گئی
باپ، ہوں، پاگل! خواب کی باتوں پر اعتبار! میں ابھی باہر سے آیا ہوں، تمھارا مدرسہ ویسے ہی کھڑا ہے۔
لڑکا: میں بھی تو اسی لئے رو تا ہوں'

ماسٹر: (جماعت سے) فرض کرو، میں باہر جاتا ہوں، اور وہاں مجھے کوئی مار ڈالتا ہے۔ پھر کیا ہوگا۔
ایک لڑکا:۔ دو تین دن کی چھٹی۔

آرٹ اور فلم

از خواجہ قدوائی

جس وقت سے بولتے ہوئے فلم بننا شروع ہوئے ہیں ہر جگہ آرٹ کا چرچا ہونے لگا ہے اور غالباً یہ لفظ جس قدر اس زمانہ میں غلط استعمال ہوا ہے کبھی نہیں ہوا، ایک جانب اس کے مفہوم کو اتنی وسعت بخش دی گئی ہے کہ جمالیاتی، نفسیاتی، فلسفیانہ اور ہر وہ کوشش جو کسی نہ کسی اصطلاح کے ماتحت رکھی جا سکتی ہے۔ "آرٹ" کے نام سے موسوم ہو سکتی ہے مگر دوسری جانب اس کے معنی، لسٹ ڈیزائنر، رنگساز اور بڑھئی کی متحدہ کوششوں میں جن کی نمائندگی آرٹ ڈائرکٹر کرتا ہے، قید کر دیئے گئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس لفظ سے صحیح مطلب نہ اخذ کیا گیا ہے نہ کیا جا سکتا ہے۔

اس لئے بلا اس کوشش کے کہ میں "آرٹ" کی تعریفیں لکھوں یا اس کے متعلق علماء کی رائیں اقتباس کروں، مختصراً اپنا خیال ظاہر کئے دیتا ہوں، ایک فلم میں "آرٹ" کا مطلب میں صرف اتنا سمجھتا ہوں کہ افسانہ کو صحیح ماحول میں وقت اور معاشرت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس طرح پیش کر دیا جائے کہ کرداروں کے دل کی دھڑکن ہمارے کان سننے لگیں، ان کے رنج و غم، ان کی مسرت اور خوشی خواہ مخواہ ہماری ہمدردی اور شرکت حاصل کر لے، بہ الفاظ دیگر ایک افسانہ کی صحیح پیشکش بہترین آرٹ ہے، میں گرانڈیل سٹ اور چم چم کرتے ہوئے کپڑوں سے ہرگز متاثر نہیں ہوتا، میرے خیال میں پھوس کی جھونپڑی جو آرائش کی تصنع نوازی سے بالکل محروم ہے، آرٹ کا بہترین نمونہ ہے بشرطیکہ کردار کی معاشری حیثیت اتنی ہی مفلوک الحال ہو۔

سوال کیا جا سکتا ہے کہ آرٹ کا مقصد کیا ہے جس کا مختصراً جواب یہ ہو کہ وہ حسن کو پوشیدگی سے باہر لاتا ہے، آرٹ کے متعلق ایک عام نظریہ یہ ہے کہ وہ حسن کا خالق ہے جو بالکل غلط ہے، آرٹ حسن کو پیدا نہیں کرتا ہے بلکہ پوشیدہ حسن کو نمایاں کرتا ہے، وضاحت کے لئے ایک مثال کافی ہوگی، انیس کا شعر ہے ؎

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیوں سے دامن صحرا بھرا ہوا

اس میں منظر نگاری نے جو حسن پیدا کیا ہے وہ شاعری کی تخلیق نہیں ہے کیونکہ سبزہ اور اوس دونوں پہلے بھی موجود تھے، بہت ممکن ہے کہ بہتوں نے انہیں دیکھا ہو لیکن ان کی نظر اس "حسن" کو نہ دیکھ سکی جو پوشیدہ تھی، شاعری کی نگاہ نے اسے دیکھا اور عامۃ الناس کی توجہ ادھر منعطف کی، اور لوگوں نے اپنے قصور نگاہ پر یاس کے ساتھ غور کیا اور شاعر کو داد دی، میرا مطلب اس لئے یہ ہے کہ "دیدہ ور" ہونا آرٹسٹ کی خاص صنعت ہے۔

اکثر اوقات دیکھا جاتا ہے کہ ایسی چیزیں جن میں کوئی دلکشی نہیں ہوتی، جب کسی آرٹسٹ کی عنایت سے سرفراز ہوتی ہیں، تو ان کی تصویر بے حد دلکش اور جمیل ثابت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ "خزاں" میں بھی "بہار" کا ہونا تسلیم کر لیا گیا ہے۔

آرٹ کے اس کمال کو سمجھنے کے بعد اس امتیازی خصوصیت کی تشریح ضروری نہیں رہی، کہ غیر آرٹسٹ "حسن" پیدا

کرنے کے لئے کیا کیا تدبیریں کرتے ہیں، کیونکہ وہ حسن جو آرٹ کا ممنون ہوتا ہے "باطنی" ہوتا ہے، برخلاف اس کے غیر آرٹسٹ کا پیدا کیا ہوا حسن سطحی اور آرائشی ہوتا ہے، اس روشنی میں اگر ہندوستان کی بیشتر فلمیں دیکھی جائیں تو بڑی مایوسی ہوگی، بلاشبہ محنت، سرمایہ اور کوشش کے اعتبار سے وہ قابل قدر ہوتی ہیں، مگر آرٹسٹک اعتبار سے ایک چیستاں !! بلاشبہ ہندوستان کا موجودہ افلاس "دور زریں" کے بعد فروغ پانے کی بنا پر اپنے نتائج کے لحاظ سے زیادہ افسوسناک ہوگیا ہے، یہی وجہ ہے کہ فلم ار سنہرے روپہلے کپڑے، بڑے بڑے محل ساز و سامان، غرض ثروت اور تن آسانی کا ہر تخیل جو کل ہندوستان کی روایات میں شامل تھا، فلم میں پیش کر کے غریب ہندوستانیوں پر تھوڑا سا رعب ڈال سکتے ہیں اور عارضی طور پر کچھ دلچسپی بھی پیدا کر سکتے ہیں، کیونکہ ابھی ہم وہ زمانہ نہیں بھولے ہیں جب یہ شان و شوکت ہماری زندگی کا جزو تھی، آج ہندوستانی حویلی میں رہ نہیں سکتا، وہ ریشم و کمخواب کے کپڑے خواب میں بھی نہیں دیکھتا، اس لئے سینما میں یہ سب سامان دیکھ کر دل کو ڈھارس بندھتی ہے، مگر یہ ڈھارس اطمینان کا سانس کبھی نہیں بن سکتی! صفت تو یہ ہے کہ پروڈیوسرز اس نکتہ کو اتنی اہمیت دیتے ہیں، کہ گھاس پھوس کے انبار میں یا جنگل کے بیچوں بیچ کہیں بھی مرد یا عورت پیش کریں گے تو خواہ منھ سے وہ اپنے گھسیارے یا کسان ہونے کا اعلان کر رہا ہو مگر پوشاک ایسی فوق البھڑک ہوگی کہ فوراً گمان ہوگا کہ کوئی امیر شوقیہ غریب ہوگیا ہے۔

بعینہ یہی حال سٹ کا ہے، دیوار چین کی، فرش ہندوستان کا، فرنیچر فرانس کا اور اس بین الاقوامی ماحول میں جو ہستی ہوتی ہے وہ جسمانی اور پوشاکی امتیاز سے کسی دوسرے ہی ملک کی ہوتی ہے۔ اس قسم کا معجون مرکب پیش کرنے کے بعد دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ہم نے آرٹ کی خدمت کی ہے۔

ہندوستانی ڈائرکٹروں کے لئے حقیقی آرٹ پیش کرنا اس وجہ سے اور مشکل ہے کہ وہ مغربی فلموں کو دیکھ کر اپنی فلموں کو بناتے ہیں اور دو چار واقعات تو ایسے بھی ہوئے ہیں کہ پوری پوری فلم، مناظر، مکالمہ کیمروں کے زاویوں سمیت اردو میں پیش کر دی گئی، مگر ایسا کرنے میں اس کی آرٹسٹک خوبیاں اصل سے نقل تک نہ منتقل ہوئیں، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ فلمیں آرٹ کے ادعا کے باوجود ہرگز ہرگز آرٹسٹک نہیں ہیں، ایسی فلمیں زیادہ سے زیادہ آرائشی کہی جا سکتی ہیں جو جاہل اور تاریک دماغوں کی تخلیق ہونے کی وجہ سے جاہل اور تاریک دماغوں ہی کو خوش کر سکتی ہیں۔

جس طرح بچہ کھلونے کی ساخت اور رنگینی پر غور نہیں کر سکتا اسی طرح نادان بھی آرٹ کی باریکیوں سے ناواقف ہوتے ہیں، مگر سنجیدہ اور اہل نظر حضرات جو رنگوں کے باہمی امتزاج، انکی ضرورت، چیز کی ہیئت، اس کے عناصر کا تناسب اور دیگر متعلقات کو سمجھتے ہیں وہ ان بھونڈی فلموں کو "رنگین کھلونے" تو کہدیں گے مگر وہ "آرٹ پکچر" کبھی نہ کہیں گے۔ "آرٹ" ایک حسین و جمیل معشوق ہے جس کو "میک اپ" کی ہوئی فاحشہ رشک و حسد سے دیکھ سکتی ہے مگر اپنے مصنوعی حسن و جمال سے اس پر سبقت نہیں پا سکتی۔

میں ان حقائق کی روشنی میں ہر فلم کو آرٹ سے بیگانہ پاتا ہوں اور اگر آپ بھی غیر جانبدار ہو کر غور کریں گے تو اسی فیصلہ پر مجبور ہوں گے، یوں اگر "آرٹ" پر اصرار کیجئیگا تو جوتے ٹانکنے کو بھی آرٹ کہا جاتا ہے اور چوری کو بھی آرٹ میں داخل کر دیا گیا ہے، ہر فلم آرٹ کا بہترین نمونہ ہے، لیکن اگر آرٹ سے مطلب جمالیاتی ذرائع سے سکون و آسودگی حاصل کرنا ہے تو ہندوستانی فلموں کی اکثریت اس لیاقت سے محروم ثابت ہوگی۔

"قدوائی"

فنّ رقص

ہندوستان کے قدیم ناچوں کے احیار کی ضرورت

ازقلم کملیش کماری

ہندوستان کے قدیم اور مذہبی ناچوں کی موجودگی کے باوجود ہنر کے دیگر کمالات اور اظہار ونمائش کے دوسرے طریقے جو مختلف صورتوں میں پائے جاتے ہیں اپنی اپنی جگہ ایسے مکمل اور جمال آفریں ہیں کہ ان کا مطالعہ بنیادی طور پر ایک ہی ہے، ان تمام ناچوں کی بنیاد دراصل مخزن چونکہ واحد ہے اس لئے اگر ان کی تجدید اور نئی زندگی کی کوشش کی جائے تو بہت امکانات ان کی کامیابی کے پائے جاتے ہیں۔

ملایا کے عام باشندوں میں جو ناچ رائج ہیں وہ جذبات کی اصل اور کمال کے اظہار اور طریقہ ہنر کے باب میں ان ناچوں سے جو آسام و مارواڑ کے عوام میں پائے جاتے ہیں، کچھ زیادہ مختلف نہیں ہوتے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی انفرادیت اور وحدت نیز مقامی رنگ وماحول کا اثر انہیں ایک، دوسرے سے مختلف وممیز بنا دیتا ہے، لیکن جہانتک ان کے بنیادی اصول اور جاندار حصوں کا نیز فطری رجحانات کا تعلق ہے وہ ایک سا ہوتے ہیں اور کوئی بڑا فرق نہیں ہوتا۔

اس معاملہ میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ عوام کے ناچ بنیادی طور پر یکساں اور اصل کے اعتبار سے موزان وہموار کیوں ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ناچ عموماً مذہبی رجحان ہوتے ہیں، اور ان کا واحد مخزن چونکہ "شاستر" ہیں، اس لئے ہندوستان کے ہر حصہ میں پائے جانے والے ناچوں میں شاستری، احکام، امنگ ہنر اور جذبات کا یکساں طور پر پایا جانا کوئی غیر فطری بات نہیں، گاؤں میں ناچنے والے لوگوں کو بے شک یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کے ناچوں کی اصل اس قدر پرانی اور مذہبی وقار وجلال کی جھلک لئے ہوئے ہے، یہ ناچ زمانہ قدیم سے ان کی زندگی میں ایسے رچ گئے ہیں کہ انہیں ان کی اصل کی کچھ بھی پرواہ نہیں، لیکن وہ یہ ناچ ناچتے ہیں اور نسلاً بعد نسلاً ان میں یہ ہنر ترقی کرتا ہوا منتقل ہوتا رہتا ہے، یہ ناچ ان کی معاشرتی ومجلسی زندگی کا جزو بن گیا ہے، اور یہ امر مشکل ہو گیا ہے کہ ان کے اس ہنر کو کسی علٰحدہ ترقی وکمال کے عنوان سے یاد کیا جائے بلکہ وہ بذات خود ایک ایسا مکمل ضابطہ شوق وہنر ہے جو ان کے ماحول زندگی اور مذہب غرض کل وجود پر حاوی ہے۔

ہندوستان کے دیہات کی زندگی خاموش اور تھکا دینے والی یکسانیت وسکوت کا نقشہ ہوتی ہے، اسی لئے کبھی کبھی موسمی تبدیلیوں اور تہواروں کے موقعوں پر جو میلے تماشے، کھیل، ناچ، گانے اور ہنر وتفریح کے کمالات کے اظہار کے جو طریقے پیدا

ہو جاتے ہیں، اس میں یہ دیہاتی آبادی بڑے شوق سے شریک ہوتی ہے اور مسرت و بہجت، شادمانی و رعنائی، خیال و عمل کے ایسے بےنظیر اجتماع ہوتے ہیں کہ تمدن و عیش کی پرکاری اس سادگی اور انسانیت کی خام ترقی کے سامنے سرنگوں ہو جاتی ہے یہ ایسے پرخلوص مواقع ہوتے ہیں کہ بڑے بچے بن جاتے ہیں اور سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی مسخرہ پن اور ہنسی خوشی کے کاموں میں خود بخود حصہ لینے لگتے ہیں، انسانی جذبات کی بلندی اور حس کی ترقی قدرتی طور پر اعضاء کی جنبشوں، جسم کی حرکات اور آوازوں کے بے اختیار اظہار و نمائش سے دفعتاً ایک رقص پیدا ہو جاتا ہے، اور جب ان حرکات اور جنبشوں کو کسی خاص ضابطہ اصول اور قاعدہ کے ماتحت منضبط کر لیا جائے تو یہی چیز ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور یہ آخر کار دیہاتیوں کے سادہ ناچوں کی صورت اختیار کر لیتی ہے جو ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں

عوام کی زندگی پر مذہب کا رنگ چڑھا ہوا ہوتا ہے، زندگی کا ہر شعبہ اور ضابطہ مذہبی امور و مصلحت اور مذہبی رغبت کا آئینہ ہوتا ہے اس لئے ان کے ناچوں پر بھی مذہبی جمال و رعنائی کی نقاب آنے لگتی ہے، مذہبی رسوم و آداب اور مذہبی حیات ان کے ناچوں کو ایک خاص خیال و تصور کے ماتحت لے آتے ہیں، اس لئے ان کے ناچ مذہبی ناچوں کی صورت بھی اختیار کر لیتے ہیں۔

یہ امر بہت دشوار ہے کہ دیہاتیوں کے سادہ اور غیر آرائشی رقصوں کو عمیق فلسفیانہ اور پرکار مذہبی ناچوں سے تمیز کر کے دیکھا جا سکے ان دونوں میں ایک ایسی وجہ مشترک ایک ایسا زاویۂ خیال اور بنیادی رعنائی پائی جاتی ہے کہ ان میں بنیادی تفریق پیدا کرنا از حد دشوار ہے، دیہات کے عوام کے ناچوں کے جوڑ ترنم، حرکات اور وقت و وقفہ کا ضابطہ غرض ہر چیز تقریباً یکساں ہوتی ہے، ہاں آخر الذکر ناچوں میں جسم کی جنبشوں میں کچھ پیچیدگیاں اور باریکیاں زیادہ ہوتی ہیں، ان ناچوں کے ساتھ استعمال ہونے والا ساز یعنی باجے بھی تقریباً ایک ہی ہوتے ہیں، ڈھول، بانسری، جھانجے، تالی اور لکڑیوں کی مترنم تال، غرض سب ہی آوازیں اور ساری موسیقی ایک ہی جیسی ہوتی ہے۔

لیکن ہندوستان کے کچھ دیہاتی رقص ایسے بھی ہیں، جو اپنی انفرادیت اور قدامت کی وجہ سے سند سمجھے جاتے ہیں، اور جو سالہا سال کی مشق و تربیت کے بعد حاصل ہوتے ہیں، اور یہی مذہبی موقعوں اور موسمی تہواروں کے لئے مستعمل ہوتے ہیں۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں ترقی و اصلاح اور سائنٹفک تبدیلیوں کا ایک ایسا نقش پڑ چکا ہے کہ وہ کامل مذہبی ناچوں سے تمیز کئے جا سکتے ہیں اور ان کے احساس و طریقہ اظہار کو ہم ایک علیحدہ نظام اور مکمل و باضابطہ آرٹ سمجھ سکتے ہیں، مثلاً مالابار کا رقص "کتھا کالی" اپنی جگہ ایک بہت پیچیدہ، بڑا نازک اور رعنائیوں سے لبریز رقص ہے جس کی حرکات میں اظہار جذبات میں ایک پر تکلف رفعت اور ایک باقاعدگی پائی جاتی ہے، اعضا کی جنبش بالخصوص پیروں کا کام بہت ہی نازک اور نہایت مکمل ہوتا ہے جو مشکل اور پیچیدہ ہونے کے ساتھ اس قدر پرکیف ہوتا ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا، حرکات رقص کا تسلسل و ترنم، سادگی عمل، نفاست و رعنائی سے زیادہ طاقت جسمانی اور قوت کے اظہار کا موضوع ہوتا ہے، پس معلوم ہوتا ہے کہ رقص دراصل چیز ہے اس رقص کا جو شیو نے "نٹ راجہ" کے سامنے "تانڈاوہ" کے عنوان سے ناچا تھا، اور جس کی موجودہ شکل اب مالابار میں پائی جاتی ہے۔

لیکن یہی "تانڈاوہ" ناچ ایک ہلکے اور نفیس وضع کے

دوسرے ناچ کی صورت میں ہمیں آسام کے منی پوری لوگوں کے رقصوں میں دکھائی دیتا ہے، یہاں یہی رقص جدید نفاست کے ساتھ پایا جاتا ہے، جسمانی حرکات اور قوت کے اظہار پر اتنا زور نہیں دیا جاتا پیروں کی جنبش ایک خاص رعنائی اور نفاست کے ساتھ عمل میں آتی ہے، حرکات رقص بہت نفیس اور دلپسند ہوتی ہیں، اور تکمیل عمل خوشنما ہوتا ہے جو بھدایا آوازوں کی گونج سے بے موزون نہیں ہو جاتا، اس میں کوئی شک نہیں کہ "کتھا کلی" رقص اپنی جگہ تکمیل عمل، اظہار حرکت، نزاکت خیال اور جنبشوں کی ترتیب و تزئین کے اعتبار سے بہت زیادہ پیچیدہ، مکمل اور مشکل ناچ ہے اور اسی وجہ سے آرٹ کے اعتبار سے قابل قدر ہے، لیکن "منی پوری" کے دیہاتی رقص میں بھی جو اسی کا پرتو ہے وہ نفاست، رعنائی اور سادگی جذبات و عمل پائی جاتی ہے کہ دل پسندی اور آرٹ کے نقطۂ نظر سے اسے بھی لوگ زیادہ قابل توجہ سمجھتے ہیں۔

اصل میں اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ "کتھا کلی" ناچ لنکا کے "پرہیرا" ناچ اور جاوا کے "ویانگ وونگ" ناچ سے جا کر مل جاتا ہے، اور منی پوری رقص جنوبی ہند کے "ناٹچ" نامی تماشہ سے بہت مماثل ہے، میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان ناچوں میں ایک مخصوص یکسانیت اور اظہار مطالب و اصل جذبات کی ایک مکمل بنیادی موزونیت پائی جاتی ہے، عمومی اثر و نمائش جذبات میں ان میں ایک واحد تعلق اور رابطہ پایا جاتا ہے، باقی ویسے وہ علٰحدہ علٰحدہ آرٹ کے نمونے ہیں۔

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جس طرح بنگال میں منی پوری رقصوں کے احیاء کے لئے ڈاکٹر ٹیگور مخلصانہ کوششیں کر رہے ہیں اسی طرح مالابار کے علاقہ میں وہاں کے مخلص شاعر اور فن دوست بزرگ "ولاتھول" صاحب "کتھا کلی" کو دوبارہ زندگی دینے اور پھر مقبول عام و خاص بنانے کے لئے کوشش کر رہے ہیں، امید ہے کہ رقص کے یہ دونوں نمونے ہندوستان میں قدیم رقص کی تجدید اور دوبارہ زندگی پیدا کرنے میں مدد دیں گے اور ہندوستان کے ناچوں کا ہنر پھر چمک اٹھے گا، یہ امر موجب مسرت ہے کہ اس ہنر سے لگاؤ رکھنے والے اور نئے شوقین ان ناچوں کی طرف توجہ دے رہے ہیں، اودے شنکر مشہور عالم رقاص جس نے مشرق و مغرب میں اپنے کمالات کی دھوم پیدا کر رکھی ہے، آج سے چھ سال پہلے مالابار آیا تھا اور "کتھا کلی" ناچ کو سیکھ کر گیا ہے اور جہاں کہیں اس نے اس رقص کی نمائش کی لوگ عش عش کرنے لگے اور یہ ناچ ترقی و تجدید کی منزل کی طرف بڑھنے لگا، مجھے اس امر کے اظہار میں پُرمسرت فخر محسوس ہوتا ہے کہ بنگال، بمبئی، مدراس اور گجرات کے اکثر شائقین کو میں نے منی پوری ناچوں کے سیکھنے اور ان کی طرف کامل توجہ دینے کی ترغیب دی اور جو نتائج برآمد ہوئے وہ بہت پُرمسرت اور قابل فخر اور ہمت افزا ہیں، ہندوستان کے تمام اطراف کی تعلیمیافتہ لڑکیاں ان ناچوں کے سیکھنے کی شائق ہیں اور بہت سے موقعوں پر میں نے دیکھا ہے کہ کامیابی ہو رہی ہے اور یہ فن دوبارہ زندگی حاصل کر رہا ہے شانتی نکیتن میں طلبا اس کی طرف قدرتی طور پر خود بخود راغب ہیں، کلکتہ کی متمول لڑکیاں ان ناچوں کی تعلیم اور تکمیل کے لئے وقت اور دولت صرف کر رہی ہیں، گجرات میں بھی اس کی طرف توجہ ہے، گجرات کی لڑکیاں تو قدرتی طور پر رقص کی طرف ایسی مائل ہوتی ہیں اور "گربا" رقص تو ان کی مجلسی زندگی کا ایسا جزو بن گیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے، چنانچہ گجرات کی لڑکیاں ان ناچوں میں کمال حاصل کر رہی ہیں اور ایک خاتون مس ہاتھی سنگھ نے تو خاصی شہرت اس باب میں حاصل کر لی ہے، ہندوستان میں

اور بھی معزز خاندانوں کی خواتین اس کام میں شریک ہو رہی ہیں، سرچنی بھائی کی بھتیجی شکنتلا، امباں سارا بھائی سیٹھ کی لائق لڑکی لیلا وغیرہ کافی نام پیدا کر چکی ہیں۔ اور مسٹر سندلال کی لڑکیاں گوری دیوی وغیرہ رقص کی ماہر بن گئی ہیں، نیز ٹیگور کی لے پالک لڑکی کے رقص بھی شہرت حاصل کر رہے ہیں، اور یہ سب ترقی وتکمیل کی طرف کامیاب قدم ہے۔ ان کے علاوہ لیلا سُو کے، اسشنا دیوی، منی دیوی ٹیل اور میرا چٹرجی وغیرہ اس نفیس ولطیف فن کی تکمیل وترقی میں پیش پیش ہیں، اور ہندوستان کی قدامت وروایات کی لاج رکھنے میں مشغول ہیں اور ہم سب کی تعریف کی مستحق ہیں۔

لیکن افسوس کہ عمومی طور پر لوگ، بالخصوص اخبارات کی تنقید اس شریف فن کی ترقی وتکمیل میں رخنہ پیدا کر دیتی ہے، یہ تنقیدیں نہایت بے رحمانہ طریقہ پر کی جاتی ہیں اور ابھرنے والے نئے شوقینوں کی ترقی پر ایسی کاری ضرب لگاتی ہیں کہ ان کی ہمت افزائی نہیں ہو سکتی، میں نہایت بیباکی کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ یہ تنقیدیں کسی کو فائدہ نہیں پہونچا سکتیں، اس میں شک نہیں کہ ان ناچنے والوں کے کمال میں تکمیل وپختگی نہیں ہوتی لیکن ضرورت ہے کہ ان کی ہمت افزائی کی جائے، اگر بے رحمی کے ساتھ تنقید کی جائے گی اور کوئی رعایت وخیال نہ رکھا جائے گا، تو نئے شوقینوں کی امنگ تنقید نگاروں کی قلمی کلھاڑی کا شکار ہو جائے گی ضرورت ہے کہ تنقید کو ہمدردی، ہمت افزائی اور عمومی رجحان رحم سے متاثر کر کے تحریر کیا جائے، اور بے دردی کے ساتھ نئے کار اور اٹھتی ہوئی امنگوں کو تہ تیغ نہ کیا جائے، ورنہ یہ ہنر بجائے دوبارہ زندگی حاصل کرنے کے پھر مر جائے گا اور شاید کبھی زندہ نہ ہو

چونکہ رقص کا فن ایک ایسے ذلیل طبقہ سے تعلق رکھتا ہے جن کے اطوار اور جن کی زندگی بہت بیہودہ اور قابل نفرت مطالب سے تعلق رکھتی ہے اس لئے وہ لوگ قابل صد مبارکباد ہیں جو لوگوں کی آوازہ کشی، مجلسی دباؤ، معاشرتی شب وشتم بلکہ مجلسی علحدگی اور بائیکاٹ وغیرہ مصیبتوں کا مقابلہ کر کے اس قدیم فن کی ترقی اور تجدید واحیار کی طرف مائل ہیں اور کسی قسم کی مجلسی پست ہمتی کو داخل نہیں ہونے دیتے، اور اس قومی آرٹ کو دوبارہ زندہ کرنے اور ہندوستان کی روایات کو قائم رکھنے کے لئے اس فن کو تکمیل تک پہونچا رہے ہیں، اور اسے ذلیل طبقہ سے نکال کر ابھار رہے ہیں، تاکہ یہ عوام وخواص سب ہی کی نظروں میں قبولیت کی سند حاصل کرے، جس کے شروع کرنے میں عوام ہی کو نہیں بلکہ خواص کو بھی تامل ہے، کیونکہ یہ فن ایسے ذلیل گڑھے میں پڑا ہوا ہے کہ اس کا نکالنا اور درجہ خاص وتوصیف میں لانا کوئی آسان کام نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آدمی ماہر فن بنکر بیٹھ جائے اور علمی وفنی نقطۂ نظر سے ناچنے والوں کے کام پر تنقید کی آری چلانا شروع کر دے، لیکن اس قسم کے عاقبت نااندیش تنقید نگار کیا اس فن کی ہمت افزائی کر سکتے ہیں؟ اور اس کی تجدید واحیار کے معاملہ میں کوئی مددگار بن سکتے ہیں؟ نہیں! یہ تمام شغل اس فن کی تخریب کے لئے ہیں تعمیر کے لئے نہیں، اور اس قسم کی کوششیں بیکار وبے سود ہونے کے علاوہ مضحکہ خیز بھی ہوتی ہیں ایک دیوانہ آدمی کسی کو مار سکتا ہے پیدا نہیں کر سکتا، غیر ذمہ دارانہ تنقید ایک ایسی ہوا ہے باد سموم یا زہریلی ہوا سے تشبیہ دی جا سکتی ہے، یہ کسی کے لئے بھی فائدہ مند نہیں ہو سکتی ہاں نقصان رساں ضرور ہو سکتی ہے، جو فن ابتدا میں شروع کیا جاتا ہے، اس کے لئے فراخدلی کے ساتھ آگے بڑھانے، ترقی دینے، کھلے دل سے ہمت افزائی کرنے کی کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے سرد مہری، بیرحمانہ پالیسی اور تنگ دلی سے یہ ہرگز ترقی نہیں

ر سکتا۔ ایک ابھرتا ہوا فن ایک پودے کی مانند ہوتا ہے جس کے مناسب توجہ آبیاری اور عین وقت پر مناسب کاٹ چھانٹ کی اشد ضرورت ہوتی ہے، بیشک غلطیوں خامیوں اور خرابیوں کی اصلاح ہونی چاہیئے، اگر کوئی درخت کسی پہاڑ پر اگنے کے بعد اپنی جڑیں مضبوط کرلے تو اسے آسانی کے ساتھ علیٰحدہ نہیں کیا جاسکتا، لیکن شروع شروع میں ہر درخت کو تناور ہونے سے پہلے ختم کیا جاسکتا ہے یا معمولی کاٹ چھانٹ کی جاسکتی ہے ایسے تناور درخت تو تمام طوفانوں اور آسمانی حوادث کا مقابلہ کرسکتے ہیں، لیکن ننھے ننھے پودوں کو ان مصیبتوں سے پالا پڑے تو مرجاتے ہیں۔ انہیں تو تازہ ہوا، عمدہ دھوپ، بارش اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے، میں تنقید کی مخالف نہیں، بیشک تنقید خواہ کسی وضع کی ہو ضرور امداد دیتی ہے، لیکن ضرورت ہے کہ اس میں منطق دلائل، ہمدردانہ مشورے، توجہ خاص اور فراخدلی کا شائبہ ہو، اگر بے رحمی کے ساتھ ہم نے اندھا دھند ایک طوفان تنقید شروع کردیا تو کچھ مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوگا، اگر وہ ہیئتیں تبدیل کرکے ہمدردانہ طریقہ سے تنقیدیں کی جائیں تو اس فن کی ترقی میں مدد دیں گی اور اگر اس طرح ہمت افزائی ہوتی رہی تو ہندوستان کے اس قدیم اور لطیف فن کی زندگی یقینی اور لازمی ہے۔

"کملیش کماری"

دستور العمل

عکاس کی قیمت چھ پیسے فی کاپی ہے، جو لوگ مستقل طور سے پرچہ بذریعہ ڈاک منگوانا چاہیں اسی حساب سے قیمت منی آرڈر کردیں، وی پی سے عکاس روانہ نہیں کیا جائیگا، اور نہ کوئی صاحب وی پی کی فرمائش کرکے اپنے خط کے پیسے ضائع کریں، عکاس جس ماہ نہیں شایع ہوگا اس ماہ کے چھ پیسے محفوظ رہیں گے، اور عکاس کی ہر روانگی کے بعد چھ پیسے آپ کی جمع شدہ رقم سے (جوکہ درج رجسٹر رہتی ہے) وضع کرلئے جائیں گے، دفتر سے صرف ان خطوط کا جواب دیا جاتا ہے جو جوابی ہوتے ہیں یا ٹکٹ جواب کے لئے ان میں آتا ہے، نمونہ مفت طلب کرنیوالے خط لکھ کر اپنے پیسے ضایع نہ کریں، نمونہ صرف اسی صورت میں روانہ ہوگا جبکہ چھ پیسے کے ٹکٹ روانہ کئے جائیں، عکاس میں صرف معیاری مضامین کو جگہ دیجاتی ہے، غیر معیاری مضامین ردی کی ٹوکری میں پھینکدیئے جاتے ہیں یا اگر مضمون نگار صاحب واپسی مضمون کے لئے ٹکٹ روانہ کریں تو واپس کردیا جاتا ہے، امید ہے کہ ناظرین سطور بالا پر توجہ کریں گے، اور فضول خط وکتابت کرکے وقت ضایع نہ کریں گے۔

ایجنسی لینے والے حضرات کو چاہئے ہے کہ جس قدر کاپیاں مطلوب ہوں ان کی قیمت (بعد وضع کمیشن پچیس فیصدی) پیشگی روانہ فرمائیں، اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں منظور کیجائیگی، اور نہ جوابی خط آئے بغیر جواب دیا جائیگا۔

"منیجر عکاس" ۷/۱ ادھر تلہ اسٹریٹ کلکتہ

ان فلموں کو کبھی نہ بھولئے جب آپ کے نزدیک سینما گھر میں دکھائے جائیں

ضرور دیکھئے

آپ کسی صورت سے گھاٹے میں نہیں رہ سکتے کیونکہ یہ

نیو تھیٹرز کے پکچرز ہیں،

دلکش —— روح نواز تفریح —— نتیجہ خیز واقعات —— درد اور کیفیت کی ترجمانی

صرف ان ہی فلموں سے ہو سکتی ہے

دیوداس

منزل

دھوپ چھاؤں

کروڑ پتی

پریزیڈنٹ

پجارن

مایا

اناتھ آشرم

سینما ہال کے متعلق نہایت دلچسپ مذاحیہ افسانہ

اندھیرے میں اُجالا

از شوکت تھانوی

نوٹ:- جناب شوکت تھانوی کا یہ مذاحیہ افسانہ اگرچہ صرف ایک سال کا پرانا ہے مگر انتہائی دلچسپ۔ اس افسانہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ پہلی بار پڑھنے میں کم ہنسنا پڑتا ہے اور دوسری بار پڑھنے سے مسلسل قہقہہ لگانے کے لئے آپ مجبور ہیں، لہذا کم از کم دو مرتبہ اسکو ضرور پڑھئے ایڈیٹر

دفتر سے جو گھر پہنچے تو بیگم نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "خیر آ تو گئے آپ وقت سے، میں تو سمجھی تھی کہ کہیں آج غائب نہ ہو جائیں"

ہم نے گاؤ تکیہ پر کوٹ، کوٹ پر ٹوپی اور ٹوپی پر موزے پھینکتے ہوئے کہا "کیوں، کیوں، خیریت تو ہے، ذرا منھ دھونے کو پانی منگائیے اور چائے بھی، کیا حلوا ختم ہو گیا؟

بیگم نے خوش اخلاقی سے کہا "یا اللہ ایک منھ میں ہزار باتیں کہہ گئے، چائے کا پانی چڑھا ہوا ہے حلوہ آپ کا رکھا ہے، منھ دھونے کے لئے پانی کیا یہیں منگایا جائے یا غسل خانہ میں رکھا جائے۔

ہم نے چارپائی پر اپنے کو گراتے ہوئے کہا، اب کون جائے غسل خانہ میں یہیں منگا دیجئے پانی، بلکہ تولیہ تر کر کے ذرا منھ پر پھیر دیجئے، بہت تھکا ہوا ہوں، آج بہت کام کرنا پڑا، دماغی کام، مقوی دماغ غذا خصوصاً بہت سے حلوے کی ضرورت ہے، اور بہت جلد ایک آنت کو دوسری آنت کھائے جاتی ہے۔

بیگم نے خود ہی تکلیف فرما کر اٹھتے ہوئے کہا "توبہ آپ کی بھی کیا باتیں ہوتی ہیں، تولیہ سے منھ دھلایا جاتے خدا نہ کرے، اچھا اب اٹھئے پانی رکھا ہے، میں چائے لاتی ہوں۔"

ہم نے فوراً منھ دھونے کی رسم بالکل رسمی طور پر ادا کی ہی تھی کہ چائے مع حلوے کے سامنے آگئی، اور ہم آستینیں چڑھا کر اس پر ٹوٹ پڑے، چائے سے فارغ ہوتے ہی بیگم نے کہا:-

"کچھ یاد بھی ہے آج کہاں چلنا ہے"

ہم نے گھبرا کر کہا:- "کہاں مجھے بالکل یاد نہیں"

بیگم نے کہا:- "کل کیا کہا تھا؟"

ہم نے یاد کرتے ہوئے کہا:- "یہی کہا تھا کہ آج کل حافظہ بہت کمزور ہو گیا ہے، کوئی بات یاد ہی نہیں رہتی"

بیگم نے الجھ کر کہا:- "توبہ ہے آپ کو تو ہر وقت مذاق رہتا ہے، کیا آپ نے سینما چلنے کو نہیں کہا تھا؟"

ہم نے کہا:- "ہاں ہاں یاد آگیا، کہا تو تھا، مگر بڑی مصیبت یہ ہے کہ آج مجھ کو ایک جلسہ میں جانا ہے، اور جلسہ ایسا ہے جو چھوڑا نہیں جا سکتا ———"

بیگم نے کہا:- "غلط ہے، جلسہ ہو یا کچھ ہو، بہر حال آج سینما چلنا پڑے گا، خواہ کچھ بھی ہو ورنہ یاد رکھئے گا"

ہم نے اب سنجیدگی کے ساتھ غور کیا کہ واقعی کیا صورت اختیار کریں، جلسہ میں شرکت کرنا اس لئے ضروری تھا کہ ممکن تھا کہ صرف ہمارے ہی ایک ووٹ سے ہماری پارٹی کامیاب ہو جائے اور عدم شرکت سے اندیشہ تھا کہ مخالف پارٹی اکثریت میں نہ ہو جائے، لیکن بیگم کے ساتھ سینما جانا اس لئے ضروری تھا کہ "نہیں تو یاد رکھئے گا" کا خطرہ تھا، مگر جب تک ہم غور کریں کئی مرتبہ بیگم "بولئے اور بتائیے" کے تقاضے کر چکی تھیں، لہذا ہم

MUKTI

نے ان سے قطعی طور پر کہدیا وواب پروگرام یہ ہوگا کہ آپ تو یہاں سے ساڑھے پانچ بجے سینما چلی جایئے گا اور ٹکٹ لیکر بیٹھ جایئے گا، میں چھ بجے جلسہ ختم ہوتے ہی یا اگر ہو سکا تو بالکل وقت پر وہاں پہنچکر آپ سے مل جاؤنگا۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی آج ایسوسی ایشن کے صدر کا انتخاب کا معرکہ ہے اور آج کسی طرح بھی غیر حاضری ممکن نہیں ہے۔ بیگم نے مجبوری کا نام صبر ہے کے مصداق اسی پروگرام کو منظور کر لیا، اور ہم جلسہ میں جانے کے لیے تیار ہو کر بیگم سے پھر سینما ہال میں ملنے کا وعدہ کر کے روانہ ہو گئے۔

یہ جلسہ دراصل ایسا نہ تھا کہ اس کو نظر انداز کیا جاتا یا جلسہ کی کارروائی ختم کئے بغیر ہم آ سکتے۔ لہذا ٹھیک ساڑھے چھ بجے جلسہ کی کارروائی ختم کر کے ہم سیدھے سینما ہال پہونچے جہاں انارکلی شروع ہوئے آدھ گھنٹہ سے بھی زیادہ ہو چکا تھا۔ بہرکیف یہاں تماشہ کس کافر کو سروکار تھا، یہاں تو بیگم کی خوشنودی پیش نظر تھی، لہذا ٹکٹ لیکر ہال میں داخل ہو گئے جہاں اندھیرا گھپ تھا، اور بیگم تو بیگم ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا، اگر سینما کا رہنما اپنی ٹارچ لیکر رہنمائی نہ کرتا تو ہم "چراغ رخ زیبا" لیکر سیٹ ہی ڈھونڈھتے پھرتے اور کہیں نہ ملتی، مگر یہاں تو سیٹ نہیں بلکہ گھر والی کی تلاش تھی، اور یہی وہ مشکل کام تھا جو اس وقت قطعی ناممکن نظر آ رہا تھا، مگر وہ جو کہا ہے کسی نے کہ "ہم نظر بازوں سے تو چھپ نہ سکا" چنانچہ دیکھتے کیا ہیں کہ دوسری صف کی پہلی کرسی ہمارے لئے محفوظ چھوڑ کر دوسری کرسی پر آپ تشریف فرما ہیں مگر فلم میں کھوئی ہوئی اس قدر مستغرق کہ ہم بیٹھ گئے اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی آخر ہم نے خود کہا "آخر مجھے دیر ہو ہی گئی"

"بیگم۔ . . . . "(خاموش)

ہم نے جواب نہ پا کر کہا:۔ "آپ کی خفگی بالکل غلط ہے، دراصل اس جلسہ کو اگر میں چھوڑ دیتا تو غضب ہی ہو جاتا۔

مگر حبس بطیعت کی ناقص العقلی ملاحظہ فرمایئے کہ اس عذر کے بعد بھی ان کے مقیاس الحرارت کا پارہ آپے سے باہر تھا، اور وہ بدستور "مون برت" رکھے بیٹھی رہیں، ہم عورت سے مساوات کے قائل تو ضرور ہیں مگر اس کے ہرگز قائل نہیں کہ جا اور بیجا ہر غصہ کو خندہ پیشانی کے ساتھ مرد برداشت کرتا رہے

MUKTI

اس طرح تو تھوڑے ہی دنوں میں اچھا خاصا مرد فطرۃً

فطرۃً بزدل ہو کر رہ جائے اور مردانہ خودداری الجھانہ کی سلیبری بنی ہوئی نظر آئے، لہٰذا اس موقعہ پر ہم نے بھی شوہرانہ وقار کو ٹھیس نہ لگنے دی اور خود بھی خاموش ہو کر فلم دیکھنے لگے۔

"شہنشاہ اکبر اپنے نورتن میں بیٹھے ہوئے "کوی سمیلن" سے لطف اندوز ہو رہے تھے، اور ساتھ ہی ساتھ کوی حضرات کی "کویتاؤں" پر آپ کی طرف سے اصلاح سخن کا بھی سلسلہ جاری تھا، اس وقت ایک خاص تشبیہ پر بحث تھی۔ دو کوی اپنے اپنے رنگ میں تشبیہ پیش کر چکے تھے کہ یکایک اکبر کی نظر سلوچنا پر پڑی اور آپ نے اس کو طلب فرما کر دریافت کیا کہ ای لڑکی تو میرے باغ میں کیا کر رہی تھی؟ اس نے کچھ ڈر کر کچھ شرما کر صاف صاف کہدیا کہ جہاں پناہ میں انار توڑ رہی تھی، شہنشاہ اکبر نے اسی وقت اپنی کو اکبر الہ آبادی ثابت کرتے ہوئے ایک شعر کہا اور اس میں سلوچنا کے حسن کو انار کلی سے تشبیہ دیکر زیر بحث بحث کو ختم کر دیا، اور اس لڑکی کا نام "انار کلی" رکھدیا۔"

اکبر بھی خوب بنایا تھا اور نورتن کی تمثیل بھی خوب پیش کی تھی خصوصاً ابو الفضل اور ملا دو پیازہ تو خوب ہی بنے تھے ہم نے ارادہ کیا کہ بیگم کو سمجھا دیں کہ اس فلم میں یہ منظر کہاں سے لیا گیا ہے اور نورتن کی تمثیل جن لوگوں نے پیش کی ہے وہ کون کون ہیں مگر ہم یہ ارادہ کر کے رہ گئے، اس لئے کہ وہ ترک موالات کیے ہوئے تھیں تو ہمارے لیے اشتراک عمل کیونکر ممکن تھا؟ ہم دیر تک نہایت بے لطفی کے ساتھ فلم دیکھتے رہے، اول تو فلم شروع سے نہیں دیکھا تھا، دوسرے جس قدر دیکھا تھا وہ بھی اس طرح کہ دماغ تو اہلیہ محترمہ کے اس طرز عمل سے بے کار ہو گیا تھا اور نگاہیں فلم دیکھ رہی تھیں، مگر جب پردہ سیمین پر یہ منظر ہمارے سامنے آیا کہ

"انار کلی شاہزادہ سلیم کے محل میں ناچ رہی ہے، سلیم اپنی بیوی کے پاس بیٹھا ہوا انار کلی کو دیکھ دیکھ کر کچھ پریشان سا ہو رہا ہے، اور انار کلی شاہزادہ کو دیکھ کر از خود رفتہ ہے، سلیم کی بیوی نئیں، رفیقۂ حیات ان دونوں کے چہروں سے اس جذبہ کو پڑھ رہی ہے جو خدا جانے اس سے کیا کیا چٹکیاں کھا رہا ہے"

یہ منظر یقیناً ایسا تھا کہ اگر بیگم سے اس وقت تعلقات خوشگوار ہوتے تو ہم عورت کی حساس طبیعت اور رقابت کے سلسلہ میں تبادلہ خیالات کرتے اور بیگم کو یہ ماننا پڑتا کہ واقعی عورت صرف اسی ایک چیز کو برداشت نہیں کر سکتی چنانچہ شاہزادہ سلیم کی پرستار بیوی کا دل بھی محض دونوں کی مشکوک نظریں دیکھ کر دھڑک رہا تھا حالانکہ اس وقت تک ان دونوں (انار کلی و سلیم) میں پیمان محبت نہیں ہوا تھا، مگر لگاوٹ کی نظریں چھپائے نہ چھپتی تھیں، ہم نے تین چار مرتبہ اپنی خودداری

کو برقرار رکھنے کی کانیاب کوشش کرنے کے بعد آخر ان سے کہا "بدگمانی عورت

کا دوسرا نام ہے"۔ وہ بجائے جواب دینے کے ہماری طرف سے ایسی مڑ گئیں کہ گویا ہم ہیں ہی نہیں، مگر ہم نے یہ طے کر لینے کے لئے کہ آخر اس کا مقصد کیا ہے اور کیا واقعی ان کی اس خفگی میں سنجیدگی ہے، اگر سنجیدگی کے ساتھ وہ خفا ہیں تو ہم کو بھی سنجیدگی کے ساتھ خفگی کے سلسلہ میں ترکی بہ ترکی جواب دینا چاہیئے، آخر اس کے معنی کیا ہیں کہ بے بات کی بات پر وہ اس قدر برہم ہیں گویا کہ ہم نے کسی کو قتل کر دیا ہے، بہر حال ہم نے بجائے خود فلم دیکھنے کے ان سے کہا:۔

آخر آپ کا مطلب کیا ہے؟

بیگم۔ " " " " " (خاموش)

ہم نے کہا:۔ میں مخل ضرور ہو رہا ہوں مگر آپ کو کم سے کم بتا دینا چاہئے کہ اس طرز عمل کی وجہ کیا ہے؟

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، مگر ہم چونکہ سخت متاثر ہو چکے تھے اور اب ہم کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ سنجیدگی کے ساتھ ناگواری کو طول دینا چاہتی ہیں لہذا ہم بھی کہے گئے:۔

آپ کو معلوم بھی ہے کہ اگر میں اس جلسہ کو چھوڑ دیتا تو مجھ کو کل ہی ایسوسی ایشن سے یا تو مستعفی ہونا پڑتا ورنہ ایک ایسے صدر کی صدارت برداشت کرنا پڑتی جس کی انتہائی مخالفت ہمیشہ کی ہے، اور جس کو ہمیشہ ابھرنے سے روکا ہے، آپ گھر کی بیٹھنے والی ان باتوں کو جانتی نہیں ہیں، بس خفا ہیں، اگر ایسی ہی خفگی ہے تو ہم بھی مجبور ہیں۔ " " " " " " " "

بیگم۔ " " " " " " (خاموش)

یہ بھی خیال تھا کہ دوسرے لوگوں کا اس بک بک سے کوئی نقصان نہ ہو اور بیگم نے صورت حال ایسی پیدا کر دی تھی کہ اس گفتگو کی ضرورت بھی تھی، لہذا ہم چاہتے تھے کہ بالکل ان کے کان میں نہایت خاموشی سے منہ لگا کر اپنی صفائی پیش کریں، مگر ان کو تو خدا جانے آج کیا ہو گیا تھا کہ جس قدر ہم سمجھاتے تھے اسی قدر وہ ہاتھ سے بے ہاتھ ہوئی جاتی تھیں اور ان کی طرف سے اظہار بیزاری میں تدریجی ترقی سے کام لیا جا رہا تھا، آخر ہم نے یہ ارادہ کیا ہی تھا کہ ان کو گھسیٹ کر اپنے قریب کر لیں کہ انہوں نے دوسری طرف بیٹھے ہوئے صاحب سے کچھ جھک کر کہا اور اس کے

بعد ہی ان صاحب نے کھڑے ہو کر ان کی نشست اور انہوں نے ان کی نشست لے لی، یہ معاصرانہ تبادلہ کچھ اس تیزی سے ہوا کہ بس دو پرچھائیاں متحرک معلوم ہوئیں اور اس کے بعد ہمارے پہلو میں بجائے بیگم کے خدا جانے کون صاحب تشریف فرما تھے۔

بدگمانی کا کوئی سوال نہیں اور نہ رقابت کا کوئی امکان تھا مگر سوال تو یہ تھا کہ یہ بزرگ ہیں کون "ذات شریف" جن سے "نصف بہتر" اس قدر بے تکلفی اور یہ خاکسار "نصف بدتر" بالکل ناواقف، صورت تو خیر پہچانی نہیں جا سکتی تھی، مگر اقبال یقیناً یہ حضرت نہ تھے، اس غریب کا یہ ڈیل ڈول کہاں، یٰسین بھی نہیں ہو سکتا، وہ لمبا بہت ہے اور ان کا سا الفربہ نہیں، محمود تو بیچارہ المختصر قسم کا بے بی آسٹن انسان ہے پھر یہ صاحب کون تھے، ارادہ تو کیا کہ خود پوچھیں کہ آپ کی تعریف" مگر پھر سوچا کہ ہم کو پوچھنا بھی چاہیے نہیں، بڑی دیر تک اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان حضرت کو گھورا اور لاکھ لاکھ اپنے تمام اعزہ سے فرداً فرداً ان کا موازنہ کیا مگر وہ کسی کی نقل مطابق اصل ثابت

نہ ہوئے اور نہ اندھیرے میں ان کا حدود اربعہ ہی سمجھ میں آیا آخر ہم

نے سوچتے سوچتے یہ ترکیب نکالی کہ جیب سے سگریٹ نکال کر منہ میں لی اور دیا سلائی جلا کر ان حضرت کی صورت دیکھنا چاہی مگر اس طرح ہم خود اپنی صورت دیکھ سکتے تھے یا دوسروں کو دکھا سکتے تھے اس لئے کہ دیا سلائی ہمارے منہ کے قریب تھی نہ کہ ان کے منہ کے، لہٰذا ہم نے اس موقعہ پر اخلاق سے کام لیتے ہوئے اور تقریباً ملاقات پیدا کرنے کے لئے سگریٹ پیش کرتے ہوئے ان سے کہا:۔

"سگرٹ سے شوق فرمایئے"

ان حضرت نے اس اخلاق کا خندہ پیشانی سے جواب دیتے ہوئے کہا:۔ "جی، جی، سگرٹ! آداب عرض!"

یہ کہکر پہلے اندھیرے میں ہماری ناک ٹٹولی، پھر گردن میں ہاتھ دیا، یہاں تک کہ سگرٹ کی ڈبیہ ان کے ہاتھ میں آگئی اور انہوں نے سگرٹ لے لیا، ہم نے دیا سلائی جلا کر ان کے منہ کے قریب کی، اب جو دیکھتے ہیں تو وہ ایک اچھے خاصے بھل بھل کے بندر نما انسان واقع ہوئے تھے، داڑھی مونچھ غائب اور روغنی قسم

کا چمکدار سیاہ رنگ ہم نے یقیناً ان حضرت کو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اور نہ ان حضرت نے ہم کو پہلے کبھی دیکھا ہوگا، پھر ان سے بیگم کی اتنی بے تکلفی کیونکر ہوئی۔ یہ دراصل ایک معمہ تھا جسکو حل کرنے میں ہم ہمہ تن محو تھے، اور جس قدر غور کرتے تھے اسی قدر الجھن بڑھتی جاتی تھی آخر ہم نے طے کیا کہ ان حضرت سے ہم کو پوچھنا چاہیئے اور کیوں نہ پوچھئے؟ کوئی چوری تو تھی نہیں، مگر سوال یہ تھا کہ آخر پوچھیں تو کیا پوچھیں، ہم اسی ششش و پنج میں تھے کہ فلم خدا جانے کہاں پر پہونچکر "انٹرول" کی جھلک دکھا کر نظر سے اوجھل ہوگیا، اور اسی کے ساتھ تمام ہال روشنی سے جگمگا اوٹھا، ظاہر ہے کہ ہم نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ نہایت بے تابی سے پہلے ان حضرت کو سر سے پیر تک دیکھا جو خود ہم کو بھی اسی طرح دیکھ رہے تھے، اور اس کے بعد بیگم پر جو نظر ڈالتے ہیں تو اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے، خدا جانے وہ کون نیک دل اللہ کی بندی تھی جو اس وقت نہایت غیظ و غضب کے ساتھ ہم کو گھور رہی تھی اور یہاں یہ حال کہ ——————

"کاٹو تو لہو نہیں بدن میں"

بیگم نے ایک دوسری صف سے آکر ہم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور میں یہ سمجھ رہی ہوں کہ ابھی آپ کا جلسہ ختم ہی نہیں ہو ——————

ہم نے بہ مشکل تمام اس طلسم حیرت کو توڑ کر ذرا بلند آواز سے کہا تاکہ وہ خاتون بھی سن لے کہ اور اس کے ساتھی صاحب بھی "لاحول ولاقوۃ، آپ نے تو آج غضب ہی کر دیا تھا" میں اندھیرے میں آپ کو یہیں سمجھا اور اپنے نزدیک آپ کے پاس بیٹھ کر خدا جانے کیا کیا باتیں کر ڈالیں ——————

بیگم نے تعجب سے پوچھا:۔ میں نہیں سمجھی! کیا ہوا کیا؟

ہم نے شروع سے آخر تک کا تمام واقعہ مختصر الفاظ میں بیان کر دیا اور اس کے بعد ندامت سے سر جھکا کر کہا:۔

خدا جانے یہ معزز خاتون کیا سمجھ رہی ہوں گی ——————

اب جو بیگم کو ہنسی آنا شروع ہوئی ہے تو علاوہ ان صاحب اور ان صاحبہ کے اور بھی بہت سے لوگ اسی طرف دیکھنے لگے، آخر بیگم نے اس معزز خاتون کے پاس جا کر ہنس ہنس کر معذرت چاہی اور ان حضرت سے ہم نے اس دلچسپ غلطی پر اظہار ندامت کیا، ان صاحب نے کہا

«دو رنگ» [illegible]

واقعی دونوں کی جسامت بالکل ایک ہے اور لباس میں بھی چنداں فرق نہیں، ہم نے کہا جی ہاں میری غلطی سے زیادہ ان دونوں کی یکسانیت کا قصور ہے، ہال میں اندھیرا ہو چکا تھا اور اب ہم اس اندھیرے کے بعد کسی

ایک سچا واقعہ

گناہ!

"از مفتی گوہر شادانی"

نام اور مقام فرضی ہیں

زاہد مجھے پینے دے!
یہ گناہ نہیں!!
گناہ وہ خوفناک فعل ہے جس کا نام سنکر قبر کی تاریکی، آتش فشاں پہاڑ کا لاوا
اور سمندروں کا وحشت خیز طوفان کانپ جاتا ہے۔

دروازہ جلدی سے کھلا، گھبرایا ہوا نوجوان دائیں بائیں دیکھتا ہوا اندر داخل ہوا، دروازہ اسی عجلت کے ساتھ بند ہو گیا۔

تاریکی میں دو نازک باہیں اس کے گلے میں حمائل ہو گئیں، کسی مست شباب مہ پارا کے شوق کی بیتابی سے لرزتے ہوئے ہونٹ اس کے ہونٹوں سے پیوست ہوئے اور ——— میری جان میری زندگی، میری روح، کسی نے ہجوم شوق سے گھبرائی اور بھرائی آواز میں مشتاق بوسوں کے درمیان کہا: ———

"میری دل آرا" نوجوان نے تاریکی کی پراسرار ملکہ کو برانگیختہ جذبات کی نشہ پرور اور "صبر آزما" کیفیات سے مخمور ہو کر کسی قدر لپٹاتے ہوئے جواب دیا اور چند لمحوں کے لئے دونوں لذت عیش کی اندھا کر دینے والی دنیا میں کھو گئے۔

تاریکی میں سرگوشیاں ہوئیں ———
درودیوار کانپ اٹھے ———

دور، راستہ پر رکھی ہوئی لالٹین کی مدھم روشنی تھرتھرانے لگی
گناہ جوانی کو دھوکہ دے رہا تھا ———

"آخر آج بھی آپ دیر سے آئے، معلوم ہوتا ہے آپ کو میری پروا نہیں" محبوبہ نے حسن پرست نگاہوں کو تڑپا دینے والی ادائے معشوقانہ سے غنچہ کی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا، معلوم ہوتا تھا کہ وہ وارفتہ عاشق کے خوابیدہ جذبات کو بیدار کر کے اسے اور دیوانہ بنانا چاہتی ہے۔

"میری پیاری" نوجوان عاشق نے اسے سینہ سے لگاتے ہوئے جواب دیا "کیوں شرمندہ کر رہی ہو! تم جانتی ہو کہ تمہارا دیدار میرے ذوق عبادت کا واحد مقصد ہے، کچھ ایسی ہی مجبوری تھی کہ جلد نہ آسکا" ———

"جھوٹ" نازپرور ناز آفریں حسینہ نے عاشق کو الگ کرتے ہوئے کہا "سب منہ دیکھے کی باتیں ہیں"

"نہیں میری جان! تمہارے سر کی قسم، میں سچ کہہ رہا ہوں" نوجوان نے کہا اور اپنے الفاظ کو مزید پر اثر بنانے کے لئے معشوقیت کے نسائی مجسمہ کو پھر سینہ سے لگا لیا ———

"عورت کی جوانی" تنہائی اور خاموشی کی شراب پی کر اور مخمور

ہوگئی "نفسانیت"، "محبت" کا لباس پہنکر آئی اور جہنم کے انگارے جنت کے پھول کہکر پیش کرنے لگی۔ ——————

ضمیر رونے لگا ——————

عقل کا دعوئ ہمہ گیری غلط ہوگیا ——————

نوجوان کی گھبرائی ہوئی آنکھیں اور زرد چہرہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ مطمئن نہیں، نوجوان سے عورت زیادہ بے پرواہ اور نڈر معلوم معلوم ہوتی تھی، اور اس کے آتشیں جذبات نوجوان کی سہمی ہوئی امیدوں کو مشتعل کر رہے تھے اور وہ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ خوفزدہ نہیں انتہائی کوشش سے ضروری و غیر ضروری موقع پر اپنی جرات رندانہ کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔ دونوں پلنگ پر بیٹھے تھے، کمرے کی تاریکی، لیمپ کی مدھم روشنی کی ہنسی اڑا رہی تھی، متعدد کرسیاں اور بکس ادھر ادھر بے ترتیبی سے رکھے تھے، ساز و سامان صاحب خانہ کی متوسط حالت کا پتہ دے رہا تھا۔

دروازے بند تھے اور مکان موت کی طرح خاموش ——————

"فیاض کہاں گیا ہے"، نوجوان نے پوچھا ——————

پندرہ روز کے لئے دہلی تشریف لے گئے ہیں، آپ کے پیارے "دوست" ——————

"میرے پیارے دوست" یہ تم کہتی ہو؟

"اچھا میرا پیارا شوہر، اب تو آپ کی نازک روح کو صدمہ نہیں پہونچا" ——————

ثریا! یہ سب تمھاری ان نشیلی آنکھوں کا کرشمہ ہے

"جی۔ صحیح فرما رہے ہیں آپ، لیکن میں کس کو قصوروار ٹھراؤں آپ کو، آپ کے بالوں کو یا آپ کے ان ہونٹوں کو"

مخمور معشوقہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور نوجوان کے گلے میں باہیں ڈالکر اس کے ہونٹ چوم لئے۔

اچانک کمرے کی نشیلی فضا چونک اٹھی، پاس کے کمرے سے ایک بچہ کے رونے کی صدا آئی جو بتدریج بڑھتی چلی گئی، نوجوان نے اپنی محبوبہ کو جلدی سے علحدہ کر دیا لیکن عورت بیتابیوں کی مجبوریوں سے معذور ہوکر اسے دوبارہ لپٹ گئی، "مرغوب" رو رہا ہے، نوجوان نے کہا۔

"اونھ رونے دو، اس کی تو یہ عادت ہوگئی ہے، ابھی چپ ہو جائے گا" ——————

نوجوان مطمئن ہوگیا، بچہ روتا رہا۔

تارے نیند سے بیدار ہوگئے

فرشتے کانپ اٹھے۔

عرش تھرانے لگا

لیکن عورت جسے قدرت نے ماں بنا کر دنیا پر بھیجا تھا شباب کی بدمستیوں سے بیدار نہ ہوئی، یہاں تک کہ بچہ روتے روتے تھک گیا اور سسک سسک کر خاموش ہوگیا،

"قدرت کی تنبیہ بیکار ثابت ہوئی ——————

——————

فیاض کرسی پر خاموش بیٹھا تھا ——————

سامنے میز پر ایک خط رکھا تھا، جسے وہ چار مرتبہ پڑھ چکا تھا، اور پانچویں مرتبہ پڑھنے کی کوشش کو نادان آنسوؤں کی ناگہانی اظہار ہمدردی نے بیکار ثابت کر دیا تھا، یہ خط نہیں تھا اس کی پیاری بیوی ثریا کی رسوائیوں اور بیوفائیوں کی داستان تھی، مختصر، لیکن اس کے سکون دل کو ہمیشہ کے لئے جلا کر خاک کر دینے کے لئے بہت کافی، وہ پڑھ رہا تھا کہ اس کی بیوی اس کے اکلوتے بچے مرغوب کی ماں اس کے ایک بہترین دوست ارشد کی محبوبہ تھی، خط پر اس کے متعدد بہی خواہوں اور دوستوں

کے دستخط موجود تھے جو قسمت کے نوشتہ کی طرح معتبر اور ناقابل تردید تھے، اسے اپنی بیوی سے محبت تھی، انتہائی محبت جو ایک نوجوان شوہر کو اپنی حسین مہ پارہ بیوی سے ہو سکتی ہے اور وہ ارشد کو خط ملنے سے قبل جان سے زیادہ عزیز سمجھتا تھا۔

تلاطم اس کے دماغ میں پرورش پا رہے تھے، طوفان اس کے سینہ میں اٹھ رہے تھے، غرور اور غیرت اگر اسے مغلوب الغضب کر کے عاشق و معشوق کے قتل پر آمادہ کرتے تھے تو محبت رحم اور رحم کے ساتھ ساتھ خوف بنکر بخش دینے پر مجبور کر رہی تھی۔

ضمیر، عقل، غیرت، محبت اور غرور میں جنگ ہو رہی تھی اور اسے غم و غصہ کی اس ہولناک جنگ سے دیوانہ ہو جانے سے روکنے والی اس کے معصوم بچہ مرغوب کی صورت تھی جو بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے آتی تھی اور اس کے مشتعل جذبات کو ٹھنڈا کر دیتی تھی، مرغوب کی عمر اور ارشد سے دوستی کا زمانہ اسے یقین دلا چکے تھے کہ مرغوب اسی کا اپنا بچہ ہے۔

شام ہو گئی ________________

سورج کی کرنیں کھڑکیوں سے جھانک کر رخصت ہو گئیں، شام کی خوشگوار ہوا نے اس کے بالوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی، اور اسکی بے اعتنائی دیکھ کر روٹھ کر چلی گئی، ستارے آپس میں آنکھ مچولی کھیلنے لگے، چاند آیا اور کھیل دیکھنے میں محو ہو گیا۔

لیکن فیاض جس حالت میں بیٹھا تھا بیٹھا رہا۔

____

ثریا! تم ایک ساحرہ ہو، دنیا کی حسین ترین ساحرہ، گناہ کی ملکہ، زاہد کا ایمان خراب کر دینے والی شراب کا شیشہ، میری جان سکندر کو چاہئے تھا کہ آب حیات کے چشموں کا پتہ تمہارے لبوں سے پوچھتا

"شکریہ! آج تو میری بڑی تعریف ہو رہی ہے"

تو کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں، کیا تم حسین نہیں ہو، تم چاند کی طرح خوبصورت اور ____ اور ____ اور میرے دل کی ملکہ نہیں ہو ________________

ارشد معلوم ہوتا تھا کہ کہیں سے شراب پی آیا ہے، اور آج ثریا کی بے باکی اس نے چرا لی ہے، ثریا اس کی رندانہ جرئتوں کا جواب حسب معمول اپنی دلیر مستیوں سے دے رہی تھی۔

عاشق و معشوق کیف کی دنیا میں کھوئے ہوئے تہذیب و انسانیت کے دامن کی دھجیاں اڑا رہے تھے۔

بیوی وفا کا خون کر رہی تھی اور سمجھ رہی کہ وہ باوفا ہے۔

دوست محبت کے ٹکڑے اڑا رہا تھا اور مطمئن تھا کہ وہ محبت کی دیوی کا سچا پجاری ہے۔

قدرت ہنس رہی تھی اور رو بھی رہی تھی، جانتی تھی کہ آج چار بے خبر ہستیوں کے مستقبل کا فیصلہ ہونے والا ہے، جن میں ایک صابر شوہر، ایک عیاش دوست، ایک فاحشہ ناموس باختہ بیوی، اور ایک معصوم بچہ ہے۔

مکان کے سامنے ایک گاڑی رکی، ایک لمحہ کے بعد کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، اور ساتھ ہی مرغوب! مرغوب!! کی آواز خاموش فضا میں گونجی ________________

دوست کو سکتہ ہو گیا ________________

بیوی کو غش آگیا ________________

بچپن کی بے خبر نیند سونے والا بچہ بیدار ہوا، اور ابا، ابا کہکر چلانے لگا ________________

کمرے کا دروازہ کھلا اور فیاض اندر داخل ہوا، سیڑھیوں کے دروازے کی آہنی کنڈی اس کے فولادی گھونسوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

"گھبراؤ نہیں، مسٹر ارشد"! اس نے بلا کی سنجیدگی کے ساتھ کہا "میں چاقو یا چھری استعمال نہیں کرونگا، مجھے اپنی اور آپ کی زندگی اس عورت سے زیادہ عزیز ہے۔

یہ کہکر وہ بڑھا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا، ارشد پتھر کی طرح بےحس اور موت کی طرح خاموش اس کی طرف دیکھ رہا تھا، خوف نے اس کی آنکھوں کی پتلیوں کو ساکت کر دیا تھا، ثریا ایک شکستہ آئینہ کی طرح مایوس، اور زندگی میں پہلی مرتبہ بھوے سے پی جانیوالے زاہد کی طرح نادم قریب کھڑی کانپ رہی تھی۔

"آپ ثریا کو چاہتے ہیں ارشد صاحب" فیاض نے کہا:۔ "جواب دیجئے گھبرائیے نہیں، میں نے کہدیا کہ میں تشدد کا حامی نہیں ہوں"

"ہاں" ارشد نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا

"آپ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے"

"ہاں"

"یقین کیجئے گا آپ کی زندگی مجھے بہت عزیز ہے، بہت ز[یا]دہ عزیز، اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اور ثریا صبح کی اذان سے پہلے یہاں سے روانہ ہو جائیں، سوائے میرے بچہ مرغوب [کے] اس مکان کی ہر شئی آپ کی ملکیت ہے، ایک گھنٹہ کے اندر آپ [جو] چاہیں یہاں سے اپنے ہمراہ لیجا سکتے ہیں، لیکن ——— [اس] نے ضبط کی زنجیروں کو توڑ دینے والے جذبات کو اپنے ارادو[ں] کے آہنی پنجہ میں گرفتار کرتے ہوئے کہا۔

"صبح کی روشنی میں آپ دونوں میں سے کسی ایک کی [صور]ت بھی نہ دیکھوں"

وہ کہکر اٹھا، دوسرے کمرے میں داخل ہوا، مرغوب [کو] اٹھایا اور اسے سینہ سے لگا کر نیچے اتر گیا، ارشد اور ثریا نے گا[ڑ]ی کے جانیکی آواز سنی اور مطمئن ہونے کے بجائے کانپنے لگے۔

ایک ایسے شراب خانہ میں جہاں شہر کے وہ بدقسمت مزدور جو دن بھر خون پانی ایک کر کے آٹھ دس آنے کماتے ہیں، اور شام کو میکدہ کے دروازہ پر دیسی کے جام چڑھاتے نظر آتے ہیں، "ارشد شراب پی رہا ہے" دیسی شراب جو قیمت میں تو ستی ہے مگر اثر میں سم قاتل اور نشہ میں ایک شیطانی قوت، وہ پی رہا ہے اور ہنس رہا ہے، اس کی باتیں ایک بدمست میخوار کی لایعنی اور مہمل باتیں ہیں، شہر بھر کے آوارہ گرد جو کمرہ میں جمع ہیں، اس کے گرد اکٹھا ہو گئے ہیں اور اس کی باتیں سن رہے ہیں، سن رہے ہیں اور وہ بھی ہنس رہے ہیں۔

"تو پھر تم نے کیا کیا ——— ایک نے رندانہ لاابالی سے شراب کے "ادھے" سے دو گھونٹ پیتے ہوئے کہا:۔

"میں نے ——— ارشد نے گردن اونچی کرتے ہوئے جواب دیا، میں نے اس کے جبڑے پر دو گھونسے رسید کئے اور اپنی معشوقہ کو اٹھا کر کھڑکی کے راستہ سے پھاند کر دوسرے مکان کی چھت پر جا کودا ———

"واہ میرے شیر...... " ایک نشہ سے بیدار ہوتے ہوئے بڑبڑایا "تم...... تم نے تو رستم کے بھی کان کاٹ دیئے...... میرے دوست" ———

"لے ——— دیکھو جی گالی مت دو" ارشد نے چیں بہ جبیں ہو کر کہا ———

"گالی، میں تمہیں گالی کب دیتا ہوں میں ——— میں ——— تو ——— "

وہ جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ نہ سکا، ارشد صاحب اچانک

مشتعل ہوگئے اور گھونسوں کی بوچھاڑ سے بیچارے کی جبڑوں کی ویسی ہی تواضع کرنے لگے جیسی کہ وہ اپنی معشوقہ کے کسی آشنا کی کرچکے تھے۔ بیچارے مزدور کے کئی ایک دانت مظلوم فریادی بنکر باہر نکل آئے، دو گھنٹہ بعد ارشد صاحب جیل میں منتقل کردیئے گئے، اور دو روز بعد فیصلہ ہوا کہ اس نئی تفریح گاہ میں انہیں چند سال گذارنا پڑیں گے۔

رات تاریک ہے اور سکندر کی ناکامیوں کی طرح افسردہ تارے یتیم بچوں کی طرح بیزار نظر آتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ فضا دن بھر کے رونے کے بعد اب تھک کر چور ہوگئی ہے

ایک سنسان مکان کے ایک ویران کمرہ میں ایک کمسن بچہ کی اخیری ہچکیاں باپ کی امیدوں کا ماتم کررہی ہیں ناامیدی بے بسی اور بے دست و پائی کا مرقع غم نصیب باپ، جس نے ماں بنکر اپنی کوششوں کی انتہا کردی لیکن کامیاب نہ ہوا، خاموش بیٹھا اسے دیکھ رہا ہے، پتھرائی ہوئی آنکھوں سے جو اس قدر روئی ہیں کہ آنسوؤں کے چشمے خالی ہوگئے، آج اس کے صبر اور ضبط کا آخری امتحان ہے۔

لیمپ کی مدھم روشنی تھرتھرائی، کمرے کی ہر چیز کانپ اٹھی، مرجھائی ہوئی کلیوں کی طرح کھلائے ہوئے بچہ نے لب ہلائے "ماں"... ماں ... ماں ..." کہا اور خاموش ہوگیا۔

باہر آسمان پر بادل گرجے۔ بجلی بیتاب ہوکر تڑپنے لگی، اندر، غمزدہ باپ نے آنکھیں بند کرلیں اور سر جھکالیا۔

شہر کی تاریک گلیوں میں ایک بھکارن کھڑی تھرتھر کانپ رہی ہے، مینھ کی بوچھاڑ بے رحم آقا کے فولادی کوڑوں کی طرح اس کے جسم کو سزا دے رہی ہے، "زرد صورت" خزاں رسیدہ پتوں کی طرح مرجھائی ہوئی، شباب کی یاد پر آنسو بہا رہی ہے، لیکن آنسو جو برسات کے پانی کی طرح بیکار معلوم ہوتے ہیں، لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، مگر اس کی طرف کوئی دیکھتا بھی نہیں، شاید قدرت نے سب کی آنکھوں پر نقاب ڈالدی ہے

فریاد تاثیر سے خالی اور آہیں اثر کی دشمن جل رہی ہے ——

بارش اور طوفان اس تیز بوچھاڑ میں بھی ——

شجر کہنہ کی مانند جل رہی ہے ——

اور جلتی رہے گی، اس وقت تک جب تک قدرت کا انتقام ختم نہیں ہوتا ——

قدرت عورت کے بدترین گناہوں کو معاف کرسکتی ہے، لیکن ماں کی معمولی سی خطا بھی درگذر نہیں کرتی۔

"گوہر شادانی"

For Film Title-Cards, Blocks Litho Script Work
FINEST URDU & ARABIC SCRIPT WRITING
SATISFACTION GUARANTEED
Md. YUNUS NAZRI—CALIGRAPHER
24, Zakariah Street, CALCUTTA.

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا شاندار اصلاحی پیشکش

اناتھ آشرم

ڈائرکٹر ہیم چندر

جس میں

نجم، اوما دیوی، پرتھوی راج، نواب، نیمو، ترلوک کپور، ہری متی، بکرم کپور، کلیانی،
شور، کدار، جواد، گردھاری لال، فیض محمد، بابو لال، دیو بالا، الیاس،
ولائتو، دھومی، کے۔ایل سنگھ، راج لکشمی، بیلا، منورما وغیرہ

نے

اداکاری، موسیقی، اور ترجمانی جذبات کا
مکمل نمونہ پیش کیا ہے،،

افسانہ ——— مناظر ——— مکالمے ——— اداکاری ——— موسیقی

ہر اعتبار سے بہترین پکچر ہے

اپنے شہر کے سینما ہال میں دیکھئے

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دھلی
مغربی ہند، جنوبی ہند ——— آل انڈیا ڈسٹری بیوٹرز موتنجی ہاؤس رامپٹ رو فورٹ بمبئی
مشرقی ہند ——— دوسانی فلم کارپریشن، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

مُکتی

از:- جناب سید اصغر حسین صاحب شور، ہاشمی، رضوی، لکھنوی
(مکالمہ نویس نیو تھیٹرز لمیٹڈ)

تمدن جدید و قدیم کا اجتماع جمع اضداد اور ایک دوسرے کا مقابل بننا تباہ کن ثابت ہوتا ہے

قدامت پسندی وجدت طرازی کی کشمکش عالم آشکارا ہے۔ نئی روشنی اور نئی تہذیب کی تباہ کاریاں چار دانگ عالم میں اظہر من الشمس ہیں جس گھرانے میں تمدن جدید کا دور دورہ ہوا، جس کنبہ میں نئی روشنی نے اپنا سکہ جمایا، جس خاندان میں نئی تہذیب کارفرما ہوئی، اسے تباہ و برباد کیے بغیر نہ چھوڑا

زن و شوہر میں قدامت پسندی وجدت طرازی تو اور ہی ستم ہے ہر ایک کا مسلک دھوکہ دینے والا چکیلا، بھڑکیلا، اپنے سنہرے روپہلے زرق برق ساز و سامان اور کامل نظر فریبیوں کے ساتھ دلفریب بنکر سم قاتل کا کام دیتا ہے، اور واہمہ خلاق اس کے جذباتی دنیا میں ایک نئی دنیا بسا دیتے ہیں، جس کے ماسوا عدم ہی عدم سوجھتا ہے۔

جس خیالی دنیا کے نتائج ہمیشہ ناکامی نامرادی ہو کر دوسروں کے لئے عبرت اور اپنے لئے پشیمانی و ندامت و حسرت ہاتھ آتی ہے مگر ع اب پچھتائے کا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

MUKTI

اسی طرح سوسائٹی، سماج، اخلاق و اطوار، رسم و رواج، اصول معاشرت، طینت، طبیعت، ماحول و ذہنیت اگر یہ تمام کی تمام کسی زن و شوہر کے مختلف ہوں تو گویا ان کی زندگیاں آغوش موت میں پرورش پا رہی ہیں، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کا شریک زندگی ایک ہی فضا میں سانس لیتا اور ایک ہی آغوش تمدن کا پالا ہو، ان کا ہر تار نفس راحت و سکون کی سیج کی زینت رباب عیش و کامگاری کا تیسرا تار ہوتا ہے

اس موضوع پر ہندوستان کے مایۂ ناز ڈائرکٹر مسٹر پی-سی بروا نے اپنی "مکتی" نامی اسٹوری میں بڑی خوبی و قابلیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، اور یہ دکھایا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے انتہائی محبت کرنے والے زن و شوہر بھی جو ہم آہنگی کی نعمت سے محروم تھے، تباہ نہ کر سکے، اور اپنے اپنے متضاد تمدن

کے متلاطم سمندر کی موجوں کے تھپیڑوں کے برداشت نہ کرنے پر اپنی دنیا کھو بیٹھے۔

باوجودیکہ سنجیدہ وبردبار شوہر نے متضاد تمدن کے ہوتے ہوئے بھی اپنی بسائی دنیا کے اجڑنے اور تباہ وبرباد ہونے سے بچانے کی انتہائی کوشش کی لیکن ؎

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

شوہر کو یہ یقین ہو جانے کے بعد کہ میں اپنی شریک حیات کی مسرت وشادمانی کی زندگی کی راہ میں ایک بھاری پتھر ہوں، زندہ درگور ہو جاتا ہے۔

تمدن جدید کی حلقہ بگوش نئی تہذیب ونئی روشنی کی دلدادہ آزاد خیال بیوی اپنے ہاتھوں اپنا گھر بار اجاڑ کر اپنی دنیا تباہ وبرباد کر کے پچھتاتی ہے لیکن ؎

اب ہاتھ ملے سے ہوتا ہے کیا جب ہاتھ سے ناوک چھوٹ گیا

آخر وہی زندہ درگور شوہر جو قربانی وایثار کی زبردست مثال دنیا والوں کے روبرو پیش کر کے خود جیتے جی مرچکا تھا، اپنی اس قربانی وایثار کی چتا پر جل کر اپنی مردانگی کا نقشۂ عبرت آگیں نظروں کے روبرو پیش کر کے دنیائے فانی کو ہمیشہ کیلئے وداع کہہ بیٹھا۔

اس افسانہ میں کماری۔سی بروا نے جداگانہ ذہنیت کے تلخ نتائج کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی عورتوں کو زبردست سبق دیا ہے۔میرے خیال میں مسٹر بروا کی یہ خدمت قابل ستائش ہے۔

سید اصغر حسین شوکر
ہاشمی، رضوی، لکھنوی

عکاسی ماہوار
تیار ہے
مدھوری

دہلی ٹاکیز بورو کے آمدنی بڑھانے والے پکچرز

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا مذاحیہ مگر نصیحت آمیز فلم

کروڑپتی

ڈائرکٹر ہیم چندر

اداکار

سائیگل، ملینا، راج کماری، نواب، پہاڑی، تیمو، کدار وغیرہ

رنجیت فلم کمپنی کے ہر دلعزیز فلم دیکھئے

تیار ہے — تیار ہے

بن کی چڑیا

اداکار

مدھوری — رای بلیموریہ

ہر جگہ مقبولیت حاصل کر رہا ہے

زمین کا چاند

اداکار

مدھوری — رای بلیموریہ

آگیا — آگیا

شمع پروانہ

اداکار

مدھوری — رای بلیموریہ

بکنگ کا پتہ

دہلی ٹاکیز بورو، چاندنی چوک دہلی

ادبی کائنات

شمع حسن سے خطاب

از ادیب جمیل جناب شعلہ وارثی

ہائے پھر ٹوٹ پڑا رنج و مصیبت کا پہاڑ
کیا قیامت ہے ترا مجھ سے جدا ہو جانا

تو مجھ سے ناراض ہے اور بیزار، آخر کیوں؟

کوئی خطا ——— ؟ کوئی قصور ——— ؟

میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ میری آنکھیں ابھی تک تیری متلاشی ہیں، میرے کان تیری دلکش آواز سننے کے لئے منتظر ہیں، اور میرا دل میرا مجروح دل، تجھ سے اور صرف تجھ سے ملنے کے لئے بے قرار ہے، مگر آہ! تو تو مجھ سے بیزار ہے اور ناراض ———

میرے دن آرام و سکون سے ناواقف اور میری راتیں عیش و راحت سے ناآشنا ہو چکی ہیں، میرے دل کے سمندر میں طوفانِ غم کی لہریں اٹھ رہی ہیں، میرا سینہ سوزشِ پنہاں سے آتشکدہ بنا ہوا ہے، آدھی رات کا وقت ہے، آسمان کے تارے ساکن ہیں اور کائنات کے ذرہ ذرہ پر ایک سکون طاری ہے، ساری دنیا غمِ دنیا سے بے نیاز، آرام سے میٹھی نیند سو رہی ہے، لیکن میں غم نصیب سراپا تصویرِ غم بنا ہوا اپنی بیکسی پر ماتم کر رہا ہوں اس لئے کہ میری تمنائیں صرف تیری ایک نگاہِ محبت کو حاصل کرنے کے لئے بے چین و بیقرار ہیں، لیکن آہ تو پرواہ نہیں کرتا

اور اس عالمِ اضطراب میں ایک بیقرار روح کی فریاد سن
تو مجھ سے بیزار ہے اور اس لئے دور ہے کہ میں اپنے حسرت آفریں ارمانوں کو دائمی یاس کی چادر میں کفنا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن کر دوں ——— یہ ہو سکتا ہے لیکن اے پیکرِ ناز! میں تجھے برہم دیکھ کر کبھی سکون نہیں حاصل کر سکتا، آہ معاف کر اے پیکرِ جمیل معاف کر! اپنی برہمی کو دور کر کے میری زندگی کو سوگوار ہونے سے بچا اور اس "قصرِ محبت" کو برباد نہ کر جس میں تیری اور صرف تیری پرستاری کا جذبہ موجود ہے، ایسا جذبہ جو مر جانے کے بعد بھی نہیں مٹ سکتا، اور ایسی آگ جو بجھانے سے کبھی نہیں بجھ سکتی، میں تجھ سے محبت کا جواب محبت سے مانگتا ہوں، خدا کے لئے تو مجھے سکون دے اور حقیقی سکون کہ میں اپنے دھڑکتے ہوئے سینے اور تڑپتے ہوئے دماغ کو تسکین دے سکوں، مجھ پر رحم کر اور جوانی کی لذتوں سے اب زیادہ ناآشنا نہ رکھ، یہ تیری برہمی اور تیرا استغنا مجھے دیوانہ کئے دیتا ہے، میں مجبور ہوں اور نہیں کہہ سکتا کہ کب اور کس وقت بے اختیار ہو کر تیرے قدموں پر گر پڑوں، تو کیا تو اس وقت بھی مجھے ٹھکرا دیگا، پھر جو کچھ تو میری رسوائی کے بعد کر سکتا ہے کیوں نہیں رسوائی سے پہلے اسے کر دیتا۔

میں تجھے کیا بتلاؤں کہ میں کس قدر تیرے لئے بیتاب ہوں اور کیا مضطرب ہوں، کاش تو میرے اس کرب و اضطراب سے واقف ہو جاتا، چاندنی راتوں میں چمکتے ہوئے تارے میرے حالِ زار کو دیکھ کر مسکرا رہے ہیں، دلفریب چمنستان، رنگیں اور خوبصورت پھول اور سمندر کی لہریں میرے لئے دلچسپی کا کوئی سامان نہیں رکھتیں، نسیم

سحر کے جھونکے مجھے پیامِ غم دیتے ہیں اور یہ غمگین فضا میرے جسم کو ایسا بنا دیتی ہے جیسے بید کی وہ نازک ڈالی جو ہوا کا ایک ہلکا سا جھونکا گذر جانے کے بعد گھنٹوں تھرتھرایا اور کانپا کرتی ہے۔

آہ! میں اپنے دل کے اس درد کو کہاں لیجاؤں جو تیری جدائی سے پیدا ہوگیا ہے' میں تجھے کیسے یقین دلاؤں کہ میرے دل میں سوا تیرے کسی اور کی مورت نہیں اور میری روح تیرے سوا کسی اور صورت کے لئے بیتاب نہیں' آ، اور دیکھ کہ تیری مفارقت کے صدمہ میں میری آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں نے ایک مستقل چشمے کی صورت اختیار کرلی ہے اور میری پر شوق نگاہیں اس چشمے میں تیر تیر کر تجھے تلاش کرنے کی ان تھک کوشش کررہی ہیں' آ، اور اپنے جلوۂ رنگیں سے میری زندگی کے تاریک لمحات کو منور کردے' میں تیرے درشن کا آرزومند ہوں اور وہی صدائے دلنواز سننا چاہتا ہوں جس میں کوئل کی سی مستی ہے پپیہے کا سا درد ہے اور پروانے کا سا سوز ہے۔

آہ اے پیکرِ محبت آ، اور میری امیدوں کی اس آغوش میں آ جس میں کہ تیری روحانیت کا تصور ہم آغوش ہے۔

آہ اے میرے گلشنِ تمنا کے پھول آ، اور رات کے ان تاریک لمحوں میں آ، جبکہ زمانہ پر ایک سکون کا عالم طاری ہو، آہ اے پیکرِ موسیقی آ، اور سورج کی ان کرنوں کی طرح آ، جو آخری رات کی خاموش فضا میں سکون کے ساتھ سنہراپن پیدا کردیتی ہے، آ، اے فتنۂ پیکر آ، صبح صادق کے آثار پیدا ہونے سے پہلے آ، اور بادِ سحر کے اُن جھونکوں کی طرح جو پتیوں کی آغوش میں سونے والی کلیوں کو دعوت کلام دیتے ہیں، آ، اور مجھے اظہارِ جذبات کا موقعہ دے۔

آہ اے پیکرِ حسین آ، میری فرصت کا ہر لمحہ جواب تک تیری اور تیری یاد کے لیئے وقف ہے اپنے دیدار کے ان مسرور نغموں سے مخمور کردے جس کی موسیقیت میرے جسم میں ایک ہیجان پیدا کردیتی ہے آ اور میرے جسم کی رگ رگ میں سما جا، اور ایک اُس آئینہ کی تصویر پیش کردے جس میں میرا اور تیرا چہرہ دو مختلف حیثیتیں نہ رکھتا ہو، آہ میرے دل کے سکون، میری بےچینیوں کے قرار، میری آغوش کی زینت، میری دنیائے تمنا کی رونق، آ، اور مجھے مایوسیوں اور ناامیدیوں کے ظلمت کدہ سے نکال، آ، اور دیکھ میرے ارمان بھرے دل کی خستہ حالی کائنات کا ذرہ ذرہ میری تباہ حالی پر ماتم گسار ہے۔

آہ اے شمعِ محبت! آہ کہ میں تیرے حسین قدموں کے نیچے اپنے جذبات، اور تیرے ہر ہر قدم پر اپنی آنکھیں بچھانے کے لیے تیار ہوں اور تیرے لئے بیقرار، لیکن ایسا نہ ہو کہ تو آئے اُس وقت جب کہ تیری محبت کی حدت میرے ایک ایک عضو کو جلا کر خاکستر کردے

آہ! روح مائلِ پرواز ہو، اور تیری پذیرائی کے لئے میرے جسم میں ایک سانس تک باقی نہ ہو، لہذا آ، اور اُس وقت کے آنے سے پہلے آ، اور مجھے سکون دے۔

"شعلۂ وارثی"

اگر

آپ کو عکاس کے پُرانے پرچے مطلوب ہوں تو چھ پیسے فی کاپی کے حساب سے ٹکٹ روانہ فرماکر طلب فرمائیں ——— منیجر عکاس، ۱۷۱ دھرم تلہ اسٹریٹ کلکتہ

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا زیر تکمیل شاہکار

مکتی

ڈائرکٹر پی سی بروا

میوزک ڈائرکٹر آرسی بورال

مکالمہ نگار
پنڈت شور لکھنوی

اداکار
بروا | کانن | مینکا | نواب
جگدیش | پرفاورائے | کپور | وید

گانے
حضرت آرزو لکھنوی

مکتی

بہت جلد تیار ہو کر آپ کے سامنے آ رہا ہے، افسانہ
درد میں ڈوبا ہوا، محبت اور راس کی کارفرمائیوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے، مسٹر بروا
کے زیر ڈائرکشن اب تک جس قدر پرازرومان پکچر تیار ہوئے ان سب سے یہ فلم ایک امتیازی نمایاں حیثیت کا
مالک ہوگا، دلکش موسیقی، روح نواز گانے، فطری اداکاری مکتی کی خصوصیات
ہیں، آسام کے پہاڑوں، جنگلوں اور باغوں کے مناظر
مکتی میں دیکھنے سے تعلق
رکھتے ہیں، بلند معیار فوٹوگرافی، صاف اور واضح صدابندی، بہترین ٹکنک، پاکیزہ مکالمے، بامعنی گانے صرف مکتی میں دیکھیے

بکنگ کا پتہ

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ، دہلی
دوسانی فلم کارپوریشن، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

فلم انڈسٹری کا مستقبل

اشتراک و اتحاد کی ضرورت

وائی اے فضل بھائی، ڈائرکٹر فلمز لمیٹڈ بمبئی کے مقالہ سے خاص ترجمہ

اخباروں اور رسالوں میں آئے دن ایسے مضامین نکلتے رہتے ہیں جن میں ملک کی جہالت اور رہائش کی پستی پر ماتم کیا جاتا ہے اور ملک کی تعلیمیافتہ جماعت کی بیروزگاری پر تعجب اور حیرت کا اظہار کیا جاتا ہے، بایںہمہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ان تمام مسائل کا حل یہی ہے کہ پبلک کے معیار رہائش کو بلند کر دیا جائے۔

بولتی تصویریں غالباً اس عہد کی ایک ایسی نعمت ہے جو ہندوستان میں تعلیم کے مسئلہ کی پیچ درپیچ گتھیوں کو سلجھا سکتی ہے، تعلیم سے میری مراد پڑھنے اور لکھنے سے آشنا کرا دینا نہیں ہے، بلکہ اسکا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو یہ حقیقت سمجھائی جائے کہ وہ اپنی زندگی کو بہتر کیونکر بنا سکتے ہیں، اور موجودہ نامساعد حالات کے باوجود زندگی کے خرمن سے اتنی خوشگواریاں چن سکتے ہیں، جتنی اب تک ان کے دامن میں نہیں ہیں۔

کسان کو یہ سمجھانا ہے کہ سائنس کیونکر زراعت کی ترقی میں انکی امداد کر سکتی ہے، اور زراعت کے بہتر طریقوں کے ستعمال سے وہ کیونکر اسی زمین سے بہت زیادہ نفع حاصل کر سکتا ہے، کسانوں کی عورتوں کو یہ سمجھانا ہے کہ کن اصول پر بچوں کی بہتر پرورش اور پرداخت ممکن ہے اور یہ کہ وہ کیونکر اپنے گھروں میں محبت اور شادمانی کی فضا پیدا کر سکتی ہیں، یہ فلم کی وساطت سے ان کو بسہولت سمجھایا جا سکتا ہے، میرے خیال میں سینما انڈسٹری کے فوائد کا یہ عملی رخ ہے کہ تعلیم اپنے وسیع ترین معنوں میں کامیابی کے ساتھ عام کی جائے۔

ہر ترقی پسند ملک کی حکومت نے سینما کے اس افادی پہلو کا اندازہ کر لیا اور انہوں نے انڈسٹری کی حفاظت اور ترقی کیلئے اسباب بھی بہم پہونچا دیئے، آئریش فری اسٹیٹ میں بھی "کوٹا سسٹم" رائج ہے، باوجودیکہ انگلینڈ میں مکمل اور منظم فلم انڈسٹری موجود ہے نئی ہوائی فوج کی ٹریننگ کے لئے فلم ہی کو واسطۂ تعلیم قرار دیا ہے جرمنی میں بھی سینما کی تعلیمی حیثیت مسلم ہو چکی ہے۔

حکومت ہند کی بے اعتنائی

مگر ہندوستان میں ہم اب تک نہیں دیکھتے کہ حکومت نے فلم انڈسٹری کے عظیم الشان افادی پہلو کو سمجھنے اور استعمال کرنے کی کوشش کی ہو۔

متحرک تصویریں تیار کرنے والے مراکز خود مختارانہ طور پر نہایت محدود اور تنگ وسائل اور ماحول کے اندر کام کر رہے ہیں انہوں نے اب تک اپنے مفاد کو ایک متحدہ تعمیری مرکز پر مجتمع کر لینے کے فوائد کا اندازہ ہی نہیں کیا ہے اور یہ حقیقت کہ پبلک کے دماغوں کو کامیابی کے ساتھ اسی صورت میں متاثر کیا جا سکتا ہے

حبب فلم کے تعمیری مراکز ایک سلسلہ تنظیم میں منسلک اور متحد ہو جائیں ابھی حال میں سنا گیا کہ انگلینڈ میں، گامانٹ برٹش، مٹرو گولڈون مئر، اور ٹوینٹیتھ سنیچری فاکس نے اپنی اپنی انفرادیت کو ایک عظیم الشان اتحادی مرکز کی صورت میں باہمدگر منسلک کر دیا ہے، درآنحالیکہ ان میں کا ہر ایک تعمیری مرکز اپنی انفرادی وسعت کے لحاظ سے اتنا عظیم الشان ہے کہ غالباً تمام ہندوستان کے فلمی مراکز کو اپنے اندر سمیٹ لے سکتا ہے، پھر بھی انہوں نے باہمی موالات وتعاون سے کام کرنے کے فوائد کا اندازہ کر لیا کیونکہ فلم انڈسٹری دوسری انڈسٹریوں سے مشابہ نہیں ہے، اور اسکی ترقی کیلئے بہت زیادہ مدبرانہ یکجہتی اور باہمی تعاون کی ضرورت ہے۔

مزید براں یہ ایک ایسی انڈسٹری ہے جس میں اب تک بہت زیادہ سرمایہ لگانے کی ضرورت باقی ہے۔

خیال کرنے کی بات ہے پینتیس کروڑ انسانوں کے لئے کل ستا سو سینما اس وقت ہیں، ہم کو ابھی اور ہزاروں نمائش گاہوں کی ضرورت ہے، اور ان میں ہر سینما کے انتظام کے لئے باخبر کارپردازان کی ضرورت ہے، اس انڈسٹری کی ترقی میں تعلیمیافتہ بے کاروں کی روزی کا حل مضمر ہے، یہ ظاہر ہے کہ موجودہ تعلیمیافتہ بے کاروں کے روزگار کے لئے جتنا ساز و سامان اور امید افزا میدان فلم انڈسٹری میں ہے، کسی دوسرے شعبہ میں فی الحال موجود نہیں ہے۔

اشتراک واتحاد کی ضرورت

جو لوگ اس وقت فلم انڈسٹری سے متعلق ہیں، ان کے لئے وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ وہ باہمی اشتراک کریں اور اسس سوسائٹی کا ایک جز بن جائیں تاکہ متحدہ اقدام ممکن ہو سکے، اسس انڈسٹری کے لئے ابھی بہت سے حل طلب مسائل خوابیدہ ہیں اور ابھی اسکی ترقی کے بہت سے پہلو روشنی میں نہیں آئے ہیں، یہ تو نمایاں اس وقت منظر شہود پر آسکتے ہیں، جب ہندستانی فلمی دنیا کے سارے عناصر منضبط بااصول ہو جائیں اور انفرادی اور مقامی رشک و تعصب کی چار دیواری کو گرا دیں۔

بے محل نہ ہوگا اگر اس سلسلہ میں مدراس کے اس جھگڑے کی طرف اشارہ کیا جائے جو دوسرے "موشن پکچر" "کنونشن آف انڈیا" کے متعلق برپا ہوا، حیرت اور استعجاب کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے۔

اس صوبہ میں فلم انڈسٹری ترقی کر رہی ہے اور میں کہ سکتا ہوں کہ وہاں دس فلمسازی کے مرکز بھی ہیں تاہم چھ بڑی شخصیتوں نے یہ کہا ہے کہ فلمی ہندوستان کے نقشہ پر مدراس کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

ایک آل انڈیا کنونشن قائم کرنے کی رائے بہت ہی صائب ہے کیونکہ اس سطح پر پبلک کی ذہنیت کو فلمی نقطۂ نظر سے آشنا کیا جا سکتا ہے اس کے قبل ہلوگوں نے بمبئی میں ایک کنونشن منعقد کیا تھا، اور اب اس کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائیگا کہ مدراس میں ایک کنو[ن]شن منعقد ہو، اور یہ کنونشن صحیح معنوں میں ہندوستان کا ایک نمائندہ ک[نو]نشن ہوگا تاکہ اگر اس بیان میں کہ "فلمی ہندوستان کے نقشہ میں [مد]راس کی کوئی جگہ نہیں ہے" کچھ حقیقت بھی ہو تو بھی ابھی مستقبل قریب ہی میں "کنونشن" مدراس کو ملک کے فلمی نقشہ میں ایک ممتاز [ت]رین جگہ دے" اور اس خدمت کی انجام دہی سے اپنا فریضہ پورا کرے

(مترجمہ مسعود)

اُردو، عربی فارسی ہر قسم کی بہترین اور سستی کتابیں ایم مبین اللہ، تاجر کتب نمبر ۱۱ اپر چیت پور روڈ کلکتہ سے خریدیئے

خلاصہ رپورٹ شمالی ہند اکزبیوٹرز ڈسٹری بیوٹرز کانفرنس

شمالی ہند اکزبیوٹرز ایسوسی ایشن کی مجلس انتظامیہ نے شمالی ہند کے ڈسٹری بیوٹرز اکزبیوٹرز کی ایک کانفرنس ۳۱۔اگست شام کو چار بجے منعقد کی، کانفرنس کا افتتاح دفتر "مسرز جگت ٹاکیز" میں ہوا۔جس میں درج ذیل اصحاب خاص طور سے قابل تذکرہ ہیں

مسٹر جگت نرائن (جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز) مسٹر پالش والا (جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز)، مسٹر الوپی پرشاد گپتا (الوپی پرشاد گپتا اینڈ کمپنی)، مسٹر ہرش چندر (منورنجن پکچرز) مسٹر جے۔پی، رائے زادہ (موتی محل تھیٹرز لمیٹڈ) مسٹر سروج پرکاش (ویسٹ فلم ایکسچینج) مسٹر کاشی ناتھ (آر۔اے چندن مل اندرا کمار) مسٹر آر۔این مہرہ (سوپر فلم ڈسٹری بیوٹرز)، مسٹر جے گوپال مہرہ (گوپال ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز)، مسٹر دیسائی (دیسائی اینڈ کمپنی)، مسٹر ایس۔ آر گپتا (اسٹار ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز) وغیرہ

مسٹر دمودر پنچولی (آف امپائر ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز) بوجہ علالت شریک کانفرنس نہ ہوسکے، مسٹر کرپارام (آف مووِیز) اور مسٹر کرن دیوان (آف جگت لکشمی) کانفرنس کی شرکت کے لئے دعوت نامہ دیکر خاص طور سے مدعو کئے گئے، کانفرنس کی صدارت کے فرائض مسٹر ہرش چندر (آف منورنجن پکچرز) نے انجام دیئے۔

اجلاس کے شروع ہوتے ہی لالہ الوپی پرشاد نے اپنی افتتاحی تقریر میں بیان کیا کہ ڈسٹری بیوٹرز اکزبیوٹرز کی یہ کانفرنس اس لئے بلائی گئی ہے کہ جانبین اپنی اپنی تکالیف اور مشکلات پیش کریں اور باہم تبادلہ خیال کرتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کریں کہ آئندہ کونسا اصول کار اختیار کرنا چاہئے جو دونوں فریقوں کے لئے مناسب و موزوں ہو، ہکو آنے والی مشکلات کا سد باب کرنا چاہئے، اور ایک ایسی راہ اختیار کرنا چاہئے ہے جو دونوں کو منزل مقصود تک لیجائے، بحث مباحثہ میں شرکائے کانفرنس کو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جو کچھ کہا جائے وہ عام طور پر ہو ذاتیات اور انفرادی گفتگو سے کانفرنس کو بلند رکھنا ضروری ہے۔

مسٹر کے۔ایس ڈاور ایکٹنگ پریزیڈنٹ، شمالی ہند اکزبیوٹرز ایسوسی ایشن نے کارکنان مسرز جگت ٹاکیز کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے کانفرنس منعقد کرنے میں خاطر خواہ آسانیاں بہم پہونچائیں اور ڈسٹری بیوٹرز، اکزبیوٹرز کو باہم ملنے اور تبادلہ خیالات کرنے کا موقعہ دیا۔مسٹر ڈاور نے اکزبیوٹرز کی گری ہوئی حالت بیان کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ صورت حال قطعی طور پر ناقابل برداشت ہے، اگر یہی حال رہا تو اکزبیوٹرز مجبور ہوں گے کہ وہ اپنے موجودہ کاروبار کو ملتوی کرتے ہوئے کوئی دوسرا بہتر ذریعہ معاش تلاش کریں یا پھر اپنی جانبدارانہ روش کو خیرباد کہتے ہوئے دوسرے نازیبا اور ناروا پہلو اختیار کریں جن سے ابھی تک گریز کیا گیا ہے کانفرنس اس لئے منعقد کی گئی ہے کہ جانبین کے تعلقات خوشگوار

ہوجائیں اور سب آپس میں ملکر ایک ایسا رشتہ اتحاد پیدا کرلیں، جو خلوص اور نیک نیتی پر مبنی ہو، اور یہی آج کی صحبت کا مقصد ہے، سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر ڈاور نے کہا، بمبئی گورنمنٹ نے ایک سرکلر جاری کرتے ہوئے ہماری صنعت کی ایک اہم اعانت کی ہے کہ "کوئی بھی گورنمنٹ ملازم کسی سینما میں بغیر ٹکٹ کے نہ جائے" گویا "پاس" کی لعنت حکماً ناجائز قرار دی گئی ہے، اس لئے میں ڈسٹری بیوٹرز، اگزیبیٹرز اور پروڈیوسرز کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ پنجاب گورنمنٹ سے پرزور الفاظ میں درخواست کریں کہ وہ بھی ایسا ہی آرڈر جاری کردے۔ شمالی ہند اگزیبیٹرز ایسوسی ایشن" نے اس مقصد کے لئے درخواست پہلے سے دیدی ہے، اور نتیجہ کا انتظار ہے۔

اگزیبیٹروں کی تکلیفیں بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ڈسٹری بیوٹروں کے یہاں سونا اور لوہا ایک ہی دام بک رہا ہے، چاہیئے یہ ہے کہ فلموں کے مختلف میعار قائم کئے جائیں اور ان کی اچھائی برائی کا امتیاز کرتے ہوئے نرخ مقرر کئے جائیں، فی الحال ساٹھ فی صدی نرخ بہت زائد ہے کیونکہ موجودہ دور میں یہ ناممکن ہے کہ اس قدر روپیہ پیدا کیا جاسکے کہ ساٹھ فی پروڈیوسر کا حصہ نکال کر چالیس فی صدی میں اپنے اخراجات پورے کئے جاسکیں۔ اور نمائندوں کے بارے میں کہا گیا کہ وہ زیادہ ایماندار اور قابل اعتبار ہونا چاہیئے ہیں، اور اب ان کے اخراجات کل آمدنی میں سے نکالنا چاہیئے ہیں اور انکو اب صرف تیسرے درجہ کا ٹکٹ ملنا چاہیئے۔

ڈسٹری بیوٹروں سے درخواست کی گئی کہ ریلوے چارج کے ساتھ پیکنگ چارج کم از کم ہونا چاہیئے، پبلسٹی چارج میں خاطر خواہ کمی کی جائے اور اس میں کسی قسم کا منافع نہ اٹھایا جائے فلموں پر گارنٹی کا بوجھ ہرگز نہ ہونا چاہیئے، اور معاہدے از سر نو مرتب کئے جائیں، جن میں جانبین کے مفاد کی صورتیں ملحوظ خاطر رکھی جائیں۔

مندرجہ بالا امور پر نہایت خوش اسلوبی سے بحث مباحثہ ہوا اور ڈسٹری بیوٹروں کی جانب سے یقین دلایا گیا کہ ان پر نہایت ہمدردی سے غور کیا جائے گا۔

ان موضوعات کے علاوہ صنعت فلمسازی سے متعلق کئی اور چھوٹی چھوٹی باتیں زیر بحث آئیں جن میں مسٹر ایم۔ ایم پالش والا مسٹر ہرشچندر، مسٹر رائے زادہ، مسٹر اوپی پرشاد گپتا، مسٹر نند لال اوبرائے، مسٹر سیتارام، مسٹر جے ناتی دیوان اور مسٹر جوین داس نے خاص طور پر حصہ لیا، مسٹر پالش والا جگت ٹاکیز کے جنرل منیجر نے ایک سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ آج کل فلم پروڈیوسرز کی حالت اچھی نہیں ہے، ان کے سروں پر سرمایہ داروں کا ایسا بار ہے جو ان کے لئے ناقابل برداشت ہے، سرمایہ دار اپنے سرمایہ سے زیادہ منافع وصول کرنا چاہتے ہیں، ان کو فن اور فنی ترقی سے کوئی واسطہ نہیں، وہ جونک کی طرح فلمساز کا خون چوسنے پر آمادہ ہیں، اس لئے وقت کی اہم ضرورت ہے کہ فلم سازوں کی پشت پر بنکوں کا سرمایہ ہو جو کم از کم شرح سود پر روپیہ دیتے ہوئے ہماری انڈسٹری کے ساتھ ہمدردی کا ثبوت دیں

مسٹر پالش والا نے یہ بھی فرمایا کہ پبلک پر یہ بات واضح کردینا ضروری ہے کہ ملک کے موجودہ فلمسازوں کی کیا حالت ہے؟ اور ان کی مجبوریاں کس قدر بڑھتی جارہی ہیں تاکہ یہ غلط فہمی دور ہوجائے کہ ساری دولت فلمساز کھینچے لئے جارہے ہیں، بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ۔ سرمایہ داروں کی تلوار فلمسازوں کے سروں پر ہمیشہ لٹکی ہوئی ہے جو شائیلوک کی طرح ایک گنی قرض لینے

والے سے ران کا ایک پونڈ گوشت بھی مانگتا تھا، اگر دوسری تجارتوں کی طرح بڑے بڑے بنکرز ہماری صنعت کی بھی مالی اعانت کریں تو تمام مشکلات ختم ہو سکتی ہیں۔

مسٹر پاشا والا نے کہا کہ نمائندگی کے چارج کا ایک پیمانہ بنا لینا چاہیئے اور ایک معیار مستقل طور پر قائم کر کے طے کر لینا چاہیئے ہے، اس کے بعد اکزیبیٹرز کو اس سے زائد کچھ بھی نہیں دینا چاہیئے۔ دوسرے ڈسٹری بیوٹرز اور نمائندے جو پاس جاری کریں ان کو تسلیم کرنے سے انکار کر دینا چاہیئے، مسٹر پاشا والا نے یہ بھی فرمایا کہ فروخت کرنے والی پبلسٹی ایک ہی مرتبہ روانہ کر دینا چاہیئے ہے اور قرض والی پبلسٹی جب ضرورت ہو روانہ کرنا چاہیئے، تاکہ محصول میں کفایت ہو۔ انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ پیکنگ اور روانگی چارج میں قطعی فائدہ نہ اٹھانا چاہیئے، اور ہر کام میں اکزیبیٹرز کے مفاد کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے، مسٹر پاشا والا نے اس بات پر زور دیا کہ جتنے اکزیبیٹرز ہیں سب برابر نہیں ہیں لہٰذا "منیمم گارنٹی" کے متعلق ڈسٹری بیوٹرز کو اختیار رہنا چاہیئے، جو کہ منیمم گارنٹی ایسے اکزیبیٹروں سے زبردستی وصول کریں جو دیانتداری سے کام نہیں کرتے، دوسری بات یہ بھی ہے کہ اکزیبیٹرز اپنے آپ ہی منیمم گارنٹی آفر کرتے ہیں اور ڈسٹری بیوٹرز کاروباری نقطہ نظر سے قبول کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، ایسی صورت میں ہوتا یہ ہے کہ جو سب سے زائد منیمم گارنٹی کا ذمہ لیتا ہے، اسی سے کاروبار رکھا جاتا ہے، ڈسٹری بیوٹرز کم از کم منیمم گارنٹی مانگتے ہیں مگر اکزیبیٹرز مقابلہ آرائی کے جنون میں زائد از زائد کا وعدہ کرتے ہیں، ایسی صورت میں ڈسٹری بیوٹرز سے شکایت غلط ہے، "اکزیبیٹرز ایسوسی ایشن" کو چاہیئے ہے کہ اس قسم کے ممبروں کی نگرانی کرے اور اس طرح ڈسٹری بیوٹرز کو بھی آسانیاں حاصل ہوں گی۔

اکزیبیٹروں کو چاہیئے ہے کہ کاروبار کے طریقہ پر کاروبار کو چلائیں تجارت کو ترقی صرف با اصول طریقہ اختیار کرنے سے ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر پاشا والا نے فرمایا کہ کچھ عرصہ سے میرا خیال تھا اور اس کے لئے میں کوشاں بھی تھا کہ پرنٹیج ساٹھ فی صدی میں کمی کر دوں میں اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گیا اور اس وقت میں یہ ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ آج سے پچپن فی صدی کمیشن نیو تھیٹرز اور رنجیت کی پہلی نمائش پر لیا کروں گا، اس کے بعد انہوں نے مسٹر بی۔ این سرکار (مینجنگ ڈائرکٹر نیو تھیٹرز لمیٹڈ) اور مسٹر چندو لال شاہ (مالک رنجیت فلم کمپنی) کے تار پڑھ کر سنائے جس کا مضمون درج ذیل ہے۔

مسٹر بی این سرکار کا تار

کانفرنس کی کامیابی پر میری جانب سے پرخلوص جذبات کیساتھ مبارکباد قبول فرمائیے، پروڈیوسرز اکزیبیٹرز کے باہمی اختلافات اور تکلیف دہ مناقشات سے ہماری ملکی فلم انڈسٹری کو نقصان پہونچ جانیکا اندیشہ ہے، تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہنا بہتر ہیں، میں ۵ فیصدی کی کمی قبول کرتا ہوں۔

"بی۔ این سرکار"

مسٹر چندو لال شاہ کا تار

میری ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں، بخوشی ۵ فی صدی کم کرتا ہوں، میری خواہش ہے کہ آپ کامیاب ہوں۔

"چندو لال شاہ"

ان تاروں کو سنکر سب نے پسندیدگی کا اظہار کیا اور تالیاں بجائیں، ان کوششوں کی کامیابی کا سہرا مسٹر پاشا والا کے سر باندھا گیا۔

لالہ اوپی پرشاد نے کہا کہ ہم حتی الامکان کوشش کریں گے کہ اپنے پروڈیوسرز سے پرسنٹیج کم کرائیں اور دیگر تمام باتیں بھی منظور کرانے کی انتہائی کوشش کریں گے جو شمالی ہند اگزیبوٹرز ایسوسی ایشن نے منظور کی ہیں اور بہت جلد اپنی کوششوں کا نتیجہ اخبارات کے ذریعہ ظاہر کیا جائیگا۔

لالہ ہرشچندر نے بھی اسی وقت آئندہ کے لیئے پچپن فیصدی پرسنٹیج منظور کر لیا، مسٹر رائے زادہ اور سب ڈسٹری بیوٹرز جو موجود تھے انہوں نے ایسا ہی عمل کرنیکا یقین دلایا۔

مسٹر ڈاور نے تمام اصحاب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اگزیبوٹرز کو ڈسٹری بیوٹرز کی مشکلات کا خیال رکھنا چاہیئے ہی، کانفرنس نہایت مفید ثابت ہوئی ہے اور آئندہ بھی مفید نتیجہ برآمد ہونیکی امید کیجا سکتی ہے فلمسازوں کا تعاون قابل تحسین ہے اس کے بعد شمالی ہند اگزیبوٹرز ایسوسی ایشن کی جانب سے حسب ذیل تار سرکار صاحب اور چندو لال شاہ کو روانہ کیئے گئے۔

آپ نے جو "پرسنٹیج کم کرتے ہوئے اگزیبوٹرز ڈسٹری بیوٹرز کی ہمت افزائی کی ہے، اس کا شکریہ قبول فرمایئے۔

(مترجمہ مسعود)

آپکے دلعزیز رسالہ عکاس نے اپنے ناظرین کی ضیافت طبع کیلئے ایک

خاص نمبر

نکالنے کا فیصلہ کر لیا ہے، اور انتظامات کا سلسلہ شروع ہوگیا، خاص نمبر عید کی بہار افروز اور رنگین ساعتوں پر جلوہ آرائے بزم ہوگا۔ ہم آج اس اعلان کو شایع کرتے ہوئے مسرت کا احساس کرتے ہیں کہ عکاس کا خاص نمبر کم وبیش ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہوگا، مضامین کا بلند معیار مجموعہ، تصاویر کا حسین وجمیل البم، افسانوں کا دلکش مرقع، غزلوں کا روح پرور گلدستہ، آرٹ کا مکمل نمونہ خاص نمبر کو کامیاب بنانے کے لیئے ہماری انتہائی کوششیں بروئے کار ہیں

اشتہار دینے والے حضرات

کو دعوت دی جاتی ہے کہ اگر اپنے تجارتی اشتہار کو عروج کی آخری منزل پر دیکھنا ہے تو عکاس کے خاص نمبر میں اشتہار دیکر شرکت فرمایئے

عکاس سے بہترین ذریعہ اشتہار کوئی نہیں

اجرت فی صفحہ تیس روپے — اجرت نصف صفحہ سولہ روپے — اجرت چوتھائی صفحہ دس روپے

مینجر عکاس، ۱/۱۷، دھرمتلہ اسٹریٹ، کلکتہ

نیتن بوس

آپ نہایت اعلیٰ مشہور اور تعلیمیافتہ خاندان سے متعلق ہیں، آپ کی زندگی کا ہر دور شرافت نیکیوں اولعزمیوں کا گہوارہ ثابت ہوا ہے آپ کی زندگی ایک مثال کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے، جہاں خوبیوں کے اس قدر شاندار مظاہرے ہو رہے ہیں کہ برائیاں نظر ہی نہیں آتیں

آپ کو فنون لطیفہ سے وابستگی ہے ایسی وابستگی کہ آپ اب خود مکمل آرٹ کا نمونہ بن گئے ہیں، آپ نغمیات اور فطرت کے مطالعہ میں غرق رہنے کے عادی ہیں، مجھکو ایسا فراخ دل انسان زندگی میں نظر نہیں آیا، جیسا کہ مسٹر بوس، آپ کے اصلی جوہر پہلی ہی ملاقات میں ظاہر ہو جاتے ہیں، آپ صاف گو اور حقیقت بیان ہونے کے ساتھ ساتھ رحم دل اور فیاض بھی ہیں دنیا کے قابل آدمیوں کی طرح آپ بھی ہر وقت تخیلات کی دنیا میں گم رہنے کے عادی ہیں تنہائی میں مسٹر بوس کبھی گرد و پیش کے حالات پر نظر نہیں رکھتے ہمیشہ کسی نہ کسی پیچیدہ مسئلہ کی گتھیاں عالم خیال میں سلجھاتے نظر آئیں گے۔ آپ بہت حساس طبیعت کے مالک ہیں، خوش مزاج بھی ہیں اور کبھی کبھی غصہ بھی آتا ہے طبیعت میں اضطراب بھی

ہے اور سکون بھی، دل ہلا دینے والے جذباتی واقعات کا زیادہ اثر لیتے ہیں، لطیف جذبات آپ کو بہت زیادہ متاثر کرتے ہیں اور ایک خوشگوار ماحول پیدا کر دینے کا باعث بن جاتے ہیں آپ بہت تیز اور جلدی گفتگو کرنے کے عادی ہیں، آپ کی گفتگو مؤثر اور دل میں جگہ پیدا کرنیوالی ہوتی ہے، آپ کا مذاق بہت بلند ہے جس کا تعلق طبیعت کے معیار سے ہے، آپ بہت حاضر جواب واقع ہوئے ہیں، اکثر بہت ہی خوبصورت جواب مخاطب کو ملتا ہے، جو شخص ان سے بات کرے وہ اپنے کو بہت ہی شگفتہ پائیگا بشرطیکہ مسٹر بوس بات کریں اور کسی خیال میں نہ کھوئے ہوئے ہوں، مسٹر نیتن بوس فلمی دنیا میں ایک عظیم المرتبت ٹکنیشین تسلیم کئے جاتے ہیں، اس فن میں آپ کی قابلیت کا سب کو اعتراف ہے آپ کو کتابیں دیکھنے کا بڑا شوق ہے، کتب بینی سے آپ کبھی نہیں گھبراتے، چھان بین کرنے کا بہت ذوق ہے، تحقیق کا مادہ فطرت کی جانب سے خاص طور پر ودیعت کیا گیا ہے، کسی ایسے موضوع کی جس کا حل نہ مل سکے

NATIN BOSE
DIRECTOR-CAMERAMAN

اس وقت تک جستجو کرتے ہیں تاوقتیکہ خود مطمئن نہ ہو جائیں، غرضکہ بغیر کسی نتیجہ پر پہونچے ہوئے کسی کام میں نہیں رکتے، مصوری اور شاعری کے آپ عاشق ہیں، بحیثیت ڈائرکٹر اور سنریو رائٹر کے آپ کے کام پر بہت کم تنقیدیں ہوئیں، آپ بہت دانشمندی سے اپنے فرائض کی تکمیل کرتے ہیں، جو کام بھی کرتے ہیں پہلے کم از کم دس بارہ مرتبہ نشیب و فراز پر غور کر لیتے ہیں، پھر عملی قدم آگے بڑھاتے ہیں، بدیں وجہ آپ کے کام میں معمولی سی تاخیر ہو جاتی ہے، مگر کام بہت پختہ ہوتا ہے۔

اولعزمی، بلند ہمتی ازل سے آپ کو عطا کی گئی ہیں، آپ کسی سخت سے سخت "مقابلہ فن" میں نہیں گھبراتے، ہمیشہ بلند حوصلہ اور کامیاب امید رکھتے ہیں، کسی زبردست معاملہ میں الجھ کر پریشانی اور مایوسی کو بڑھنے نہیں دیتے، بلکہ واقعات پر مختلف پہلوؤں سے نظر ڈالتے ہوئے حالات پر فاتحانہ عبور حاصل کر لیتے ہیں، اور آپ ہمیشہ اچھے پہلو کی طرف جاتے ہیں۔

مسٹر نتن بوس کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہیں کرتے بلکہ سامنے دلآزاری کا پہلو بچاتے ہوئے کمزوری دور کرنے کے لئے لطیف انداز میں اپنے خیالات خوبصورت طریقے سے پیش کرتے ہیں، صاف گوئی کے معاملہ میں آپ کسی سے نہیں ڈرتے کسی آدمی کے خواہ کتنے ہی لوگ مخالف ہوں، اگر یہ اس کو اچھا سمجھتے ہیں، تو اعلانیہ اس کی حمایت کریں گے۔

آپ کو کمپنی سے اتنی ہی محبت ہے جتنی کہ اپنے آپ سے، آپ ہر وقت اس کوشش میں رہتے ہیں کہ کمپنی اور مالک کی بہتری ہو، اپنی شہرت سے زیادہ آپ کو کمپنی کی شہرت عزیز ہے

آپ اپنے دوستوں سے بہت ہی خلوص کے ساتھ ملتے ہیں، آپ اپنے مخالفوں پر ہمیشہ رحم کھاتے ہیں۔

مسٹر نتن بوس کا طرز عمل اپنے اسسٹنٹوں سے بالکل مساویانہ رہتا ہے، بڑی محبت سے پیش آتے ہیں، ماتحتوں سے برابر کا برتاؤ کرتے ہیں، آپ کام لینے کا طریقہ جانتے ہیں کہ کام سختی اور دباؤ کے بجائے محبت اور ذاتی محنت سے ہوتا ہے، مسٹر بوس کو فنون لطیفہ سے اس قدر محبت ہے کہ آپ شادی نہیں کرتے، حالانکہ اب انکی عمر چالیس سال کی ہے۔ غالباً آپ کا خیال ہے کہ ازدواجی زندگی آپ کی بڑھتی ہوئی روزافزوں ترقیوں میں حائل ہو گی، اور آپ عروج کی اس آخری منزل تک نہ پہونچ سکیں گے جو آپ کا مطمح نظر ہے۔

چندی داس، دھوپ چھاؤں، پریزیڈنٹ آپ کی فنی قابلیت کا شاندار ثبوت ہیں۔ آپ کا زیر تکمیل فلم "دھرتی ماتا" ہے، یہ آپ کی اپنی اسٹوری پر تعمیر ہو رہا ہے، اور جس کو متعدد نمایاں خصوصیات حاصل ہیں، افسانوی پہلو بہت ممتاز اور نتیجہ خیز ہے، ہندوستان کی مالی حالت درست کرنے کے لئے یہ پکچر اپنی حیثیت اور نوعیت میں لاجواب چیز ثابت ہو گا۔

مسٹر نتن بوس اپنی محنت سے کمانیوالے انسان ہیں، آپ ذاتی محنت دیانتداری و ایمانداری کے سہارے ترقی کی اس منزل تک آئے ہیں، آپ میں ایک دلچسپ خوبی یہ بھی ہے کہ آپ اپنے ہر مخاطب کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس کے ادنیٰ سے ادنیٰ مشورہ کو بغور سنتے ہیں، اس پر بحث و مباحثہ بھی کرتے ہیں، اور جب تک خود قائل نہ ہو جائیں یا اسکو مطمئن نہ کر دیں اس سلسلہ گفتگو کو جاری رکھتے ہیں،

غرض آپ سے ہر ایک خوش رہتا ہے کبھی آپکا کوئی مخالف ہمکو نظر ہی نہیں آیا

میگافون لمٹڈ میگا ریکارڈ

"ملاپ" کے کیف آفریں گانے

انیس خاتون (کانپور) فلم اسٹار

جے ۔ این ۔ جی ۹۹۶
چھوٹی جان کے نہ چھوڑ جاؤ (ملاپ فلم سے)
سنو جی بالم اب نا "

نیو تھیٹرز میگافون ریکارڈ

دھومی خاں اینڈ پارٹی

جے ۔ این ۔ جی ۹۹۴
کہانی دکھ بھری کس کو سنائیں (فلم اناتھ آشرم سے)
این ۔ ٹی ۔ کورس پارٹی
سرکار یہ غلام گیڈر خاں کہلاتا ہے "

پروفیسر نتھو خاں

جے ۔ این ۔ جی ۹۹۳
طبلہ سولو
طبلہ سولو

ماسٹر مشتاق حسین (بریلی)

جے ۔ این ۔ جی ۹۹۲
پریت میں ہوئے بدنام ٹھمری
کچھ ہو نہ سوہائے مالکوس

شری چیت ہری شنکر مصرا

جے ۔ این ۔ جی ۹۹۱
مری رے برہا ٹھمری
چھپائے رہو رے بھجن

مس پٹل چپنا (کلکتہ)

جے ۔ این ۔ جی ۹۹۰
چھا گئی مرے سے گالی
میرا ساجن ساہوکار "

مس وحیدن بائی (آگرہ)

جے ۔ این ۔ جی ۹۸۹
بس کے دشوار ہے غزل
غصہ آتا ہے "

انیس خاتون (کانپور) فلم اسٹار

جے ۔ این ۔ جی ۹۸۸
مونگائی مونگائی گیت آرکیسٹرا
کیلے کی آئی سگائی " "

مس اختری بائی فیض آباد (فلم اسٹار)

جے ۔ این ۔ جی ۹۸۷
مزے بیتابیوں کے آرہے ہیں غزل
لے گیا جوش جنوں "

میگافون کمپنی کلکتہ

بمبئی ٹاکیز لمیٹڈ

کا

شاندار پیشکش

جیون پربھات

بہت جلد آرہا ہے — انتظار کیجیے

جس میں شہرۂ آفاق اداکار "دیویکا رانی"

نے

آرٹ کا مکمل نمونہ پیش کیا ہے،

اگر بیوٹرز صاحبان اولین فرصت میں بکنگ کیلئے تیار ہو جائیں

بمبئی ٹاکیز کے آنے والے شاہکار

مستقبل قریب میں صرف ہمارے زیر نگرانی شمالی ہند میں تقسیم ہوں گے

انڈیا فلم بورو

لاہور — دہلی — کراچی — پشاور

Printed by H. H. Rahman at Excelsior Art Press.
Edited & Published by M. M. Begg, 22, Middle Road (Entally), Cal OCTOBER —1937.)

۱۳۶

عکاس
کلکتہ
لاہور

قیمت

ایک آنہ
کلکتہ سے باہر
چھ پیسے

KANAN & CHAYA
IN
VIDYA PATI

نیو تھیٹرز کا زیر تکمیل شاہکار

ابھاگیان

ڈائرکٹر پرفلو رائے

مکالمے
اصغر حسین شور لکھنوی

اداکار
پدمن
پرتھوی
نینو
بجے کمار
حشمت
دیوبالا
سپیو
نجمہ

گانے
حضرت آرزو لکھنوی

ابھاگیان

بنگلہ لٹریچر کا ایک دلکش اصلاحی باب ہے دونوں
زبانوں (بنگلہ ہندوستانی) میں فلم زیر تکمیل ہے، افسانوی خوبیوں سے پکچر آراستہ ہے اداکاری،
موسیقی، رقص، مصوری، کے لئے نیو تھیٹرز کا نام کافی ضمانت ہے، پاکیزہ مکالمے، روح نواز گانے، قدرتی مناظر، خوشنما صدابندی، فلم
کی خصوصیات ہیں، ابھاگیان روحانیت اور محبت کی لطیف کشمکش کا ایک دلکش آئینہ ہے، جہاں
انسان کے پرتو نظر آئیں گے، زندگی اور زندگی کی ہنگامہ
آرائیاں، مختلف پہلوؤں سے اس پکچر میں دیکھنے کے لئے ابھی سے آپ تیار رہیے،

نیو تھیٹرز لمیٹڈ

K. C. DEY & PAHARI
Two Master Singers
IN
VIDYA PATI

اِس مہینے کے نئے ریکارڈ

اسٹار ہندوستان ریکارڈ قیمت فی عدد دو روپیہ چار آنہ

ماسٹر چندر موہن و پارٹی

ایچ	میری جاں نہ رہے میرا سر نہ رہے	قومی گیت
۵۰۶۵	میری ماتا کے سر پر تاج رہے	〃

ماسٹر محمد اسمٰعیل (جونپوری)

ایچ	تیرے سجدے کو رحمن بنی کیا مسجد عالیشان	قوالی
۵۰۶۶	مدینے والے بالم تھامو موری بہیاں	〃

مس پھول کماری و پارٹی

ایچ	ہمارے سمدھی دیکھو بانکے ترانے	سمدھیانہ گالی
۵۰۶۷	ہم گھر سمدھی آئے ہمارا جی جی	〃

ہندوستان ریکارڈ قیمت فی عدد دو روپیہ چار آنہ

نواب جان (امبالہ)

ایچ	مورے بانکے سپیا میں سنگ چلوں گی	دادرا
۵۵۵	بگیا کیسے جاؤں مور بولے	〃

ایچ	دیئے جا دیئے جا دیئے جا دیئے جا	غزل
۵۵۶	نہ اشک غم کے لئے ہیں نہ ہیں خوشی کے لئے	〃

ایس ایس کاؤل (نیو دہلی)

ایچ	مورکھ من کرشن ہی بول	بھجن
۵۵۷	آجا نند لالہ مدن موہن مرلی والا	〃

جائنوفون ریکارڈ قیمت فی عدد دو روپیہ بارہ آنہ

مسٹر سیگل

آر۔ بی	سنو سنو ہے کرشن کالا	ہندی کیرتن
ایل ۵۰۰۵	پنچھی کاہے ہوت اوداس	〃

ہندوستان — ریکارڈ — کلکتہ

شذرات

پردۂ سیمین پر عشق و محبت کی فرضی داستانیں پیش کرنے والے ہندوستانی مایۂ ناز اداکار جب کیمرہ کے سامنے ہوتے ہیں تو انتہائی جد وجہد کے باوجود ان کی اداکاریاں تصنع، بناوٹ اور مضحکہ آفرینیوں کی حد سے آگے نہیں بڑھتیں، لیکن کس قدر جرات افزا حقیقت ہے کہ کیمرہ سے ہٹ جانے کے بعد ہنگامۂ مجاز مرکز حقیقت کی طرف اس سرعت کے ساتھ پرواز کرتا ہے کہ چشم خیال تعاقب سے عاری اور عالم تصور اپنی درماندگی پسپائی اور شکست کا اعلان کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے

اگست ۳۶ء کے عکاس میں ہم نے عرض کیا تھا کہ اندرون نگار خانہ کی معصیت فروشانہ و بوالہوسانہ تگ و دو کا قطعی سد باب اسی صورت سے ممکن ہے کہ اگر عورتیں اپنے کیرکٹر کی حفاظت مضبوطی اور جرات نسوانی کے ناقابل تسخیر محاذ سے کریں تو کسی کے عزائم جرم میں جرات نہیں ہو سکتی کہ عورت کو اس کے مرکز پاکدامنی سے متزلزل کر سکے، ہمارا یہ خیال یا دعویٰ اس وقت کی دنیا میں صدائے صحرا سے زیادہ وقعت نہیں پا سکا، لیکن کامل پندرہ ماہ کے بعد بمبئی کی ایک اداکارہ نے ایسے شاندار طریقہ سے ہماری تجویز کی تائید کی کہ دست ناز کی ایک ہلکی سی ضرب نے فلمی دنیا میں زلزلہ ڈال دیا۔ اخبار بیں حضرات ناواقف نہ ہوں گے کہ بمبئی کے ایک بااصول نگار خانہ کے ایک مشہور و معروف ایکٹر نے بزعم خویش یہ خیال کرتے ہوئے کہ شوٹینگ کے دوران میں ساتھ کام کرنے والی ایکٹریس نے ایک موقعہ پر کیمرہ کے سامنے اپنے جذبات محبت کا اظہار جس طریقہ پر کیا ہے یہ طریقہ اس وقت تک عمل میں آ ہی نہیں سکتا جب تک کہ مجاز پر حقیقت غالب نہ ہو جائے، اور چونکہ حقیقت کا جولپ حقیقت ہی سے ممکن ہے۔ لہذا کیا وجہ ہے کہ اس موقعہ سے فائدہ حاصل نہ کیا جائے، کہا جاتا ہے کہ ایکٹر موصوف نے ایکٹریس کو ہندوستانی الفاظ محبت سے مخاطب کیا، فریق ثانی نے چیں بجبیں ہو کر جواب خاموشی دیا۔ چونکہ دنیائے فلم میں خواہ اور کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو اتنا ضرور دیکھنے میں آیا ہے کہ مالک و ڈائرکٹر سے لیکر دربان اور قلی تک انگریزی کے چند الفاظ بولنے کے عادی ہو جاتے ہیں، اس قسم کے بعض انگریزی بولنے والے اس کے پابند نہیں ہیں کہ وہ ان مروجہ اور سلطنت قلم کے ٹکسالی الفاظ کے معانی و مطالب سے بھی آگاہ ہوں، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ ٹرک میں جہاں ساؤنڈ انجینر وغیرہ ہوتے ہیں وہاں چند غریب قلی بھی بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن ایک وقت ہوتا ہے جب ڈائرکٹر کی آواز پر یہ قلی حضرات بھی او کے یا این جی ہی کہتے ہیں اور وہ یہ کبھی خیال نہیں کرتے کہ انگریزی کے ان مخفف ٹکڑوں کا مطلب کیا ہے، بلکہ وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ جس طرح اثبات ونفی کے طور پر سر یا گردن کی ایک معمولی حرکت سب کچھ بیان کر دیتی ہے ویسے ہی دور کے لوگوں کی اطلاع کے لئے یہ اشارات ناطق ہیں اسی لئے اس سے زیادہ سمجھنے کی نہ وہ کوشش کرتے ہیں اور نہ انہیں ضرورت ہی ہے۔

اسی طرح جناب ایکٹر موصوف نے اپنی مخاطبہ کے قریب تر ہو کر کچھ کہا یا مانگا یہ کہنا یا مانگنا چونکہ انگریزی زبان میں ادا ہوا تھا، چنانچہ لفظ ڈارلنگ پر ایکٹریس نے ان حضرت کے منھ پر اپنا ہینڈ بیگ دے مارا، اس حادثہ پر ممکن ہے کہ بعض منصف مزاج و انصاف پسند حضرات احتجاج فرمائیں کہ زبان کا

جواب ہاتھ سے دیا فن ایکٹنگ کی بدترین مثال ہے، لیکن یہ حقیقت کبھی فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ ایکٹرس موصوفہ ہندوستانی ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ ہر ہندوستانی ایکٹریس سلوچنا، مادھوری، روزی، پیشینس کوپر یا للیتا دیوی کی طرح انگریزی لٹریچر سے واقف ہو، چنانچہ ایکٹرس موصوفہ نے انگریزی میں نہایت شاندار اور برمحل جواب دیا اور موقعہ کی نزاکت کا لحاظ رکھتے ہوئے تسلیم کرنا پڑیگا کہ ایسی حالت میں ڈارلنگ کا جواب جوتیوں یا طمانچوں سے انگریزی تہذیب کے قطعی منافی تھا لہذا جواب ہینڈ بیگ کے ذریعہ سے دیا گیا جو مغربی تمدن کی مکمل مثال کہے جانیکا مستحق ہے۔

لیکن ایکٹر کا علم، لفظ ڈارلنگ ہی تک محدود تھا اور یہ کہا جاتا ہے کہ طمانچہ کھانیکے بعد غریب نے کوشش کی کہ کچھ انگریزی الفاظ یاد آجائیں تاکہ جواب الجواب کا حساب کتاب ہو لیکن ہندوستانی نگارخانہ میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی مثال تھی اور ایسے موقعوں پر جن الفاظ کا اعادہ ہوتا ہے وہ ان نگارخانوں کی چہار دیواری میں باریاب تک نہیں ہوئے تھے موقعہ نہایت نازک تھا جواب فوراً ہونا چاہیئے تھا اور یہ ناممکن تھا کہ توقف سے کام لیا جائے یا کسی دوست سے جواب دریافت کیا جائے، چنانچہ اپنی انگریزی دانی کی بے مائگی کا احساس کرتے ہوئے انہوں نے مدنپورہ والوں کا جواب دیا اور وہ اس طرح سے کہ فوراً ایکٹرس کے اس منہ پر طمانچہ رسید کردیا کہ جس منہ سے قبول محبت کے اعتراف میں ایک لفظ ہاں سننے کے لئے چند لمحے قبل خدا معلوم کیا کیا چیزیں قربان کرنے پر تیار تھے۔

کس درجہ شرمناک سوال تھا، کتنا بہترین، رنگین، سنجیدہ و مہوشانہ جواب تھا اور کس قدر ذلیل، انسانیت سوز اور کم ظرفانہ جواب الجواب تھا۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس خبر میں کہاں تک صداقت ہے، لیکن اگر اس حادثہ کو واقعہ پر محمول کیا جائے تو اب قارئین کو منتظر رہنا چاہیئے کہ اس آواز کی بازگشت کب اور کہاں سے ہوتی ہے، کونسی ایسی دوسری باہمت ایکٹرس اپنی خودداری کا ثبوت پیش کرتی ہے؟ بمبئی نے نظیر قائم کردی، اب ہماری نگاہیں کلکتہ کی طرف اٹھ رہی ہیں، گناہ، برائی اور جرائم ہر جگہ اپنی ہلاکت آفرینیوں کا پرچم اڑا رہے ہیں، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ہم صرف بمبئی کے نگارخانوں کو آماجگاہ جرائم و مراکز اخلاق سوزی تصور کریں اور کلکتہ کو معصوم۔

آیئے اب ہم دیکھیں اور غور کریں کہ اس حادثہ سے ہمیں کیا نتائج مرتب کرنے چاہیئں، ہم پھر اس کا اعادہ کرتے ہیں کہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو یہ امر باعث طمانیت ہے کہ اگر ایک طرف ایک مصنوعی عزت باختہ، بدکردار و بداخلاق فلمی درندہ اپنی پر معصیت ذہنیت کا انسانیت سوز مظاہرہ کرتا ہے تو دوسری طرف ایک ایکٹریس جس کی ہم پیشہ ہستیوں کو سوسائٹی میں کوئی امتیازی پوزیشن حاصل نہیں، ناموس نسوانیت کی محافظت میں وہاں تک مدافعت کر چکی جہاں تک اس سے ممکن تھی، لیکن ہندوستان کے وہ حضرات جو نگارخانوں کو صحیح معنوں میں مخزن فن اور مرکز اصلاح انسانیت دیکھنے کے متمنی ہیں انکے فرائض کیا ہیں، نیز یہ کہ کیا احساس فرائض ہی ان کے فرض میں داخل ہے، یا کوئی اقدام عمل بھی اس احساس سے وابستہ ہے؟

قبل اس کے کہ تعلیم یافتہ خواتین اور شریف لڑکیوں کو اس گناہ و معصیت کی دنیا میں متحرک دیکھنے کی تجاویز پر غور و خوض کئے بغیر طول طویل مضامین شایع کئے جائیں، قبل اس کے کہ ارباب نشاط اور بازاری عورتوں کی فلمی دنیا میں شمولیت پر اظہار ناراضگی کے مقالات ضبط تحریر میں آئیں قبل اس کے کہ ایکٹرسوں کی بدچلنی پر صف ماتم بچھائی جائے، کیا فلمی پریس اور فلم بین حضرات کا یہ فرض نہیں ہے کہ ایسے تمام نگارخانوں سے جہاں گناہ و جرائم کی پرورش ہوتی رہتی ہے ایک متفقہ اور پرزور مطالبہ کیا جائے کہ مالکان نگارخانہ اپنی دولت و عزت و ہندوستانی صنعت فلم کی بقا و ترقی کے لئے اس قسم کے نفسانیت و حیوانیت کے غلاموں کو نگارخانوں کی چہار دیواری سے ہمیشہ کے لئے خارج کردیں اور ساتھ ہی ساتھ تمام ہندوستان کے

نگارخانوں کی اطلاع کے لئے فلمی رسائل میں مجرم کی تصویر کے ساتھ اعلانات شائع کردیئے جائیں تاکہ یہ دنیا ایسے افراد پر اس قدر تنگ ہوجائے کہ وہ تنازع للبقار کے لئے مجبور و مایوس ہوکر کوئی تھرڈ کلاس واشنگ لانڈری یا شیونگ سیلون کھولکر اپنی بقیہ زندگی دورِ ماضی کی یاد اور مستقبل کی ناکامیوں کے احساس میں بسر کرنے پر مجبور ہوجائیں، اگر کسی مصلحت، سفارش یا فرعونیت کی وجہ سے کوئی فلمی کمپنی، ان مجرموں کی سرپرستی کرے تو ایسی کمپنیوں کا نہایت سختی سے مقاطعہ کیا جائے، ہم جانتے ہیں کہ ہندوستان کے بعض ایسے نگارخانہ جن کی تخلیق صرف افزائش معصیت کے لئے معرض وجود میں آئی ہے ہماری تجاویز پر زیر لب مسکراکر ایک دوسرے کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھیں گے، لیکن انہیں اس حقیقت کو کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ متحدہ پریس کی متفقہ آواز ایوان حکومت کو متزلزل کردیتی ہے، نگارخانہ اور وہ بھی ہندوستان کے نگارخانہ کس شمار و قطار میں ہیں۔

اگر ہندوستان کا فلمی پریس، اشتہارات کی آمدنی کو پائے استحقار سے ٹھکراتا ہوا اس تجویز پر عمل پیرا ہوگیا تو زیادہ نہیں صرف ایک سال کی قلیل مدت میں نگارخانوں کی دنیا، گناہ و معصیت کے جراثیم سے پاک و صاف ہوجائیگی۔

A Scene From "ABHIGYAN"

لطائف

ایک لڑکا بڑا بن سنور کر رہتا تھا، ایک دفعہ اس سے ایک دوست نے پوچھا بھئی یہ کیا؟

اس نے جواب دیا "عشق کی شاخیں" کچھ عرصہ کے بعد اس کی شادی ہوگئی، بال بچے پیدا ہوگئے، ایک بار وہ کہیں جا رہا تھا، ایک بچہ ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے تھا، دو انگلیاں پکڑے ہوئے تھے اور بیوی پیچھے آرہی تھی، کہ راستے میں وہی دوست مل گیا،

دوست:- بھئی کیا حال بنا رکھا ہے، وہ عشق کی شاخیں کہاں گئیں؟

اس نے (بیوی کی طرف اشارہ کرکے) کہا:- وہ پیچھے آندھی آرہی ہے اس نے توڑ ڈالیں۔

ایک دفعہ اکبر بادشاہ نے بیربل سے کہا کہ جس کے پیچھے "بان" کا لفظ آتا ہے وہ نہایت ہی شریر اور اول درجے کے بدمعاش ہوتے ہیں، مثلاً تانگہ بان، گاڑی بان وغیرہ

بیربل ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا اور جھک کر کہا سچ ہے "مہربان"

استاد:- تمہارا کیا نام ہے؟

نیا طالب علم:- آرزی سمتھ

استاد:- بچے! تمھیں استاد سے کوئی بات کرنے سے پہلے سر یا جناب ضرور کہنا چاہیے، اب بتاؤ تمہارا کیا نام ہے؟

نیا طالب علم:- سر آرزی سمتھ۔

زراعتی کالج کا ایک طالب علم بوڑھے کسان سے!

زراعت کے تمھارے طریقے بہت پرانے ہیں، میرا خیال ہے کہ تم جو کے اس کھیت سے شاید ہی دس روپے کما سکو

کسان:- معاف فرمائیے، یہ جو کا نہیں گندم کا کھیت ہے۔

استاد:- طوطا رام! بتاؤ تو درخت پر گیارہ پرندے تھے شکاری نے چھ کو نشانہ بنا کر زمین پر گرا دیا، باقی کتنے بچے؟

شاگرد:- ایک بھی نہیں۔

استاد:- ضرور بچے ہوں گے، ذرا غور سے کام لو۔

شاگرد:- جناب آپ حساب ہی بتلانا جانتے ہیں، لیکن پرندوں کی خصلت سے ہرگز نہیں واقف۔

ایک ایکٹرس جو کئی بار شادی کرکے طلاق حاصل کر چکی تھی، شادی کا لائسنس حاصل کرنے گئی۔

افسر نے ایکٹرس سے پوچھا:-

کیا تم نے کبھی پہلے شادی کی ہے اور اگر کی ہے تو کس کے ساتھ

چند لمحوں کے بعد جواب دیا:-

کیا آپ میری یادداشت کا امتحان لینا چاہتے ہیں؟

استاد:- اندھی تقلید کے کیا معنی ہیں؟

شاگرد:- ہر روز بلا چون و چرا استاد کا حکم مانتے رہنا۔

LILA DESAI

DEBAKI BOSE

PRITWIRAJ, CHAYA, PAHARI, KANAN, K. N. SINGH, ISHAQUE
NEMO, RAMPIYARI, KIDAR & K. C. DEY

THE DIRECTOR & STARS OF VIDYAPATI

ہمیشہ اچھی پکچریں دیکھنے کی کوشش کیجئے

مغربی اور جنوبی ہند کے ناظرین کیلئے مشہور اور ہردلعزیز پکچریں ہمارے یہاں سے طلب کیجائیں

صبح کا ستارہ	نیو تھیٹرز لمیٹڈ	منزل	نیو تھیٹرز لمیٹڈ	مہارانی	گندھروا سنیٹون
دلاری بی بی	"	بہار سلیمانی	سروج مووٹون	بالاجوبن	"
جوشِ انتقام	"	چندرا	"	میری پیاری	"
پورن بھگت	"	اعلان جنگ	"	پتیت پاون	پرتما پکچرز
راج رانی میرا	"	غیبی ستارہ	"	افلاطون	ٹالی ووڈ
یہودی کی لڑکی	"	کیمیاگر	"	آتمار ترنگ	منروا اسٹوڈیو
دیوداس	"	الٹی میٹم	"	پریم کی آگ	مختار فلم کمپنی
چنڈی داس	"	ایمان فروش	"	تورا یان	اروند سنیٹون
ڈاکو منصور	"	کاروان حسن	کنول مووٹون	بھکارن	کولہاپور سنیٹون
روپ لیکھا	"	استری دھرم	"	نگاہِ نفرت	"
کاروان حیات	"	ستی مہاسندا	بال گندھروا	ہند میلا	"
جناب معاف کیجئے	"	سادھوی میرابائی	"	مرلی والا	"
دھوپ چھاؤں	"	طلسمی ہیرا	راجی مووٹون	اکاش والی	"
کروڑپتی	"	بنارسی ٹھگ	میور مووٹون		
مایا	"	خون کا خون	اسٹیج فلم کمپنی		

بکنگ کا پتہ

جنوبی سرکٹ
۵۰ آرمینین اسٹریٹ مدراس

کلکتہ فلم ایکسچینج

مغربی سرکٹ
تری بھون روڈ بمبئی ۴

اُردو ڈرامہ نویسی پر ایک تنقیدی نظر

از افتخار الرسول بی۔ اے۔ بیرسٹر ایٹ لا

اردو لٹریچر میں کئی بار اس موضوع پر تو بحث کی گئی ہے کہ ڈرامہ کی ابتدا کیسے ہوئی، مگر بہت کم موقعوں پر یہ بتلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ڈرامہ کہتے کسے ہیں اور اردو لٹریچر سے اس کا تعلق کیا ہے

ارسطو ڈرامہ کی تعریف کرتے ہوئے یوں کہتا ہے:۔

ڈرامہ کسی مکمل روئیداد کی ایسی نقل ہے جسے حرکات و سکنات سے ادا کیا جاوے، یہ ضروری نہیں کہ وہ نثر میں ہو، مگر یہ ضروری ہے کہ وہ عملاً کر کے دکھلایا جائے اور تماشائیوں کے سامنے، اسٹیج، پر، افعال کے ذریعہ انسان کی معاشرت، تمدن یا طریق کار کی تصویر اتاری جائے۔

یہ ایک امر فطری ہے کہ انسان اپنے خیالات کا اظہار اشارات اور سکنات سے کرتا ہے، اسے بچپن ہی سے نقل و حرکت کرنے کی عادت ہوتی ہے، یعنی جس طرح چلنا پھرنا، کھانا، پینا، سونا جاگنا وغیرہ لوازم حیوانی ہیں جو بغیر کسی زحمت و تکلیف کے خود بخود قدرتی طور پر عمل میں آتے ہیں ٹھیک اسی طرح نطق و گویائی بھی انسان کا فطری خاصہ ہے، جس کی تخلیق انسانی دماغ سوزی و جگر کاوی کا نتیجہ ہیں، زبان قدرت کی ودیعت کردہ نعمت ہے جس میں انسان کے صنع و اختراع کو کچھ بھی دخل نہیں، یہ ڈرامہ کی پہلی منزل ہے، جوں جوں انسان ترقی کرتا ہے اس کے خیالات بھی وسیع ہوتے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ گفتگو کرتے وقت اپنے ہاتھوں اور اشاروں سے یہ کوشش کرتا ہے کہ انہیں اچھی طرح سمجھا دے، یہ اس کی دوسری منزل ہے، اس طرح آہستہ آہستہ اس کے خیالات میں بلند پروازی پیدا ہو جاتی ہے، ان تخیلات و احساسات کے اثر سے جو پیداوار ہوتی ہے اس کا نام لٹریچر ہے، یہ ڈرامہ کی منزل مقصود ہے۔

ڈرامہ میں چند اصولوں کی پابندی نہایت ضروری ہے، اول یہ کہ اس میں تسلسل اور ہمواری ہو یعنی حالات تاریخی واقعات اور بندش کا سلسلہ ایسا ہو کہ وہ خیالات کی بہتی ہوئی ایک تیز ندی کے مانند ہوں اس کا زیادہ تر انحصار ڈرامہ نویس کے زور قلم پر ہے، دوسرا یہ کہ وہ اپنے کیریکٹرز کو پبلک کے سامنے اس طرح پیش کرے کہ ان کی بڑائی اور چھوٹے پن میں امتیاز ہو سکے۔

برنرڈ شا کا قول ہے:۔

"کہ ڈرامہ نویس کے لئے کوئی خصوصیت اس قدر با اثر اور وسیع الاختیار اور حیرت افزا نہیں ہو سکتی جتنی اس کی بلند نظری اور رفعت تخیل ہے، اس کے علاوہ جب تک وہ کشادہ دل، آزاد خیال، عالی حوصلہ، بلند نظر، مستقل مزاج نہ ہو، وہ اپنے تخیل اور بلند پروازی سے سامعین کے دلوں پر اثر نہیں ڈال سکتا"

شکسپیئر کے متعلق نقادوں کی رائے ہے کہ اس کا کلام صداقت اصلیت، دلسوزی اور دلپذیری کا روشن ترین مرقع تھا، اور اس کی زندگی نرالا پن، جدت، شان و عظمت کی ایک زندہ تصویر تھی یہی وجہ ہے کہ اسے دنیا میں ایک بلند مرتبہ انسان سمجھا جاتا ہے۔

ڈرامہ کا منتہائے کمال نظر فریبی پیدا کرنا ہے، جب تک اس کے حرکات وسکنات میں اصلیت کی روح پیدا نہیں ہوتی وہ کامیاب نہیں ہوتا، اس کی دو قسمیں ہیں۔

ایک ٹریجڈی (حزنیہ) دوسرا کامیڈی (طربیہ)۔

ٹریجڈی ٹریجڈی انسانی زندگی کے اس پہلو کو بے نقاب کرتی ہے جس میں وہ تنازع بقا کی الجھنوں میں پھنسا ہوا ہوتا ہے، یا ان دردناک مناظر کا نقشہ کھینچتی ہے جس کو دیکھ کر تماش کار کی آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں، اس کے دیکھنے سے انسان کے دل میں جذبات ترحم پیدا ہو جاتے ہیں جس سے دوسرا آدمی سبق سیکھتا ہے، ٹریجڈی کے مقصد سے ہمیں یہ بھی بتانا مقصود ہوتا ہے کہ دنیا مصیبتوں کا گھر ہے، ایک فنا پذیر متضاد اشکال رکھنے والی چیز ہے، اس کے جملہ فروعات ہیچ ہیں، اصل مدعا اہم ہے جس کی طرف کل مناظر حیات اشارہ کرتے ہیں، اس میں خوشی کم اور رنج زیادہ ہے۔

بیوفائی اور قدر ناشناسی کا بازار گرم ہے، حیات انسانی ایک مجبوری کلفت ہے، جو انسان کے پیچھے لگا دی گئی ہے کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ہر ایک کے لئے آیا ہے۔

کامیڈی. کامیڈی کا مقصد انسان کو ہنسانا اور زندگی کے ان مضحکہ خیز افعال کا خاکہ کھینچنا ہے جس سے ہر ایک فرد و بشر بیساختہ ہنس پڑے یہ ایک فطری امر ہے کہ دن بھر کی محنت و مشقت کے بعد ہر ایک کا جی چاہتا ہے کہ وہ کہیں بیٹھ کر چند لمحوں کے لئے روحانی مسرت حاصل کرے، موسیقی، ناچ رنگ میں محو ہو کر غم فردا اور زندگی کی مصیبت آمیز تشکیل کو تھوڑی دیر کے لئے فراموش کر دے، اور ایسے رویئے اختیار کرے جو اسے تفکرات اور تاثرات رنج و غم سے بے نیاز کر دیں اور وہ اپنی زندگی کو اس مصرعہ کے مصداق بنا دے ع

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

زمانہ ہمیشہ رنگ بدلتا رہتا ہے اور تبدل و تغیر قانون فطرت ہیں، جس طرح چند سو سال پہلے ریل، تار، برق، ہوائی جہاز اس زمانے کے لوگوں کے لئے پرواز تخیل تھے، اور آج مہذب دنیا کے لئے ضروری عناصر ہیں اسی طرح دنیائے ادب نے بھی ترقی کی، نظریہ زندگی منقلب ہوا، تحقیق و تجسس کی بنیادیں پڑیں، نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ نے فلڈنگ اور چرڈمن جیسے ماہر نفسیات اور شکسپیر جیسے ڈرامہ نویس پیدا کر دیئے جنہوں نے عزبار افراد کے مختلف معاشرتی اور اخلاقی مرقعے اس طرح پیش کئے کہ اپنے لئے شہرت عام اور بقائے دوام کی سند حاصل کر لی۔

پرانے لٹریچر کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ ہماری ہندوستانی زندگی ڈرامہ کی متقضی نہ تھی، ہمارے ملک میں شرفا کے رہنے سہنے کا طریقہ، رسموں کے قیود، قومی روایات، نظریہ زندگی ہمیں حسن و عشق کی طرف لیجاتے اور نہ ہم میں صنفوں کے ارتباط و اختلاط میں وہ آزادی ہے جو اہل مغرب کو ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد انیسویں صدی کے آخری حصہ میں جب مغربی تہذیب و تمدن کا رنگ ہماری معاشرت پر چڑھنے لگا تو ہمارے افسانہ نویسوں نے یورپ کی تقلید کو اپنا خضر راہ بنا لیا اور تب سے افسانہ نویسی کی بنیاد ڈالی، جسے بیشک اب کمال حاصل ہے

اُردو عربی فارسی ہر قسم کی بہترین و سستی کتابیں اور عید کیلئے دیدہ زیب و دلخوش کن عیدی کارڈ ایم معین الدین مخدوم پوری تاجر کتب نمبر ۱۰۱ لوئر چیت پور روڈ کلکتہ سے خریدیئے

نیوتھیٹرز کا جدید شاہکار

مکتی

ڈائرکٹر:- پی سی بروا

میوزک ڈائرکٹر:- آرسی بورال

مکالمہ نگار: پنڈت شور لکھنوی

اداکار: بروا، کانن، مینکا، نواب، جگدیش، پرفلورائے، کپور، وید

گانے: حضرت آرزو لکھنوی

مکتی

بہت جلد آپ کے سامنے آرہا ہے،
افسانہ درد میں ڈوبا ہوا، محبت اور اسکی کارفرمائیوں کی جیتی جاگتی
تصویر ہے، مسٹر بروا کے زیر ڈائرکشن اب تک جس قدر پراز رومان پکچر تیار ہوئے ان سب سے
یہ فلم ایک امتیازی ونمایاں حیثیت کا مالک ہے، دلکش موسیقی، روح نواز گانے، فطری اداکاری مکتی کی خصوصیات
ہیں، آسام کے پہاڑوں، جنگلوں اور باغوں کے مناظر مکتی میں دیکھنے سے تعلق
رکھتے ہیں، بلند معیار فوٹو گرافی، صاف اور واضح صدابندی،
پاکیزہ مکالمے، باعنی گانے صرف مکتی میں ملیں گے

بکنگ کا پتہ

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ، دہلی
دوسانی فلم کارپوریشن، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

ایک دلچسپ سائنٹفک مضمون

موویٹون کیمرا کی عکاسی اور صدابندی

از سید نجم الحسن، بی۔ اے۔

ہم بہت تھوڑی سی رقم خرچ کرکے تصویر خانہ میں جا بیٹھتے ہیں، کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد تمام برقی قمقمے گل ہو جاتے ہیں اور تاریکی میں وہ تمام چیزیں حرکت کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جو آج سے ۔۔۔ قبل ہمارے تخیل میں بھی نہ آسکتی تھیں، آپ دیکھتے ہوں گے کہ آج جدید ایجادات نے دنیا کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا ہے۔

تصویر کشی، تصویر نمائی اور ریکارڈنگ یعنی صدابندی کے تین مختلف سسٹم ہیں، جن کا تعلق اسکرین اور ہماری آنکھوں سے ہوتا ہے، اب سننے میں آیا ہے کہ سینما کے موجد مسٹر لوئیس لومیئر ایک ایسی ایجاد کو منظر عام پر لانے والے ہیں جس کا نام "سہ پہلو عکاسی" ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ جدید فوٹوگرافی فلم کشی کے تمام پرانے سسٹم کا خاتمہ کردیگی، یعنی آرٹ مستری کے بنائے ہوئے مصنوعی مناظر بیکار ہو جائیں گے۔

پہلے پہل خاموش معکوسات تیار ہوتے تھے جنہیں صرف تعلیمیافتہ حضرات ہی دیکھ کر محظوظ ہو سکتے تھے، لیکن ہر شخص کے دل میں یہ خیال تھا کہ اگر یہ تصویریں بولنے لگیں تو بہت اچھا ہوتا، موجدوں نے اس کمی کو پورا کر دیا اور نئے نئے آلات کی ایجاد نے سینما کو بہت بلند درجہ پر پہونچا دیا ہے، اور تفریح سازی کا یہ جدید طریقہ غیر تعلیم یافتہ طبقہ میں بھی مقبولیت اور استحسان کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے، سب سے پہلے موجدوں کے دماغ میں یہ بات آئی تھی کہ فلم کے ساتھ گراموفون ریکارڈ استعمال کئے جائیں، چنانچہ اسی خیال کے ماتحت پرانے خاموش فلموں میں بیک گراؤنڈ میوزک (پس منظر موسیقی) سے کام لیا جانے لگا، یعنی انہیں استعمال شدہ فلموں میں الگ سے گراموفون ریکارڈ کا اضافہ کرکے عوام میں پیش کیا جانے لگا، لیکن یہ ایجاد کوئی ایسی ایجاد نہیں تھی جو پبلک میں مقبولیت حاصل کرتی، اس لئے ہر شخص نے ٹاکی سینما میں بہت بڑی کمی محسوس کی بعد میں ایسا ہوا کہ فلم کے ساتھ ساتھ ریکارڈ کی بھی تیاری ہونے لگی جسکو انگریزی میں ڈاکز سسٹم یا وٹیافون سسٹم کہتے ہیں، مگر یہ طریقہ بھی بہت زیادہ کامیاب نہیں ہوا کیونکہ فلموں کی نمائش کے وقت متحرک تصویروں کا کٹ جانا، ٹوٹ جانا، یا کسی خاص وجہ سے مشین بند ہو جانا ایک معمولی سی بات ہے، بعض فلموں کی رفتار کے ساتھ ریکارڈ کی آواز میں اختلافات ہونے لگا، اور اوقات پابندی آپریٹر کے لئے مشکل نظر آنے لگی چنانچہ پھر ایک بار موجدوں نے اپنے خیالات اس طرف منعطف کئے اور ان خرابیوں کو دور کرنے کے لئے موویٹون سسٹم کی نئی ایجاد جس کو ساؤنڈ سسٹم بھی کہتے ہیں، ظہور میں آئی، جس سے فلم کی پٹی پر ہی آواز بھری جانے لگی اور تماشائیوں کو اصلی متکلم فلموں کا مزہ آنے لگا، اس سسٹم جاری ہوتے ہی "وٹیافون سسٹم" کی کروڑوں روپے کی مشینیں بیکار ہو گئیں، اور دنیا کے چپہ چپہ میں ناطق معکوسات کی دھوم مچ گئی۔ رفتہ رفتہ ہندوستان میں بھی اس کی ابتدا ہوئی اور سب سے پہلا ناطق فلم امپیریل نے اپنے اسٹوڈیو میں "عالم آرا" کے نام سے تیار کی۔ اب تو کلکتہ بمبئی دہلی لاہور جیسے بڑے شہروں میں سرمایہ داروں نے ناطق فلموں کی کمپنیاں

کھولنی شروع کر دیتی ہیں اور ہالی ووڈ کی طرح ہندوستان میں کلکتہ بمبئی کو مرکز تصور کیا جانے لگا ہے۔

ابتدا میں فلمسازوں کو معکوسات کے لئے نگیٹو فلم اور متحرک تصویروں کا آلہ متحرک کیمرا کی ضرورت ہوتی تھی اور اس کے ساتھ سورج کی روشنی بھی کام میں لائی جاتی تھی مگر موویٹون سسٹم نے ان ضروریات میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا ہے، اور ریکارڈنگ سٹ کے بغیر کام نہیں چل سکتا، اب سائنس نے بہت سے ایسے آلات ایجاد کر دیئے ہیں جن کے باعث متکلم فلموں کی تیاری میں بہت آسانیاں ہوگئی ہیں، اور مادی اشیا نے قدرتی اشیا کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ موونگ کیمرا کے ساتھ ہی ساتھ ساؤنڈ ریکارڈ سٹ یا ریکارڈنگ امپلی فائر آواز ریکارڈ کرنے کے آلہ کا بھی تعلق ہوتا ہے، جب کیمرہ سے کوئی منظر لیا جاتا ہے تو آواز ریکارڈ کرنے کا آلہ بھی اپنا کام شروع کر دیتا ہے، اداکار جو آواز منھ سے نکالتے ہیں وہ ہوا کے ذریعہ اس آلہ سے گذرتی ہے اور برقی رو میں مل کر اسی آلہ کے ایک سوراخ سے ہو کر تصویر کشی کے کیمرہ میں لگے ہوئے فلم میں جذب ہو جاتی ہے۔

سینما ایکٹر اور ایکٹرس کے مکالے اور گانے مائیکروفون (آواز بھرنے والے آلے) کے سامنے ہوتے ہیں، مائیکروفون وہ آلہ جس کے ذریعہ آواز بجلی کی لہروں میں تبدیل ہو جاتی ہے، مائیکروفون کے اندر ایک کاغذ جیسا پتلا آہنی پردہ ہوتا ہے اور ہوا سے آنیوالی آواز کی لہریں جب اسپر پڑتی ہیں تو وہ اپنی دوسری حرکت کے ذریعہ اسے برقی لہر بنا دیتا ہے، مختلف اقسام کی آوازیں پردہ پر مختلف اقسام کی حرکت پیدا کرتی ہیں، بجلی کی یہ لہریں امپلی فائر کے ایک آلہ میں جاتی ہیں، اس آلہ کا یہ فعل ہے کہ وہ مائیکروفون سے آنیوالی چھوٹی چھوٹی لہروں کو قوی بنا دیتا ہے، بجلی سے شعاع پیدا کرنے کے لئے ان لہروں کو ایک بجلی کے لمپ (بلب) میں بھیجا جاتا ہے جس کے اندر نیان نام کی گیس بھری ہوتی ہے، مگر یہ طریقہ فوٹوگرافی کے لئے کوئی مفید نہیں ہے، اس لئے برٹش موویٹون کمپنی نے ایک نئے قسم کے لیمپ ایجاد کئے ہیں جسے ایولائٹ کہتے ہیں۔

ایسٹرن الیکٹرک کمپنی نے آواز ریکارڈ کرنے کا ایک جدید قاعدہ نکالا ہے، مائیکروفون سے آنیوالی بجلی کی لہریں بجلی ہی کے ذریعہ ایک مقناطیسی مشین میں بھیجی جاتی ہیں، فلم کے ٹھیک سامنے شعاع کے آنیکا آلہ سلٹ ہوتا ہے، سلٹ کے راستے ایک پٹی لٹکی رہتی ہے، جب مقناطیس میں کوئی بجلی کی لہر نہیں داخل ہوتی تو پٹی سلٹ کے منھ کو بند رکھتی ہے، اور اسپر کوئی خارجی اثر نہیں ہونے پاتا، مائیکروفون سے آنیوالی آواز کبھی تیز اور کبھی سست ہوتی ہے، مکالمہ کی تبدیلی اور اتار چڑھاؤ کے مطابق ان میں اختلاف ہوتا ہے اور یہ لہریں مقناطیس میں پہونچکر طاقت کشش میں اختلاف پیدا کرتی ہیں، جب مقناطیس کی طاقت کشش میں اضافہ ہوتا ہے تو وہ سامنے لٹکنے والی پٹی کو اپنی طرف زیادہ کھینچ لیتا ہے اور طاقت میں کمی واقع ہوتی ہے تو وہ اپنی جگہ سے کم ہٹتا ہے، اس کے باعث سلٹ کا منھ بقدر ضرورت کھلتا ہے، اور اسی انداز میں شعاعیں فلم تک پہونچتی ہیں، ان شعاعوں کے ذریعہ فلم کے کنارے پر کالے نشان بنجاتے ہیں، کوئی نشان زیادہ گہرا ہوتا ہے اور کوئی کم گہرا۔ یہ اس جگہ آنیوالی شعاعوں کی مقدار پر منحصر ہے، فلم لیتے وقت دو فلم ساتھ ساتھ چلائے جاتے ہیں، ایک پر آواز کا ریکارڈ ہوتا ہے اور دوسرے پر تصویروں کا بعد میں دونوں فلم ایک جگہ کر لئے جاتے ہیں لیکن برٹش موویٹون کمپنی دونوں ریکارڈ ایک ہی فلم پر لیتی ہے، برٹش انٹرنیشنل پکچرز نام کی کمپنی ار سی۔ اے۔ فوٹوفون جدید ایجاد کا استعمال کرتی ہے، اس کے طریقے حسب ذیل ہیں۔

مائیکروفون کی لہریں تاروں کی ایک گول گچھی کے اندر داخل ہوتی ہیں جو ایک بڑے مضبوط مقناطیس کے درمیان لٹکی ہوئی اس گچھی کے

اوپر ایک چھوٹا سا شیشہ ہوتا ہے جس کے اوپر روشنی کی شعاعیں ڈالی جاتی ہیں، چونکہ مائیکروفون کی لہریں اپنی طاقت کو کم و بیش کرتی رہتی ہیں اسلئے یہ چھپی کبھی کم گھوتی ہے اور کبھی زیادہ "اس طرح فلم پر چھوٹی چھوٹی شعاعوں کے نقاط بن جاتے ہیں یہی آواز کا ریکارڈ ہوتا ہے۔

سینما دکھانے کی مشین میں دو لیمپ ہوتے ہیں، ایک کی روشنی تصویروں پر پڑتی ہے اور دوسرے کی ساؤنڈ ریکارڈ پر، ساؤنڈ ریکارڈ پر پڑنے والی شعاعیں چھن کر دوسری طرف جاتی ہیں۔ اور اس کا فعل فلم کے ان حصوں کی تصویروں پر موقوف جو عوام کے سامنے آتی ہیں، یہ گھٹتی بڑھتی ہوئی شعاعیں دوسری طرف سے فوٹو ایلکٹرک سل پر پڑتی ہیں، فوٹو ایلکٹرک سل فلم کی جان ہے، اگر یہ نہ ہوتے تو ناطقات کا کہیں دنیا میں وجود ہی نہیں ہوتا، اس آلہ میں یہ خوبی ہے کہ طرح طرح کی روشنی کی شعاعیں اس میں داخل ہو کر طرح طرح کی تصویروں کی لہروں میں ظاہر ہوتی ہیں، یہ بجلی کی لہریں ٹھیک اسی طرح کی ہوتی ہیں جیسی کہ مائیکروفون بناتا ہے، پھر یہ لہریں اپملی فائرا اور لاؤڈ اسپیکر میں ہو کر ناطقات کی تخلیق کرتی ہیں، "لاؤڈ اسپیکر پردے کے پیچھے رکھا ہوتا ہے، دوسری صورت میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلم کی تیاری کے وقت مکالمہ کو تصویر میں اور تصویر کو شعاع میں تبدیل کر دیتے ہیں، "اور نمائش کے وقت شعاعوں کو تصویر میں اور تصویر کو مکالمہ میں بدلدیا جاتا ہے۔

"نجم"

آرزو بنکر

از قاضی سید رشید علی رشید۔ بی۔ اے سہنس پوری

اے او بوالہوس تو سیر گلشن کے نہیں قابل
گلوں کو دیکھتا ہے کیوں نگاہ آرزو بنکر

نہ پا کر حامل راز محبت غنچہ و گل کو
مرے نغمے پریشاں ہو گئے گلشن میں بو بنکر

تمنا آشنا مجھ کو کیا تیری نگاہوں نے
لبوں پر تیر آجاتے ہیں حرف آرزو بنکر

یہ ویرانے، یہ گلشن کی فضائیں اسکو کیا سمجھیں
میں تجھ کو ڈھونڈھتا پھرتا ہوں سعی جستجو بنکر

خدا جانے میری بے تابیاں کیا رنگ لائینگی
مجھے ڈر ہے نکل جائیں نہ مجھ سے آرزو بنکر

چھپا لوں اپنی آنکھوں میں بٹھا لوں سر کے گوشہ میں
وہ آکر تو ذرا دیکھیں چمن میں رنگ و بو بنکر

جبین عجز خون آلود ہے سجدوں کی کثرت سے
حریم ناز میں ہنتا ہوں لیکن سرخرو بنکر

تبسم کی لہر مستانہ وار آئی مری جانب
لب لعلیں سے یہ نکلی ہے کیا بجلی صبو بنکر

ٹاتا ہوں شب فرقت محبت کے خزانے میں
رشید آنکھوں سے بہتی ہیں تمنائیں لہو بنکر

"رشید سہنس پوری"

ان فلموں کے نام یاد رکھئے

جب

آپ کے قریبی سینما گھروں میں دکھائی جائیں ضرور دیکھئے، ہمارے انتخاب کردہ فلم تفریح بخش دلچسپ دلکش اور نتیجہ خیز ہیں۔

مدھوری	امپریل فلم	لال چٹھی	نیو تھیٹرز نیو انڈیا
ڈاکو کی لڑکی	″	شمشیر عرب	نیو تھیٹرز
ٹیپل بل	″	بمبئی کی سیٹھانی	″
گل صنوبر	″	تلوار کا دھنی	″
اندرا۔ ایم۔ اے	″	پاسنگ شو	″
انارکلی	″	توپ کا گولہ	سنگیت
بمبئی کی بلی	″	چیلنج	″
شان ہند	″	تقدیر	کولھاپور سنیٹون
نورجہاں	″	پریم پجاری	″
غلام ڈاکو	″	خان بہادر	ہنس پکچرز
لیل و نہار	″	جیون نیا	″
ستی آنسویا	″	جنم بھومی	″
پنجاب لانسر	″	جہاں آرا	″
زمبو	بھونانی پروڈکشن	رشیدہ	ساگر مووی ٹون
بلا کی رات	بنگال ٹاکیز	پریم لگن	″
دیہاتی عورت	امپریل		″

جوش انتقام	امپریل فلم	لال چٹھی	پرکاش پکچر
دیوداس	″	شمشیر عرب	″
دھوپ چھاؤں	″	بمبئی کی سیٹھانی	″
کروڑپتی	″	تلوار کا دھنی	″
منزل	″	پاسنگ شو	″
دل کی پکار	″	توپ کا گولہ	″
میڈم فیشن	″	چیلنج	″
بھکارن	″	تقدیر	جیانت پکچر
قسمت	″	پریم پجاری	″
چھپایا	″	خان بہادر	منروا مووی ٹون
دھرم ویر	″	جیون نیا	بمبئی ٹاکیز
بیگناہ	″	جنم بھومی	″
لعل یمن	″	جہاں آرا	میڈن تھیٹرز
من موہن	بھونانی پروڈکشن	رشیدہ	″
وچ گرل	بنگال ٹاکیز	پریم لگن	ویسٹ انڈیا
جیون لتا	امپریل		

بکنگ کا پتہ دوسانی فلم کارپوریشن، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

ہندوستانی ناٹک کی قدامت

از جناب اے۔ ظہیر علی فاروقی بی۔ اے۔ آنرز دیو پرتاپ کالج جہانسی

اصل موضوع پر کچھ لکھنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ ناٹک کے ماخذ پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے اور پھر نفس موضوع کی طرف رجوع کیا جائے، کیونکہ اس سے ہمارا اصل مقصد بہت جلد حل ہو جائے گا۔

یہ بات تو روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ ناٹک کو مذہب اور رقص وسرود سے وہی تعلق ہے جو جسم کو روح سے، اور سچ پوچھئے تو یہی چیزیں اسکو وجود میں لانے کا سبب ہیں، ہمارے یہاں بھی ناٹک کا وجود انہیں کا ممنون احسان ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آج سے ہزاروں برس پہلے جب دنیا جہالت اور بربریت کی معصوم تاریکی میں منہ لپیٹے پڑی تھی۔ انسان وحشیانہ زندگی بسر کرنے کے عادی تھے اس وقت موسمی انقلاب انسان پر عجیب اثر کرتے تھے، اور وہ ان کے مضر اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے طرح طرح کے جتن کر کے اپنے دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے، ان کو خوش رکھنے کے لئے ناچ گانا لازم سمجھتے تھے، ان کا روپ بھر کر ان کے کارناموں کو بتاتے تھے، اسی طرح ہر ملک میں یہ بھی رواج تھا اپنے اسلاف کی شجاعت، انکی عظمت اور ان کے کارناموں کو باقی رکھا جائے، اس کے بقا کی صورتیں مختلف ملکوں میں جدا جدا تھیں۔ منجملہ ان کے ایک صورت ویر پوجا بھی تھی، اپنے ملک کے بہادروں اور سورماؤں کی یادگار میں بڑے بڑے میلے منعقد کئے جاتے تھے اور اس موقع پر ان کی پرستش ہوتی تھی، چنانچہ آفتاب برج میزان میں ہوتا تھا تو یونانی ایلیوسی میں زراعت کی دیوی ڈیمیٹری کی پرستش کرتے اور بڑا جشن مناتے تھے

ہمارے ملک میں "ان پورنا دیوی" کو یہ فخر حاصل تھا، قدیم مصر اور پیرو میں مردوں کی لاشیں محفوظ رکھی جاتی تھیں، ہندوستان میں "رام لیلا" "کرشن لیلا" "رتھ یاترا" "ہری کیرتن" اس کے زندہ ثبوت ہیں، اس کے مواقع خاص خاص تھے اور اتنے مذہبی رنگ زیادہ غالب تھا اس لئے انسان کی تفریح نے اپنی دلبستگی کے لئے ایک دوسرا سامان بہم پہونچایا، اور وہ "کٹھ پتلیوں کا ناچ" ہے۔ ناٹک اور کٹھ پتلیوں کے ناچ کا تعلق بہت قدیم ہے، اس کا ثبوت اس سے زبردست اور کیا ہو سکتا ہے کہ چین میں اب تک ناٹک شروع ہونے سے پہلے کٹھ پتلیوں کا ناچ ہوتا ہے، اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ کٹھ پتلیوں کے ناچ کا وجود ناٹک کی ایجاد کے لئے کہاں تک مؤید ہے، اب اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کس ملک کی کتابوں میں ناٹک کا رنگ زیادہ غالب ہے اور کٹھ پتلیوں کے ناچ کی ایجاد کا سہرا کس ملک کے سر ہے تو ناٹک کی قدامت ثابت ہو جائے جو ہمارا اصل موضوع اور حقیقی مقصد ہے ویدوں کی قدامت کی تحقیق کرنا گویا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے اب ہم کو دیکھنا یہ چاہئے کہ ان میں ناٹک کا رنگ کہاں تک پایا جاتا ہے، اس کے رنگ کا کیا ذکر، یہاں ایک ناٹیہ وید ہے، جس کا مستقل موضوع ناٹیہ ہے اور جس کی ترتیب اس طرح عمل میں آئی کہ بہت سے دیوتا اندر کے پاس گئے اور عرض کیا کہ آسمانی بادشاہت کام کاج سے کچھ تعلق نہیں رکھتی، بیٹھے بیٹھے جی گھبراتا ہے اس لئے آپ برہما کے حضور میں التجا کریں کہ وہ تفریح کا سامان کریں، برہما نے بحر فکر میں غوطہ لگایا اور ناٹیہ وید کی شکل میں ایک در آبدار نکال لائے،

یہ وید کوئی نیا وید نہ تھا، بلکہ اس کی تدوین دیگر ویدوں کی مرہون منت تھی برہانے رگ وید سے رقص، سام وید سے سرود، یجر وید سے حرکات و سکنات، اتھروید سے اظہار جذبات کا طریقہ اخذ کرکے اس وید کو تیار کیا، اور آسمانی معمار وشوکرم کے نام حکم صادر ہوا کہ وہ اندرا سن میں اسٹیج تعمیر کریں۔

اس کے علاوہ رامائن اور مہابھارت میں بہت سے مکالمے ایسے ہیں جن میں "ڈرامائیت" بدرجۂ اتم موجود ہے، طوالت کے خیال سے نمونے پیش نہیں کئے جا سکتے۔ لیکن ان مذہبی کتابوں کا مرتبہ جو سنسکرت ادبیات میں ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں، ممکن ہے کہ بعض حضرات اس کو دیومالا پر محمول فرمائیں یہ سب کچھ سہی مگر یہ امر بدیہی ہے کہ باقاعدہ ایجاد سے بہت پہلے اہل ہند کے طبائع میں ناٹک کا عنصر موجود تھا جس کی شہادت ویر پوجا وغیرہ یا اور دوسری مذہبی رسومات ہیں۔

اسی بنیاد پر پیکڑ امل نے یہ رائے قائم کی ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے روپکوں کا آغاز ہندوستان میں ہوا۔

کٹھ پتلی کا تعلق ناٹک سے ظاہر ہے، اب رہا اس کی قدامت کا سوال، یہ بھی حل ہوا جاتا ہے، قدیم ہندوستان میں لکڑی، اون، سینگ، روھڑ، ہاتھی دانت وغیرہ کی بہت اچھی اور خوبصورت گڑیاں بنتی تھیں جو بطور تحفہ پیش کیجاتی تھیں، اور ان سے ناچ کا کام بھی لیا جاتا تھا۔ ایکٹنگ کا کام بھی یہی پتلیاں کرتی تھیں، ان میں قوت گویائی بھی تصور کی جاتی تھی۔

شو اور پاربتی جی کا قصہ کون نہیں جانتا کہ پاربتی نے ایک نہایت حسین پتلی بنائی تھی، اور اس کو اپنے شوہر سے چھپا کر ملے پربت پر رکھا، لیکن اس کو دیکھنے اور اس کا بناؤ سنگار کرنے ہر روز جایا کرتی تھیں ایک دن شو جی پہاڑ پر ان کے پیچھے پیچھے گئے، جہاں انہوں نے پتلی دیکھی، شو جی اس پتلی کو دیکھ کر ششدر رہ گئے، باوجود بے جان ہونے کے اس میں وہ دلکشی تھی کہ بیان سے باہر ہے، وہ اس پتلی پر ایسے موہت ہوئے کہ اس میں اپنے کرامات سے جان ڈال دی، یہ قصہ خواہ مذہبی دیومالا پر ہی کیوں نہ مبنی ہو، لیکن کم از کم کٹھ پتلیوں کا وجود ضرور ثابت کرتا ہے۔

جس وقت ارجن کوروؤں سے جنگ کرنے جا رہے تھے تو اوترا نے اچھی اچھی گڑیوں اور کٹھ پتلیوں کو لانے کی استدعا کی تھی، اسی لئے ڈاکٹر پشل فرماتے ہیں کہ یورپ کٹھ پتلیوں کے ناچ میں ہندوستان کا بہت کچھ خوشہ چیں ہے۔

اب ہم یہاں پر جرمن محققین کے ان اعتراضات پر سرسری نظر ڈالنا چاہتے ہیں جن کو معاندین ہمارے ادعا کے خلاف پیش کرتے ہیں جرمن محققین نے ثابت کیا ہے کہ رگ وید کے منتر رامائن، اور مہابھارت کے مکالمے نقالی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے اور ان میں ڈرامائیت کا لطف مطلقاً نہیں پایا جاتا اور یہ وہ آئینے ہیں جن میں اصلی چہرہ نظر نہیں آتا، بلکہ اس کا منور چہرہ صرف یونانی آئینہ میں دکھائی دیتا ہے۔

ہندوستان میں ناٹک کی نشو و نما پہلے پہل اونی (اجین اور مالوہ) کے درباروں میں ہوئی، اور ان کے تعلقات شاہان بیکڑیا سے بہت قوی تھے۔

یہ وہ سلطنت ہے جس کو سکندر اعظم کے جنرل سیلوک ہندوستان کی عین سرحد پر قائم کیا تھا، جو چوتھی صدی قبل مسیح سلاطین ہند کے ساتھ کبھی دست بگریباں اور کبھی دست بداماں رہی، یہاں تک کہ سیلوکس نے اپنی بیٹی بھی چندرگپت سے بیاہ دی، اس سے باسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ امتداد زمانہ باہمی میل جول اور تبادلۂ خیالات کی وجہ سے ہندوؤں اور یونانیوں میں قوی تعلقات پیدا ہو گئے تھے

اور کیا عجب ہے کہ ہندوستانیوں کو بکریا میں یونانی ناٹک دیکھنے کا اتفاق ہوا ہو اور اسکی نقالی انہوں نے کی ہو۔

دوسرا بیان جو جرمن محققین کے دعویٰ کی تائید کرتا ہے یہ ہے کہ سنسکرت میں پردہ کو یون کا کہتے ہیں جو یون کی طرف منسوب ہے اور یون سنسکرت میں یونانیوں کو کہتے ہیں (جس کے لغوی معنی دشمن ہیں) اب صاف عیاں ہے کہ اسٹیج پر پردہ کا رواج یونانیوں کا منت کش ہے

تیسری بات جو جرمن کی ہاں میں ہاں ملاتی ہے یہ ہے کہ ہندوؤں کے جذبات اور خیالات پر مذہب کا رنگ اس درجہ غالب تھا کہ ان کا کوئی فعل، کوئی فن ایسا نہیں جس پر مذہبی وارنش نہ چڑھا ہو، اس کے برخلاف ناٹک کے ایسے بہت سے اقسام ہیں جن کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ اس فن کا پودا کسی دوسرے ملک سے لایا گیا ہے۔

ہم تینوں بیانات کا جواب دینے سے پہلے قارئین کرام کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ وہ اس امر کو ضرور پیش نظر رکھیں کہ بھارت ماتا نے ایجاد و اختراع کی ایسی بہت سی سنتان پیدا کی ہیں کہ ہم نے تو ان کی "گھر کی مرغی ساگ برابر" کچھ قدر نہ کی مگر غیر ان پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ ان کو متبنیٰ کیا، جہاں ان کے حسن کا وہ رنگ نکھرا کہ دوسرے ل کو کیا کہیں بھارت ماتا خود اپنی سنتان کو نہ پہچان سکیں جس کی جیتی جاگتی شہادت شطرنج ہے، جب ہماری حالت اس درجہ قابل افسوس ہو تو پھر بھلا غیر کسی ایجاد کا تمغہ امتیاز کس طرح ہمارے زیب لباس کر سکتے ہیں۔

ناٹک کے باب میں ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ جرمن محققین اگر ذرا غور کریں تو معلوم ہو جائیگا کہ قدیم ہندوؤں نے اگر یونانی ڈراما سے فائدہ اٹھایا تو صرف تماشا ہی دیکھ کر اٹھایا۔ اور یہ فن بہ حیثیت ایک علم و فن نہیں پہونچا، کیونکہ ان کے ناٹکوں میں ارسطو کے اتحاد کے ثلاثہ یا دوگانہ تقسیم یونانی کورس کا پتہ بھی نہیں ہے۔

سنسکرت ناٹکوں میں ٹریجڈی کومیڈی کا رنگ اور ودوشک (مسخرا) کا وجود ایسا ہے جو نہ یونانی اسٹیج پر ہوا اور نہ کسی دوسرے ملک کے اسٹیج پر، بلکہ ڈاکٹر پشل کی رائے ہے کہ جرمن اور انگریزی ناٹکوں میں جو کلاؤن یا مسخرے پائے جاتے ہیں وہ اہل ہند کے ودوشکوں ہی کی نقل ہیں۔

قدیم ہندوستانی اسٹیج پر زنانہ پارٹ ہمیشہ عورتیں کیا کرتی تھیں جبکہ قدیم یونانی اسٹیج پر یہ فرض مرد ادا کرتے تھے، یونانی ناٹک ہمیشہ کھلے میدانوں میں ہوا کرتے تھے، یا ایسے اکھاڑوں میں ہوا کرتے تھے جن میں ناٹک کے علاوہ دوسرے کھیل بھی دکھائے جا سکتے تھے، مگر ہندوستانی ناٹکوں کی نمائش کے لئے اس زمانہ میں بھی تماشہ گاہیں بنی تھیں، یہ اختلاف صاف بتلا رہا ہے کہ ہمارے ناٹک کی پیدائش اور نشو و نما بالکل اپنے دیس کی ہے اور اپنے ارتقائی مدارج طے کرنے میں کسی غیر کی احسان مند نہیں،

بلکہ یونان خود ہندوستان کا مرہون منت ہے، ہم یہاں ایک ایسے ناٹک کا ذکر کرتے ہیں جو ہمارے قول کی تائید کرتا ہے، یہ ناٹک پرامی تھیس بونڈ ہے جس کا مصنف اسکائلس ہے، اس ناٹک کا نہ صرف پلاٹ بلکہ جا بجا نام اور مقام تک خاص ہندوستانی پائے جاتے ہیں اس کے ہیرو کا نام ٹھیٹھ سنسکرت ہے، یعنی پرامتھ جس کے معنی آگ پیدا کرنے کے آلہ کے ہیں۔

اگر اس کے پلاٹ پر غور کیا جائے تو اس نام کی وضاحت بہت آسان ہو جاتی ہے، اس یونانی تمثیل نگاروں کے ڈراموں میں جابجا جغرافیائی حالات و مقامات ایسے آئے ہیں جنکا پتہ یونان کے ملک میں نہیں چلتا مگر ہندوستان میں وہ بآسانی مل جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ہندوستانی ناٹک اپنے ارتقائی مدارج طے کرنے میں کسی دوسرے ملک کا احسان مند نہیں ہے

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا شاندار فلم

پریذیڈنٹ

ڈائرکٹر نیتن بوس

اداکار

سائیگل، کملیش کماری، لیلا دیسائی، نواب، جگدیش،
بکرم کپور، دیوبالا، پرتھوی راج، بکرم مہر،
گردھاری لال، الیاس
وغیرہ

افسانہ

انسانی دورِ حیات کا حقیقی ترجمان، کشمکش
زندگی کا عجیب حادثہ، دو نازک دلوں کی معصومانہ محبت اور پھر رقابت، ایک کا انقلاب آفریں ایثار ایسا ایثار جو
صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے

(بکنگ کا پتہ)

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
جنوبی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچینج ۵۔ آرمینین اسٹریٹ مدراس
شرقی ہند ——— ودیا سا فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ
مغربی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچینج تری بھون روڈ بمبئی ۴

اسٹیج سے متعلق

اداکار کے فرائض

جی۔ کے ہرجنی کے ایک مقالہ کا ترجمہ

دنیائے تمدن میں اسٹیج یا تمثیل کی پہلی کرن جو پھوٹی وہ قرون وسطی کے چرچ سے پھوٹی، اس کا مقصد یہ تھا کہ پبلک کی ذہنیت بلند کرنے کے لئے لوگوں کو وہ حقائق آنکھوں سے دکھائے جائیں جن کے حالات کتابوں کے ذریعہ پڑھائے جاتے ہیں، آہستہ آہستہ تمثیل کا مذاق پستی کی طرف مائل ہوا اور شخصی منصوبوں کی سطح پر آکر یہ ایجاد ٹھیر گئی، شکسپیر کا دور اسی کے بعد پیدا ہوا، اور موجودہ زمانہ کے اسٹیج میں بھی اس کے وہ ابتدائی اثرات باقی ہیں، بلاشبہ ہمارے تماشوں کی ایک کثیر تعداد اسی طرف اشارہ ہے۔

آج کل مسخرہ کا عنصر جو ایک جزو لازمی کی حیثیت سے تمثیل میں داخل کر دیا گیا ہے، اس نے تو ان خدمات عالیہ پر ایک ضرب کاری لگا دی ہے جن کی توقع تمثیل سے وابستہ ہو سکتی تھی۔

یہ کتنا نامناسب نہ ہوگا کہ اسٹیج پر بھی سرکس ہی کی وضع متحرک معلوم ہوتی ہے معقول اور بلند قسم کی موسیقی کے درمیان نہایت پست قسم کے عامیانہ موسیقی آجاتی ہے، اور سب سے زیادہ ہولناک بات تو یہ ہے کہ ایکٹرسیں بھی ایکٹروں کی دیکھا دیکھی بازاری قسم کے خصائل کا مظاہرہ کرنے لگتی ہیں۔

جب ہم لوگ کسی تھیٹر میں جاتے ہیں تو ہمارے لئے یہ کس قدر تکلیف دہ امر ہے کہ ہر دس منٹ کے بعد ہمارے دل میں یہ خیال آئے کہ اسٹیج پر جو حرکتیں کی جاتی ہیں ان سے نہایت پست اور بازاری قسم کے قہقہہ کی تحریک ہوتی ہے، اور اسے نہایت قابل اعتراض قسم کے اشاروں اور کنایوں کا تصور دماغ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، یہ صورت حال قطعاً بے محل ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ ہولناک اس وقت معلوم ہوتی ہے جب کہ یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ تماشا دیکھنے والوں میں ایسی معصوم صورتیں بھی ہیں جن کی فطرت کے پاکیزہ محرکات ان خرافات کو قبول کرنے کے عوض ان سے مجروح ہوتی ہیں

ایکٹروں کو یہ چیز اپنے دماغوں پر نقش کر لینی چاہیئے کہ وہ ایک اہمیت کے مالک ہیں چونکہ سماج میں اخلاقیات کی تصویر کا پیش کرنا بھی انہی کا فریضہ ہے، عوام کے مذاق کی مطابقت کرنا ایک اداکار یا آرٹسٹ کا فریضہ نہیں، اس کے ذمہ تو پبلک کو باخبر اور بلند معیار کرنا۔ جب کہ ایک ایکٹر اسٹیج پر عورت کو نہایت عامیانہ اور ذلیل طور پر نچاتا کوداتا ہے یا اپنے اعضاء کو ایسی حرکت دیتا ہے جس سے گری ہوئی سکنات کا اظہار ہوتا ہے اور جب وہ اخلاق کے حدود کو توڑ دیتا ہے اور اسٹیج کو اپنی بلندیوں سے اتار کر سرکس بنا دیتا ہے تو اس مبصر اور نقاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلح ہو کر سامنے آجائے اور اس کی بے راہ روی کو چیلنج کرے۔

بلاشبہ ہم کو بذلہ سنجی اور خوش مذاقی کی ضرورت ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اعضاء کو نامناسب طریقہ سے حرکت دیکر ذہنی سنجیدگی کے ساتھ دل کھول کر ہنسنا بھی ہمارے لئے ضروری ہے مگر اس کے لئے ایک ایکٹر اپنے جسم اور اعضاء کا ایک کارٹون بنائے یہ کہاں سے ضروری ہوا، اگر تماشہ بین اس کے متقاضی ہوں تو ایکٹر

کو (بشرطیکہ اسٹیج کا مقصد پبلک کی ذہنی تربیت ہو) صاف انکار کر دینا چاہئے اور پبلک کے مذاق ظرافت کو پستی سے بلند کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، بلند قسم کی ظرافت کا عادی بنانا ان کا فریضہ ہے، یہ ظرافت دماغ کے لئے زیادہ مفید ہوگی، نازک لطافتوں کی حامل ہونے کی وجہ سے تماشائیوں کے لئے ایک نئی لذت کا دروازہ کھولدیگی۔ اگر یہی مقصد رکھا گیا تو ہم امید کرتے ہیں کہ اداکار پبلک میں صحیح دلچسپی بھی پیدا کر سکیں گے اور خود بھی کھیل سے بوجہ کمال لطف اندوز ہو سکیں گے اور رفتہ رفتہ ترقی کر کے مشاہیر شعرا و ادبا کے ان شاہکار ڈراموں کو اسٹیج پر لا سکیں گے جن کے ہر لفظ کے پیچھے ایک دماغ پوشیدہ ہوتا ہے۔

ایسے دن تاریخ تمثیل میں آچکے ہیں اور وہ اس وقت جب شکسپیر فورڈ، بمانت، بکچر، اور شیریڈن کے ڈرامے اس لئے اسٹیج پر نہیں لائے گئے کہ گیلریاں ان کی یبنی سننی اور تمسخر سے خوش کیجائیں، بلکہ اسلئے ان کے دماغ کی ایسی تربیت کی جائے کہ الفاظ خیال اور کردار میں ان کا معیار حسن و لطافت بلند کیا جائے اور بہت زیادہ لطیف اور بلند قسم کی زندگی ان کے لئے مہیا کر دی جائے۔

اداکار کے فرائض کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کو اچھائی اور جمال ظرافت اور صلاحیت فکر کا ایک نمونہ بننا چاہئے تاکہ جب وہ دلچسپی کا سرمایہ فراہم کرے تو ان میں دیکھنے والوں کے لئے سبق بھی مضمر ہو اور اس طرح دلچسپی اور فہم دونوں ہی کا معیار بلند ہو سکے۔

(مترجمہ مسعود)

دستور العمل

عکاس کی قیمت چھ پیسے فی کاپی ہے، جو لوگ مستقل طور سے پرچہ بذریعہ ڈاک منگوانا چاہیں اسی حساب سے قیمت منی آرڈر کریں، وی پی سے عکاس روانہ نہیں کیا جائیگا، اور نہ کوئی صاحب وی پی کی فرمائش کر کے اپنے خط کے پیسے ضایع کریں، عکاس جس ماہ میں شایع ہوگا اس ماہ کے چھ پیسے محفوظ رہیں گے اور عکاس کی ہر روانگی کے بعد چھ پیسے آپ کی جمع شدہ رقم سے (جو کہ درج رجسٹر رہتی ہے) وضع کر لئے جائیں گے دفتر سے صرف ان خطوط کا جواب دیا جاتا ہے جو جوابی ہوتے ہیں یا ٹکٹ جواب کیلئے ان میں آتا ہے، نمونہ مفت طلب کرنے والے خط لکھکر اپنے پیسے ضایع نہ کریں، نمونہ صرف اسی صورت میں روانہ ہوگا جبکہ چھ پیسے کے ٹکٹ روانہ کئے جائیں، عکاس میں صرف معیاری مضامین کو جگہ دیجاتی ہے، غیر معیاری مضامین ردی کی ٹوکری میں پھینک دیئے جاتے ہیں، یا اگر مضمون نگار صاحب واپسی مضمون کیلئے ٹکٹ روانہ کریں تو واپس کر دیا جاتا ہے، امید ہے کہ ناظرین سطور بالا پر توجہ کریں گے اور فضول خط و کتابت کر کے وقت ضایع نہ کریں گے۔

ایجنسی لینے والے حضرات کو چاہئے کہ جس قدر کاپیاں مطلوب ہوں ان کی قیمت (بعد وضع کمیشن پچیس فیصدی) پیشگی روانہ فرمائیں، اس کے علاوہ کوئی صورت منظور نہیں کیجائیگی اور نہ جوابی خط آئے بغیر جواب دیا جائیگا۔

"منیجر عکاس" اے اودھر متلہ اسٹریٹ کلکتہ

N
or

HA
ineer

Mr. P. N. ROY
Production Chief

Mr. B. N. SIRCAR
The Guiding Star
of
NEW THEATRES

Mr S. SANYAL
Propaganda Officer

Mr. B. C. BURAL
Floor-in-Charge

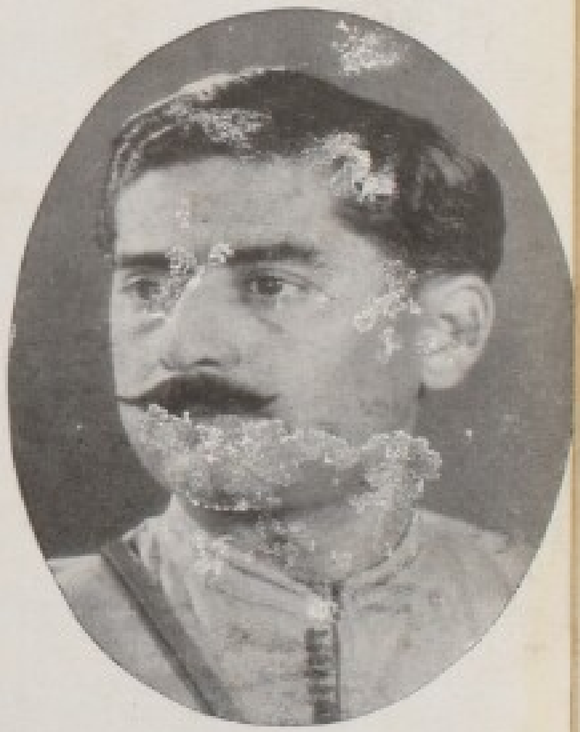

Mr S. GANGULY
Laboratory chief

LPED TO MAKE VIDYAPATI GREAT

Mr. BOSE
Sound Engineer

Mr. S. SEN
Art Director

Mr. P. N. RO
Production

Mr. YUSUF MULJI
Cameraman

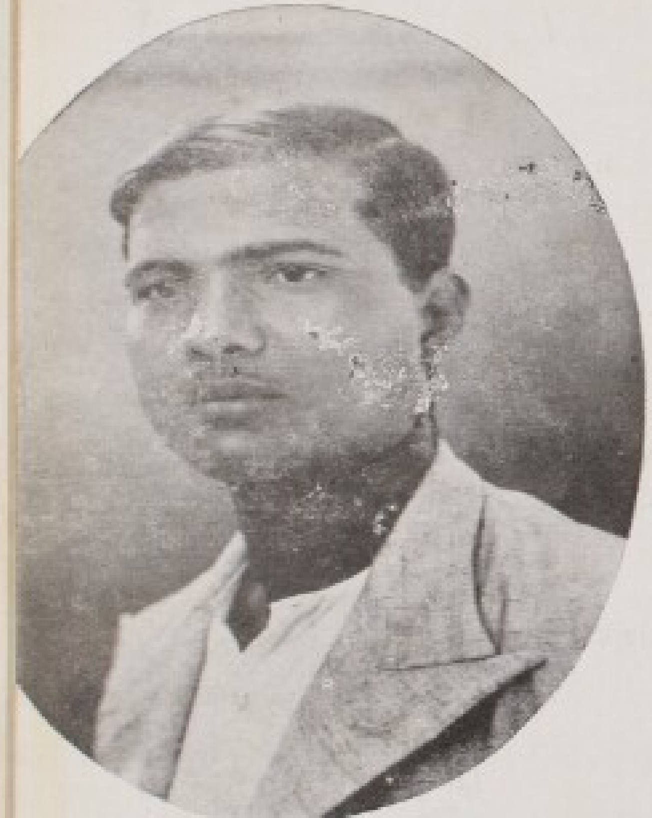

Mr. S. MITTER
Editor

Mr. P. SINHA
Electrical Engineer

Mr. B. C. BUR
Floor-in-Cha

THOSE THAT HELPED TO MAKE V

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا تیار کردہ

وِدیاپتی

ڈائرکٹر دیوکی بوس

رینک پروڈکشن

آداکار

کانن بالا، چھایا دیوی، رام پیاری، پہاڑی سانیال، پرتھوی راج، نیمو، محمد اسحاق، کے۔سی۔ڈے، وید، کدار

ایک جلیل القدر شاعر کا رومانوی دور حیات

صدیوں پہلے کا تاریخی واقعہ

جس میں

آج بھی زندگی ہے

وِدیاپتی

سنسنی، حیرت، دلکشی، رنگینی، سوز و ساز

اور

محبت کی ایک دنیا لئے ہوئے ہے،

بکنگ کا پتہ

انڈیا فلم بورو — دہلی — لاہور — کراچی — پشاور

احساسِ گناہ

از جناب حکمت اللہ خانصاحب آلہ آبادی

گرمیوں کے دن ستم، اسپر شدت کی دھوپ غضب، اور اسپر پہاڑی چٹانوں پر چلنا اور قیامت، ہم صبح سے ایک زخمی ہرن کے پیچھے دوڑتے دوڑتے تھک گئے مگر وہ ہاتھ نہ آیا، ساتھی بچھڑ کر پیچھے رہ گئے تھے، صرف معین ساتھ تھا، پیاس کی شدت سے جان پر بنی تھی، پانی کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑنے لگے، دو پہاڑی کے دامن میں صاف وشفاف پانی کا چشمہ دکھائی دیا، دوڑتے ہوئے وہاں پہونچے، یہاں کے مناظر نہایت دلچسپ وسہانے تھے، چشمہ کی اٹھتی بیٹھتی موجوں میں ایک عجیب نغمہ پیدا تھا، خاموش وساکت فضا کے اندر ہنگامہ سرور محض تھا جیسے چشمہ کی روانی اپنے دلاویز ترنم میں ظاہر کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، سرمست ہوا کے ہلکے ہلکے جھوکوں میں خودرو جنگلی درختوں کی ہری ہری گلپوش شاخیں معشوقانہ انداز کا پہلو لئے ہوئے لچک رہی تھیں، ہم لوگ گرد وپیش کے مناظر کی طرف توجہ کئے بغیر ایک پتھر کے ٹکڑے پر بیٹھکر پانی پینا چاہتے تھے کہ سناٹے میں آگئے، کوئی عجیب ترنم آمیز لہجہ میں گنگنا رہا تھا،

"سکھی ری پیا بن نہیں آئے چین"

ہم حیران وپریشان ادھر ادھر تکنے لگے، یہ سریلی آواز جس نے صحرا میں ایک غیر فانی اثر کی لہر دوڑا دی تھی، کہیں قریب ہی سے آتی معلوم ہوتی تھی، دفعتہً معین نے آہستہ سے میرا شانہ ہلاکر ایک جانب اشارہ کیا، میں دم بخود رہ گیا۔

ایک مست شباب دوشیزہ چشمہ کے کنارہ ایک درخت کی لمبی قوس نما شاخ پر بیٹھی ہوئی عجیب محویت کے عالم میں گنگنا رہی تھی، اس کی کالے کالے نرم دوراز گیسو دوش پر بکھرے ہوئے تھے، اور نرم ٹھنڈی ہوا کے جھونکے ان کو چھیڑ چھیڑ کر ہوا میں لہرا رہے تھے، چاند سے مکھڑے پر شباب کی سرخی جھلک رہی تھی، دوشیزہ پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری تھی وہ محویت کے عالم میں بار بار یہ مصرع دہرا رہی تھی۔

سکھی ری پیا بن نہیں آئے چین

اف! کس غضب کی موثر آواز تھی، لہجہ میں کس بلا کی کشش تھی کہ ہم کلیجہ تھام کر رہ گئے، دل پر ایک کیفیت طاری ہو گئی، اب ہمارے دلوں میں شکار کا کوئی حوصلہ باقی نہ رہا اور نہ ٹھنڈے پانی سے حلق تر کرنے کی ہوس، ہم آئینہ وار حیران اس حور لقا کی طرف ٹکٹکی باندھے کھڑے تھے، اس کے چہرہ سے حزن وملال کے آثار ہویدا اور لباس سے شان سوگواری پیدا تھی، یکایک اس نے گردن اٹھائی اور گرد وپیش ایک مایوسانہ نگاہ ڈالکر عجیب دردانگیز آواز میں پھر وہی مصرع دہرایا۔ ع

سکھی ری پیا بن نہیں آئے چین

اور ایک آہ پر درد کھینچکر خاموش ہو گئی، ہم قریب ہی پتھر کی مانند ساکت وصامت کھڑے تھے، دل تھام کر رہ گئے، اس کی دلسوز آواز اس بات کا صاف پتہ دیتی تھی کہ اس کے سینہ میں بلا کا سوز وگداز بھرا ہے میں سلسلۂ گفتگو شروع کرنا چاہتا تھا مگر جرارت نہ ہوتی تھی، یکایک اس سوگوار پری نے اپنی پرنم آنکھوں کو جنبش دی، میری نگاہ میں خیرگی پیدا ہو گئی، بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ دو بجلیاں نظروں کے سامنے کوند گئیں، اس نے چونک کر حسرت بھرے لہجہ میں کہا "آہ! کون ہو؟ کیا اس ویرانے میں بھی مجھ کمبخت کو چین نہیں مل سکتا؟"

معین نے جواب دینا چاہا مگر زبان لڑکھڑا گئی، آخر میں نے لکنت کرتے ہوئے کہا "تم کون ہو؟ اور کیوں اس بیابان میں......؟

میرے اس سوال پر ستم رسیدہ نے ایک سرد آہ بھری اور بغیر کچھ جواب دیئے درخت سے کود پڑی اور دیوانہ وار چشمہ کی طرف دوڑی گئی، ہم اسکی یہ حالت دیکھ کر بیقرار ہو گئے، معین نے لپک کر اس کے سد راہ ہونے کی کوشش کی، مگر افسوس اس کے پہونچنے سے قبل مظلومہ کو ایک پتھر کی ٹھوکر لگی اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑی اور بیہوش ہو گئی، ہم اسے جوں توں ہاں سے اٹھا کر اپنی کار میں شہر کے ہسپتال میں لے آئے، اس کے سر میں سخت چوٹ آئی تھی، اس دن اور اس رات اسے ہوش نہ رہا دوسرے دن جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اسے شدت کا بخار چڑھا تھا، نرس نے فوراً حلق میں دوا ٹپکائی، پھر اس نے بولنے کی کوشش کی مگر چند مہمل اور بے جوڑ الفاظ سے زائد نہ بول سکی، کمزوری اسے حد درجہ تھی، وہ پھر خاموش ہو گئی۔

آخر کار چوتھے روز مریضہ کی حالت کچھ سنبھل گئی، اس نے اٹھانے کے لئے کہا، میں نے تکیوں کے بل بٹھا دیا، نرس نے پھر ایک خوراک دوا پلا دی، مریضہ نے نحیف آواز میں کہا "میں کہاں ہوں"؟

میں نے کہا "گھبراؤ نہیں" "تم محفوظ جگہ میں ہو، ہم لوگ شکار کھیلنے گئے تھے، تم دوڑتی ہوئی گر پڑی تھیں، اور بیہوش ہو گئی تھیں" اسلئے تم کو یہاں لے آئے ہیں، اور اب تم کو آرام ہے،

مریضہ نے مسکرا کر مایوسانہ انداز میں کہا "آرام! واہ!! اب تو مجھے یہ گنگا ماتا کی گود میں ملیگا"

میں نے اور گفتگو کرنا مناسب نہ سمجھا۔

دوسرے دن مریضہ کی طبیعت کچھ اور بحال ہو گئی، چہرے سے بشاشت کے آثار صاف نمایاں تھے، ڈاکٹر بھی کہہ گیا تھا کہ اب یہ بہت جلد تندرست ہو جائے گی۔

میں نے کہا "کیا تم اپنے بارہ میں ہمیں کچھ بتا سکتی ہو؟"

مریضہ نے جواباً کہا "میری دکھ بھری داستان سنکر آپ کیا کریں گے، وہ کہنے یا سننے کے لائق نہیں، ناحق آپ کو صدمہ ہوگا، آپ لوگ بڑے دیالو ہیں، ایشور آپ کو سکھ اور چین دے"

میں نے کہا "ہمیں تم سے ہمدردی ہے، اس لئے تمھارے مختصر حالات جاننا چاہتے ہیں اور پھر اس کا کیا، دنیا میں جہاں سکھ ہے، وہاں دکھ بھی ہے انسان کو دونوں ہی سے واسطہ رہتا ہے۔

دفعتہً مریضہ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں، اس نے ایک سرد آہ کھینچی "اچھا" اور پھر رک رک کر کہنا شروع کیا:-

ایک دن صبح سہانا وقت تھا، ٹھنڈی ہوا کے خوشگوار ہلکے ہلکے جھونکے چل رہے تھے، کرن اپنی چھوٹی سی کشتی میں دریا کی سیر کرتا پھر رہا تھا، میں قدم بڑھائے کنارہ کی طرف چلی آرہی تھی، کرن نے فوراً کشتی کنارے کی طرف پھیر دی، میں کنارہ پر آکر رک گئی، کرن کے چہرے سے خوشی کے آثار نمایاں تھے، اس نے بڑھکر کہا "موہنی! کیا پار جانا ہے؟" میں نے بغیر کرن کی طرف دیکھے ہوئے جواب دیا "نہیں! اپنے گھر، میں یہاں ماتا جی کی دوا لینے آئی تھی۔

کرن بولا "مگر ادھر کی کشتی تو جا چکی، آؤ، میری کشتی میں بیٹھ لو، میں پہونچا دوں"

میں نے اپنے ہاتھ کے چار پیسے اس کی طرف بڑھا کر سادگی سے کہا "میرے پاس یہ چار پیسے ہیں، اگر قبول کرو"

وہ، (ہنسکر) کیا کرایہ کے لئے؟

میں۔ ہاں

وہ تو کیا میں کشتی کرایہ پر چلاتا ہوں؟

میں۔ یہ چلاتے ہو، لیکن میں تو برابر کرایہ دیکر جاتی ہوں،

وہ (متاثر ہوکر) مگر میں ان پیسوں کا کیا کرونگا؟

میں۔ جو جی میں آئے ہاں مفت نہ جاؤں گی۔

کرن میرے مزاج سے بخوبی واقف تھا، وہ سمجھ گیا کہ اصرار کرنا مناسب نہیں، اگر میں ناخوش ہوگئی تو ہرگز کشتی میں نہ بیٹھوں گی، اس نے میرے ہاتھ سے پیسے لے لئے اور کب کشتی کنارہ سے دور ہوگئی تو ان کو دریا میں ڈالکر مسکراتا ہوا بولا، ”لو تمہاری بھینٹ گنگا ماتا نے قبول کرلی“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش سر جھکائے بیٹھی رہی، اس وقت فضا نہایت پرسکون تھی، سورج ابھی نکلا تھا، چاروں طرف تروتازگی پھیلی ہوئی تھی، صاف و شفاف دریا کی ہلکی ہلکی موجیں کشتی سے ٹکرا ٹکرا کر ایک عجیب نغمہ پیدا کر رہی تھیں، کرن نے پھر دبی زبان میں کہا:-

”موہنی! ایک بات پوچھوں جواب دو گی“

اس کے اس سوال پر میں اس طرح نظر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی گویا میں اس کی بات سننے کے لئے مستعد ہوں۔

وہ۔ تمہاری شادی کے بارے میں کیا ہوا؟ سنا ہے تم نے انکار کر دیا؟

میں۔ (ترش رو ہوکر) تمہیں اس سے کیا غرض؟

وہ۔ کچھ نہیں یونہی پوچھتا ہوں۔

میں۔ (بہت ہی خشک لہجہ میں) میں اس کا جواب نہیں دے سکتی۔

کرن نے اس پر ٹھنڈی سانس بھری اور پھر خاموشی چھا گئی، کشتی آہستہ آہستہ چلی جا رہی تھی، کرن کی نظریں میرے چہرہ پر جمی تھیں، مگر میں نہایت بے پروائی کے ساتھ کشتی کے کنارہ پر بیٹھی دریا کی منتشر موجوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی، میرا چہرہ کسی قدر جھکا ہوا تھا، میں اپنا ہاتھ نیچا کرکے پانی سے کھیلتی جا رہی تھی، گویا میں کرن کی موجودگی سے بالکل بے خبر تھی اور سمجھتی تھی کہ میں تنہا کشتی میں سفر کر رہی ہوں، کرن نے پھر کہنا شروع کیا۔

”لوگ کہتے ہیں تم نے برا کیا جو گوپال کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا، وہ تمہارا دلدادہ تھا“

میں فوراً ہاتھ کا پانی دریا میں الٹ کر تیزی سے کرن کی طرف گھوم گئی اور تیور بدل کر بولی ”کون لوگ کہتے ہیں“

وہ۔ سب گاؤں والے اور کون۔

میں (غصہ سے لال پیلی ہوکر) گاؤں والے میرے معاملہ میں کیوں دخل دیتے ہیں؟ انہیں کیا مطلب۔ میرا جو جی چاہتا ہے کرتی ہوں۔

وہ۔ نہیں موہنی! دنیا میں انسان کو انسان سے تعلق ہوتا ہے، اور ایک دوسرے کے معاملہ میں بولتا ہی ہے۔

میں۔ مگر میں نہیں چاہتی کہ کوئی میرے معاملہ میں بولے یا دخل دے۔

وہ۔ تم نہ چاہو مگر تم بات ایسی انوکھی کر رہی ہو کہ لوگ بولیں گے اور ضرور بولیں گے، تم کسی کی زبان نہیں روک سکتیں۔

میں (خفگی سے) ہرگز نہیں، میں بلاسبب لوگوں کی چہ میگوئیاں نہیں سن سکتی خصوصاً جبکہ میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ عمر بھر کنواری رہوں گی، مرتے دم تک کسی مرد کو اپنا شوہر نہ بناؤں گی، نہ گوپال کو اور نہ کسی اور کو۔

وہ۔ یہ نہ کہو موہنی! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، مانا ابھی تمہارا ایسا خیال ہے اور اپنی ضد کے آگے کسی کی سماعت نہیں کرتیں، لیکن آج نہیں تو کل ایسا وقت ضرور آئیگا جب تم کو اپنے خیالات بدلنے پڑیں گے اور گوپال نہ سہی کسی نہ کسی انسان سے شادی کرنی ہی پڑیگی۔

میں (متانت سے) اونہہ! کون جانتا ہے کل کیا ہوگا۔ مگر اب تو میں اپنی بات پر اڑی ہوں۔

وہ۔ فضول ہے، تم بچوں کی سی باتیں کرتی ہو، کیا سب مرد تمہارے پتا کی طرح جنونی اور غصہ ور ہوتے ہیں؟ کیا سب ہی اپنی بیویوں کو مارتے اور ان پر بیجا ظلم کرتے ہیں۔

میں (چونک کر) یہ تم سے کس نے کہا۔

وہ (مسکرا کر) تمہاری ماتا جی نے۔

میں۔ جھوٹ بالکل جھوٹ، وہ تمھیں جانتی تک نہیں۔

وہ (اسی طرح مسکراتے ہوئے) یہ تم خیال کرتی ہو مگر وہ مجھے کتنی ہی

مرتہوں چکی ہیں۔

میں (جھنجھلا کر) اسے کیا غرض جو تم سے ملی ہوگی۔

وہ۔ (شرمندہ ہو کر) ٹھیک ہے موہنی! میں خود ان سے ملا تھا۔

میں۔ کیوں؟

وہ۔ (ہچکچاتے ہوئے) کیونکہ... میں.......

یکبارگی کرن کی آواز پھنس گئی اور وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا، میں اسے معنی خیز نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

میں۔ سمجھتی ہوں کرن! لیکن تمھاری فکر فضول ہے، میں تمہیں بھی اپنا شوہر بنانا نہیں چاہتی۔

وہ۔ (مایوسی سے) یہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں، لیکن موہنی! دنیا میں ایسے نیک اور شریف انسان بھی ہیں جو اپنی بیویوں کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے اور پیار کرتے ہیں، ان کی خوش نصیب بیویاں ان کے ساتھ عیش و آرام سے زندگی بسر کرتی ہیں۔

میں۔ میں نہیں مانتی، مرد بڑے مطلبی اور خود غرض ہوتے ہیں، ان کے کسی فعل کا اعتبار نہیں، وہ جس عورت کو مارتے پیٹتے اور ستاتے ہیں اسی کو پیار بھی کرتے ہیں، میری ماں کا حال کسی کو کیا معلوم، اسکو پتاجی سے بلا کی محبت تھی، وہ اسے دیوتا سمان مانتی تھی اور دل سے اس کی پوجا کرتی تھی مگر اس بیرحم نے کبھی اس کی پروا نہ کی، وہ بات بات پر اسے مارتا، ستاتا اور تکلیف دیتا رہتا تھا، وہ عجیب جنون کی حالت میں گھر آتا تھا، میں اسے دیکھ کر کانپ اٹھتی تھی مگر ماں کو مطلق پریشانی نہ ہوتی تھی، وہ نہایت اطمینان سے اٹھ کر اس کے قریب جاتی، اس کے چرن چوم کر اس کے ہاتھ سے چھڑی اور چھاتا لے لیتی اور پھر کپڑے اتارنے میں مدد کرتی، لیکن وہ اسے مارنا شروع کر دیتا تھا، آہ! اس وقت میرا دل دکھ جاتا، میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے تھے، میں دوڑ کر اس کے ہاتھ پکڑ لیتی تھی، مگر وہ مجھے بھی دھکا دیدیتا تھا، میں فرش پر گر پڑتی تھی اور اپنا منہ ہاتھوں سے چھپا کر اندر ہی اندر رویا کرتی تھی۔ لیکن ذرا دیر بعد جب وہ پھر کام پر جانیکو ہوتا اور ماں اسے انگرکھا پہنانے لگتی تو اسے نہ معلوم کیا خیال آتا کہ وہ اسے اپنی طرف کھینچکر پیار کر لیتا اور سینہ سے لگا کر اس زور سے کہ وہ غریب چیخ اٹھتی، آہ! یہ سب تھا مگر ماں نے پتاجی کے خلاف کبھی ایک لفظ نہیں کہا اور نہ کبھی اس کا شکوہ کیا بلکہ وہ مجھے بھی تاکید کرتی رہتی تھی کہ کسی سے ذکر نہ کروں۔

افسوس پتاجی کے مرنے کے بعد بھی وہ انہیں نہیں بھولتی، وہ انہی کی یاد میں گھلی جا رہی ہے۔

دفعتہً مریضہ کے چہرہ پر غم کی گھٹا چھا گئی، اس کی آنکھیں پر آب ہو گئیں لیکن ذرا دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے پھر کہنا شروع کیا۔

میری اس بات پر کرن نے متاثر لہجہ میں کہا، "واقعی تمہاری ماتاجی بہت رحمدل اور شریف ہیں، انہوں نے تمھارے پتا کو معاف کر دیا اسی طرح تم بھی انہیں معاف کر دو، گذری باتوں کو یاد کر کر کے غم بڑھانے سے کیا فائدہ؟

میں۔ (پر جوش لہجہ میں) نہیں میرا دل ان باتوں کو کبھی نہیں بھول سکتا اسی لئے میں نے ساری عمر کنواری رہنے کا ارادہ کر لیا ہے، میں کسی مرد کی لونڈی نہیں بن سکتی، میں کسی کے ظلم و ستم نہیں سہ سکتی، میں یہ بھی گوارا نہیں کر سکتی کہ کوئی مجھے پہلے مارے اور پھر پیار کرے۔

وہ۔ (مسکرا کر) تمھارے پتا بہت سخت دل تھے، انہوں نے تمھاری ماتا کی محبت کی قدر نہ کی۔ ورنہ.......

میں (قطع کلام کر کے) اف محبت! محبت بھی کیا بلا ہے، اسی محبت نے تو ماتاجی کو اور زیر کر دیا تھا، وہ گھٹ گھٹ کر رہتی تھی مگر زبان سے کچھ نہ کہتی تھی، محبت نے جیسے اس کی زبان بند کر دی تھی، میں محبت کے نام سے کانپ اٹھتی ہوں، میں ایسی محبت کی قائل نہیں، جو انسان کو مصیبت میں پھنسا دیتی ہے۔

وہ۔ موہنی! تمہیں کیا معلوم کہ محبت کیسی لطیف شئ ہے، کاش تمکو کسی سے محبت ہو جاتی۔

میں۔ (پہلو بدلکر) بس بہت ہوا کرن! کاش میں جانتی کہ تم مجھے اپنی کشتی میں لاکر ایسا پریشان کروگے تو تمہاری کشتی سونے کی ہو جاتی تو بھی میں اس میں قدم نہ رکھتی۔

وہ۔ ایسا خیال مت کرو موہنی! میں تمہیں پریشان نہیں کر رہا ہوں، تم خود اپنی باتوں میں الجھ کر پریشان ہو رہی ہو۔

میں۔ (سختی سے) ہوگا، تمہیں میری باتوں سے مطلب کیا، خاموش بیٹھو نا!

وہ۔ ہر گز نہیں موہنی! مجھے آج کوئی خاموش نہیں کر سکتا، میں بولوں گا اور جی بھر کر بولونگا، میری توقع کے بالکل خلاف آج مجھے یہ نادر موقع تم سے باتیں کرنے کا ملا ہے، میں اسے ضایع نہیں کر سکتا۔

میں۔ (بیرخی سے) مگر میں تم سے بات کرنا نہیں چاہتی۔

وہ۔ لیکن موہنی! تمہیں آج بات کرنی ہوگی۔

میں۔ کیا زبردستی؟

وہ۔ ہاں زبردستی۔

میں۔ کیا اس لئے کہ میں اکیلی ہوں اور تم مجھے ڈرا دھمکا سکتے ہو۔

وہ۔ نہیں، اس لئے کہ اب میرے صبر کا پیالہ لبریز ہو چکا، مجھ سے اب تمہاری بیرخی برداشت نہیں ہو سکتی۔

میں۔ لیکن تمہیں معلوم ہے کہ موہنی ایسی باتوں کی طرف دھیان نہیں دیتی

وہ۔ معلوم ہے، لیکن موہنی! مجھ پر بھروسہ کرو، میں تمہارے پتا کی طرح ظالم و سنگدل نہیں ہوں۔

میں۔ (بے پروائی کے انداز میں) ایشور جانے، مگر تمہاری نظریں بالکل ویسی ہی ہیں جیسی پتا جی کی اس وقت ہو جایا کرتی تھیں جب وہ ماتا جی کی خوشامد کرتے تھے، میں ایسی نظروں سے بہت ڈرتی ہوں، پرماتما کے لئے مجھے تنگ نہ کرو۔

کرن خاموش ہو گیا، وہ نہایت ہنس مکھ اور خوشدل جوان تھا، مگر اسوقت اس کا دل اداس ہو گیا، چہرہ پر زردی چھا گئی اس کے ہاتھ دھیمے ہو گئے کشتی آہستہ چلنے لگی، شاید وہ تھکن محسوس کرنے لگا، اس کے ہاتھ شل ہو گئے تھے، وہ انتہائے شوق میں اتنی دور ناؤ کھیتا چلا آیا تھا ورنہ وہ اس کا عادی نہ تھا، محض تفریح کے خیال سے کشتی چلایا کرتا تھا۔

کشتی گھاٹ سے بہت دور نکل گئی، گاؤں بھی نظر سے اوجھل ہو گیا گرد و پیش کوئی اور کشتی نظر نہ آتی تھی، کرن نے چاروں طرف نظر گھما کر دیکھا عجیب سناٹا طاری تھا، اس کے تیور بدل گئے، چہرہ پر غیر معمولی سرخی دوڑ گئی، یکایک اس نے ڈانڈ سے ہاتھ اٹھا لیا، میں نے اس کی طرف غور سے دیکھا مگر خاموش رہی، کرن نے بلند آواز میں کہا:۔

وہ۔ بہت کھیل ہو چکا موہنی! اب میرا دل بیٹھا جا رہا ہے، اب فیصلہ ہونا چاہئے، تم کہتی ہو تمہیں میری کوئی پروا نہیں، تم کو مجھ سے محبت نہیں۔ حالانکہ ایک زمانہ سے میں تمہارا دلدادہ ہوں، تمہاری محبت میں دیوانہ ہوں اب مجھ سے تمہاری حقارت اور بے پروائی برداشت نہیں ہو سکتی۔

کرن کی زبان سے یہ کلمات سنکر میں کچھ متاثر ہوئی، میں نے اسکی طرف نظر اٹھا کر تمسخرانہ انداز میں مسکرا دیا، کرن یہ دیکھکر جیسے پاگل ہو گیا، اس نے جوش میں آکر کہا "موہنی! تم ہنستی ہو، میری باتوں پر، گویا یہ باتیں سب فضول ہیں۔"

میں۔ تم پاگل ہو جاؤ تو میں کیا کروں۔

یکایک کرن کشتی میں کھڑا ہو گیا، کشتی ڈگ مگ کرنے لگی، وہ بولا "قسم کھا کر کہتا ہوں، میری دیوانگی رنگ لائے بغیر نہ رہے گی، میں مروں گا مگر کچھ گل کھلا کر۔

میں۔ (تیوری چڑھا کر) فضول ہے، جاؤ جو جی میں آوے کرو، میں تمہاری دھمکیوں سے ڈرنے والی نہیں۔

کرن طیش میں آگیا، اس کا سارا بدن کانپنے لگا، اس نے سخت لہجہ

میں نے کہا ’’موہنی! بھولو نہیں، اس وقت تم میرے بس میں ہو‘‘

ذرا دیر میں نے اس کا کوئی جواب نہیں نہ دیا، میں خاموش تھی مگر غصہ سے میرا ابھی برا حال تھا، پھر میں نے حرارت آمیز نگاہ سے کرن کو گھور کر اطمینانی لہجہ میں کہا:۔

’’لو میں موجود ہوں، ہمت ہو تو مار ڈالو‘‘

وہ۔ (چلا کر بھرائی ہوئی آواز میں) ہاں ہاں گھبراؤ نہیں، گنگا ماتا کے چرنوں میں ہم دونوں کے لئے جگہ ہے۔

کرن نے یہ جملہ نہایت حسرت سے کہا، اس کا چہرہ تمتما اٹھا، اور کچھ دیوانوں کی سی کیفیت ہوگئی، اس نے پھر کہا۔

ہم دونوں کو ساتھ چلنا چاہئے، ابھی اور اسی وقت۔

یہ کہکر وہ بڑی تیزی سے میری طرف جھپٹا اور مجھے اٹھا لینا چاہا، مگر میں کب اس کے قابو میں آنے والی تھی، ایک خونخوار شیرنی کی طرح اس کی کمر سے لپٹ گئی اور پھر جب میرا ہاتھ ڈھیلا ہوا تو اس زور کا تھپڑ اس کے رخسار پر مارا کہ وہ جیسے چوندھیا گیا، اور فوراً ہی مجھے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا، اس کے رخسار پر میری انگلیوں کے گہرے نشان بن گئے، جن میں خون آکر جم گیا تھا، وہ اپنی چوٹ پر ہاتھ رکھے سر جھکائے کھڑا تھا۔

ہا! ہا۔ ہا، میں قہقہہ لگا کر ہنسی۔ ’’کیوں تیرے بس میں ہوں‘‘ پھر جوش میں چلائی ’’کیوں اب تو معلوم ہوا کہ مرد کتنے بے غیرت اور ظالم ہوتے ہیں‘‘

کرن نے کوئی جواب نہ دیا، خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھکر کشتی کھینے لگا مگر بار بار چوٹ کو سہلاتا جاتا تھا۔

میں نے پھر طنزیہ کہا:۔ کیا بہت سوزش ہو رہی ہے؟

میرے اس فقرہ نے اس کے دل پر نہ معلوم کیا اثر کیا کہ بیساختہ جھر جھر آنکھوں سے آنسو بہ نکلے، مگر وہ پوری طاقت سے کشتی چلا رہا تھا، میں نے اپنا کپڑا جس میں روئی باندھ کر لائی تھی اس کی طرف پھینک کر کہا

’’یہ لو آنسو پونچھ ڈالو‘‘

کرن نے بغیر میری طرف دیکھے سر ہلا کر انکار کر دیا، اس کے آنسو کے قطرے گر گر کر برابر کشتی کے فرش کو تر کر رہے تھے، یہ میں نہیں کہ سکتی کہ میں نے ایسا کیوں کیا، مگر تھوڑی دیر میں میں اپنی جگہ سے اٹھکر اس کے سامنے بیٹھ گئی اور اپنے کپڑے سے اس کے آنسو پونچھنے لگی، حالانکہ اسے یہ ہرگز منظور نہ تھا اور وہ بار بار میرا ہاتھ روک دیتا تھا، اس کی نگاہیں بدستور کشتی کے فرش پر جمی تھیں مگر میں اس کے چہرہ کو دیکھ رہی تھی جس پر ندامت کے پھیکے رنگ نے ایک عجیب مردنی سی چھا دی تھی۔

ہم دونوں ایک دوسرے کے جذبات سے بیخبر خاموش بیٹھے تھے، کشتی تیزی سے کنارہ کے رخ چلی جا رہی تھی، تھوڑی دیر میں گھاٹ آگیا، کرن نے ناؤ کنارے لگا دی، میں اپنے کپڑے سمیٹ کر اتر پڑی، کرن بھی اتر آیا، مگر اس کی نظریں اب بھی جھکی ہوئی تھیں، وہ اس طرح سر جھکائے میرے سامنا کھڑا تھا، جیسے ملزم حاکم کے روبرو کھڑا رہتا ہے، چند لحظہ تک میں ایک نا معلوم کشش کی بنا پر اسے کھڑی دیکھا کی پھر اپنی پوٹلی بغل میں دبا کر گھر کی طرف چلنے لگی۔ کرن نے نہایت حسرت سے میری طرف دیکھا، مگر نگاہ چار ہوتے ہی پھر نگاہیں نیچی ہوگئیں، میں اس کی بات سے جیسے خوش ہوگئی، میں نے گھومکر مسکراتے ہوئے کہا

رام، رام!

رام، رام!! کرن نے بھی میری طرف نظر اٹھائے بغیر کہا، اور میں اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئی، لیکن ابھی کچھ ہی دیر چلنے پائی تھی کہ۔۔۔۔۔۔۔

’’ذرا پانی‘‘ موہنی کی آواز رک گئی اور سانس پھنس پھنس کر آنے لگی، میں نے فوراً گلاس میں سوڈا اور دودھ انڈیلکر دیا، اس نے دو گھونٹ پی کر حلق تر کیا، اور پھر بڑی مشکل سے اپنے جذبات پر قابو حاصل کر کے کہنا شروع کیا:۔

لیکن ابھی میں کچھ ہی دور چلنے پائی تھی کہ چھم سے کسی کے پانی میں کودنے کی آواز آئی، میں نے چونک کر دیکھا تو کرن پانی میں غوطہ کھا رہا تھا

میں دوڑ کر کنارے پر آئی، وہ پانی میں غائب ہو گیا، میں اس کے غرق ہونے کے خوف سے سناٹے میں آگئی، میں بت بنی کھڑی تھی، دماغ معطل ہو گیا تھا کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی، آخر کار جب حواس بجا ہوئے تو مدد کے لئے زور زور سے چلانے لگی، مگر افسوس اس وقت میری آواز سننے والا کوئی نہ تھا، تھک کر کرن کی کشتی میں آگئی جو کنارہ لگی تھی، اور پوری قوت سے اسے اس کی طرف کھیلی، میری آنکھیں پانی میں اسی جگہ جمی تھیں جہاں وہ غائب ہوا تھا، یکایک وہ ایک مرتبہ پھر نمودار ہوا، میں بڑی تیزی سے بڑھکر اس کے قریب پہونچی اور زور زور سے چلانے لگی، کرن یہ تم نے کیا کیا، ایشور کے لئے کشتی میں آجاؤ، میں نادم ہوں، تم سے معافی کی درخواست کرتی ہوں، اپنے کو ہلاک مت کرو، اچھا میرا نہیں تو اپنی بوڑھی ماں کا خیال کرو، اس کا کیا حال ہوگا؟ وہ سر دھن دھنکر مر جائیگی، آؤ کشتی میں آجاؤ، ورنہ میں بھی کود کر جان دیدوں گی۔

میں اسی طرح چلا رہی تھی مگر وہاں ہاں یا نہیں کا کوئی جواب نہ تھا، کرن دریا کی موجوں میں الجھ کر آگے بڑھتا جا رہا تھا، میں گھبرا گئی، بھرا گئی اس کی بے بسی دیکھکر، وہ بہت عمدہ تیراک تھا مگر اس وقت اسکی زندگی خطرہ میں تھی، اس کے اعضاء ڈھیلے ہو گئے تھے، وہ تیر نہیں رہا تھا بلکہ بہ رہا تھا، میں فوراً پانی میں کود گئی اور تیرتی ہوئی اس کے پاس پہنچی، وہ بالکل بیہوش تھا، سانس کی روانی بھی سست ہو گئی تھی، میں اسے جوں توں ہاتھ کے سہارے کنارے پر لے آئی، وہ اب بیہوش تھا، اس کا سر میرے زانو پر رکھا تھا، میں خوف وہراس سے کانپ رہی تھی، ندامت سے دل بیٹھا جا رہا تھا، اتنے میں اس نے آنکھ کھولی، نگاہ بھر کر مجھے دیکھا میری آنکھوں میں آنسو بھرے تھے، اس نے نحیف آواز میں کہا۔

تم نے ناحق تکلیف کی موہنی! میں ہرگز اس کا مستحق نہ تھا۔

میں (گھبرائی ہوئی آواز میں) نہیں نہیں کرن یہ سب میری غلطی سے ہوا، میں نادم و شرمسار ہوں، مجھے یہ برتاؤ ہرگز نہ کرنا تھا، تمھیں غصہ دلا کر میں نے سخت غلطی کی... اور یہ کہ......

یک بیک میری زبان رک گئی اور میں آگے کچھ نہ کہہ سکی۔

وہ- موہنی! تم نے جو کیا درست کیا، تمھیں یہی لازم تھا، انسان اپنے بچاؤ کے لئے سب کچھ کرتا ہے، آہ میں دیوانہ ہو گیا تھا، میرے ہوش ٹھکانے نہ تھے، میں تم سے نگاہ نہیں ملا سکتا، میں دنیا کو منہ دکھانے کے لائق نہیں

کرن نے پھر آنکھیں بند کر لیں

میں- مگر تمھارے سینہ میں آگ تو میں نے ہی سلگائی تھی۔

وہ- (رک رک کر آہستہ آہستہ) کچھ نہیں میرا سر زمین پر رکھ دو، موہنی! کوئی دیکھیگا تو کیا کہیگا، تم گاؤں کے لوگوں کی عادت جانتی ہی ہو، کرن کا ایک ایک لفظ میرے کلیجہ کو چھیدتا گیا، میں بیقرار ہو گئی، میں نے اس کے رخسار پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

میں کسی کی بکواس کی پروا نہیں کرتی، تمھیں اس وقت میری خدمت کی ضرورت ہے، میں اس کے لئے حاضر ہوں،

کرن کچھ کہنا چاہتا تھا مگر بول نہ سکا، آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں اور غشی طاری ہونے لگی، میں گھبرا کر زور زور سے چلانے لگی، سامنے کھیت میں ہیرا اور اسکی بیوی ہل لئے جا رہے تھے، وہ بے تحاشہ میری طرف دوڑ پڑے۔

اتنے میں کرن کو ایک بہت بڑی قے نیلے پانی کی ہوئی، اس کا جسم ٹھنڈا ہو گیا، سانس تیز اور نبض رک رک کر چلنے لگی اس نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں پھر بولنے کی کوشش کی "موہنی! میں مر رہا ہوں، میرا آخیر وقت ہے، میرا سب قصور معاف کر دو...... مجھے اپنے گناہ کا احساس ہو گیا اور سزا بھی مل گئی۔

میں- (سسکیاں لیتے ہوئے) نہیں نہیں کرن یہ سب میں نے کیا ہے، تم مجھے معاف کر دو۔

میں ایکدم پھوٹ پڑی، کرن نے مجھے روتی دیکھکر ایک گہری سانس بھری

وہ۔ اچھا ایک اور احسان موہنی، ذرا ماتا کو بلا دو۔

کرن کی یہ آخری آواز، اس کے بعد وہ پھر نہ بولا "میں لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے گاؤں کی طرف مڑی، مگر پیر زمین میں دھنسے جاتے تھے...... میں...... میں"

موہنی کی آواز پھر پھنس گئی، اس نے پانی کی طرف اشارہ کیا" میں نے پھر سوڈا اور دودھ ملا کر دیا" اس کے بعد وہ بولی "اچھا میں کیا کہہ رہی تھی" میں نے کہا "تم کہہ رہی تھیں کہ تمھارے پیر زمین میں دھنسے جا رہے تھے"

ہاں! ہاں!" موہنی نے ایک گہری سانس بھری "میں ایک وحشت سے تک کر رونے لگی، ہیرا نے اور اوسکی بیوی نے میری سسکیاں، مگر قبل اس کے کہ ان میں سے کوئی اٹھکر میرے پاس آتا، میں خود دوڑی ہوئی گئی اور کرن سے لپٹ گئی، میں نے اس کے سینہ پر اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے کہا "کرن کرن! اب میں برداشت نہیں کر سکتی، مجھے تمھاری محبت کی قدر معلوم ہو گئی، مجھے اپنے چرنوں میں جگہ دو، میں تمھیں چھوڑ کر نہیں جا سکتی، بولو، بولو۔

میں برابر رو رو کر یہی کہہ رہی تھی مگر کرن خاموش تھا" اس نے میری ایک بات کا بھی جواب نہ دیا۔ ہیرا کی بیوی نے مجھے اٹھا کر سینہ سے لگا لیا، میں رو رہی تھی، ہیرا کی بیوی رو رہی تھی، ہیرا خود رو رہا تھا، مگر کرن بے حس و حرکت آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔

آہ! اس نے کہا تھا "گھبراؤ نہیں، گنگا ماتا کے چرنوں میں ہم دونوں کی جگہ ہے، مگر وہ اکیلا چلا گیا" اس نے میری کوئی پرواہ نہیں کی.....

نہیں، نہیں! کرن مجھے اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا، وہ غریب تو اب بھی مجھے بلاتا ہے، پکارتا ہے دریا کے کنارہ سے۔ ۔ ۔ مگر گنگا ماتا ہی مجھ سے ناخوش ہیں، وہ مجھے اپنے چرنوں میں جگہ دینا نہیں چاہتیں . . . . . واقعی کرن کی دیوانگی رنگ لائے بغیر نہ رہی، وہ مرا، مگر یہ گل کھلا کر کہ میں دیوانی ہو کر ادھر ادھر ماری پھر رہی ہوں، اور کوئی پرسان حال نہیں۔ ۔ ۔ ۔ موت۔ ۔ ۔

یہ کہتے کہتے موہنی خاموش ہو گئی، اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور آنکھیں بند کر لیں، ذرا دیر ہم لوگ بھی خاموش رہے، پھر کچھ خیال آیا اور اسے آواز دی پکارا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا" پھر ہم نے اسے ہلانا شروع کیا لیکن وہ بیہوش تھی، نرس نے دوڑ کر ڈاکٹر کو اطلاع دی، وہ آیا اس نے معاینہ کیا اور کہا کسی صدمۂ عظیم نے دلپر گہرا اثر کیا ہے گھبرانے کی بات نہیں جلد ہوش آجائیگا۔

اس کے بعد نرس نے لوشن میں کپڑا بھگو بھگو کر اس کی پیشانی پر رکھنا شروع کیا، ہم لوگ قریب بیٹھے دیکھتے رہے، چند ساعت میں پھر اسے ہوش آگیا اور ہم لوگ اپنے گھر چلے آئے، لیکن دوسرے دن جب پھر ہسپتال پہونچے تو عجیب کیفیت پائی، سارے ہسپتال میں ہل چل مچی تھی، لوگ موہنی کی تلاش میں چاروں طرف دوڑ رہے تھے وہ ہسپتال سے غائب ہو گئی تھی، اسکا کہیں پتہ نہ تھا۔

"حکمت اللہ"

For Film Title-Cards, Blocks & Litho Script Work
Finest Urdu & Arabic Script-Writing
SATISFACTION GUARANTEED
Md. YUNUS NAZRI—CALIGRAPHER
24, Zakariah Street, Calcutta

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا شاندار اصلاحی پیشکش

اناتھ آشرم

ڈائرکٹر ہیم چندر

جس میں

نجم، اوما دیوی، پرتھوی راج، نواب، نیمو، ترلوک کپور، ہری متی، بکرم کپور، کلیانی، شور، کدار
جواد، گردھاری لال، فیض محمد، بابو لال، دیو بالا، الیاس، ولاتنو، بیلا
دھومی، کے۔ ایل۔ سنگھ، راج لکشمی، منورما وغیرہ
نے اداکاری، موسیقی اور ترجمانی
جذبات کا مکمل نمونہ پیش
کیا ہے

افسانہ ——— مناظر ——— مکالمے ——— اداکاری ——— موسیقی

ہر اعتبار سے بہترین پکچر ہے

اپنے شہر کے سینما ہال میں دیکھئے

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
مغربی ہند، جنوبی ہند ——— آل انڈیا ڈسٹری بیوٹرز موبخی ہاؤس رامپٹ رو فورٹ بمبئی
مشرقی ہند ——— دوسانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

اداکاری میں اصل کاری

حرکات، زبان اور ذہن سے لوگوں کی تسخیر کرنے کا فن

از قلم آغا کیس دہلوی

فنون لطیفہ کی بہترین تعریف یہ ہے کہ ان کے دیکھنے سے انسان کے قلب میں کیفیات پیدا ہو جائیں اور ذہن سوچنے پر مجبور ہو جائے، اداکاری یعنی جسم کے اعضاء سے شاعری اور مصوری اور نغمہ ریزی کرنا بھی فنون لطیفہ میں شامل ہے، اگر ایکٹنگ سے انسان پر وجدان کی کیفیت طاری ہو جائے، روح کی گہرائی میں تھرتھری پیدا ہو جائے، قلب میں احساس و گداز پیدا ہو جائے اور دیکھنے والوں کے دماغ کسی دنیا میں گم ہو جائیں تو اداکاری ایک فن لطیف ہے ورنہ نہیں۔

اداکاری کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، ایک اداکاری "نقالی" کو کہتے ہیں، اور ایک اداکاری "اصل کاری" ہوتی ہے نقالی میں تو انسان کسی چیز کی ہو بہو نقل اور تصویر اتار کر لوگوں کو دکھا دیتا ہے اور وہ نقل ہوتی ہے، لیکن اصل کاری میں اس کردار کی تمام خصوصیات اور تخلیقی پیداوار شامل ہوتی ہے اور ایکٹر ناٹک کے تختہ پر آ کر نقل کو اصل بنا کر پیش کر دیتا ہے، خود بھی اصل بن جاتا ہے اور نقل کو بھی گم کر دیتا ہے اور اپنے ساتھ سب دیکھنے والوں کو نقلی اصلیت میں گم کر دیتا ہے۔

جو اداکار اچھے نقال ہوتے ہیں وہ نقل کو اس قدر باریکی اور لطافت کیساتھ پیش کرتے ہیں کہ سطحی نظریں اسے آرٹ کا کمال سمجھنے لگتی ہیں اور اس کام کو تخلیقی اور معیاری درجہ کی چیز سمجھ لیتی ہیں، حالانکہ اصلیت میں تصنع اور بناوٹ کا نام نہیں ہوتا اور اداکاری کو فنون لطیفہ کے درجہ میں پہونچانے والی چیز اخلاقی ہوتی ہے جو اداکار کی عضلاتی حرکتوں اور جنبش اعضاء پر منحصر و موقوف نہیں ہے بلکہ اس روح میں مضمر ہے جو اداکار اپنی جذباتی ترجمانی سے دیکھنے والوں کے دل و دماغ پر ایک نقش ابدی کی صورت میں چھوڑ جاتا ہے، جو اداکار اس تخلیق لطیف پر جس درجہ حاوی ہے اتنا ہی کامیاب ہے، نقالی اور اصل کاری میں یہ فرق ایسا لطیف ہے کہ ایکٹر ناظرین کو دھوکہ دے سکتا ہے لیکن ہمیں اپنا ذہن کردار کی پیچیدگیوں کے سلجھانے میں لگا دینا چاہئے آرٹ کی محفل میں نقالی کے لئے کوئی وقیع سند نہیں، ہاں اصل کاری کے لئے ہر قسم کا اعزاز موجود ہے اور یہی چیز دراصل وہ فن لطیف ہے جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔

اداکار کا کام صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ وہ مصنف کے لفظوں کو اپنے جسم کی جنبش یا الفاظ کی آواز سے دنیا تک پہنچا دے، بلکہ اداکار کا کام گویا خود خدا کا کام ہے، یعنی اس کو مصنف کے پیدا کردہ کردار کے ڈھانچے میں اپنے کام کی روح ڈال کر ناٹک میں ایک زندہ اور حقیقی کردار پیش کرنا ہوتا ہے، مصنف کے لکھے ہوئے

لفظوں کو حرکات و سکنات سے ظاہر کر دینا کمال اداکاری نہیں بلکہ اپنی روح کو اس مصنف کے کردار میں یکسر محو اور گم کر دینا اور اپنی ہستی کو کالعدم کر کے تھوڑی دیر کے لئے دوسرا جسم اختیار کر لینا یہ ہے اصل کاری، یہ آسان بھی ہے اور دشوار بھی۔

اداکار کا مدعا یہ ہونا چاہئے کہ وہ ڈرامہ کی پوری کیفیت سے آگاہ ہو، اسے صرف اپنا ہی کام یاد نہ ہو بلکہ ڈرامہ کی اصل روح اور جذبہ سے آگاہی ہونا چاہئے، اس کا کام کسی صورت سے تشنۂ تعذر رہنے پائے اگر سب اداکار اپنے کام کے علاوہ دوسروں کے کام اور انکی دشواریوں کو بھی ساتھ ہی ساتھ سمجھ لیا کریں، اور سب ملکر ایک مستقل اور واحد تخلیق میں مصروف ہو جائیں تو ان کا پیش کردہ ڈرامہ اس قدر نفیس اور کامیاب چیز بن جائیگا کہ لوگ برسوں یاد رکھیں گے، اگر کام کرنے والوں کی ٹیم ایک دوسرے سے علٰحدہ علٰحدہ رہکر اور مکمل ڈرامہ کے جذبہ اور جوہر کو سمجھے بغیر تیاریاں شروع کر دیگی تو ڈرامہ کی تکمیل میں ایک ناہمواری پیدا ہو جائیگی، کسی کا کام بہت اچھا ہوگا، کسی کا بہت خراب، کسی کا درمیانی نوعیت کا، یہ عدل و میزان کے خلاف ہے جب تک سارا ڈرامہ کانٹے کی تول پر پورا نہ اترے تکمیل کا نفسیاتی اثر مجروح و مضمحل رہے گا۔

معیاری اور مثالی ایکٹنگ یہ ہے کہ اداکار اپنی ہستی کو مصنف کے کردار میں جذب کر دے، اس کے جذبات، خیالات، تصور، عادات و خصائل اور جملہ کیفیات کو اپنے جسم اور روح پر طاری کرے، اور جب وہ دنیا کے سامنے آئے تو اپنا سارا وجود مصنف کے پیش کردہ کردار کے وجود میں گم کر کے دکھا دے۔

مختصر یہ کہ جب اداکار، اداکاری میں مصروف ہو تو وہ دوسرے جسم کا نمونہ ہو، وہ جسم جو لکھنے والا ناٹک جذبات کے ذریعہ تماشہ دیکھنے والوں کے لئے دکھانا چاہتا ہے، اصل اداکار وہی ہے جو سارے جسم سے "شاعری" کر کے دکھا دے، جو جسم سے موسیقی کی خاموش جھنکار پیدا کر دے، جسم سے مصوری اور صنم گری کے نمونے دکھا دے، غرض جملہ فنون لطیفہ کا متحرک نمونہ ہو، اپنی روح کو افسانوی کردار میں اس وجہ ڈبو دے کہ نقل پر اصل کا دھوکہ ہونے لگے، جذبات، احیات اور رعنائیاں اس کی روح رواں ہوں اور دیکھنے والوں پر کیفیات کا ایک پائیدار رنگ چڑھ جائے، بیشک یہ ضروری ہے کہ ہر آرٹ کا مخزن و مولد فطرت ہے، اور ہر اداکاری بھی فطری کمالات کا نمونہ ہونا چاہئے، بے جان اداکاری مثالی اور معیاری اداکاری نہیں کہی جا سکتی، فطرت کے تابع رہکر طبائع و خصائل انسانی کا چہرہ اداکاری کے آئینہ میں دکھانا یہ ہے اصل جوہر، جوہر اچھے اور کامیاب اداکار کو روپ کاری میں پنہاں ہونا چاہئے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایکٹر کو کام کرتے وقت حاضرین کو دل سے بھلا دینا چاہئے اور ان کی موجودگی سے بے پروا ہو کر آزاد کام کرنا چاہئے، لیکن اگر ناٹک کاری کو غور سے دیکھا جائے تو یہ بات ماننی پڑے گی کہ حاضرین کی طرف سے اداکار کو بالکل آنکھیں نہیں بند کر لینی چاہئیں، اس کو یہ بات بھلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ حاضرین کی کوئی ہستی نہیں، بلکہ اس خیال کو فراموش کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ تماشہ میں کام کر رہا ہے، اداکار کو اپنے تصور میں یہ سوچنا چاہئے کہ وہ دنیا کے اسٹیج پر تماشہ کر رہا ہے اور اس تھیٹر میں بیٹھنے والے لوگ جھروکوں اور دریچوں سے تمہاری حرکات و سکنات کو غور سے دیکھ رہے ہیں، ان کی موجودگی سے غافل نہ ہو اور اپنی اداکاری کو حاضرین کی موجودگی کے مطابق مرتب کرو، حاضرین سے مرعوب ہونیکی ضرورت نہیں، نہایت آزادی کے ساتھ کام کرنیکی ضرورت ہے، اپنی ہستی کو بھلا کر کردار کے وجود میں جذب ہو جاؤ

اور پھر دیکھو کہ تمھارے دیکھنے والے تمہیں کیا دیکھ رہے ہوں گے، اگر تم ایکٹرس ہو تو اس بات کا خیال رکھو کہ تمہیں اپنی ہی نمائش نہیں کرنی ہے بلکہ کام کا بھی پرتو پیش کرنا ہے اور یہ بھی یاد رکھنا ہے کہ تم حاضرین سے اس قدر بے تعلق رہو کہ ان کا وجود تمھارے لئے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا، تم حاضرین کی نظروں سے جس قدر بے پروائی برتو گی، لوگ تمھارے کام کے اتنے ہی زیادہ فریفتہ ہوں گے، اور آخر کار سب لوگوں کی نظریں تمھارے سراپا پر پڑنے لگیں گی۔ اور جب وہ تھیٹر سے باہر جائیں گے تو ان کے دل میں تمھاری صورت کی یاد کے ساتھ تمھارے الفاظ کی گونج اور دل میں حرکات اداکاری کا ایک گہرا نقش مرتسم ہوگا اور ایسی دلچسپی انہیں پھر تمھارا کام دیکھنے کے لئے واپس لائیگی، اور تم رفتہ رفتہ عروج تک پہنچ جاؤ گی۔

ظریف کام کرنے والے ایکٹر حاضرین کے سامنے زیادہ کھل کر کام کر سکتے ہیں اور حاضرین سے خطاب (بلا واسطہ) بھی کر سکتے ہیں، اور اسٹیج سے زیادہ قریب ہو کر حاضرین کو اپنی موجودگی سے آگاہ کر سکتے ہیں، غرض ان کا کام جس قدر آزادانہ ہوگا اور کرداری خصوصیات کا حامل ہوگا، حاضرین اتنا ہی پسند کریں گے اور جو اس نکتہ کو زیادہ سمجھتا ہوگا اتنا ہی زیادہ کامیاب ہوگا۔

ایکٹر کا یہ بھی کام ہے کہ وہ حاضرین کے سامنے بے قابو نہ ہو جائے چہرہ اور جسم کی حرکات کو مشین کی حرکت کی طرح ظاہر نہ کرے بلکہ ایک خاص لوچ ان میں پیدا کر دے تاکہ دیکھنے والے خود اپنی زندگی کو اسٹیج ہوتا ہوا دیکھ لیں، یا حیات انسانی کو مکمل نقش کی حالت میں جلوہ گر دیکھ لیں، اگر یہ لوچ پیدا نہیں ہوا تو آرٹ کا جمالیاتی پہلو کمزور رہیگا۔ الفاظ بے جان اور حرکات جسم مہمل جنبش ہو کر رہ جائیں گی اور اداکار حاضرین کے دل و دماغ پر کوئی غیر فانی نقش نہیں چھوڑ سکے گا۔

اس بات کا بھی دھیان رہے کہ اداکار کے الفاظ صحیح ہوں تلفظ کی درستی وصحت کے علاوہ اداکار کی آواز نہایت صاف ہونی چاہئے جو تھیٹر ہال کے ایک ایک گوشہ میں آسانی کے ساتھ پہنچ سکے، یہ امر یاد رکھنا نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ چار آنہ والے جو آپ سے دور بیٹھے ہیں وہ بھی آپ کی آواز سننے اور کھیل کا مطلب سمجھنے کا ایسا ہی حق رکھتے ہیں جس طرح کرسیوں اور بکسوں میں بیٹھنے والے اونچے درجہ کے حاضرین ! اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ آپ گلا پھاڑنے لگیں شور محشر بپا کر دیں اور گلے کی ایسی ورزش دکھائیں کہ لوگ کانوں میں انگلیاں دے لیں بلکہ آواز کو ہر شخص کے کان تک پہنچنے کے قابل بنانا اور جذبات کی عکاسی اور اظہار کے ساتھ آواز کا اتار چڑھاؤ پیدا کرنا اور موقعہ بموقعہ آواز میں کیفیت اور زیر وبم پیدا کرنا یہ بھی اداکاری کا اہم جزو ہے اور جو اداکار اپنے بولوں پر قابو نہیں رکھتا وہ جسم اور چہرہ کے کام سے اسٹیج پر زیادہ کام نہیں لے سکتا اس لئے تلفظ اور تقریر کا ہنر بھی سیکھنا چاہیئے، الفاظ منھ سے جانچ تول کر نکلنا اور صاف معین اور موتیوں کی طرح الگ الگ، مگر ایک ترتیب کے ساتھ لڑی میں پروئے ہوئے، لوگوں کے کانوں میں پہنچتے رہیں، غرض آپ کا دماغ فقرہ کے ایک ایک لفظ کو سمجھ کر ادا کرے، طوطے کی طرح رٹا ہوا ڈرامہ بے جان ہوگا، آواز اور ذہن ساتھ ساتھ کام کرتے رہنے چاہیئں، ایک چیز دوسرے کے لئے قربان نہیں کی جا سکتی، دونوں لازم وملزوم ہیں اور بغیر ایک کے دوسرا بیکار ہے۔

آنکھ کا تذکرہ آتا ہے، اداکار کے لئے آنکھ ایک نہایت ہی مفید ذریعہ ہے اپنے خیالات کے اظہار اور کمالات کے دکھانے کا، بہت سے ایکٹر اسٹیج پر آنکھیں جھپکانے کے عادی ہو جاتے ہیں کچھ لوگ آنکھیں کچھ کھلی کچھ بند رکھنے کو اچھا سمجھتے ہیں، بعض اداکاروں میں یہ عیب ہوتا ہے کہ وہ آنکھیں اس طرح پھیرتے ہیں جیسے ذبح ہوتے

ہوئے بکرے پھیر لیتے ہیں، غرض آنکھوں سے عجیب مہمل کام لیتے ہیں، حالانکہ آنکھ اس قدر موثر اور دلچسپ ذریعہ اظہار جذبات ہے کہ جسم کا کوئی حصہ اتنا نہیں ہے، آنکھیں چونکہ بیشتر عرصہ تک حاضرین کے سامنے رہتی ہیں اس لئے اداکار کو چاہیئے کہ وہ اپنی آنکھوں کا بہت دھیان رکھے اور ان سے فائدہ اٹھائے اور اس طرح کام لے کہ وہ تمام خامیاں دور کردے جو اس کے کام میں پیدا ہوگئی ہیں۔

اب ہاتھوں کا مرحلہ آتا ہے، بہت سے مبتدی اداکار ہاتھوں کی بے تکی جنبشوں کی وجہ سے کام خراب کردیتے ہیں اور پھر یہ عادت پختہ ہوجاتی ہے، ہاتھوں کو اپنے قابو میں رکھنا چاہیئے اور ان کو بے تکے انداز سے ادھر ادھر گھمانا نہیں چاہیئے، اگر ہاتھوں کو بھول جائے تو بہتر ہے، اداکار کو چاہیئے کہ وہ اس بات کا دھیان ہی نہ رکھے کہ اسے ہاتھ کہاں رکھنا ہے اور ان سے کیا کام لینا ہے، فطرتی طور پر ہاتھ جو پوزیشن بھی اختیار کرلیں اور جس طرح بھی کام میں مصروف ہوجائیں انہیں روکنا نہیں چاہیئے، لیکن ہاتھوں کے وجود سے بالکل خالی الذہن ہوجانا اور اداکاری کے دوران میں ان کو دل سے محو کردینا ایک اچھی اور آسان ہدایت معلوم ہوتی ہے، ہے تو بہت مشکل مگر مشق کرنے سے اس کا نتیجہ بہت اچھا نکلتا ہے اور اداکار کے کام میں اثر اور دلچسپی کا عنصر بڑھ جاتا ہے۔

اپنے پر اعتماد اور اپنے کام پر پورا بھروسہ اداکار کی انفرادیت کو بڑھا دیتا ہے، اگر اداکار ہمت ہار کر اسٹیج پر جائیگا آواز اور حرکت عضوی وعضلاتی کے بعد دوسرا درجہ تو اس کا قلب بے قابو اور کام بے ترتیب ہوگا۔ دماغ میں نتائج کی طرف سے بے اطمینانی اور گھبراہٹ ہوگی، شروع شروع میں ہر شخص کو حاضرین کے سامنے جانے سے ڈر لگتا ہے جسے اصطلاحاً "دہشت اسٹیج" کہہ سکتے ہیں، لیکن شروع ہی میں جس نے اس ڈر کو اپنے دل سے نکال دیا وہ آخر تک حاضرین سے مرعوب ہوتا رہیگا، بیشک یہ ڈر بہت دیر میں دل سے نکلتا ہے لیکن عقلمندی سے ہم بہت جلد اس پر قابو پاسکتے ہیں، ڈرامہ کے سلسلہ میں گروپ کا کام اور ملاپ سنگت پر زور دیا جاتا ہے، لیکن ڈرامہ جس ہنر کا نام ہے وہ اس قدر سنگت کا طالب نہیں ہے جس قدر لوگ سمجھتے ہیں، بیشک یکجا جمع ہوکر کام کرنے کی ضرورت ہے، لیکن اپنی انفرادیت کو بھی اپنے کرنا اداکار کا کام ہونا چاہیئے اور جب تک اسے اپنے اوپر کامل اعتماد نہ ہوگا اور دنیا کے سامنے سب کام کرنے والوں سے غافل ہوکر اپنی انفرادیت پیدا کرنے کا دھیان نہ ہوگا، وہ موثر نتیجہ پیدا نہیں کرسکتا جب تک سب اداکار کم وبیش اسی جذبہ سے سرشار ہوکر اپنی انفرادیت اور وحدت کو حاضرین سے منوانے کے لئے پرخلوص کام نہیں کریں گے کھیل کامیاب نہیں ہوگا۔

بنگالی لٹریچر کا اردو زبان میں دلکش مجموعہ

چاند تارا، ایک روپیہ ✤ بڑی آپا، بارہ آنے ✤ دوست کی بیوی، بارہ آنے ✤ بزم آرا، ایک روپیہ

چاروں ناول بہترین اور انوکھے پلاٹ پر تعمیر کئے گئے ہیں، زبان میں بلا کی روانی ہے، عام فہم اردو زبان میں ایسے نتیجہ خیز ناول اب تک نہیں دیکھے گئے، قیمت تین روپے آٹھ آنے محصول ڈاک بارہ آنے

ملنے کا پتہ: مسعود، ۲ زکریا اسٹریٹ کلکتہ

بمبئی ٹاکیز لمیٹڈ کا شاندار پیشکش

جیون پربھات

آپ کے قریبی سینما گھر میں

بہت جلد آرہا ہے — انتظار کیجئے

جس میں

شہرۂ آفاق اداکارہ دیویکا رانی

نے

آرٹ کا مکمل نمونہ پیش کیا ہے

اگزیبیٹرز صاحبان اولین فرصت میں بکنگ کیلئے تیار ہو جائیں

بمبئی ٹاکیز کے آنیوالے شاہکار

مستقبل قریب میں صرف ہمارے زیر نگرانی شمالی ہند میں تقسیم ہونگے

انڈیا فلم بورو

لاہور — دہلی — کراچی — پشاور

اِن فلموں کو کبھی نہ بھولیے جب آپ کے نزدیک سینما گھر میں دکھائے جائیں

ضرور دیکھیے

آپ کسی صورت سے گھاٹے میں نہیں رہ سکتے کیونکہ یہ

نیو تھیٹرز کے پکچرز ہیں

دلکش — روح نواز تفریح — نتیجہ خیز واقعات — درد اور کیف کی ترجمانی — صرف

اِن ہی فلموں سے ہو سکتی ہے

دیوداس

منزل

دھوپ چھاؤں

کروڑپتی

پریزیڈنٹ

پجارن

مایا

اناتھ آشرم

نگارخانہ کی باتیں

نیوتھیٹرز لمیٹڈ نے اس سال تین فلم ریلیز کئے جنہیں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی، پہلا فلم پریزیڈنٹ، دوسرا اناتھ آشرم اور تیسرا مکتی ہے۔

پریزیڈنٹ کی تعریف میں ملک کے سارے پریس نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کرلیا کہ یہ ایک بہترین دل و دماغ کی تخلیق ہے اور اسکی تدوین میں تجربہ کار ہاتھوں اور اور بلند معیار دماغوں کا دخل ہے، قطع نظر اقتا توی دلفریبی کے فلم دیگر خوبیوں سے مکمل ہے۔

مناظر، اداکاری، موسیقی، رقص، ڈائرکشن اور ٹکنکس کہیں پر کسی خامی کا شائبہ تک نہیں، رفلم کا نتیجہ اس قدر دلکش ہے کہ ایثار و قربانی کی اس سے بہترین مثال اس صنعت میں تلاش کرنے کے باوجود نہیں مل سکتی، بلاشبہ نیوتھیٹرز کا یہ شاہکار اس قابل ہے کہ اس کو وینس اکزیبیشن میں (ہندستانی فلموں کی نمائندگی کرنے کے لئے) بھیجنے کا فیصلہ کرنے میں موشن پکچر سوسائٹی بالکل حق بجانب ہے، مگر معلوم ہوا ہے کہ نیوتھیٹرز کے محترم رہنما مسٹر بی این سرکار نے بذات خود اس تجویز سے اختلاف کیا اور "پریزیڈنٹ" اکزیبیشن میں شریک نہ ہوسکا، مسٹر سرکار کا زاویہ نگاہ بہت بلند ہے اور ان کا یہ فیصلہ ایک شاندار مصلحت کے پردہ میں پوشیدہ ہے۔

پریزیڈنٹ کے بعد اناتھ آشرم ریلیز ہوا، یہ فلم سماج کی اصلاح کے لئے ہے جو اناتھ آشرم ناول سے اخذ کیا گیا اور خوبی اتفاق سے فلم کا نام بھی اناتھ آشرم ہی رکھا گیا، افسانہ ہر اعتبار سے نتیجہ خیز ہے، اداکاری کے معیار پر یہ فلم بھی نیوتھیٹرز کے دوسرے فلموں کی طرح مکمل ہے، اوادیبی نے سروجنی کا کردار جس خوبصورت انداز میں ادا کیا ہے اس کی جس قدر بھی تعریف کیجائے کم ہے، جگدیش، نیمو، نواب، پرتھوی راج، کپور اور نجم نے اپنے اپنے کردار خوشنما انداز میں پیش کئے ہیں جن میں اداکاری کے ساتھ ساتھ حقیقت کی جھلک نمایاں اور پیش پیش ہے، دھومی خاں کے گانے پکچر میں ایک خاص دلچسپی لئے ہوئے ہے، غرض اناتھ آشرم ہر اعتبار سے ایک کامیاب فلم ہے۔

مُکتی کی نمائش چترا میں ہو رہی ہے، فلم کی تعریف میں پریس متفق ہے کہ نیوتھیٹرز نے ایک شاندار کارنامہ پبلک کے سامنے پیش کر دیا ہے، بلاشبہ مکتی ہندوستانی فلم انڈسٹری میں ایک جدید اضافہ ہے اور مسٹر بروا نے ایک نئی چیز پیش کر دی ہے، افسانہ، مناظر، اداکاری، موسیقی تمام خوبیاں فلم میں ایک نئی زندگی لئے ہوئے ہیں، غرض نیوتھیٹرز جو کچھ بھی پیش کرتے ہیں خوب ہوتا ہے، اور اس امر کا اعتراف ہے کہ اس کمپنی کے فلم دیکھ کر دل و روح و از تفریح اور دماغ کو پر کیف سکون نصیب ہوتا ہے، مسٹر بروا، کنن بالا، مینکا دیوی کی اداکاری، کانن کے روح پرور نغمے، آسام کے دلکش مناظر مکتی کی بہترین خصوصیات ہیں۔

وِدیاپتی نگارخانہ نیوتھیٹرز میں عرصہ سے زیر تکمیل ہے اور اب ایڈیٹنگ روم کے منازل طے مارکٹ میں آنیوالا ہے، "دیوکی بوس" شہرۂ آفاق ڈائرکٹر کے اس پکچر کی تدوین میں اپنی روح نکال کر رکھدی ودیاپتی ایک مشہور تاریخی شاعر کی سوانح حیات ہے، جس کو حسن و عشق کی رنگینیوں نے زندگی عطا کر دی ہے اور یہ ایک تاریخی واقعہ قرار پایا، "شاعر" کی زندگی کو بنگال کے ایک عظیم المرتبت شاعر "قاضی نذر الاسلام" نے پینٹ کیا اور فلمی دنیا میں نیوتھیٹرز کے ذریعہ یہ پراز رومان واقعہ آپ تک آنیوالا ہے، رانی لچھمی کا کردار اس پکچر میں ایک عجیب پیچیدہ کردار

ہے محبت کی مجبوریوں میں گرفتار راتی کس طرح اپنے کو قربان کر دیتی ہے، فلم کا ایک ہیجان پرور حصہ ہے، آہ! محبت اور اسکی مجبوریاں!! ودیا پتی میں بڑے بڑے شاندار سٹ دیکھنے میں آئیں گے، دیوکی بوس نے تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ تاریخی ماحول پیدا کرنے کی آخری کوششیں ختم کر دی ہیں پہاڑی سانیال، چھایا دیوی، کانن دیوی، نیمو، اسحاق، رام پیاری، کدار، نگھ نے اس فلم کے نمایاں اور ممتاز کردار ادا کئے ہیں، "ودیا پتی" کے مکالمے اور گانے پنڈت کدار ناتھ شرما جی نے تحریر فرمائے ہیں۔

"دھرتی ماتا" مسٹر نیتن بوس کے جدید فلم کا نام ہے جس کی شوٹنگ کے باعث نگار خانہ میں ایک نمایاں چہل پہل ہے، کام کی رفتار تیزی پر ہے، افسانہ خود مسٹر نیتن بوس کی دماغی کاوش کا نتیجہ ہے، بنگلہ اور ہندوستانی دو زبانوں میں فلم تیار ہو رہا ہے، ہندوستانی کاپی کا نام دھرتی ماتا ہے، پنڈت سدرشن جی نے مکالمے اور گانے لکھے ہیں، اداکاروں میں حسب ذیل نام قابل تذکرہ ہیں، سائیگل، کملیش کماری، اوما دیوی، جگدیش، نواب، نیمو، وید، سراج، پنکاج ملک وغیرہ،

دھرتی ماتا کا افسانہ اصلاحی اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہترین خصوصیات کا حامل ہے، مسٹر جواد لکھنوی اسسٹنٹ ڈائرکٹر کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

ابھگیان پر فلورائے بہار ہے ہیں کام کی رفتار حسب معمول ہے اس افسانہ کا پلاٹ انتہائی نتیجہ خیز اور دلکش ہے، ایک نیک اور بھولی بھالی عورت جو ایک زمیندار کی بہو ہے بحسن اتفاق سے ڈاکوؤں کے قبضہ میں چلی جاتی ہے، کچھ دنوں بعد واپس آتی ہے تو زمیندار سماج کے خوف سے اس کو واپس لینے سے انکار کرتا ہے، اور وہ دربدر ماری ماری پھرتی ہے، لیکن خانماں برباد عورت کا شوہر اس سے انتہائی محبت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ بیوی اس کے کاشانہ جمال کو دوبارہ روشن کو منور کر دے، کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں؟ سماج اور سوسائٹی کے خوف سے انسان کیا کر گذرتا ہے؟ یہ اس افسانہ کا اصلاحی پہلو ہے، درد اور جذبات میں ڈوبا ہوا، انتظار کیجئے، ابھگیان میں نمایاں کردار ادا کرنے والے حسب ذیل اداکار ہیں:-

ملینا، پرتھوی راج، وجے کمار، نیمو، دیوبالا، حشمت، کپور، شور، راج لکھی، مکالمہ نگار جناب اصغر حسین صاحب شور اور گانے حضرت آرزو لکھنوی کے تحریر کردہ ہیں۔

جوار بھاٹا مسٹر ہیم چندر بنا رہے ہیں اور افسانہ اصلاحی حیثیت سے ایک نئی خصوصیت کا حامل ہے، "جوار بھاٹا" انسانی زندگی پر ایک خوشنما تبصرہ ہے، جہاں زندگی کی رعنائیاں بھی ہیں اور غم کے آنسو بھی، جذبات اور درد میں ڈوبے ہوئے واقعات جابجا نظر آئیں گے جو طبیعتوں کو متاثر کئے بغیر نہ رہنے دیں گے، اس کے مکالمہ جناب قتیل انصاری نے تحریر فرمائے ہیں اور گانے حضرت آرزو لکھنوی نے تحریر کئے ہیں۔

نیو تھیٹرز کے دیگر اداکاروں کے ساتھ ساتھ مسٹر نجم جوار بھاٹا میں چیف پارٹ ادا کر رہے ہیں۔

مسٹر پی سی بروا نے فلم شروع کر دیا ہے، نام کا انتخاب ابھی تک نہیں ہوا، اس پکچر میں لیلا دیسائی ہیروئن اور خود مسٹر بروا ہیرو کا کردار انجام دے رہے ہیں، دیگر کردار نیمو، جگدیش، ایاس، وید، دیوبالا، سراج، شور، جواد وغیرہ انجام دیں گے، بروا صاحب نے ولایت سے واپس آکر اس پکچر کو شروع کیا ہے، امید ہے کہ اس شاندار سفر کا نئے فلم پر ضرور اثر پڑے گا اور کچھ ایسی ایسی نئی چیزیں دیکھنے میں آئیں گی جو اب تک ہندوستانی پردۂ فلم پر نہیں پیش کی گئی ہیں۔

مسعود

پی۔ سی۔ بروا

اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے ایک شعر کہا ہے ؎

ہیں معزز شخص لیکن ان کی لائف کیا لکھوں
گفتنی درج گزٹ باقی جو ہے ناگفتنی،

جب کبھی میں ان کے اس شعر کو یاد کرتا ہوں تو سوانح نگاری کے تمام حوصلے پست ہو جاتے ہیں، اور میں سوچنے لگتا ہوں کہ حالات زندگی میں توصیف ہنر سننے کے بعد "عیبش نیز بگو" کی فرمائش کرنے والے حضرات اگر مندرجہ کو "گفتنی" اور باقی کو "ناگفتنی" سمجھ لیں، تو اس کا ابطال کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ اندیشہ اسوقت خصوصاً اور بڑھ جاتا ہے، جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ صاحب زندگی کے حالات کچھ ایسے غیر معمولی ہیں جو ایک سرسری نگاہ میں بھی "کیا ہے" "اور کیا ہونا چاہئے" کے سوالات پیدا کر دیں گے، ظاہر ہے کہ ان اندیشوں کا علاج ہی کیا ہو سکتا ہے؟ سوائے اس کے کہ یا وہ بے بسی کی حدود میں داخل ہو کر خطرہ بن جائیں یا خطرہ کے حصار میں آ کر بے بسی، چنانچہ انہیں دونوں کیفیات میں سے ایک مجھ پر اس وقت بھی طاری ہے، چونکہ حالات زندگی لکھنے کا قصد ہے، اور قصد بھی کیسا جس کی شان "تثلیثی" یا کانگریس کے جھنڈے کی طرح "ترنگی" ہے، یعنی زندگی اور حالات "مسٹر بروا" کے ہیں، قلم میرا ہے اور "گفتنی و ناگفتنی" کا سوال اکبر الٰہ آبادی کا، اس سلسلہ میں یہ ملحوظ خاطر رہے کہ اکبر آج کل وہاں ہیں جہاں نہ میں ہوں نہ ابھی جانا چاہتا ہوں، اور اگر آپ از راہ کرم یہ سطور پڑھ رہے ہیں تو یہ بھی وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ آپ بھی وہاں نہیں ہیں، اس لئے ہم کو ان سے مرعوب ہونے کی چنداں ضرورت نہیں، اب رہ جاتے ہیں مسٹر بروا کے حالات اور میرا قلم، ان میں البتہ ایک معرکہ ہے، اس کا فیصلہ آپ کے مذاق سلیم پر ہے کہ ان دونوں میں کون زندہ ہے، اور کون محض جی رہا ہے مرنے کا خیال بھی نہ کیجئیگا، کیونکہ موت لائق خیال بھی نہیں۔

"تو دانی حساب کم و بیش را"

جبر و اختیار کے مسئلہ پر بحث کرنے والے علما انسان کو لاکھ مجبور مان لیں لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ انسان میں طبعاً جدت، جودت اور تخلیق کا مادہ ودیعت کیا گیا ہے اور وہ ان تمام یا قوتوں کو کام میں بھی لاتا ہے، اسے لانا ہوتا ہے، خواہ ان کا رخ اعلیٰ علیین کی سمت ہو یا تحت الثریٰ کی جانب، قدرت اسے پیدا کرتی ہے مگر پیدائش کے ساتھ ہی وہ اپنی تخلیق قدرت کی اعانت سے بڑی حد تک بے نیاز ہو جاتا ہے، اور جوں جوں اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے وہ بے نیاز تر ہو جاتا ہے، دور کیوں جایئے، ابھی مہینہ بھر کا بھی واقعہ نہیں ریمزے مکڈانلڈ کا انتقال ہوا ہے، قدرت نے انہیں ایک مفلوک الحال کسان

گھرانے کا بچہ بنا کر پیدا کیا تھا، مگر ان کی وفات انگلستان اور بواسطہ انگلستان دنیا کے زبردست مدبر کی حیثیت سے ہوئی۔ ایڈورڈ ہشتم (جنہیں اب ڈیوک ونڈسر کہا جاتا ہے) بادشاہی محل میں بادشاہی کرنے کے لئے پیدا ہوئے تھے، لیکن آج کل وہ تاج و تخت کو ٹھکرا کر "یہ دنیا تنگ ہے اس پر جو اٹھا تیری محفل سے" قسم کی زندگی گذار رہے ہیں مطلب میرا یہ ہے کہ میر کی طرح

چاہے ہے سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

کہنا یا تو اتہام ہے یا غلو، بروا کو بھی قدرت "پرنس بروا" کی حیثیت سے اس دنیائے کشمکش میں لائی، مگر یہ وہ حقیقت ہے جس کی خبر آپ میں سے اکثر کو نہ ہوگی، لیکن یہ ایک حقیقت ہے اور اس سے سرتابی کی مجال نہیں، اس نامعلوم یا کم عام حقیقت کے ساتھ اگر آپ یہ غور کریں کہ آج وہی پرنس بروا جسے ریاستی روایات کے عین مطابق یا محفل رقص میں ہونا چاہئے تھا یا گورنر کے دربار میں، یا نیو تھیٹرز کے نگارخانہ میں فلم ڈائرکٹر ہے، تو آپ بروا کی زندگی کے متعلق ایک جامع اور مختصر ترین فیصلہ کرنے، یا اس فیصلہ تک جلد از جلد پہنچنے کا براہ راست اور آسان ترین وسیلہ حاصل کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے؟

مسٹر بروا، راجہ پربھات چندر بروا آف گوری پور (آسام) کے بڑے بیٹے ہیں، ان کی تعلیم و تربیت جس ناز و نعم اور جن امیدوں کے ساتھ ہونا چاہئے تھی ہوئی اور برابر ہوتی رہی چنانچہ مقامی پریزیڈنسی کالج سے مسٹر بروا نے بی۔ ایس۔ سی کی ڈگری حاصل کی، اور پھر ممالک مغرب کا سفر بھی کیا، لیکن ان کی افتاد طبیعت ہمیشہ فنون لطیفہ سے محبت کرتی رہی، بچپن، جوانی اور طالب علمی کے زمانہ میں شوقیہ اداکاری کے موقعے بھی ملے اور ان مواقع سے "تجربات نہیں حاصل ہوئے (کیونکہ اسکر وائلڈ کی زبان میں "تجربہ" غلطی کا دوسرا نام ہے) بلکہ رغبت ہوئی اور شوق بڑھا جو رفتہ رفتہ عزم حیات بن گیا، یعنی بروا نے اسی کو اپنا مطمح نظر قرار دیا، انگلینڈ، فرانس، اٹلی، سوئزرلینڈ یونان، فلسطین اور مصر کی سیاحت اور دنیائے سینما کی روز افزوں وقعت نے آخر ایک دن بہ وساطت ڈاکٹر ٹیگور، فرانس کے ایک نگارخانہ میں بروا کو پہونچا دیا اور اس طرح ان کے موجودہ دور کا آغاز ہوا۔

یورپ سے واپسی پر انہوں نے ایک فلم بنایا جس کا نام "اپرادھی" تھا، یہ فلم مسٹر دیوکی بوس نے ڈائرکٹ کیا تھا اور خاموش فلموں میں بہت کامیاب رہا، اس کے بعد ہی مسٹر بروا نے بالی گنج میں اپنا اسٹوڈیو کھولا، کچھ عرصہ بعد ہی مسٹر بروا نیو تھیٹرز میں ڈائرکٹر کی حیثیت سے شامل ہو گئے، ان کی پہلی "فیل نشیں" یا ہاتھی مارکہ تصویر "روپ لیکھا" تھی، جس کے بنگالی ورژن میں بروا خود اوما کے ساتھ ہیرو کے رول نمودار ہوئے، مسٹر بروا کا "دیوداس" ہندوستان کی فلمی تاریخ میں لازوال شہرت حاصل کر چکا ہے، اس لئے اس کے متعلق کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے، ان کا آخری مکمل اور منظر عام پر آیا ہوا فلم "مکتی" ہے جس کی تعریف میں پریس اور پبلک کی رطب اللسانی میرے فرائض سے عہدہ برآ ہو رہی ہے، ان کا زیر تکمیل فلم ایک مذاحیہ ہوگا، ندرت پسند طبائع اس اعلان کو سن کر یقیناً مسرور ہوں گی، حقیقت یہ ہے کہ بروا "نباض ناظرین" ہے، وہ انسان کی نفسیاتی کیفیات سے بخوبی واقف ہے، اسے معلوم ہے کہ گریہ و خندہ کب اور کیسے پیدا کیا جاتا ہے اس لئے المیہ ہو یا مذاحیہ بروا کی فلم تفریح، سبق آموزی اور صنعت گری کے لحاظ سے ہمیشہ صف اول میں ہوگی، وہ صف جس میں نیتن بوس، دیوکی بوس، اور شانتارام کے سوا اور کوئی شرکت، بلکہ شرکت کا تصور بھی نہیں کر سکتا، یہ ہیں وہ حالات جنہوں نے زندگی میں گھس کر پرنس بروا کو ڈائرکٹر بروا بنا دیا۔

جس طرح اس مضمون کا مقصد "ترنگی" شان رکھتا تھا، اسی طرح بروا کی شان بھی "ترنگی" ہے، ایک شان تو "پرنس" والی

جواب دیکھنے میں کم آتی ہے، ممکن ہے وطن کی چوحدی میں داخل ہوتے وقت وہ پیدا ہو جاتی ہو، دوسری شان "ڈائرکٹر" والی ہے جو سٹ، کیمرہ اور اداکاروں کے ہجوم میں نمایاں ہوتی ہے، مگر تیسری شان جو دن رات کے زیادہ اوقات میں ان کے ساتھ رہتی ہے، وہ مسٹر برواکی ہے۔

مسٹر بروا کی عمر ۲۳ سال ہے، ان کا قد ۵½ فٹ ہے، موسیقی فوٹوگرافی اور دیگر فنون لطیفہ سے محبت ہے، مگر "شکار" سے عشق ہے ارنسٹ لوبچ کا فلم "بگ پانڈ" ان کا محبوب اور (ان کی نظروں میں) دنیا کا بزرگ ترین فلم ہے، ہندوستانی فلموں اور ڈائرکٹروں کے متعلق وہ قسم کا انتخاب ممکن ہے کر چکے ہوں، مگر علانیہ کرنا پسند نہیں کرتے۔

خاموش، پراسرار، اور سادی طبیعت کے باوجود گفتگو میں شوخی اور حلاوت ہے، جو دل پر فوراً اثر کرتی ہے، اور دماغ کو حکم دیتی ہے کہ اس کی عظمت کو تسلیم کر، طرز زندگی کے متعلق وہ۔۔

یہ درس میں نے نیا مکتب محبت سے
کسی طرح جو گذر جائے، زندگی کیا ہے؟

کے عالم با عمل ہیں، چنانچہ ان کی حیات عشق کے مختلف دور اس شہادت میں موجود ہیں کہ وہ کبھی اپنی زندگی "کسی طرح" گذارنے کے قائل نہیں رہے، یہی وجہ ہے کہ دل کی بے چینیاں دماغی جودت کیساتھ ملکر بڑے سوز و گداز کا منظر پیش کرتی ہیں، "دیوداس" اور بروا کے دوسرے فلم اس کے ثبوت میں پھر دیکھئے، معلوم ہوگا کہ حسرت و یاس کا ایک آتش فشاں ہے، جو موسیقی، رقص اور منظر نگاری کے ہنگاموں میں پھٹ پڑا ہے، جس کا کرب و الم نہ موسیقی کی سکون نواز تانیں کم کرسکتی ہیں اور نہ رقص و سرود کی دلفریب حرکات، یہ ہیں مسٹر بروا، اور ان کے حالات، گفتنی اور ناگفتنی دونوں "درج گزٹ" ہیں، اب چاہے آپ زیر لب مسکرائیے یا دانتوں میں انگلی دبا لیجئے۔

مترجمہ مسعود

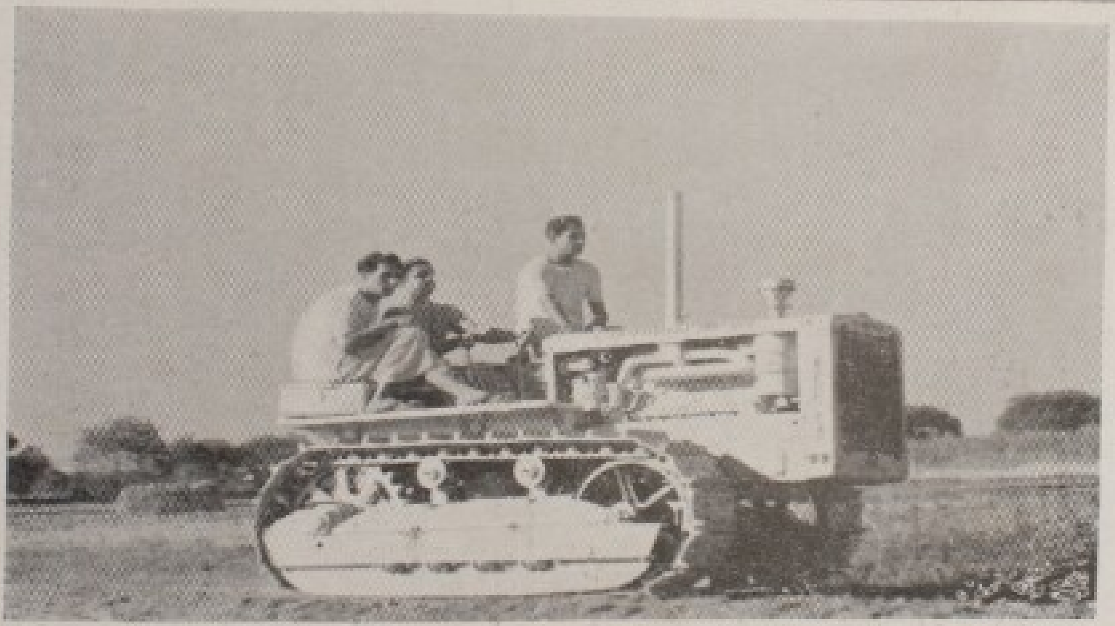

SIRAJ, SHAMLAHA & VAID
Riding the Tractor
which plays important part
IN
DHARTI MATA

میگافون لسٹ [illegible]

قیمت جے۔این۔جی بلولیبل دو روپیہ چار آنہ

مس اختری بائی (فیض آباد) فلم اسٹار

جے۔این۔جی ۹۹۵
- سجیا اکیلی دکھ دے — ٹھمری
- وقت بیہوشی جب آجائے — غزل

انیس خاتون (کانپور) فلم اسٹار

جے۔این۔جی ۹۹۶
- چھوٹی سی جان کے چھوڑ جاؤ — لاپ فلم سے
- سنوجی بالم اب نا — ″ ″

اندرا بائی (واڈکار) فلم اسٹار بمبئی

جے۔این۔جی ۹۹۷
- بھوے ناریاں — گیت آرکیسٹرا
- پریم جیم برتن لاگی — ″ ″

ماسٹر صمد قوال (تیلنی پاڑہ)

جے۔این۔جی ۹۹۸
- ایسے عیار سے دل — غزل
- وصل کی شب آج ہی — ″

پروفیسر ضمیر الدین خاں (کلکتہ)

جے۔این۔جی ۹۹۹
- یا میں کیا تیرا — بھجن
- اب تو لاج تیرے ہاتھ — ″

مسٹر وجے کمار بی۔اے (فلم اسٹار)

جے۔این۔جی ۱۰۰۰
- اس عشق میں بتوں کے — غزل
- جوانی تیرتی پھرتی ہے — ″

قیمت نیو تھیٹرز میگافون ریکارڈ دو روپیہ بارہ آنہ

مس کجن جہاں آرا بیگم (فلم اسٹار)

جے۔این۔جی ۹۴۸
- توبہ توبہ یہ جادو ہے حسن بتاں — خمسہ
- پیگیو رے کملی والے ہمار من — نعت

مس چینا پٹل (کلکتہ) کے گذشتہ دلفریب دلنواز ریکارڈ

جے۔این۔جی ۹۰۸
- سکھی لاگے پیا سنگ نین — گیت آرکیسٹرا
- ہم ہوں جوان اب ہوئے ہے — ″ ″

جے۔این۔جی ۹۹۰
- چھا گئی مزہ سے — گالی
- میرا ساجن ساہوکار — ″

مس کنیز بائی (کانپور) کا دلفریب دلنواز ریکارڈ

جے۔این۔جی ۹۷۷
- عشق کی حد سے گذرتے — غزل
- اچٹ گئی رے مورے نینوں — دادرا

مس وحیدن بائی (آگرہ) کے گذشتہ دلفریب دلنواز ریکارڈ

جے۔این۔جی ۹۷۵
- سکھی ری پیا بنا — ٹھمری
- جھولا کن نے ڈالو — ساون

جے۔این۔جی ۹۰۹
- بس کے دشوار ہے — غزل
- غصہ آتا ہے پیار آتا ہے — ″

نیوتھیٹرز کا زیر تکمیل اصلاحی پکچر

دھرتی ماتا

اسسٹنٹ ڈائرکٹر — مسٹر جواد

اسٹوری ڈائرکشن — نیتن بوس

مکالمے اور گانے — پنڈت سدرشن

اداکار

کملیش کماری، اوما دیوی، سیگل، جگدیش، نواب، نیمو، سراج

وید، پنکوج ملک

دھرتی ماتا

نگارخانہ نیوتھیٹرز میں بہت آب وتاب کے ساتھ تیار ہو رہا ہے، افسانہ اصلاحی حیثیت سے بہت بلند ہے، مسٹر نیتن بوس کے دماغی کاوشوں کا نتیجہ ہے، مسٹر نیتن بوس کا ہر قدم ترقی کی جانب بڑھ رہا ہے، چنڈی داس، دھوپ چھاؤں، پریزیڈنٹ کے بعد دھرتی ماتا، یقیناً ایک امتیازی حیثیت کا فلم ثابت ہوگا، نیوتھیٹرز کا آرکسٹرا

میوزک، اداکاروں کی تمثیل پنڈت سدرشن کے

مکالمے، نیتن بوس کے ٹکنک دھرتی ماتا کی ایسی خصوصیات ہیں جنکی زیادہ تعریف بیکار ہے

نیوتھیٹرز لمیٹڈ

Printed by H. H. Rahman at Excelsior Art Press.
Edited & Published by M. M. Begg, 22. Middle Road (Entally) CAL NOVEMBER —1937)

عکاس

ماہوار

کلکتہ

MALINA & VIJAYKUMAR.

IN

ABHAGIN.

نیو تھیٹرز کا زیر تکمیل شاہکار

ابھاگن

ڈائرکٹر — پرفلو رائے

اداکار

ملینا، پرتھوی راج، نیمو، وجے کمار، حشمت، شور
دیوبالا، کپور،

مکالمے — اصغر حسین شور لکھنوی

گانے — حضرت آرزو لکھنوی

ابھاگن

بنگلہ لٹریچر کا ایک دلکش
اصلاحی باب ہے، دونوں زبانوں (بنگلہ ہندوستانی)
میں زیر تکمیل ہے، افسانوی خوبیوں سے پیچر آراستہ ہے، اداکاری
موسیقی، رقص، مصوری، کے لئے نیو تھیٹرز کا نام کافی ضمانت ہے، پاکیزہ
مکالمے، روح نواز گانے، قدرتی مناظر، خوشنما صدابندی فلم کی خصوصیات ہیں، ابھاگن
روحانیت اور محبت کی لطیف کشمکش کا ایک دلکش آئینہ ہے، جہاں
انسان کے پرتو نظر آئیں گے، زندگی اور زندگی کی ہنگامہ آرائیاں
مختلف پہلوؤں سے اس پکچر میں دیکھنے کے لئے
ابھی سے آپ تیار رہئے

نیو تھیٹرز لمیٹیڈ کلکتہ

KAPOOR, JAGDISH & KAMLESH.

IN

DHARTI MATA.

شذرات

سالِ نو کے ابتدائی ایام میں پیش نظر پرچہ آپ کے زیر مطالعہ ہوگا، عکاس نے ملک کے تعلیم یافتہ حلقہ کے فلمی خیالات میں کہاں تک پذیرائی حاصل کی؟ اس کا اندازہ صرف وہ صاحب بصیرت نظریں کرسکتی ہیں جو قدرشناسی کے جذبات میں ڈوب کر دوسروں کی کاوشوں کو ہمت افزا قبولیت عطا کرنے میں بخل سے کام لینے کی عادی نہیں ہیں، اگر دور ماضی کے ان خیالات پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے جو فلمیات اور اس کے متعلقات سے زندگی کے دوسرے اسباب کی طرح وابستہ رہ چکے ہیں، تو ایک نمایاں تغیر نظر آئیگا یقیناً فکریں بلند اور صلاحیتیں بیدار ہو چکی ہیں، اور طبیعتوں کے رجحانات انقلاب کی ہلکی سی انگڑائی لے چکے ہیں، اگر اسباب ترقی پر غور کیا جائے تو پریس کی قوم پرور آواز اصلی رہنما ثابت ہوگی اور فلم جرنلزم کی مسلسل خدمات سامنے آئینگی جو مخلصانہ انداز میں کائنات فلم کی رہنمائی کرتے میں ایک عزم مستقل رکھنے والے مسافر کی طرح پیش پیش ہیں جو اپنی منزل کی طرف مضبوط قوت ارادی کیساتھ بڑھتا چلا جارہا ہے، بلاشبہ فلم جرنلزم کی رہنمائی آج ہماری صنعت کے موجودہ عروج کا باعث ہے، رہنمائی، مخلص رہنمائی!! فلمسازوں کی، فلم بینوں کی، متعلقین فلم کی۔

ہماری صنعت فلمسازی نے اب تک ترقی کے کس قدر مدارج طے کئے، اور کیا کیا خدمات انجام دیں، ۳۶ء سے ۳۷ء کا معیار کس قدر بلند رہا، ان تمام حقائق پر آپ کی نظریں پڑ چکی ہیں اور اس کے متعلق آپ نے ایک رائے بھی قائم کرلی ہوگی، سوال یہ ہے کہ دور ماضی بعید سے دور ماضی قریب کس قدر بہتر رہا؟ اگر ۳۷ء میں ہماری صنعت جمیل نے کچھ ترقی کی ہے اور یقیناً کافی ترقی کی ہے تو یہی ہماری ملکی صنعت فلمسازی کی کامیابی کی دلیل ہے اور اسی آہستہ خرامی سے ہماری درخشاں امیدیں وابستہ ہیں کہ ہم مستقبل قریب میں اچھے سے اچھے فلم پیش کرسکیں گے اور اس سے استفادہ بھی حاصل کریں گے

فلمی مارکٹ میں ۳۷ء میں نیو تھیٹرز، پربھات اور بمبئی ٹاکیز کے پکچروں نے کافی مقبولیت حاصل کی، ان کمپنیوں کے جس قدر بھی فلم بازار میں آئے سب کے سب مقبول ہوئے، علاوہ ان کے اور بھی کئی ایک کمپنیاں ایسی ہیں جن کے بعض پکچر اچھے ثابت ہوئے، خصوصاً شہرۂ آفاق ڈائرکٹر مسٹر کاردار کے تین پکچر باغی سپاہی، ملاپ اور مندرا اچھے پکچروں کی صف میں شمار کئے جاتے ہیں، نیو تھیٹرز کا نام ملک میں اس قدر ہردلعزیزی حاصل کرچکا ہے کہ اس کے فلم کا پبلک بے چینی سے انتظار کرتی ہے اور ہمیشہ پبلک کی جانب سے یہ شکایت رہتی ہے کہ نیو تھیٹرز کے پکچر دیر میں آتے ہیں، اس تاخیر کے باعث اول تو پکچر آرٹ کا مکمل نمونہ" ہوتے ہیں، دوسرے پبلک بے اختیارانہ اپنی محبوب کمپنی کو سراہتے ہوئے ہفتوں نیو تھیٹرز کے فلموں کو دیکھتی ہے اور کئی بار دیکھنے کے باوجود سیری نہیں ہوتی، پربھات اور بمبئی ٹاکیز کے پکچروں کا بھی یہی حال ہے، بلاشبہ ملک کی یہ تین چار کمپنیاں اعلیٰ سے اعلیٰ فلم پیش کررہی ہیں، اور فوٹوگرافی، ریکارڈنگ، سٹینگ، ایڈیٹنگ اور دیگر فلمی اصناف میں ان کے موجودہ پکچر ان کے سابقہ کارناموں سے کہیں بہتر ہیں، مگر افسانوی حیثیت سے ہر فلم کو مکمل نہیں کہا جاسکتا ہے، اور یہی ایک افسوسناک خامی ہے جو معیار کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتی، علاوہ افسانوی کمزوری کے جو بعض اوقات مجبوراً برداشت کی جاتی ہے، ایک کمزوری اور بھی ہے اور جس پر فلمساز اب توجہ دینے کے عادی نہیں رہے، اور وہ ملک کی "ہندوستانی زبان" ہے جو تخریب

کے تاریک غار میں سب کو لئے جا رہی ہے" اور جس کے باعث اندیشہ ہے کہ مستقبل قریب میں ہندوستان کی زبان اردو ہندی کے جھگڑوں کے علاوہ ایک نئی لعنت میں مبتلا ہوگی اور وہ قواعد کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہوگا، جن کا نمونہ آج فلموں کے مکالمے اور گانے پیش کر رہے ہیں، ظاہر ہے کہ جب کسی زبان کا کوئی اصول نہیں رہیگا اس زبان کا اقوام عالم کے سامنے کوئی مرتبہ بھی نہیں رہ سکتا ہے" اگر زندگی میں قومی وقار کوئی چیز ہے تو ملک کی زبان کا التزام ضروری ہے۔ "افسانوی پستی" اور "لٹریچر کی خامی" کے علاوہ ہماری فلمسازی نے حیرت انگیز ترقی کر لی ہے اور ہماری توقعات روشن تر ہوتی جا رہی ہیں، ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں، کمزوریاں آہستہ آہستہ دور ہوتی جائیں گی، البتہ پریس اور پبلک کی آواز میں مصلحانہ زندگی کی نمایاں ضرورت ہے۔

اچھے فلموں کے ساتھ ساتھ عامیانہ فلموں کا تذکرہ نہ کرنا بھی ایک ستم ظریفی ہوگی، سوال یہ ہے کہ ملک کے سامنے عامیانہ فلموں کی نمائش ملتوی ہو گئی یا ایسی کمپنیاں محروم زندگی ہو گئی ہیں کہ اب عامیانہ فلم منظر عام پر نہیں آتے ہیں، نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوا، آج بھی ایسے فلمساز موجود ہیں جو پبلک کو بیوقوف بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور بسا اوقات خود بھی اس حماقت میں اپنی کاروباری خودکشی کا باعث بن جاتے ہیں، یہ واقعہ ہے کہ پبلک کا معیار انقلاب پذیر ہوتا جا رہا ہے" اور وہ ملک کی بلند ترین کمپنیوں کے فلم دیکھ دیکھ کر اپنے ذہنی کیفیات فطرۃً تبدیل کرنے پر مجبور ہے" مگر واقعہ یہ ہے کہ اچھے فلمسازوں کی تعداد محدود ہے اس لئے ان کے فلم کم از کم تین ماہ بعد بازار میں آتے ہیں، اور فلم ہماری زندگی کا لازمی جزو بن گیا ہے کیونکہ اس سے کم خرچ کوئی دوسری تفریح سامنے نہیں ہے، لہٰذا ہم فلم بینی کے عادی ہو گئے ہیں اور اس ذوق کی تکمیل کے لئے ہر شام کو سینما گھروں کی زینت بن جانا ہمارے فرائض میں ہے" ایسی صورت میں اچھے فلموں کے فقدان کے باعث ان فلموں کی لامحالہ سرپرستی ہوتی رہتی ہے اور ایسے فلمساز بھی اس کمزوری سے فائدہ حاصل کرتے رہتے ہیں لیکن ان فلموں کے متعلق بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ بھی معیاری فلمسازوں کی تقلید کرنے لگے ہیں اور لغویات سے گریز کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں مگر چونکہ ذہنیتوں میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی ہے" اس لئے کسی اچھے نتیجہ کی اس سے توقع فضول ہے، پبلک کا جب معیار بلند ہو جائیگا تعلیمیافتہ جماعت کی اکثریت ہو جائے گی تو ایسے فلمساز خود بخود اپنی اصلاح کی طرف مائل ہوں گے اور ملک کے اعلیٰ فلمسازوں کے دوش بدوش معیاری فلم پیش کرنیکی کوشش کرینگے۔

ملک کے دیگر صنعتوں کی طرح فلمسازی بھی سکون اور جمود کے دور سے گذر رہی ہے اور اب آمدنی نسبۃً پہلے کے بہت کم ہوتی جا رہی ہے" اکثر سینما ہال خالی نظر آتے رہتے ہیں، فنی معیار بلند ہونے کے باعث ہر فلم کی تکمیل کے اخراجات بھی بڑھ گئے ہیں مگر فلموں کے ذریعہ پبلک سے روپیہ آنا کم ہوتا جا رہا ہے" اور اس کا سبب ملک کی موجودہ کساد بازاری ہے، پبلک کا ذوق فلم آج بھی شباب پر ہے مگر اقتصادی مشکلات ہر ہندوستانی کو مجبور کر رہی ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سینما گھروں کے منتظمین سنیچر اتوار کے علاوہ ہفتہ کے بقیہ دنوں میں شاکی نظر آتے ہیں بلکہ بعض اسٹیشن تو ایسے ہیں جہاں آمد خرچ برابر ہونا مشکل ہو جاتا ہے" ایسی صورت میں فلمسازوں کو غور کرنا چاہئے ہے کہ اپنے گاہکوں کی مشکلات کے دور کرنے میں یہ بھی کچھ اعانت کر سکتے ہیں؟ اور اگر کر سکتے ہیں تو کس قسم سے؟ اس کے طریقے کیا ہونا چاہئے ہیں اور اس پر عمل کرنا چاہئے ہے، فلمسازوں کے سامنے "وقت کی اہم ضرورت" ملک کا یہ پیچیدہ مسئلہ ہونا چاہئے ہے" اور اب اس چیز کو نظر انداز کرنے کا موقع نہیں ہے، پبلک کی اقتصادی حالت روز افزوں زوال پذیر ہے اور فلم نشر و اشاعت کا بہترین ذریعہ فلمسازوں کے ہاتھ میں ہے، عکاس کے کسی گذشتہ شذرات میں بیان کیا گیا تھا کہ فلم میں ایک سین کے ذریعہ پبلک کو روپیہ پیدا کرنیکا قاعدہ بھی بتلانا چاہئے ہے تاکہ پبلک فلم کو محض تماشہ ہی نہ تصور کرے بلکہ باہر نکل کر اس آسان طریقہ کار سے اپنی معاش کا بندوبست کر سکے، بہت سے بیکار

نوجوان ادھر ادھر تلاش معاش میں مارے مارے پھرتے ہیں، مختلف ترکیبیں مختلف آدمیوں کے لئے مفید ہو سکتی ہیں، اور بہت سے نوجوان اپنی بے کاری دور کر سکتے ہیں۔

وقت کے ساتھ حالات بہت جلد تبدیل ہو رہے ہیں، آج ہندوستان جاپان کے مال کا بائیکاٹ اس لئے کر رہا ہے کہ اس کے مظالم کی دست درازیاں مملکت چین پر تاریخ کی ایک الم انگیز داستان دہرا رہی ہیں، مگر ہم اپنے اس فرض کو عرصہ سے فراموش کر چکے ہیں کہ غیر ملکی سامان کی خریداری سے ہم اپنی قومی ملی خودکشی کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے۔ ہمکو اپنے فلموں کے ذریعہ ملک کے بچہ بچہ کے ذہن میں یہ بات مختلف طریقوں سے اتار دینا چاہئے کہ اپنے ملک کی بنی ہوئی چیز خواہ کسی قدر گراں ہو ہر حال میں ہماری سرپرستی کی مستحق ہے اور زیادہ سے زیادہ قیمت دیکر اپنے ملک کی صنعت کو زندہ کرنا ہر ہندوستانی کا فرض ہے۔

ہر آزاد ملک کا یہی اصول کار ہے، ہندوستان کے باشندے اگر اسی اصول پر عمل کرنے لگیں تو ہماری بہت سی مشکلات دور ہو سکتی ہیں، اور ملکی بیکاری کے لاینحل مسئلہ کا یہی ایک حل ہے۔

کاش فلمساز ملک کی اس اعلیٰ خدمت میں بھی حصہ لیتے ہوئے اپنے مستقبل کے لئے کچھ کر سکیں؟

روح جذبات

"نقاش درد" حضرت قدیر لکھنوی

دعوت مے دے رہی ہے چشم جاناں دیکھئے
عشق میں رہتا ہے یا جاتا ہے ایماں دیکھئے

حسن ہے فصل بہاری عشق ہے دور خزاں
اپنا دامن دیکھئے میرا گریباں دیکھئے

ہنس کے دیوانوں سے یہ کہتے ہیں گلہائے چمن
اس طرح سے چاک کرتے ہیں گریباں دیکھئے

آپ کے رحم وکرم کی داستاں سننے کے بعد
بڑھ چلا ہے اور تیرا ذوق عصیاں دیکھئے

جیسے مل جاتے ہیں دو بچھڑے ہوئے مدت کے بعد
تیر و دل ہیں اس طرح دست و گریباں دیکھئے

اڑ رہے ہیں بہر استقبال ذرے قبر کے
آرہا ہے کون یہ محشر بہ داماں دیکھئے

اپنی وسعت تک نہیں پہونچے ابھی ناسور دل
اور کچھ دن روزن دیوار زنداں دیکھئے

ذرے ذرے پر نمایاں ہے مرے نقش سجود
کعبۂ مقصد بنا ہے کوئے جاناں دیکھئے

کیا زمیں کیا آسماں کیا طور کیا دیر و حرم
ہر جگہ ہے یار کا جلوہ نمایاں دیکھئے

خون دل تو بہ گیا ہمراہ اشکوں کے مگر
اب ذرا رنگینی تصویر جاناں دیکھئے

آپ سرد آہیں تو بھرتے ہیں شب غم اے قدیر
گل نہ ہو جائے چراغ شام ہجراں دیکھئے

نگار خانہ کی رفتار

نگار خانہ نیو تھیٹرز میں آج کل کام کی رفتار بہت تیزی پر ہے اور ہر ایک ڈائرکٹر اپنے اپنے فلم کی تیاری میں مصروف ہے، شوٹنگ کے لئے اکثر اوقات تمام اسٹاف مصروف عمل رہتا ہے، دن و رات کسی نہ کسی پکچر کی تیاری کے سامان دیکھنے میں آتے ہیں، نیو تھیٹرز میں اب تک تین ساؤنڈ اسٹڈیو تھے، اب ایک اور ساؤنڈ اسٹڈیو تیار ہوگیا ہے، کیونکہ ہر ڈائرکٹر روزانہ کام کرنا چاہتا ہے، اور اسی آسانی کے لئے کئی ایک دیگر ساؤنڈ اسٹڈیو کی تیاریوں کی تجویز زیر غور ہے، نگار خانہ نیو تھیٹرز ہندوستان کا ایک عالیشان نگار خانہ ہے اور اس میں مشنری کے ایسے اعلیٰ اعلیٰ سامان فراہم کئے جارہے ہیں جن کی موجودگی نیو تھیٹرز کے پکچروں کو شہرت کے آسمان پر چار چاند لگا دیگی۔

مسٹر بی۔ این سرکار کی دلی خواہش ہے کہ نیو تھیٹرز مشرق کا ایک بہترین اور لاجواب نگار خانہ ثابت ہو، بلاشبہ نیک دل اور قوم پرست مالک کی یہ خواہش کامیابی کی منزل کی جانب تیز رفتاری سے قدم بڑھا رہی ہے۔

ڈائرکٹر نیتن بوس، ڈائرکٹر پی۔ سی۔ بروا، ڈائرکٹر ہیم چندر، ڈائرکٹر پرفلو رائے، اور ڈائرکٹر دیوکی بوس اپنے اپنے پکچروں کی تیاری میں مصروف ہیں اور نیو تھیٹرز کے تمام آرٹسٹ اپنے اپنے فرائض کو خوبصورتی سے ادا کر رہے ہیں، "دھرتی ماتا" اور "ابھاگیان" پہلے تیار ہو کر بازار میں آئیں گے، اس کے بعد دوسرے تمام پکچر یکے بعد دیگرے آپ کی خدمت میں پیش ہونگے۔

بروا صاحب کے "مکتی" اور دیوکی بوس بابو کے "ودیاپتی" کی نمائش شروع ہوگئی ہے، دونوں پکچر شمالی ہند میں ہر جگہ کامیابی حاصل کر رہے ہیں، ہر اسٹیشن سے امید افزا خبریں آرہی ہیں۔ پریس نے مکتی اور ودیاپتی کا بہترین الفاظ میں تذکرہ کیا ہے، اور انتہائی تعریفیں کرتے ہوئے ان پکچروں کو دور حاضرہ کا شاہکار تسلیم کیا ہے۔

"پریزیڈنٹ" اور "انا تھ آشرم" کے بعد "مکتی" اور "ودیاپتی" کا دور شروع ہوگیا ہے، اپنے شہر کے سینما ہاؤس میں آپ ان پکچروں کو دیکھ کر یقیناً ایک پرکیف مسرت حاصل کریں گے، دونوں پکچر آرٹ کا مکمل نمونہ ہیں، دونوں فلم پراز رومان ہیں، ایک تاریخی واقعہ ہے اور ایک زمانہ حاضرہ کی روش میں پیش کیا گیا ہے۔ مناظر کے اعتبار سے دونوں پکچر لاجواب ہیں، ایک نے ہندوستان کی قدیم تاریخ دہرائی ہے، دوسرے نے ہندوستان کے ایک پرفضا صوبے کے دلکش مقامات کو پبلک کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

اداکاران میں کانن دیوی، مینکا دیوی، پی۔ سی۔ بروا، نواب، جگدیش، وید، کپور، پرفلو رائے، جیسے ماہرین مکتی میں جلوہ آرا ہیں۔

کانن دیوی، چھایا دیوی، رام پیاری، پہاڑی سانیال، پرتھوی راج، محمد اسحاق، نیمو، کے۔ سی۔ ڈے، وید، کدار و ودیاپتی میں اداکاری کا شاندار مظاہرہ کر رہے ہیں۔

موسیقی کی حسین دیوی نیو تھیٹرز کے دونوں فلموں میں رقصاں ہے

مسٹر بروا نے اپنے لئے ایک نئے افسانے کا انتخاب کر لیا ہے، اور وہ اس کا منظرنامہ تیار کر رہے ہیں۔

مسٹر دیوکی بوس بہت جلد اپنے نئے فلم کی شوٹنگ کرنے والے ہیں

مسٹر ہیم چندر اپنے فلم جوار بھاٹا کی تکمیل میں مصروف ہیں، جوار بھاٹا ایک دلکش افسانہ ہے۔ اس کے مکالمے جناب قیتل انصاری نے تحریر فرمائے ہیں اور گانے حضرت آرزو لکھنوی نے لکھے ہیں، نیو تھیٹرز کے دیگر اداکاروں کیساتھ مسٹر نجم جیسے پارٹ ادا کر رہے ہیں۔

اس مہینے کے نئے

"ہندوستان ریکارڈ"

قیمت فی عدد دو روپے چار آنے

ہندوستان کورس پارٹی

ایچ ۵۸۱	بندے ماترم	قومی ترانہ۔ کورس
	ماتا کے سر پر تاج رہے	"

کماری شیولی سرکار

ایچ ۵۷۹	اک ارج ستو پیا موری	بھجن
	اتنی کرپا تم کیجو پیاری	"

پروفیسر عبدالعزیز خاں اور پارٹی

ایچ ۵۸۰	باقر کی ہچے	کومک
	شادی کی دھن	"

سرجیت دیانند گوسوامی

ایچ ۵۷۵	ہائے ہندوستان	سندھی
	اچوا چوسب کھادی پایں	

مس پھول کماری اور محمد علی

ایچ ۵۰۷۶	گلین میں دھوم مچادیں	ہولی
	ہولی رنگ سے بھری	"

مس شنکری بائی (چھپرا)

ایچ ۵۰۷۷	چھیلا جاگو رے	چیتی
	ابھی بٹیاں موتیا ہرائے	"

پہاڑی سانیال (نیو تھیٹرز)

ایچ ۱۱۵۴۰	آئے کارے بدرا	ٹھمری ملہار
	گھر جانے دے بہاری	بہاری دادرا

بتن خاں آف نیو تھیٹرز لمیٹڈ

ایچ ۱۱۵۶۷	پیا بن موہے کچھو نہ سہائے	دادرا
	ساون بیتا جائے ہے	"

لطائف

وہ ایک معمولی ہوٹل میں کھانا کھا رہا تھا، دفعتہً اسے غصہ آیا۔

ملازم نے پوچھا "خیر تو ہے؟"

اس نے جواب دیا، ذرا دیکھو تو انڈا اینٹ کی طرح سخت ہو رہا ہے

ملازم نے کہا "تعجب ہے، ہم نے گھڑی دیکھ کر اسے دو منٹ میں ابالا تھا۔

اس نے جواب دیا، نہیں گھڑی دیکھ کر نہیں، بلکہ تم نے کلینڈر دیکھ کر ابالا ہوگا۔

بدصورت فلسفی نے اپنے درجہ میں لکچر دیتے ہوئے کہا:۔

ہم سب ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہوئے کھلونے ہیں۔

ایک طالب علم نے جواب دیا۔ "جی ہاں، مگر سانچے میں بعض کھلونے اچھے ڈھلتے ہیں اور بعض بھدے،

ماسٹر نے طالب علموں کو طبقات کا سبق پڑھاتے ہوئے پوچھا درختوں سے فضا گرم ہونے کا ثبوت دو۔

ایک طالب علم نے کہا "درختوں کی شاخوں سے طالب علموں کی ہتھیلیاں گرم ہو جاتی ہیں۔

سینما میں گانا ہو رہا تھا، اس نے اپنے ایک دوست سے کہا:۔

تم نے کبھی آنکھیں بند کر کے بھی گانا سنا ہے؟

پیچھے کی کرسی سے آواز آئی:۔

تم نے کبھی منہ بند کر کے بھی گانا سنا ہے؟

وہ جو سامنے فلم ایکٹرس موٹر پر جا رہی ہے، اس نے شادی کے چند ماہ بعد ہی اپنے شوہر کو لکھ پتی بنا دیا۔

کیا اس کا شوہر پہلے بہت غریب تھا؟

"نہیں وہ تو کروڑ پتی تھا"

ڈنر کے موقعہ پر ایک شخص بہت دیر سے تقریر کر رہا تھا، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی تقریر ابھی ختم نہ ہوگی۔

ایک مہمان نے اکتا کر اپنے برابر بیٹھی ہوئی خاتون سے کہا:۔

کوئی ایسا طریقہ بھی ہے کہ اس شخص کو خاموش کیا جائے؟

خاتون نے ہنس کر جواب دیا "میں خود پندرہ برس سے یہی معلوم معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہوں، مگر اب تک کامیاب نہ ہوئی۔

نمائش گاہ میں تماشائیوں کے لئے کرسیاں بچھی ہوئی تھیں، ایک دیہاتی نے منیجر سے پوچھا "کرسیوں پر بیٹھنے کا کیا کرایہ ہے؟

منیجر نے جواب دیا "اگلی کرسیوں کے چار آنے اور پچھلی کرسیوں کے دو آنے، اور پروگرام ایک آنہ

دیہاتی نے ایک آنہ منیجر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا:۔

"تو مجھے بتا دیجئے پروگرام کس جگہ ہے، میں اسی پر بیٹھوں گا

شوہر:۔ خدا کرے میں مر جاؤں۔

بیوی:۔ خدا کرے میں بھی مر جاؤں۔

شوہر:۔ تو پھر میں مرنا نہیں چاہتا۔

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا شاندار فلم

پریزیڈنٹ

ڈائرکٹر نتین بوس

اداکار

سائیگل، کملیش کماری، لیلا دیسائی
نواب، جگدیش، بکرم کپور، دیوبالا، پرتھوی راج، بکرم نہر،
گردھاری لال، ایاس وغیرہ

افسانہ

انسانی دور حیات کا حقیقی
ترجمان، کشمکش زندگی کا عجیب حادثہ، دو
نازک دلوں کی معصومانہ محبت اور پھر رقابت
ایک کا انقلاب آفریں ایثار، ایثار جو صرف
دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اپنے قریبی
سینما گھر میں دیکھئے

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
جنوبی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچینج ۵۔ آرمینین اسٹریٹ مدراس
مشرقی ہند ——— دوسانی فلم کارپوریشن ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ
مغربی ہند ——— کلکتہ فلم ایکسچینج تری بھون روڈ بمبئی ۴

"طوفان"

ایک فلمی افسانہ

محبت ایک طوفان ہے، طوفان حیات، جو مذہب کو کمزور تنکوں کی طرح بہالیجاتا ہے

از جناب مفتی گوہر شادانی صاحب

توپوں کی آواز تڑپ تڑپ کر شیطان کے قہقہے کی طرح فضا میں لرزہ پیدا کر رہی ہے، اجل کا فرشتہ مسکرا رہا ہے، زندگی کا دیوتا رو رہا ہے، تسکین اور آسودگی معصوم بچوں کی طرح اپنی جان بچانے کی فکر میں منھ چھپائے پھر رہے ہیں، بارود، آگ، شعلے، ایک محشر بپا ہے، دنیا والے زندگی اور موت سے کھیل رہے ہیں۔

رات، تاریک رات، خوفناک رات۔

خاموشی کے وحشت خیز ہنگامے سے سہمی ہوئی ابھی تک لرزہ براندام نظر آتی ہے، ستارے ڈرتے ڈرتے بادلوں کی آغوش سے جھانک رہے ہیں، سورج کی روشنی نے دن بھر کے ڈراؤنے قصے سنا کر سب کو خوفزدہ کر دیا ہے، معصوم چاند اسی دہشت کے مارے کسی خاموش وادی میں منھ چھپائے بیٹھا ہے، اچانک بندوق کی آواز فضا میں گونجی، اور ساتھ ہی ایک ہلکی سی آہ، سہمی ہوئی خاموشی چونک اٹھی، تاروں کا خون منجمد ہو گیا، لیکن درختوں کی آڑ میں چھپے ہوئے نوجوان افسر نے بندوق کندھے سے اتاری اور مسکرایا، اس سے دو سو گز کے فاصلے پر اس کا "شکار" اوندھے منھ گرا پڑا تھا، اس نے اطمینان کے ساتھ بندوق سنبھالی اور سنبھلتا ہوا قریب پہنچا، اور ٹارچ کی روشنی میں اپنے صبہ کا لباس پہچان کر مزید اطمینان کا سانس لیا، غالباً دشمن کا کوئی جاسوس تھا جو اس کے کیمپ میں پوشیدہ طور پر داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا، اچھا ہوا موذی کیفر و کردار کو پہنچا

(۲)

درویش کے خیمے میں زخمی سپاہی لیٹا ہوا ہے، درویش اس پر جھکا ہوا اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا ہے۔

جرا، جرا۔ آہ میرے عزیز دوست یہ تم تھے۔ تم...... تم...... مجھے کیونکر خبر ہو سکتی تھی کہ دشمنوں کی فوج میں تم بھی موجود ہو، وہ یہ کہہ رہا تھا، اور جرا کے چہرے پر پانی کی چھینٹیں مار رہا تھا، ایک منٹ بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور بولنے کی کوشش کی۔

"میں" میں کہاں ہوں،

جرا۔ میرے عزیز جرا، تم میرے خیمہ میں ہو، میں ہوں درویش تمہارا دوست "درویش...... تم...... تم یہاں" وہ رک گیا اور سوچنے لگا، آج کتنے سال بعد ملاقات ہوئی درویش۔

چار سال بعد، لیکن اس وقت تم خاموش رہو، پھر باتیں ہوں گی "میں" میں، میری زندگی......" اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن پھر رک گیا گھبراؤ نہیں، مجھے یقین کامل ہے کہ میں تمہاری جان بچا لوں گا، زخم خفیف ہے، تم اب سو جاؤ، صبح دیکھا جائیگا" درویش نے کہا اور اپنا کمبل اسے اڑھا دیا۔

(۳)

جزا نے آنکھیں کھولیں اور حیران ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا کمرے کا ساز و سامان، طرزِ آرائش اور سامنے کی کھڑکی کے باہر دور تک درختوں کی دو رویہ قطاریں دیکھ کر اسے یقین ہوتا تھا کہ وہ ابھی زندہ ہے، اور دنیا کے کسی تختہ پر کسی خوبصورت مکان کے نہایت خوبصورت کمرے میں موجود ہے لیکن سامنے کرسی پر بیٹھی ہوئی حور کو دیکھ کر اسے اپنی موت کا گمان اور اس کمرے پر جنت کی زمردیں محل کا دھوکہ ہوتا تھا۔

شاید دنیا والے جنت میں آکر اسی قسم کے کمرے میں رہتے ہوں یا شاید اللہ میاں نے ان کی دنیاوی دلچسپیوں کو قائم رکھنے کے لئے جنت کے مکان دنیاوی طرز و طریقے پر آراستہ کئے ہوں۔

وہ ابھی اس گتھی کو سلجھانے میں کامیاب نہیں ہونے پایا تھا کہ اکی دماغی قوتوں کو زیر و زبر کرا دینے والی حور نے اکی طرف دیکھا۔

ہاں، ستارے اس کی آنکھوں سے جھانک رہے تھے، نور کی شعائیں ان کی آغوش میں سو رہی تھیں، اور تبسم کی پریاں اس کے خوبصورت پتلے پتلے ہونٹوں کی باڑھ پر رقص کر رہی تھیں۔

"میں کہاں ہوں" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"آپ اپنے دوست درویش کے مکان پر ہیں اور میں درویش کی بیوی ساجدہ ہوں۔

جزا خاموش ہو گیا، لیکن سمجھ نہ سکا کہ آخر وہ خاموش کیوں ہو گیا۔

"درویش کہاں ہے" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"محاذِ جنگ پر"

"میں یہاں کب سے ہوں؟"

"چھ روز سے" حور ارضی نے مسکراتے ہوئے کہا، اور جزا پھر خاموش ہو گیا، وہ کمزوری کے باوجود اس گفتگو کو جاری رکھنا چاہتا تھا، لیکن اس کے لب کھلتے نہ تھے، معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی غیبی بوجھ کے نیچے دبا جا رہا ہے، وہ اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتا تھا لیکن ناکام تھا۔ نہیں ہوتا تھا......... یہاں تک کہ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں، اور وہ سو گیا۔

(۴)

آج درویش کی واپسی کا دن ہے، دونوں حکومتوں میں صلح کی شرائط طے ہو جانے پر لڑائی بند ہو گئی ہے، نیچے کی منزل میں ساجدہ اپنے کمرہ میں کھڑکی میں کھڑی پہاڑی کی آغوش سے جھانکنے والے آفتاب کی کرنوں کو دیکھ رہی ہے، دیکھ رہی ہے اور سوچ رہی ہے، اس کا چہرہ زرد ہے، آنکھوں کے ارد گرد حلقے ہیں، اداسی خاموش بنکر کمرہ میں چاروں طرف چھا رہی ہے، ساجدہ مرجھائے ہوئے پھولوں کی طرح اداس ہے، حالانکہ اسے آج خوش ہونا چاہئے تھا، اوپر کی منزل میں جزا کرسی پر سر پکڑے بیٹھا ہے، بیٹھا ہے اور سوچ رہا ہے، پریشاں حال خیالات کی پریشانیوں کا پتہ دے رہی ہیں دل کی دھڑکن چہرہ کے اضطراب سے ظاہر ہو رہی ہے، نہ جانے کونسی بات ہے کہ آج جتنی خوشی عیش و مسرت چین و اطمینان کی چڑیاں زندگی کے پر رونق گلشن سے اڑ گئی ہیں۔

"بیگم کہاں ہیں" درویش نے ملازم سے پوچھا۔

"پہاڑی کی طرف گئی ہیں"

"اور جزا صاحب؟"

"معلوم نہیں حضور، شاید وہ بھی کہیں اسی طرف تشریف لےگئے ہیں"

خیر میں انہیں ڈھونڈھ کر لاتا ہوں، تم میرا اسباب اتارو اور چائے تیار کرو۔

درویش نے پہاڑی کا رخ کیا، شوقِ دیدار اضطراب بنکر اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا تھا، پہاڑی کی چڑھائی نے اس کی رفتار کم کرنے کی کوشش کی لیکن درویش نہ مانا، ناواں کیسے سمجھ سکتا تھا کہ پہاڑی کا بے جان بت اس کے ساتھ ہمدردی کر رہا ہے

(۵)

شام، دامن کوہسار کی خاموش شام، ہوا تسکین کی شراب کشید کر رہی ہے سورج کی کرنیں دن بھر کے رقص زریں کے بعد اتراتی، شرماتی ہوئی رخصت ہو رہی ہیں، پہاڑی کی سب سے بلند چوٹی پر ایک پیکر ناز بالکل خاموش کھڑی ہے، نیچے بہت نیچے سمندر کی لہریں آتی ہیں، رکتی ہیں اور سر جھکا کر واپس چلی جاتی ہیں، شاید حسن کی اس دیوی کو سجدے کر رہی ہیں، اچانک، پیکر حسن و ناز نے سر اٹھایا، سامنے فضا میں کسی نامعلوم چیز کو دیکھا اور........... فضا کانپ اٹھی، کرنیں گھبرا گئیں، آہستہ آہستہ قریب آنے والی تاریکی ششدر رہ گئی حسن کی دیوی اپنی پرستار لہروں کے آغوش میں پہنچنا چاہتی ہی تھی کہ کسی نے بڑھ کر اپنے مضبوط بازوں میں جکڑ لیا اور کھینچ کر پیچھے لے گیا۔

"ساجدہ...... ساجدہ تم...... تم اور یہ حرکت"

"کیا مرنے بھی نہیں دو گے جزا" ساجدہ نے ایک ایسی مسکراہٹ کے ساتھ کہا،

معلوم ہوتا تھا کہ آنسوؤں کے اجزا سے مرتب کی گئی ہے۔

آہ تم کیوں آئے، جوانی کا سب سے پیارا خواب بنکر تم میرے دل و دماغ پر کیوں مسلط ہو گئے اور اگر آئے بھی تھے تو میرے خیال میں سما جانے کو کس نے تمہیں کہا تھا، جزا، جزا خدارا مجھے مرجانے دو،

ساجدہ، ساجدہ! یہ تم کیا کہ رہی ہو، مجھے دیوانہ نہ بناؤ، میں بھولا جا رہا ہوں کہ دنیا میں دوستی اور شرافت کوئی چیز ہے، میرا سب سے عزیز دوست میرا سب سے بڑا دشمن بن رہا ہے۔

"نہیں، نہیں، یہ نہیں ہوگا، یہ نہیں ہو سکتا، یہ نہیں ہونا چاہیے" اس کی آواز میں جوش تھا، معلوم ہوتا تھا وہ اپنی قوت ارادی سے دل کی سرکشی کا کام تمام کرنے پر تلا ہوا ہے۔

"ہاں یہ نہ ہونا چاہیے" ساجدہ نے اداس لہجے میں کہا "میں بھی تو یہی کہتی ہوں، اور نہ معلوم کتنی مرتبہ کہ چکی ہوں، اس کمبخت سودائی دل سے

نیند اور بیداری کے درمیان، لیکن مصیبت تو یہ ہے جزا! یہ کم بخت میری کچھ سنتا ہی نہیں"

"تم.......... تم درویش کی بیوی ہو اور........."

"جانے دو جزا! کیوں دماغ کو ایک ایسے مسئلہ کے سلجھانے میں الجھاتے ہو جسے خود خدا بھی نہ سلجھا سکا، اگر وہ سلجھا سکتا تو اسے آج تک الجھا ہوا کیوں رہنے دیتا، مجھے مرجانے دو، جزا تمہاری عزت اور میری محبت کو اسی کی ضرورت ہے۔

گلاب کے کٹوروں میں جو شبنم کی بوندیں منھ چھپائے بیٹھی تھیں سسک کر تڑپ اٹھیں، جزا نے سمجھا آنسو ہیں اور ساجدہ سمجھی برباد دل جو محبوب کے آخری دیدار کے لئے بھیس بدلکر ان کھڑکیوں سے جھانک رہا ہے محبوبہ کی آنکھوں میں آنسو، میں پوچھتا ہوں کون انسان اس تڑپا دینے والے منظر کو خاموشی سے دیکھ سکتا ہے، آخر وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا، اور جو آپ سمجھ رہے ہیں کہ ہوا ہوگا۔

جزا دیوانہ ہو گیا، سمندر کی گہرائیوں نے جو اس پیکر لطیف کو ایک مرغوب لقمہ سمجھ کر ویل مچھلی کی طرح منھ کھولے منتظر تھیں حسرت سے منھ پھیر لیا۔

پہاڑ کی چٹانوں نے ایک ترنم شیریں اور مستقبل کی الجھنوں کو بھلا دینے والا قہقہہ سنا، غروب ہونیوالے آفتاب کی شعاعوں نے دیکھا کہ ایک ان سے بھی نازک ترین حسین ایک دیوتا کے بازوں میں جکڑی زندگی کا سب سے پیارا اور میٹھا خواب دیکھ رہی ہے، لیکن اس قہقہہ کو سننے والا، اور عشق و محبت کے مسحور کن منظر کو دیکھنے والا پہاڑ کی چٹانوں اور سورج کی شعاعوں کے علاوہ ایک اور بھی تھا۔

"درویش"

امید و بیم، شوق و ارمان، محبت و الفت کا ایک زندہ مجسمہ جواب پتھر کی طرح بے حس ہو گیا تھا ایک ٹھکرایا ہوا شوہر جس کی بیوی اس کے سب سے

پیارے دوست کو چاہتی تھی، وہ خاموش تھا، ایسا خاموش جیسے طوفان سے پہلے فضا خاموش ہو جاتی ہے۔

اچانک اس کے چہرے پر ایک تبدیلی اس کے جسم میں ایک لرزہ پیدا ہوا اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی کے ہونٹ وفاداری اور محبت کے پیغام دینے والے ہونٹ بیوفائی کے نشے میں چور ہو کر ایک دوسرے کے ہونٹوں کو وہی دھوکہ دے رہے ہیں جو اس سے پہلے اسے دے چکے ہیں، اس نے دیکھا اور دیکھتا رہا۔

(۶)

گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز دور سے سنائی دی درویش کمرے میں ٹہلتے ٹہلتے رک گیا، اس نے پریشان بالوں کو سنوارا اور دل کی دھڑکن کو قابو میں لانے کی کوشش کی۔

بجلی کی طرح گھوڑا دوڑتا ہوا سوار قریب پہونچا، قریب تر پہونچا، اور اترا اور اندر داخل ہوا۔

نعمان، نعمان تم! درویش نے متعجب ہو کر پوچھا۔

ہاں، درویش محکمہ خفیہ کی اطلاع ہے کہ جزا نامی ایک شخص تمہارے یہاں پوشیدہ ہے، میں اس کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں۔

پوشیدہ ہے، میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔

جزا ایک جاسوس ہے، ایک سیاسی پارٹی سے روپیہ لیکر اس نے اپنی حکومت کو کچھ غلط اطلاعات بہم پہونچائیں جس کی وجہ سے حکومت کو سخت نقصان پہونچا، وہ گرفتاری سے پہلے فرار ہو گیا، لیکن اب اس کی حکومت نے اس کا پتہ لگا لیا ہے، اور وہ اس کی واپسی کا مطالبہ کرتی ہے۔ تم جانتے ہو وہ کہاں ہے؟

وہ میرے یہاں رہتا ہے، لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ ایک مجرم ہے، اس کی حکومت اسے واپس مانگ رہی ہے۔

"ہاں"

اس کے جرم کی کیا سزا ہو گی؟

موت، فوری موت۔ درویش ہنسنے لگا، ایک بیخود دیوانے کی طرح اس کے قہقہے نفرت، حقارت اور جذبۂ انتقام سے لبریز تھے۔

"موت" اس نے دہرایا، خوب بہت خوب، نعمان! تم یہاں ٹھیرو میں اسے بلا کر لاتا ہوں،

یہ کہکر وہ مڑا، اور اندر کے کمرہ میں داخل ہوا، دروازہ بند کر کے بڑھنا چاہتا تھا کہ واپس ہو گیا، اس کی بیوی سامنے کھڑی تھی اور وہ سب کچھ سن چکی تھی۔

جزا کی جان بچاؤ، درویش، درویش میں تم سے التجا کرتی ہوں، وہ بید مجنوں کی طرح کانپ رہی تھی،

کیوں، درویش نے حقارت سے پوچھا۔

وہ .... وہ تمہارا دوست ہے"؟

اور تمہارا عاشق! اس نے طیش میں آکر کہا! اسے مرنا ہو گا۔

نہیں، نہیں، اگر وہ مر گیا تو میں بھی مر جاؤں گی، وہ گھبرا گئی اور زرد پڑ گئی۔ محبت کی بیخودی نے یہ الفاظ اس کے منھ سے کہلوا دیئے۔

"تم اسے چاہتی ہو ساجدہ!" درویش نے بڑی کوشش سے اپنے جذبات پر قابو پا کر کہا، تم اسے چاہتی ہو، تم اس کمینے رذیل آوارہ جاسوس سے محبت کرتی ہو، تم، تم،.... جو غصہ اور جوش اسے مغلوب کر رہا تھا۔

"ٹھہرو" درویش، تم نہیں، تم نہیں سمجھ سکتے، میں اسے .... وہ جو کچھ کہنا چاہتی تھی کہہ نہ سکی، کمرے کا دروازہ کھلا، اور جزا اندر داخل ہوا، اس کا چہرہ زرد تھا، لیکن اس کی نگاہیں مطمئن تھیں، میں

"میں اپنی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں، میں ایک سرتاپا دھوکہ ہوں مجسمہ مکر و فریب، میں نے تینوں کو دھوکہ دیا، درویش اور اپنی حکومت کو بھی، لیکن میں اپنی محبت کو دھوکہ دینا نہیں چاہتا، ساجدہ! مجھے بھول جاؤ، تمہارا

دامن گناہ کی آلودگی سے پاک ہے، اسے اپنے شوہر کے قدموں کے نیچے بچھاؤ اور اس کی پرستش کرو۔

جزا، جزا، کیا تم نے مجھے اسی لئے موت کے منھ سے بچایا تھا، میں تمھارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، اس نے اپنی باہیں جزا کے گلے میں ڈالدیں اور بھول گئی کہ کمرے میں اس کا شوہر بھی موجود ہے۔

انسان بہت سے خواب دیکھتا ہے ساجدہ! دلکش، دلفریب اور زرین خواب لیکن وہ بھی کبھی پورے نہیں ہوتے، میری آخری درخواست قبول کرو" میری روح

وہ زیادہ نہ کہہ سکا، درویش چلو، میں تیار ہوں، لیکن درویش اس سے پہلے جاچکا تھا،

(۷)

نعمان منتظر کھڑا تھا، دروازہ کھلا، اور درویش اندر داخل ہوا

عضب، عضب، ہوگیا، نعمان"

"خیریت"

جزا، بدطینت، بدفطرت، جزا فرار ہوگیا، اور..... اور میری بیوی.....!

اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے جذبات کا پتہ دے رہے تھے۔

"تمھاری بیوی"

"ہاں وہ بھی اس کے ساتھ بھاگ گئی۔

کب، کس وقت،

ابھی ابھی وہ ہماری گفتگو سن رہی تھی، سننے کے بعد اس نے اپنے عاشق کو اطلاع دیدی، اور موقعہ پاکر دونوں........ مگر نہیں وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے، ہم ابھی انہیں گرفتار کرسکتے ہیں چلو جلدی چلو، میری گاڑی تیار ہے اور میرے تازہ دم گھوڑے انہیں بہت جلد پا جائیں گے۔

بجلی گھوڑوں سے تڑپ رہی تھی، گاڑی آندھی کی طرح شور و غل کرتی، راستے کے کنکڑوں، چٹانوں کے ٹکڑوں اور سنگریزوں کو ٹھوکریں کھاتی، مست ہاتھی کی طرح بڑھتی جارہی تھی، سامنے کی سیٹ پر درویش بیٹھا تھا اور پاس نعمان، گھوڑوں کی لگام درویش کے ہاتھ میں تھی اور وہ ایک پاگل وحشی کی طرح ان کی پیٹھ پر ہنٹر برسا رہا تھا معلوم ہوتا تھا کہ جنون کا دیوتا زنجیروں سے آزاد ہوگیا ہے یا کثرت سے شراب پی گیا ہے گاڑی نے سیدھی راہ چھوڑدی اور ایک خستہ پگڈنڈی کا رخ کیا، نعمان گھبرایا۔

"یہ تم کہاں جارہے ہو درویش؟" درویش نے جواب میں ایک قہقہہ مارا، تم...... تم موت کے منھ میں جارہے ہو، یہ...... یہ راستہ پہاڑی کی چوٹی پر ختم ہوگیا ہے، اور اس کے بعد سمندر،

"گھبراؤ نہیں" درویش نے کہا گھبراؤ نہیں، تم اپنے جاسوس کی تلاش میں ہو اور میں اپنی بیوی کی۔

لیکن میرے عزیز دوست! وہ دونوں نہیں مل سکتے، اس لئے چلو چلو، اس رنج وناکامی کے الم کو سمندر کی گہرائی میں غرق کردیں

لگام اس نے ہاتھ سے چھوڑدی، گھوڑے ایک لمحہ بھر کے لئے ہوا میں معلق ہوگئے، اور اس کے بعد گرجتے ہوئے بادل اور کڑکتی ہوئی بجلی کی سی چند آوازیں جس میں کچھ شکستہ بے ربط قہقہے اور چند دلگداز چیخیں بھی شامل تھیں۔

دوسرے روز شہر کے لوگ پہاڑی پر جمع تھے۔

اف کیسا خوفناک حادثہ، ایک نے کہا ———

شاید گھوڑے قابو میں نہیں رہے، دوسرے نے کہا۔

موت کھینچ کرلے گئی ہوگی، تیسرے نے جواب دیا۔

مگر یہ آخر ہوا کیونکر، چوتھا بولا

کیا ہوا، کیوں ہوا اور کیونکر ہوا؟

اس کا راز ساجدہ جانتی ہے یا جزا

ان فلموں کے نام یاد رکھیے

جب

آپ کے قریبی سینما گھروں میں دکھائی جائیں ضرور دیکھئے

ہمارے انتخاب کردہ فلم تفریح بخش دلچسپ دلکش اور نتیجہ خیز ہیں

مدھوری	امپریل فلم	جوش انتقام
ڈاکو کی لڑکی	〃	دیوداس
چھیل بل	〃	دھوپ چھاؤں
گل صنوبر	〃	کروڑپتی
اندرا ایم۔ اے	〃	منزل
انارکلی	〃	دل کی پکار
بمبئی کی بلی	〃	میڈم فیشن
شان ہند	〃	بھکارن
نورجہاں	〃	قسمت
غلام ڈاکو	〃	چھپایا
لیل و نہار	〃	دھرم ویر
ستی آنسویا	〃	بے گناہ
پنجاب لانسر	〃	لعل یمن
زمبو	بھونانی پروڈکشن	من موہن
بلا کی رات	بنگال ٹاکیز	وچ گرل
دیہاتی عورت	امپیریل	جیون ناتا

نیو تھیٹرز نیو انڈیا	لال چٹھی	پرکاش پکچر
نیو تھیٹرز	شمشیر عرب	〃
〃	بمبئی کی ٹھانی	〃
〃	تلوار کا دھنی	〃
〃	پاسنگ شو	〃
سنگیت	توپ کا گولہ	〃
〃	چیلنج	〃
کولہاپور سنیٹون	تقدیر	جیانت پکچر
〃	پریم پجاری	〃
ہنس پکچرز	خان بہادر	منروا مووی ٹون
〃	جیون نیا	بمبئی ٹاکیز
〃	جنم بھومی	〃
〃	جہاں آرا	میڈن تھیٹرز
ساگر مووی ٹون	رشیدہ	〃
〃	پریم کشش	ویسٹ انڈیا

بکنگ کا پتہ:- ہندوستانی فلم کارپوریشن، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

اتفاق کی شوخی

شام کے دھندلکے میں بوڑھی لکھی اپنے بدنصیب مرنے والے کو آگ کے شعلوں کے سپرد کرکے اپنے جھونپڑے میں خاموش بیٹھی ہے، آج پچاس سال کے بعد زندگی کا یہ پہلا موقع ہے کہ وہ آج کی رات اپنے جھونپڑے میں تنہا ہے، اس کا شوہر گاؤں کا پٹواری تھا، لیکن اس کے باوجود اپنی دیانتداری کی بنا پر ہمیشہ مفلوک الحال رہا۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی کی ازدواجی زندگی بڑی ہی عسرت میں گذری، مگر اپنے افلاس کے باوجود دونوں خوش و خرم تھے، محبت نے دونوں کو خوشحال بنا رکھا تھا محبت سب سے بڑی خوشحالی ہے۔

لیکن آج محبت کا وہ رشتہ بھی ٹوٹ گیا، ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گیا، اور وہ اس پہاڑی زندگی میں دکھ جھیلنے کے لئے اکیلی رہ گئی، اکیلی اس لئے کہ مصیبت کا حصہ دار اسے اکیلا چھوڑ کر اس دنیا سے چل بسا۔

لکھی کو اپنی زندگی اس کشتی کی مانند نظر آرہی تھی جس کا ملاح اس کے ڈوبنے سے پہلے ڈوب چکا ہو، اور طوفان کی گود میں موجوں کے رحم پر ادھر ادھر ڈانواڈول ہو رہی ہو، وہ سوچ رہی تھی کہ زندگی سمندر ہے اور موت ساحل، دیکھوں میری ناؤ کب کنارے لگتی ہے، وہ سوچ رہی تھی کہ زندگی ایک لمبی رات ہے اور اسکی روح ایک بجھتا ہوا چراغ، دیکھیں یہ چراغ کب آخری ہچکی لیکر خاموش ہوتا ہے، تصور میں وہ اپنے شوہر کو پکڑنے کے لئے موت کا پیچھا کر رہی تھی، مگر حقیقت میں دنیا اس کو پکڑنے کیلئے اس کے پیچھے دوڑ رہی تھی، سوچتے سوچتے اس نے سوچنا شروع کیا، کہ کل جب ساہوکار اپنے باقی روپیوں کا تقاضہ کرنے کے لئے آئے گا تو میں اس کا کیا جواب دوں گی، وہ تو یہی نہیں کہ اس آئی بلا کو سمجھا بجھا کر ٹالیں گے، ہونے کو بیٹی کا بیاہ بھی ہو گیا، اور بھائی بندوں کی آؤ بھگت بھی، لیکن ساہوکار کے روپے چھاتی کے سل بنے ہوئے سود کی دوڑ دوڑتے رہے، مرنے والے کی روح اسی سوچ میں گھل گھل کر موت کے نیگ لگی، میں جی رہی ہوں، دیکھیں اب میرا کیا حشر ہوتا ہے، دیانتداری شاید بھگوان کو پسند نہیں، ورنہ ہم لوگ یوں دکھ نہ بھوگتے، سنتی ہوں کہ نیکی کا پھل ملتا ہے، ہاں ملتا ہے اور ہمیں بھی ملا، وہ اس پھل کو کھاتے کھاتے چل بسے، میں اب تک کھا رہی ہوں، مگر بھگوان! اب کھایا نہیں جاتا بہت ہی کڑوا ہے، اسے واپس لیلو، ہمیں اپنی نیکیوں کے معاوضے کی ضرورت نہیں رہی۔

ہاں تو اب کیا کیا جائے، یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ بھگوان زیادہ بے رحم ہیں یا ساہوکار، اس کی قوت فیصلہ گھبرا رہی تھی ابھی کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تھا کہ دروازے پر آہٹ ہوئی کسی نے کنڈی کھٹکھٹائی لکھی نے سمجھا کوئی پڑوسن تعزیت کے لئے آئی ہے، لیکن میں ان کی کیا خاطر کر سکوں گی، گھر میں چھالیہ تک نہیں، یہ سوچتی ہوئی آگے بڑھی، دروازہ کھولا تو دیکھا بڈھا ساہوکار ٹکٹکی لگائے سامنے کھڑا ہے، چلا نہیں جاتا، مگر روپے کی محبت سہارا دیتی ہوئی لائی، لکھی کا خون خشک ہو گیا، اور اس نے فوراً فیصلہ کیا کہ ساہوکار زیادہ بے رحم ہے اور لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں بولی:۔

سیٹھ جی ادھر کرپا ہوئی، ابھی تو سوامی کے کریا کرم سے چھٹی جملے کا باقی حصہ آنسوؤں کی زبان نے پورا کیا۔

سیٹھ جی نے کھنکھارتے ہوئے کہا، مطلب یہ ہے کہ تمھارے سوامی تو سرگباش ہوئے

مضمون نگار حضرات سے گذارش ہے کہ آئندہ تنقیدی مضامین دفتر میں بھیجا کریں، مضمون کا صاف اور خوشخط ہونا ضروری ہے۔ "مینیجر"

اب کچھ جمع جتھا ہو تو میرا روپیہ چکا دو، کتنے برس بیت گئے "جمع جتھا" سنکر لکھی بے چین ہوگئی اور بولی، سیٹھ! بھگوان سے ڈرو، جمع جتھا ہی ہوتا تو سوامی تمھارے قرضہ کا بوجھ چھاتی پر لیکر کیوں سدھارتے۔

سیٹھ:۔ خیر نہ سہی مگر میرے روپیہ سے تو انکار نہیں کر سکتی ہو، یہ ہے تمھارے مکان کا رہن نامہ۔

لکھی:۔ تو میں یہ کب کہہ رہی ہوں، آج ہی گھر کا مالک مرا ہے، کیا تمھارے پاس دیا نہیں، ذرا چھری تلے دم تو لینے دو، ایک مہینہ کی ——

سیٹھ (گھبرا کر) ایک مہینہ کی مہلت، یہ کبھی نہیں، تمھارے سوامی جیتے نہیں ہیں، آخر کس بھروسہ پر بیٹھا رہوں، اگر دینا ہو تو آج یا زیادہ سے زیادہ کل پرسوں تک دیدو، ورنہ مکان کو مجبوراً نیلام پر چڑھانا ہوگا

نیلام کا نام سن کر لکھی کے آنسو خشک ہوگئے، افسردگی غصہ سے بدل گئی، عورتوں کا غصہ جب اپنا عملی مظاہرہ کرنا چاہتا ہے تو گالیوں کوسوں پر اتر آتا ہے، لکھی بھی عورت تھی، اس نے بھی وہی کیا جو ایک عورت کر سکتی ہے، گالیوں کا قصیدہ سنکر سیٹھ جی مارے غصہ کے بیٹھ گئے اور بولے کہ یہ مکان اس وقت سے میرا ہے، دور ہو یہاں سے نکل۔ سیٹھ نے لاٹھی ٹپک کر کہا۔

لکھی بولی:۔ جا موئے تری اتنی مجال ہے کہ مجھے میرے گھر سے نکالے، یہ گھر ترے باپ کا بنایا ہے، یہ مت سمجھ کہ میرا سوامی مر گیا ہے تجھ کو بھی مرنا ہے، بھگوان کی کرپا ہوگی تو تیری کھٹیا بھی ایک دن اسی مچچاتی نکلے گی —— تیری جورو بھی میری ہی طرح ——

لکھی نے جملہ کو ناتمام چھوڑ کر جھاڑو اٹھائی، یہ دیکھ کر سیٹھ جی کچھ پیچھے ہٹے، لکھی زخمی ناگن کی طرح بل کھا رہی تھی، شوہر کے سوگ میں اس کی کھلی ہوئی لٹیں، روئی ہوئی لال لال آنکھیں اور غصہ سے کانپتے ہوئے ہونٹ بڈھے ساہوکار کو بہت بھیانک معلوم ہوئے، اس نے سوچنا شروع کیا، ایسی آنکھیں تو صرف جادوگرنیوں اور ڈائنوں کی ہوتی ہیں، کہیں یہ ڈائن نہ ہو، سیٹھ جی کے واہمے نے خلاقی شروع کی، اور انہیں لکھی کی صورت میں وہ تمام علامتیں نظر آنے لگیں جو عموماً ایک جادوگرنی کی پہچان ہوا کرتی ہیں، لکھی کے غصہ کے ساتھ سیٹھ جی کا یقین بھی بڑھتا جا رہا تھا —— لکھی نے پھر گرج کر کہا جاتا ہے یا اس جھاڑو سے خبر لوں —— سیٹھ جی مرعوب ہو چکے تھے، چپکے سے اٹھ کر چلے، لکھی کی گالیاں اور کوسنے مشایعت کے لئے آگے بڑھے، اور سیٹھ جی نے بہرے ہونے کے باوجود لکھی کا یہ آخری فقرہ ٹھیک سنا:۔

جا موئے، بھگوان کرے راستہ میں تیری ٹانگ ٹوٹ جائے اور گھر پہونچتے پہونچتے دم بھی نکل جائے۔

سیٹھ جی اپنی لکڑی کے سہارے یہ سوچتے ہوئے گھر کو چلے کہ ہو نہ ہو لکھی ڈائن ہے۔ اندھیرا ہو چکا تھا سو قدم بھی نہ چلے ہوں گے کہ ایک گرے ہوئے درخت سے ٹھوکر کھائی، منھ کے بل گرے اور بائیں ٹانگ میں موچ آگئی۔

بس شک کی جگہ یقین ہوگیا "ٹانگ ٹوٹ گئی اور لکھی کی پہلی پیشین گوئی پوری ہوگئی، ہو نہ ہو لکھی ڈائن ہے، گھر کی طرف بڑھے تو کہ دوسری پیشین گوئی کا خیال کر کے دل دھڑکنے لگا کہ کہیں یہ بھی پوری نہ ہو جائے، ہاتھ سے لاٹھی چھوٹ پڑی، ہے بھگوان کیا ہوگا؟ بھگوان نے کوئی جواب نہ دیا، پھر سوچنے لگے کہ کیا کیا جائے، دل نے جواب دیا، واپس لوٹو، لکھی کی خوشامد کرو، عقل نے کہا لکھی راضی نہ ہوگی، خوف نے کہا کیا کروگے اس کا روپیہ معاف کر دو۔

بڑبڑاتے ہوئے لکھی کے جھونپڑے کی طرف واپس لوٹے کنڈی کھٹکھٹائی، لکھی سامنے ہی کھڑی تھی، سیٹھ جی دل ہی دل میں کہنے لگے:۔

"ہو نہ ہو ڈائن ہے، ایسی آنکھیں صرف ڈائنوں کی ہوتی ہیں"

لکھی پھر شروع ہونا ہی چاہتی تھی کہ سیٹھ جی نے گڑگڑا کر کہا۔

"بڑا اپمان ہوا، دیا کرو —— دیوی —— دیکھو جو تم نے کہا تھا، وہی ہوا، آخر میری ٹانگ ٹوٹ گئی، لیکن میں ابھی مرنا نہیں چاہتا لو یہ رہن نامہ ہے اسے چولھے میں جھونک دو۔

لکھی نے مسکراتے ہوئے ان کی خواہش پر عمل کیا، رہن نامہ چولھے میں جل رہا تھا اور سیٹھ جی دل کی آگ میں۔

سیٹھ جی گرتے پڑتے گھر کو چلے، اور لکھی پھر سوچنے لگی کہ اس کا پہلا فیصلہ غلط تھا، بھگوان بے رحم نہیں ہے، ساہوکار ہی بے رحم ہے۔

نقشہ آنکھوں میں سمایا ہے تری محفل کا

موت ہے جنبش کشتی کو سکوں ساحل کا
دھن سفر کی ہے تو محتاج نہ بن ساحل کا

بے تڑپ میں نے دعا کی تو یہ آواز آئی
قائل ساحل کا مگر حال نہیں ساحل کا

کچھ بھی ہو موج حوادث کے تھپیڑوں سے نہ بھاگ
کٹ کے بہ جانا بھی دیکھا ہے کبھی ساحل کا؟

قہر مانگوں جو زمیں سے تو زمیں وہ بھی نہ دے
میں نکالا ہوا پھرتا ہوں تری محفل کا

مر کے بھی ڈوبنے والے نے نہ چھوڑا تنکا
سبزہ جب ٹوٹ گیا کھینچ کے لب ساحل کا

جشن کی رات ہو یا صبح چمن ہو سب ہیچ
نقشہ آنکھوں میں سمایا ہے تری محفل کا

حق پہ کٹ مرنے کی ہمت نہیں تجھ میں تو نہ مر
بندے اللہ کے حامی تو نہ بن باطل کا

تجھ کو زیبا نہیں ہنسنا مری ناکامی پر
تو تو مقصد تھا مری کوشش لاحاصل کا

اپنی کمزوری کو باور نہیں کرتا ہے رزمی
حال اپنے سے چھپاتا ہے خود اپنے دل کا

"رزمی صدیقی میرٹھی"

ہمیشہ اچھی پکچریں دیکھنے کی کوشش کیجئے

مغربی اور جنوبی ہند کے ناظرین کیلئے

مشہور اور ہر دلعزیز پکچریں ہمارے یہاں سے طلب کیجائیں

صبح کا ستارہ	نیو تھیٹرز لمیٹڈ	منزل	نیو تھیٹرز لمیٹڈ
دلاری بی بی	〃	بہار سلیمانی	سروج موی ٹون
جوش انتقام	〃	چندرا	〃
پورن بھگت	〃	اعلان جنگ	〃
راج رانی میرا	〃	غیبی ستارہ	〃
یہودی کی لڑکی	〃	کیمیاگر	〃
دیوداس	〃	الٹی میٹم	〃
چنڈی داس	〃	ایمان فروش	
ڈاکو منصور	〃	کاروان حسن	کنول موی ٹون
روپ لیکھا	〃	استری دھرم	〃
کاروان حیات	〃	ستی مہانندا	بال گندھروا
جناب معاف کیجئے	〃	سادھوی میرابائی	〃
دھوپ چھاؤں	〃	طلسمی ہیرا	راجی موی ٹون
کروڑپتی	〃		
بابا	〃		

بازاری ٹھگ	میور موی ٹون
خون کا خون	اسٹیج فلم کمپنی
مہارانی	گندھروا سینیٹون
بالا جوبن	〃
میری پیاری	〃
پتیت پاؤں	پرتیما پکچرز
افلاطون	ٹالی ووڈ
آتما ترنگ	منروا اسٹوڈیو
پریم کی آگ	مختار فلم کمپنی
نور ایمان	اروڑہ سینیٹون
بھکارن	کولہاپور سینیٹون
نگاہِ نفرت	〃
ہند مہیلا	〃
مرلی والا	〃
اکاش والی	〃

بکنگ کا پتہ

کلکتہ فلم ایکسچینج

جنوبی سرکٹ — ۵۰- آرمینین اسٹریٹ مدراس

مغربی سرکٹ — تری بھون روڈ بمبئی ۴

گناہ کی بیٹی

یعنی

ایک تمثیل نگار عورت کی خیالی تصویریں

تم رات کی اتنی بھیانک تاریکیوں میں کہیں تنہا جارہی ہو؟

ہاں۔ جارہی ہوں

آخر کیوں؟

"اس لئے کہ میری راتیں تاریکی اور روشنی کی پابندی سے بالکل آزاد ہیں۔"

"لیکن تم بھی تو دوسروں کی طرح انسان ہو، اصولوں کی پابندی تمہارے لئے بھی تو ہے"

"ہاں میں دوسروں کی طرح انسان ضرور ہوں، لیکن دوسرے میری طرح حسن فروش نہیں، خواہشات کے بندے نہیں، میری اور انکی راتوں میں فرق ہے۔ ان کی زندگی ان کی ہے اور میری زندگی پرائی۔ میں ان کی زرخرید بندی ہوں"

یہ کہکر وہ بڑی تمکنت اور بے نیازی سے بڑے کمرے کی اس کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی جو محل کے باغیچہ میں کھلتی تھی، فضا بالکل تاریک تھی لیکن وہ اپنی بڑی بڑی سرمگیں آنکھوں سے اس تاریکی میں کچھ ڈھونڈھ رہی تھی۔ اس کے کان کسی آواز کے منتظر تھے۔

اسے اس کے انتظار کا جواب ملا نیچے کسی نے موٹر کا ہارن بجایا، وہ ایکدم سے چونک پڑی اور لپک کر صوفہ سے اپنا قیمتی اور بھاری کوٹ اٹھا کر جھپٹتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی، کمرہ اب تک اس کے غازہ اور کپڑوں کی خوشبوؤں سے معطر تھا، اس کے ریشمی لباس کی سرسراہٹ کانوں کو اب تک سنائی دے رہی تھی۔ موٹر چلی اور تیزی سے تاریکی کے آغوش میں غائب ہوگئی، کمرے کے بڑے صوفہ پر وہ تنہا بیٹھا رہ گیا، پژمردہ، زرد رو، بیحرکت،

"تم آج پھر جارہی ہو"

"ہاں، آج کیا روز جاؤں گی"

"آخر کہاں"

"جہاں میرا جی چاہے"

"پھر بھی"

"یہاں سے راجہ کوٹھی، کوٹھی سے سینما، سینما سے ناچ گھر، ناچ گھر سے کارنوال، کارنوال سے شرابخانہ۔

لیکن آج تمہاری باتوں میں بہک کیوں ہے؟ تمہاری آنکھیں کیوں سرخ ہیں؟ تم گری کیوں پڑتی ہو؟

"تمہیں نہیں معلوم؟

"نہیں"

"افسوس تم ہوش میں ہو اور بیہوش ہو، اور میں بیہوش ہوں پھر بھی ہوش میں ہوں"

"کیا مطلب"

"مطلب"

یہ کہتے ہوئے ڈگمگا کر قدموں سے آگے بڑھی، اپنی سرخ اور نشیلی

آنکھیں اس کی آنکھوں میں ڈالدیں اور اس کے شانہ پر ایک مغرور انداز سے ہاتھ رکھکر یوں بولی:-

مطلب یہ کہ میں نشہ میں ہوں، میں نے شراب پی ہے، سمجھے!

یہ کہکر وہ قہقہہ لگاتی ہوئی پھر کمرے سے باہر چلی گئی اور وہ پھر تنہا بیٹھا رہ گیا، تمام رات کے لئے۔

"تمھیں معلوم ہے مجھے تم سے کتنی محبت ہے؟

"معلوم ہے"

"معلوم ہے اور پھر بھی اتنی بیرخی سے کام لیتی ہو؟

"ہاں اس لئے کہ تمھاری طرح مجھ سے اور بھی بہت سے محبت کرتے ہیں، لیکن میرے مذہب میں محبت گناہ ہے، مجھے صرف اپنی غرض سے کام ہے جو مجھ سے محبت کرتے ہیں وہ پاگل ہیں، دیوانے ہیں۔

"یہ جو کچھ بھی ہو، لیکن میں تمھیں تمھارے گناہوں سے روکنا چاہتا ہوں"

"تمھارے چاہنے سے کیا ہوتا ہے، میں خود اپنی مالک ہوں، مجھے اپنا راستہ آپ معلوم ہے"

تو کیا تم یہ سب گناہ یونہی کرتی رہو گی؟

یہ کہکر وہ جوش میں کھڑا ہو گیا۔

"ہاں! کرتی رہوں گی" اور اس "ہاں" کے ساتھ اس نے شراب کا بھرا ہوا بلورین جام سنگاردان سے اٹھا کر اس کی پیشانی پر مارا، وہ چکرا کر زمین پر گر پڑا اور عالم بیخودی میں اس نے ایک خواب سا دیکھا:-

سرخ شراب کے ابلتے ہوئے چشموں کا ایک حسین دریا ہے، اس میں ایک چھوٹی مگر خوبصورت گنگا جمنی کی ناؤ پر وہی جادوگرنی اپنے ایک نوجوان دوست کے ساتھ آہستہ آہستہ جھرنے کی طرف جا رہی ہے، ایک ہاتھ تو جوان کی گردن میں ہے دوسرے میں شراب کا ایک جام ہے کہ جسے بار بار دریا میں ڈبوتی ہے، خود شراب پیتی ہے اور اپنے ساتھی کو پلاتی ہے، اس کے کھلے ہوئے سیاہ اور لمبے گیسو اس کے شانہ پر پڑے ہیں اور وہ فرط مسرت سے کچھ گاتی جاتی ہے، دریا کے ساحل پر کچھ عشاق کا ہجوم ہے کہ جن کے چہروں سے پریشانی اور پوشاکوں سے دیوانگی ٹپکتی ہے، یہ دیوانے اپنی للچائی ہوئی نظروں سے ٹکٹکی باندھے اسی حسینہ کی طرف دیکھتے ہیں اور ہر لحظہ تیز رو موجوں سے قریب تر ہوتے جاتے ہیں، ناؤ جوں جوں آگے بڑھتی جاتی ہے، ان کی بیتابی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک خود کو دریا کے سپرد کر دینے پر آمادہ ہے، لیکن اس وقت جبکہ وہ اپنے آپ کو موت سے ہم آغوش کر دینے والے ہیں دور مغرب سے کسی کی ایک باریک اور تیز آواز سنائی دی جس نے سب کو اپنی طرف مخاطب کر لیا، ہر شخص کے کان اس غیبی آواز پر تھے:-

"یہ پردہ سیمیں کی ملکہ ہے، اسے جادو آتا ہے کفر اس کا مذہب ہے اور بربادی اس کا شیوہ، یہ نوجوان جو اس کی بغل میں ہے اندھا ہے جب ناؤ بیچ دھار میں پہونچیگی تو یہ ساحرہ اپنے ساتھی کو پانی میں ڈھکیل دیگی، اگر تم آگے بڑھے تو تمھارا بھی یہی حشر ہوگا"

اس کی آنکھیں کھل گئیں، جام کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے ہوئے اب بھی اس کی گود میں پڑے تھے، اور جو خون اس کا ماتھے سے بہکر زمین پر گرا تھا وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا، نہ معلوم اب بھی اسے اس گناہ کی بیٹی سے محبت تھی یا نہیں!

سید اقبال عظیم، بی۔اے، لکھنؤ

اردو، عربی کی اچھی کتابت، بہترین چھپائی اور ہر طرح کے خوبصورت ڈزائن کیلئے محمد یونس نظری-۲۴ زکریا اسٹریٹ کلکتہ سے مل کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

Md YUNUS NAZRI CALIGRAPHER

24, Zakariah Street Calcutta

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ کا تیار کردہ

وِدیاپتی

ڈائرکٹر:- دیوکی بوس

رنیک پروڈکشن

ادا کار:

کانن بالا، چھایا دیوی، رام پیاری، پہاڑی سانیال
پرتھوی راج، نیمو، محمد اسحاق
کے. سی. ڈے
وغیرہ

ایک جلیل القدر شاعر کا رومانوی دورِ حیات کے
صدیوں پہلے کا تاریخی واقعہ
جس میں
آج بھی زندگی ہے

وِدیاپتی

سنسنی، حیرت، دلکشی، رنگینی، سوز و ساز
اور
محبت کی ایک دنیا لئے ہوئے ہے
اپنے شہر کے سینما ہاؤس میں دیکھئے

انڈیا فلم بیورو — دہلی — لاہور — کراچی — پشاور

SAIGAL & NAWAB.
in
DHARTI MATA.

NEMO, SHORE & A. N. OTHER.
in
ABHAGIN.

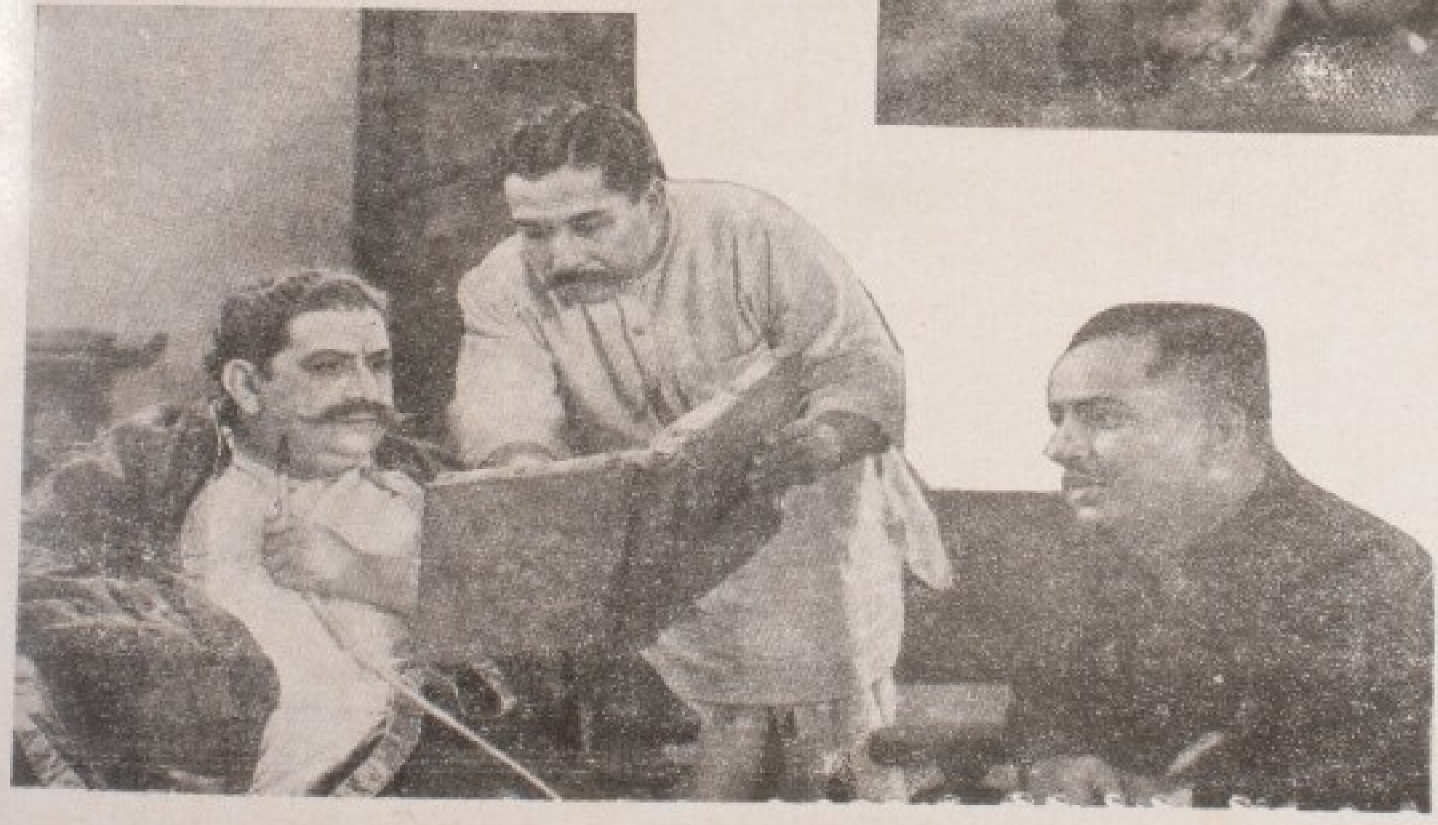

PRITWIRAJ & MALINA.
IN
NEW THEATRES
FORTH COMING GRIPPING DRAMA.

ABHAGIN.

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا شاندار اصلاحی پیشکش

اناتھ آشرم

ڈائرکٹر ہیم چندر

جس میں

نجم، اوما دیوی، پرتھوی راج، نواب، نیمو، ترلوک کپور، ہری متی، بکرم کپور، کلیانی، شور، کدار، جواد، بیلا، گردھاری لال، فیض محمد، بابو لال، دیو بالا، ایاس، ولایتو، دھومی، کے ایل سنگھ
راج لکشمی، منورما وغیرہ

نے

اداکاری، موسیقی اور ترجمانی جذبات کا مکمل نمونہ
پیش کیا ہے

افسانہ ——— مناظر ——— مکالمے ——— اداکاری ——— موسیقی

ہر اعتبار سے بہترین پکچر ہے

اپنے شہر کے سینما ہال میں دیکھئے

بکنگ کا پتہ

شمالی ہند ——— جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ دہلی
مغربی ہند ——— آل انڈیا ڈسٹری بیوٹرز موہنجی ہاؤس رامپٹ رو فورٹ بمبئی
جنوبی ہند ——— 〃 〃 〃
مشرقی ہند ——— دوسانی فلم کارپوریشن، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

کلیسا کی دوشیزہ

از ادیب جمیل جناب شعلہ وارثی

میری تولن ایک غریب گھرانے کی چشم و چراغ تھی اور ضلع کنٹکی کے ایک چھوٹے قصبہ میں پیدا ہوئی تھی، اس کے والدین کا تین ہی سال کی عمر میں انتقال ہوگیا تھا اور وہ یتیم ہوگئی تھی، اس کی شادی شدہ بہن میں اتنی مقدرت نہ تھی کہ وہ اس کو پاس رکھ سکے اور اس کی نگہداشت میں روپیہ خرچ کرسکے، لہذا اس نے اس کو تین ہی سال کی عمر میں کلیسا بھجوا دیا، جہاں تائب و تارک الدنیا عورتیں، پاکباز اور عفت مآب کنواریاں کلیسا کی خدمت کے لئے خود کو وقف کر دیتی تھیں ان میں بعض ایسی بھی لڑکیاں ہوتیں جو صرف ایک مخصوص زمانہ تک احرام عصمت باندھتیں اور پھر معبد گاہ سے نکل کر ازدواجی زندگی اختیار کرلیتیں، میری نے گیارہ سال کلیسا میں اس طرح گذار دیئے گویا وہ اپنے گھر ہی میں ہے، اس کا زیادہ تر کام دعا تھا لہذا اُسے کھانے کے قبل، سونے کے قبل، غرضکہ ہر کام کے قبل دعا کرنا پڑتی تھی، چنانچہ پورے گیارہ سال تک متواتر اسے وہی کام کرنا پڑے جو ابتدا میں اسے انجام دینا پڑتے تھے۔

جس وقت تولن نے چودھویں سال میں ایک قیامت خیز قدم رکھا ہے تو اس کے حسن میں وہ تمام رعنائیاں جنھیں فطرت کسی کو عطا کرسکتی ہے بدرجۂ اتم موجود تھیں، اور اس لئے اگر کلیسا کی تمام کنواریاں اسے حاسدانہ نگاہوں سے دیکھتی تھیں تو کوئی تعجب خیز بات نہ تھی، وہ کشیدہ قامت، چھریرہ بدن کی متناسب الاعضاء لڑکی تھی، اس کے سنہرے اور خمدار گیسو، بڑی بڑی مست اور سیاہ آنکھیں اور اس کے وہ خد و خال جن کی تصویر کھینچنے میں ایک چابکدست مصور کا نازک خیال بھی کامیاب نہیں ہوسکتا تھا نہایت خوبصورت تھے، غرضکہ یہ یقین وہ خصوصیات جن کی برکت سے وہ معبدگاہ اور تمام قصبہ میں مشہور ہوچکی تھی، اس سے زیادہ حسین اور ہنس مکھ لڑکی کلیسا میں کوئی دوسری نہ تھی جو اپنی سہیلیوں میں ایسی بھلی معلوم ہوتی ہو، جیسے تاروں بھری رات میں چاند۔

جب میری کلیسا میں اپنی چودہ بہاریں ختم کرچکنے کے بعد اپنی شادی شدہ بہن کے پاس نیویارک پہونچی تو اس کے جسم پر وہی معمولی کپڑے تھے جو عموماً کلیسا کی کنواری لڑکیوں کو پہنائے جاتے تھے، گوندھی ہوئی کاکلیں سر سے کمر تک دونوں پہلوؤں پر سیاہ ناگنوں کی طرح بل کھائی ہوئی، پیروں میں براؤن جوتے جو آگے سے چپٹے تھے پہنے ہوئی تھی اور یہ ہیئت دوسروں کے لئے نہایت مضحکہ خیز تھی لیکن اسے اس کی کوئی پرواہ نہ تھی، اس لئے کہ نیویارک اس کیلئے جنت سے کم نہ تھا، وہ بے انتہا خوش تھی اور چودہ برس تک کلیسا میں خاموش زندگی بسر کرنے کے بعد اب اسے نیویارک کی دلآویزیاں اور دلفریبیاں نہایت دلکش معلوم ہوتی تھیں، وہ غور سے لوگوں کو بخیر تماشہ قطار کو ادھر سے ادھر گذرتے ہوئے دیکھ کر مسرور ہوتی، لیکن زیادہ دیر تک اس نظارہ سے لطف اندوز نہیں ہوسکتی تھی، اس لئے اس کے سپرد بہت سے کام تھے جنھیں وہ انجام دینے میں ہر وقت مشغول رہتی اور اپنی ناقص تعلیم کو پورا کرنے کی سعی میں مصروف رہتی، اسے مصوری

کا از حد شوق تھا، اور اب اس کی یہ دلی خواہش تھی کہ وہ کسی طرح مصوّر بن جائے، لیکن اس کے پاس کافی سرمایہ نہ تھا جس سے اس کے ذوق کی تکمیل ہوتی اور وہ کسی اسکول میں داخل ہو کر اس فن کو حاصل کر لیتی، چند روز بعد اسے معلوم ہوا کہ نیویارک کے ایک بڑے اسکول میں اگر وہ مصوری کا ماڈل بن جائے تو اسکی تعلیم بغیر فیس کے ہو سکتی ہے، چنانچہ وہ اسکول پہونچی اور جب اس کو اس بات کا علم ہو گیا کہ اسے اپنی برہنہ تصویریں بنوانا پڑیں گی تو کانپ گئی، اور اس نے اسکول میں داخل ہونے سے قطعاً انکار کر دیا۔

دن گذرتے گئے اور میری بغیر کسی استاد کے اپنے مکان پر کاغذوں کو مختلف رنگوں سے رنگین بنایا کی لیکن مصوری کو تکمیل تک پہونچانے میں کامیاب نہ ہو سکی، آخرکار چند روز بعد مجبور ہو کر اسے اسکول میں داخل ہونا پڑا، وہ جس کمرے میں عریاں ہو کر اپنی تصویر کھنچوایا کرتی تھی وہاں صرف حسین اور نوجوان لڑکیاں ہی ہوتیں، وہ ہمیشہ ان لڑکیوں کے آگے کھڑے ہو کر اپنے عریاں جسم کو ہنس کے خوبصورت پروں سے چھپا لیا کرتی، جس وقت وہ ایک سنگیں بت کی طرح تمام کافرسامانیوں کیساتھ بے حجاب ہو کر کھڑی ہوتی اور اس کے بال سینکڑوں حلقوں کی صورت میں شانہ و دوش پر بکھرے ہوتے تھے تو وہ ایک مجسمہ مرمریں معلوم ہوتی تھی، اس وقت کلیسا کا اگر کوئی راہب اسے دیکھ لیتا تو اس کی رہبانیت اس طوفان حسن میں یقیناً غوطے کھانے لگتی اور اس کا تقدس مجروح ہو جاتا، مگر جب کبھی اسے اس عریانی کی حالت میں کلیسا کی راہبہ کا خیال آجاتا تو اس کے جسم میں ارتعاش پیدا ہو جاتا وہ اپنی آنکھیں بند کر لیتی اور گھبرا کر نہایت خلوص سے معافی کی دعا مانگنے لگتی۔

اس میں شک نہیں کہ میری کا وہ سڈول اور نازک جسم جس کے ایک ایک عضو سے جوانی کی شراب ٹپک رہی تھی، وہ حسین اور خوبصورت چہرہ جسے فطرت ایک مرتبہ بنا کر دوبارہ خود بنانا بھول گئی ہو، ماڈل کے لئے نہایت موزوں تھا، اور یہی سبب تھا کہ ایک مجسمہ تیار ہونے کے بعد دوسرے بت کے لیے بھی وہی انتخاب کر لی جاتی تھی، کام کی زیادتی کے سبب سے اس کو دن رات اسکول ہی میں رہنا پڑا، اور اس کا زیادہ تر وقت بت بنوانے ہی میں صرف ہونے لگا، وہ خود اپنا کوئی کام انجام نہ دے سکی اور نہ مصوری ہی میں کوئی نمایاں ترقی کر سکی، لیکن جیمس مینٹگومری اور فلیگ براؤن نیز دیگر مصوروں کی ملازمت کر لینے کے بعد اس نے نیویارک میں کافی شہرت حاصل کر لی۔

چند دن کے بعد اس کو ایکٹنگ کا شوق پیدا ہوا اور اس نے اسی طرح دوسری لڑکیوں کے متعلق بھی خیال کیا کہ ہر ایک لڑکی کی یہی خواہش ہوا کرتی ہو گی اور رقص گانے والی لڑکیوں میں شامل کر لی گئی، داخلہ کے وقت اس کو غازہ لگانا بھی نہیں آتا تھا اور وہ میکپ سے قطعی ناآشنا تھی، پہلی شب کو ایک دوسری لڑکی نے اس کی مدد کی، اور کر اس نے اس کے چہرے کو مختلف رنگوں سے اس طرح رنگ دیا کہ وہ بالکل سرکس کا ایک مسخرہ معلوم ہونے لگی، دفعتاً کمرے میں مختلف قہقہوں کی صدا بلند ہو گئی اور تمام لڑکیاں اسے دیکھ کر بیساختہ ہنسنے لگیں۔

میری نے نہایت متانت سے ہر لڑکی کا چہرہ کچھ اس انداز سے دیکھا کہ اس کی اس سادگی سے ہنسی میں دوگونہ اضافہ ہو گیا، اور تھیٹر کی تمام لڑکیاں زور زور سے ہنسنے لگیں، قہقہوں کی مسلسل آواز سنکر تھیٹر کا منیجر کمرے میں داخل ہوا اور جب اس نے میری کا میکپ دیکھا تو اسے بھی بیساختہ ہنسی آگئی، منیجر نے ہنستے ہوئے کہا "میری! خدا شاہد ہے، دنیا میں شاید ہی تمہارا ایسا چہرہ ہیبت ناک اور مضحکہ خیز ہو"

یہ کہکر، منیجر نے میری کو ایک بڑے آئینہ کے سامنے لیجا کر کھڑا

کردیا۔ اور جب اس نے اپنے تئیں آئینہ میں دیکھا تو وہ خود بیساختہ ہنس پڑی، تماشہ شروع ہونے کا وقت قریب تھا لہذا وہ دوبارہ میکپ بھی نہ کرسکی، اور اس دن اس کو اسٹیج پر اسی طرح جانا پڑا، منیجر نے مزاحیہ پارٹ اس کے سپرد کردیا جو ایک دوسری عورت کا کام تھا، وہ مزاحیہ پارٹ ادا کرنے کے لئے تیار ہوگئی، قسمت نے یاوری کی اور اس کا کام انتہائی مقبول ہوا، تھوڑے عرصہ میں اس نے کافی شہرت حاصل کرلی اور اسکو ہر ڈرامہ میں بہترین کام دیا جانے لگا۔

اس دوران میں وہ ایک ایکٹر پر عاشق ہوگئی، اور اس نے اس کا کوئی خیال نہ کیا وہ شادی شدہ ہے اور کمپنی کا ایکٹر ہے، وہ اس سے محبت کرنے لگی بالکل اسی طرح جیسا کہ زندگی میں کوئی پہلی مرتبہ محبت کرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے اپنے ماضی کو اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہی اس کا سرمایہ حیات بھی ہوتا ہے، چنانچہ اس محبت کا وہی نتیجہ ہوا جو عام طور پر ہوا کرتا ہے، وہ اس کے ساتھ فرار ہوگئی، جس سے اخبارات

LILA DESAI.

IN

VIDYAPATI

کو کالم سیاہ کرنے کے لئے ایک ذخیرہ مل گیا، اس نے شادی کرلی لیکن چند دن کی انبساط و مسرت کے بعد ناقابل برداشت جھگڑے اور فساد رونما ہونے لگے اور آخر کار طلاق کی نوبت پہونچ گئی، وہ دوبارہ کمپنی میں واپس چلی آئی اور اس واقعہ کے بعد بہت غمگین و مضمحل رہنے لگی، اس نے بارہا کوشش کی کہ وہ ان واقعات کو بھول جائے، لیکن جب وہ اس شخص کو دیکھ لیا کرتی تھی تو اُس کا غم تازہ ہوجایا کرتا تھا۔

چند دن کے بعد ہالی وڈ کی ایک فلم کمپنی میں اس نے کام کرنیکی کوشش کی اور یہ کوشش بھی اس کی رائگاں نہیں گئی، کنٹریکٹ ہوجانے کے بعد اس نے دنیائے فلم میں بھی کافی شہرت حاصل کی، کلب میں وہ ایموجن وِلسن کے نام سے پکاری جاتی تھی، لیکن ہالی وڈ میں داخل ہونے کے بعد اس نے میری نولن کے نام سے شہرہ آفاق مقبولیت حاصل کی۔

"شعلۂ فاروقی"

PAHARI & CHAYA.

IN

VIDYAPATI.

مس اوما دیوی کے "پریم نغمات" سے متاثر ہو کر

از جناب امید بریلوی

نمایاں ہو پھر بن کے پردہ پہ "رامی"
بہا دو محبت کا ساگر بہا دو

ہے بیتاب مضراب پھر ساز دل کا
وہی پھر محبت کے نغمے سنا دو

محبت کی پوجا ہو سارے جہاں میں
بسا دو محبت کا مندر بسا دو

وہ دنیا جہاں سرمدی راحتیں ہیں
وہ دنیا کہاں ہے ہمیں بھی بتا دو

محبت کی مے سے مجھے مست کر دو
محبت کی صہبا پلا کر چھکا دو

میں ہوں اور گناہ محبت کی لذت
خراب تقدس مجھے بھی بنا دو

وہ نغمے کہ جن سے مٹایا تھا مجھ کو
وہ نغمے سنا کر مجھے پھر مٹا دو

محبت کی پینگیں محبت کا جھولا
محبت کے نغمے سنا کر جھلا دو

میری روح پر کیف بن کے جو چھائے
وہی نغمے ایک بار پھر تم سنا دو

وہ نغمے کہ سنسار کو چھوڑ دیں ہم
وہ نغمے "محبت کی دنیا بسائیں"

وہ نغمے محبت کے وہ پاک نغمے
کہ سن سن کے حوروں کو بھی وجد آئیں

محبت کی ہو حکمرانی جہاں میں
محبت کے نغموں سے گونجیں فضائیں

من و تو کی تفریق کو میٹ دیں ہم
یہ بیگانگیت کے پردے اٹھائیں

محبت ہو ایشور محبت عبادت
محبت میں ہم مل کے جیون بسائیں

یہ دنیا کہ دکھ درد کی ہے یہ دنیا
یہ پاپوں کی دنیا چلو چھوڑ جائیں

"محبت کا دریا" محبت کھویا"
محبت کی کشتی میں اس پار جائیں

جہاں ہر طرف ہوں محبت کے جلوے
ہوں معمور الفت جہاں کی فضائیں

محبت کی بارش محبت کے بادل
محبت سے لبریز اٹھیں گھٹائیں

زبانوں پہ حوروں کی ہو اپنا قصہ
فرشتوں کو اپنی کہانی سنائیں

محبت کی ایک لہر دوڑے جہاں میں
زمانے پہ اس طرح ہم مل کے چھائیں

محبت سے معمور کر دیں فضائیں،
چلو چل کے ہم ایسی دنیا بسائیں

سنگدل سماج

از جناب صالح محمد صدیق صاحب لاہور

افرادِ تمثیل

کرشن ـــــــ نوجوان نئی تہذیب کا دلدادہ

برج موہن ـــــــ کرشن کا پتا ایک جاگیر دار

کملا ـــــــ کرشن کی ماں

منورما ـــــــ کرشن کے مرحوم بھائی کی بیوی

منظر اول

چاندنی روشنی میں جب کہ تمام کائنات سکھ کی نیند سو رہی ہے، منورما اپنے گھر کے عالیشان باغ میں ایک درخت کے ساتھ لگی کھڑی ہے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہ رہا ہے۔

منورما:۔ (آسمان کی طرف دیکھ کر) دیا کرو بھگوان میرا سہاگ ابھی ایک بہار بھی نہ دیکھنے پایا تھا کہ اجڑ گیا اجڑ گیا بھگوان

اپنے سر کو درخت سے لگا دیتی ہے، کرشن آ کر پیچھے کھڑا ہو جاتا ہے

منورما:۔ بھگوان! لوگ مجھے اب ودھوا کہتے ہیں! ودھوا بھگوان! عورتیں مجھ سے نفرت کرتی ہیں! ماں باپ قہر بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں آخر کیوں؟ آخر کیوں بھگوان؟

(کرشن آہستہ سے) منورما!

منورما! (چونک کر) کون کرشن؟

کرشن:۔ ہاں لوگ تمہیں ودھوا کہتے ہیں! کیوں، عورتیں تم سے نفرت کرتی ہیں! ماں باپ تمہیں قہر کی نگاہوں سے کیوں دیکھتے ہیں!!! سنو اس لئے کہ تم نے ہاں تم نے سماج سنگدل سماج کے قانون کے آگے سر تسلیم خم کیا، اس کے غیر مہذب قوانین کے احترام کے لئے اپنا بلیدان دیا، سمجھیں، قصور سب کا تھا، تمہارے والدین کا اس لئے کہ انہوں نے یہ جانتے ہوئے تمہاری شادی ایک بوڑھے بیمار سے چند سنہری روپہلی ٹکریوں کے عوض کر دی، میرے والدین کا اس لئے کہ انہوں نے ایک غریب لڑکی کی شادی اپنے ایک بیمار بوڑھے لڑکے سے کر دی جو کہ چند گھنٹوں کا مہمان تھا، اب سب تمہیں ودھوا کہیں گے، انہیں حق پہنچتا ہے، اگر تم سماج کے سامنے نہ جھکی ہوتیں تو آج کایا ہی پلٹی ہوتی،

منورما:۔ (روتے ہوئے) دنیا اندھیری ہو رہی ہے، میں اب جینا نہیں چاہتی بھگوان مجھے اس دنیا سے اٹھا لے، اٹھا لے بھگوان

کرشن (حیرت سے) یہ تم کیا کہہ رہی ہو منورما؟

منورما:۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں کرشن! اب جبکہ دنیا میں میرا کوئی نہیں، میرا جینا فضول ہے۔

کرشن (تسلی دیتے ہوئے) میں جو ہوں منورما، اب جبکہ تم تمام دنیا سے ناامید ہو گئی ہو، میں تمہیں پہلے سے بھی زیادہ چاہتا ہوں، اب جب دنیا والوں نے تمہیں ودھوا سمجھ کر ٹھکرا دیا ہے، میں تمہیں پہلے سے بھی زیادہ پریم کرتا ہوں، میں تم سے وواہ کرونگا منورما، دنیا والوں کو دکھانے کے لئے کہ سماج کے اس ظالمانہ رواج کا کوئی اصول نہیں جس کا احترام کیا جائے۔

منورما:۔ (چونک کر) وواہ اور مجھ سے ایک ودھوا سے، ایک ایسی لڑکی سے جسے سماج والوں نے اس کے پتی کے مر جانے کی وجہ سے دنیا سے الگ تھلگ کر دیا ہو، اس سے؟ نہیں نہیں کرشن، تمہیں تمہارے والدین اور سماج جاتی ایک ودھوا سے کبھی شادی نہ کرنے دیں گے،

ایک دم کرشن کے دماغ میں خیال آ رہے ہیں۔
سماج کی بے عزتی، والدین کی نافرمانی، جاتی سے علیحدگی۔

منورما:۔ تم کیا سوچ رہے ہو کرشن؟

کرشن:۔ میں سماج، والدین، جاتی، سب کے خلاف ایک زبردست بغاوت کروں گا۔

منورما:۔ (خوشی سے) اتنا زبردست ارادہ؟

کرشن:۔ (بات کا رخ بدلتے ہوئے) چلو صبح ہوگئی ہے، گھر چلیں۔

(دونوں جاتے ہیں)

دوسرا منظر

جاگیردار برج موہن ہاتھ میں چھڑی لئے ہوئے جا رہے ہیں، ایک پنڈت سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

برج:۔ (ہاتھ جوڑ کر) نمسکار پنڈت جی۔

پنڈت:۔ جے ہو مہاراج، جاگیردار صاحب ایک بات سنئے۔

برج:۔ فرمایئے پنڈت جی

پنڈت:۔ آپ کے سرگباش پتر کی بیوی کرشن سے بہت گھل مل کر رہتی ہے، میں نے سنا ہے کہ کرشن اس سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، جاگیردار صاحب، جوان ودھوا کا گھر میں رکھنا مہاپاپ ہے مہاپاپ

برج:۔ جی پنڈت جی، میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔

پنڈت:۔ جتنی جلدی ہو سکے اسے گھر سے نکال دیجئے جاگیردار صاحب کہیں بعد میں شرم و ندامت کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔

(دونوں جاتے ہیں)

تیسرا منظر

ایک خوبصورت کمرے میں جو قدرے خوبصورت اشیاء سے مزین ہے، برج موہن اور منورما کھڑے ہیں۔

برج موہن:۔ منورما جانتی ہو کہ گاؤں میں کیا افواہیں اڑ رہی ہیں۔؟

منورما:۔ نہیں پتا جی!

برج:۔ جانتی ہو کہ گاؤں والے کیا کہہ رہے ہیں؟

منورما:۔ جی نہیں پتا جی۔

برج:۔ وہ کہتے ہیں کہ کرشن ایک ودھوا سے شادی کرنا چاہتا ہے، کیا یہ سچ ہے؟

منورما:۔ جی ہاں۔

برج:۔ یہاں سے چلی جاؤ، دور بہت دور اجیت گڑھ سے بہت دور جہاں تمہیں کرشن نہ دیکھ سکے۔

(منورما خاموش رہتی ہے)

برج:۔ بولتی کیوں نہیں منورما! میرے لئے نہیں اپنے کرشن کے لئے جس کی زندگی تباہ ہو جائے گی۔

منورما:۔ ایسا ہی ہوگا پتا جی

برج:۔ وعدہ کرو منورما کہ تم اب کبھی کرشن کو منہ نہ دکھاؤ گی

منورما:۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔

برج:۔ شاباش بیٹی، تم جہاں کہیں بھی کسی چیز کی ضرورت سمجھو لکھنا شرمانا نہیں

منورما:۔ شکریہ پتا جی

منورما سر جھکائے اپنے کمرے میں جاتی ہے، میز پر بیٹھ کر ایک خط لکھتی ہے، کرشن ایک پلنگ پر سو رہا ہے، منورما فطرت محبت سے جھکتی ہے لیکن اس ڈر سے کہ کرشن جاگ نہ اٹھے خط آہستہ سے سرہانے کے نیچے رکھ دیتی ہے اور باہر کی طرف چلتی ہے۔

باہر بارش بڑے زور سے ہو رہی ہے بجلی بڑے زور سے کڑکتی ہے بادل زور شور سے گرجتے ہیں، ایک پرسوز گانے کی آواز آتی ہے جو بعد میں واضح ہوتی جاتی ہے۔

گانا

فانی سب سنسار ہے بابا فانی سب سنسار

پریم بھی جھوٹا . . . .

پریمی جھوٹے جھوٹا سب سنسار

بابا فانی سب سنسار

پریت یہاں کی ریت نہیں ہے

پریم آشا بیکار

ہے بابا فانی سب سنسار

کرشن ایک دم چونک کر اٹھ بیٹھتا ہے

کرشن:- چلی گئی، مجھے چھوڑ کر منورما چلی گئی

جلدی سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں جاتا ہے، منورما! منورما!!

اس کا سر چکرا جاتا ہے اور دروازہ کے ساتھ ٹھوکر کھاتا ہے۔ نوکر چاکر بھاگے آتے ہیں۔

نوکر:- (سنبھالتے ہوئے) کیا ہوا بابوجی

کرشن (باہر کی طرف دیکھکر) مجھے چھوڑ کر چلی گئی، میں نے خواب میں دیکھا ہے۔

نوکر:- حضور خواب عموماً غلط ہوا کرتے ہیں۔

کرشن:- نہیں میرا خواب غلط نہیں ہو سکتا۔

کرشن جلدی سے اپنے آپ کو چھڑا کر باہر کی طرف نکل جاتا ہے، نوکر پیچھے بھاگتے ہیں۔

چوتھا منظر

طوفان باد و باران پورے جوش پر ہے، بجلی بڑے زور سے کڑک رہی ہے بادل بڑے زور شور سے گرج رہے ہیں، منورما بارش میں درختوں کے نیچے سے گذرتی ہوئی جا رہی ہے، آواز آتی ہے، منورما! منورما!! تم کہاں جا رہی ہو، تم کہاں ہو منورما۔

منورما اپنا نام سن کر جلدی جلدی بڑھتی ہے، کرشن بھاگتا جاتا ہے، بجلی ایک زبردست کڑک کیساتھ گرتی ہے، ایک زبردست دھماکہ کے بعد منورما کی لاش پڑی نظر آتی ہے۔

کرشن بھاگا جا رہا ہے، نوکر پیچھے "بابوجی"۔۔۔"بابوجی" کرتے جا رہے ہیں، طوفان اور زبردست ہوتا جا رہا ہے، ایک درخت آندھی سے اکھڑ کر کرشن پر گرتا ہے کرشن نیچے دب کر مر جاتا ہے، ا

اور اس طرح دونوں پریمی ایک دائی زندگی
حاصل کر لیتے ہیں

ٹائپ رائیٹر مشین

ایک پورٹیبل سکینڈ ہینڈ رنگٹن ٹائپ رائیٹر مشین برائے فروخت ہے، مشین اچھی حالت میں کام کرتی ہوتی ہے، ایسی مشینیں کم دستیاب ہوتی ہیں، ضرورت مند اصحاب پتہ ذیل سے معاملہ کریں۔

پتہ

خالد مسعود برمکان سید محمود صاحب طرزی

۶۰/۱ مڈل روڈ انٹالی کلکتہ

آرٹ کے متعلق کچھ اور

از جناب خواجہ قدوائی۔ بی۔ اے

انسانی ضروریات کی وسیع دنیا میں آرٹ کے تین نمایاں لیکن بزرگ تعلقات معلوم ہوتے ہیں، میں مندرجۂ ذیل سطور میں انہیں پر بحث کروں گا۔ آرٹ کا پہلا تعلق انسانی خدمت سے ہے، دوسرا جذبات سے، اور تیسرا روح سے۔

جیسا میں اپنے گذشتہ مضمون میں عرض کر چکا ہوں، آرٹ کی تعریف کرنا خطرناک حد تک مشکل ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قریب قریب ہر شخص نے اپنی قابلیت اور بساط کے موافق آرٹ کی تعریف کرنیکی کوشش ضرور کی ہے، چنانچہ ان تعریفوں کا ایک دفتر جمع ہو گیا ہے، اور بے شبہ اس کی فراوانی اور گوناگونی آرٹ کے طالب علم کی راہ میں بڑی مشکلات پیدا کرتی ہے، ایک تعریف اس سلسلہ میں عبرتناک بھی ہے اور بجد دلچسپ بھی چنانچہ اس کا حوالہ اس مقام پر نامناسب نہ ہوگا، وہ تعریف یہ ہے :۔

”دراصل میں آرٹ کے متعلق کچھ نہیں جانتا، مگر جو مجھے پسند ہے، وہ ضرور جانتا ہوں“

یہی انفرادی ذوق، دوسروں کی پسند کو اپنے سے مختلف پانے پر آمادۂ تنقید ہوتا ہے اور حرب و ضرب کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ اس طویل تمہید کے بعد میں خود بھی جرأت کر کے آرٹ کی موجودہ تعریفوں میں ایک اور بڑھا رہا ہوں، میرے نزدیک آرٹ ”انسانی جذبات کے اظہار“ کا نام ہے، آیئے اس تعریف پر تھوڑا غور کر لیا جائے، پہلی بات تو یہ ہے کہ آرٹ ایک ”تخلیقی اظہار“ ہوتا ہے، شاعری ہو یا موسیقی، صورت طراشی ہو یا صورت تراشی، درزدوزی کی پوشاک ہو یا فلم کا کوئی رسین، انسانی دماغ نے ایک خیال قائم کیا اور پھر کسی نہ کسی ذریعہ سے اسے ظاہر کر دیا، بہت ممکن ہے کہ اس کوشش کا ماحصل آرٹ میں نہ شمار کیا جائے، لیکن اگر اظہار کردہ خیال کو دنیا بلا زحمت سمجھ جائے تو ہمیں یہ مان لینا پڑیگا کہ کوشش اظہار ایک نظم اور ایک ضابطہ کیساتھ عمل میں آئی۔

مثال میں فرض کیجئے شاعر انجام زندگی پر غور کرتا ہے، وہ پہلے نیچر کو دیکھتا ہے، موسم کی تبدیلی، چڑیوں کا انتقال، رات اور دن کی تنظیم، اور دیگر خصوصیات کو سوچتا ہے، پھر ہماری تہذیب کی نوعیات پر بھی ایک نظر کرتا ہے، اب وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے خیالات کو ظاہر کرے، اس کے لئے اسے ہجوم افکار وانبوہ خیال میں تلاش کی ضرورت محسوس ہوتی ہے وہ خاص خاص خیال کو چنتا ہے، پھر ان کو حروف، الفاظ جملے اور وزن سے ہم آہنگ کرنے کے لئے ایک ”ثانوی“ حیثیت دیتا ہے، یہی چیز زبان اور قواعد کا نظم و ضبط کہلاتی ہے، ایسے اظہار میں کس قسم کے ضبط و نظم کی کس حد تک ضرورت ہوتی ہے؟ اس کا تعلق خیال سے ہوتا ہے، عمارت بنانے میں بڑے سخت نظم و ضبط کی ضرورت ہوتی ہے اگرچہ شعر کہنے میں اس شدت کی ضرورت نہیں، ایک فلم بنانے میں انتظامی قابلیت کے ساتھ متعلقین کا پابند اصول ہونا بھی نہایت ضروری ہے مگر ایک صورت تراش کو اگرچہ وہ کسی طرح اپنے اصول سے منحرف نہیں ہو سکتا، اتنی سخت گیری کی حاجت نہیں ہوتی، پھر بھی ممکن ہے کہ نتیجہ کا معیار ایک ہی ہو، ضرورت صرف یہ ہوتی ہے کہ عمل نہایت ہی چابکدست ہو، اس کے علاوہ آرٹ ہمارے جذبات کو اپیل کرتا ہے، اسی لئے اگر کسی چیز کو دیکھ کر ہمارے جذبات میں توج

اور ہیجان بپا ہو، اور ہم اس کی فنی خوبیوں کی بیساختہ مدح کرنے لگیں تو کسی خیال کے باضابطہ اور چابکدست اظہار کا معاوضہ مل جاتا ہے۔

انسان کی ذہنی بیداری کے ساتھ ہی اسے آرٹ سے خدمت لینے کا خیال ہوا، اس کی ہر کوشش میں اسے یہ خیال رہتا تھا کہ وہ جو کچھ بھی کرے انتہائے کمال کے ساتھ کرے، چنانچہ شکار، لباس، عبادت، عمارت اور دیگر خانگی و بیرونی مسائل کو زمانہ قدیم میں بھی زیادہ سے زیادہ قابلیت سے حل کرنے کی کوشش ہوتی تھی۔ یہی خواہشات آج بھی ہماری فطرت میں موجود ہیں، بچہ کو دیکھئے اس کی حرکات پہلے کتنی بے معنی ہوتی ہیں، رفتہ رفتہ وہ ان میں نظم پیدا کرتا ہے، پہلے ایک چیز کو دیکھ کر وہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ گھماتا ہے، بعدہ اسے فاصلہ کا اندازہ ہوتا ہے، پھر اس میں قبضہ کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور وہ اس چیز کی طرف عمداً بڑھتا ہے اور حاصل کر لیتا ہے۔

کچھ زمانہ بعد بچہ محض قبضہ سے مطمئن نہیں ہوتا، اب اسے کسی خاص غرض کے ساتھ قبضہ کی خواہش ہوتی ہے، آئینہ زمین پر گرا کر شیشہ کی نزاکت کو محسوس کرتا ہے، آگ کو چھو کر اس کے جلانے کی قوت سے باخبر ہوتا ہے مگر میرا مطلب ان مثالوں سے یہ نہیں ہے کہ یہ بھی آرٹ ہیں اگرچہ یہ ضرور کہونگا کہ جب بچہ اعضاء کی ہم آہنگی کے ساتھ قصداً کچھ کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے تو آرٹ کے بنیادی رجحانات بھی ترقی کرنے لگتے ہیں۔

مہارت، چابکدستی طرز اور مقصد یہی وہ خصوصیات ہیں جو انسان نے اپنی اور دوسروں کی خدمت کے لئے ہمیشہ استعمال کی ہیں، اور یہی آرٹ کے عناصر ہیں۔

آئندہ میں ان تعلقات کا ذکر کروں گا جنکو آرٹ سے وابستہ کیا جا سکتا ہے اور پھر اس روشنی میں یہ سوال کروں گا کہ ہندوستان کی فلمیں کس حد تک آرٹ کی نمائندہ کہی جا سکتی ہیں؟

دستور العمل

عکاس کی قیمت چھ پیسے فی کاپی ہے، جو لوگ مستقل طور سے پرچہ بذریعہ ڈاک منگوانا چاہیں اسی حساب سے قیمت منی آرڈر کر دیں، وی پی سے عکاس روانہ نہیں کیا جائیگا، اور نہ کوئی صاحب وی پی کی فرمایش کر کے اپنے خط کے پیسے ضایع نہ کریں، عکاس جس ماہ نہیں شایع ہوگا اس ماہ کے چھ پیسے محفوظ رہیں گے اور عکاس کی ہر روانگی کے بعد چھ پیسے آپ کی جمع شدہ رقم سے (جو کہ درج رجسٹر رہتی ہے) وضع کر لئے جائیں گے، دفتر سے صرف ان خطوط کا جواب دیا جاتا ہے جو جوابی ہوتے ہیں یا ٹکٹ جواب کے لئے ان میں آتا ہے، نمونہ مفت طلب کرنے والے حضرات خط لکھکر اپنے پیسے ضایع نہ کریں، نمونہ صرف اسی صورت میں روانہ ہوگا جبکہ چھ پیسے کے ٹکٹ روانہ کئے جائیں، عکاس میں صرف معیاری مضامین کو جگہ دیجاتی ہے، غیر معیاری مضامین ردی کی ٹوکری میں پھینکدیئے جاتے ہیں، یا اگر مضمون نگار صاحب واپسی مضمون کے لئے ٹکٹ روانہ کریں تو واپس کر دیا جاتا ہے، امید ہے کہ ناظرین سطور بالا پر توجہ کریں اور فضول خط و کتابت کر کے وقت ضایع نہ کریں۔

ایجنسی لینے والے حضرات کو چاہیئے ہے کہ جس قدر کاپیاں مطلوب ہوں ان کی قیمت (بعد وضع کمیشن پچیس فیصدی) پیشگی روانہ فرمائیں اس کے علاوہ کوئی صورت منظور نہیں کیجائیگی، اور نہ جوابی خط آئے بغیر جواب دیا جائیگا۔

مینیجر عکاس ماہوار ۱۷، ادھر تلہ اسٹریٹ کلکتہ

نیو تھیٹرز کا جدید شاہکار

مُکتی

ڈائرکٹر :- پی-سی-بروا

میوزک ڈائرکٹر :- آرسی بورال

مکالمہ نگار

پنڈت شور لکھنوی

اداکار

بروا

کانن

جگدیش

کپور

مینکا

پرفلو رائے

وید

نواب

گانے

حضرت آرزو لکھنوی

مُکتی

افسانہ درد میں ڈوبا ہوا، محبت اور اس

کی کارفرمائیوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے، مسٹر بروا

کے زیر ڈائرکشن اب تک جس قدر پراز رومان پکچر تیار ہوئے، ان سب سے

یہ فلم ایک امتیازی و نمایاں حیثیت کا مالک ہے، دلکش موسیقی، روح نواز گانے فطری اداکاری

مُکتی کی خصوصیات ہیں، آسام کے

پہاڑوں، جنگلوں اور باغوں کے مناظر مُکتی میں دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں، بلند معیار

فوٹوگرافی، صاف اور واضح صدابندی، پاکیزہ مکالمے، بامعنی گانے صرف

مُکتی میں ملیں گے، اپنے شہر کے قریبی سینما ہاؤس

میں دیکھئے

بکنگ کا پتہ

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز فورٹ روڈ، دہلی

دوستانی فلم کارپوریشن، کولوٹولہ اسٹریٹ، کلکتہ

ودیاپتی

کے چند سین

تعارف

ودیاپتی:- ہندی کے مشہور کوی، جو بیسی کے رہنے والے تھے۔

انورادھا:- ایک یتیم غریب لڑکی جو ——— کوی کی پڑوسن تھی اور جسے بچپن سے کوی سے پیار تھا۔

شوسنگھ:- متھلا کے مہاراج، کوی کا دوست۔

لکشمی:- متھلا کی مہارانی، جو کوی پر عاشق تھی۔

مدھوسودن:- ودیاپتی کا نوکر۔

منظر ——— کوی کنج

ودیاپتی متھلا جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس لئے نہیں کہ مہاراج شوسنگھ نے بلا بھیجا ہے ——— وہ کشش جو کھینچے لئے جا رہی تھی وہ تھی رانی لکشمی کی محبت ——— انورادھا کا داخل ہونا

انورادھا:- اُف ...... راستہ ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتا ——— یہ رتھ کے ہچکولے، اُف، اُف! اپرنام مہاراج ——— تو آپ راجدھانی سے واپس آگئے ———

ودیاپتی:- ہاں انورادھا ———

انورادھا:- لمبا سفر ——— تھکاوٹ ——— معلوم ہو رہی ہوگی؟

ودیا:- ہاں تھکاوٹ تو ہے۔

انو:- تو پھر آرام کیجئے۔

ودیا:- آرام منع ہے ——— انورادھا مجھے ابھی واپس متھلا جانا ہوگا

انورادھا:- آج بسپی کے کوی کنج سے مجھے دیش نکالا مل رہا ہے، اور مہاراج کے حکم سے۔

انو:- گئے برس بھی تو مہاراج کا حکم کئی بار ملا، مگر آپ نے تو ایک بار بھی دیش نکالا نہ لیا۔

ودیا:- قسمت میں یہی لکھا تھا اور شاید آج ہی نصیب پھوٹنا تھا ———

انو:- کس کا؟ ———

دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں، ودیاپتی نے انورادھا کی بات سنی ہی

اڑا دی ——— وہ بیچاری اپنا سا منہ لے کر چلی گئی۔

انورادھا باغیچہ سے گذر رہی تھی کہ اندھے مدھوسودن نے پاؤں کی آہٹ سنی ———

مدھوسودن:۔ ارے کون جا رہا ہے؟

انو:۔ (غصہ میں) کوئی نہیں، کوئی نہیں۔

مدھو:۔ او انورادھا ——— اری اٹھلاتی ہوئی کدھر جا رہی ہو

انو:۔ مدھوسودن دادا! ———

مدھو:۔ انورادھا ———

انو:۔ سنا ہے کہ کوئی متھلا جا رہا ہے۔

مدھو:۔ سنا ہے! میں سب سامان وغیرہ بھی رتھ میں رکھ آیا ہوں، اب تو جے گوپال کے لئے انتظار کر رہا ہوں

انو:۔ تم نے انہیں جانے دیا، مدھوسودن دادا۔

مدھو:۔ تو کیسے منع کروں، میں پرش، ساٹھ برس کا بوڑھا نہ میرے پاس وہ آنکھیں جو ڈورے ڈال کر کسی کا راستہ روک لیں

انو:۔ تو پھر کیا ہوگا مدھوسودن دادا؟

مدھو:۔ ہوں، ہمیں کوئی ڈھنگ نہیں سوجھ رہا۔

انو:۔ نہیں مدھوسودن دادا ——— ہاں ایک بار مندر میں جا کر مراری سے پوچھتی ہوں۔

مدھو:۔ جاؤ شاید مراری تمہاری آنکھیں کھولدیں۔

انورادھا مندر کی طرف چلی گئی، ودیاپتی نے آواز دی "مدھوسودن دادا"، مدھوسودن ودیاپتی کے پاس پہنچا۔

ودیاپتی:۔ مدھوسودن دادا، لوگوں کا خیال ہے کہ تم ہمارے پرانے نوکر ہو، مگر میں جانتا ہوں تم نے ہی مجھے پال پوس کر بڑا کیا ہے آج میں سب کچھ تمہیں سونپ کر جا رہا ہوں، گھر، باغیچہ، زمین، گائے بچھڑے سب کی دیکھ بھال اب تمہیں کرنا ہوگی۔

مدھو:۔ دیکھ بھال ——— میں دیکھ سکتا ہوں

ودیا:- ہاں دیکھ سکتے ہو، اگر نہ دیکھ سکتے تو میری پرورش کیونکر ہوتی۔

مدھو:- بھئی واہ ——— اچھا ——— جاؤ ——— تم راج کوی بنکر جا رہے ہو، آج ہم خوشی سے پھولے نہیں سماتے، ہم یہاں بیٹھے سنا کرینگے کہ تمہارا کتنا نام ہوتا ہے، کتنا یش ہوتا ہے۔

ودیا:- مدھوسودن دادا! ایک بوجھ اور بھی تمہیں اٹھانا ہوگا۔

مدھو:- اور کیا ——— وہ مندر میں بیٹھا ہوا مراری ——— دہائی بابا، دہائی ———

ودیا:- نہیں مدھوسودن دادا، مراری کو اوّر ادھا سنبھال لیگی، تم اوّرادھا کا خیال رکھنا ———

مدھو:- رادھے شیام، نہ بابا نہ، وہ بیچارا مراری اچھا ہے، کچھ منہ سے تو نہیں کہتا، ایک جگہ چپکے بیٹھا تو رہتا ہے، اسے آدمی سنبھال سکتا ہے، مگر یہ تمہاری اوّرادھا، آج یہاں ہے تو کل متھلا میں، ابھی اس باغیچہ میں، ابھی گنگا کے کنارے، ابھی مندر میں تھی ابھی ......

انو:- مہاراج ——— مہاراج ———

مدھو:- لو اب ادھر چلی آئی ———

انو:- مہاراج: یہ مور مکٹ اتار دیجئے، مراری سے باتیں ہوئی ہیں آپ نہیں جاسکتے ———

ودیا:- اب کیا کہتے ہیں، مراری ———

انو:- وہ کہتے ہیں کہ اس طرح چلے جانا بہت بھاری بھول ہے، ایسی بھول دواپر میں ان سے بھی ہوئی تھی، اکرور آیا انہیں بندرابن سے متھرا لے گیا ——— خیر وہ تو ہولے ——— دیکھئے ودیاپتی مہاراج آپ بسپی کے دیوتا ہیں، بسپی والے آپ کی جدائی نہیں سہار سکینگے سنئے بھگون، آپ چلے گئے تو گائے گھاس کھانا چھوڑ دیگی، صبح سویرے اٹھ کر گانے والے پکشی چہچہانا بھول جائیں گے۔ کملا ندی سوکھتے سوکھتے بالکل سوکھ جائے گی، اور مدھوسودن دادا رو رو کر تو روتا ہی چلا جائیگا ———

مدھو:۔ اور انورادھا ہنسے گی تو ہنستی ہی جائے گی، چلئے مہاراج، رتھ تیار ہے، بھگوان کا نام لیکر چلئے، آئیے۔

ودیاپتی رتھ میں سوار ہو کر چلدیا، مدھوسودن کو خیال ہوا کہ انورادھا روٹھ کر مندر میں چلی گئی ہے، وہ بھی مندر میں پہنچا ــــ انورادھا وہاں بیٹھی تھی

مدھو:۔ انورادھا کیوں

رو رہی ہو، ارے اب اس طرح رونے سے کیا ہوگا ــــ او... تم آنسو پوچھ رہی ہو، مجھے ہچکیوں کی آواز سنائی دے رہی ہے، اچھا سنو تمہیں ایک کہانی سنائیں سنو: بہت دن ہوئے ایک بار......

ــ گانا ــ

گوکل سے گئے گردھاری
ہوئی سونی نگری ساری
جت دیکھوات چھائی اداسی
روت ہیں نر ناری
گوکل سے گئے گردھاری

گردھاری تو گوکل سے چلے گئے، جو برندابن والے تھے ان کا کیا حال ہوا......؟

جیسے آج ــــ

نینن نیند نہ چینن جیا میں ــــ
شوک ہوا رتی بھاری

گوپیوں کی حالت تو اور بھی خراب تھی، بچاری کہتی تھی ــــ

کیسے جائیں پنگھا جل بھرنے
تٹ پہ نہ آئے مراری

مگر سب سے زیادہ دکھ جانتی ہو کیسے ہوا؟ انورادھا جیسی ایک رادھا تھی بچاری رو رو کر کہتی تھی ــــ

کاہن کاہن ہر آن رٹت من ــــ
بھولت نہیں بہاری

کہتے ودیاپتی مدھوسودن نے ــــ

رادھا من سے بساری

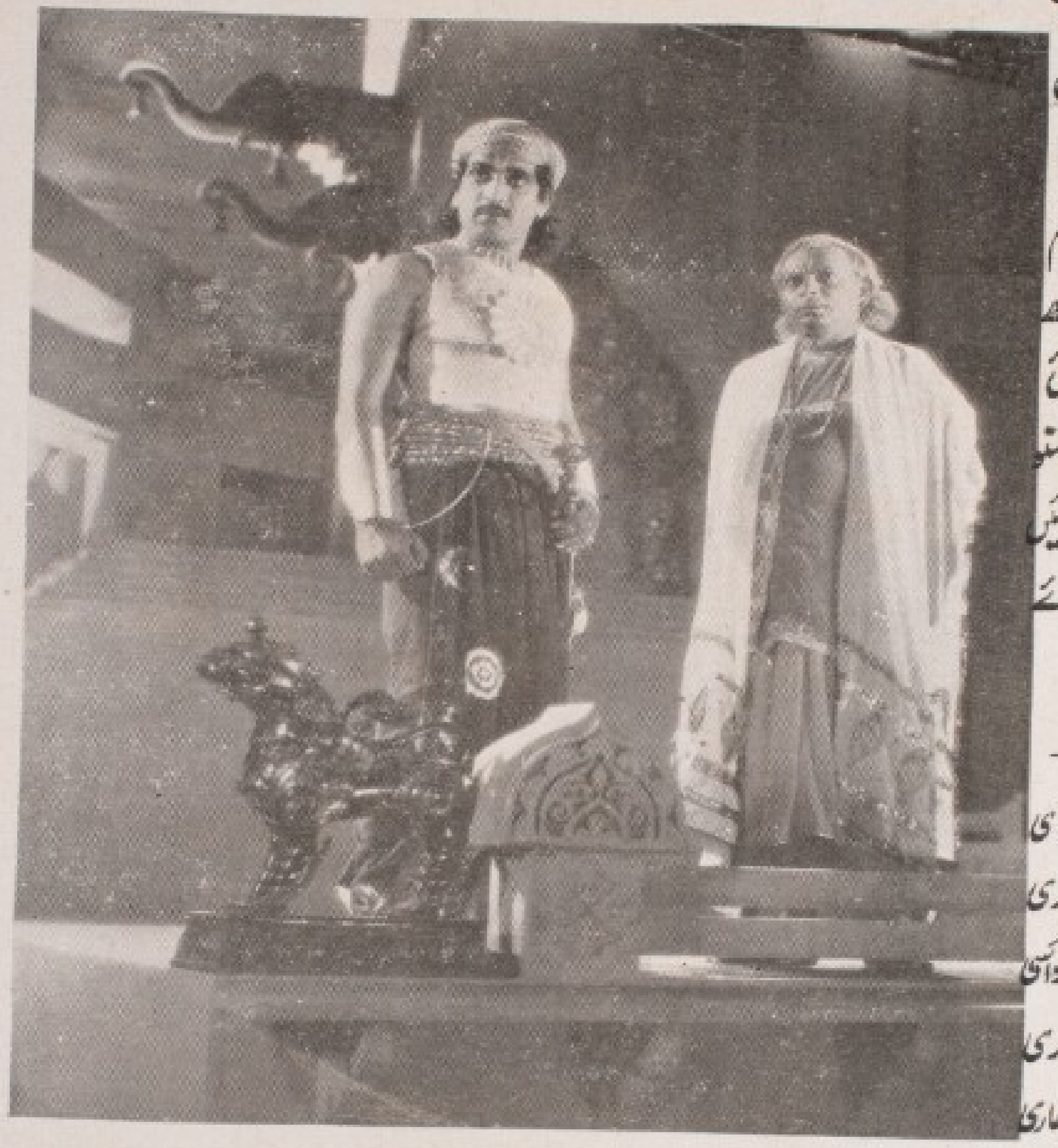

ہر قسم کے بہترین طغرے قطعات اور شیشہ پر ہر زبان میں خوشنما کام بنوانے کیلئے "ایم مبین الدین تاجر کتب۔ ۱۱ اپر چیت پور روڈ کلکتہ کی دکان پر تشریف لائیے

بمبئی ٹاکیز لمیٹڈ کا شاندار پیشکش

جیون پربھات

ملک میں

ہر جگہ مقبولیت حاصل کر رہا ہے

آپ کے قریبی سینما گھر میں

بہت جلد آرہا ہے — انتظار کیجیے

جس میں

شہرۂ آفاق اداکارہ دیویکا رانی

نے

آرٹ کا مکمل نمونہ پیش کیا ہے

اگزیبیوٹرز صاحبان اوّلین فرصت میں بکنگ کیلئے تیار ہو جائیں،

بمبئی ٹاکیز کے آنیوالے شاہکار

مستقبل قریب میں صرف ہمارے زیر نگرانی شمالی ہند میں تقسیم ہونگے

انڈیا فلم بورو

لاہور — دہلی — کراچی — پشاور

سینما کے عروج کیلئے ہندوستان میں وسیع میدان ہے

اعلیٰ پایہ کی فلمیں بنانے کی ضرورت ہے

لندن میں فلمسازی پر دیوان شرر کا لیکچر

ہندوستان میں سینما کے عروج کے لئے ایک نہایت بڑا میدان موجود ہے یہ ایک برٹش نامہ نگار کی رائے ہے جو لکھتا ہے کہ اب سے دس سال پیشتر سینٹو گراف کمپنی نے جو باتیں ہندوستان میں سینما کی ترقی کے متعلق قرار دی تھیں، ان میں سے زیادہ تر باتوں کی دیوان شرر نے اپنی تقریر میں تائید کی ہے جو ایسٹ انڈین ایسوسی ایشن کے جلسہ "کیکسٹن ہال" لندن میں کی گئی تھی، مقرر نے کہا کہ اب متکلم فلم کا رنگ ہی بدل گیا ہے، اور اس نے ایک ایسا شاندار انقلاب پیدا کر دیا ہے جو مغرب کے سینماؤں سے زیادہ زبردست ہے، زیادہ تر برٹش، امریکن، یوروپین فلمیں جو ہندوستان میں دکھائی گئی ہیں وہ بولی کی مشکلات کے باعث خاطر خواہ مقبول نہ ہوئیں مزید برآں ایک فلم کی نصف داستان ڈائیلاگ (مکالمہ) کی صورت میں پیش کی جاتی ہے نہ کہ اداکاری کی شکل میں، اس لئے داستان زیادہ تر ہندوستانیوں میں کوئی دلچسپی پیدا نہ کر سکی جو دوسری زبانیں جانتے ہی نہیں، ہندوستانیوں کا مطالبہ ہے کہ فلم کی زبان ہندوستانی ہو، اس میں ہندوستانی گیت شامل کئے جائیں

کمپنیوں کی خواہش

دیوان شرر نے بیان کیا کہ جو زبردست کامیابی اور ہر دلعزیزی پہلی ہندوستانی متکلم فلم "عالم آرا" نے حاصل کی تھی، اس سے ہندوستان کی فلمی دنیا میں بڑی تحریک پیدا ہو گئی، نئی نئی کمپنیاں بڑی تیزی کے ساتھ ظہور میں آگئیں، ان سب کی خواہش ایک ہی تھی کہ جلد سے جلد زیادہ ہندوستانی فلمیں تیار کر کے مارکیٹ میں فروخت کی جائیں جہاں ان کیلئے خواہش موجود ہے۔

برٹش اور دیگر فلمیں

برٹش فلموں کا دوسری اقسام کی فلموں سے مقابلہ کرتے ہوئے مقرر نے کہا کہ برٹش فلمیں زیادہ سمجھ میں آنیوالے واقعات پیش کرتی ہیں علاوہ ازیں بہت سے ہندوستانی انگریزی میں مہارت رکھتے ہیں ان کا نقطۂ خیال اور زندگی کے متعلق ضروریات اور طرز معاشرت برٹش فلموں میں مدنظر رکھا جاتا ہے برعکس اس کے امریکن فلمیں مختلف پہلو لئے ہوئے ہوتی ہیں، امریکن اطوار خلاف دانش ہوتے ہیں وہ حیرت انگیز اور چونکا دینے والے ہوتے ہیں، ان کی بولی بازاری ہوتی ہے، ان کے عشق و محبت کے محسوسات بے لگام ہوتے ہیں، ان کی عدالتوں میں انصاف کی بڑی مٹی پلید کی جاتی ہے، وہاں قیدیوں اور گرفتاروں پر تشدد کیا جاتا ہے اور یہی باتیں میں دکھائی جاتی ہیں، یہ بات قابل ذکر ہے کہ خاموش پکچروں کے زمانہ میں یوروپی فلمیں ہندوستانی سینماؤں میں بکثرت دکھائی جاتی تھیں، مگر آج کل خاص طور سے کوئی یوروپی پکچر نہیں دیکھائی جاتی، تمام تعلیمیافتہ ہندوستانی انگریزی زبان جانتے ہیں لیکن جو لوگ فلم دکھانے والوں کے نقطۂ خیال سے فرنچ اور جرمن سمجھتے ہیں ان کی تعداد بہت ہی کم ہے، اس میں شک نہیں کہ انگریزی فلم انگریزی زبان سکھانیکا نہایت قیمتی ذریعہ ہے۔

برٹش فلمساز

پھر دیوان شررنے کہا کہ برٹش فلمیں اب تک کم تعداد میں ہندوستان میں آتی ہیں چنانچہ ۳۶-۱۹۳۵ء میں صرف ۲ ۱/۲ لاکھ فٹ فلمیں برطانیہ کلاں سے ہندوستان میں لائی گئیں اور ان کے مقابلہ میں ریاستہائے متحدہ امریکہ سے ۱/۲ ۴ لاکھ فٹ درآمد کی گئیں، اس حالت کے متعلق برطانیہ کے فلمسازوں میں بیداری پیدا ہورہی ہے اور وہ یہ محسوس کر رہے ہیں کہ یہ دانشمندی نہیں کہ ہندوستان جیسی بڑی مارکیٹ کو نظر انداز کر دیا جائے، یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان فلمسازوں کو زبردست مقابلہ پیش آئیگا، میری رائے میں یہ ممکن ہے کہ کسی سرکاری قانون تحفظ یا امپیریل ترجیح کے ذریعہ ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

ایک بڑا نقص

پھر مقرر نے کہا کہ فلمسازوں کی طرف سے ایک عام غلطی یہ ہوتی ہے کہ وہ سوشل پیچیدگیوں میں ہاتھ ڈالدیتے ہیں یا وہ تاریخی معاملات میں کانٹ چھانٹ کرتے ہیں، مقرر نے اس بارہ میں دو مثالیں پیش کیں۔

۱- ایک فلم "شیراز" تیار کی گئی تھی جس میں تاج محل کی داستان بیان کی گئی، بدقسمتی سے ان لوگوں نے جو اس کے بنانے کے ذمہ وار تھے، واقعات بدل دیئے تاکہ ان کا مقصد پورا ہو جائے، اس لئے فلم کے خلاف صدائے ناراضی بلند کی گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ فلم ضبط کرلی گئی، دوسری مثال مذہبی معاملات میں بے احتیاطی کے ساتھ قدم رکھنے کی لائٹ آف ایشیا ہے، جس میں بودھ کے حالات بیان کئے گئے تھے، فلمیں تقریباً ہندوستانی ساخت کی تھیں، انگلستان میں ان کے دکھانے میں بڑی کامیابی ہوئی، لیکن اس سے بودھوں میں گہری ناراضی پیدا ہوگئی، جس کے باعث اس کی برما اور سیلون میں دکھانے کی ممانعت کردی گئی۔

ممالک غیر میں فروخت

یہ بات سات سال پیشتر حاصل ہوئی تھی، لیکن آج بھی ویسی ہی حالت ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ نہایت اعلیٰ پایہ کی پکچریں تیار نہیں ہوتیں، یہ سچ ہے کہ سنجیدہ خیال کمپنیاں موجود ہیں جو کافی دانا ہیں، اور فن صداقت کاروبار کو باہم ملاکر ان کو عملی صورت دینے کی عاجلانہ کوشش کرتی ہیں اور ان کی تیار کردہ فلمیں خاص حیثیت رکھتی ہیں جہانتک کہ ان کا ہندوستان کے ساتھ تعلق ہے، ان کمپنیوں نے اپنے لئے مارکیٹ نہ صرف ہندوستان بلکہ برما، سیلون، برٹش ملایا، ڈچ، مشرقی جزائر، انڈو چائنا، مشرقی افریقہ، جنوبی افریقہ (جہاں ہندوستانیوں کی بڑی آبادی ہے) جزائر ہند مغربی، جزائر فجی، مارشیش اور عدن میں اپنے لئے مارکیٹ پیدا کرلی ہے، لیکن یہ امر واقعہ ہے اور اس کا مقابلہ کرنا چاہئے کہ اس وقت کوئی فلم جو پورے طور پر ہندوستان میں تیار کی گئی ہو، اور وہ بھی ہندوستانی مقرر نے مستقبل کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امکانات بیشمار ہیں، جب تک تربیت یافتہ ڈائرکٹر اور فنی معاونین ملتے رہیں گے، اور بڑے بڑے شہروں کے لئے سینما کافی تعداد میں مہیا ہوتے رہیں گے فلمی کاروبار میں فائدہ ہوتا رہیگا۔ برٹش فلمساز فرموں کو یہ مناسب ہے کہ ہندوستان کے ہر ایک صوبہ میں میونسپل کمیٹیوں اور بارسوخ جماعتوں کیساتھ جن کے ہاتھوں میں اختیارات حکمرانی ہوں، تعاون کیا جائے، یہ فرمیں بڑے بڑے شہروں میں سینما بنائیں اور ہندوستان میں سٹوڈیو قائم کریں تاکہ ہندوستان کی سبزی اور خوشنمائی دکھائی جائے۔

مذہب اور خانگی خوبیاں

اس کے بعد مقرر نے تمام مذہب کے ہندوستانیوں کے مذہبی محسوسات کے جو مقدس چیزوں سے تعلق رکھتے ہیں، متعلق نہایت قیمتی مشورے پیش کئے مقرر نے کہا کہ اگر ان باتوں کا اچھی طرح لحاظ رکھا جائے تو سینما سے جو فائدہ ہوتا ہے، خاصکر تعلیم دینے والی فلموں سے جو معلومات بڑھاتی ہیں، اس کا دائرہ بہت وسیع ہو جائیگا۔

میں چاہتا ہوں کہ اس معاملہ کو زراعت، تجارت، صنعت، اور حفظ صحت کے محکمے اپنے ہاتھوں میں لے لیں، اور یہ محکمے فلمیں ہندوستانی کمپنیوں کی معرفت تیار کرا سکتے ہیں، یہ ممکن ہے کہ اس سے تمام ہندوستان کے لئے

ایک عام زبان پیدا ہونے میں مدد ملے۔

ایکٹرس کا کام

دیوان شرر نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ امریکن یوروپین فلموں کی بڑی تعداد میں آمد نے اس دستور کو توڑ دیا جو عورتوں کی جگہ مردوں سے کام لینے کے متعلق تھا۔ عورتیں پارٹ ادا کرنے لگیں مگر زیادہ تر رقاصہ ہوتی تھیں چند تعلیمیافتہ اور مہذب ہندوستانی خواتین نے بھی اس کام میں حصہ لیا

تعلیمیافتہ ہندوستانی کا مذاق

ادنی قسم کے فلموں سے تعلیمیافتہ ہندوستانیوں کی تسکین نہیں ہوتی، کیونکہ ان کا مذاق بلند ہے، رہے غریب لوگ، وہ بدیشی فلم پر خراب ہندوستانی فلم کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ وہ اس کی باتوں کو سمجھ سکتے ہیں، جو ان کی بولی میں ادا کیجاتی ہے، لیکن ایک تعلیمیافتہ شائق فلم ہندوستانی بدیشی اور خراب ہندوستانی فلم پر اعلیٰ ہندوستانی پکچر کو ترجیح دیتا ہے۔

زردار سے خطاب

از جناب میر طاہر صاحب کاشمیری ڈراماٹسٹ

اسکہ تو ہے غاصبِ اجرِ پسینہ غریب
باغیِ احکام خالق ہے تری گفتار تلخ
پھونک سے ناخوبیٔ افعال کی تیری امیر
لذت جبر و ستم میں ہے تری روحِ اسیر
نشۂ زر میں نہ کر مزدور کا جینا حرام
تیری پرکھ اور امتحاں کا اب ہوا عرصہ تمام
تلخیوں سے بھر دیا جائے گا تیرا جام عمر

بیکسوں کی آہ و زاری کا جھڑک تیری صلہ
سینۂ دنیا پہ ہے بارِ گراں جینا ترا
تیرے باطن میں بجھا ہے آدمیت کا دیا
مٹ چکا ہے تیرے دل سے نورِ احساس ترا
باطنِ قدرت سے بھی غافل ذرا ہو آشنا
زعمِ زر کو پھونک دیگی بجلی قہرِ خدا
کھا کے ہچکولے سفینہ ڈوب جائے گا ترا

دیدیا جائے گا تیری عمر زاری کو دوام
نارِ دوزخ سے بنے گا دائی خانہ ترا

گریٹا گاربو کی زندگی کا ایک ورق

بچپن کے ایک دوست کے قلم سے

جب میں یہ سوچتا ہوں تو کس قدر حیرت ہوتی ہے کہ میں اس لڑکی کو بچپن سے جانتا ہوں جو آج گریٹا گاربو کے نام سے پوجی جا رہی ہے۔

وہ دلچسپ حقیقتیں جنہوں نے آج فلم کی دنیا کو گاربو کا گرویدہ بنا رکھا ہے بچپن ہی سے اس کے حرکات و سکنات سے نمایاں تھیں۔ اور گاربو لڑکپن کے گھروندے میں ایک دوسرے کے ساتھ کھیل چکے ہیں اور لڑکپن کے گھروندے سے نکل کر جوانی کے سبزہ زار میں ایک ساتھ سیر بھی کرتے رہے ہیں۔

کسے معلوم تھا کہ یہ خوبصورت لڑکی ایک دن دنیا کی محبوب ترین عورت بن کر دلوں پر حکمرانی کرے گی۔

گاربو کی عظمت کا راز کیا ہے؟ دنیا اس کو سمجھنے اور معلوم کرنے کے لئے برابر بے چین رہی، لیکن میرے لئے یہ راز کبھی بھی راز نہ تھا، گاربو شہرت کی بلندی پر کیوں پہونچی؟ اس سوال کا جواب میرے لئے بہت ہی آسان ہے، گاربو بچپن سے آج تک ہمیشہ تخیلات کی دنیا میں رہی، اور تخیلات ہی کی دنیا میں رہکر اس نے وہ حقیقتیں معلوم کیں جو آج اس کی تمثیل کی جان ہیں، چنانچہ اس کے لڑکپن کا یہ واقعہ ہمارے بیان کی تصدیق کرے گا۔

گاربو کی رہایش گاہ کے سامنے ایک چھوٹی سی پہاڑی جس کی بلندی پر پہونچنے کے لئے سیڑھیاں بنائی گئی تھیں، تمام لڑکوں کے لئے یہ سیڑھیاں صرف سیڑھیاں تھیں جن پر وہ دن رات کلیلیں کیا کرتے لیکن گاربو کے لئے وہ سیڑھیاں کچھ اور تھیں، وہ ان کے تیسرے زینہ پر جا بیٹھتی اور کھو جاتی، کھو جاتی اور خیالات میں ڈوب جاتی۔ ایک دن جبکہ گاربو اس سیڑھی پر خاموش بیٹھی جزیرہ خواب و خیال کی سیر کر رہی تھی، اس کی استانی ادھر سے گذری اور اس نے اپنی شاگرد کو اس طرح کھویا ہوا دیکھکر پوچھا کیوں بیٹی، گاربو کیا تم رات دن ان سیڑھیوں پر بیٹھی رہنا پسند کرتی ہو؟

ہاں لیکن میری نظر میں تو یہ سیڑھیاں نہیں ہیں، گاربو نے اپنی استانی کو اپنی سنجیدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا سیڑھیاں نہیں ہیں استانی کے قہقہے نے گاربو کی اس شاعری پر تنقید کی پھر کیا ہے؟

یہ آسمان کی بلندی تک پہونچنے کے زینے ہیں، گاربو نے پھر کہا تو میرے خیال میں تم یہاں بیٹھکر اپنے آپ کو آسمان سے قریب تر سمجھ رہی ہو۔

اگر آخری سیڑھی پر پہونچ کر دیکھئے تو بلاشبہ یہ آسمان پر پہونچنے کا زینہ نہیں، لیکن یہاں سے تو یہ آسمان کا زینہ ہی نظر آتی ہیں۔

بات ختم ہو گئی لیکن اس معمولی واقعہ سے گاربو کی رفعت تخییل ثابت ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

کچھ دنوں بعد ایک اسکول ماسٹر نے مجھ سے کہا کہ گاربو بھی عجیب لڑکی معلوم ہوتی ہے، سر سے پانوں تک احساسات کی پتلی ہے، میرے اسکول میں آج تک کوئی اتنی حساس لڑکی نہیں آئی، جب کوئی اس کی تعریف کرتا تو وہ خوشدلی کے ساتھ مسکراتی ہے اور ایک لمحہ کے بعد رونے لگتی ہے، پھوٹ پھوٹ کر روتی ہے، اس بری طرح جیسے اس کے دل میں بہت بڑا گھاؤ ہو، لیکن

اس شرمیلے پن کے باوجود اس کا دل محبت اور رحم سے لبریز تھا۔

ایک دن ایک لڑکی کچھ دیر کرکے اسکول آئی، اس کے ساتھیوں نے اس کو بنانا شروع کیا۔ وہ رونے لگی، گاربو اسے روتا دیکھ کر تڑپ اٹھی اور اُسے سینے سے لگا کر کہنے لگی، روؤ نہیں پیاری بہن، استانی جی اکثر خود دیر کرکے آتی ہیں، روتی کیوں ہو، یہ اتفاق ہے جو ہر شخص کے ساتھ ہوسکتا ہے" گاربو شرم سے ہمیشہ خاموش رہا کرتی تھی، لیکن ایسے موقعوں پر اس کی زبان بیساختہ کھل جاتی ہے اور بے اختیار قینچی کی طرح چلنے لگتی۔

گاربو کے دماغ کی پرورش صحرائی ماحول میں ہوئی، ہرے بھرے جنگلوں کی جذبات پرور فضا نے اس کی طبیعت کو حساس بنایا اور اس کے ذوق ستھرا کیا، اس کا دل بچپن ہی سے جنگلوں کی خاموشی میں فطرت سے سرگوشیاں کرنے کا عادی تھا، وہ پھولوں سے کھیلتی، کلیوں سے مسکرانا سیکھتی، اور منظر کی رنگینی میں کھو جاتی، ایک دن بہار کے موسم میں جبکہ فطرت فیاضی کے ساتھ اپنے خزانے لٹا رہی تھی، وہ گھر سے اسکول کے لئے چلی لیکن صحرا کی دلفریبیوں نے اسے راستے میں روک لیا، وہ ایک چشمے کے کنارے بیٹھ گئی اور غرق ہوگئی، ایک اطالوی غبارہ ساز ادھر سے گذرا، دونوں میں گفتگو ہوئی، اور دونوں چند لمحوں میں ایک دوسرے سے گھل مل گئے، گرٹیا نے اپنا ناشتہ دان کھولا، دونوں پرانے دوستوں کی طرح بے تکلفی سے کھانے لگے، گرٹیا نے کہا تم بڑے مزے کے آدمی ہو، کاش ایسا ہوتا کہ میں اسکول نہ جاتی۔ اور محبت کی اس خاموش فضا میں بیٹھکر تم سے دوستی کرتی۔ گرٹیا یہ کہہ رہی تھی کہ اسکول کی گھنٹی بجی اور اس نے محسوس کیا کہ اسے دیر ہوگئی، اب جو میں اسکول پہونچوں گی تو استانی جی کی گھڑکیاں سہوں گی، ساتھ والی پھبتیاں اڑائیں گی اس لئے جانے سے نہ جانا بہتر ہے" یہ فیصلہ کرکے وہ گھومتی ہوئی اطالوی کے ساتھ وہ کیمپ میں چلی گئی وہاں اور بھی بہت سے اطالوی تھے، دن بھر جشن رہا، ناچ رنگ ہوئے، شام کے وقت اطالوی نے اپنا بنایا ہوا ایک غبارہ گرٹیا کی نذر کیا اور اپنے ساتھ لیکر گھر تک اسے پہونچا گیا، یہاں گھر میں کہرام تھا، ماں رو رہی تھی، باپ متردد تھا، پولیس میں رپورٹ ہوچکی تھی، گرٹیا کو دیکھ کر سب کی جان میں جان آئی، اور اس نے اپنے معمولی تبسم سے سب کو پھر خوش کر لیا۔

قول ناطق

از جناب سید ابو العلا حکیم ناطق لکھنوی

جو تنہا اس سے ملنا ہو تمنائیں نہ رکھ دل میں
کہ خلوت چاہئے تجکو یہ ناممکن ہے محفل میں

بجھائیگا کوئی دل کی لگی حسرت نہ رکھ دل میں
نہیں ہے شمع محفل کا کوئی ہمدرد محفل میں

یہی منزل ہے گم ہو جا پہونچکر اپنی منزل میں
کہ موجیں ڈوب جاتی ہیں ہمیشہ جاکے ساحل میں

جسے ہم نور سمجھے تھے حجاب اسکا اک وہ بھی
ابھی ہم فرق کرسکتے نہیں ہیں راہ و منزل میں

تمہی پر ذمہ داری اب رہی انجام الفت کی
مجھے کچھ بھی خبر اس کی نہیں کیا ہے مرے دل میں

مرے ہمراہ مقصد بھی مرا اور آگے بڑھتا ہے
کہ راہیں کچھ نئی ملتی ہیں مجکو جاکے منزل میں

زباں اغیار کی چلنے دے تو خاموش رہ ناطق
اسے معلوم ہے جتنا خیال اس کا ہے جس دل میں

میگافون ریکارڈ

مس کملا (جھریا)

جے۔این۔جی { میرے ارمان کہاں مجھ کو — غزل
۱۰۱۹ { آنا تو محبت میں — 〃

مس اختری بائی (فیض آباد) فلم اسٹار

جے۔این۔جی { بنواری ہو — دادرا
۱۰۲۰ { جوشش گریاں — غزل

کماری بینا پانی مکرجی

جے۔این۔جی { شیام نہیں آئے — جونپوری خیال
۱۰۲۲ { رام نام سے بولو — بھجن

صمد قوال (تیلنی پاڑہ)

جے۔این۔جی { یثرب کا کنور کعبہ کا دھنی — نعت
۱۰۲۴ { توحید کے رنگ میں رنگ دے — 〃

مس کجن جہاں آرا بیگم (فلم اسٹار)

جے۔این۔جی { ہوا ہے حسن کی رنگینیوں سے — چراغ توحید
۱۰۳۱ { نمونہ جور گردونگا — 〃

مسٹر اکبر خاں (پشاوری) فلم اسٹار

جے۔این۔جی { پلا رہا ہے تو کچھ لطف — ملاپ فلم سے
۱۰۲۳ { چھکا چھک چھک چھکا چھک چلی جا رہی ہو — سنہرا ستار

نیو تھیٹرز میگافون ریکارڈ یعنی نیو تھیٹرز کے شاہکار فلم مکتی اور اناتھ آشرم کے کیف آفریں گانے

شریمتی کانن دیوی (نیو تھیٹرز)

میوزک ڈائرکٹر:۔ مسٹر پنکاج ملک (نیو تھیٹرز)

جے۔این۔جی { ساونریا من بھایا رے — مکتی فلم
۱۰۱۸ { نہ جانے کیا ہے — 〃

مس کلیانی (نیو تھیٹرز)

میوزک ڈائرکٹر:۔ آرسی بورال (نیو تھیٹرز)

جے۔این۔جی { چھین لی ہائے پائل باجے چھنن چھنن — فلم اناتھ آشرم
۹۸۶ { جوانی گذری ہوئی گھڑیوں کو اب میں یاد کرتا ہوں — 〃

مسٹر دھومی خاں اینڈ پارٹی

جے۔این۔جی { کہانی دکھ بھری کس کو سنائیں — فلم اناتھ آشرم
اسمال بوائز کورس پارٹی (نیو تھیٹرز)
۹۹۴ { سرکار یہ غلام گیدڑ خاں — 〃 〃

نیو تھیٹرز کا زیر تکمیل اصلاحی پکچر

دھرتی ماتا

اسٹوری ڈائرکشن

نیتن بوس

مکالمے اور گانے

پنڈت سدرشن

اداکار

یملیش کماری، اما دیوی، سیگل، نیمو،
نواب، جگدیش، ویڈ کپور
پنکوج ملک لاہا

سراج

دھرتی ماتا

نگار خانہ نیو تھیٹرز میں بہت آب وتاب
کے ساتھ تیار ہو رہا ہے' افسانہ اصلاحی حیثیت سے بہت بلند ہے،
مسٹر نیتن بوس کے دماغی کاوشوں کا نتیجہ ہے' مسٹر نیتن بوس کا ہر قدم ترقی کی جانب بڑھ رہا ہے
چنڈی داس' دھوپ چھاؤں' پریزیڈنٹ کے بعد دھرتی ماتا یقیناً ایک امتیازی حیثیت کا فلم ثابت ہوگا' نیو تھیٹرز
کا آرکسٹرا' میوزک اداکاروں
کی ٹیم، پنڈت سدرشن کے مکالمے، نیتن بوس کے ٹیکنک دھرتی ماتا کی خصوصیت
ہیں جن کی زیادہ تعریف بھی کم ہے

نیو تھیٹرز لمیٹڈ۔ کلکتہ

Printed by H. H. Rahman at Excelsior Art Press,
Edited & Published by M. M. Begg, 22. Middle Road (Entally), CAL DECEMB…

Regd. No. C 2356

عکاس

ماہوار

کلکتہ

VOL. 5 — NO. 2

KANAN & PAHARI
IN
N. T'S SUPER-SOCIAL
HAR JEET.

قیمت فی کاپی کلکتہ سے باہر دس پیسہ

قیمت فی کاپی کلکتہ میں دو آنہ

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ کا شاندار فلم

سال رواں کی بہترین تصویر

یہ ایک اصلاحی
تصویر ہے جس میں آپسی زندگی کو
رومان، کشش اور جذبہ سے رنگین
بنا کر اتحاد و اتفاق کی نایاب تمثیل
پیش کی گئی ہے افسانہ بالکل اچھوتا،
ڈائرکشن، اداکاری، مصوری، صدابندی،
کمال فن کی آئینہ دار ہیں

ڈائرکٹر
امر ملک

میوزک
آر سی بورال

مکالمے
صغر حسین شور

گانے
حضرت آرزو لکھنوی

اداکار
کانن، پہاڑی، نواب، نیمو، نند کشور، پنا لال، دید

ہندوستانی

ہار جیت

(نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ)

K A N A N D E V I
IN
H A R J E E T

KANAN DEVI IN HARJEET

شذرات

خودغرضی ایک ایسی چیز ہے جس کے ہاتھوں دنیا ہمیشہ تباہ رہی ہے اور ہمیشہ تباہ رہیگی۔ ایک خودغرض اپنے دل کو خوش کرنے کے لئے خدا کی مرضی کے خلاف بھی بغاوت کرکے اپنے ہاتھوں اپنی عاقبت تک خراب کر دیتا ہے۔ اگر موجودہ جنگ پر نظر کیجائے تو اس کی بنیاد بھی وہی خودغرضی ہے، یہ کروڑوں جانوں کا نقصان، عورتوں کا بیوہ ہونا، بچوں کا یتیم ہونا، ملکوں کا تباہ ہونا کس لئے ہے صرف ایک دل کی خوشی کے لئے۔ دنیا میں جتنے اچھے کام ہیں اسی خودغرضی کے ہاتھوں برے سے برے ہو جاتے ہیں، خودغرضی ہی ثواب کو گناہ بناتی ہے، دوستوں کو دشمنی سکھاتی ہے، قابیل کے ہاتھوں سے اس کے نیک بھائی ہابیل کو کس نے قتل کرایا! خودغرضی نے، غرضکہ دنیا کی ہر برائی کی بنیاد خودغرضی ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں خودغرضی کارفرما ہے، پھر فلم کمپنیوں کی تباہی اگر خودغرض اور مطلب آشنا لوگوں کے ہاتھوں ہو رہی ہے تو کونسی تعجب کی بات ہے!

فلم کمپنیوں پر جو تباہیاں آتی ہیں ان کا سبب بھی وہی خودغرضی ہے، جب کوئی کمپنی انتہائی کوششوں، بے انتہا قربانیوں، بے تعداد روپیہ صرف کرکے کامیابی کی منزل پر پہونچے تو اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے ایسی صورتیں اختیار کیجائیں کہ یا تو کمپنی کے منافع سے حصہ حاصل کیا جائے ورنہ کمپنی کو نقصان پہونچایا جائے۔

اس وقت جتنی تنقیدیں یا تبصرے فلموں پر نکل رہے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے حیرت ہوتی ہے، ایک فلم کے متعلق ایک اخبار پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ اس فلم سے بہتر نہ کبھی کوئی فلم تیار ہوا اور نہ آئندہ بن سکتا ہے فلم کے اجتماعی کاموں میں سے ہر کام لاجواب ہے۔ دوسرا اخبار دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس فلم کے لاجواب ہونے پر مہر تصدیق ثبت ہو چکی ہے وہی فلم کسی حیثیت سے بھی اس قابل نہیں کہ لائق مذمت نہ ہو۔ اس میں ہر کام ناقص ہے، ڈائرکٹر کی ہدایات غلط، اداکاروں کا کام نیچر کے خلاف، مکالمہ مبہم مہمل غلط، عکاسی نقائص سے بھری ہوئی، صدا بندی بدترین۔

عقل چکر میں آتی ہے کہ آخر یہ جو تیوں سمیت آنکھوں میں گھسنے والے اتنا نہیں سوچتے کہ کیا ساری دنیا ان کی اس ریاکارانہ تحریر کو تسلیم کریگی کیا سوا ان کے دنیا میں کوئی صاحب بصیرت نہیں، جو یہ فرمادیں گے وہ بے چون وچرا تسلیم کر لیا جائیگا، نہیں نہیں ایسا نہیں ہے یہ نقاد، یہ

تبصرہ نگار خوب سمجھتے ہیں کہ سمجھنے والے تو اصل حقیقت کو سمجھ ہی لیں گے لیکن اس سے اپنی ذات کے لئے کوئی نقصان نہیں، کیونکہ سمجھدار لوگ اول تو بے تعلق زیادہ ہوتے ہیں اور شمار میں عام لوگوں سے کم ہوتے ہیں، وہ یا تو پورا مضمون تعریف سے بھرا ہوا مذمت سے پورا پڑھنے ہی کیوں لگے۔ اور پڑھیں گے تو لکھنے والے کی قابلیت پر مسکراتے ہوئے چپ ہو رہیں گے۔ مطلب تو عوام الناس سے ہے کہ وہ اس فریب میں ضرور آجائیں گے، جو لوگ تعریف لکھی ہوئی دیکھیں گے وہ تو اشتیاق میں اس فلم کو ایک مرتبہ جاکر ضرور دیکھیں گے اگر پسند نہ ہوا تو دوبارہ دیکھیں یا نہ دیکھیں قلیل ہی فائدہ سہی کچھ ہو کے رہیگا اور جو مذمت پڑھیں گے وہ جانیوالے بھی ہوں گے تو رک جائیں گے اس طرح کمپنی کو خاطر خواہ نقصان پہونچیگا اور مقصد اصلی یہی ہے کہ اگر ہمیں نہ دو تو تو بھی نقصان اٹھاؤ۔ کمپنی دے کس کس کو۔ اگر وہ فلموں کی ساری آمدنی بھی تقسیم کردے تو بھی سب کو خوش نہیں کر سکتی، پھر جو لوگ محروم رہجائیں گے ان کے قلم کو کون روکیگا، علاوہ اس نقصان کے اچھی سے اچھی پکچر بھی ان حملوں سے واغدار رہجاتی ہے۔

فطرت انسانی کا مقتضایہ ہے کہ انسان اگر اچھے خیالات اور خوش اعتمادی کے ساتھ کسی چیز کو دیکھتا ہے تو وہ اچھی نہ ہونے پر بھی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور برے خیال لیکر آتا ہے تو اچھی چیز میں بھی خواہ مخواہ کی برائیاں طبیعت خود پیدا کرنے لگتی ہے

کمپنیوں کو ایک تو خود غرض مضمون نگاروں کے ظلم سے مالی نقصان پہونچتا ہے دوسرے ان کے آئے حواس گم ہو جاتے ہیں، وہ سوچتی ہیں کہ کیسا فلم بنائیں جو مقبول عام ہو، اور اس گھبراہٹ میں ان کو اور زیادہ نقصان پہونچنے لگتا ہے، غرضکہ کہاں تک اس کا رونا رویا جائے اور پھر اسکا فائدہ ہی کیا ہے۔ یہ خود غرض اپنی بے ڈھنگی رفتار سے باز آنے والے نہیں ہیں۔

آخر میں ہم ایک بات تو مالکان کمپنی سے کہیں گے کہ وہ ان بیہودہ تحریروں کا اثر نہ لیں، سچی تنقیدوں سے نصیحت حاصل کر کے اپنے کام کو ترقی دیتی رہیں پھر سمجھنے والے چرچا کریں گے اور فلم کی دلچسپی خود فلم بینوں سے داد لیگی اور دوسری بات فلم بینوں سے کہتے ہیں کہ فلم دیکھتے وقت اخبارو کے اچھے برے مضامین سے قطع نظر کر کے دیکھیں اور خود ہی اچھائی برائی کا فیصلہ کریں ——— ۱۱۱

از جناب بیر تکلیہ
حضرت دل شاہجہانپوری

تخیل کے حسیں جلووں میں اک زنجیر ہوتی ہے — جہاں اکثر طلسم عشق کی تعمیر ہوتی ہے
نشاط مے سے بڑھکر ہے سرور اس روح پرور کا — عجب دلکش نگاہ مست میں تاثیر ہوتی ہے
ستارے محو ہو جاتے ہیں اکثر دیکھکر جلوے — سہانی رات بھی اک حسن کی تصویر ہوتی ہے
نہیں خطرہ ہمیں اے راہزن راہ محبت میں، — کہ خود کھنچتی ہے منزل جب سا تقدیر ہوتی ہے
مرقع کھینچتی ہے ہر نظر اک حسن دلکش کا،
سما جائے جو آنکھوں میں وہی تصویر ہوتی ہے

فلمی دنیا

موجودہ جنگ کے پریشان کن اثرات کے باوجود آجکل نگارخانۂ نیو تھیٹرز میں خوب چہل پہل نظر آتی ہے، اور تمام ڈائرکٹرز نتین بوس، دیوکی بوس، ہیم چندر، امر ملک، فنی مجمدار، سدھیر سین شب و روز مصروف عمل ہیں، ان میں سے بعض نے اپنی تصویر مکمل کرلی ہے، بعض مکمل کرنے میں کوشاں ہیں اور بعض "کاغذی کاروائی" کی ترتیب سے دلچسپی لے رہے ہیں، غرض ہر ڈائرکٹر سبقت کیلئے بیچین ہے۔

ہار جیت: "بڑی دیدی" کے ڈائرکٹر مسٹر امر ملک کی دماغی کاوشوں کا دوسرا نتیجہ ہے جو صحیح معنوں میں "نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول" کا مصداق ہوگا۔ بڑی دیدی کی ہردلعزیزی اور دل میں گھر کرنیوالی جذباتی خوبیاں ابھی آپ کے دماغ سے محو نہ ہوئی ہونگی کہ مسٹر ملک نے "ہار جیت" پیش کر کے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ اگر تندہی اور جانفشانی سے کام کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک سے ایک بڑھکر لائق تحسین تصویر تیار نہ ہو۔ ہار جیت میں دو آرٹسٹوں کی تھیٹریکل زندگی اور اس زندگی کی کشمکش کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے انفرادی اور اجتماعی طاقتوں کی تفریق نہایت خوبی کے ساتھ پیش کیگئی ہے۔ اس حیثیت سے تصویر کی معنوی خوبیاں دلوں میں ایک ولولہ انگیز جوش پیدا کردینگی، اس تصویر کو ایسے افسانہ پر پلینٹ کیا گیا ہے کہ تصویر کی تصویر ہے اور قوم کیلئے اچھا خاصہ سبق بھی۔ اداکاروں میں کانن، پہاڑی، نواب، نیمو، نند کشور، وید، پنالال جیسے شوخ و سنجیدہ ماہر فن ہیں، میوزک ڈائرکٹر مسٹر آر سی بورال نے گانوں کے نئے نئے ٹیون پیش کر کے اس تصویر کو دلکش بنانے میں بڑی قابلیت سے کام لیا ہے، اکثر گانے حضرت آرزو لکھنوی نے بنائے ہیں جو دلکش ہونیکے علاوہ سبق آموز بھی ہیں، مکالمے جناب اصغر حسین شور نے لکھے ہیں جس کے متعلق بلا تامل کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اس مکالمے کے ذریعہ اردو ادب کی بڑی اچھی خدمت کی ہے، اتنی صاف شستہ اور عام فہم زبان کسی فلم میں شاذ و نادر ہی سنی جاتی ہے، قرینہ اغلب ہے کہ ماہ رواں میں یہ تصویر ملک کے مشہور شہر کے مشہور سینما ہاؤس میں ریلیز ہو جائیگی۔ اخبارات کے بیان سے فلمنواز طبقہ کا بیچینی سے انتظار کرنا اس تصویر کو جلد سے جلد پیش کرنیکا باعث بنا ہوا ہے۔ یہ تصویر اردو اور بنگلہ دونوں زبانوں میں پیش ہو رہی ہے۔

نرتکی: ڈائرکٹر دیوکی بوس کا جدید کارنامہ بالکل نیا عنوان نیا موضوع اور ہر اعتبار سے انوکھا افسانہ کہا جاسکتا ہے نہایت تیزی کے ساتھ تیار ہو رہا ہے، اداکاروں میں لیلا دیسائی۔ نجم۔ جگدیش۔ پنکج، آر واسطی، کلاوتی، نند کشور، دہروکار وغیرہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں، مکالمے جناب اصغر حسین شور نے لکھے ہیں، گانے حضرت آرزو لکھنوی کے ہیں اور میوزک ڈائرکٹر مسٹر پنکج ملک ہیں، ڈائرکٹر دیوکی بوس کا ہر لمحہ اس تصویر کو دلچسپ سے دلچسپ ترین بنانے میں صرف ہو رہا ہے، آجکل اسٹڈیو فلور میں ایک نہایت ہی خوشنما مہمان نواز کمرہ سجایا گیا ہے جہاں لیلا دیسائی زہد شکن رقاصہ کے روپ میں ظاہر ہوتی ہے لیکن مسٹر نجم الحسن اپنی برہمچاریت کے ذوم میں اپنے کو خوددار ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ایک ضد ہے ہٹ ہے اڑ ہے مگر دل میں ارمان ہے آرزو ہے تمنا ہے اور ہر ایک اپنی آن میں دوسرے کی ضد توڑنے میں مصروف ہے۔ اسپر مسٹر جگدیش ہیرالال سیٹھ بنکر کیا گل کھلاتے ہیں اسکا ہمیں بھی انتظار ہے۔ یہ ایک تاریخی تصویر ہے جسمیں اصلاح کا پہلو نہایت واضح اور صاف ہے، تصویر کا نصف حصہ تیار ہو چکا ہے اور

کام کا زور وشور بتا رہا ہے کہ مسٹر بوس اس تصویر کو جلد سے جلد پیش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ تصویر ہر دو زبانوں اردو اور بنگلہ میں نہایت سرعت کے ساتھ تیار ہو رہی ہے۔

ڈائرکٹر نیتن بوس کی مقبولیت چندی داس سے شروع ہو کر روز افزوں ترقی پر ہے' دھوپ چھاؤں' پریزیڈنٹ اور دھرتی ماتا نے آپ کی شہرت کو اور بلند کر دیا۔ اور یہ واقعہ ہے کہ مسٹر نیتن اپنی زیر تعمیر تصویر پر اپنی تمام معلومات' فنی قابلیت اور تجربات صرف کر رہے ہیں' انہیں شاندار کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج مسٹر بوس ہندوستان کے ممتاز ڈائرکٹروں کی صف میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں' اس تصویر کی شوٹنگ نہایت تیزی کے ساتھ جاری ہے اور مسٹر بوس اسکو جلد سے مکمل کرنے میں شب و روز مصروف نظر آتے ہیں' اور ایسی ایسی نادر چیزیں پردۂ سیمیں کے لئے اختراع کی ہیں جن سے ناظرین فلم ابتک ناآشنا تھے' یہ تصویر دونوں زبانوں میں زیر تکمیل ہے بنگلہ میں اسکا نام "سوامی" رکھا گیا ہے' اردو نام زیر تجویز ہے' تصویر ازدواجی تعلقات کی آئینہ دار ہے' جسمیں زندگی کے نشیب و فراز' تکلیف و راحت' محبت و نفرت' ہجر و وصال اور افلاس و مالداری کے پُرپیچ اثرات کو معقول پیرائے میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے' افسانہ کی دلکشی کے مطابق مسٹر بوس نے اداکاروں کے انتخاب میں بھی دماغی قابلیت سے کام لیا ہے' سیگل' کانن' نواب' جگدیش' نیمو' وید' بکرم کپور' مس پنا اور مس رحمت وغیرہ اس تصویر کو اپنی جذباتی اداکاری سے بہتر سے بہترین ثابت کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں' میوزک ڈائرکٹر مسٹر آر۔ سی۔ بورال گانوں کو انوکھی دھن اور نئے نئے چھن کیساتھ پیش کرنے میں پیش پیش ہیں' مکالمے جناب امجد دہلوی کے زور قلم کا نتیجہ ہیں جنہوں نے ابھی ابھی جوانی کی ریت کے مکالمے لکھکر خراج تحسین حاصل کیا ہے' اور ان کی موجودہ مصروفیتوں کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ اس تصویر کا مکالمہ بھی بلاشبہ اردو نواز طبقہ میں بیحد پسند کیا جائیگا۔ گانے حضرت آرزو لکھنوی بنا رہے ہیں جو اپنی ذاتی قابلیت کی وجہ سے اصلاحی اور سبق آموز گانوں کے ذریعہ فلمی دنیا پر اپنی شہرت اور ہر دلعزیزی کا سکہ بٹھا چکے ہیں۔ کام کی رفتار بہت زوروں پر ہے اور مسٹر بوس اس کوشش میں ہیں کہ تصویر جلد پایۂ تکمیل کو پہونچ جائے۔

منروا مووی ٹون بھروسہ منروا کا تازہ شاہکار ایک اخلاقی اور اصلاحی تصویر ہے' اس میں تقریباً وہ تمام مواد موجود ہیں جنکی اسوقت ملک و قوم کو ضرورت ہے' مسٹر سہراب مودی جیسے مایۂ ناز اور تجربہ کار ڈائرکٹر کی زیر ہدایت یہ تصویر بیحد دلچسپ اور خوبصورت بنگئی ہے' اسکی مجموعی خوبیوں کی ضامن مسٹر مودی کی ڈائرکشن اور چندر موہن' مظہر خاں' سردار اختر' شیلا' مایا' نوال' ابوبکر وغیرہ جیسے مشہور و معروف اداکاروں کی فطری اداکاری ہے' یہ تصویر شمالی ہند میں منروا کے روایتی کارناموں کو چار چاند لگا رہی ہے۔

اب مسٹر مودی "سکندر اعظم" کی کاغذی کارروائی میں مصروف ہیں سکندر اعظم جیسے اہم کردار کے لئے بڑی چھان بین کے بعد مسٹر پرتھوی راج کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔

بمبئی ٹاکیز کے روح رواں مسٹر ہمنسو رائے آنجہانی کی موت کے بعد "بندھن" پہلی تصویر ہے جو بمبئی ٹاکیز نے پیش کی ہے' ڈائرکٹر اچاریہ نے حیات اور خاموش محبت کو بیلا چٹنس اور اشوک کمار کے کی جذباتی اداکاری کے ذریعہ نہایت خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ تصویر مجموعی حیثیت سے نہایت کامیاب ہے۔

فی الحال مسٹر نجم الحسن نقوی ایک نئی تصویر کی ابتدائی کارروائی میں مشغول ہیں' اداکاروں میں رما شکل' سینہ پربھا' پردھان وغیرہ کے نام امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔

"آئینہ توڑ ڈالا آئینہ ساز ہو کر"

(از حضرت علامہ آرزوؔ لکھنوی)

جو شوخیاں چھپی ہیں فطرت کا راز ہو کر
ابھریں گی اک نہ اک دن انداز و ناز ہو کر

اس طرح دل سے کھیلے وہ مست ناز ہو کر
آئینہ توڑ ڈالا آئینہ ساز ہو کر

خوئے رضا نے کی تھیں پابندیاں جو عائد
اب ہو رہی ہیں نافذ آئینِ ناز ہو کر

لالچ بھری محبت نظروں سے گر نہ جائے
بد اعتقاد دل کی جھوٹی نماز ہو کر

غم تھا طویل قصہ ناکافی اشک حسرت
پھر بھر دیا خزانہ دل نے گداز ہو کر

گھونگھر میں ہیں گھٹائیں لہروں میں بجلیاں ہیں
اندھیر ڈھا رہی ہیں زلفیں دراز ہو کر

ہستی کا ہر مرقع آئینہ عدم ہے
وہ راز ہی نہیں جو رہ جائے راز ہو کر

مشتاق دید آنکھیں رستے کو ڈھونڈتی ہیں
کچھ دیر بند رہ کر کچھ دیر باز ہو کر

پروانۂ محبت درس عمل سے اپنے
قاتل بنا ہوا ہے مقتول ناز ہو کر

معصومیت نہ ان کی مجرم کہیں بنا دے
لالچ میں آ رہا ہے دل پاکباز ہو کر

کیا ہنس کے پوچھتے ہو مرتا ہے کس کے غم میں
نادان بن رہے ہو، دانائے راز ہو کر

اس کے نصیب جسکے کاندھے پہ ہاتھ دھر دے
کچھ لڑکھڑا رہا ہے وہ مست ناز ہو کر

اے آرزوؔ وہ جس دن شکووں کا دیدی موقعہ
محشر کو مات کردے وہ دن دراز ہو کر

Urdu Printed at
National Indian Press, Calcutta.

لطائف

دو کنجوس دوستوں کی اتفاقیہ طور پر ملاقات ہوئی۔ ایک کنجوس نے دوسرے کو دیکھتے ہی کہا:- میری قسمت کتنی اچھی ہے کہ مدت کے بعد آج ہی تم مل گئے جبکہ مجھے چند روپوں کی ضرورت ہے۔ دوسرے کنجوس نے نہایت مغموم انداز میں جواب دیا:- اور میری قسمت کتنی بُری ہے کہ اس آڑے وقت میں تمہاری خدمت کرنے کے لئے میرے پاس ایک کوڑی تک نہیں۔

فوٹوگرافر:- اطمینان فرمائیے۔ میم صاحبہ کی تصویر ایسی لاجواب بنا دوں گا کہ منہ سے بول اُٹھے۔

صاحب بہادر:- تو معاف فرمائیے۔ میم صاحبہ نے پہلے ہی سے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ان کی تصویر بول اُٹھی تو میری زندگی اور دشوار ہو جائے گی۔

بیوی:- (بسور کر) دیکھو جی میں گا رہی تھی کہ کسی نے دریچہ سے جوتی پھینک ماری۔

شوہر:- یہ بات ہے تو اور گاؤ ممکن ہے کہ پھینکنے والا دوسری جوتی بھی پھینک مارے پورا جوڑا ہو جائے گا۔

چھوٹا بچہ:- ابّا! اماں جب گاتی ہیں تو آنکھیں کیوں بند کر لیتی ہیں؟

باپ:- بیٹا! وہ بڑی رحم دل ہیں۔

چھوٹا بچہ:- یہ کیسے؟

باپ:- ان کی کرخت آواز سے سُننے والوں کے کانوں پر جو صدمہ گزرتا ہے وہ اُسے دیکھ نہیں سکتیں۔

بیوی:- کیا آپ کو نہیں معلوم کہ زیادہ باتیں کرنے والی عورتیں اچھی ہوتی ہیں۔

شوہر:- دوسری قسم کی عورتیں ہی کب ہوتی ہیں؟

حاکم:- (ملزم سے) میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی آوارہ اور اوباش لوگوں کے پاس کھڑے ہوئے نہ دیکھوں۔

ملزم:- حضور میں مجبوراً آپ کے سامنے کھڑا کیا گیا آئندہ اب کبھی آپ مجھ کو اپنے قریب نہ دیکھیں گے۔

بیٹا:- ابّا! اگر آپ کو میں ایک اشرفی کا فائدہ کرا دوں تو کیا آپ مجھ سے خوش ہوں گے؟

باپ:- یقیناً۔

بیٹا:- ایک دفعہ آپ نے کہا تھا "اگر تم امتحان پاس کر لو تو ایک اشرفی دوں گا"؟

باپ:- "ہاں"۔

بیٹا:- بس وہ اشرفی اپنے پاس رہنے دیجئے کیونکہ میں امتحان میں فیل ہو گیا ہوں۔

کوئی صاحب نمونۃً عکاس طلب فرما کر وقت اور پیسہ برباد نہ کریں
"مینجر"

نگار خانہ نیو تھیٹرز
میں
نہایت آب وتاب کے ساتھ تیار ہو رہا ہے
افسانہ
غیر معمولی خوبیوں سے پُر ہے۔ جو حسن وعشق کی رنگینیوں کے ساتھ
پیش ہوگا۔ فطری اداکاری، دلکش نغمے، پاکیزہ
مکالمے، دلنواز رقص، جاذب
نظر عکاسی اس کی
خصوصیات ہیں
اداکار
سیگل
نواب
کانن
نیمو
جگدیش
وید
بکرم کپور
مس رحمت
مس پنا
ڈائرکٹر نتن بوس
میوزک آر سی بورال
گانے حضرت آرزو لکھنوی
مکالمہ جناب امجد ہوی
نیو تھیٹرز لمیٹڈ۔ کلکتہ

شمار ۱۸

"زندگی" مشہور اخبارات کی نظر میں

مصوّر بمبئی "زندگی" نیو تھیٹرز کے فلم کا نام ہے جو مسٹر بروا کی ڈائرکشن میں تیار ہوا ہے اس سے قبل مسٹر بروا ہمیں کئی ایک بہترین فلم دے چکے ہیں۔ ان کے گذشتہ کارناموں میں "دیوداس" ابتک کسی کو نہیں بھولا مسٹر سیگل بہت مدت کے بعد پھر بروا کے فلم میں پیش ہو رہے ہیں۔ اور آپ کے ساتھ ہی جمنا بھی آ رہی ہیں مسٹر بروا بہت جذباتی واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ کی فلموں میں جذبات کا ایک امڈتا ہوا دریا ہوتا ہے جو دیکھنے والے کو آخری وقت تک اپنی طرف کھینچے رکھتا ہے۔

زندگی کا پلاٹ بھی اسی طرح ایک غمزدہ عورت کی زندگی ہی پر استوار کیا گیا ہے۔ اس میں دکھلایا گیا ہے کہ عورت کے پاس دنیا کی ہر ایک دولت موجود ہے مگر صرف اپنے خاوند کی محبت سے محروم ہے۔ "زندگی" میں ایسی ہی ہزاروں غمزدہ عورتوں کی دکھی زندگیوں کا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے۔ دنیا میں محبت کے علاوہ بھی بہت سی دوسری چیزیں ہیں جہاں عورت اپنی زندگی کا مصرف بہترین طریقہ پر کر سکتی ہے اور وہ بنی نوع انسان کی خدمت یا اور اس فلم میں بھی اس مسئلہ کو نہایت خوش اسلوبی سے حل کیا گیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ سوال بھی ہے کہ کیا عورت بغیر محبت اور جیون ساتھی کے خوش بھی رہ سکتی ہے یا نہیں اس سوال کا جواب آپ مسٹر بروا کی ذہانت سے زندگی فلم ہی میں پائیں گے۔

نیو تھیٹرز اپنی شروع زندگی سے لیکر آج تک اپنی تمام فلموں میں زیادہ تر ہندوستانی معاشرتی زندگی کا صحیح نقشہ پیش کرنے میں بہت کامیاب رہا۔ پبلک کے عامیانہ مذاق کو اتنا بلند کر دیا کہ اب دوسری فلم کمپنیاں بھی مجبور ہو گئیں کہ وہ ایسے ہی بلند پایہ اور پاک صاف فلم پبلک کے سامنے پیش کریں۔ مذہبی فلموں کو چھوڑ کر باقی جتنی سوشل فلم ہندوستان میں تیار ہوتے تھے وہ اس قابل نہ ہوتے تھے کہ ہمارے گھر کی مستورات بھی انہیں دیکھ سکتیں مگر آج نیو تھیٹرز کی لیڈرشپ نے باقی تمام کمپنیوں کو بھی اس صحیح راستہ پر لگا دیا۔ نیو تھیٹرز کو اگرچہ شروع شروع میں اس کے لئے مالی قربانیاں بھی کرنی پڑیں مگر اُن سے بالکل دریغ نہیں کیا۔ چنانچہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ جب کبھی نیو تھیٹرز کی کوئی بھی نئی فلم مارکیٹ میں نمائش کے لئے آتی ہے تو پبلک کا اُمڈتا ہوا سیلاب آجاتا ہے جو ہفتوں تک ویسا ہی رہتا ہے۔

دین دنیا دہلی عام تخیلات سے بلند اور عام انسانوں سے بالکل مختلف یہ وہ افسانہ ہے جس میں نیو تھیٹرز کے ڈائرکٹر مسٹر بروا نے معاشرت کے اہم ترین مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا ہے کہ "وہ جن کو سوسائٹی غریب اور ناکارہ سمجھ کر ٹھکرا دیتی ہے" وہ جن کو دنیا ذلیل آوارہ گرد اور بدچلن سمجھتی ہے اُن کی زندگی بظاہر کتنی ہی تاریک کیوں نہ ہو لیکن ان کا ضمیر زندہ ہوتا ہے اور وہ فاقوں اور چیتھڑوں میں بھی ان دولتمندوں سے ہزار درجہ بہتر ہوتے ہیں جو شرافت کے ٹھیکہ دار بنے ہوئے ہیں اور بعض اوقات غریبانہ زندگی گذارنے والوں کی شرافت اور خودداری مجنونانہ

حدوں تک پہونچ جاتی ہے "یہ ہے نیو تھیٹرز کی جدید تصویر زندگی کے اس موضوع کا لب لباب جس پر بروا نے تصویر بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے تصویر کے بیشتر حصے زندہ دلی اور جذبات سے پُر ہیں۔ شروع میں غریب اور بے فکروں کی زندگی کے مختلف ٹکڑے بڑی قابلیت سے دکھائے گئے ہیں۔ کھوٹی دوانی کا بیچ خاصہ دلچسپ ہے۔ شریمتی اور رتن کا مذہب کے نام پر لوگوں کو احمق بنا کر روپیہ پیدا کرنا نہ صرف اصلاحی بیچ ہے بلکہ اپنی جگہ نہایت ہی دلچسپ ٹکڑا ہے۔ موسیقی کے لحاظ سے بھی تصویر خاص ممتاز ہے سیگل کے جتنے بھی گانے ہیں ان سب میں کشش ہے۔ بہر حال اعلیٰ بلند خیال اور زندگی کے فلسفہ پر غور کرنے والوں کے لئے یہ ایک اچھی تصویر ہے۔

آفتاب امرتسر مسٹر بروا نے شالیت کے پردہ میں عورت کی نفسیات کو بے نقاب کیا ہے بادی النظر میں یہ قصہ فرضی اور بعید از حقیقت دکھائی دیتا ہے اور سراسر بروا کی دماغی تخلیق ہے مگر اس مثالی قصہ میں بروا نے حقیقت اور شالیت کو اس طرح پہلو بہ پہلو پیش کیا ہے کہ وہ ایک نہایت ہی مؤثر حقیقت دکھائی دیتی ہے مسٹر بروا نے اسے ہر لحاظ سے ایک معیاری فلم بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے اس کے رومان آفریں دماغ نے ایسی رومانی فضا پیدا کر دی ہے جو فلم کی دلچسپی کو زیادہ بڑھاتی ہے سیگل، جمنا، پہاڑی نے نہایت کامیابی سے اپنے کام کو سرانجام دیا ہے نیمو کا کردار گرچہ نہایت مختصر ہے مگر شاید تمام اداکاروں سے بڑھا ہوا ہے مجموعی حیثیت سے فلم اس قابل ہے کہ کوئی فلم نواز اسے دیکھے اور اس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اداکار لاہور زندگی "دو عناصر کا مجموعہ ہے اول بروا کی ڈائرکشن دوم اداکاروں کی ایکٹنگ۔ بلا شبہ ڈائرکٹر بروا نے آرٹ کا ایک خوشنما نمونہ اہل ملک کے سامنے پیش کیا ہے اور اداکاروں نے اپنی اداکاری سے سونے پر سہاگہ کا کام کر دیا ہے۔ آرٹ کے لحاظ سے "زندگی" بیحد قابل تعریف ہے اور ہم خلوص دل سے مسٹر بروا کو ان کی اس کامیاب پیشکش پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

"زندگی" کا ہر لمحہ بیحد دلکش اور اطمینان بخش ہے۔ قدم قدم پر رنگینیاں کھیل رہی ہیں۔ جذبات مچل رہے ہیں۔ اُمنگیں بڑھ رہی ہیں اور زندگی کا لطف محسوس ہوتا ہے اس زندگی کی روح بروا کی ڈائرکشن ہے اور جسم اداکار ہیں جس میں سیگل اور جمنا کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ فلم کے گانے روح افزا ہیں۔ مناظر دلکش ہیں۔ سٹنگ سادہ لیکن شاندار ہیں۔ عکاسی اور صدا بندی نیو تھیٹرز کے معیار کے مطابق ہے۔

برق بمبئی "زندگی" کو دیکھ کر ہم بلا کسی قسم کی جھجک یا پس و پیش کے بہ بانگ دہل یہ کہنے کے لئے تیار ہیں کہ نیو تھیٹرز نے اپنے اس تازہ فلم میں عام زندگی کے ان تاریک پہلوؤں پر روشنی ڈالکر ہندوستان پر بڑا احسان کیا ہے کہ جن کی تاریکی میں اس ملک کے ہزاروں انسان اپنی زندگیاں ختم کر چکے ہیں زندگی میں ہندوستان کی اقتصادی حالت کا صحیح نقشہ نہایت اسلوب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے مختصراً و مجملاً یہ کہ فلم مجموعی اعتبار سے نہایت عمدہ ہے۔ اگر اس کو سنہ ۱۹۴۰ء کا شاہکار سمجھا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

منزل بمبئی افلاس و تنگدستی سے اخلاق عامہ کی بربادی، انسان کی اقتصادی مجبوریوں کی بدولت اس کی ذہنی تباہ حالی، زندگی کے انقلابات امراء کی دولت کے باوجود رنجیدہ و غم آگیں داستانِ حیات، پریم بھو کی رئیس زادی سے اس کے پریم دیوتا کا اغماز، فقیری اور درویشی میں سکونِ قلب کی تلاش غرضیکہ ہر چیز کو اس تفصیل سے پیش کیا گیا ہے کہ دیکھنے والے کے سامنے در اصل حیات کا سارا نقشہ آئینہ ہو جاتا ہے۔ "زندگی" کا نفسیاتی تجزیہ اور انسانی دل و دماغ میں پیدا ہونے والی کشمکش کی سچی اور دلدوز تصویر ہونے کے علاوہ اس میں جو گداز اور درد آگیں کیفیت پائی

جاتی ہے۔اس کا تذکرہ اس سے زیادہ قلم سے محال ہے۔بہر حال ہم اس فلم پر ارکان نیو تھیٹرز ادا آموز برد اکو صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتے ہوئے اُمید کرتے ہیں کہ ہمارے ملک کی صنعتِ فلمسازی اسی طرح دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی رہے گی۔

اقبال بمبئی زندگی کا افسانہ واقعی زندگی کا افسانہ ہی ہے۔نشیب و فراز سے پُر زندگی کا افسانہ جس قدر دلچسپ سبق آموز نصیحت خیز اور سوز و گداز سے معمور ہو سکتا ہے وہ سب باتیں بروا کی "زندگی" میں موجود ہیں۔شستہ مذاق مسلسل واقعات روزمرہ زندگی میں پیش آنے والی باتیں۔ محبت کے اثرات یہ سب چیزیں نہایت خوبی سے زندگی کے افسانہ میں جمع کردی گئی ہیں اس پر مکالموں کی خوبی اور بلندی سبحان اللہ۔

نگارستان دہلی زندگی" کا افسانہ جتنا دلچسپ ہے مکالمے بھی اتنے ہی دل آویز ہیں سیگل کے گانے نہایت دلکش ہیں اور مدت تک فلم بینوں کے کانوں تک گونجتے رہیں گے۔نیو تھیٹرز کی موسیقی کے معیار کو کوئی دیگر کمپنی پہونچ نہیں سکتی۔اداکاری میں سیگل اور جمنا دونوں نے دیوداس کی یاد کو تازہ کر دیا ہے۔نیمو کا پارٹ گو مختصر ہے لیکن خوب ہے۔"زندگی" سال رواں کی بہترین پیش کش ہے۔

سینما سنسار لاہور نیو تھیٹرز۔نے زندگی پیش کرکے ثابت کر دیا ہے کہ اگر واقعی تندہی محنت اور کوشش سے فلم تیار کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ شرف قبولیت حاصل نہ کرے۔سیگل اس دفعہ انوکھے کردار میں پیش کیا گیا ہے جمنا اور سیگل کی حیرت انگیز اداکاری اور پنکج ملک ایسے ماہر موسیقی کے اشتراکِ عمل سے نہایت عمدگی سے پردۂ سیمین پر پیش کیا ہے۔افسانہ کافی دلچسپ اور موثر ہے۔پہاڑی سانیال اور نیمو اس فلم میں خوب چمکتے ہیں۔اُمید ہے کہ ایک دفعہ پھر سیگل کے نغمے گلی کوچوں میں عوام کے وردِ زبان ہوں گے۔زندگی میں پیش کیا ہوا مسئلہ کا تعلق ہماری روزمرہ زندگی سے کس قدر ہے یہ دیکھنے سے متعلق ہے۔

عصر جدید کلکتہ نیو تھیٹرز آرٹ جذبات اور فطرت انسانی کو صحیح روپ میں پیش کرتی ہے۔زندگی کا شمار سال رواں کے بہترین فلموں میں ہو سکتا ہے۔اس کا افسانہ نہایت ہی دلچسپ سبق آموز اور دل گداز ہے۔اس فلم کے مکالمے بہت دلچسپ اور سادہ ہیں۔اس میں وہی زبان پیش کی گئی ہے جو ہم آپ بولتے ہیں سیگل جمنا پہاڑی اور نیمو کی اداکاری کا کیا پوچھنا۔غرضیکہ یہ فلم اس قابل ہے کہ اسے بار بار دیکھا جائے۔

MANJARI
&
SRILEKHA
IN
ASSOCIATED
PRODUCTIONS
"ANDHI"

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ کی نہایت شاندار جدیدناطقی تصویر

زندگی

عام فہم ہندوستانی زبان

ڈائرکٹر
پی سی بروا

میوزک ڈائرکٹر
پنکج ملک

ایک شریف
مالدار، تعلیمیافتہ مگر بیکس اور
مظلوم شادی شدہ عورت کی دردانگیز داستان
شرابی شوہر، ساس اور نند کی پیہم اذیت رسانی،
سماج کی ناتوجہی اور ایک انسانیت پرست
نوجوان کی لرزہ خیز کشمکش،
اس فلم میں دیکھئے

اداکار
سیگل، جمنا، پہاڑی، نیمو،
ستارہ، بکرم کپور، رام کماری،
شام لاہا، منورما وغیرہ

نیو تھیٹرز لمیٹڈ۔ کلکتہ

تنقید

کنگن

بمبئی ٹاکیز کی تصویر کنگن نہ صرف جذبات سے لبریز ہے بلکہ ایک ایسی خوبصورت کہانی پر تیار کی گئی ہے جو اول سے لے کر آخر تک اُمید وبیم کی کیفیات میں ڈوبی ہوئی ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ بمبئی ٹاکیز کی یہ تصویر۔ اچھوت کنیا، جیون پربھات اور بھابی سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ بلکہ بعض دلچسپ ٹکڑوں کے لحاظ سے اس میں ایک نئی زندگی اور روح بھی موجود ہے۔

کنگن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ بظاہر ایک دلکش اور محبت سے لبریز کہانی معلوم ہوتی ہے لیکن دلکشی اور دلفریبی کے ساتھ اس میں ایسے بیشمار ٹکڑے لگائے گئے ہیں جو آن واحد میں ہنسنے والے ناظرین پر سکوت کی کیفیت طاری کر دیتے ہیں۔

افسانہ، ڈائرکشن اور اداکاری ہر لحاظ سے تصویر قابلِ قدر ہے اداکاروں کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہر کیرکٹر اپنی جگہ قائم ہے۔ اور اپنے کردار کو خواہ وہ کسی نوعیت کا کیوں نہ ہو پوری طرح نبھا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس میں ان دقیانوسی خیالات کے والدین کے لئے ایک اصلاحی درس بھی ہے جو اپنی اولاد کو شادی کے نام پر دولت کے ساتھ بیاہنے کے عادی ہیں۔ غرضکہ بمبئی ٹاکیز کی یہ ایک قابل قدر تصویر ہے۔

افسانہ نہ صرف دلکش ہے بلکہ محبت کے ان جذبات سے پُر ہے جو بہت کم افسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ افسانہ کے علاوہ مکالمہ بھی نہایت خوبی کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اگر سچ پوچھا جائے تو مکالموں کی برجستگی اور زبان کی خوبی نے افسانہ میں جان پیدا کر دی ہے۔

افسانہ کے بعد جب ہم ڈائرکشن پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ بھی اپنی جگہ بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ڈائرکشن کی بڑی خوبی یہ ہے کہ ڈائرکٹر نے ایک طرف حُسن وعشق کے جذبات کو خوب ابھارا ہے دوسری جانب اُمید وبیم کی کیفیات کی اس خوبی کے ساتھ فلم بندی کی ہے کہ اس کی مثال دوسری تصویروں میں مشکل ہی سے ملے گی اس کے علاوہ جا بجا نہایت ہی دلچسپ مذاحیہ ٹکڑے لگا کر ڈائرکٹر نے تصویر میں غیر معمولی زندگی پیدا کر دی ہے کنگن بلاشبہ ڈائرکشن کے لحاظ سے ایک اچھی تصویر ہے۔ ذیل میں ہم کنگن کی چند خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ ڈائرکٹر نے کیسے کیسے دلکش اور جذبات میں ڈوبے ہوئے ٹکڑے لگائے ہیں۔

رادھا بدمعاش بنواری کے پتھر مارتی ہے۔ جہاں بنواری پتھر سے زخمی ہوتا ہے وہاں ایک دوسرے پتھر سے کنول زخمی ہو جاتا ہے اور یہی پتھر ان کی محبت کا سنگ بنیاد ثابت ہوتا ہے بظاہر یہ ٹکڑا معمولی ہے لیکن حقیقت میں کافی اہمیت رکھتا ہے۔

بنواری رادھا کی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ رادھا سمجھتی ہے کہ کنول مذاق کر رہا ہے۔ مگر بعد کو پتہ چلتا ہے کہ یہ بنواری ہے کنول نہیں ہے۔ یہ ٹکڑا خاصہ دلکش ہے

زمیندار کے منیم کی بیوی رادھا کی سہیلی ہے۔ رادھا اپنی سہیلی سے ساری داستان محبت بیان کر دیتی ہے۔ اس موقع پر رادھا کے جذبات کو ڈائرکٹر نے خوب دکھایا ہے۔

رادھا کی محبت میں مبتلا ہو کر کنول کا کسی کام میں دل نہ لگنا یہاں تک کہ دولت کی بھی پروا نہ کرنا اور زمینداری سے ہضم کے بہانہ سے بھاگ آنا ایک نوگرفتار محبت کے جذبات کا صحیح خاکہ ہے۔

کنول کو شہر جانے کا حکم ہوتا ہے۔ رادھا کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ کنول سے کبھی نہ ملے لیکن دونوں چھپ کر گھاٹ پر ملتے ہیں اور عالم مایوسی میں جدا ہوتے ہیں یہ قصہ بیحد موثر ہے۔

کنول کا خود مختارانہ زندگی گذارنے کے لئے تصنیف و تالیف کا کام۔ اس کے بعد رادھا کو اپنے پاس بلانے کا ارادہ مگر عین وقت پر رادھا کی موت کی جھوٹی اطلاع اس پر کنول کی دنیا میں ایک انقلاب نہایت اچھے ٹکڑے ہیں۔

زمیندار کا اپنے بیٹے کی تصنیف "رادھا" پڑھنا اور اس کے خیالات میں انقلاب برپا ہونا۔ اچھا سین ہے۔

کنول کی تلاش میں رادھا کا شہر میں بھیک مانگنا۔ کنول کے دروازہ تک پہنچ جانا۔ غیر عورت کو دیکھ کر بدظن ہونا۔ کنگن کی جوڑی کو نشانی کے لئے دروازہ پر چھوڑ کر ڈوبنے کے لئے چل دینا یہ تمام حصے بے حد جذبات میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

باپ کا کنول کے مکان پر پہنچنا۔ اور دلی جذبات کو چھپا کر بیٹے کو بُرا بھلا کہنا۔ اور آخر میں خود ہی اپنے ہاتھ سے رادھا کو کنگن پہناتے ہوئے بہو کہہ کر مخاطب کرنا بہت اچھا ٹکڑا ہے۔ اور ایک سمجھدار باپ کے کیرکٹر کا صحیح نمونہ ہے۔

نیز ظرافت کے بے شمار نہایت عمدہ ٹکڑے لگائے گیے ہیں جو دلچسپ اور دلکش ہیں مثلاً "تم بدھو ہو" کی تکرار بڑی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ رادھا منیم کی بیوی کا جا بجا چھیڑنا کھانا کھاتے وقت منیم کی اپنی بیوی سے بات چیت وغیرہ بڑے ہی جاندار ٹکڑے ہیں۔

اداکاری کے لحاظ سے تصویر نہایت ہی بلند ہے۔ لیلا چٹنس جس نے رادھا کا کام کیا ہے۔ اس کا کام اس تصویر کی روح ہے ہمارا خیال ہے کہ کنگن سے زیادہ لیلا چٹنس آج تک کسی تصویر میں کامیاب نہیں ہوئی۔

اشوک کمار جس نے کنول کا کام کیا ہے۔ اگرچہ لیلا چٹنس کے مقابلہ میں اس کا کام دبا ہوا ہے لیکن پھر بھی اشوک نے بہت اچھا کام کیا ہے۔

مبارک جس نے زمیندار باپ کا کام کیا ہے بیحد قابلِ تعریف ہے، مبارک نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ اپنے پارٹ کو نبھایا ہے۔ منیم کا کام بھی خوب ہے۔ دوسرے اداکاروں نے بھی اچھا کام کیا ہے۔ غرضکہ اداکاری کے لحاظ سے بھی یہ تصویر کافی بلند ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک اچھی تصویر ہے اور اس قابل ہے کہ خوش مذاق اور اعلیٰ ذوق رکھنے والے حضرات اس تصویر کی زیادہ سے زیادہ سرپرستی کریں۔

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ کی شاندار پیشکش

ایسوسی ایٹڈ پروڈکشن

تقدیر و محبت کا دلدوز مرقع

ڈائرکٹر
ڈی آر داس

میوزک
کے سی ڈے

آندھی

(ہندوستانی زبان)

ہر جگہ نہایت کامیابی کیساتھ دکھائی جارہی ہے

گانے
حضرت آرزو

مکالمہ
جناب امجد حسین

محبت کا جوش و خروش

انقلابات کی رخنہ اندازیاں، زمانے کے نشیب و فراز،
امتحان کی کڑی منزل، بے نظیر ایثار، لاجواب قربانی، اس
زندۂ جاوید تصویر میں دیکھ کر عبرت آمیز سبق حاصل کیجئے

اداکار:- لیلتا، پنکج، مرزل، سری لیکھا، نیمو، منجری، روپ کماری، کے سی ڈے، وید، شام لاہا وغیرہ

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ

اداکار کی زندگی

از جناب اے۔ آر۔ طارق صاحب۔ بی۔ اے

میں نے اکثر علمی وادبی سوسائیٹیاں بھی دیکھی ہیں، اور فلم وآرٹ سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں سے بھی گفتگو کا اتفاق ہوتا رہا ہے، اس دوران میں ایک اداکار کی نسبت میں نے اکثر لوگوں کو یہی رائے قائم کرتے ہوئے سنا کہ "ایکٹر ایک نہایت عارضی زندگی، اور عارضی شہرت کا مالک ہے، اسکے تاثرات ہمارے ذہن پر اسی وقت تک مرتسم رہتے ہیں جب تک، وہ ہمارے سامنے رہے، وہ اسکرین پر گویا دھوپ چھاؤں کی مانند ڈھلتا پھرتا آتا ہے، اور پھر کھیل ختم ہونے پر دماغ سے ایک بھولے ہوئے خواب کی طرح پریشان بھی ہو جاتا ہے اس کی آرزو اور اس کا شوق ہمارے دلوں کے لئے جذب وکشش کا کوئی مستقل سرمایہ نہیں رکھتا"

حقیقت یہ ہے کہ ایک اداکار کی نسبت اس قسم کا عقیدہ جلد بازی اور ناواقفی پر مبنی ہے، ورنہ غور کیجئے تو نفسیاتی نقطہ نگاہ سے جس طرح انسانی جذبات واحساسات غیر فانی ہیں، اسی طرح اداکار کی زندگی بھی غیر فانی ہے، اگر وہ اپنی اداکاری کو قدرتی حدود میں رکھتے ہوئے انسانیت کے مختلف خصائص طبعی مثلاً غم، خوشی، مصیبت، تعجب، حسرت، تمنا، محبت، ہمدردی، ایثار، ذوقِ تحیر، اور استقلال وغیرہ

KALAVATI
AN ARTISTE OF MANY TALENTS
WHO APPEARED WITH SUCCESS
IN
N. T'S JAWANI-KI-REET

کی سچی ترجمانی کرے تو اس سے زیادہ کتاب زندگی کا عملی مفسر اور کون ہو سکتا ہے ———— ؟

خواہ تاریخی روایات ہوں، یا سوسائٹی کے موجودہ عادات و اطوار، ہماری فطرت کسی نہ کسی وقت ان کی تشریح و تمثیل کا تقاضا کرتی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ جو چیزیں امتداد زماں یا وقت کی ستم ظریفی سے مٹ جاتی ہیں یا جنہیں ہم صرف تاریخ کی خشک کتابوں، اور طویل سوانحمریوں میں پڑھتے ہیں، انکا گمراں نقش چند جیتی جاگتی تمثیلی ہستیوں میں ہمیں دکھائی دے اور اسی طرح ہماری یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ انسانی کیرکٹر کے مختلف شعبے، جو اب تک صرف ذہنی اور تصوراتی حیثیت رکھتے تھے، موجود و مشہود طور پر ہمارے سامنے آئیں ———— چنانچہ آپ کی اس روحانی پیاس کو "ایکٹر" ہی پوری محنت و کاوش سے بجھاتا ہے، پھر آپ کیونکر کہ سکتے ہیں کہ وہ شہرت و مقبولیت کے لحاظ سے ایک عارضی زندگی کا مالک ہے!

دراصل یہ تخیل زیادہ تر ان لوگوں کا ہے جو سینما یا تھیٹر کو محض دفع الوقتی یا دماغی عیاشی کے طور پر دیکھتے ہیں اور ان کی معنوی خوبیوں سے بیخبر ہوتے ہیں، ورنہ چشم بصیرت سے دیکھنے والے بعض صاحب دل لوگوں کو ہم نے خود دیکھا ہے کہ بسا اوقات رقت انگیز مناظر سامنے آجانے کی وجہ سے انکی آنکھیں آنسوؤں کا ایک غیر متناہی سلسلہ جاری کر دیتی ہیں، پس ڈرامہ کا صحیح مقصد معلوم کرنا ہو تو ان ہی لوگوں سے پوچھئے ————!

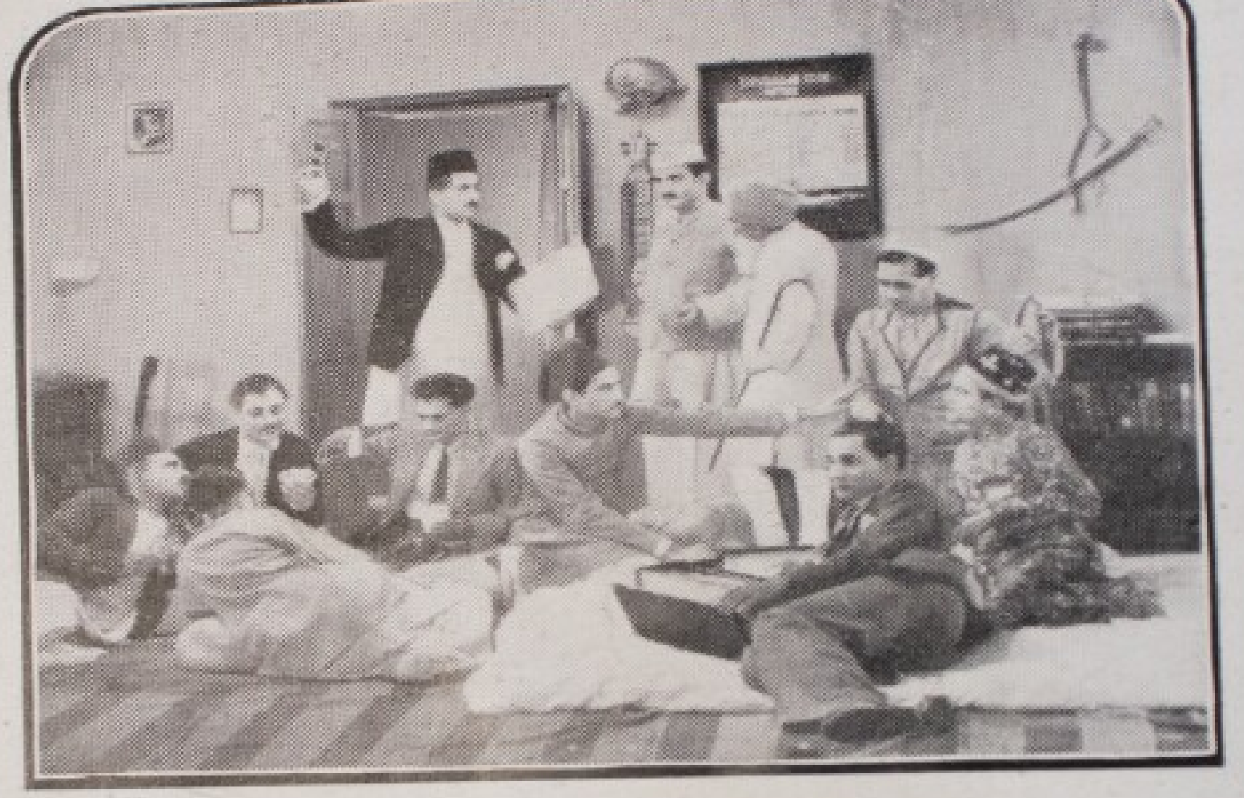

A SCENE FROM

N. T'S LATEST SOCIAL SMASHER

HAR—JEET

میری عادت ہے کہ میں کتابوں کا مطالعہ کرتے وقت ایک موضوع پر مختلف مصنفین کے خیالات پرنشان لگا دیا کرتا ہوں، چنانچہ ایک اداکار کے متعلق دنیا کے بعض مشاہیر نے جن تاثرات کا اظہار کیا ہے میں انکا ترجمہ ذیل کی سطور میں پیش کئے دیتا ہوں ——— میرے نزدیک اسی قسم کے نتائج فکر کسی ایکٹر کی عظمت کا صحیح اندازہ کرا سکتے ہیں:-

شکسپیئر ایکٹر ہی تمام تاریخی واقعات کا خلاصہ ہیں، وہی موہوم باتوں کو حقیقت کا رنگ دیکر ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں، انکا زندگی میں کسی شخص کو رسوا کر دینا بعد الموت

کی بدنامی سے بھی بہت برا ہے

گوئٹے:۔ ایک سچا اداکار زندگی کے باریک سے باریک نفسیاتی کوائف کا ترجمان ہے، وہ جب کسی گذشتہ شخصیت کا کردار ہو بہو ہمارے سامنے پیش کرے، تو ہم سمجھتے ہیں کہ سچ مچ اسی مردہ شخص کی روح اس کے پیکر خاکی میں ایک مرتبہ پھر حلول کر کے اپنی صفات اور خصوصیات کا

مظاہرہ کرنے آئی ہے، ایکٹر ماضی کو حال کے آئینہ میں دکھلاتا ہے اور قوم کی آئندہ تہذیب کے لئے ایک نیا معیار ذہنی قائم کرتا ہے،

ڈانٹے: اداکاری جب تک معانی گہرائیوں تک اپنا اثر نہ کرے وہ اداکاری نہیں، اپنی حرکات و سکنات میں پریشان پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا اپنا عملی ریکارڈ بھی بالکل بے داغ ہو، کسی اعلیٰ کیرکٹر کی تمثیل پیش کرنے کے لئے ممثل بھی ویسا ہی پاکباز ہونا چاہیئے

برنارڈ شا: ڈرامہ یا تمثیل دنیا میں کوئی نئی چیز نہیں ہے، یہ اسی وقت سے شروع ہو گئی تھی جب آدم کے بیٹے قابیل کو ایک کوّے نے اپنی چونچ سے زمین کرید کر یہ بتلایا تھا کہ اپنے بھائی ہابیل کی لاش کو مٹی

کھود کر اسی طرح چھپا دے، یہ گویا روئے زمین پر پہلا تمثیلی کردار تھا!
ایکٹر کی لوگوں کو عہد قدیم سے ضرورت رہی ہے، ہاں کوئی اسے "جلال"
کی صورت میں پسند کرتا تھا، اور کوئی اسے "جمال" کا ترجمان تسلیم کرتا تھا۔
رومنوں نے اکثر اوقات ایک وسیع تھیٹر میں بھوکے شیروں
کے آگے غلام پھینک کر تمثیل کا مزا چکھا، اور کہیں مصر کی رنگین مزاج
کلوپیٹرا اور آرٹ
کے شیدائی
یونانیوں نے
فنون لطیفہ
جمالیات اور
دیوتاؤں کی
مفروضہ اشکال
میں اسکی جلوہ
آرائی پسند
کی بہرحال
ایکٹر مستقل اور
دائمی شئے ہے
اس کی ہر دلعزیزی
زمان ومکان
کی پابند نہیں
الگزنڈر ڈیوس
جوش اور
روح اخلاص
ایکٹر کے دو
بہترین خصائص

ہیں، ان کے باقی رہنے سے وہ بھی باقی رہتا ہے

وکٹر ہیوگو، ایکٹر کی زندگی کا مقصد ایک اور صرف ایک ہونا چاہئے
اور وہ تعمیر اخلاق ہے! اگر وہ اپنے کردار میں میرے "بدنصیب" (LES
MISERABLES) میں پیش کردہ پادری اور اس جرائم پیشہ چور
کی روح تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا، جو چاندی کی تھالیاں لے اُڑا

MALINA & PANKAJ MULLICK IN ANDHI

تھا، تو وہ ہنوز اپنے فن میں ناقص ہے!

پی۔ بی۔ شیلے، ایکٹر حسن کردار اور حسن گفتار دونوں کا ترجمان ہے لیکن یاد رکھو کہ اس کی تمام عملی سرگرمی کا واحد محرک بھی حسن ہی ہے۔

لارڈ بائرن، ایکٹر کو انقلاب انگیز خیالات کا پیامبر ہونا چاہیئے، اسی سے اس کی عزت ہے، اور اس سے وہ غیر فانی ہو سکتا ہے۔

چارلس ڈکنس، ایکٹر اس وقت اپنے مقصد کے انتہائی معراج پر ہوتا ہے، جب وہ اپنے کردار سے مظلوموں کی حمایت، اور ظالموں کی مذمت کر رہا ہو، اسے مزدور اور مفلوک الحال لوگوں کی اصل کیفیت نہایت رقت انگیز صورت میں پیش کرنی چاہیئے، نیز شقی القلب اور غاصب لوگوں کی پوشیدہ بداعمالیاں بلا دریغ اسٹیج پر آنی چاہیئں۔

تھامس ہارڈی، وہ ایکٹر جو جذبات کا اظہار بلا افراط و تفریط نہ کر سکے کاغذ کا بنا ہوا پھول ہے جس میں رنگ تو ہے مگر بو نہیں۔

چیخوف، حاضرین کی روح ایکٹر میں سرایت کر جائے، اور ایکٹر کی روح حاضرین میں سرایت کر جائے یہی اداکاری کا کمال ہے، اسی سے ایک اداکار کا نقش دلوں پر دائمی اور ابدی حیثیت اختیار کر لیتا ہے اور یہی اس کی اصل شان ہے۔

سر کونن ڈائل، ایکٹر نے ہماری معاشرت میں ایک بڑا درجہ حاصل کر لیا ہے، وہ زبان، مکالمہ، اور پلاٹ میں یقیناً ایک ادیب کا اشد محتاج ہے، لیکن "اداکار" کے طور پر اس کی پوزیشن مستقل ہے، اس نے زندگی کے ہر شعبہ میں بڑی بڑی شخصیتوں کی یاد ایک دفعہ دوبارہ تازہ کر دی ہے، زیادہ صحیح لفظوں میں وہ بوسیدہ ہڈیاں لیتا ہے اور ان سے ایک زندہ مجسمہ تیار کر دکھاتا ہے ــــ یہ جادو نہیں، شعبدہ نہیں، حقائق زندگی کی نفسیاتی تشریح ہے۔

سون برن، اداکار ایک دلچسپ اور جاذب پیرایہ میں زندگی کے رومانوی تاثرات کی "تجدید" کرتا ہے، وینس اور کیوپڈ کے معنوی کوائف اسی کے ذریعہ ظہور میں آتے ہیں، وہ حسن و عشق کے والمانہ

لطائف سے ہماری حسیات کو مبہم طور پر فروغ دیتا رہتا ہے ــــــــ

شلر، صرف آواز کے زیر و بم ہی پر "موسیقی" کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ ایک اداکار کے معاملہ میں حرکات و سکنات کی موزونیت، اوچھو اور بناوٹی انداز سے اجتناب اور ضبط تمثیل کا اچھا توازن بھی موسیقی ہے ــــــــ دراصل یہی چیز ایکٹر کو امتیاز بخشتی ہے ــــــــ

سر والٹر سکاٹ، ایکٹر تھکے ہوئے قوائے ذہنی اور پژمردہ حواس خمسہ میں اپنی دلربا اداکاری اور پرشکوہ تلفظ سے تازگی اور مسرت پیدا کر دیتا ہے ــــــــ

ایچ۔جی۔ویلز، سینما میں ٹاکی کی ایجاد نے اسٹیج پر بے پناہ حملہ کیا، اور تمام وہ چیزیں ملیامیٹ ہو گئیں، جنکا تعلق برش، رنگ اور پردوں وغیرہ سے تھا، یہ انسانی ذہن کا مسلسل ارتقا رہے، دیکھئے سائنس ابھی اس ذیل میں کیا کیا کرشمے دکھلائے، اب ہر چیز اپنی حقیقی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے، عورتوں کا کردار پہلے زمانہ میں خوبرو لڑکوں کے سپرد ہوتا تھا، لیکن اس عمل سے جذبات بالکل تشنہ کام رہتے تھے، عورت کے شوخ اور پرُاز رومان عناصر نے اب یہ کمی بھی پوری کر دی ہے ــ آج کے اسٹوڈیو میں ــ نگہت ــ قمہ ــــ اور جمالیات کا طوفان برپا ہے ــــــــ

اناتول فرانس، اداکار کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، نفرت و حقارت کی نظر سے ہرگز نہ دیکھو، تمہیں کیا معلوم کہ فن میں مہارت پیدا کرنے، اور انسانی روح کو شادکام رکھنے کی خاطر اسے کتنی قربانیاں کرنی پڑی ہیں ــــــــ

کولرج، ایکٹر کسی قوم کی روح اجتماعی کا بہت بڑا خادم ہے، ہمیں اسکا ممنون ہونا چاہیئے ــــــــ

> **مضمون نگار** حضرات سے گذارش ہے کہ وہ قلمی تنقیدیں جو عکاس کے معیار کے مطابق ہوں وانہ فرمائیں نہایت شکریہ کے ساتھ شریک اشاعت کیجائیں گی "منیجر"

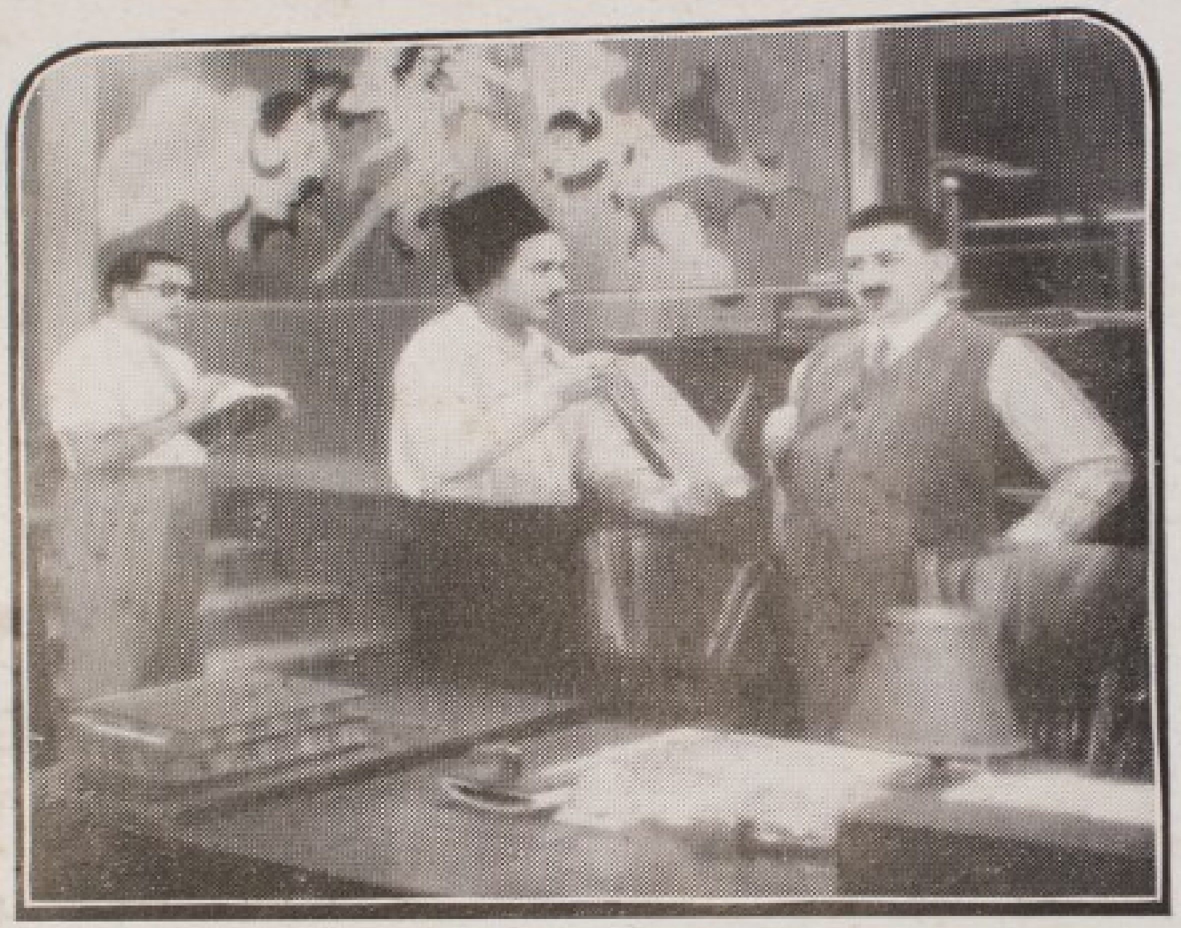

PAHARI, P. KAPOOR & NEMO
IN
N. T'S FORTHCOMING HIT
HAR—JEET

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ کی زندۂ جاوید پیشکش

ڈائرکٹر ✤ ہیم چندر
میوزک ✤ آر سی بورال
گانے ✤ حضرت آرزو لکھنوی
مکالمے ✤ جناب امجد دہلوی

عکاسی یوسف مولجی

جوانی کی ریت

جوانی کی ریت

آزادی و پابندی کی رسہ کشی، جوش شباب کی طوفانی لہروں کا ٹکراؤ، حسن کی خاموش سحر کاریاں، عشق کی جذباتی کارگذاریاں دیکھنا ہوں تو "جوانی کی ریت" میں دیکھئے

اداکار
نجم، کانن، نیمو، جگدیش،
وید، کپور، چمن، ایلیاس، نند کشور

نیو تھیٹرز لمیٹڈ۔ کلکتہ

تعلیمی فلمیں

از جناب فقیر محمد صاحب۔ ایف۔ آر۔ اے۔ ایس (لندن)

میرے دوران قیام میں جبکہ میں پچھلے دنوں جنوری میں "ہالی وڈ" گیا تھا تو متحرک تصاویر کی بے انتہا ترقی یافتہ تغیر نے مجھے متحیر بنا دیا میری حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ میں نے "امریکن نیشنل بورڈ آف ریویو" کے سکریٹری سے ملاقات کی جس نے مجھے تازہ ترین مختصر فلمیں دکھائیں جو صیغۂ تعلیمات نے امریکن نوجوانوں کے مفاد کے لئے بنائی تھیں۔

اور آج ہالی وڈ میں صنعت فلمسازی تعلیم کا بہترین ذریعہ نشر و اشاعت مانا جاتا ہے۔ نئے سال کی خوشیوں میں چیف فلم سنسر کی جانب سے ایک ڈنر پارٹی دی گئی جس میں مجھے بھی مدعو کیا گیا تھا دوران گفتگو میں میزبان نے مجھ سے دریافت کیا کہ آیا ہندوستان میں کوئی تعلیمی فلم شیخ افتخار رسول کے زیر ڈائرکشن تیار ہوئی ہے اور وہ مجھ سے نفی میں جواب سن کر بیحد متعجب ہوا کہ ہندوستانی نگارخانے ایک ایسے بین الاقوامی شہرت یافتہ ڈائرکٹر کی خدمات سے محروم ہیں۔ امریکہ میں کئی تعلیمی فلمیں ڈائرکٹ کر کے مشرقی عنوان کے امریکن فلموں کی ترقی کے لئے اتنا کچھ کر چکا ہے ؟

اب صاف ظاہر ہے کہ ہندستان کو ایسی فلموں کی سخت ضرورت ہے جو اسکول، کالج اور دیگر تعلیمی اداروں کے موافق ہوں۔ مانا کہ ہندوستانی فلمیں ٹکنیکلی و دیگر لوازمات صنعت کے لحاظ سے مکمل کہی جا سکتی ہیں لیکن پھر بھی اس میں بہت سی ایسی خامیاں ہیں جو زیادہ غور طلب ہیں۔ دیوداس، ادھیکار، بڑی دیدی، آدمی، پکار، جوانی کی ریت، زندگی، جیسی کامیاب فلمیں یہاں تیار ہوئیں لیکن یہ تصویریں یہاں کے تقریباً ۳۰ کروڑ بسنے والوں کے لئے بالکل ناکافی ہیں ہمارے پروڈیوسرز ہماری بڑھتی ہوئی نسلوں کے لئے کیا کیا پیش کر رہے ہیں اور ہم کیا چاہتے ہیں؟ اُن فلموں کے مفید نتائج جن کے ذریعہ مدرسوں میں اسباق سکھلائے جاتے ہیں، مبالغہ آمیز نہیں ہیں علم روحانیت کے ماہروں ([illegible]) کا دعویٰ ہے کہ وہ تعلیم تصویروں کے ذریعہ دیجاتی ہے اور جو امریکہ، اطالیہ، جرمنی و روس وغیرہ میں رائج ہے بہترین حربہ ہے اور شاہراہ ترقی پر گامزن ہونے کے لئے ایک سہل راستہ ہے اور درسگاہوں میں غیر دلچسپ زبانی لکچر غیر مفید ہیں نوجوانوں کی تعلیم کے لئے اب ہم کیوں نہ سائنس کی بڑھتی ہوئی ترقیوں سے فائدہ اٹھائیں ہمارے ملک میں ابتدائی مدرسے ہی ہیں جہاں بالکل دقیانوسی طور پر تعلیم دیجاتی ہے اور یہی جگہ ہے جہاں تصویروں کے ذریعہ تعلیم دینے کی اشد ضرورت ہے۔ کیا ہم ایک ایسی دو ریلوں کی فلم جو تاریخ، ریاضی یا حفظان صحت کے متعلق تیار کی گئی ہو اس کے فوائد اور فوری اثرات سے انکار کر سکتے ہیں؟ ہمالیہ کی تاریخ پڑھانے کی بجائے ہم ہمالیہ کی ایک فلم دکھا سکتے ہیں اور اسی طرح دہلی آگرہ کے کھنڈرات تاریخی مقامات پر ایک طول طویل تقریر کرنے کی بجائے وہی مقامات بذریعہ فلم بآسانی دکھا سکتے ہیں اور اس بات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ نازک دماغوں پر اس کا کس قدر فوری اثر ہوتا ہے اور ہم بجائے گھنٹوں تک مغز پاشی کرنے کے متحرک تصاویر کے ذریعہ اعضائے جسمانی کی بیرونی و اندرونی ساخت و نقل و حرکت بآسانی دکھلا سکتے ہیں۔

آجکل دنیا میں "نیوزریل" یعنی اخبار رساں فلموں کی بہت مانگ ہے۔ ایسی اخبار رساں فلموں کی ابتدائی اور اوسط درجے کی درسگاہوں میں سخت ضرورت ہے جس میں ہندوستان کے بڑے بڑے میلے۔ مثلاً کرکٹ۔ فٹ بال وغیرہ کے مقابلے اور دیگر اہم تقریبیں دکھلائی جائیں۔ اُمید ہے کہ تجارتی نقطۂ نگاہ سے ہمارے پروڈیوسرز ایسے کام کو عملی جامہ پہنانے سے حتی الامکان گریز نہ کریں گے۔ اور انہیں چاہیے کہ ہندوستان کے وزیر تعلیمات سے اس بات کی درخواست کریں کہ وہ ایک کافی رقم ایسی فلمیں تیار کرنے کے لئے اپنے سالانہ بجٹ میں منظور کرے۔

اب موجودہ جنگ صنعتی ترقیوں کی راہ میں بُری طرح حائل ہے اور ایسی حالت میں طول طویل فلمیں تیار کرنا بعید از دانشمندی ہے اور جو پروڈیوسرز اپنی پرانی روش پر قائم ہیں، تجارتی نقطۂ نگاہ سے وہ ایک خطرناک قدم اُٹھا رہے ہیں۔ موجودہ جنگ کے دور میں ایسا کرنے کے لئے ایک معقول سرمایہ کی ضرورت ہے۔ طول طویل فلموں کی بجائے تازہ اور دلچسپ عنوانات پر دو دو ریلوں کی فلمیں تیار کرنا ایک بہترین لائحہ عمل ہے کیونکہ ایسی فلمیں معمولی سرمایہ کے ساتھ تیار کی جا سکتی ہیں اور ساتھ ہی معاوضہ بھی معقول ہاتھ آئے گا بشرطیکہ عنوانات کے انتخاب میں غیر معمولی چُستی اور توجہ سے کام لیا جائے۔

یہ ہندوستان کے تعلیمیافتہ نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ مستقل اور متفقہ طور پر ہندوستان کے محکمۂ تعلیمات کے سامنے اس مطالبہ کو پیش کریں کہ ایک ایجوکیشنل نیوزریل کا اجرا ہندوستان کے فلمسازوں کے تعاون کے ساتھ کیا جائے۔ اب وقت ہے کہ ہمارے تمام فلمساز اخبار رساں فلمیں تیار کریں اور دیگر حامی و رہنمایان ملک جو تعلیم اطفال سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ موشن پکچر سوسائٹی آف انڈیا سے درخواست کریں کہ وہ اس تحریک کو جلد از جلد عمل میں لانے کی سعی کرے اور مجھے یقین کامل ہے کہ ان کی یہ کوشش رائگاں نہ جائیگی۔

اسی سلسلہ میں شیخ افتخار رسول کی بنائی ہوئی فلمیں مثلاً "ہندوستان میں شکار" "دیہاتی ترقی" "دیہاتی تعلیم اور حفظان صحت" اور "ہندوستانی تقریبیں" وغیرہ جو یونیورسل اور دیگر غیر ممالک کمپنیوں کے ہاتھ تعلیمی غرض کے لئے فروخت کی گئی ہیں۔ ایسے فلموں کو بغیر کسی اقتصادی اندیشے کے ہمارے فلمسازوں کو خرید لینا چاہیے۔

اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ ہندوستان کی قومی حالت نہایت نازک دور سے گذر رہی ہے۔ آج ابتدائی اور اوسط درجے کے درسگاہوں میں "پروجکٹروں" کی قیمتیں زیادہ نہیں ہوسکتیں۔ اب اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ تعلیمگاہوں میں تعلیم و تربیت کا معقول انتظام کیا جائے اور اس تحریک کو عمل میں لانے کے لئے "پکٹوریل ایجوکیشن" (یعنی تصویروں کے ذریعہ تعلیم دینا) سے بڑھ کر اور کوئی سہل نسخہ دستیاب ہونا فی الحال ناممکن ہے۔ اور یہ طریقہ متحرک نقشۂ عالمگیر کے مقصد کو پورا کرتا ہے۔ ہندوستان کی صنعت فلمسازی اسی وقت آرٹ اور تعلیم کا قومی آرگن کہلانے کی مستحق ہوگی جبکہ ہماری فلمیں ہمارے ملک کے نونہالوں کے مفاد کے لئے بنائی جائیں گی۔ اور اس تحریک کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سرکاری اعانت کی سخت ضرورت ہے۔

عکاس کے نئے اور پُرانے پرچوں کی اگر ضرورت ہو تو "ایم مبین الدین تاجر کتب نمبر ۱۱۰ اسر محمد علی روڈ (نزد بیبی) کلکتہ سے طلب فرمایئے

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ کا اصلاحی زیر تکمیل شاہکار
ڈائرکٹر
دیوکی بوس
بڑے اہتمام اور اعلیٰ پیمانہ پر نہایت تیزی کے ساتھ تیار ہو رہا ہے
اداکار
میوزک ڈائرکٹر
پنکج ملک
لیلا دیسائی، نجم الحسن،
جگدیش، پنکج، آر۔ واسطی، نند کشور
کلاوتی، دھرو کمار وغیرہ
مکالمہ: اصغر حسین شور
گانے: حضرت آرزو لکھنوی
اصلاحی افسانہ۔ اعلیٰ ڈائرکشن۔
بلند معیار اداکاری، برجستہ مکالمے، موثر گانے، روح نواز رقص، ترنم ریز
موسیقی اور شاندار مناظر کا مجموعہ ہے
نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ

افسانہ

گنہگار عورت

از جناب محمد امین صاحب شاؔ قپوری

سماج کی ٹھکرائی ہوئی عورت کے نام سے کون واقف نہیں ہوتا سب جانتے ہیں کہ قصبہ کے چوک کے پاس اونچا مکان شیلا کا تھا۔

ڈیوڑھی میں بڑے ٹھاکر صاحب کی بگھی اور گھوڑے کھڑے رہتے، پچھواڑے کے دو مکان چھوڑ کر مندر اور کنواں ہے یہ زمین اس کی ماں کی تھی جس نے مرتے وقت مندر کے لئے دان کر دی پجاریوں کو اب بھی بڑے مکان سے دان ملتا تھا مندر کی رونق شیلا کے نام اور اس کے دم سے تھی لوگ اس کا نام حقارت سے لیتے مگر جب بازار سے گذرتی تو اکثر اس انتظار میں کھڑے رہتے کہ وہ ان کی طرف مسکرا کر دیکھے ایک لطیف مسکراہٹ بے چین دلوں کے لئے کس قدر فرحت بخش تھی اسے وہی سمجھتے تھے جن کے دلوں میں شیلا کی پوجا ہوتی تھی وہ گاڑھے پسینہ کی کمائی اسکے قدموں پر لا کر ڈال دیتے اور جب وہ یہ کہہ کر ٹھکرا دیتی کہ مجھے آپ کے یہ تحائف پسند نہیں تو بہتوں کے دل میں ایک نشتر سا چبھ جاتا شرفا اسکے سایہ سے بچکر چلتے مگر جب رات تاریکی کا پردہ اوڑھ لیتی اور دنیا آنکھیں بند کر کے مصروف خواب ہو جاتی وہ چھپ چھپ کر اس سے ملتے دونوں وقت مندر میں پوجا کے لئے بھی جاتی بڑا پجاری پوجا کی تھالی کو گھٹنے ٹیک کر اٹھا لیتا جب وہ پوجا پاٹ میں مشغول ہوتی تو دور کھڑا دیکھتا رہتا اگر اس کی دھوتی کا پلو ریشمی ساڑی سے چھو گیا تو گنگا جی جانا پڑے گا۔

ننھا شنکر باپ کی حرکات کو بغور دیکھتا اسے تعجب تھا کہ پتا جی تھالی اٹھانے میں کس قدر عجلت کرتے ہیں مگر بائی جی سے اس قدر پرہیز ہے کہ چھونا بھی پاپ سمجھتے ہیں وہ ننھے شنکر کے نام سے مشہور تھا اور اس کی عمر تقریباً اٹھارہ برس کی تھی!

ایک روز صبح بائی جی کی مندر کے پھاٹک پر بڑے پنڈت جی سے مڈبھیڑ ہو گئی، ننھا شنکر بھی کھڑا تھا، بائی جی نے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا پنڈت جی اشیرباد دیتے ہوئے بولے "جیتی رہو بیٹی"! دھرم کا نام تمہارے ہی دم سے زندہ ہے دھرتی پر اگر ایسی دو چار اور پیدا ہو جائیں تو ہماری مکتی ہو سکتی ہے!۔

"شیلا نے مسکرا کر گردن جھکائی" پنڈت جی خاموش ہو گئے اس نے باہر جانا چاہا تو پنڈت جی دو قدم پیچھے ہٹ گئے سکڑ کر دیوار کے ساتھ اس طرح چمٹ گئے جیسے کوئی رتھ دروازے سے گذر رہا تھا۔ ننھے شنکر کو یہ بات بہت ناگوار گذری جھنجلا کر بولا پتا جی!!! آگے کہنا چاہتا تھا مگر خاموش ہو گیا کیونکہ بڑے پنڈت اسے اس انداز سے دیکھ رہے تھے گویا وہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے انہیں معلوم ہے مسکرا کر بولے:۔

میں جانتا ہوں تم کیا کہنا چاہتے ہو میرے بیٹے یہ ویشیا ہے وہ رک گئے ان کا خیال تھا کہ ننھا شنکر اس مختصر جواب سے مطمئن ہو جائیگا شنکر دبی ہوئی آواز سے بولا کیا ویشیا، ہونا پاپ ہے؟ پنڈت جی چونک کر بولے، تمہیں یہ معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے ویشیا اس عورت کو کہتے ہیں جسے دنیا ٹھکرا دیتی ہے جو نیکی کے راستہ سے ہٹ کر گناہ کا راستہ اختیار کر لیتی ہے، تم جانتے ہو کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو ایشور اور

دُنیا کی نظروں سے گرجاتا ہے۔

مگر وہ تو مندر میں دونوں وقت آتی ہے ننھا شنکر بات کر بولا۔ مندر میں آنے سے پاپ دُھل نہیں سکتے میرے بیٹے نیکی کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے ورنہ دنیا میں ذلت و رسوائی اُٹھانی پڑتی ہے پنڈت جی اصل موضوع سے ہٹ کر پند و نصائح پر اتر آئے ویشیا کی اصلیت شنکر کو ذہن نشین نہ کرا سکے۔

پنڈت جی کی باتوں سے شنکر کے دماغ میں ویشیا کے لئے ایسے خیالات پیدا کر دیئے تھے جنھوں نے نفرت کے بجائے عقیدت اور محبت پیدا کر دی وہ یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین تھا کہ وہ عورت جو عوام کی طرح مندر میں آکر پوجا کرتی ہے استعداد سے بڑھ کر دان کرتی ہے گنہگار کیونکر ہو سکتی ہے اس نے اکثر اس کے مکان کے آگے بھکاریوں کا جمگھٹا دیکھا تھا وہ اپنے ہاتھ سے بھکشا دیتی پنڈت جی بھی اس کے گھر کی چیزیں کھاتے تھے اس نے یہ بھی سُنا تھا کہ قصبہ کے بڑے بڑے لوگ اس سے تنہائی میں ملتے ہیں یہی ایک ایسی بات تھی جس سے وہ ویشیا کہلاتی تھی مگر یہ کوئی خاص بات نہیں کیونکہ چھوٹے منتری کی لڑکی ایک پجاری سے برسوں ملتی رہی ایک دن چوری پکڑی گئی مگر ہوا کیا؟ یہی کہ اسے مندر سے نکلنے کی دھمکی دی گئی گرپتا جی نے پچاس روپیہ لیکر بات رفع دفع کر دی ۔ شیلا شادی کیوں نہیں کرتی البتہ یہ بات اس کے ذہن سے بالاتر تھی!۔

اسی روز شیلا شام کو مندر میں آئی تو شنکر چبوترے پر کھڑا تھا۔ شیلا ساڑی سنبھالتی ہوئی پوجا کی کوٹھری میں داخل ہوئی شنکر پوجا کا سامان کر کے دروازہ کے پاس چُپ چاپ کھڑا تھا اس نے دیکھا کہ شیلا پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہے ہاتھ جوڑے اس طرح جھکی ہوئی تھی جیسے اس کی روح دیوتا کی مورتی میں جذب ہو گئی ہے۔ اس کا جسم دیوتا کے اشارے پر کھڑا ہے آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ رہے تھے اس نے پجاریوں کو اکثر پوجا کرتے ہوئے دیکھا تھا مگر یہ کیفیت کبھی نہیں پیدا ہوئی تھی آرتی کا وہ بھجن جو اس سے بہتر کوئی دوسرا نہیں گا سکتا تھا اس کی زبان سے بے اختیار نکلا پوجا کی کوٹھری سریلے نغموں سے گونج رہی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بھگوان کی پوجا کے لئے راگ و دیا کا دیوتا آکاش سے اُتر آیا ہے وہ ٹکٹکی باندھے گا رہا تھا شیلا کا چہرہ مختلف رنگ بدل رہا تھا۔ اس کی محویت بڑھ رہی تھی نازک جسم تھر تھر کانپ رہا تھا جیسے اس نے بجلی کے مرتعش تار کو چھوڑ دیا تھا آخر ایک بڑے جھٹکے کے ساتھ دیوتا کے چرنوں میں گر پڑی بہت دیر تک خاموش پڑی رہی شنکر نے چہرہ اوپر اُٹھا کر دیکھا تو چندرما کی طرح چمک رہا تھا۔ آنسوؤں کے قطرے رخساروں پر اس طرح جھلملا رہے تھے جیسے کسی نے انمول موتیوں کو چاندی کی طشتری میں بکھیر دیا ہو شنکر کا دل زور سے دھڑک رہا تھا۔

ایک لمحے کے بعد شیلا نے آنکھیں کھول کر دیکھا شنکر کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے "شنکر!" وہ بولی کیا وہ بھجن پھر ایک مرتبہ گاؤ گے؟ مجھے پوجا میں اتنا آنند کبھی محسوس نہیں ہوا تمہاری آواز میں ایک کشش ہے۔ ایسی کشش جس نے میرا دل کھینچ لیا ہے کہتے ہوئے اس نے انگوٹھی نکال کر اس کی اُنگلی میں ڈال دی۔

شنکر کو محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ روحانیت کی دیوی کے روبرو کھڑا ہے جس کی باتوں میں ایک تغیر انگیز تاثیر ہے اور جو قلب و جگر پر کبھی نہ مٹنے والا نقش ثبت کر رہی تھی۔

شیلا کے جانے کے بعد اس نے انگوٹھی کو بغور دیکھا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ انگلی میں کانٹے چبھ رہے ہیں جن کی خلش دھڑکتا ہوا دل بھی محسوس کر رہا تھا اور شیلا کھڑکی میں کھڑی مندر کو دیکھ رہی تھی، آج مندر میں اس کے لئے کشش تھی جی چاہتا تھا کہ وہ دیوتا کے آگے پڑی رہے کوئی بھجن گاتا رہے اور وہ سُنتی رہے کسی کی بیٹی نے ان

اس طرح کھو جائے کہ خود کو بھی بھول جائے کوئی ہاتھوں سے تھام لے اور وہ گر پڑے!۔

خود کو کسی میں جذب کر دے۔ وہ سونا چاہتی تھی مگر نیند نہیں آتی تھی کسی کی میٹھی باتوں میں آج اس کے لئے کوئی کشش نہ تھی ٹھاکر جی بہت دیر تک بیٹھے رہے مگر مایوس ہو کر چلے گئے، داروغہ جی ملاقات کے داسطے آئے مگر ناکام واپس لوٹ گئے بڑی بستی کے رئیس ایک ہزار روپے کا لالچ دے رہے تھے مگر بائی جی نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ آج اسکی طبیعت اچھی نہیں ہے شنکر پوجا کی کوٹھری کے آگے پاؤں پسارے کروٹیں لے رہا تھا جلتے ہوئے دیئے کی روشنی میں کسی کی روتی ہوئی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا جانے ان آنکھوں میں اس کے لئے کیا کشش تھی؟ -

"وہ گنہگار عورت ہے" پتاجی کیا کہہ رہے تھے؟ جذبات سے مغلوب ہو کر بولا شنکر انھوں نے اس کا ظاہر دیکھا ہے باطن سے آگاہ ہونا کچھ آسان نہیں۔

پوجا کی کوٹھری سے آواز آئی اس نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ جب عورت نیکی کے راستہ سے ہٹ جاتی ہے تو وہ گنہگار کہلاتی ہے۔ پتاجی کی بات دہراتے ہوئے بولا وہ اسے کون گنہگار کہتا ہے دھڑکتے ہوئے دل نے کہا میں نے اس کی آنکھوں میں وہ جلال دیکھا ہے جو بڑے بڑے مہاتماؤں کو برسوں تپسیا کے بعد بھی حاصل نہیں ہوتا! ہوا کا ایک جھونکا آیا دیا گُل ہو گیا۔ گھٹا ٹوپ تاریکی مندر پر طاری تھی اندھیری رات میں کسی کی تصویر کے اُڑتے ہوئے نقوش دیکھ رہا تھا ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی اسے بلا رہا ہے تڑپ کر اٹھا اور دروازہ کھولتے ہوئے چوکھٹ سے ٹکرا کر گر پڑا شیلا جو بے پاؤں زینے سے اتر رہی تھی لڑکھڑا کر گر پڑی۔ صحن میں بوڑھی ایک ملازمہ اور باورچی سو رہے تھے نیچے برآمدہ

میں چند فقیر پاؤں پسارے خراٹے لے رہے تھے سامنے چوک میں کتے بھونک رہے تھے وہ عورت جس کے ہاں وہ لوگ تاریکی میں چھپ کر آیا کرتے تھے آج خود سہمی ہوئی جا رہی تھی پاؤں کپکپا رہے تھے مندر کا دروازہ گھٹا ٹوپ تاریکی میں سیاہ نظر آ رہا تھا، آسمان پر بجلی چمک رہی تھی وہ دروازے کے آگے رک گئی کسی نے کواڑ کھول دیئے اندھیرے میں دو سائے ساکن کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو بغور دیکھ رہے تھے۔

شنکر نے جھک کر شیلا کا ہاتھ پکڑ لیا "میں تمہاری راہ دیکھ رہا تھا" اچھا ہوا کہ تم چلی آئیں شیلا خاموش کھڑی تھی دونوں کے دل دھڑک رہے تھے دفعتاً کانوں میں کسی کی کھڑاؤں کی کھٹ پٹ کی آواز سنائی دی شنکر نے پلٹ کر دیکھا، بڑے پنڈت صحن میں کھڑے کہہ رہے تھے۔

"کون ہے!" دروازہ کس نے کھولا کھڑاؤں کی آواز صاف سنائی دینے لگی۔ پنڈت جی پاس پاس آ کر رک گئے ایک سنتری روشنی لے کر آگے بڑھا شنکر شیلا کا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا دونوں چونک پڑے پنڈت جی نے شنکر کو گھور کر دیکھا دن نکلتے ہی یہ بات ہر ایک کی زبان پر ہو گی کہ مندر میں بھی بدکاری ہونے لگی!۔

پنڈت جی رسوائی کے خوف سے کانپ رہے تھے ہوا کے جھکڑ چل رہے تھے بادل زور سے گرج رہا تھا مندر کے سنتری ایک ایک کر کے بیدار ہو گئے، چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

مندر میں ایسا پاپ؟ آج دھرتی غرق ہو جائے گی، ایک نے لاجواب رنگ لائے بغیر نہیں رہتی، دوسرے نے کہا دیکھیں اب کیا ہوتا ہے!۔ تیسرے نے کھانستے ہوئے کہا شیلا ہاتھ کھینچ کر جدا ہو گئی ساڑی کا پلو دبائے تیزی سے جا رہی تھی تند جھونکے زلفوں سے کھیل رہے تھے۔ نازک دل کانپ رہا تھا پنڈت جی کی نظروں میں اب اس کی کوئی قدر نہیں ہو گی تیز ہوا اسے کھینچ کر لئے جا رہی تھی ایک بڑے جھونکے کے ساتھ موسلا دھار بارش ہونے لگی "شیلا! شیلا" کوئی پکارتا ہوا

تعاقب کر رہا تھا۔

مجھے جانے دو شنکر میں!،، کان پڑی آواز سُنائی نہیں دیتی تھی۔ سنتری گلا پھاڑ کر چلا رہے تھے کہ کیلاش دیوتا کا قہر آج ٹل نہیں سکتا تھوڑی ہی دیر میں گلی نالے کی طرح بہنے لگی مندر میں تمام پانی ہی پانی نظر آتا تھا معلوم ہوتا تھا کہ آج ساری دُنیا تہہ آب ہو جائے گی۔ رات کی تاریکی میں چھپ چھپ کر ایک ویشیا کا مندر میں چلے آنا یقیناً مصلحت سے خالی نہ تھا بڑے پنڈت ششش و پنج میں کھڑے تھے۔ شنکر شیلا کے پیچھے جا رہا تھا نکڑ کے پاس کوئی چیز پاؤں سے ٹکرائی بجلی کڑک کر چمکی شنکر کے منہ سے ایک چیخ نکلی شیلا کو اوپر اُٹھا لیا! ہاتھوں میں لئے ہوئے مندر میں گھسا گرجتے ہوئے بادل تھم گئے بارش رک گئی پجاری دیوتا کے روبرو کھڑا گڑگڑا کر پرارتھنا کر رہے تھے اور دعائیں مانگ رہے تھے۔

شنکر نے شیلا کو دیوتا کے چرنوں میں ڈال دیا۔

پجاری ایک دوسرے کا منہ حیرت سے تک رہا تھا بڑے پنڈت نے باہر جھانک کر دیکھا بادلوں کا کہیں نشان باقی نہ تھا آسمان کا چہرہ دلہن کی طرح صاف ستھرا نظر آرہا تھا ٹھنڈی ہوا کے ہلکے مستانہ جھونکے چل رہے تھے شنکر ترنم ریز آواز سے بھجن گا رہا تھا شیلا اسے دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی دونوں ایسا محسوس کر رہے تھے جیسے کسی نئی دنیا میں پہونچ گئے ہیں آج شنکر کی آواز میں بلا کی کشش تھی پجاری دم بخود ہو کر جھوم رہے تھے۔ یکایک دیوتا کی مورتی میں حرکت پیدا ہوئی دیوتا نے ہاتھ بڑھا کر شیلا کا ہاتھ شنکر کے ہاتھ میں دے دیا۔ بڑے پنڈت کی آنکھیں فرطِ حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

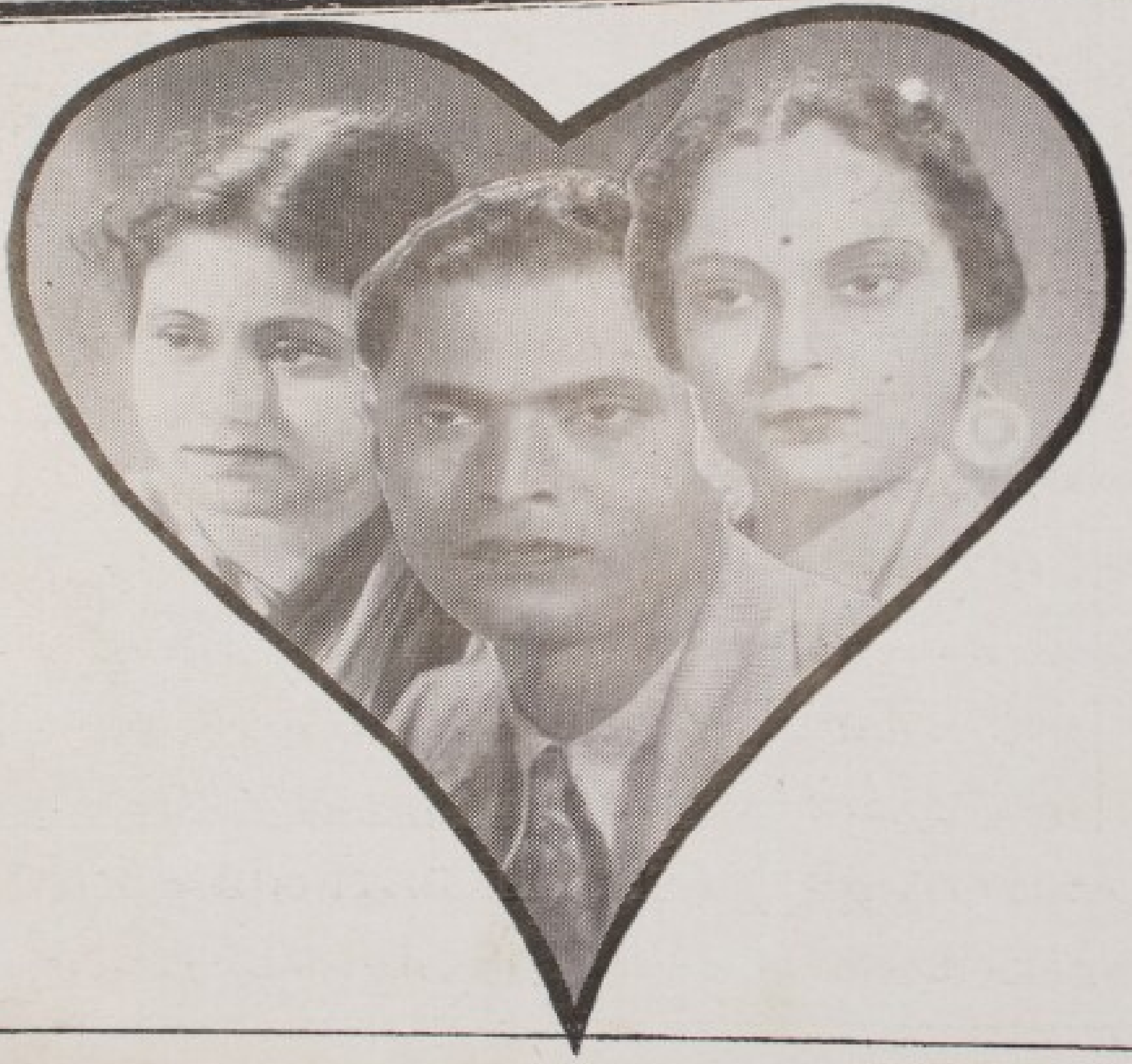

MALINA,
PANKAJ,
&
SRILEKHA
IN
ASSOCIATED
PRODUCTIONS
CLASSICAL SOCIAL
ANDHI

مغربی فلم اور ہندوستان

از جناب عتیق نعمانی صاحب مرادولوی

ایک قلیل عرصہ میں ہندوستان نے صنعتِ فلمسازی میں جو نمایاں ترقی کی ہے وہ قابلِ صد آفریں اور مستحقِ مبارکباد ہے، اس وقت جبکہ تمام یورپ پر جنگ کے ہیبتناک بادل گرج رہے ہیں اور یورپ کا نقشہ بدل چکا ہے، دیگر آزاد ممالک اپنے ملک کے تحفظ کی خاطر فوج اور سامان حرب سے آراستہ ہو رہے ہیں، ہر ملک تجارت سے جائز اور ناجائز طور پر فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے ہندوستان بھی اسی تقابل کے لحاظ سے کشمکش میں مبتلا ہے چنانچہ وانسا کی بین الاقوامی فلمی نمائش میں اس نے سیتا اور اچھوتی ایسے بہترین فلمس پیش کر کے بین الاقوامی شہرت حاصل کی مگر پھر بھی ہم کو یہ کہنے میں تامل نہ ہوگا کہ یہاں کی فلمی صنعت ابھی اس درجہ تک نہیں پہونچی ہے جو مغربی ممالک کو حاصل ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ سرمایہ داروں کی حریفانہ نظریں اور حکومت کی ناتوجہی ہے، برعکس اس کے امریکہ اور انگلینڈ وغیرہ میں حکومت اور سرمایہ دار اپنی قوم کا بہت ہی پاس اور لحاظ رکھتی ہے لاکھوں

JYOTI PRAKASH, BHARATI & PANKAJ

روپے کے سرمایہ سے صنعتی وحرفتی، ادارے اور فیکٹریاں کھولتے ہیں، جس سے ان کی قوم کی پرورش ہوتی ہے مگر ہندوستان کے لئے اس قدر سہولتیں نہیں ہیں جس کی وجہ سے اس کا پنپنا مشکل ہوجاتا ہے، آئے دن سرمایہ دار اور مزدور پیشہ جماعت میں رسہ کشی ہوتی ہے مزدور بھوک کی خاطر لڑتا ہے اور اپنی اجرت میں اضافہ چاہتا ہے مگر سرمایہ دار کم سے کم اجرت دیکر زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے قوم بجائے خوشحال اور ترقی کرنے کے روزبروز کمزور اور مفلس ہوتی جاتی ہے، معاشی تنگی کی وجہ سے سرمایہ دار اور مزدور میں جنگ ہوتی ہے، فیکٹریوں میں ہڑتالیں ہوتی ہیں ——

جب ہم ہندوستان کی فلمی صنعت پر غور کرتے ہیں تو ہمکو اس سے زیادہ مایوسی ہوتی ہے کیونکہ اس صنعت کی زیادہ ضروریات کی چیزیں غیر ملکوں سے آتی ہیں، اس طرح غیر ممالک کی اشیاء خریدنے سے ہماری قوم کا روپیہ دوسروں کی جیبوں میں چلا جاتا ہے اور ہم وہی مفلس کے مفلس رہجاتے ہیں ——

اس صنعت کی ترقی کے لئے سرمایہ داروں کے ساتھ ساتھ حکومت کی توجہ کی بہت زیادہ ضرورت ہے جو ایسے اصول اور قوانین بنائے جن سے فلمی صنعت کی ترقی ہو ——

ہندوستان میں اس وقت متعدد فلم کمپنیاں قائم ہیں جنکا واحد مقصد دولت سمیٹنا ہے اور قوم کے پیسے سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے اس قسم کی کمپنیاں چند یوم کی بقا کے بعد فنا ہوگئیں اور باقی میں چند سانسیں باقی رہ گئی ہیں، جنھوں نے اپنا طریقہ اگر جلد نہ بدلا تو کیا تعجب ہے کہ ان کا بھی وہی حشر ہو جو ان کمپنیوں کا ہوا، صرف تین چار کمپنیاں ہیں جو پریس کی آواز پر اور قوم کی ترقی کو مدنظر رکھتے ہوئے بہتر سے بہتر فلم بنانے کی کوشش کررہی ہیں ——

فلم بین حضرات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اول وہ طبقہ ہے جو مغربی نمائش وزیبائش کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے اور

اس کی ہر چیز کو لبیک کہنے کے لئے تیار ہے انہوں نے شاید کبھی اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور نہیں کیا کہ مشرق اور مغرب میں فرق کیا ہے؟ غیر ممالک کی فلمیں اپنے ماحول میں تیار کیجاتی ہیں، جس میں برہنگی بوسہ وکنار اور دیگر بیہودہ مشاغل جو ہم ہندوستانیوں کی شرافت و تہذیب سے

PAHARI & KANAN

IN

N. T'S MUSICAL DRAMA

HAR-JEET.

کوسوں بعید ہے شامل ہوتی ہیں، مغربی سوسائٹی میں بوسہ وکنار اور برہنگی عیوب میں داخل نہیں، اس طرح وہ فیشن ایبل طبقہ ان حیا سوز مناظر کو دیکھنے کے لئے بصد شوق شام کو تصویر گھروں میں جاتا ہے اور اپنے پیسوں سے غیروں کی جیبیں بھرتا ہے، کاش کہ وہ کبھی اس بات پر غور کرتے کہ ان کا پیسہ کس کے پاس گیا انہوں نے کس قوم کی پرورش کی، ان کی نادانی سے ملک کو کتنا زبردست نقصان پہونچا۔

دوسرا گروہ ان فیشن ایبل حضرات سے کہیں بہتر ہے جو اپنی معاشرت اور اپنا تمدن چھوڑ کر دوسروں کی تقلید کرنے میں اپنی ہی قوم کو زبردست نقصان پہونچاتا ہے، یہ طبقہ محض ہندوستانی

MALINA

THE HEROINE OF "ANDHI."

فلم دیکھنے پر اکتفا کرتا ہے اور ہر فلم کو اس کی کسوٹی پر رکھ کر دیکھنا چاہتا ہے، ان پر بحث و مباحثہ کرتا ہے، فلمی رسالوں میں تنقیدی مضامین بھیجتا ہے اور فلمساز کو اس کے عیوب اور محاسن سے آگاہ کرتا ہے

تیسرا گروہ غیر تعلیمیافتہ ہے جو ایسے فلم جن میں مار دھاڑ، اچھل کود اور حیاسوز مناظر جسمیں مغربی عنصر موجود ہو ہے، دیکھنا پسند کرتا ہے ایسے فلموں کے پیش کرنیکا مقصد نہ قوم کی اصلاح ہو سکتی ہے اور نہ ترقی، ان کے پلاٹ میں نہ کوئی ندرت ہوتی ہے اور نہ اداکاری کا جذبہ، ان تمام باتوں کا ذمہ دار صرف فلمساز ہو سکتا ہے، جسکو فلم تیار کرنے سے پہلے اس کے تمام محاسن اور عیوب پر غور و خوض کر لینا چاہیئے تاکہ سینما گھروں میں آنے کے بعد ان کے فلم کو شہرت حاصل ہو، اکثر مخرب اخلاق فلم غیر تعلیمیافتہ طبقہ میں کامیاب تو ہو جاتا ہے مگر ان سے ان کی ذہنیت اور بھی پست ہو جاتی ہے، ان سے فلم کی خوبی اور نقائص سمجھنے کی صلاحیت بالکل مفقود ہو جاتی ہے

ایسے لیچر فلموں سے بہتر اخلاقی سماجی اور معاشرتی فلم پیش کرنا قوم کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔

بسا اوقات فلمسازنے ایسی فلمیں بنائی ہیں جن سے ایک دوسرے فرقہ کی دل آزاری ہوئی اور عوام میں وہ فیل ہوگئیں یا سنسر نے اس کی نمائش کی اجازت ہی نہ دی، اس طرح اس کو ایک فلم بنانے میں ہزاروں روپیہ کا نقصان اٹھانا پڑا۔

فلمساز کو چاہیئے کہ ملک کی اخلاقی اور سماجی حالت کو سدھارنے کی خاطر ایسے فلم پیش کریں جن سے ان کو فائدہ پہونچے۔

ایک اچھے فلم کی کامیابی کا دارمدار اس کے بہترین اور لائق و فائق نگراں، اچھے اداکار اور افسانہ کی خوبی پر منحصر ہے جس میں عام فہم مکالمے، دلکش موسیقی اور عمدہ عکاسی موجود ہو۔

اگر ہمیں ہندوستان کی فلمی صنعت کو ترقی دینا مقصود ہے تو ہمیں چاہیئے کہ بیرونی ممالک کے فلم کا بائیکاٹ کریں اور ہر ممکن طریقہ سے اس صنعت کو ترقی کرنے میں مدد دیں۔ اس طرح ہماری فلم انڈسٹری غیر ممالک کی سموم فضا سے محفوظ رہکر قومی اور ملکی خدمت پورے طور پر انجام دے سکے گی۔

مغنیّہ!

از حضرت محمود عثمانی، ساکن کاسموپولیٹین لٹریری سوسائٹی دیوبند

ترنّم کی جوانی! دکھ بھرے نغمات کی رانی نسائی شکل میں جذبات کے شعلوں کی عُریانی
قیامت میں تجھے دیکھے تو گھبرا کر گذر جائے مری نظروں میں چھپ کر دیکھ اپنی حشر سامانی
لے یہ دنیا ہے' اس سے کھیلتی جا گائے جا مٹائے جا، بنائے جا بنائے جا، مٹائے جا!

بجا ہے گر تجھے نرگس کی گم گشتہ نظر کہئے کسی سب سے حسیں غنچے کا اک خواب سحر کہئے
تو خود نغمہ ہے وہ نغمہ کہ تو بھی گا نہیں سکتی تجھے فطرت کے اک نایاب نغمے کا اثر کہئے
جو تو ہنس دے تو موسیقی کے گل بوٹے نکھر جائیں جو تو کہدے ترے قدموں پہ سب تارے بکھر جائیں

تجھے بخشی گئی ہے کہکشاں کی دلکشی شاید گلوں کی نوجوانی چاند تاروں کی ہنسی شاید!
اگر فطرت بھی شاعر ہے تو اس کی ایک غزل تو ہے ترے پیکر میں اک قوس قزح بھر دی گئی شاید!
تری افسانہ خیزی کا تصور ہے مری دنیا ترے آگے سراپا اک تحیّر ہے مری دنیا!

حدیث لالہ و گل سے عبارت ہیں ترے نغمے مذاق زندگانی کی عبادت ہیں ترے نغمے
تو ان سے آگ برساتی ہے اور جادو جگاتی ہے حقیقت میں قیامت ہی قیامت ہیں ترے نغمے
مرا بس ہو تو ان نغموں کو سنتے سنتے مر جاؤں اور ان کی وسعتوں سے انتہا بنکر گذر جاؤں

کہوں کیا کیا، تری تعریف فرمانے سے کیا حاصل لبوں پر روح و دل کو کھینچکر لانے سے کیا حاصل
زبانِ شاعرِ بیتاب کیا کچھ کہہ نہیں سکتی! مگر سورج کی تابانی کے گن گانے سے کیا حاصل!
مجھے تجھ سے عقیدت ہے بس اتنا جانتا ہوں میں عقیدت ماورائے عشق و الفت مانتا ہوں میں

"جوانی کی ریت"

از جناب مخمور عثمانی (دیوبند)

نیو تھیٹرز کے نگار خانہ سے نکلنے والی یوں تو ہر ایک تصویر اپنا ایک اصلاحی مقصد رکھنے کے ساتھ ساتھ دلچسپیوں اور دلآویزیوں کا بہترین مرقع ہوتی ہے لیکن ڈائرکٹر ہیم چندر کی قابل قدر پیشکش "جوانی کی ریت" میں یہ دونوں صفات بدرجۂ اتم موجود ہیں، میرے نزدیک جوانی کی ریت بہت ہی اہم اور ضروری مقصد لئے ہوئے ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ افسانہ نگار نے اسے جس انداز میں پیش کیا ہے وہ بڑی حد تک کامیاب ہے، جوانی کی ریت کے مطالعہ سے وہ ردعمل خود بخود ہمارے ذہن میں پیدا ہوتا چلا جاتا ہے جو مصنف کا اصل مطمح نظر ہے اور جس پر اس افسانے کی تعمیر قائم کی گئی ہے اور اس خوبی کیلئے افسانہ نگار خاص طور سے قابل ستائش ہے۔ مکالمہ شروع سے آخر تک شستہ، سلیس اور نیچرل ہے بعض چھوٹے چھوٹے جملوں میں انسانی فطرت کی نفسیات کے بڑے بڑے مسئلے نہایت عمدگی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں! ڈرامہ کو جس خوبصورتی کے ساتھ فلمبند کیا گیا ہے وہ بہت معیاری چیز ہے اور قابل ڈائرکٹر کی بلندی ذہانت کا پتہ دے رہا ہے، تمام کھیل میں کہیں بھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ ڈرامہ کس موقعہ پر سست پڑ گیا ہے یا افسانہ اور تصویر میں کس جگہ دوری پیدا ہوئی ہے، افسانہ کا مواد اگرچہ کوئی غیر معمولی نہیں لیکن ایک فاضل ڈائرکٹر کا کمال یہیں آکر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایسی حالت میں بھی اس خوبی کے ساتھ فلم تیار کرے کہ افسانہ کی کوئی کمزوری بھی ابھرنے نہ پائے! جوانی کی ریت میں ایک لطیف کشش ہے جسے اس کھیل کا ہر ایک صاحب ذوق ناظر فطری طور پر قبول کئے رہتا ہے، تصویر کی گوناگوں خوبیاں اور دلچسپیاں اس کے ہوش نقد و نظر پر ایک ایسا جادو کئے رہتی ہیں کہ وہ بے اختیار ہی نہیں بلکہ ارادی طور سے بھی "رنگ" اور "واقعیت" کے اس حسین امتزاج میں اپنے اندر "طلب گم شدگی" محسوس کرنے لگتا ہے، سینما ہال میں بیٹھے ہوئے اس پاس کی ہر ایک آواز اس کی سماعت کیلئے ناقابل برداشت بار بن جاتی ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ چشم و ہوش کی ساری قوتیں اس "جنت نظر" تصویر کی دید میں صرف کردے۔

بلاشبہ جمالیات سے شغف رکھنے والوں کے لئے "جوانی کی ریت" "رنگ و حسن کے اعتبار سے" "دامان باغبان و کف گلفروش" ـــــ اور نغمہ و ترنم کے لحاظ سے رگ ہستی میں رقص کرنیوالا ہو یا چاندنی راتوں میں مہکتے ہوئے پھولوں کے شیریں تنفس کی روانی ہے ـــــــــــــــــــــــــــــــ

کانن نے فن اداکاری کا جو اعلیٰ معیار پیش کیا ہے، ممکن ہے آنیوالے دور میں ہندوستانی اسکرین اسکی مثال پیش کرسکے لیکن اسوقت تو میری نظر دور تک بھی اسکا نقش ثانی تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہوسکی۔ جوانی کی ریت میں جب وہ "کون من میں آیا" گاتی ہوئی "پردۂ سیمیں" پر طلوع ہوتی ہے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ سارا ماحول رنگ و بو کا ایک محشر طوفان ہے جسمیں ہم کھوے ہوے ہیں، اس گشدگی میں ایک غیر فانی زندگی ہے، زندگی میں مسکراہٹیں ہیں اور مسکراہٹوں کی گود میں ہم ـــ! کھیل کا یہ حسین منظر اور یہ رومانوی ارضیہ جمالیاتی شعور کے لئے ایک ناقابل فراموش یادگار ہے ـــــــــــــــ

نجم اس کھیل میں اپنے تمام سابقہ ریکارڈ کو پس پشت ڈالتا ہوا بہت آگے بڑھ گیا ہے اور بیشک اسنے فلمی دنیا میں اپنے لئے ایک ممتاز پوزیشن حاصل کرلی ہے ـــــــــــــــــــــــ

نیمو کی اعلیٰ معیار اداکاری اس کھیل کو اس بلند مقام پر لے گئی ہے، جہاں اصل اور نقل کے امتیاز کا سوال ہی بے معنی ہوجاتا ہے۔ باپ اور اس کا بیٹا

عجیب کردار جس قدر نزاکت واہمیت رکھتا ہے اسی قدر خوبی کے ساتھ نیمو نے اسے اپنایا ہے، اس ایکٹنگ کی ہر ایک نازک و پیچیدہ راہ سے وہ جس خوبی سے گذرا ہے وہ اس کے اداکارانہ کمال کی غیر فانی نظیر ہے ـــــ کیرکٹر ایکٹنگ کے اعتبار سے جوانی کی ریت میں نیمو کے بعد جگدیش سیٹھی کا پارٹ ہے ـــــ جگدیش اپنی مخصوص طرز کی تمام صفات کے ساتھ آخر تک نمایاں رہا ہے ـــــ

"جوانی کی ریت" میں موسیقی کو دنیائے فلم کی تین مایہ ناز ہستیوں کے اشتراک عمل نے اور بھی بلند کر دیا ہے اور وہ ہستیاں حضرت آرزو مدظلہ، آر۔سی بورال اور کانن کی ہیں، حضرت آرزو کے سہانے گیتوں میں سرور آفرینی اور نشاط انگیزی کی قوتوں کے ساتھ جو گہری معنویت مضمر ہوتی ہے وہ تعریف سے مستغنی ہے، ان کے گیت افسانے کے ماحول اور وقت میں جاذبیت اور دلکشی بڑھانے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں ـــ آر۔سی بورال مشہور میوزک ڈائرکٹر ہیں اور اگر ان کو ایک حد تک خالق موسیقی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا، سروں کے تخلیق کرنے میں انہیں قدرت نے بہت بڑا ملکہ دیا ہے۔ اور کانن! وہ ایک

A SCENE FROM WOMAN

JIYOTI, SARDAR AKHTAR & SURENDRA IN WOMAN

MALINA, PANKAJ, SRILEKHA & K. C. DEY
IN
ASSOCIATED PRODUCTION'S
ANDHI.

"آتش نفس مغنیہ" ہے جسکی صدا "جلوۂ برقِ فنا" سے کم درجہ نہیں رکھتی۔ کانن، نجم، نیمو اور جگدیش کے علاوہ "جوانی کی ریت" میں دوسرے اداکاروں مثلاً بکرم کپور، نند کشور، وید، راج لکشمی اور کلاوتی وغیرہ کا کام بھی بہ حیثیت مجموعی بہت اچھا ہے، فلم کی ترتیب صدابندی اور عکاسی وغیرہ نیو تھیٹرز کے کمالات کی آئینہ دار ہیں

سریلی بانسری

یہ نئی تصنیف ہر حیثیت سے نئی ہے، زبان کی شان نئی، اسالیب بیان نئے، خیالات نئے، تمام کتاب کی نظم و نثر میں سوا تخلص کے کوئی لفظ نہ فارسی ہے نہ عربی نہ سنسکرت، ایک عام فہم زبان ہے جسے ہندی کہو یا اردو، یہ ۱۶۱ صفحہ کی کتاب حضرت آرزو لکھنوی کی زباندانی اور قادر الکلامی کا ایک روشن آئینہ ہے، منگا کر ضرور پڑھئے
قیمت فی جلد صرف دو روپیہ، ملنے کے پتے:۔ انڈین بکڈپو لکھنؤ، عثمانیہ بکڈپو۔ ۱۱۶ محمد علی روڈ ۔ سندریہ پٹی۔ کلکتہ ۲

THE NEW THEATRES LIMITED
نیو تھیٹرز کے زندۂ جاوید کارنامے
جب موقعہ ملے نیو تھیٹرز کے فلمز دیکھئے
نتیجہ خیز افسانے دلکش واقعات فطری اداکاری پاکیزہ مکالمے روح نواز نغمے
صاف اور واضح صدا بندی بلند معیار عکاسی
یہ تمام خصوصیات صرف نیو تھیٹرز کی
تصویروں میں مجموعی طور پر آپ کو ملیں گی
چنڈی داس
دیوداس
دھوپ چھاؤں
یہودی کی لڑکی
کاروانِ حیات
مایا
پجارن
پورن بھگت
منزل
اناتھ آشرم
پریزیڈنٹ
ابھاگن
دھرتی ماتا
مکتی
ودیاپتی
کروڑپتی
ادھیکار
بڑی دیدی
اسپنیرا
اسٹریٹ سنگر
دشمن
کپال کنڈلا

The Cast includes PAHARI, CHANDRAVATI, SREE LEKHA, CHOBI BISWAS, SAILEN, INDU, NANDITA, SHYAM LAHA D. R. DAS, HARIPADO ROY and KHAGEN PATHAK.

* * *

WOMEN—The maiden production of National studios clicked and ran well at Bombay and other centres. It has been released at the Minerva, Calcutta and well received by class and mass. A story of real life—life that touches the rough, raw edges, and at the same time is picturesque and colourful.

The plot is thrown in the midst of a panoramic background of rural life. Sardar Akhtar, one of the most brilliant and colourful stars of the Indian screen, instils both life and fire into the symbolic role of the peasant woman. The picture has been directed by Mehboob, who adds another feather to his cap.

MY DAYS IN HOLLYWOOD—*Contd. from page 11*

WHAT WE WERE TOLD

Over six hundred members belong to the Society of National Education and summer conferences were held in 1938 at the University of Minnesofa and the Peabody College in Nashville, and in the August of 1938, the Ohio State academy arranged open-air yarns to discuss the possibilities of visual instruction. And the U. S. A. Council has established a library purely for 16 m.m. scholastic films. Many new film libraries are coming into existence in various cities and systematic arrangements to supply the schools and colleges with the educational shorts dealing with their courses of study are being made. Statistics report that projectors supplied to the primary and secondary schools in America reach a total figure of 27,000 to-day. And to feed these projectors, not less than 2,000 news-reels have been produced at the expense of the State. Apart from this, great lions of the Boxing Ring like Gene Tunny, Tommy Farr, Jack Dempsey and Benny Leonard use the slow motion film as a medium of instruction. We also saw some of the physical culture news-reels imparting instruction to postal pupils. Psychologically, visual education develops the faculty of perception and wakes up the hidden powers of the subconscious mind.

MEMORIES OF FAREWELL

Before leaving Hollywood, we collected several autographs and photographs of stars and their children. And by a strange coincidence it was astonishing to find that the children of these playwrights would prefer any profession on earth except film-acting. Although it was not possible to ascertain the depth of such a juvenile attitude, it was however found that these youngsters had taken an utter dislike towards the professional screen.

Spencer Tracy is one of the most popular stars who liberally offers autographs and portraits. He took us round the colony and showed us some of the finest specimens of modern art. Amongst the beautiful works of art, possessed by Hollywood, nothing impressed us so much as the emotional statue of the late Rudolpho Alfonso Valentino, known as "ASPIRATION." We went to see it on the 16th day of February. Rudi is treated in a classic pose, symbolic of some mystic sentiment. To our imagination, 'Inspiration' would have been a more befitting title for this remarkable monument, since the effect conveyed by it is unfathomable inspiration and we carried this great impulse from the film colony to India. Valentino in the statue looks like the painting of Shakespeare's Lysander of 'Midsummer Night's dream', and the artist has rendered full justification to the masterpiece, especially in the physical proportions of the Italian gallant. The figure apart from its facial expression, is likened to Apollo himself.

Edited & Published by M. M. Begg 22, Middle Road, (Entally) Calcutta.
Printed by A. H. Farani, at the Calcutta Central Press,
1, Chandni Chawk Street, Calcutta.

HERE, THERE & EVERYWHERE

By

TOM, DICK & HARRY

Director Amar Mallick, whose maiden enterprise, BARI-DIDI was well-received throughout India,, has in the meantime finished his forthcoming double-version photo-play, HAR-JEET (in Hindusthani) and AVINETREE (in Bengali).

The drama is woven round the lives of two stage-celebrities, who met and loved each other without knowing what was in store for them in future.

Fans and admirers of KANAN DEVI, will re-discover in this charming star, an artiste more seductively alluring and entertaining than before. In PAHARI, she finds once again, her adorable partner, both on the stage on which she triumphed—and in the 'home' where they lived and loved. Players in the supporting cast include NAWAB, NEMO, NUNDKISHORE, VAID, PANNALAL Etc.
R. C. Boral is responsible for the music.

* * *

Glamourous LILA DESAI plays the title-role in Director Devaki Bose's spectacular attraction "NARTAKI," which is making excellent progress at New Theatres' studio No. I., under the personal supervision of Mr. P. N. Roy.

While NAJAM is interpreting the male-lead, opposite LILA, the supporting team is equally well-peopled. JAGADISH, WASTI, MADHO SUKUL, NUNDKISHORE, KALAVATI, DHRUVEN and PANKAJ deserve mention.

Pankaj Mullick is conducting the music and Yusuf Muljee is cranking.
The drama's main action takes place at Champanagar, where we last found the 'Nartaki' turned out of a monastary, by the Chief Priest, following an incident that lends a new colour to this eventful drama of Self-esteem, Pride, Love and Sacrifice!

Director Nitin Bose has once again chosen SAIGAL to play the male lead opposite KANAN in his latest social picture, not yet named for the screen. The web of romance is spun around the life of a newspaper-magnate and a young girl, who in her virgin-life rose to eminence as a talented songstress. SAIGAL, as the composer, play-wright and singer, admirably fits in the role of a rival lover. The cast includes among others, NAWAB, NEMO, JAGDISH, VAID, MISS RAHMAT and PANNA. R. C. Boral is in charge of music.

* * *

New Theatre's latest Bengali social attraction "DOCTOR" is now simultaneously released at CHITRA and PURNA THEATRE.

It offers to the Screen, a cast of characters, represented by a pleasing combination of new and familiar faces, including AHINDRA CHAUDHURI, PANKAJ, JYOTI PROKASH, PANNA, AMAR MALLICK, BHARATI, SAILEN CHAUDHURI and INDU MUKHERJEE.

It is a bold narrative of young men and women, who worked together under the banner of an inspired leader, in persuit of a common ideal. Romance and Pathos, Comedy and Music, blend freely with elements of entertainment, in this heart-warming drama, thoughtfully handled by Director Phani Mazumdar.

* * *

Director Sudhir Sen, who had his grooming under Director Nitin Bose as his assistant, now occupies a floor at N. T.'S studio No. II, where he is independantly directing a Bengali social picture, under the supervision of Mr. J. N. Mitter.

The story which the Director has written himself, offers quite a plethora of pleasing situations, providing many hilarious moments for comedy and entertainment.

that will take root in the soil and will become an essential part of the life of the country.

Perhaps when the history of these troubled times is seen in perspective and understood, future song writers will find something to sing about in the courage and imagination of the modern generation of women.

Eastern women have always been noted for their delicate beauty, their exquisite shyness and their langourous grace, but the modern Indian woman stands more for strength and activity.

Those who are familiar with classical Indian dancing know that the traditional dance begins with immobility and goes back to immobility. The dancer stands motionless, her gaze fixed on some distant horizon far beyond the eyes of men.

Then a tremor passes through her body; she sways gently, the jingling beat of the anklet is heard and the dance begins. The first movements are slow, then faster and faster until all the world seems to be spinning madly along with her; then the final beat of the *tabla* and the dancer strikes a pose and relapses into her former immobility.

The stirrings of life amoug Indian women may well be likened to the first steps of the dance, when the dance is rousing herself for the activity that is to follow. It is movement of preparation, not of accomplishment.

Where as the old-fashioned Indian woman has the beauty of a dream world, the modern woman has the grace that comes of vitality and life. It is the grace of the divine dance which will mean fulfilment for Indian women, before we come again at the end of the circle to the pause that means a well earned rest after labour done.

WITH COURTESY TO THE "STATESMAN"

(PEN-PORTRAIT OF BERNARD SHAW—*Contd. from page 12)*

Eventually, he won his fight with theatre managers over cloths in the same irresistible way he has won many more serious struggles against outmoded laws and conventions.

He won them because there was always humanity logic and sanity in his demands. That last quality is his greatest and most devastating gift. It illumines all his plays, and made him, in his time, a most formidable debater on the public platform.

But he soon realized that in his self-appointed role of reformer of society the stage and not the platform was the place from which to do his preaching.

He was never written, and could never write a play that did not contribute something to current social or political problems. "I am not an ordinary playwright, I am a specialist in immoral and heretical plays," he writes in one of his prefaces. "My reputation has been gained by my persistent struggle to force the public to reconsider its morals."

Fire At N. T. Studio

A fire broke out at the labratory-building of the New Theatres Studios at Tollygunge on Wednesday the 7th August.

Our reporter visited the studios and on enquiry we are relieved to note that the loss is is not at all extensive. Only a few reels of old and condemned negatives are reported to have been damaged. The well-protected and secured storage-chamber, containing the negatives and the stock are intact and we are glad to say that the accident did not interfere in the least with the normal working of the studios and the laboratories.

The news as published in one of the Calcutta dailies about the estimated loss is not correct.

INDIAN WOMEN'S LOST PARADISE

By JANAK KUMARI ZUTSHI

The woman of Indian song is a lovely creature, slender and delicate, who lives in a world untouched by the miseries we see all around us.

The musical tinkle of silver anklets heralds her approach and she scatters fragrance around her as she walks. She spends her days in waiting for her love and her nights in longing for him. The cry of the *papeeha* is unbearable to her and she hears the thunder and trembles. Her mother-in-law and sister-in-law keep a watchful eye on her; how can she go out to meet her beloved? Sometimes he is far away in a foreign country. The seasons come and go, the peacocks cry and the *koels* sing on the mango boughs in vain for nothing can console her in her separation from her beloved.

The beautiful old Indian songs have been immortalized by tradition; but they owe their popularity, not only to the sweetness and plaintiveness of there melodies, but also to the fact that they depict an ideal world where the changes of season bring fresh beauty and happiness, and where even sorrow is idealized for it is caused by the absence or faithlessness of the beloved, or by the jealousy of those who would share in his love.

Then And Now

The woman of the song writers is an exotic creature. What a contrast to the woman to-day with their talk of vote, emancipation and the like. But modern women have deliberately exchanged that paradise for the din and dust of the world Instead of the music of the anklets we hear the clatter of high heels, and instead of songs complaining of the "sautan" or the co-wife, we here eager voices discussing anti-polygamy measures and divorce.

The modern woman is practical and self-sufficing, for she has realized that the world in which she lived, though idealized by poets, was but a mirage and a result of which had been to develop in her that dreadful weakness and timidity, which was wrongly interpreted as womanliness.

In fact her whole training centred round this idea of woman as a shrinking timid creature, who was dependent for her whole existence on man, and had no life or individuality apart from him. It is rarely realized how much courage has been required for Indian women to break the ties imposed on them by society and tradition. Social conventions are dificult to defy in any society, but more so in India where custom is as inviolable as the ties of caste and religion.

Perhaps the first real stirrings among Indian women occurred at Mahatma Gandhi's call to action. Apart from its political significance, the civil disobedience movement was the greatest social reform measure ever devised. That was the time when women first felt that they had a definite contribution to make to their national life, and when they first started to develope a little self-confidence in themselves. Since that time Indian women have progressed very rapidly and are now treated with a new respect by men.

The Indian house-wife's ideals of service have also undergone a change. Previously all her life centred round her home, and though she was capable of supreme self-sacrifice, it was only for those within the home. She is now learning the higher ideal of service and sacrifice for the country.

Once the idea of service entered the minds of women, they found there was so much to do that they did not know where to begin. That is the problem before all women's associations to-day: how to organize themselves so that their work does not remain superficial but becomes something of lasting benefit, something

PEN-PORTRAIT OF BERNARD SHAW

George Bernard Shaw celebrated his 84th birthday on July 26. On an earlier birthday occasion, "To what" asked a reporter, "do you attribute your longevity?"

"Read my plays, especially 'Back to Methuselah.' It is all there," was the reply.

In "Back to Methuselah," he expounds his pet theory of the Life Force, creative evolution and man's control over the span of his years.

"Men," says the modern Methuselah of literature, "do not live long enough; they are for all purposes of higher civilization, mere children when they die; and our Prime Ministers though rated mature, divide their time between the golf course and the Treasury Bench in Parliament."

"If on opportunist grounds man has fixed the term of his life at three score and 10 years ... he can equally fix it at 300 or 3,000..."

He touches life at many points. Before he was a play-wright he was a dramatic critic, and prior to that, he was famous as "Corno di Bassetto," the liveliest and most well-informed music critic in London.

Still earlier he was a novelist in what he calls the days of his nonage. He knew then what it was to be poor, unrecognized and thwarted. "From 1879 to 1885" writes a contributor to *John o' London's Weekly*, "Shaw earned from his efforts in literature six pounds! His first lodgings were in a somewhat dingy street in North-West London, and his first task was to assist a musical critic. Shaw's notices were so original and diverting that the concert advertisements were withdrawn and the paper died, as Shaw comments, 'partly of me.'

During this barren nine years, Shaw had one article accepted for a short-lived paper edited by R. G. Sims. For that he received 15 shillings. 'Full of hope and gratitude,' he writes. I wrote a really brilliant contribution. That finished me.

He was buoyed up by an unconquerable optimism. The terrible depression that accompanies the trials of the majority of literary aspirants in London never appears to have troubled him. He had both courage and confidence. He could wait.

After three years in London, he wrote his first novel, 'Immaturity,' and, we are told, 'even the rats were unable to finish it.' George Meredith, who was reader for Messrs. Chapman and Hall, criticised it briefly. His comment was 'No'

One of G. B. S's idiosyncrasies in the days when he was a critic was a habit of wearing tweeds or an old velvet jacket when he went to the theatre.

One night he appeared at a theatre in the notorious jacket and was stopped by the attendant at the door.

"What do you object to," asked Shaw, "the violet jacket?"

The attendant nodded.

"Very well" exclaimed Shaw. "I will remove it," and the next moment was striding down the aisle in his shirt sleeves.

"Here! that won't do" shouted the alarmed attendant hurrying after him.

"Won't do!" cried Shaw indignantly "Do you want me to talk off any more?" and putting on his jacket he made off out of the theatre.

(Please turn to page 14)

Hollywood, we were told, has changed abundantly since the past decade. To-day her Censorship is becoming more and more strict. All filthy and sensuous material is at stake. The tide has turned from a considerably nude film production to a persevering educational propaganda. On the 11th February however, my host Floyd took me to some of the Talkie-houses where the latest educational shorts filmed by the U. S. A. Government were running. This Propaganda is, instead of being a purely constitutional one, progressing in collaboration with the producers of the film colony. Amongst the fresh faces interested in the topic, with whom we came across, were Charles Chaplin, Walt Disney and Billy Russel who plays the lead in Hitler's Talkie "Gestapo." Although Billy bears no Hitlerian features in real life, he looks his double after a faint make-up of the Moustache. Vivien Leigh was our another acquaintance who had recently won the annual championship award of the Academy of Motion Picture Arts and Sciences at the end of the last calendar year. These Veterans of the Screen, seem now to have been fed up of full-length features and are passionate after news-reels of educational and industrial importance.

IN THE HOLLYWOOD OPERAS

We attended the following films in the chief Theatres of the film colony on four successive evenings.

The United States of America are probably the biggest educational centre where the visual instruction propaganda is succeeding on a very extensive scale. During the summer of 1938 eighty-eight American Colleges gave instruction to students through the Projector. Mr. Roosevelt who is a practical educationist, has established the class-room Cinema as a major programme of the instructional curriculum. Both the Silent and Sound films of non-inflamable technique in 16 m. m. form dealing with Agriculture, Animal Husbandry, Geography, Astronomy, Human Biology, Plant life, Music, Child Psychology, Archæology and allied subjects have been supplied to feed the Projectors. In this direction, the class-room shorts manufactured by the Eastman Kodak studio and Erpi films Inc. have responded to the call of the American boy. The latest releases by the Eastman Kodak pioneers deal with the treatment of Russia under Stalin, Turkey under Kemal Ataturk and the Historical Foreword to the study of Chemistry. Each teacher is accompanied with the film to be projectod in the class-room. For instance, the Geography lecturer controls the exhibition of Geographical films and the History-teacher superintends the Historical News-films. The latest releases reported by the Erpi studio which is a purely Sound-film Producer, inciudes many popular subjects, some of which are the following. 16 m. m. shorts on the canals of Great Britain, Fisherman's Paradise, Mexican Inhabitants, The wheat-growing Science, all meant for Schools and Colleges exclusively.

The propaganda work done by the Council of Progressive Education Association of the U. S. A. is worthy of emulation. The Propagandists who are collaborating with the studios of Hollywood have brought out the stuff needed by the juvenile class, which is being shown at the Film Conditioning Houses. Films on the situation of captives in crowded jails, invasion of the Hydrophobia germ have solved the adolescent curiosity with the result that demand for such films has outrun their supply. This educational call has led the producers to try the market with a few full-length features on Historical stuff, which products great educative possibilities. The U. S. A. Government which can also be called an independent film Producer has done excellent work during the past few months, as is evidenced by the Films shown in the Operas. The Department of Mines, Agriculture, Industries and the Bureau of Agricultural Security and Emergency Brigade are busy manufacturing films on their Technical topics. The U. S. A Council of Education has organised an Association of Scholastic film libraries with the object of circulation and exchange of films, to place the 16 m. m. shorts on the market on a nominal price. This awakening of the Government has opened a new chapter of research in academical circles and to-day the Public schools of the United States have been achieving the fullest advantage of visual educational measures.

(Please turn to page 16)

MY DAYS IN HOLLYWOOD

BY

FAQIR MOHAMMED, L. C. C. (Lond), Ex D. St. (New Jersey)., F. R. A. S.

After attending the Modern English Poetry Final Public Examination on 28th January last, at the Columbia University, I visited Los Angeles and then decided to take a flight to Hollywood.

My impressions of this glorious film colony of the Globe had all been illuminating before landing. It has become a journalistic fashion to paint play-wrights and their land of glamour in more than commonplace language. But my long-dreamt dream ended in a realistic awakening. Hollywood, which was so very exaggerrated by Bards and Ministrels, and likened to a fairyland, seemed to me nothing above a sentimental, bewitching human habitation,—the rendezvous of men women from various parts of the West and the Orient, in quest of fortune and fame. Perhaps it excels the painted beauties of Versailles in its true-to-life sketch of the latest romance. Almost every street corresponds to the Fifth Avenue of New York, where Society belles are seen promenading, with their golden curls.

I was fortunate in landing there by night, when the city of lights with its long-stretching shades of balconied terraces, sentinelled by trees, seemed spectacular. With its bracing climate, Hollywood reminds the visitor of the fanning breeze of Kashmir and serves the purpose of one of the summer resorts in the world.

I VISIT THE STUDIOS

On 2nd February, I started to see the studios with my Hollywood host, Floyd Van Hook, the son of a big Industrialist and Millionaire of New York. Warner Brothers' was the first studio that surprised us with its enormous equipment of all branches of technique. On peeping into the projection room we studied their latest masterpiece, "Dr. Ehrlich" which is one of the marvels of the medical science.

R. K. O. studio was our next choice. Here the phenomenal rhythm of their box-office-to-be hit "Pinocchio" engaged us throughout the afternoon of 3rd February, as the film was still in its technical treatment, nearing completion.

On entering the M. G. M. the next day, we were shown round by the man in charge of the Visitors' Information Bureau, who explained us the various developments in Sound, Photography and other Technical processes. There latest attempt is 'Edison the man' which was under filming. Spencer Tracy and Clarence Brown were busy with the performance. On an especial request, at length, Spencer was introduced to us in the smoking room. Greta Garbo, with whom an interview was rendered impossible, owing to her lack of time, was busy with her comedy 'Ninotchka', a story of humour treated in the historical background of Russia under Stalin.

Columbia's was the last studio which we visited on the 7th February and were fortunate in being shown a few scenes from their Talkie, 'Mr. Smith goes to Washington' with James Steward in a heart-rending role. It is a story of the prevalence of Jobbery in the U. S. A. Constitution, which is the most opportune drama ever filmed. The Production is expected to cost a lavish sum and the story is highly didactic, for both the national and the international markets, which we in India should by no means miss. James is a man of phenomenal masculine features with accommodating etiquette, with whom we had the pleasure of dining in the Green Room of the studio, on the 8th of February. When at length, our tabletalk developed, James showed a grave curiosity towards India and Her present situation and yearned to play in an oriental atmosphere, once in his life. He knows of only two famous personalities in India,—Mahatma Gandhi and Sabu and enquired more about their real lives.

because
the other.
balance.
to forget
ot a gift,
the time

START making movies of the son and heir at his first birthday — or even earlier. A Cine-"Kodak" costs no more than a good still camera and is just as easy to use. Making movies works out at only five annas a shot (or eight annas if you want *colour*). Admit it, then, you've no longer any reason to deny him *living records* of his early years—to be repeated whenever you or he may wish.

CINE-"KODAKS" EIGHT— *from Rs. 150 only, take movies as easily as snapshots — a complete scene in black-and-white for five annas. Colour, too.*

MAGAZINE CINE-"KODAK" *is the simplest of 16 mm. film cameras — loads in 3 seconds, changes to colour from black-and-white in the middle of a reel. With every refinement to make good shots easier, Rs. 525.*

CINÉ-KODAKS
8 & 16 mm

KODAK LTD. (Incorporated in England)
Bombay · Calcutta · Lahore · Madras

inches 1 2 3 4 5 6 7 8
cm 1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19
Kodak Color Control Patches © Kodak, 2007 TM: Kodak
Blue Cyan Green Yellow Red Magenta White 3/Color Black

AN ACTOR'S IDEAL LIFE.

By

ROBERT MONTGOMERY

Acting is no different from running a rubber boot factory. It is a business and requires constant study, application and a moderate amount of intelligence from the actor if he expects to be successful.

I am interested in every phase of making motion pictures, because the actor is only one cog in the machinery, important, but not the most important, and can do a creditable job on the screen only in relationship to the kind of story, direction and supervision he receives.

I watch screen trends, keep a file of story ideas, note fan mail reactions and have records showing the response to every role I have ever played.

Any actor who stands still is lost. What the public liked in entertainment last year is outdated this year. Unless an actor can vary his characterizations, he may not only lose his interest, but his audience. That is why I think a gamble is a good thing for an actor occassionally. Only by trying something different can an actor and the screen make progress.

No really worth-while picture results from a stroke of genius of inspiration. Invariably, it is the results of much hard work, thought and harmonious team-work.

I believe in keeping my job and my private life apart. I have a business office on Beverly Drive in Beverly Hills, where I conduct my affairs. My "home" is 3000 miles away at my farm near New York, and a clause in my contract permits me to spend fourteen weeks of each year as a farmer.

I enjoy each of my activities, because one is not permitted to intrude on the other. In that way I can maintain a balance. When I am not working, I want to forget Hollywood. Being an actor is not a gift, it is a business, and a good one.

But the actor who is an actor all the time is a pretty dull fellow.

MUZAMMIL

A TALENTED ARTISTE

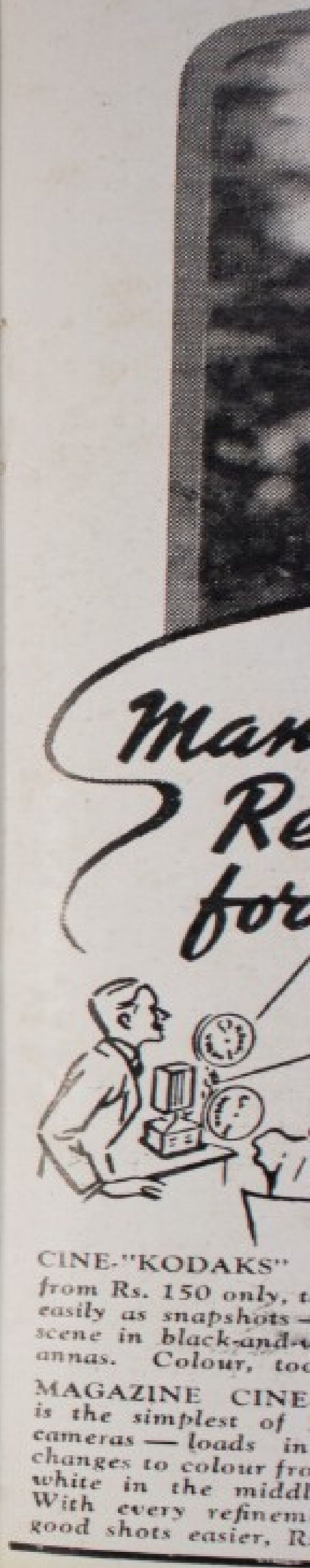

Roman Characters for Hindusthani

By

P. SHIVASHANKAR RAO

The Indian national congress could not have pitched upon a more suitable language for the *lingua franca* of India than Hindusthani, since it is the mother tongue of the majority of the people of India, and also the common language for the two major communities in the country, the Hindu and the Muslim. For all those, who have the good of the lcountry at heart, it is gratifying to note how the Congress Government in Madras have taken up in right earnest the work of disseminating Hindusthani in the Southern Presidency, by the introduction of the language as a compulsary subject in schools. Hindi Pracharak Sabha also has been doing yeoman service in this field by sending out its band of workers who give free tution in Hindusthani. That the adoption of Hindusthani as the national language is rapidly working as a great unifying force in the midst of all our differences is all to the good. But to-day a new problem, which threatens well-nigh to undo the grand work of unification has cropped up namely, the question of script to be used for our national language the Hindu insisting upon the Nagri or Sanscrit script, and the Muslim upon the Arabic script.

As usual much can be said on both the sides. Each community, no doubt, can marshall forth quite a formidable array of sound and cogent arguments in favour of its script. Where is the hope, then, of a mutual understanding, and of the solution of the problem, when either community sticks to its guns? There appear to be only one way out of the difficulty and that is the common adoption by both the communities of the use of Roman characters for Hindusthani. Roman script can span the chasm between the two comunities like a bridge.

While adopting Roman characters for Hindusthani, the idea is not to give up the original scripts altogether. They will remain and be used by either community for their separate needs. The Roman characters can be employed for journals and literature with an all India purpose and significance. Then, too, the one disadvantage of Roman characters in the matter of phonetics can be over-come by the cultivation of the original scripts as a corrective.

The Roman script has besides, the advantage of being already known to the *intelligentia* in India. Hence the facility of spreading it among the educated classes. The adoption of Roman characters will also hope to maintain the wider culture contacts with the West, as all the Western literature and science comes to us through the medium of the Roman characters. The use of the English language, with all that it has meant to us in a hundred and one ways, will be kept up. The intellectual commerce with the Western nations will be further facilitated by making it easy for foreigners to pick up our language. It is difficult to under-estimate the importance of these factors since the rapid march of events is bringing the world more and more closely together bound up in a common destiny.

But this, however, does not mean that there is any sense in making a long list of faults and lapses of Indian pictures, their sins of commission and omission-and present it to the readers in the form of an article. After all it is an undoubted fact that the Cinema, as an art, has made remarkable progress in recent times in India, and The New Theatres is holding aloft the torch of progress. And we cannot for a moment subscribe to the gloomy view held by some critics that Indian films have been steadily falling in quality. These worthy gentlemen appear to forget that we cannot expect the Indian producers to make a film like 'Vidyapati' or 'Devdas'—one an idealistic, and the other a realistic film—every day any more than we can expect Hollywood to send us from overseas a picture like "Good Earth" or "Gone with the Wind" by every consignment. What the average foreign picture scores over the Indian one is mostly in its technical superiority. Sweeping criticism of the kind mentioned above are as meaningless as they are worthless, neither a help to the producer nor a guide to the film fan.

COMING!
NEW THEATRE'S novel attraction
NARTAKI
an exotic tale of a DANCING GIRL —
Her Conquest & Her Defeat!
with LILA DESAI, NAJAM, JAGDISH & WASTI.
Directed by: DEVAKI BOSE

AKKĀS

Film Criticism In India.

Film criticism in India is a difficult and delicate task, and it behoves us to be on our guard not to fall into the excesses of downright condemnation or exaggerated adulation. A growing art like the Indian Cinema, which is yet far from attaining the technical perfection of the pictures from Hollywood is in need of all the intelligent, searching and well-informed criticism we can bring to bear upon it. But our criticism would be worse than useless, if it has no sympathy behind it—the sympathy that patiently seeks to construct, and at the same time it devolves upon us to hold an ever rising standard of cinematic achievement before the eyes of Indian producers so that they might help to make the most popular of our entertainments a source of pure and un-adulterated enjoyment. We cannot afford to condone a picture, which has been badly directed or in which the actors are just learning the A, B. C. of acting; nor can we excuse unskilled photography, and slovenly handling of theme in a film, when we know we can easily get full entertainment value for the money we pay in a foreign theatre. Of course there is our national sentiment to be considered—the appeal of things Indian to Indian minds and hearts. Yet it is possible to make too heavy a demand on this sentiment and to dish out to our audiences third rate cinema fare in the name of nationalism. Here in lies the usefulness of the conscientious film critic, who points out defects in films so that they might be rectified; dwells upon their beauties so that they might be repeated to the delight of the film-fans, his criticism, when adverse, being like the surgeon's knife, only cruel to be kind.

BHARATI

NEW THEATRE'S NEW FIND

COMING SOON!

The Biggest Musical Hit of the Year!

NEW THEATRE'S Ltd.

Present their Newest Production

HAR-JEET

STARRING:-

KANAN DEVI - PAHARI SANYAL

Supported by:-

NAWAB - NEMO - NANDKISHORE - MANJRI - VAID

Pannalal & others

Direction:-

AMAR MULLICK

Music:-

R. C. BORAL

Songs:-

POET ARZU

KIDAR SHARMA

Shortly to be released at:—

YOUR FAVOURITE HOUSES

ALL OVER INDIA

AKKĀS

INDIA'S LEADING URDU FILM JOURNAL

WITH

ENGLISH SUPPLEMENT

Vol. 5—No. 2
1940

Local -/2/- Annas Mofussil -/2/6

Regd. No. C 2356.

عکاس

ماہوار

کلکتہ

VOL. 5 No. 3

BEWITCHING LILA
ENCHANTING
NAJAM THE BRAHMACHA[RI]
IN
N. T'S SPECTACULAR
"NARTAKI"

قیمت فی کاپی کلکتہ سے باہر دس پیسہ

قیمت فی کاپی کلکتہ میں دو آنہ

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ کا ہنگامہ خیز کارنامہ

ایک دلچسپ افسانے کی دلکش تصویر

ڈائرکٹر

دیبوکی بوس

ایک حسین رقاصہ اور نوجوان زاہد
کی دلگداز داستان، جذبات
سے لبریز اور فلمی کمالات
سے معمور و مکمل
تصویر

نرتکی

سلیس اردو زبان

میوزک
پنکج ملک

گانے
حضرت آرزو لکھنوی

مکالمے
اصغر حسین شور

اداکار
لیلا دیسائی
نجم
جگدیش
پنکج
واسطی
شند کشور
کلاوتی
دھر و کمار

بہت جلد
آپ کے شہر میں پیش ہونیوالی ہے
بیچینی سے انتظار کیجئے

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ

LILA DESAI
IN A CHARACTERISTIC POSE
IN N. T'S MUSICAL DEVOTIONAL
NARTAKI

شذرات

فلم کا بیڑا اپنے طوفانی ماحول میں جہاز شکن موجوں کے تھپیڑے کھاتا ہوا کسی نامعلوم ساحل کی طرف جا رہا ہے، جس کے لازمی نتائج بھی ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ کوئی جہاز ساحل سے چلتے ہی غرق ہو جاتا ہے، کوئی درمیان میں پہونچکر ڈوبتا ہے، اور سینکڑوں میں ایک آدھ ساحل مراد پر بھی پہونچ جاتا ہے جسے ساحل تکمیل تو پھر بھی نہیں کہہ سکتے۔ لیکن زریں ضرور کہہ سکتے ہیں، یعنی کوئی نہ کوئی فلم ایسا بھی بن جاتا ہے جو عام پسند ہو کر فلمسازوں کی جیبیں اچھی طرح بھر دیتا ہے۔

اسکا یہ سبب نہیں کہ ہندوستان میں سب نالائق ہی بھرے ہوئے ہیں بلکہ اصلی وجہ نظام کی ابتری ہے۔ ہر کمپنی میں کہیں مالک کمپنی کہیں منیجر، کہیں ڈائرکٹر، مختار کل بنا ہوا جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اپنے اختیارات کے غلط استعمال سے تباہی کا باعث ہو رہا ہے۔ اختیارات کا غلط استعمال کبھی تو اس گھمنڈ میں ہوتا ہے کہ اس اجتماعی کام میں وہ اپنے کو ہر کام کا سب سے بڑا ماہر سمجھتا ہے، پھر ماتحت اپنے کام میں کتنا ہی لائق کیوں نہ ہو کوئی نمونہ اپنی مرضی کے مطابق پیش کرنے سے قاصر ہے، اب اس کے لئے دو ہی راستے ہیں، ایک یہ کہ نوکری سے دست بردار ہو، دوسرے یہ کہ اپنے کام کو دوسرے کی مرضی کے موافق کرے۔ معاش ترک کرے تو کس امید پر جہاں جائیگا وہاں یہی کرنا ہوگا، یہ بہت وسیع بحث ہے، فلمسازی کے ہر شعبہ کی یہی حالت ہے، ہم اس وقت صرف فلم کی زبان کے متعلق کچھ لکھکر اپنے مضمون کو ختم کئے دیتے ہیں۔

فلم جس زبان میں بھی بنائی جائے ڈائرکٹر کے لئے پہلی بات یہ ہے کہ وہ اس زبان کا ماہر ہو، ورنہ ایک اپنا اسسٹنٹ ایسا مقرر کرے، جو زبان کو اچھی طرح جانتا ہو اور اسی کی ذمہ داری پر صحتِ زبان کے معاملے کو چھوڑ دے، مگر ایسا نہیں ہوتا، ڈائرکٹر کی ماتحتی میں کتنا ہی بڑا ماہر کیوں نہ ہو ڈائرکٹر اس کے الفاظ کی گرفت کر کے اپنی مرضی کے موافق بدلوانیکا مجاز ہے، اور ماتحت اس حماقت کو برداشت کرنے پر مجبور ہے، اس دخل بیجا میں جو دلائل پیش ہوتے ہیں، وہ مہمل، تردیدی بیان کے سمجھنے سے بھی افسر صاحب کا دماغ قاصر، اس کا نتیجہ ظاہر ہے، اگر کوئی خوددار شخص ہے تو وہ نوکری ترک کر دیتا ہے اور اس کی جگہ ہاں میں ہاں ملانے والا کوئی نااہل آجاتا ہے اور وہ بے چون وچرا تعمیل حکم کرتا رہتا ہے، اب فرمایئے کہ فلم کی ٹکسالی زبان کیونکر ہو سکتی ہے؟

زبان کے متعلق یہ بحث لفظوں کی تھی اگر لفظیں صحیح بھی ہیں تو ناواقفِ زبان لہجہ پر تو قابو پا ہی نہیں سکتا، زبان میں فی صدی اگر پچاس مفہوم لفظوں سے ادا ہوتے ہیں تو پچاس کو لہجہ پورا کرتا ہے اور بعض الفاظ تو ایسے ہیں کہ ایک ایک لفظ مختلف معانی کا حامل ہے مگر ہر معنی کے اظہار میں لہجہ اور صرف لہجہ کام کرتا ہے، مثلاً "ہاں" اثبات ونفی دونوں کے لئے ہے، اس سے تعجب بھی ظاہر ہوتا ہے اور صرف آواز کی لہریں فرق بتاتی ہیں اب آیئے ان لفظوں کی طرف جو اپنے معنی کے لئے آپ ہی ہیں، یہاں بھی اگر لہجہ درست نہیں ہے تو کلام بے اثر ہو جائیگا، اور مکالمہ میں رٹے ہوئے سبق کی شان ہوگی۔

اس محل پر پڑھے لکھے اداکار ایک چالاکی یہ کرتے ہیں کہ وہ اردو کے مکالموں کو انگریزی لہجہ سے ادا کرتے یہ آدھا تیتر آدھا بٹیر اور بھی مضحکہ خیز ہو جاتا ہے، حاصل کلام یہ کہ جب تک تیلی کا کام تنبولی کرتے رہیں گے یہ خرابیاں دور نہ ہو سکیں گی، بہتر سے بہتر مکالمے بے اثر ہو کر فلم کو نامقبول بنا دیں گے

آخر میں ہم اتنا اور کہہ دینا چاہتے ہیں کہ جس کمپنی میں جس جزو کو ہوشیار ڈائرکٹر نے سمجھ لیا ہے اس میں کوئی خرابی نہیں ہوتی اور معمولی افسانہ بھی چمک جاتا ہے اور جہاں اس کے خلاف ہے وہاں اچھا افسانہ بھی نامقبول ہو جاتا ہے۔ ۱۱۱

ماہوار عکاس

میں

اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

نرخ

ایک سال کیلئے فی اشاعت		ایک سال سے کم کیلئے فی اشاعت	
ایک صفحہ	پچیس روپیہ	ایک صفحہ	تیس روپیہ
آدھا صفحہ	پندرہ روپیہ	آدھا صفحہ	بیس روپیہ
چوتھائی صفحہ	دس روپیہ	چوتھائی صفحہ	پندرہ روپیہ

"منیجر"

نگار خانۂ نیو تھیٹرز

ہار جیت کا ملک کے گوشہ گوشہ میں جس جوش و خروش کیساتھ استقبال کیا گیا یہ اسکے مکمل ترین آرٹ کا نمونہ ہونیکی بین دلیل ہے، ذمہ دار اور مقتدر اخبارات نے اس کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے باریکیوں کے اظہار میں جس سچے تعاون کا ثبوت دیکر اپنے فرائض ادا کئے ہیں وہ لائق تحسین ہیں یہ صحیح ہے کہ اگر اظہار حق میں ذاتی مخاصمت سے کام نہ لیا جائے تو وہ دن دور نہیں کہ عام پبلک میں اچھے برے کی تمیز پیدا ہو جائے۔

ہار جیت کو کارکنان نیو تھیٹرز نے اپنے جس مخصوص انداز میں پیش کیا ہے اسکی تشریح صرف دیکھنے ہی سے ہوسکتی ہے کانن، پہاڑی، نواب اور نمو نے اپنے کردار کامیاب طریقہ پر ادا کئے ہیں، اظہار جذبات میں نیو تھیٹرز کا ہر فرد ماہر ہوتا ہے باقی اداکار بھی اپنے رول میں خوب ہیں، مکالمے عام فہم اور دلچسپ ہیں اور اکثر جگہ نفسیاتی جھلک پائی جاتی ہے، گانے دلپسند اور بہت اچھے ہیں، یہ واقعہ ہے کہ مسٹر بورال نے اپنی جدت طرازیوں کا بہترین نمونہ پیش کر کے موسیقی کے ذریعہ اس تصویر میں جان ڈالدی ہے ڈائرکشن کی اعلیٰ خوبیاں مسٹر ملک کیلئے باعث مبارکباد ہیں۔

ترنگنی نیو تھیٹرز کی دوسری تصویر ہے جو قریب قریب تیار ہو چکی ہے آخر کے چند مناظر کی شوٹنگ تیزی کیساتھ ہو رہی ہے، غالباً دسمبر کے وسط میں اس کی نمائش شمالی اور مغربی ہند میں شروع ہو جائیگی، ہندوستان کے مایہ ناز ڈائرکٹر دیوکی بوس نے اس تصویر کو ہر طرح مکمل اور دلکش بنانے میں اپنی تمامتر قابلیتیں اور تجربات صرف کر دیئے ہیں، اور یہ واقعہ ہے کہ افسانہ کے ٹھیک مطابق اداکاروں کا انتخاب اور اعلیٰ ڈائرکشن اس تصویر کی روح ہے، افسانہ کی بنیاد، زہد و حسن کی کشمکش محبت و لاپروائی کے صبر آزما امتحان، محبوب اور خالق محبوب کے متضاد اور مختلف نازک ترین زاویے پر اس حسن و خوبی کے ساتھ قائم کیگئی ہے کہ بلا شبہہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کی تصویر ابتک نہ کہیں تیار ہوئی نہ ہو رہی ہے اور نہ آئندہ کی امید ہے، ایک طرف ایک حسین دوشیزہ اپنی پرائیوٹ زندگی میں اپنے محبوب ترین شغل "رقص" میں کمال حاصل کر کے جوش اور جذبات کی دنیا میں پہونچنا چاہتی ہے اور دوسری طرف ایک خوبصورت گبھرو نوجوان دنیا اور دنیا والوں سے الگ رہکر اپنی زندگی بظاہر مردہ جذبات کے سپرد کرنا چاہتا ہے کہ اتفاق سے ایک آشرم میں دونوں کی مڈبھیڑ ہو جاتی ہے ہر ایک دوسرے کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتا ہے، اور یہاں سے انکی زندگی کا نیا باب شروع ہوتا ہے جو سراسر جذباتی حوادث اور قدم قدم پر رنگین آزمائشوں سے لبریز ہے، انجام اسکا حسرتناک ہوتا ہے یا مسرت آمیز اس کیلئے ہم بھی بیچین ہیں، اداکاروں میں دنیائے فلم کا حسین ترین جوڑا نجم الحسن اور لیلا دیسائی ہیرو اور ہیروئن کی حیثیت سے ہے، انکے علاوہ جگدیش، واسطی، مادھو شکل، نند کشور، کلاوتی، رجنی رانی اور پنکج ملک وغیرہ نے اپنی جذبات نگاری کے اعلیٰ نمونے پیش کئے ہیں، لیلا دیسائی نے کافی محنت سے ناچ کے مختلف اور خوبصورت پوز پیش کر کے تصویر کو کافی بلندی تک پہونچانیکی کوشش کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ اپنے فن کو پبلک کے سامنے پیش کرنے میں نہایت سخاوت سے کام لیا ہے۔ مکالمے جناب اصغر حسین شور نے نہایت سلیس اور آسان اردو میں لکھکر ان لوگوں کا مغالطہ

دور کردیا ہے جو زبان اردو کو بہت مشکل اور مخصوص سمجھتے ہیں اور ہمیں یہ کہنے میں ذرا بھی باک نہیں کہ شور صاحب موجودہ دور میں ہندوستان کے بہترین اور کہنہ مشق مکالمہ نویس ہیں یہی وجہ ہے کہ مکالمے کے بعض الفاظ عرصہ تک دماغ سے محو نہیں ہوتے، گانے حضرت آرزو لکھنوی کی مسلسل جانفشانیوں کا نچوڑ ہیں، آپ نے اس تصویر کے گانے میں اپنی جدت طرازیوں کے اعلیٰ نمونے پیش کئے ہیں جنہیں سنکر ہر انسان اپنے متعلق کچھ نہ کچھ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے، ان میں بھی وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جو آپ کا طرۂ امتیاز ہیں، میوزک ڈائرکٹر پنکج ملک ہیں جنہوں نے "پیا ملن کو جانا" کے ذریعہ آپ کے دلوں کو بےچین کردیا تھا، اس تصویر میں انہوں نے اپنے کمال فن کو انوکھے طریقہ پر پیش کر کے آپ کیلئے نئی نئی چیزیں مہیا کی ہیں، یہ تصویر بنگلہ زبان میں بھی تیار ہو رہی ہے۔

لگن نیو تھیٹرز کی زیر تکمیل تصویر کا نام ہے جو زیر ہدایت ڈائرکٹر نتین بوس ہر دو زبان اردو اور بنگلہ میں نہایت سرعت کیساتھ تیار ہو رہی ہے اسکا افسانہ درد و محبت سے بھرپور ایسے میاں بیوی کی رومانوی زندگی کی دلدوز رنگینیوں سے معمور ہے جو ابتدا سے انتہا تک ایک خوبصورت مگر نتیجہ خیز مغالطہ میں مبتلا رہتے ہیں، یہاں تک کہ ابتدائی دور انتہائی دور سے ٹکر کھاتا ہے اور طرح طرح کے انکشافات ہوتے ہیں، ایک دوسرے کو پہچان سکتا ہے پہچانتا ہے مگر پھر بھی مغالطہ ہے، اس پے در پے مغالطہ سے ایک زندہ دل شاعر کی پوشیدہ حقیقت کا کیف انگیز انکشاف ہوتا ہے جو بجائے خود ایک مغالطہ ہے، خانہ بربادی کے سامان مہیا ہوتے ہیں اور دو ٹلے ہوئے دل بچھڑنا چاہتے ہیں کہ قدرت اپنی نیرنگیوں کا مظاہرہ کرتی ہے، نتیجہ کیا ہوتا ہے، نہایت صبر کیساتھ ہمیں بھی انتظار کرنا چاہیے، ملک کے ممتاز ترین ڈائرکٹر نتین بوس لگن کی شوٹنگ میں بہت مستعد ہیں، اور اپنی قابلیت کا خاکہ بالکل انوکھے اور دلکش طریقہ پر پیش کر رہے ہیں، لگن کا ہر اداکار اپنے کام سے پوری طرح مطمئن اور اپنی جگہ پر ٹھوس نظر آرہا ہے، اور چہرے سے مسرت کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں اسکی وجہ صرف یہی نہیں ہے کہ لگن کے اداکار نہایت کہنہ مشق اور جذبات نگاری میں ہمثیل ہیں بلکہ قابل ڈائرکٹر کا انتخاب ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کانن، سیگل، نواب، جگدیش، سیتو، ویدیہ، بکرم کپور، مس پیا، مس رحمت، وغیرہ ایک دوسرے کے شریک کار رہکر اپنی متفقہ کوششوں سے اس تصویر کو شاندار بنانے میں ہر طرح کوشاں ہیں۔

مکالمے جناب امجد دہلوی نے نہایت خوبصورت اور سہل الفاظ میں چست کئے ہیں، جناب امجد ہندوستان کے ان مکالمہ نویسوں میں سے ایک ہیں جنکا شمار صف اول میں ہے لیکن برجستگی اور چبھتے ہوئے الفاظ کا ٹھیک موقعہ سے پیش کرنا آپ کی ممتاز خصوصیت ہے جسکا بین ثبوت آپ کو لگن میں ملیگا۔ گانے حضرت آرزو لکھنوی نے بنائے ہیں، ہر گانا ایک نہ ایک جدت کا حامل ہے، گانے میں آپ نے بڑی کاوش کی ہے اور چونکہ اس افسانہ کا تعلق ایک زندہ دل شاعر کی زندگی سے ہے اس لئے اس کا اندازہ کہ حضرت آرزو نے اپنے گانے کے ذریعہ اپنی زندہ دلی کا کتنا ولولہ انگیز ثبوت دیا ہے صرف سننے ہی سے متعلق ہے۔ میوزک ڈائرکٹر آرسی بورال ہیں جن کے جدت آمیز لے اور چھین سے استادان فن اچھی طرح واقف ہیں اس مرتبہ اپنے پوشیدہ جذبات اور کمال فن کو ایک عجیب انداز سے پیش کر رہے ہیں، کام کی رفتار بہت زوروں پر ہے، اندازہ ہے کہ بہت جلد یہ تصویر پایہ تکمیل کو پہونچ جائیگی۔

ڈائرکٹر ہیم چندر بنگلہ زبان میں ایک تصویر تیار کر رہے ہیں جس کا افسانہ دو بھائیوں کی دلگداز داستان اور آپس کی ہمدردی سے مملو ہے، اداکاروں میں پہاڑی سانیال، چندرہ وتی، بھارتی سری لیکھا، سیلن چودھری، اشیت مکرجی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے، کام شب و روز نہایت تیزی سے ہو رہا ہے۔

خمسہ

تخمیس بر غزل اُستاذی حضرت آرزو لکھنوی

از جناب نواب دہلوی

خود بخود پردہ اٹھانا پھر گرانا خود بخود ڈھیٹ بن کر دیکھنا پھر چھپ جانا خود بخود
پھر گیا آنکھوں میں وہ اگلا زمانا خود بخود بیٹھے بیٹھے اس کی باتیں یاد آنا خود بخود
دل ہی دل میں سوچنا پھر مسکرانا خود بخود

حسن کی وہ چیرہ دستی عشق کی یہ بے بسی لہر سی پانی میں جیسے آئی اور پھر مٹ گئی
اِک کھلونا بن گئی ہے ان کے ہاتھوں زندگی شغل بیکاری ہے ان کا میری ہستی نیستی
دل لگی سے نام لکھنا پھر مٹانا خود بخود

جانتا ہوں بے خطا ہے چارہ گر تیرا علاج مانتا ہوں کوئی بیماری نہیں ہے لاعلاج
ہاں مگر دشوار ہے درد محبت کا عِلاج کیا تدارک اس جنوں کا اس مرض کا کیا علاج
دل سے باتیں اور بے خود ہوتے جانا خود بخود

جانتا ہوں کیا تقاضائے محبت ہے مگر آئینہ ان کی طبیعت کا بھی ہے پیش نظر
پست ہمت کیوں نہ ہو مجبوریوں کو دیکھکر ایک شوق دل اِدھر اور لاکھ اندیشے اودھر
سوچکر کچھ خط میں لکھنا پھر مٹانا خود بخود

خوگر رنج والم کی جا نہیں سکتی ہے خو غنچۂ دل کھل کے بھی دینے لگا حسرت کی بو
باخبر نیرنگِ عالم سے بھی ہے نواب تو کیا دکھائے دیکھئے یہ بدشگونی آرزو
ہنستے ہنستے آنکھ میں آنسو بھر آنا خود بخود

لطائف

روزہ دار :- اری کمبخت دُودھ میں اس قدر پانی ملا دیا کہ ہماری چینی کی مٹھاس بھی جاتی رہی۔

گوالن :- یہ میرا خاندانی پیشہ ہے۔ اور میں دھوکہ دے کر پیسہ لینا عیب سمجھتی ہوں۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ بھینس نے آج بہت زیادہ پانی پی لیا ہو۔ اور چونکہ اس وقت کی چینی مٹھاس سے خالی ہوتی ہے اس لئے دُودھ پر الزام رکھنا بڑی زیادتی کی بات ہے۔

ایک شخص لاری سے سفر کر رہا تھا جب لاری منزل کے قریب پہونچی تو بگڑ گئی مسافر کرایہ ادا کئے بغیر جانے لگا اس پر لاری والے نے کہا "کرایہ تو دے دیجئے"

مسافر :- (کھوٹی چوّنی دکھاتے ہوئے) لو یہ کرایہ حاضر ہے۔

لاری والا :- مگر یہ تو کھوٹی چوّنی ہے اس کا تو چلنا بھی ناممکن ہے۔

مسافر :- آپ کی لاری کا چلنا بھی ناممکن اور میری چوّنی کا بھی لہذا معاملہ برابر ہو گیا۔

پرائیوٹ سکریٹری :- جناب ایک آدمی آیا ہے اور وہ آپ کی زندگی کی کامیابی کا راز معلوم کرنا چاہتا ہے۔

سیٹھ :- پہلے تو یہ معلوم کرو کہ وہ کسی اخبار کا نمائندہ ہے یا خفیہ پولیس کا آدمی۔

سچ بتانا پیارے۔ کیا تم نے مجھ سے پہلے بھی محبت کی ہے۔

عاشق :- تو کیا میں تمہیں ناتجربہ کار معلوم ہو رہا ہوں۔

امیر :- (ایک دوست سے) میرے باغ میں تقریباً ہر قسم کے اعلیٰ اور بیش قیمت آم موجود ہیں۔

دوست :- کوئی قسم اگر بے قیمت آم کی موجود ہے تو کھلوائیے۔

امیر :- (مالی سے) آپ کے لئے وہ آم جو کوڑے پر پھینک دیئے گئے ہیں فوراً اُٹھا لاؤ۔

سائنسداں کی بیوی :- علم کیمیا نے سب سے اچھا رنگ کون سا پیدا کیا ہے ؟

شوہر :- تمہارے چہرے کا۔

ایک شخص ہسپتال میں داخل ہوا اس کے جسم پر جابجا زخم دیکھ کر نرس نے پُوچھا :-

"معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا کسی شخص سے جھگڑا ہو گیا ہے اور یہ زخم اس کا نتیجہ ہیں"

زخمی شخص نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

میں نے کسی سے جھگڑا نہیں کیا البتہ گذشتہ ہفتہ شادی ضرور کی ہے

باپ :- "کیوں بے حیا گالیاں سُنتا جاتا ہے اور ہنستا جاتا ہے"

بیٹا :- "ابّا جان! آپ ہی تو کہا کرتے ہیں کہ گنواروں کی گالیاں ہنس کر ٹال دی جاتی ہیں"

"آندھی" مشہور و مقتدر اخبارات کے نزدیک

دین دُنیا دہلی نیو تھیٹرز لمٹیڈ کو جذبات سے لبریز اور موثر افسانوں کے انتخاب میں ایک امتیازی درجہ حاصل ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ افسانوں کے معاملہ میں ہندوستان کی کوئی بھی فلم کمپنی نیو تھیٹرز کا مقابلہ ابتک نہیں کر سکتی۔ آندھی بھی نیو تھیٹرز کا ایک عمدہ افسانہ ہے۔ جس میں سوسائٹی کی کمزوریوں کے مختلف پہلو اس خوبی کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں کہ بعض جگہ تصویر پر حقیقت کا دھوکہ ہونے لگتا ہے۔ اس میں بنی نوع انسان کی زندگی کے نشیب و فراز کو نہایت قابلیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس تصویر میں ہر دلعزیز اداکار:۔ پنکج ملک۔ ملینا۔ کے سی ڈے۔ سری لیکھا۔ منجری۔ نیمو وغیرہ نے اداکاری کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔

سرپنچ لکھنو نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ کے فلم خصوصیت کے ساتھ تعلیمیافتہ طبقہ میں بہت پسند کئے جاتے ہیں کارکنان نیو تھیٹرز کا انتخاب افسانہ بھی بہت خوب ہوتا ہے اسی لئے اس کمپنی کے تیار کئے ہوئے فلم میں انسان اکثر اپنی زندگی کے واقعات تصویر کی صورت میں پردہ سیمین پر جگمگاتا ہوا دیکھتا ہے۔ آندھی کا افسانہ بھی ان ہی میں سے ایک ہے جن میں روزمرہ کے واقعات اور قسمت کی نیرنگیاں انسان سے صبر و سکون چھین لیتی ہیں۔ آندھی میں انسانی جذبات کی صحیح ترجمانی پیش کی گئی ہے محبت اور دوستی کے مسئلہ پر جس فاضلانہ انداز میں بحث کی گئی ہے اس کے لئے نیو تھیٹرز بہت شہرت حاصل کر چکا ہے۔ ڈائرکٹر نے واقعات سے لفظ ایثار کی بہت خوب تشریح کی ہے اور ان پیچیدہ مسائل کو اس خوبصورتی کے ساتھ حل کیا ہے کہ انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ ڈائرکشن عکاسی اور صدابندی بہت اچھی ہے۔ مکالموں کا ترجمہ مسٹر امجد حسین دہلوی نے کیا ہے زبان با محاورہ اور عام فہم ہے سیٹنگ بہت اچھے اور بیرونی مناظر بہت موزوں ہیں بحیثیت مجموعی فلم کامیاب اور بہت اچھا ہے۔ اداکاروں میں پنکج ملک۔ ملینا۔ سری لیکھا منجری۔ نیمو۔ کے سی ڈے۔ وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

پارس لاہور فلم میں پنکج ملک۔ مولینا۔ کے سی ڈے تینوں نے نہایت اچھے گانے گائے ہیں۔ طوفان کا سین نہایت اچھا اور محنت سے لیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ فوٹو گرافی نقائص سے خالی ہے۔ فلم میں تفریح طبع کے لئے کافی سامان ہے۔ مزاح ہے موسیقی ہے رومان ہے۔ ہیرو کا یادداشت کھو کر پرانے واقعات کا دُھندلا سا سلسلہ ملتے دیکھ کر فوراً بیہوش ہو جانا ایک نیا ٹچ ہے۔

اداکار لاہور "آندھی" کی کہانی ازحد دلچسپ۔ ہیجان خیز اور جان دار ہے۔ کپال کنڈلا کے مشہور موسیقار مسٹر پنکج ملک نے اس فلم میں اپنی قابلیت کے غیر معمولی جوہر دکھائے ہیں۔ مولینا نے حسب معمول توقع سے کہیں زیادہ کامیابی و کامرانی سے اپنا کردار ادا کیا ہے۔ مکالمے حضرت امجد دہلوی کے زور قلم کا نتیجہ ہیں اور ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ پاکیزہ اور آسان اردو مکالمہ

لکھنے میں حضرت امجد ہندوستان بھر میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

مصوّر بمبئی از جناب فرحت لودی | آندھی کا افسانہ دراصل دو مخلص ترین دوستوں کے باہمی ربط وضبط کی کہانی ہے۔ جس میں آزمائش اور ایثار کی بہترین مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ زندگی میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ غیر متوقع حالات نے ملے ہوئے دلوں کو جُدا کر دیا اور اس طرح وصل میں ہجر کی تلخی پیدا ہو گئی۔ اس تصویر میں دکھایا گیا ہے کہ کس طرح ایک "آندھی" نے تین زندگیوں کا نظام درہم برہم کر دیا۔ شوق و مسرت کی ساری کامرانیاں کیسے یاس و حرماں میں بدل گئیں "آندھی" نے کیونکر جگمگاتی دُنیا کو ظلمات بنا دیا۔ لیکن جس طرح بادل میں چھپے ہوئے چاند پر ہمیشہ پردہ نہیں پڑا رہتا اسی طرح غم و رنج کی گھٹائیں آخر کار چھٹ گئیں اور حقیقی جذبات کا چاند مُسکراتا ہوا نکل آیا۔ بکھرا ہوا شیرازہ سمٹ گیا اور بچھڑے ہوئے دل مِل گئے۔

آندھی فلم دیکھنے والوں کے لئے ایک پیغام ہے کہ وہ زندگی کی مصیبتوں سے دل شکستہ نہ ہوں بلکہ ان کا مقابلہ کریں کیونکہ خزاں کے بعد بہار کا آنا لازمی ہے۔

سروش بمبئی | یہ ایسوسی ایٹڈ پروڈکشن کی اپنی خوبیوں کے لحاظ سے ایک کامیاب پروڈکشن ہے۔ روح نواز نغموں، ہوشربا اداکاریوں اور عام فہم مکالموں نے تماشائیوں کے دماغ میں جذبات کا طوفان برپا کر دیا ہے۔ پنکج ملک کے دلنواز گانے ملینا کی جذباتی ایکٹنگ قابلِ داد ہیں فلم میں ڈائرکٹر ڈی آر داس نے ٹیکنک کے کمالات پیش کر کے اپنی قابلیت کا بہترین ثبوت دیا ہے نیز سری لیکھا۔ کے سی ڈے۔ منجری۔ نیمو کے کام خوب ہیں۔

نگارستان دہلی | کہانی کا نام رکھنے والوں نے تو حیرت انگیز لیاقت کا ثبوت دیا ہے۔ حقیقتاً "آندھی" کا واقعہ ہی کہانی کا بنیادی نقطہ ہے جہاں سے تمام رفتار بدل جاتی ہے۔ آندھی ایک غم نصیب لڑکی کی کہانی ہے جو المیہ بھی ہے اور طربیہ بھی۔ طربیہ تو اسلئے کہ سلینا کو اس کا محبوب مِل گیا اور المیہ اس لئے کہ درمیانی محبت ناکامیاب ہوئی۔ گو یہ ٹھیک ہے کہ کہانی کو فنی حیثیت سے المیہ یا طربیہ کی کسی خاص صنف ہی میں لے آیا جائے گا لیکن عام حیثیت سے دونوں حیثیتوں کا ہونا یہ ایک جدّت ضرور ہے۔ کہانی میں موسیقی بہت نفیس ہے۔ زبان من حیث المجموع شستہ لطیف اور پاکیزہ ہے۔ دلچسپ فقرے حسین کنائے مزے دے رہے ہیں۔

برق بمبئی | اس فلم میں زندگی اور انقلابِ زندگی کو جس خوبی سے افسانہ نگار نے پیش کیا ہے اس کی تعریف سے زبان عاجز و قاصر ہے اوّل سے آخر تک جو منظر ہے وہ قابلِ دید اور مؤثر۔ ڈائرکشن، فوٹوگرافی، ریکارڈنگ اعلیٰ پیمانہ کی ہے۔ اس پر کمپنی نے شہرۂ آفاق و مایۂ ناز اداکاروں کی مکالمہ آرائی اداکاری اور وہ بھی جذبات کے سمندروں میں ڈوبی ہوئی کیا قیامت سے کچھ کم کہی جا سکتی ہے؟ موسیقی کے سی ڈے جیسے ماہرِ فن موسیقار کی زندگانی میں پایۂ تکمیل کو پہونچی ہوئی تان سین کی روح کو دعوتِ کیف دیتی ہے۔ المختصر جس نے بھی اس شاہکار کو دیکھا ہے وہ بار بار دیکھنے کا آرزو مند نظر آتا ہے۔ ہم مالکانِ نیو تھیٹرز کے ساتھ اس فلم کے ڈائرکٹر اور ہر اداکار کو فرداً فرداً اس کی کامیابی پر تہِ دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔

چترالاہور فلم شروع سے آخر تک نہ صرف نہایت دلچسپ ہے بلکہ اس میں تمام واقعات نہایت شاندار طریق پر پیش کئے گئے ہیں۔ ملینا پرانی اور تجربہ کار فلم اسٹار ہے اور ابتک اس کی کئی فلمیں بن چکی ہیں مگر آندھی اس کی بہترین فلم ہے۔ اور اس میں اس کو اپنی اداکاری کے بہترین نمونے پیش کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ پنکج ملک کا شمار ملک کے اہم موسیقاروں میں ہے۔ وہ اس فلم میں پہلی بار ہیرو کا پارٹ ادا کر رہا ہے اور حق تو یہ ہے کہ خوب کامیاب رہا ہے۔ اس کی اداکاری اس کے نغموں کی طرح ہی عوام کی توجہ اپنی طرف مبذول کرتی ہے۔ کے سی ڈے اس فلم میں بڑی مدت کے بعد اپنے آپ کو اصلی رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ غرضیکہ فلم خوب ہے اور خوب پسند کی جاوے گی۔

KANAN DEVI
&
BIREN BAUL
IN
THE BALCONY SCENE
IN
N. T'S HAR-JEET.

سالِ رواں کی بہترین تصویر

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا جدید کارنامہ

ہجر و وصال کا دلکش تصادم

اجتماعی اور انفرادی طاقت کا دلچسپ مقابلہ

یہ ایک اصلاحی تصویر ہے جس میں اتفاق و نفاق
وصال و ہجر، نفرت و محبت کے نتائج
بالکل نئے انداز میں پیش کئے گئے
ہیں۔ افسانہ اچھوتا، ڈائرکشن
اداکاری، مصوری،
کمالِ فن
آئینہ دار
ہیں

اداکار
کانن، پہاڑی
نواب، نیمو،
نند کشور،
پنا لال،
منجری،
ویدہ،
وغیرہ

میوزک
آر سی بورال

ڈائرکٹر
امر ملک

مکالمے
صفدر حسین شوق

گانے
حضرت آرزو

ہار جیت

عام فہم اردو زبان

اپنے ہر دلعزیز سینما ہاؤس میں دیکھئے

فلمی دنیا

اعلیٰ بولتی تصاویر عوام کی بیداری ترقی اور تعلیم کا بہترین ذریعہ ہیں

"ہار جیت"

نیو تھیٹرز کی ایک جذبات سے لبریز تصویر

دین دنیا کے فلمی مبصر کے قلم سے

انسان اصول بناتا ہے۔ انسان اپنے لئے ایک معیار زندگی قائم کرتا ہے لیکن حالات اور واقعات اس کے معیار زندگی اور اصولوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتے ہیں یہ ہے ہار جیت کے افسانہ کی روح جس میں ایک خوبصورت ایکٹرس کملا اور کامیاب ایکٹر نریندر کی کہانی کے پس پشت انسانی جذبات کی مختلف تصویریں پیش کی گئی ہیں۔

ہار جیت کا افسانہ نہایت مؤثر اور نہایت ہی دلگداز ہے لیکن اس کے ابتدائی اور آخری حصّہ نے تصویر کی روانی اور خوبیوں کو کسی حد تک دبا دیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر ابتدائی حصّہ میں تھیٹریکل کمپنیوں کی کشاکش میں اختصار سے کام لیتے ہوئے اصل کہانی کو جلد سے جلد شروع کیا جاتا اور آخری حصّہ کو تشنہ چھوڑنے کی بجائے کسی نتیجہ پر لے جا کر ختم کیا جاتا۔ تو یہ تصویر نیو تھیٹرس کی بہترین تصویر ہوتی۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر ہار جیت کی ابتدا اور انتہا کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ نیو تھیٹرس کی نہایت بلند پایہ نہایت کامیاب اور نہایت ہی دلگداز تصویر ہے۔

جس افسانہ پر اس دلکش تصویر کو تیار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ روبی تھیٹر کی ایکٹرس کملا کے کام نے نہ صرف پبلک کو از خود رفتہ کر رکھا ہے بلکہ بینا تھیٹر کا مشہور ایکٹر نریندر بھی کملا کی وجہ سے روبی تھیٹر میں چلا آیا ہے۔ دونوں میں محبت بڑھ جاتی ہے دونوں شادی کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ جب نریندر اس فیصلہ سے کمپنی کے مالک اور کملا کے سرپرست مہیش بابو کو مطلع کرتا ہے۔ تو وہ بھی اس خیال کو پسند کرتے ہیں۔ لیکن نریندر یہ چاہتا ہے کہ شادی کے بعد وہ اور کملا ایکٹری کا پیشہ چھوڑ دیں مہیش بابو جس کی تمام زندگی کا دارومدار اسی تھیٹر پر تھا۔ ان کی علیحدگی کو گوارہ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ وہ کملا کو بدستور ایکٹرس کے فرائض انجام دینے کے لئے آمادہ کر لیتے ہیں جس پر نریندر کملا سے ناراض ہو کر اور تھیٹر چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ کملا نریندر کی جدائی کی وجہ سے

بیمار ہو جاتی ہے۔ روبی تھیٹر برباد ہو جاتا ہے۔ نریندر ایک مرتبہ پھر واپس آتا ہے۔ اور اپنی کملا کے ساتھ پھر زندگی گذارنے پر آمادہ ہو جاتا ہے یہ ہے اس افسانہ کا لب لباب۔

ابتدائی تھیٹریکل حصّوں کو چھوڑنے کے بعد جہاں سے اصل افسانہ شروع ہوتا ہے کہانی بیحد دلگداز ہے۔ افسانہ کے علاوہ مکالمہ بے حد قابل تعریف ہے۔ مکالمہ کا ایک ایک جملہ چچا تلا ہے اور جذبات سے لبریز ہے۔

نیو تھیٹرس کی دوسری تصاویر کی طرح حسب معمول اس تصویر کا ڈائرکشن بھی نہایت ہی عمدہ ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ اس تصویر کے مختلف حصّوں پر روشنی ڈالیں تاکہ اس تصویر کی خصوصیات کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

بنیا تھیٹر کے مالک کا ایک عیارانہ خط نریندر کے نام سے کملا کو لکھا جاتا ہے۔ اور اس خط کے ذریعہ کملا کو ورغلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ معمولی سا خط کملا اور نریندر کی زندگیوں میں ایک نئے باب کا اضافہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ حصّہ خاص دلکش ہے۔

طوفان کی وجہ سے نریندر اور کملا کا دیہات میں رُک جانا ایک کسان کے گھر میں میاں بیوی بن کر پناہ لینا۔ اور اس عالم تنہائی میں دونوں کے جذبات کا تلاطم بڑی خوبی کے ساتھ دکھلایا گیا ہے۔

جب نریندر اور کملا طوفان کے بعد گاؤں سے چلتے ہیں تو اس موقع پر دیہاتیوں کی زندگی کے مختلف پہلو بڑی خوبی کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔

جب مہیش بابو کو معلوم ہوتا ہے کہ نریندر اور کملا دونوں انکی تھیٹریکل کمپنی کو چھوڑ رہے ہیں تو مہیش بابو کی تشویش۔ مہیش بابو کا کملا کو تھیٹر میں رہنے کے لئے آمادہ کر لینا۔ یہ پورا ٹکڑا فطری جذبات سے پُر ہے۔

اس کے بعد دکھایا گیا ہے کہ کملا مہیش بابو کی وجہ سے تھیٹر میں رہنا چاہتی ہے۔ مگر نریندر اُسے تھیٹر چھوڑنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس موقع پر کملا کے جذبات کی کشاکش اور نریندر کی مضطربانہ کوشش بڑی ہی خوبی کے ساتھ دکھائی گئی ہے۔

نریندر کا تھیٹر سے جانا۔ دیہات میں بے چینی کی زندگی گذارنا ادھر کملا کا اسٹیج پر کام کرتے کرتے بے ہوش ہو جانا۔ کملا کا بیمار پڑ جانا ڈائرکٹر نے دونوں کی ناکام اور بے چین زندگیوں کے مختلف پہلو بڑی ہوشیاری کے ساتھ دکھائے ہیں۔

نریندر کا دوبارہ تھیٹریکل لائن کی طرف آنا لیکن یہ سُن کر کہ کملا کا تھیٹر نیلام ہو رہا ہے۔ کملا کے تھیٹر میں پہنچنا۔ دو بچھڑے ہوئے دلوں کا ملاپ نہایت مؤثر ٹکڑے ہیں۔

غرضکہ اس قسم کے بہت سے دلکش اور دلگداز حصّے اس فلم میں موجود ہیں۔

تصویر کی مندرجہ بالا خوبیوں پر نظر ڈالنے کے بعد یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس تصویر کی خامیوں پر بھی غور کریں اس تصویر کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اصل کہانی سے قبل تھیٹریکل رقابت کے ٹکڑوں نے اصل کہانی کو جو ایک اچھی ہے دبا کر رکھ دیا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ دکھانا کہ کملا تھیٹریکل لائن میں آنے کے لئے مہیش بابو کو مجبور کرتی ہے بے ضرورت ہے۔ دو کمپنیوں کے مالکوں کی رقابت کے نظاروں کی بھی کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ صرف اتنا دکھا دینا کافی تھا کہ نریندر اپنے مالک کی خط لکھنے کی حماقت سے ناراض ہو کر کملا کے تھیٹر میں آ جاتا ہے اور اس کے بعد فوراً ہی اصلی کہانی شروع کر دی جاتی۔

اسی طرح آخری حصّہ تشنہ ہے۔ نریندر کو آخر میں ریوبی تھیٹر میں پہنچانے کے ساتھ۔ پھر ایک بار یہ بھی دکھانا تھا کہ انکی جس

محبت نے تھیٹر کو تباہ کیا ہے۔ اسی محبت نے تھیٹر کو دوبارہ کس طرح اُبھار دیا۔ اور اگر ہیرو اور ہیروئن کو تھیٹریکل لائن سے علیحدہ کرنا تھا۔ تو پھر یہ دکھایا جاتا کہ نریندر تھیٹر میں پہنچنے کے بعد۔ کملا اور مہیش بابو کو ساتھ لے کر اپنے دیہاتی مکان میں چلا جاتا ہے۔ اور وہاں یہ سب سکون اور اطمینان کی زندگی گذارتے ہیں۔ غرضکہ کسی نہ کسی نتیجہ پر کہانی کو ختم کرنے کی ضرورت تھی۔ ہمارا خیال ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ اگر اس تصویر کے ابتدائی اور آخری حصوں میں ذرا سی تبدیلی پیدا کر دی جاتی تو یہ تصویر قیامت برپا کر دیتی۔

موسیقی اور اداکاری کے لحاظ سے تصویر لاجواب ہے کانن کا صرف ایک گانا "مست ہوائیں پریم نگر میں" اس قدر پُرکیف ہے۔ کہ یہ گانا ہی اس تصویر کے دیکھنے والوں کو مطمئن کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح کانن کے دوسرے گانے بھی لاجواب ہیں۔

کانن جس نے کملا کا کام کیا ہے۔ اس کی اداکاری اس قدر بلند ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم تصویر نہیں دیکھ رہے بلکہ حقیقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

پہاڑی نے نریندر کا کام بہت خوب کیا ہے نیو تھیٹرکل کمپنی کے عیار مالک بلدیو کا کام اس قدر عمدہ کیا ہے کہ اس کو اداکاری کا بہترین نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ نیمو کا کام اس قدر جچا تلا ہے کہ ایکٹنگ میں کسی جگہ افراط اور تفریط نہیں پائی جاتی۔ نواب کا کام بھی بے حد قابل تعریف ہے غرضکہ اداکاروں نے بڑی خوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے ہیں۔

بار جیت بحیثیت مجموعی ایک اچھی تصویر ہے اور اس قابل ہے کہ آرٹ سے دلچسپی رکھنے والا طبقہ اس کی زیادہ سے زیادہ سرپرستی کرے۔

"دین دُنیا دہلی۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۰ء"

NAWAB & SAIGAL in N. T's. LAGAN.

ہمیشہ ہاتھی مارکہ تصویریں دیکھئے
THE NEW·THEATRES LIMITED
نیو تھیٹرز کے نہ بھولنے والے شاہکار
جب
موقعہ ملے نیو تھیٹرز کے تیار کردہ فلم دیکھکر مسرور ہوجیے
نتیجہ خیز افسانے، پاکیزہ مکالمے، صاف اور واضح صدا بندی، بلند معیار عکاسی یہ تمام خصوصیات آپکو صرف ہاتھی مارکہ فلموں میں ملینگی
چنڈی داس
دیوداس
دھوپ چھاؤں
یہودی کی لڑکی
کاروان حیات
پورن بھگت
پجارن
مایا
منزل
اناتھ آشرم
بھاگن
پریزیڈنٹ
دوراہی
مکتی
دھرتی ماتا
کروڑپتی
ادھیکار
بڑی دیدی
دشمن
اسٹریٹ سنگر
سپیرا
کپال کنڈلا
جوانی کی ریت
زندگی

ترتیبِ فلم

از جناب ماشاء اللہ صاحب بریلوی

"ایڈیٹنگ" (ترتیب) فلمسازی کی بنیادی جڑ ہے جس پر فلم کی کامیابی کا کافی حد تک دارومدار ہے۔ خیال فرمائیے کہ جسم میں دل کو کیا مرتبہ حاصل ہے اور کس قدر اہمیت اس کے حصہ میں آئی ہے۔ بالکل یہی حال فلم ایڈیٹنگ کا بھی ہے جو فلمسازی کا ایک جزو ہے۔ اس پر فلم کے افسانہ کی زندگی کا انحصار ہے۔ مصنّف اپنے ادبی شاہکاروں میں جذبات اور کریکٹر (کردار) پیدا کرتا ہے۔ سنگتراش پتھر اور مٹی کے انبار سے بہترین مجسموں کو صفحۂ ہستی پر نمودار کرتا ہے بالکل اسی طرح فلم ایڈیٹر ہزاروں فٹ سیلولائڈ (فلم) میں بکھرے ہوئے واقعات کو ایسے ماہرانہ طور پر کانٹ چھانٹ کر ترتیب دیتا ہے کہ عکاسی کی ہوئی حرکات میں کردار اور جذبات و احساسات کی تخلیق کر کے فلم میں جان ڈال دیتا ہے اور زندگی کی سچّی تصویر ہمارے سامنے پیش کر دیتا ہے۔

ایک تجربہ کار ایڈیٹر کے تحت ایڈیٹنگ کا فن ایک خاص اہمیت اختیار کر لیتا ہے وہ بعض آرٹسٹوں اور صنّاعوں کو انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیتا ہے اور دوسروں کو تنزّل کے گہرے اور مہیب غار میں دھکیل دیتا ہے۔ تنزّل کئے ہوئے سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہیں۔ ہزاروں سرد آہیں کھینچ ڈالتے ہیں۔ غم، غصہ اور انتہائی نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ہزاروں جلی کٹی باتیں ایڈیٹر کے گوش تک پہنچتی ہیں آرٹسٹ اپنی دردناک صدا بلند کرتا ہے۔ "میں برباد ہو گیا! میرا بہترین کام جس کو میں نے خون پسینہ ایک کر کے مکمل کیا تھا کاٹ ڈالا گیا!" کیمرہ مین کہتا ہے۔ "بیوقوفی کی حد ہو گئی! وہ سیٹ جس پر میں نے لائٹ جمانے میں چھ گھنٹے کا وقت صرف کیا غائب ہے۔ یہ ظلم ہے۔ انتہائی ظلم!"

مکالمہ نویس دردناک لہجے میں کہتا ہے "افسوس! میں اپنی کوشش کا ثمرہ نہ پاسکا میری کاوشوں کی داد نہ دی گئی۔ انتہائی دماغی قوت صرف کر کے جو بہترین مکالمے تحریر کئے تھے ان کا فلم میں کہیں وجود بھی نہیں ہے" افسانہ نگار صدائے احتجاج بلند کرتا ہے "میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ کہانی نہیں ہے جو میں نے تصنیف کی تھی! میرا وہ ادبی شاہکار دنیائے ادب کا انمول ہیرا کدھر گیا؟ میں برباد ہو گیا!" دوسری سمت سے سیٹنگ ماسٹر غصہ میں بھرا ہوا آتا ہے "مجھے اُس سیٹ کے تیار کرنے میں کس قدر محنت اور جانفشانی سے کام کرنا پڑا تھا۔ وہ سیٹ ایڈیٹر کی بے رحم مقراض کے سپرد کر دیا گیا۔ یہ بے انصافی میری قوتِ برداشت سے باہر ہے۔ ایسا کرنا بیہودگی اور کمینہ پن ہے۔" صرف فلم ایڈیٹر افسردہ طریقے سے سر کو جنبش دیتا ہے اور فلسفیانہ لہجے میں گویا ہوتا ہے "یہ سب کچھ کرنا ضروری تھا بیحد ضروری! دوستو! دوسرا کوئی علاج ہی نہ تھا۔ میں ایسا کرنے پر مجبور تھا۔ ایسا واقع ہونا ضروری تھا۔ بیحد ضروری"

ایک فلم جس میں ہزاروں فٹ گوناگوں واقعات کی سلولائڈ پر تصویر کشی کی گئی ہو کو ایڈٹ کرنا ایک بہترین نظم یا ادبی شاہکار کے

تصنیف کرنے یا سنگتراش کا مجسمہ کو آرٹ میں ڈھالنے کے مانند ہے فلم ایڈیٹر سینکڑوں اور ہزاروں فٹ عکاسی کئے ہوئے بے ترتیب واقعات اور حرکات ترتیب دے کر مکمل صورت میں پیش کرتا ہے جس سے مصنف کا افسانہ اور مقصد ٹھیک طور سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ غلط اور بے قاعدہ ایڈیٹنگ سے فلم کا تسلسل بگڑ جاتا ہے اور کہانی کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

کہانی کی قسم۔ مقصد۔ اس کو فلمانے کا ڈھنگ اور رفتار کے مطابق ایڈیٹنگ کا فن تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ امریکہ میں فلم ایڈیٹنگ نے ایک اہم آرٹ کی شکل اختیار کر لی ہے جس میں تجربہ کار مرد (بعض اوقات خواتین) کام کرتے ہیں۔ فلم ایڈیٹر ایڈیٹنگ میں سالہا سال کے تجربہ کے باعث ڈرامہ کی خوبی۔ فلم کی ٹکنیک اور باریکیاں۔ تسلسل رفتار سے بخوبی واقف ہو جاتے ہیں اور اپنے فرائض بہت عمدگی سے انجام دیتے ہیں طویل ذاتی تجربہ ایڈیٹروں کی فلمی صلاحیت کو ترقی دیتا ہے اور فلمسازی کے متعلق مکمل معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔

امریکہ میں بعض ڈائرکٹروں کے مرتبہ پر پہنچنے سے قبل فلم ایڈیٹر رہ چکے ہیں کیونکہ فلم ایڈیٹنگ کے دوران میں سخت محنت و مشقت اور ٹھوس ذاتی تجربہ نے اُن کو فلمی ترتیب۔ توازن تسلسل رفتار اور پبلک کے فلمی رجحان سے پوری طرح واقف کر دیا ہے۔

فلم ایڈیٹر عام پبلک کی اس قدر توجہ کا مرکز نہیں ہوتا ہے جس قدر صنعت فلمسازی کے دوسرے ماہرانِ فن ہوتے ہیں۔ پبلک کو صرف اداکاروں میں چمک نظر آتی ہے۔ عوام کو یہ معلوم بھی نہیں کہ کون شخص فلم ایڈیٹر کے نام سے پکارا جاتا ہے اور جس کا فلم کی کامیابی میں گہرا ہاتھ ہوتا ہے لیکن اُن اصحاب کا جو صنعتِ فلمسازی کی رگ رگ سے واقف ہیں پختہ خیال ہے کہ فلم ایڈیٹر ایک زبردست شخصیت رکھتا ہے جو "خاموش ڈائرکٹر" کے نام سے یاد کی جاتی ہے کیونکہ بہت سی کمزوریاں ایڈیٹر ہی کی کاوشوں کی وجہ سے کامیابی کا منہ دیکھتی ہیں ایک لائق اور قابل ایڈیٹر فلموں کی تازگی اور اسپرٹ میں اضافہ کرتا ہے۔ وہ سینریو (فلم نامہ) میں درج کئے ہوئے اور ڈائرکٹر کے قلمبند کئے ہوئے بعض واقعات کو رد کر کے اپنی رائے کے مطابق تازہ اور دلچسپ موقع و محل پیدا کر سکتا ہے۔

امریکہ میں کسی تصویر کی تیاری کے دوران میں ڈائرکٹر اور فلم ایڈیٹر ایک جان دو قالب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ ڈائرکٹر کے خیالات کی آخری اور مکمل ترجمانی کرنا فلم ایڈیٹر کا کام ہے۔ اب یہ صاف ظاہر ہے کہ فلم ایڈیٹر مختلف فلموں کو ایڈٹ کرنے اور ہر قسم کے ڈائرکٹر کے خیالات اور زاویہ ہائے نگاہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کی وجہ سے اس قدر ایکسپرٹ (ماہر) ہو جاتا ہے کہ جب موقعہ ہاتھ آتا ہے تو وہ نہایت خوبی سے ڈائرکشن کے فرائض انجام دے سکتا ہے۔

ایڈیٹنگ کا فن ذاتی تجربہ کے بغیر نہیں سیکھا جا سکتا——

یہ صرف ایڈیٹنگ رُوم کی خاصیت ہے کہ وہاں پر فلمی صلاحیت پیدا ہوتی ہے جو مستقبل میں رنگ لاتی ہے۔

ایک ڈائرکٹر کو فلم ایڈیٹر کے دماغ کی سخت ضرورت ہے کیونکہ وہ ڈائرکٹر کو مختلف شاٹ، مکالموں، کرداروں کی حرکات اور گوناگوں موقع و محل کو ترتیب دے کر مکمل اور متحد صورت میں پیش کرنے میں انتہائی مدد پہنچاتا ہے۔

فلم ایڈیٹنگ بے ترتیب اور بکھرے ہوئے سامان کو ایک خوشگوار شکل میں پیش کرنے کا فن ہے حالانکہ ڈائرکٹر اور فلم ایڈیٹر اپنے بنائے ہوئے ذاتی طریقوں کو استعمال میں لاتے ہیں لیکن ہر چیز کا واقع ہونا فلم ایڈیٹر کے وسیع منتظم اور منظم طریقے پر مبنی ہے۔

ہمارے فلمی نقّاد

از جناب اے۔آر۔طارق۔صاحب بی۔اے لاہور

آج ہندوستانی فلموں کے متعلق تنقید و تبصرہ کی پالیسی اس قدر غلط اور گمراہ کن ہے کہ اس سے نہ صرف فلم بیں حضرات اپنا ذہن و شعور برباد کر بیٹھتے ہیں بلکہ خود فلمساز کمپنیوں کو بھی انتہائی محنت و کاوش کے باوجود اکثر حالتوں میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے' ایک ہی پروڈیوسر' ایک ہی ڈائرکٹر' ایک ہی فلم اور ایک ہی کاسٹ کے متعلق ہندوستان کے صرف ایک ہی شہر میں اس قدر اختلاف آرا ہوتا ہے کہ انسان یہ طرح طرح کی چہ میگوئیاں سنکر انگشت بدنداں رہجاتا ہے کہ الٰہی! یہ تمام گوناگوں تاثرات اسی دنیا سے وارد ہورہے ہیں جس میں ہم رہتے ہیں یا اس میں سات طبقات ارضی کی دیگر مخلوق بھی حصہ لے رہی ہے' فرض کیجئے ایک فلم بمبئی ٹاکیز کا ہے اور اس پر مختلف فلمی اخبار و رسالوں اور دیگر "آزاد" اور "مختار" نقادوں نے اپنے اپنے نتائج فکر کا اظہار کیا ہے' مفروضی طور پر وہ اظہار یقیناً کچھ اس انداز پر ہوگا:

۱۔ کل ہم نے ــــــ کا پریس شو دیکھا' جوں جوں ہم یہ فلم دیکھتے گئے' ہمیں ہندوستانی فلم انڈسٹری کی معجزنما ترقی کا اعتراف کرنا پڑا' کہانی لاجواب' پلاٹ نادر' ڈائرکشن بے نظیر اور ایکٹنگ بالکل نیچرل ہے'

NAJAM & LILA DESAI
IN
N. T'S FORTHCOMING SPECTACULAR
"NARTAKI"

صدابندی ہر طرح مکمل، اور عکاسی حسین وجمیل ہے، اس معیار کی تصویر ہندوستان میں شاید آج تک پروڈیوس نہیں کی گئی، اشوک کمار اور لیلا چٹنس کا اجتماع گویا رومن نوارو اور گارٹیا ینگ کے اجتماع سے کسی طرح کم نہیں، لاہور کی پبلک اس پکچر کا جوق درجوق استقبال کر رہی ہے، ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہمیں یقین ہے کہ یہ تصویر آمدنی کے لحاظ سے تمام گذشتہ ریکارڈ توڑ دیگی!

۲- ہم نے بمبئی ٹاکیز کی جدید ترین تصویر ——— کو بڑے شوق سے دیکھا، اور واقعی جیسی تعریف سنتے تھے اس سے بڑھکر پایا، کہانی بہت دلچسپ اور پلاٹ اچھوتا ہے، آرٹ اور ٹکنک کے لحاظ سے اس فلم کو ہندوستانی فلموں کی صف اول میں شمار کیا جا سکتا ہے، ایسی غیر ناقص اور دل خوش کن کامیڈی آج تک تیار نہیں ہوئی

۳- ہم نے بمبئی ٹاکیز کی تازہ تصویر دیکھی، اگر لیلا چٹنس بعض جگہ ایکٹنگ میں بناوٹ سے کام نہ لیتی، اور جذبات کے اظہار میں قدرے اعتدال سے کام لیا جاتا تو یہ فلم یقیناً لاجواب ہوتا، علاوہ ازیں اشوک کمار کی ایکٹنگ میں بھی ایک طرح کی مغلوبیت اور ندامت پائی جاتی ہے، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہیروئن پر "چھا" نہیں سکا، صدابندی اچھی ہے، عکاسی خوب ہے، لیکن فنی حیثیت سے اسٹوری کے بعض حصے تشنہ دکھائی دیتے ہیں، خیر مجموعی طور پر یہ ایک شاندار فلم ہے اور ہمیں یقین ہے کہ آمدنی کے لحاظ سے یہ بہت کامیاب ثابت ہوگا

۴- یہ فلم ہماری رائے میں بہت شگفتہ اور کامیاب فلم ہے بمبئی ٹاکیز کے کارپرداز اس کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں، عکاسی بعض جگہ مدھم پڑگئی ہے، ڈائرکشن میں بھی کہیں کہیں نامعلوم سی خامی ہے، جو خوبیوں کو دیکھتے ہوئے عفو کے قابل ہے، ہمیں یقین ہے کہ ملک کے مختلف حصوں میں یہ تصویر کافی رش لیگی

۵- بمبئی ٹاکیز کی اس پکچر میں یوں تو بہت سے محاسن ہیں، لیکن نفس قصہ بہت پامال اور عامیانہ ہے، بجز ایک دو گانوں کے موسیقی

LILA DESAI
WITH HER MAIDS
IN
"NARTAKI"

۶۔ یہ فلم آرٹ اور ٹیکنک کے لحاظ سے بہت بلند ہے، ایسی دلربا موسیقی بمبئی ٹاکیز کی سابقہ تصویروں میں غالباً کہیں بھی نہیں پائی جاتی، لیلا چٹنس کے کام سے جذبات کی صداقت اور انداز کی معصومیت جگہ بجگہ تراوش ہوتی ہے، گانوں میں بعض جگہ "تعمیری" شان پیدا ہو گئی ہے، ہنسی اور ظرافت کے بعض غیر ضروری عناصر کو زبردستی اس میں نہ ٹھونسا جاتا تو یہ فلم اور بھی زیادہ موثر ہو سکتا تھا ——

۷۔ بمبئی ٹاکیز کا یہ فلم بہت سے پہلے فلموں سے بہتر صورت میں تیار ہوا ہے، اسکی ظرافت میں ایک خاص سنجیدگی، متانت اور واقعیت پائی جاتی ہے، لیکن ایک بدترین نقص —— وہی نقص جس سے ہندوستان کا کوئی فلم بھی خالی نہیں ہوتا یعنی سٹنگ اور ترتیب کی غلطی، اداکاری میں قدرتی طریق اظہار سے گریز اور بہت سے فالتو مناظر کا اضافہ جو بہترین فلموں کو تباہ کر کے رکھدیتا ہے، یہی سبب ہے کہ ایسی ایسی دلپذیر تصویریں بھی ہمیں خاطر خواہ طور پر جذب نہیں کر سکتیں ——

۸۔ اگر ہمیں اپنی رائے کے آزادانہ اظہار کا اختیار دیا جائے، اور ایک نقاد کی پوزیشن میں یقیناً یہ اختیار ہمیں حاصل ہے، تو ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ بمبئی ٹاکیز کی اس تصویر میں کوئی چیز بھی ایسی

LILA DESAI & NAJAM
THE GLORIOUS PAIR IN
N. T'S BRILLIANT "NARTAKI"

میں بھی کوئی خاص اٹھان نہیں ہے، لیلا چٹنس نغموں کو بلند کرنے کی انتہائی کوشش کرتی ہے، لیکن وہ پست ہو ہو جاتے ہیں، پکچر گو کافی رش لے رہی ہے، لیکن بعض وقت رش کا باعث پبلک کی بھیڑ چال بھی ہوتی ہے تاہم جہانتک صداقت اور دیانتداری کا تقاضا ہے، ہم اس فلم کی تفریحی حیثیت کا اقرار کرتے ہیں۔

نادر رود لکش معلوم نہیں ہوتی۔ اگر پینے کے لئے کافی سگریٹ اور گپیں ہانکنے کے لئے دو بے تکلف دوست ہمارے پاس نہ ہوتے تو حاضرین کا پاس نماظر کئے بغیر ہاف ٹائم سے پہلے ہی ہم ہال کو چھوڑ چکے ہوتے خدا جانے ہندوستانی فلمسازوں میں نئے اور اچھوتے اور مضامین کے لئے کیوں بیداری پیدا نہیں ہوتی!

LILA DESAI IN NARTAKI

میں عرض کر چکا ہوں کہ کسی کو مخصوص کرنے بغیر تبصروں کا عام طریق کار یہ ہے جس کا نمونہ میں نے مندرجہ بالا سطور میں وضع کر کے دکھایا ہے پروڈیوسرز کیلئے ہمارے فلمی نقادوں کی ایسی قلابازیاں یقیناً کوئی نئی چیز نہیں ہے اور وہ اس ستم ظریفی کی اصل وجوہات کو بھی خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں، لیکن دو ولچوں کیلئے میں فلم بین حضرات سے دریافت کرتا ہوں کہ ایک ہی فلم کے متعلق مختلف پرچوں میں مذکورہ انداز کی مخالف اور متضاد آرا پڑھکر آپ کس خاص نتیجہ پر پہونچتے ہیں؟ کیا آپ کی عقل چکر نہیں کھا جاتی؟ کیا آپ کے حواس پریشانی محسوس نہیں کرتے کیا آپ اپنی قوت فیصلہ کو بھی ایسی حالت میں مفلوج ہوتا ہوا نہیں دیکھتے؟ کیا بعض اوقات ایسی بھول بھلیاں میں آپ مسخرانگیز قہقہہ نہیں لگاتے؟ کیا آپ ذہنی توازن کے اس فقدان پر تنہائی میں دانت نہیں پیسے؟ —— اگر یہ سب کچھ ظہور میں آتا ہے تو آپ ہی فرمایئے کہ آپ اکثر حالتوں میں ایک فلم کی اچھائی یا برائی کیلئے فلمی رسائل کے تبصروں اور "دوبلے لاگ" نقادوں کی آرا پر بھروسہ کئے کیوں بیٹھے رہتے ہیں کہ اگر وہ اسے اچھا قرار دیں تو آپ دیکھیں ورنہ نہیں!

بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آپ ذاتی طور پر ایک پکچر دیکھتے ہیں اور دیکھنے کے بعد اس کے محاسن یا معائب اور کامیابی یا ناکامی

کے متعلق ایک آزاد رائے قائم کرتے ہیں، لیکن جونہی آپ کا ہفتہ وار یا ماہوار فلمی رسالہ بذریعہ ڈاک آپ کی خدمت میں پہونچا اور آپ نے اس فلم کی نسبت "نقاد" کے تاثرات دیکھے، آپ ذاتی فیصلہ کی عظمت اور صداقت کو فراموش کرکے حضرت نقاد کے خیالات کی تقلید میں ایک نامعلوم طور پر مبتلا ہو گئے، یہ صرف قیاس آرائی نہیں بلکہ ایک زبردست نفسیاتی حقیقت ہے، مانا کہ آپ کی قوتِ مقاومت ناقابل تسخیر ہے لیکن اے جناب! قلم کی چالبازیاں بھی ناقابل شکست ہیں، دس بیس جگہ لکھی ہوئی طرح طرح کی رائیں اچھے بھلے آدمی کے حواس میں بھی ضرور کچھ نہ کچھ فتور ڈال دیتی ہیں!

پھر اس فتور اور ذہنی گمراہی کو رفع کرنیکا علاج کیا ہے؟ صرف یہی کہ کسی نقاد کی تنقید کا انتظار نہیں کیجئے، اپنی فراست، اپنی قوتِ شعور، اپنی قوت فیصلہ اور اپنے مذاق سلیم پر کامل اعتماد کیجئے اور پھر آپ دیکھیں گے کہ ایک چیز کے حسن و قبح کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے سب سے بڑے نقاد آپ ہی ہیں!

اس ضمن میں ایک اور عجیب سانحہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، یعنی جب کسی فلم کا پہلا شو ختم ہو تو ہمیں گیٹ سے باہر جگہ جگہ چند ایسے لوگ کھڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، جو دوسرے شو کے انتظار میں تھے، اب جونہی ہم دروازے سے باہر قدم رکھتے ہیں "بابو جی کیسا فلم ہے؟" "بابو جی! کہانی کچھ اچھی ہے؟" "میاں جی! ڈرامہ واقعی اچھا ہے؟" ایسے ایسے سوالات کی ایک بوچھاڑ چاروں طرف سے جاری ہو جاتی ہے اب بابو جی اگر خشک مزاج نہیں ہیں، اور ایک مستقل انکوائری آفس بن جانے کے باوجود ان سوالات کا جواب تحمل سے دیتے جاتے ہیں کہ "ہاں بھئی بہت اچھا فلم ہے" تو گویا بابو جی کا یہ فیصلہ

LILA DESAI & NAJAM
IN A ROMANTIC POSE
IN N. T'S "NARTAKI"

جج کے فیصلے کی طرح اٹل ہے، جو مان جائے وہ مومن، جو نہ مانے وہ کافر! اب ہوتا یہ ہے کہ بابوجی کی طرف سے اثبات میں جواب سنکر سائل کی باچھیں کھل جاتی ہیں کہ انتظار کی تکلیف نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور وہ لنگر لنگوٹے کس کے ٹکٹ گھر پر بے اختیار پل پڑتا ہے، بصورت دیگر جب تحقیق کرنے والے کو کسی جانب سے یہ کہہ دیا جائے کہ "فلم کسی کام کا نہیں" تو فیصلہ ناطق، مزید تحقیق کی ضرورت نہیں، خود جاکر دیکھنا لغو و لایعنی ہے اور اس لئے یاروں سمیت کسی دوسرے تھیٹر کی جانب فوری پرواز کی جاتی ہے یہ ہے ہمارے یہاں کسی چیز کے دیکھنے یا نہ دیکھنے کا معیار!

HAVE
LILA DESAI & NAJAM
TAKEN SANYAS?
OR IS IT JUST A POSE.

یہ تو ٹھرا باہر کا قصہ، لیکن شاید آپ نے غور نہ کیا ہو کہ خود تماشاگاہ کے اندر بھی بہت گمراہ کن پروپیگنڈا ہوتا رہتا ہے، مثلاً جو لوگ پروڈیوسر کے مفاد کے خلاف ہوں وہ پکچر کے متعلق عمداً نفرت انگیز اور دل شکن باتیں کرتے رہتے ہیں، جن سے انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ گرد و نواح میں بیٹھے ہوئے لوگ اس سے متاثر ہوں، سچ تو یہ ہے کہ جب ایک تندرست آدمی کو ہم یہ کہنا شروع کردیں کہ "جناب! افسوس آپکا چہرہ بہت زرد ہوتا جارہا ہے، اور آنکھیں اندر کو دھنس گئی ہیں" تو یہ سنکر وہ بیچارہ سچ مچ ایک روحانی تکلیف میں مبتلا ہو جائیگا اس وقت تو وہ خفت آمیز مسکراہٹ سے اس خیال کی تردید کردیگا لیکن گھر پہونچ کر کبھی بیگم صاحبہ سے پوچھیگا، کبھی بھائی صاحب سے پوچھیگا، اور کبھی خود آئینہ اٹھا اٹھا کر دیکھے گا کہ واقعی میرا چہرہ زرد تو نہیں پڑگیا، اور واقعی مجھ پر کوئی بیماری تو گرفت نہیں کر رہی! جب انسانی حواس ایسے منفعل واقع ہوئے ہیں تو آپ ہی فرمایئے کہ ایک اچھے فلم کے وقار کو بھی کسی بدباطن شخص کی غلط بیانی — اور

ہرزہ سرائی سے کیوں نقصان نہیں پہونچ سکتا!

ایک اور مشکل یہ ہے کہ ہمارے بہت سے یورپ زدہ نقاد ہندوستان کی ہر شے کو مغربی معیار پر پرکھنا چاہتے ہیں، اور یہ نہیں سوچتے کہ دونوں ملکوں کی تمدنی، اقتصادی اور معاشرتی زندگی میں کس قدر تفاوت ہے، پھر خاص طور پر صنعت فلمسازی کی ترقی کے لئے یورپ نے جتنا وسیع وقت لیا ہے، اس وقت میں جتنا بے انداز سرمایہ اس کام میں صرف کیا ہے اور ہر چیز کی سائنٹفک تکمیل کے لئے جتنے لاتعداد ڈیپارٹمنٹ قائم کئے ہیں، ہندوستان کو ہنوز اس کا بیسواں حصہ بھی میسر نہیں آیا، ہم لوگ نوکری اور خدمت گری کی ذلیل رسوم کے اس قدر عادی ہو گئے ہیں کہ توقع ہوتے ہوئے بھی تجارت یا صنعت و حرفت میں روپیہ خرچ کرتے ہمیں ڈر لگتا ہے، ہم جب دفتر میں کرسی پر جا کے براجمان ہوتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ گویا سکندر اعظم کا تخت ہمارے قبضہ میں آگیا، ہم جب جمع تفریح کے لئے فونٹن پن کھولتے ہیں تو ہمیں اطمینان ہوتا ہے کہ قلمدان وزارت ہی آج ہمارے ہاتھ میں ہے! جب فکر و عمل ہی پستی ہو، تجارت سے بیزاری ہو، اور ملکی صنعت کی ترقی میں حکومت کی امداد سے محرومی ہو تو آپ کیونکر توقع کر سکتے ہیں کہ ہندوستان بھی آپ کو ہالی وڈ جیسی فلمیں تیار کر کے دیگا!

ہندوستان کے لئے نامساعد حالات ہونے کے باوجود میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ گاربو کو غم کی تصویر تسلیم کرتے ہوئے بھی "دیوداس" جیسی ٹریجیڈی میں جمنا اس سے کسی طرح کم رہی ہے؟ کیا طربیہ فلموں (کامیڈیز) میں "بندھن" اپنی تہذیب و معاشرت کے ماتحت ہالی وڈ کے کسی فلم سے کم ہے؟ کیا "امر جیوتی" جیسے بحری فلم

SAIGAL KANAN & NEMO
THREE CHAMPIONS
IN
N. T'S CHAMPION SOCIAL
"LAGAN"

LOVE LETTERS FOR ICES
KANAN ENJOYS A PERFECT TIFFIN
IN
N. T'S HAR-JEET.

کو آرٹ اور ٹیکنیک کے اعتبار سے ہالی وڈ کے فلموں کے دوش بدوش نہیں رکھا جا سکتا؟ کیا ڈائرکشن کی عظمت، اداکاری کی صحت، اور ماحول کی موزونیت کے لحاظ سے "پکار" یورپ کے تاریخی فلموں کا ہمپایہ نہیں؟ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ محکومانہ ذہنیت کو تھوڑی دیر کے لئے بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے حُسن جہاں افروز کا بھی نظارہ کیا جائے

ع اے تماشا گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہرِ تماشا می روی،

میں تمام فلمی نقادوں کی تحریر یا انکی نیت پر قطعاً حملہ نہیں کرتا، بے غرض اور حق پسند لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں اور انہیں اس بحث سے مستثنیٰ سمجھا جا سکتا ہے، تردید صرف ایسے مطلب پرست لوگوں کی جا رہی ہے جو جوائج نفس کے پورا نہ ہونے سے جھٹ سیخ پا ہو جاتے ہیں، اور عدل و دیانت کو جواب دے کر اخبارات کے کالم سیاہ کرنا شروع کر دیتے ہیں! یہ کسی اسٹوڈیو میں جائیں، انکی اعلیٰ پیمانہ پر خاطر تواضع نہ ہو، کاروں میں انہیں جگہ بجگہ سیر نہ کرائی جائے، ایکٹریسیں آو بھگت کرنے کے علاوہ اپنے خاص دستخط کی ہوئی تصویریں انکی خدمت میں پیش نہ کریں، نگارخانے کا تمام عملہ آگے پیچھے سے انکی خوشامد نہ کرے، یا اشتہارات نہ ملنے میں کوئی کسر رہ جائے، تو یہ حضرات پانی پی پی کر کوسنا شروع کر دیتے ہیں اور پبلک میں وہ زہر پھیلایا جاتا ہے کہ خدا کی پناہ!

آخرکار ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ اگر رائے عامہ گمراہ کن تنقیدوں سے بے نیاز رہتے ہوئے اپنی صلاحیت پر اعتماد کرے تو اس سے نہ صرف فلم بین طبقہ زبان یا آرٹ کے بارے میں ہر کشمکش سے آزاد ہو سکتا ہے، بلکہ اس سے عمدہ اور معیاری فلم تیار کرنیوالی کمپنیوں کو بھی قرار واقعی فروغ حاصل ہوگا! —

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ کی شاندار پیشکش

ایک طوفان خیز رومانوی شاہکار

قدرت کی نیرنگیوں کا دلدوز مرقع

ڈائرکٹر
ڈی۔ آر۔ داس

میوزک
کے۔ سی۔ ڈے

مکالمے
جناب مجیب حسین

گانے
حضرت آرزو

آندھی

اردو زبان

ایسوسی ایٹڈ پروڈکشن

محبت کا جوش و خروش، انقلابات کی رخنہ اندازیاں، زمانے کے نشیب و فراز، امتحان کی کڑی منزل
بینظیر ایثار، لاجواب قربانی اس شاہکار میں دیکھ کر سبق
حاصل کیجئے

اداکار

ملینا، پنکج، مزمل، سرملیکیا، نیمو، منجری، کے۔ سی۔ ڈے، شام لاہا، ویدی، وغیرہ

نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ

فلم کارپوریشن آف انڈیا لمیٹڈ کلکتہ کی جدید اصلاحی اور اخلاقی تصویر

ہندوستان ہمارا

ڈائرکٹر
رام ویرمانی
گانے
علامہ آرزو

اداکار
جمنا
پدما
نند سیکر
گوپے
وغیرہ

پُر درد افسانہ، بہترین ڈائرکشن، عام فہم مکالمے، شستہ مذاق، غرض
یہ تصویر تفریحی لوازمات سے ہر طرح
آراستہ ہے

اپنے قریبی سینما ہاؤس میں دیکھئے

برکتی مُغنّی

موت نے میری بیوی اور اکلوتے بچے کو بے وقت آلیا۔ اور میں ۳۵ سال کی عمر میں خانہ بدوش ہو کر پھرنے لگا۔ میری واحد دمساز میری سارنگی تھی۔ میں اسی کی صحبت میں اپنا غم غلط کیا کرتا تھا۔ ایک دن شام کے وقت جمنا کے کنارے بیٹھا ہوا اس کے تاروں کو چھیڑ رہا تھا۔ کہ مجھے غروب ہوتے ہوئے آفتاب اور اپنے درمیان ایک سایہ گرتا دکھائی دیا۔ میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بلند و بالا بزرگ صورت مغل میرے قریب کھڑا ہے۔ اس کی آنکھوں میں جو میری سارنگی پر جمی ہوئی تھیں۔ ایک عجیب کیفیت پائی جاتی تھی۔ خاموش بُت بنا کھڑا تھا! میں حیرت زدہ ہو کر اٹھا۔ مگر وہ فوراً کچھ بڑبڑاتا ہوا مُنہ پھیر کر چل دیا۔ عجیب شخص تھا! میرے دل میں اُس سے واقفیت پیدا کرنے کا جذبہ اُبھرا اور اس اشتیاق میں بے اختیار اس کے پیچھے ہو لیا۔ اور قریب پہنچ کر پوچھا:۔ "میرزا صاحب! کیا آپ کو میرا گانا ناگوار گزرا۔ کہ آپ اس طرح چل دیئے"۔ اس نے جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا:۔ "بھائی تم سارنگی خوب بجاتے ہو۔ میں نے ایسے نغمے برسوں سے نہیں سُنے۔ سارنگی کو چھونا اور سُننا تو درکنار میں اسے دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔ میں اس کی موسیقی سے اس طرح دُور بھاگتا ہوں جیسے سانپ سے لیکن تمہاری میٹھی تانوں نے آج میری یاد کے بند دروازے کھول دیئے ہیں"۔

"آپ کا نام؟"

"مجھے برکتی کہتے ہیں"۔

میں حیران اور خاموش تھا۔ برکتی مغنّی کا نام سارے ہندوستان میں مشہور تھا۔ لیکن برسوں سے وہ گم تھا۔ کہا جاتا تھا کہ اُس نے فقیرانہ زندگی اختیار کر لی ہے۔ کچھ تامل کے بعد میں نے کہا "برکتی مغنّی کو کون نہیں جانتا۔ مگر اتنے بڑے گوئیے کو راگ سے چڑھ کیوں ہے"۔ وہ بولا:۔ "جناب آپ کے راگ نے مجھے بھولی بسری باتیں یاد دلا دی ہیں۔ میرے دل میں ایک طوفان برپا کر دیا ہے۔ ماضی کے واقعات کو میری آنکھوں کے سامنے لا کر رکھ دیا ہے۔ حال کو محو کر کے ماضی کو حال بنا دیا ہے۔ آیئے میں آپ کو عجیب کہانی سُناتا ہوں"۔ راستے میں بڑے بڑے پتھروں کا ایک ڈھیر پڑا تھا۔ اس نے اس کی طرف اشارا کیا۔ میں نے تعمیل کی وہ بھی میرے پاس بیٹھ گیا۔ اور پھر جیسے کوئی خواب میں باتیں کر رہا ہو اس نے جمنا کے خاموش بہتے ہوئے پانی پر آنکھیں جمائے ہوئے مجھے یہ کہانی سُنائی:۔

میں جوانی میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے محل کے درباری گویوں میں سے تھا ضعیف العمر مہاراجہ کے انتقال کے بعد رانی چاند کور تخت نشین ہوئی۔ ہمارے طائفے کا سردار جانکی تھا۔ رہنے کے لئے ہمیں محل کے متصل ایک مکان ملا ہوا تھا۔ ہم سب اسی میں رہتے تھے۔

سارے پنجاب میں بے اطمینانی اور بغاوت پھیلی ہوئی تھی۔ محل کے مکینوں کو عیش و عشرت کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ صبح سے

دوپہر اور دوپہر سے نصف شب تک رقص اور راگ رنگ کی محفلیں جمی رہتیں۔ ہر وقت دعوتیں اُڑتیں۔ عیش و نشاط کا دریا تھا۔ کہ اُمڈا آ رہا تھا!

رقاصاؤں، جادوگروں اور مغنّیوں سے صحن بھرے پڑے تھے۔ ناٹک کے کھیل دِن بھر اور نصف شب تک ہوا کرتے تھے۔

دِن اِسی طرح گزرتے رہے یہاں تک کہ ہولی کا تیوہار آگیا۔ میں الفاظ کہاں سے لاؤں۔ تمام محل پری خانہ بن رہا تھا۔ درخت روشنی سے جگمگا رہے تھے۔ فواروں کا پانی بلّور کی طرح چمکتا تھا۔ اور ہر رنگ و بو کے پھولوں کے ہار جا بجا آویزاں ہو کر ہوا کو معطّر کر رہے تھے۔ حسین رقاصاؤں کی چھاگلوں کی جھنکار طبلوں کی تھاپ کے ساتھ تال دے رہی تھی۔ ستاریں، سارنگیاں اور طاؤس ہم آہنگ ہو رہے تھے۔ بدامنی کی افواہیں بھی وقتاً فوقتاً پہنچتیں۔ مگر ہم عیش و نشاط کے متوالے ان کو خیال میں نہ لاتے۔ تیوہار برابر چار راتوں تک منایا گیا۔ پانچویں رات ایک سوار باہر والے صحن میں دوڑتا ہوا آیا۔ اور یہ خبر لایا۔ کہ سرگیاشی مہاراجہ کے پُرانے سپاہی شہر میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور لوٹ مار میں مشغول ہیں!

فوراً ڈھول بجائے گئے۔ مگر اس سے پیشتر کہ ہم اپنے آپ کو بچا سکیں۔ سپاہیوں نے محل کو گھیرے میں لے لیا۔ ہمارے کمروں کے نزدیک ایک ایسا احاطہ تھا۔ جس میں کوئی نہ رہتا تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ کمرے "بھاری" ہیں۔ ان میں سے رات کے وقت عجیب عجیب آوازیں آتی تھیں اور راگ سُنائی دیتے تھے۔

سکھ سپاہی محل کے ہر گوشے میں گھس گئے۔ مگر ان کمروں کی طرف سے سب کترا کر نکلتے تھے۔ میں فوراً ان کمروں کی طرف لپکا۔ سامنے ایک برآمدہ تھا۔ جس کے ساتھ ساتھ چھوٹے چھوٹے کمروں کی ایک قطار تھی دوسری طرف باغ کی بیرونی دیوار تھی۔ میرا ارادہ ہو چکا تھا کہ کسی ایک کمرے کے دروازے کو توڑ کر کھڑکی کی راہ سے باغ میں کود پڑوں۔

جب میں اس طویل راستے کو طے کر رہا تھا۔ تو مجھے ایک دروازے کی محراب پر لفظ "رضیہ" کندہ دکھائی دیا۔ جانے کیا شئے مجھے اس کی طرف کشاں کشاں لے گئی۔ میں نے دروازے کو دھکا دے کر کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جس کا فرش برسوں کے گرد و غبار سے اٹا پڑا تھا۔ ایک تراشا ہوا صندلی پلنگ جس پر قرمزی اور زمردی رنگ کا کاڑھا ہوا اوچھاڑ چڑھا ہوا تھا ایک کونے میں رکھا ہوا تھا اس کے ساتھ ہی سیاہ لکڑی کی ایک خوبصورت چوکی پڑی تھی۔ لکڑی کی کھونٹیوں پر کچھ زنانہ کپڑے آسمانی، قرمزی، موتیا اور بادامی رنگ کے دوپٹے۔ جیسے کہ عموماً ناچنے والیاں اوڑھا کرتی ہیں آویزاں تھے۔ زمین پر ایک نفیس ایرانی قالین بچھا تھا۔ دیوار پر چند ہاتھی دانت پر بڑی خوبی سے بنائی ہوئی تصویریں لٹک رہی تھیں پلنگ کے سامنے ایک بدیشی ساخت کا آئینہ رکھا تھا۔ اور اس کے پہلو میں ایک زنگ خوردہ میخ پر ایک سارنگی اور ایک گز آویزاں تھے۔

میری نظریں اس ساز پر پڑتے ہی نہ معلوم کیوں اُلجھ کر رہ گئیں۔ میں اُسے کھڑا گھور رہا تھا اور اپنے بدن میں ایک عجیب جھُرجھُری سی محسوس کر رہا تھا۔ مجھے سارنگی لرزتی نظر آ رہی تھی۔ اور پھر ایک دھیمی سی آہ سُنائی دی۔ جیسے کوئی کسی کے کان میں کہہ رہا ہو "مجھے لے چلو، مجھے لے چلو"

میں گھبرایا ہوا چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ مگر کمرے میں

کوئی بھی نہ تھا۔ وہ آہ بھری آواز پھر میرے کانوں تک پہنچی۔ اور جیسے کوئی خواب میں ہوتا ہے۔ میں نے سارنگی دیوار سے اُتاری۔ اس وقت مجھے کسی کے چلنے کی آہٹ سُنائی دی۔ میں کھڑکی میں سے کودنے کے لئے تیار ہو گیا۔ میں ابھی کھڑکی کے پاس ہی پہنچا تھا۔ کہ چند سکھ سپاہی تیز ہوا کے جھونکے کی طرح دروازے سے داخل ہوئے! میں باہر باغ میں کود پڑا۔ اور تھوڑی دیر بعد شاہراہ پر پہنچ گیا۔ شہر میں لوگوں نے کہرام بپا کر رکھا تھا لیکن میں آدھے گھنٹے میں یہ سب شور و غل پیچھے چھوڑ آیا اور شام کے قریب ایک کیلے کے درخت کے نیچے ذرا دم لینے کو ٹھہر گیا۔

میں نے پھر ایک دفعہ سارنگی کو دیکھا۔ میں اسے دونوں ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھا۔ یہ ایک نہایت ہی خوبصورت ساز تھا۔ معلوم ہوتا تھا کسی اعلیٰ کاریگر نے اسے بڑی محبت سے تراشا ہے۔ میں نے پھونکوں سے گرد و غبار کو دور کیا۔ اور اسے اُلٹا لیا۔ کچھ حروف لکڑی کے دستے پر کندہ نظر پڑے۔ غور سے دیکھنے پر مجھے اس پر "رضیہ" پڑھ کر سخت تعجب ہوا۔ میں حیران تھا کہ یہ الفاظ کیا معنی رکھتے ہیں۔ گز کو اُٹھا کر میں نے یوں ہی تاروں پر چلانا شروع کیا اس وقت ایک عجیب واقعہ پیش آیا سارنگی کے تاروں میں سے ایک پُر اسرار نغمہ نکلنے لگا۔ ایک نیا راگ' ایک حیرت انگیز راگ' جسے نہ میں جانتا تھا۔ اور نہ میں نے کسی سے سُنا تھا۔

میرے ہاتھ حرکت کرتے تھے۔ مگر مجھے ان پر کوئی قابو نہ تھا۔ جیسے کسی سحر کے زیر اثر حرکت کر رہے ہوں۔ سُروں کی ایک مدھم گمناک لے اُٹھی جس میں آہستہ آہستہ ایک دردناک فریاد کی۔ ساحرانہ کیفیت پیدا ہو گئی۔ ایسی وجدانی کیفیت کہ سارنگی لرزنے لگی۔ اور سسکیاں بھرنے لگی۔ اس عجیب و غریب موسیقی کی لہروں سے فضا لبریز ہو گئی۔ یہاں تک کہ میں نے خوف زدہ ہو کر اسے نیچے گرا دیا۔ میرے ہاتھوں سے وہ گھنی نرم گھاس پر ایک آہ کی آواز کے ساتھ گر پڑی۔ مجھے ترس آ گیا۔ دل رحم اور ہمدردی کے جذبات سے لبریز ہو گیا۔ جیسے سارنگی کوئی انسان تھا۔

رات کے وقت میں اپنے گھر پہنچ گیا۔ میرے والد مجھے دیکھ کر بہت خوش اور آپ ہی میرے کھانے پینے کی چیزیں لا لا کر رکھنے لگے۔ میری والدہ مدت ہوئی مر چکی تھی! رات کے وقت ہم دیر تک مختلف باتیں کرتے رہے۔ اور میں دن کے واقعات بیان کرتا رہا۔ میں نے سارنگی اور گز اپنے کمرے کی دیوار پر کھونٹی کے ساتھ آویزاں کر دیئے۔ جہاں ایک نہایت ہی بوسیدہ ایرانی قالین لٹکا ہوا تھا۔ یہ قالین ہمارا پُرانا خاندانی نشان تھا۔

جب میں سونے کے لئے چلا تو میں نے اپنے اندر دہی پہلی سی جھر جھری محسوس کی۔ کوئی شے پھر مجھے اس کی طرف کھینچے لئے جا رہی تھی۔ اور میں بڑی دھیمی آواز سے یہ الفاظ سُن رہا تھا۔ "مجھے لے چلو' مجھے لے چلو"

میں تکان سے چور اور آبلہ پا تھا۔ اور اس آرزو سے اندر داخل ہوا تھا۔ کہ جاتے ہی اپنے آپ کو چارپائی پر پھینک دوں۔ مگر میں اُس پُر درد زیر لب التجا کی تاب نہ لا سکا۔ اور جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہو میں نے سارنگی اُٹھائی اور اس کی تاروں پر گز چلانا شروع کر دیا۔ میرے ہاتھ اس کی ساحرانہ قوت کے زیر اثر بڑی تیزی کے ساتھ حرکت کر رہے تھے۔ یہ حالت کب تک طاری رہی؟ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں نے اپنے کاندھے پر ایک ہاتھ کا بوجھ محسوس کیا۔ میرے والد میرے پاس کھڑے تھے۔ جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں بولے "بزلطی بیٹا تم غضب کے سازندے ہو۔ تمہاری قابلیت

بے اندازہ ہے۔ میں نے ایسا راگ پہلے کبھی نہیں سُنا۔ مگر بیٹا رات ختم ہونے کو آئی ہے۔ اب تمہیں آرام کرنا چاہیے"۔ میں چپ چاپ اُٹھا۔ ساز کو لٹکا دیا اور اپنے آپ کو بان کی چارپائی پر پھینک کر آن کی آن میں نیند کی گہرائیوں میں ڈوب گیا۔

پہلی رات تھی۔ میں نے کئی راتیں اسی طرح گزاریں۔ ہر شب میں کمرے میں داخل ہوتا۔ وہ کشش مجھے دیوار پر لٹکی ہوئی سارنگی کے پاس لے جاتی۔ اور میں اسے پہروں بے خبری کے عالم میں بجاتا۔ پہلے موسیقی کی مدّھم لہریں اُٹھتیں پھر وحشتناک صدائیں اور فریاد کی چیخ پکار بلند ہوتی۔ یہ پُر ہیجان نغمے دھیمی دھیمی پُر درد گریہ وزاری کی صورت اختیار کر لیتے اور آہستہ آہستہ سکوت میں تحلیل ہو جاتے۔

میرے دن سخت بے چینی سے رات کے انتظار میں کٹتے۔ مجھے اس روحانی موسیقی اور ان پُر اسرار لمحوں کے سوا اور کسی چیز کی پروا نہ تھی۔ جیسے مجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہو! اس ساز میں کونسی طاقت پوشیدہ تھی؟ ان کندہ الفاظ کا —— اس "رضیہ اسیر" کا۔ کیا مطلب تھا؟ کون سا سحر تھا جس نے مجھے گرفتار کر رکھا تھا؟

ایک دن میرے والد نے مجھ سے دریافت کیا۔ کہ میں اس طرح آدھی آدھی رات سارنگی بجانے میں کیوں صرف کر دیتا ہوں؟ میں نے جواب دیا۔ یہ میری درباری عادات میں سے ہے"۔ میرے والد نے کہا: "لیکن بیٹا تم زرد پڑ گئے ہو۔ اور تمہارے گال پچک گئے ہیں"۔ "مگر ابّا جان یہ —— رضیہ کیا ہے! رضیہ کون ہے؟" یہ فقرے میرے مُنہ سے بے ساختہ نکل گئے۔ "رضیہ! تم سے یہ نام سُن کر سخت تعجب ہوتا ہے۔ کیونکہ برلطی بیٹا، تم تو اس وقت دو سال کے بھی نہ تھے ....۔ رضیہ ایک رقاصہ لڑکی کا نام تھا۔ کسی دُور دراز ملک سے آئی تھی۔ کئی لوگ اُسے ایرانی بتاتے تھے"۔

"کیا اس کے متعلق کوئی حکایت مشہور ہے؟"

"ہاں تو۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ جوان تھے۔ اُن کے دربار میں ایک مشہور جادوگر آیا تھا۔ لوگ اسے پشاور جادوگر کے نام سے جانتے تھے وہ اپنے ساتھ ایک باندی۔ ایک دوشیزہ رقّاصہ لایا۔ جو نہایت خوبصورت اور دلکش تھی۔ اور پھر حیادار اور پاکدامن بھی حد درجہ کی تھی۔ مہاراجہ کے درباری بڑے چھوٹے سب اس زرخرید حسینہ پر فریفتہ تھے۔ ایک بڑا نامی راجپوت سردار اس کا بیحد آرزو مند تھا۔ اس نے ہر چند کوشش کی کہ جادوگر اسے بیچ دینے پر آمادہ ہو جائے۔ مگر وہ ناکام رہا۔ محل میں اس نوجوان راجپوت کے باغات شاہی میں گھومتے پھرنے اور چاندنی میں رضیہ کی کھڑکی کے نیچے چکّر کاٹنے کی خبریں اُڑنے لگیں۔ ایک روز اچانک رضیہ گم ہو گئی۔ اور وہ راجپوت محل کے صحن میں مُردہ پایا گیا۔ اُس کا سر تن سے جُدا پڑا تھا۔

کچھ روز بعد پشاور کا جادوگر لاہور سے چلا گیا۔ اور پھر وہ لڑکی کبھی دیکھنے میں نہ آئی۔ اور نہ اس کے بارے میں کچھ سُنا گیا۔ اُس وقت سے موسیقی کی پُر اسرار آوازیں اور گریہ وزاری کی صدائیں رضیہ کے چھوٹے کمرے سے آنے لگیں۔ اور آخر کار محل کا وہ حصّہ غیر آباد ہو گیا۔ یہ ہے حکایت جو رضیہ کے متعلق مشہور ہے"۔

چند دنوں بعد میں گھر سے نکلا۔ اور کچھ سامان لے کر آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ تاکہ وہاں جا کر پھر یہی گویّوں کا پیشہ اختیار

کرلوں۔ آگرے کے ایک مالدار سوداگر نے بڑے تپاک سے میرا استقبال کیا۔ یہ میرے والد کا بڑا دوست تھا۔ میری موسیقی کی شہرت تمام آگرے اور شمالی ہند میں پھیل گئی۔ بڑے بڑے اُمرا نواب اور مہاراجے مجھے ڈھونڈتے تھے۔ فرمائشیں کرتے اور دعوتیں دیتے تھے۔ میں بہت جلد مالدار ہوگیا۔ مگر میرا دل بے چین تھا میری روح اس سحر طراز سارنگی سے مسحور تھی۔ اس نغمے کی پُرجوش فریادیں میرے دل کو تار تار کئے دیتی تھیں۔ اور دردبھری ٹریں میری روح کو پریشان رکھتی تھیں۔ میرے اندر ان التجاؤں کو پورا کرنے کی اُمنگیں اُٹھتیں۔ اور میں ان تاثّرات سے پہروں چپ چاپ بیٹھا کانپتا رہتا۔ بعض اوقات یہ نغمہ ایک دردناک چیخ کیساتھ بند ہوجاتا۔ میں اسے انسانی چیخ تصوّر کرتا۔ جو دم گھٹنے کے باعث نزع میں نکل جاتی ہے۔

ایک رات اس ساز میں سے ایک زخمی پرندے کی سی تیز اور چبھتی ہوئی چیخ نکلی! آگرے کے لوگ باہم سرگوشیاں کرنے لگے۔ کہ بربطی مغنّی جادوگر ہے۔

میرے عمر رسیدہ والد کا انتقال ہوچکا تھا۔ میں رفتہ رفتہ اپنے اس پیشے سے دست بردار ہوتا گیا۔ لیکن سارنگی نے ابتک مجھے اپنی حراست سے آزاد نہ کیا تھا۔ مجھے آگرے آئے ہوئے تین سال گزر چکے تھے۔ اب میں محفلوں میں بہت کم آتا جاتا تھا۔ اور اب وہ میری پہلی سی شہرت خاموش ہوگئی تھی۔

میں ویرانوں کی تلاش میں رہتا تھا۔ اپنی راتیں اس عجیب و غریب موسیقی میں صرف کرتا اور دن موہوم التجاؤں اور تشنہ کام آرزوؤں میں گزارتا۔

ایک رات میں جمنا کے کنارے دیوانہ وار پھر رہا تھا۔ چاند بھرپُور تھا اور ساری دُنیا اس کی روپہلی روشنی کے طوفان میں غرق! دریا کچھ گنگناتا ہوا بہتا چلا جارہا تھا۔

میں سارنگی کو ہاتھوں میں لئے کھڑا تھا۔ میرے سودازدہ دماغ میں خیالات کا ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔

مجھے اس اسرار سحر کے زیر اثر کب تک رہنا ہے؟ اس پُر جوش التجا کا کیا مطلب ہے؟ "مجھے لے چلو۔ مجھے لے چلو" کیا میں کبھی بھی اس کا جواب دینے کے قابل نہ ہوسکوں گا؟ میں ان خیالات میں ڈوبا ہوا دریا کے کنارے کنارے "تنہا" خواب کی سی کیفیت میں چلا گیا۔ مجھے کئی راتیں جاگتے گزر چکی تھیں، اور میری ٹانگیں تھکن سے چُور ہو رہی تھیں۔

دفعتاً میں ایک پتھر سے ٹھوکر کھاکر مُنہ کے بل دھم سے گر پڑا میرا دایاں بازو جو میں نے گرتے وقت پھیلا دیا تھا۔ ایک چٹان سے ٹکرایا اور ٹوٹ گیا۔ یہ تب سے بیکار ہے۔ میں نے اب اسے پہلے کی طرح کبھی استعمال نہیں کیا۔

میرے ہاتھ سے وہ شغل طرب جاتا رہا۔ سارنگی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔

اب ایک مدّھم سی گہری آہ کہیں اوپر سے سُنائی دی۔ میں نے سر اُٹھاکر دیکھا۔ آہ۔ اُس منظر نے مجھے ابتک مبہوت کر رکھا ہے ایک حسین دوشیزہ کا نہایت ہی خوبصورت اور براق کا سا بلّوری "انگارہ" چاند کی روپہلی کرنوں پر تیر رہا تھا۔ بڑی بڑی گہری اور گداز سے لبریز آنکھوں میں سے یاس و حرماں کے جذبے جھلک رہے تھے۔ اور چہرہ۔ اُف، میں کس طرح اس پاکیزہ سحر کاری اور پُرشکوہ حُسن کو بیان کروں! یہ صرف ایک جھلک تھی۔ میرے دیکھتے دیکھتے یہ روحانی شکل چاند کی ملائم روشنی میں تحلیل ہوگئی۔

اس محویت کے عالم میں مجھ پر ایک گہرے سکوت کی حالت طاری ہوگئی۔ اب میرا دل مطمئن تھا۔ .... میں آزاد تھا۔

شکستہ سارنگی کے ٹکڑوں میں ایک تہ شدہ جھلی کے کاغذ کا پُرزہ میری نظروں کو کھینچ رہا تھا۔ میں نے اسے اُٹھالیا۔ تہ کھول کر دیکھا۔ تو اس پر یہ الفاظ لکھے تھے "۔ رضیہ تجھے اپنے گناہ کی اس طرح سزا ملی"۔ یہ ہے میری کہانی! ــــــ"

بربطی خاموش ہوگیا تھا۔ آخر کار میں نے کہا "۔ اے نامدار مغنی یہ رضیہ کی آزادی اور جادو کے متعلق جو کچھ تم نے سُنا ہے۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔"

اس نے ایک نہایت سنجیدہ انداز سے لفظوں کو ٹھہر ٹھہر کر جواب دیا "۔ یہ وہ جادو ہے۔ جو کبھی کبھی دنیا میں نظر آتا ہے۔ ناشاد روح جو دُنیوی خواہشات میں جکڑی ہوئی ہے۔ موسیقی کے زور سے اپنا دامن جھٹک کر عالمِ بالا تک جا پہنچی ہے۔"

بربطی مغنی کہیں غائب ہوگیا تھا۔ میں چونک پڑا جیسے کوئی خواب دیکھ کر اُٹھا ہو۔ میرے کپڑے رات کی اوس سے تر تھے۔ اور چاند کی کرنیں جمنا کے نغمہ ریز سکون میں سو رہی تھیں

(ہارون)

NAWAB & KANAN
IN A PENSIVE MOOD
IN
N. T'S SUPER-SOCIAL "LAGAN"

BEWARE!

THE WOMAN SCORNED

AND A BEAUTIFUL WOMAN AT THAT

LILA IN N. T's "NARTAKI"

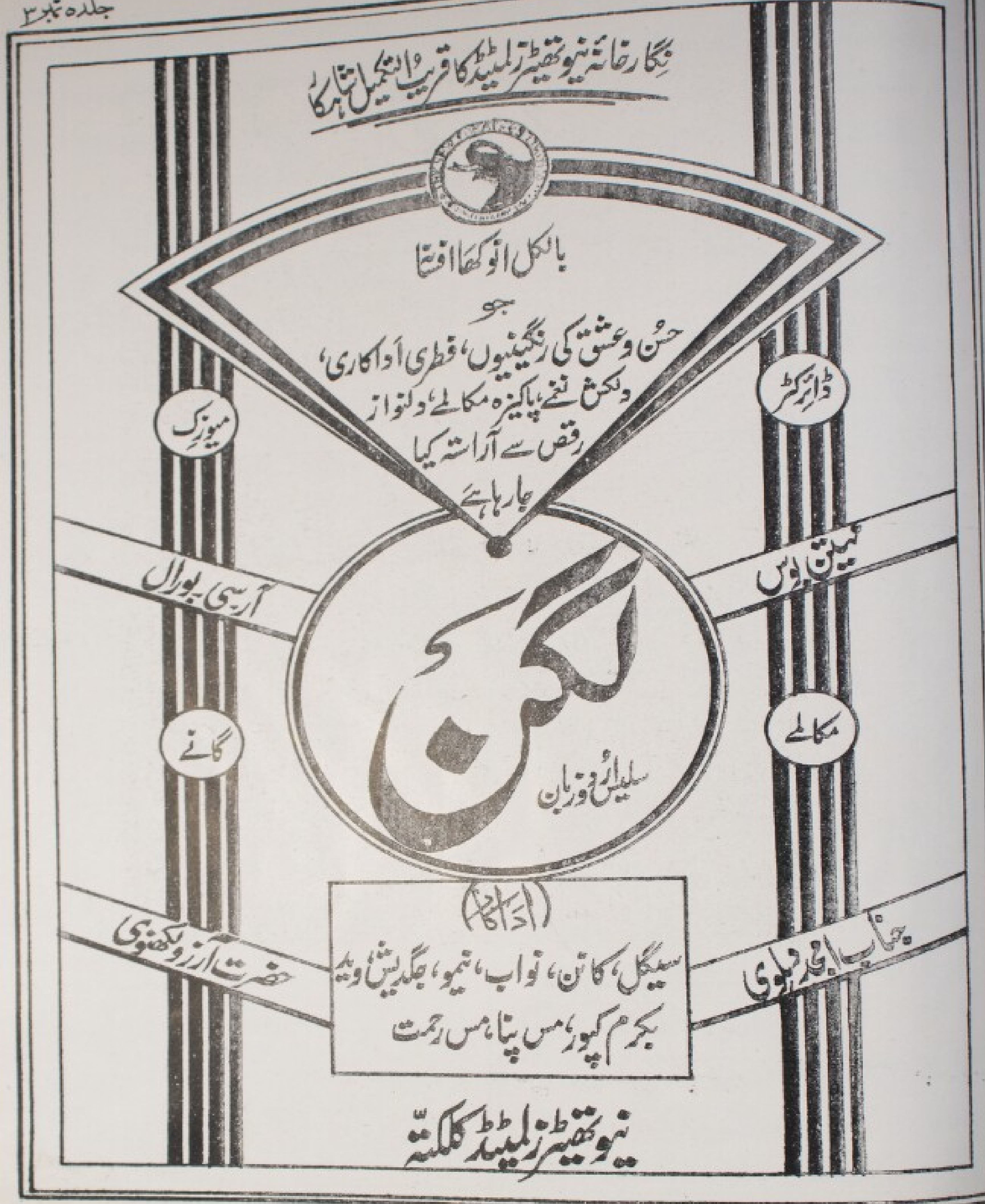
نگارخانۂ نیو تھیٹرز لمیٹڈ کا قریب التکمیل شاہکار
بالکل انوکھا افسانہ
جو
حسن و عشق کی رنگینیوں، فطری اداکاری،
دلکش نغمے، پاکیزہ مکالمے، دلنواز
رقص سے آراستہ کیا
جارہا ہے
میوزک
ڈائرکٹر
آر سی بورال
نیتن بوس
لگن
سلیلیس اُردو زبان
گانے
مکالمے
اداکار
سیگل، کانن، نواب، نیمو، جگدیش وید
بکرم کپور، مس پنا، مس رحمت
حضرت آرزو لکھنوی
جناب امجد دہلوی
نیو تھیٹرز لمیٹڈ کلکتہ

فلمی تاریخ

از جناب عبدالوکیل صاحب

متحرک فلم کی ابتدا

اڈیسن کو جہاں گراموفون کے موجد ہونے کا فخر حاصل ہے وہاں متحرک تصاویر کی ایجاد کی اولیت کا سہرا بھی اسی کے سر بندھتا ہے۔ آج سے نصف صدی قبل ۱۸۸۹ء میں "کینٹوگراف" اور "کینٹواسکوپ" نامی دو ایسی مشینیں اڈیسن نے ایجاد کی تھیں جن کے ذریعہ سے چلتی پھرتی تصویریں دکھائی جاسکتی تھیں لیکن بعض اہم مشکلات کی موجودگی اور سند نہ ملنے کی وجہ سے متحرک تصاویر ۱۸۹۶ء سے پہلے منظرِ عام پر نہ پیش کی جاسکیں۔

مسٹر فریز گرین اور مسٹر لی۔ پرنس جیسے ماہرینِ فن بھی متحرک تصاویر کی ایجاد میں بیحد مدد و معاون ثابت ہوئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایڈورڈ موئے برج۔ جو کلیفورنیا کا باشندہ تھا کی ایجاد و ترمیم تمام ترمیمات سے زیادہ اہم و کامل سمجھی گئی۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اڈیسن نے پہلے ۱۸۹۶ء میں جس نے "پروجکٹر" کو پبلک کے سامنے پیش کیا وہ لومیری برادرس تھے۔

اس جگہ دو اور ماہرینِ فن کا تذکرہ کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ متحرک تصاویر کی ایجاد میں ان دونوں حضرات نے بہت کچھ مدد پہنچائی ہے اور اگر ۱۸۶۵ء میں مسٹر پارکر نے "سلولائیڈ" نہ ایجاد کی ہوتی اور ۱۸۸۶ء میں مسٹر ہینی بال نے سلولائیڈ کے فیتے نہ تیار کئے ہوتے تو شاید موجدین متحرک تصاویر کو اپنی ایجاد میں اتنی سہولت نہ ہوتی۔

بہرکیف! ماہرینِ فن کی ضروری ترمیمات سے یہ ایجاد ارتقائی منزلیں طے کرنے لگی۔ اور ابتدا میں اگرچہ معدودے چند ہی تصویر گھر دنیا میں نظر آتے تھے۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس کا شوق وبا کی طرح ہر ہر ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گیا اور طرح طرح کی مشینیں ایجاد ہوئیں۔ غرض سنہ ۱۹۱۰ء میں سینما موجودہ حالت کے متعدد منازل طے کرچکا تھا لیکن آج اس میں کچھ اور بھی جدید طریقہ پر اضافہ کردیا گیا ہے۔

ناطق فلم کی ایجاد

ابھی خاموش فلم نے ارتقا کی تمام منزلیں طے کرنے بھی نہ پایا تھا کہ لوگوں کی طبیعتیں بولتا فلم دیکھنے کو مچلنے لگیں اور سنہ ۱۹۱۳ء میں پہلی بار خاموش فلم کو ناطق بنانے کی کوشش کی گئی لیکن افسوس کہ اس میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔

اس کے بعد بعض لوگوں نے موم یا دھات پر آواز ضبط کرکے اسے خارج کرنے کے متعدد طریقے رائج کئے اور انہی پر تجربات ہوتے رہے۔ یکایک لندن کے نواحی علاقہ برکسٹن میں ایک فرانسیسی سائنس داں مسٹر یوگین لوسٹے نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جو آواز کو موم یا دھات پر ضبط کرنے کے بجائے فلم ہی پر محفوظ کرلیتا تھا۔ فلم پر آواز ضبط کرنے کا یہ پہلا آلہ تھا۔

اس کا طریق کار موجودہ زمانہ کے ساؤنڈ کیمرہ کے طرز کا تھا سیٹ میں اداکار کے قریب مائیکروفون نصب کردیا جاتا تھا۔ جس کے ذریعہ سے آواز برقی تاروں سے گزرتی ہوئی روشنی کی

شکل پر منتقل ہو کر اپنا عکس فلم پر ڈالتی اور اس طرح آواز اس پر ضبط ہو کر رہ جاتی تھی۔ اس مشین کی ساخت و عمل بالکل زمانۂ حال کے "ساؤنڈ ٹریک" اور "ساؤنڈ کیمرہ" کی طرح تھا۔

۱۹۲۴ء میں ڈاکٹر لی۔ڈی۔ فارسٹ نے فلم پر آواز کے عکس لینے کا ایک دوسرا آلہ ایجاد کیا جو کامیاب ہوا۔ اور ڈاکٹر موصوف نے دُو ریل کا ایک ٹاکنگ فلم (Love old sweet song) بھی تیار کیا تھا۔

بعض کا خیال ہے کہ ۱۱ فروری ۱۹۲۶ء میں "برٹش آرٹسٹک فلمز" نے برلن کے ایک اسٹوڈیو میں ایک ٹاکنگ فلم تیار کیا تھا۔ اس کی آواز بھی ریکارڈ کے بجائے فلم ہی پر ضبط کی گئی تھی۔ اس فلم کا نام شاید "اوٹ نائٹ" تھا۔ لیکن اس فلم کی کہیں بھی نمائش نہ ہو سکی۔

اس کے بعد اب وہ زمانہ آتا ہے جب دنیا کے سامنے ایک حد تک کامیاب ناطق فلم پیش کیا گیا۔

وارنر برادرس نے اگرچہ ۱۹۲۷ء میں ٹاکنگ فلم تیار کیا تھا لیکن سب سے پہلا سو فیصدی ناطق فلم "لائٹ آف نیویارک" (Light of new york) وارنر برادرس نے ۱۹۲۸ء میں منظر عام پر پیش کیا۔ جو اس وقت کامیاب ناطق فلم تصور کیا گیا۔

ٹیلی ویژن آپ یقیناً اس سے واقف ہوں گے کہ ایک مغربی سائنس داں نے ایک ایسی چیز ایجاد کی ہے جس کا تعلق بجلی اور ہوا کی لہروں سے ہے۔ جس کے ذریعہ سے اگر آپ چاہیں تو اپنے کمرہ میں اس چیز کو لگا کر لندن و پیرس اور نیویارک کے سینماؤں میں جس فلم کی نمائش ہو رہی ہو اُسے اپنے کمرہ میں بیٹھے ہوئے دیکھ سکتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ کشمیر و سوئیٹزرلینڈ کی گلپوش وادیوں اور جنت نگاہ مناظر سے اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ وہاں کے پھولوں کی خوشبو سے مشام جان کو معطر کر سکتے ہیں۔ اور وہاں کی برفباری کی ٹھنڈک کو محسوس کر سکتے ہیں۔

دُنیا کا ہر وہ منظر اور وہ شئے جسے آپ وہاں گئے بغیر نہ دیکھ سکتے تھے صرف ایک سوئچ دبا کر اپنے کمرہ میں بیٹھے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ اور ان تمام مناظر کے اثرات سے متاثر بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ سائنس کا ایک محیر العقول کرشمہ ہے اور اسی کا نام ٹیلی ویژن یا دُور نمائی ہے۔

ٹکنی کلر! انسان چونکہ فطری طور پر اپنے گرد و پیش کی چیز کو مختلف الانواع رنگوں میں دیکھنے کا خواہشمند رہتا ہے۔ اور جاذب نظر رنگینیوں سے زیادہ محظوظ ہوتا ہے۔ اس لئے پردۂ سیمیں پر متحرک تصاویر کے سیاہ و سفید رنگوں سے اس کی رنگین طبع کی پیاس نہیں بجھتی تھی اور یہ اس کا متمنّی تھا کہ کاش! فلمز میں قدرتی رنگ اپنی اصلی حالت میں پیش ہو سکتا ہے۔

دُنیا کے بڑے بڑے سائنس دانوں نے اس کی تحقیقات و دریافت میں دن رات ایک کر دیا اور آخر کار قدرتی رنگ آمیزی کے دو کامیاب طریقے ایجاد کر چھوڑے۔ یعنی ٹکنی کلر اور نیچرل کلر اور انہی دونوں کی مدد سے رنگین فلمز تیار کئے جاتے ہیں۔

قدرتی رنگ آمیزی صنعت فلم سازی کی ترقی کا ایک زرّیں کارنامہ ہے اور دُنیا کے ہر ہر گوشے میں اِس نئی ایجاد کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا جا رہا ہے۔ اور قریباً دُنیا کا ہر فلم ساز اب صرف رنگین فلمز تیار کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

ہندوستان میں امپیریل فلم کمپنی کو جہاں پہلا ناطق فلم "عالم آرا" تیار کرنے کا فخر حاصل ہے وہاں پہلا ہندوستانی رنگین فلم

ERE

...pen of Benoy
...e suggested by

...HARI, CHAND-
...erjee, Bharati,
..., Mrs. Suprova

...li " Avinetree "
... is billed for
...ani". Here is a
... stage-career of
... who ultimately
...eart that craved
...home.

...n leading roles
...fied talents.

...'s latest Social
...ased at 'Chitra'
...d is drawing a
...e work of the
...la Roy whose
...ni' was a great

...on of Brute Force
... the theme which
... illustrate in the
... drama, played
...ground furnished
...lains of Dooars.

...h notable players
... Jiban Ganguli,
...Robi Roy, Santosh
...itra and others.

...lcutta.

"کسان کنیا" کی تیاری کی اولیت کا سہرا ابھی اسی کے سر بندھتا ہے۔

مستقبل میں صنعت فلم سازی کس حالت میں ہو گی اور ارتقا کی کون کون سی منزلیں طے کرے گی اور اس کے اندر کیسی کیسی ایجادات و ترمیمات ہوں گی اس کے متعلق کوئی شخص صحیح رائے قائم نہیں کر سکتا کیونکہ مندرجہ بالا ایجادات و اختراعات سے قارئین اچھی طرح واقف ہو چکے ہیں۔ ایسی حالت میں کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔ کیونکہ صنعت فلم سازی کی ارتقائی منزلیں یہیں پر ختم نہیں ہوتیں بلکہ ابھی حال ہی میں جاپان سے یہ خبر آئی ہے کہ ڈاکٹر ٹیکیو شیمیز Takio Shimizu ایک جاپانی سائنس داں نے متحرک تصاویر کا ایک ایسا اسکرین (پردہ) ایجاد کیا ہے۔ جس پر روشن کمرہ اور آفتاب کی روشنی میں بھی متحرک تصاویر دکھائی جا سکتی ہیں۔

اس اسکرین کو امسال نیو یارک کے ورلڈ فیر (World Fair) میں نمائش کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ڈاکٹر موصوف کا بیان ہے کہ "تاریک ہال میں فلم کی نمائش کی سخت ترین دشواریوں نے مجھے اس اسکرین کی ایجاد کی تحریک کی اور آج سے چھ سال قبل میں نے اس کا تجربہ شروع کیا تھا۔"

روشن ہال میں فلم دکھانے کے لئے متعدد اسکرین تیار کئے گئے ہیں لیکن کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر مذکور کا اسکرین اپنی نوعیت وجدت کے لحاظ سے کامیاب ترین اور بے نظیر ہے۔

ٹوکیو میں ایک فیکٹری تعمیر ہو رہی ہے۔ جہاں یہ جدید "ڈے لائٹ اسکرین" (Day Light screens) تیار کیا جائے گا۔ یقین ہے کہ اس کا کام تجارتی پیمانہ پر اکتوبر سے شروع کر دیا جائے گا۔

اس جگہ ہمیں ڈاکٹر بولیلا دسکائی کے اس قول کی تصدیق کرنی پڑتی ہے۔ کہ "کم از کم ایک صدی گزرنے تک دنیائے فلم کے عجائبات کو عوام اچھی طرح نہ سمجھ سکیں گے۔"

KANAN & NEMO IN LAGAN.

HERE, THERE & EVERYWHERE

by

TOM, DICK and HARRY.

New Theatres' double version costume-play 'NARTAKI' is making a hardway towards completion, under the direction of Devaki Bose. Lila, Najam, Jagdish, Wasti, Madho Sukul, Nandkishore, Rajni Rani, Pankaj, Kalavati and Dhruven Roy will represent the principal characters in the cast.

This spectacular drama is woven round the eventful life of a fame-seeking dancing girl and his romantic experience in her wondering life with a young Brahmachari.

* * *

On another floor, Director Nitin Bose is going ahead with his coming social photoplay "Lagan" based on a well-conceived modern love-story which has been thoughtfully treated for the audible screen.

Saigal and Kanan are teamed together for the first time in Director Bose's picture and their combined roles afford ample chance for the exploitation of their singing and dancing talents.

The supporting cast includes other well-known talents, such as, Nawab, Jagdish, Nemo, Nutwar, Panna, Bepin, Dhruven Roy, Rahamat, Vaid and Ellias.

* * *

Director HEM CHUNDER'S new social picture in Bengali was began in an auspicous hour and day on the 14th November, in presence of Mr B. N. SIRCAR, the managing Director and other studio executives.

The story from the pen of Benoy Chatterjee based on a theme suggested by Director NITIN BOSE.

The cast represents PAHARI, CHANDRAVATI, Ashit Mukherjee, Bharati, Sailen Choudhuri, Sreelekha, Mrs. Suprova Mukharjee and others.

* * *

New Theatres Bengali " Avinetree " directed by Amar Mallick is billed for immediate release at "Rupabani". Here is a colourful story based on the stage-career of a fame-seeking society lady who ultimately responded to the call of her heart that craved for lasting romance and the home.

Pahari and Kanan are in leading roles supported by a tear of qualified talents.

* * *

Sree Bharat Lakshmi's latest Social attraction 'Thikadar' is released at 'Chitra' on the 8th November and is drawing a crowded house. It is the work of the renowned director, Profulla Roy whose previous picture 'Parasmoni' was a great box-office hit.

The ultimate submission of Brute Force to a man's Better Self——is the theme which this powerful plot aims to illustrate in the shape of this spectacular drama, played against the imposing back ground furnished by the Himalayas and the plains of Dooars.

The cast is peopled with notable players like Durgadas Banerjee, Jiban Ganguli, Tulsi Lahiri, Renuke Roy, Robi Roy, Santosh Sinha, Kamala (Jharia), Chitra and others.

Edited & Published by M. M. Begg 22, Middle Road, (Entally) Calcutta.
Printed by A. H. Farani, at the Calcutta Central Press,
1, Chandni Chawk Street, Calcutta.

A MASTERPIECE

IN THE MAKING!

NEW THEATRES'

ACE ATTRACTION

LAGAN

A Society—drama with a

modern back—ground!

Music Director

R. C. BORAL

Directed By

NITIN BOSE

with

KANAN & SAIGAL

Supported By

NAWAB NEMO JAGDISH
VAID

& other N. T. Favourites

in most of the N. T. photo-plays and has played up to the director's estimation every time. Another difficult role has been assigned to him in "HAR-JEET" and we hope he will beat his own performances and set up a standard.

* * *

NEMO has slowly but steadily come to the front rank of character-actors. He is versatile and his delivery is second to none. His versatility got him roles of all kinds from directors and won admiration from cinema-critics. He played the faithful servant in "DEVDAS" so well that scrutinizing eyes pronounced a promising player. Backing up this fine performance by another in "KARAWAN-E-HAYAT" as the old witch, Nemo never looked back, till finally he stole the picture from illustrious fellow workers in "JAWANI-KI-REET." Nemo has a happy knack of making every role his own, and his naturalness in portrayal has few equals.

In "HAR-JEET" he meets Nawab on common ground, and it has got to be seen if he compares favourably with the veteran.

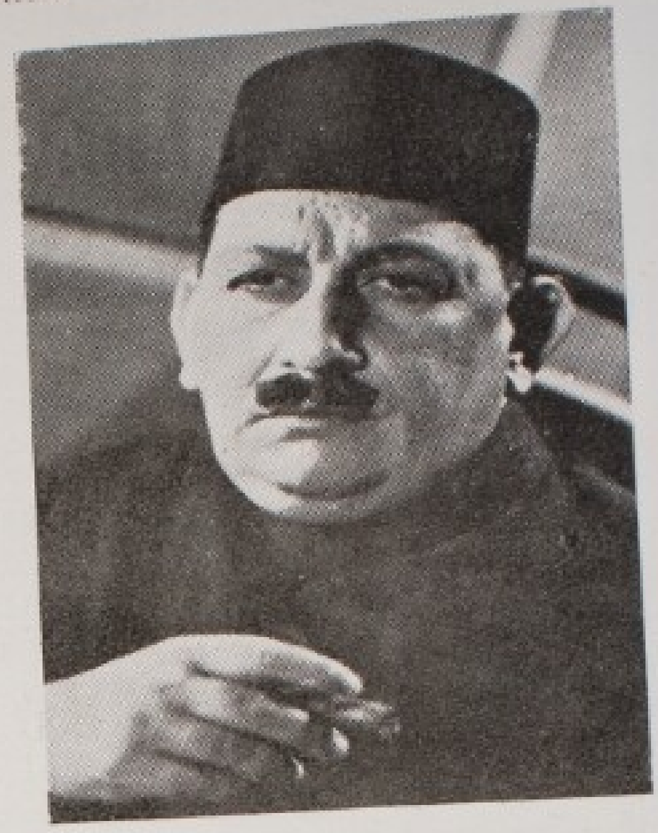

Nemo

NEW THEATRES' NOVEL ATTRACTION
HAR-JEET
Direction :- AMAR MULLICK
WITH :
KANAN & PAHARI
NAWAB, NEMO AND OTHERS!

hief Labo-
he Indian
has stood
he supreme
in quality
an of the
made man.
electrical
lowly and
A man of
e, Subodh
to get the
assistants.
without his
trend of
to-day. In
" you will

eautiful art-
N. T. Artist.
as school
out the call
to him. In
specimen of
and out artist
'To-morrow'
is an indefa-
or days and
sleep. His
unworldly.

Kanan Devi

KANAN DEVI——needs little or no introduction. The Queen of the screen has been chosen to play the Queen of the Stage in the photo-play. One has seen her acting many different characters but for once you shall see her in actual life, i. e. to say, portraying the actual and true artiste. All that glitters is not gold and all the joy and hapiness with which we associate our great stars is but one side of the shield. An artiste's life is not just one cosy bed of roses. Kanan will help to portray before you a life which so much resembles her own or that of any other actress—for all we know.

Pahari Sanyal

PAHARI SANYAL is a by-word in the Cinema world and having created a furore in his very first appearance in "Rajrani Mira" he gained fame with every performance and went on establishing his reputation in "Chandi-Das", 'Dhoop-Chaoon', 'Maya' 'Vidyapati' etc. till finally he won Stardom in 'Bari Didi'. To choose a player who would keep his own against such a powerful actress portraying as it is, the life of an actress, was no easy task for the director, and his choice fell upon on less a brilliant character-actor and, to boot, a singer as well than our friend Pahari. Pahari, we are informed, has justified the confidence reposed in him, and has given another sterling performance under the guidance of the directorof "BARI DIDI".

Nawab

NAWAB, India's veteran character-actor has more admirers and fans than any other character-actor in India. He has no equal. He is unique. He has his own ways and any one trying to imitate him makes a fool of himself. Nawab took the celluloid world by storm in his initial appearance in a N. T. picture. No cinema critic will ever forget the old Yahudi in "YAHUDI-KI-LARKI". He immortalized the old jew. Nawab has been entrusted with many difficult roles

conductor. His music direction has, all along been one of the strongest draw of all N. T. Films. Boral is a silent man, shy but always all-smiles to everybody.

Sound Recordist SHAM SUNDER GHOSH is one of the most successful assistants of Mukul Bose the Chief Sound Engineer of N. T. (who is recording all songs only of "HAR-JEET"). Ghose has earned the independent post of a Sound-Recordist only due to his merit and keen 'Sound-sense'. Sham Sunder Ghosh is also a young man below 30.

Film-editor, SUBODH MITTER—better known as "Kachi Babu" is the terror to all directors, His keen cinematic-sense has always helped many a directors out from many a deep holes. Subodh Mitter—talks very little, whatever he has to say—he says with his pair of scissors. Subodh Mitter has trained some of his abler assistants and has helped them to take up the film-editing job independently. Mitter's decision is final and he brooks no opposition from any quarter. Mitter is below 30, and we shall not be surprised to see him a great film-director in due course Subodh Mitter's friendship does not count, when he is in the editing room. What he thinks best—he does it, beautifully.

Subodh Gangoly—N. T.'s Chief Laboratorian is a well-known name in the Indian film circle. Gangoly's processing has stood the test of time—and now it is the supreme guarantee for the highest standard in quality of film printing. As a technician of the ablest order—Gangoly is a self-made man. He started his career as a petty electrical assistant and therefrom rose slowly and steadily to his present position. A man of strict principles and discipline, Subodh Gangoly rules over his laboratory to get the best and only the best from his assistants. Not an inch of film passes without his scrutiny. The strictly scientific trend of mind makes Gangoly what he is to-day. In the finished role of "HAR-JEET" you will find some of his handiwork.

You have seen many a beautiful art-works of SOUREN SEN the N. T. Artist. Souren Sen started his career as school master. He is a B. Sc., B. T., but the call of the Cinema was irresistible to him. In "HAR-JEET" you will see some specimen of his artistic talents. Sen is an out and out artist and lives in his 'to-days' only. 'To-morrow' has no thoughts for him. He is an indefatigable worker and can work for days and nights together without rest and sleep. His only great fault is—he is totally unworldly.

SEE & HEAR

KANAN & PAHARI

IN

HAR-JEET

A NEW THEATRES PRODUCTION

Who's—Who- IN HAR-JEET

AMAR MULLICK — started his film career as a humble worker in the Production Department of New Theatres from the very first day of the inception of the Company. Through sheer force of industry and honest labour he became the Production Manager and lately—to be one of the ablest film-directors. His maiden directorial vehicles- "BARI-DIDI" received all-India acclamation as a motion picture of the superfine order.

Amar Mullick

Director Amar Mullick is a genial personality and is a 'friend in need' to all concerned. He is also a great character-actor of the Bengli screen. His secret of success in life is his invincible faith in methodical work and team sprit. 'No-bossing' spirit makes him lovable by all.

* * *

Cameraman BIMAL ROY of "HAR-JEET" is a known figure in his field of work all over India. Bimal Roy one of the ablest disciples of the ace-cameraman—Director Nitin Bose started his camera-career under Bose as the humblest of assistants. Bimal Roy is a silent worker and his camera-sense is acute—specially where mood lighting and composition are concerned. A young man of active habits—Bimal Roy is out to rise to the very top of his profession. Roy is a loving husband.

Bimal Roy

Our readers need no new notes about the great R. C. BORAL—one of the most famous music directors of India. Son of the great musician late Lal Chand Boral—R.C.B. is carrying the tradition of his family in a most glorious manner. R. C. Boral started his career in the New Theatres Studio from the very early days and at the present moment he carries the fullest confidence of the N. T. Chief. R. C. Boral lives in his music and his 'family of musicians' is one of the happiest of groups in the Studio. Boral has promised to give us newer musical notes in "HAR-JEET". We have all the faith in this great

R. C. Boral

JOURNALISM—IT'S USES AND ABUSES

By GIRDHARI LAL VAID.

In modern times the press has developed into a most powerful instruments of public opinion. In setting right abuses, in righting wrongs, political or social, the press has taken up the sword of criticism with all the favour and enthusiasm of the Knight errant. Yet criticism, if it is to be of real service to the public, which indeed it apparently aims to be, must be just, well-informed and prompted by the purest of motives. Public weal must be the sole criteria and concern of any criticism worth the name. When it falls short of this high level, it degenerates into ignorant abuse, which defeats in the end the very purpose, which it ostensibly seeks to achieve.

Narrowing down the field of criticism to the cinema industry we see an ever increasing volume of criticism coming forth in the shape of Film Journals, Weeklies and Monthlies in India. To a large extent they do cater to a public need. It is difficult to question the utility of these journals in as much as they supply useful information regarding the various departments of the film industry, and also deal with the manifold problems connected with it.

Probably the most important aspect of the cinema consists in its appeal to the public as an art. After all, as everybody knows, the *raison d'etre* for the industry lies in its entertainment value, in its capacity to give pleasure to the public. Here again there is a growing literature on the subject. All the different standpoints from which a picture could be viewed—the story, the photography and the actors are discussed at length.

It is splendid work so far as it goes. But just as our cinema industry, as pointed out by some of our critics needs overhauling and re-organization on Western lines, so also our criticism must reach higher standards of judgement in order to come into line with the cinema criticism in Western countries. If propaganda and boosting is not criticism neither hasty, ill-conceived and prejudiced remarks can be classed under that category. The critical faculty is not such a common gift as some people would imagine. Although a thorough study of good specimens of pictures helps one to cultivate it, preconceived standards some times hamper one in the task of assessing the true worth of a picture. Just because Bombay has been producing a certain type of pictures, it is not necessary that the pictures produced in Calcutta must also start from the same motif or vice-versa. Yet a lot of senseless twaddle is written in the local cinema press as if the only salvation of the film producing concerns in Calcutta lies in a blind imitation of pictures coming to us from the Western presidency and the same arguments are raised in the Bombay film journals for the imitation of Bengal pictures.

Unfotunately for the cinema industry in India there is also a kind of journalism obtaining in this country, which makes of criticism a nefarious and despicable means of frightening cinema producers into yielding large sums of money as a sort of sap. A regular campaign of vilification is started against a certain company, and it is carried on so briskly, and with such scant regard to scruples that the company is goaded into meeting the demands of the authors of the mischief. Strange though it might sound sometimes in the ranks of these mischief-makers are to be found misguided men of genius. Yet journalism cannot sink to lower depths than this, and one wonders whether these bandits of journalism have their counterparts in any other part of the world.

cotton-
; and the
nd then
n recep-
men. On
rope and
n of the
and the
it com-
came to
one saw
ict life in
ance and

served in
ck of the
nd women
in the city.
ote. The
is natural
where the
rking with
into real
charm and
ndian peas-
y of whom
in a train,
ce. They
a cinema
and seeing
e and then
th the bigg-
king sound
e the 'stars'
and best of
elves in the
sement that
nly was an
asked to do
months of it,
. A 'film'
doubt, but

HIS ruthless action and her violent reaction only cost five annas to take, and the vivid scene will come alive for their grandchildren. If you can afford a good still camera, you can certainly buy a Cine-"Kodak" and keep *your* better and brighter moments in moving pictures—for life. *Coloured* movies cost a bit more than five annas a shot, but they're worth it.

CINE-"KODAKS EIGHT make home movies at 5 annas shot, and cost from Rs. 135. Y just press a button to make liv records—in colour if you like.

MAGAZINE CINE-"KODAK" *offers you more exciting movie-making on 16 mm. film, for Rs. 525. Loading and changing from black and white to colour or vice versa is like slipping a cartridge into a gun.*

CINE-KODAKS
8 & 16 mm.

KODAK LTD. (Incorporated in England)
Bombay · Calcutta · Lahore · Madras

pots painted with flowers decorated the courtyards. The villagers began to live and cook and carry on their daily life in the village in order to give it that habitable appearance.

For the harvest festival, special songs had to be composed, based on the original tunes and literal translations made from the village dialect into Hindi. In connexion with the celebration a *mela* or fair had to be organized. The rustic merry-go-round, rows of little booths filled with pottery, lacquered bracelets and beads; painted wood-cut dolls dressed in the peasant custumes; clay gods and goddesses and the silver ornaments of the girls were placed in the stalls erected along specially constructed pathways leading from the village to the spaces.

It really looked as if a bit of Kathiawar had been transplanted near town, when the artistes, dressed in the authentic costumes, began to act, along with the actual peasants who played as villagers, and danced their folk dances. The girls with their printed skirts, hand-embroidered short bodices, and flower-designed veils; their arms clinking with the sound of ivory and lacquered armlets; the men in their tight trousers with printed jackets and large bright-coloured turbans.

Miles From Civilization

One felt indeed as if one were miles away from modern civilization; only the sound of equipments and yards of cables; the cameras and technicians moving about, microphones and reflectors took away from the perfect reality. From near by came the sound of the blacksmith busy with his anvil; the cotton-beater with his primitive machine; and the girls winnowing the grain and then casting it into the huge wooden receptacles to be pounded by the women. On the haystacks peasants made rope and song, keeping time to the rhythm of the anvil and the cotton-beating, and the pounding of the corn. Nor was it complete till the village head-man came to settle some village quarrels, and one saw the story unfolding so as to depict life in the raw; joy and beauty; romance and tragedy.

A part of village life as observed in the actual, was the complete lack of the double standard among men and women which is so strong an element in the city. Perfect equality was the keynote. The producer sought to show this natural existence in all the scenes where the village moved *enmasse*. Working with these simple people brought us into real close contact with the *naive* charm and very humane qualities of our Indian peasantry. For them, the majority of whom had never either seen or sat in a train, the trip was a great experience. They had their first taste of seeing a cinema show, riding in the tram-cars and seeing the contrast between their life and then of the busiest city in India with the biggest traffic rush. Again, taking sound tests, being photographed like the 'stars' they had seen on the screen and best of all hearing and seeing themselves in the projection room. What amusement that caused them! It certainly was an unheard-of experience being asked to do picture work, yet after two months of it, they were a little homesick. A 'film' village was wonderful no doubt, but home was sweet home!

oblems to
the most
ny other
r cinema
ntry.

ith those
directors,
producers
r foreign
dpoint of
e smooth

MAKING A VILLAGE FILM

By ENAKSHI RAMA RAU

Producing a village film is perhaps the most interesting of all productions. At first, the producer has to decide in what particular part of India he wishes to have his locale. We have been producing a village story set in Kathiawar. The producer flew to the beautiful state of Limbdi, abounding in black buck, peacocks and water heron. He found it would facilitate work a great deal if the peasants were brought over to Bombay to create a typical village within working distance of modern technical conditions.

So thirty of the best villagers, strong in physique, excellent dancers, good singers and fine workmen, were selected to return to Bombay. The scenario writer stayed some time to get a proper description of the country, the atmosphere of the village life, the customs and other details. The camera-man took a series of 'stills' and 'film-shots' to get exact details for setting up the village, while clothes and jewellery, materials and decorations used in the huts, pottery and utensils were bought.

Then with the return of the party, a suitable spot was selected for the site of the village. It is amazing how in India, just ten miles outside the city limits, one comes into an atmosphere quite rustic and free from anything modern. A portion of land lying between green fields, with nothing save the hills and sky as the background; with tall palms and spreading mango trees, as the photographs showed and the *champa* trees covered with ivory blossoms looked an exact replica of the original country itself.

So the peasants set to work. They cleared the land industriously. We were told that the city labourers would have taken at least ten to fifteen days to clear the ground done by the peasants in three days. Furrows were dug, and rows of vegetables planted. Then twenty-five huts were constructed. With what dexterity and quickness vast quantities of cowdung were mixed with black soil to make the foundations and the courtyards. Then came the circular mud-plastered walls.

A big open space was left in the centre with a circular raised pressed-mud platform for the village community-dances and little sketches so popular a feature of village life. Beside it was built the duck pond, its silver surface animated with ducks and geese; and beyond against the background of the hills, the village well was dug. It is not always possible to find water where one wants it, and so the well which was fiteen feet deep was built in with cement and filled with gallons of water.

Village Grows

And the village grew. Carts were introduced; cattle with their ploughs; rustic lanterns and torches for night scenes; pigeons, sheep and goats, and finally the laying-out of a garden overnight. To produce trees about four feet and creepers growing beside the huts was a tricky affair, as transplanting them destroyed them. So it was decided to search out typical trees that grew in giant pots and plant them all over the village burying them to conceal the pots completely. So that while in the morning one saw a bare village, in the evening, passion-flower and jasmine creepers and little shrubs grew in great numbers. There was green everywhere with peeping blossoms growing there quite naturally. To complete things, the beautiful Kathiawar peasant embroidery pieces, handworked with tiny mirrors, were hung over the doorways and rows of earthern

The Cinema Industry in India has no doubt innumerable other problems to solve; but this one of producing the requisite chemicals is for the present the most urgent one. Science must come to our aid as Science does come in so many other ways. Besides the starting of new industries in order to assist the major cinema industry will mean employment to thousands of young men all over the country.

When the profits of the cinema industry in India, compared with those obtained by producers in Hollywood, are small, and when consequently the directors, story-writers and actors are not paid on the Western scale, it is up to the producers not to increase the cost of production by paying exhorbitant prices for foreign chemicals, if it could be done. War conditions apart, even from the standpoint of self-dependence, we believe, India should produce all the requisites for the smooth running of its cinema industry. But War has made the task imperative.

---

attraction
ST
S DEFEAT!
AKI
YAKI BOSE
K
OET ARZU
JAGDISH.
KALAVATI,
NI & OTHERS.

AKKĀS

The Present Situation.

The war, which has been upsetting human calculations beyond the wildest stretches of imagination, has also upset among other—various industries, the cinema industry in India. The industry, which has been doing all that it possibly could in order to compete with foreign pictures is sustaining a big blow in the increase of the cost of raw films by 35%. Indeed the film industry in India is confronted with such a grave crisis that unless Indians forthwith set about seeking ways and means of producing indigenously the raw materials and chemicals necessary for the industry the producers will go under in the keen competitive struggle with the West. The only way out of the present impasse is to convert this extremity into an opportunity for the erection of technical plants in India for the production of chemicals; so that this necessity of a precarious and costly dependence upon the foreign market is removed.

We entirely concede that the task is not an easy one. But still it is worth while getting together the technical experts for the job. And most likely it will be found that some of chemicals at least could be produced in India. The appeal is to capitalists and scientific experts.

akkas

Awaiting release!

NEW THEATRES' Colourful attraction

NARTAKI

—IN HINDUSTHANI—

An exotic tale of a bewitching dancing-girl — her CONQUEST and her GLORIOUS DEFEAT!

THE NEW THEATRES LIMITED

NARTAKI

Directed By: DEVAKI BOSE

Music By: PANKAJ MULLICK

Songs By: POET ARZU

Played By: LILA, NAJAM, JAGDISH, WASTI, PANKAJ, MADHO SUKUL KALAVATI, RAJNI RANI & OTHERS.

AKKĀS

INDIA'S LEADING URDU FILM JOURNAL

WITH

ENGLISH SUPPLEMENT

Vol. 5—No. 3
1940

Local -/2/- Annas Mofussil -/2-6

Kodak Color Control Patches
© Kodak, 2007 TM: Kodak
Blue Cyan Green Yellow Red Magenta White 3/Color Black

inches 1 2 3 4 5 6 7 8
cm 1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19
Kodak Color Control Patches
© Kodak, 2007 TM: Kodak
Blue Cyan Green Yellow Red Magenta White 3/Color Black